بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کرہ ارض پر مختلف تہذیبوں کا پھیلاؤ اوران کے مابین تصادم

جلد اول اور دوم

ڈاکٹر زہرا بتول

ایسوی ایٹ پروفیسر آئی بی ٹی علما یونیورسٹی

اسسٹنٹ پروفیسر انڈس یونیورسٹی

اسسٹنٹ پروفیسر عثمان انسٹیٹوٹ آف ٹیکنالوجی کراچی

ایسوی ایٹ ٹیچر جامعہ کراچی، لیکچرار آغا خان ایجوکیشنل یونیورسٹی کراچی

جملہ حقوق بہ حق مصنفہ محفوظ ہیں:

کتاب: کرہ ارض پر مختلف تہذیبوں کا پھیلاؤ اور ان کے مابین تصادم
مصنفہ: ڈاکٹر زہرا بتول
اشاعت: 2023ء
پیشکش: فضلی بک، اردو بازار کراچی۔
صفحات: 1388
ملنے کا پتہ: فضلی بک، اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 021-32633887
03362633887

انتساب

اس کتاب کا انتساب مولا کائنات حضرت علیؑ ابن طالب کے نام ہے، آپ کے علم وافکار اور مناقب کو بیان کرنا طاقت انسانی سے باہر ہے امیر المومنینؑ خود فرماتے ہیں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے اور ہر باب سے مجھ پر مزید ہزار باب وا ہوئے تاہم آپؑ کی جلالت علمی کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں! علم کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے حضرت علیؑ کرم اللہ کو عطا کئے گئے لیکن دسویں حصے میں بھی آپ شریک ہیں، آپ کے حضور منقبت کے چند اشعار درج ذیل ہیں.

بقول سردار نقوی!

علم کا ہاتھ بھی اس ہاتھ کی طاقت بھی علیؑ — عدل کی تیغ بھی اس تیغ کی ضربت بھی علیؑ
ضرب خندق بھی علیؑ، نہج بلاغت بھی علیؑ — طاقت وخیر کے اضداد کی وحدت بھی علیؑ
کبھی نقطہ کبھی قرآن نظر آتی ہے — شخصیت عدل کی میزان نظر آتی ہے

پیش لفظ

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔
ترجمہ۔قسم ہے چاند کی جب وہ ماہ کامل ہوجاتا ہے،تم کوضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرفگزرتے چلے جانا ہے۔
(الانشقاق۔۱۸۔۱۹)

جس طرح سے تمام اشیاء کائنات اور افراد کائنات میں انفرادیت پائی جاتی ہے بالکل اسی طرح سے اس دنیا کی تمام معلوم تہذیبیں اور ان کے تمدن میں بھی امتیاز پایا جاتا ہے تہذیبیں بھی انسانوں کی طرح جنم لیتی ہیں پھلتی پھولتی ،ترقی کرتی ہیں ،ان کی بھی اچھی یا بری تقدیر ہوتی ہیں ،ان کے دوست ،دشمن ، پڑوسی ،خیر خواہ بدخواہ،عادات ،مزاج ،نفسیات ،زبان رنگ ونسل ، مذاہب ، مسالک ، بلندی ،پستی ،کامیابی ، ناکامی اور عروج وزوال ہیں جبکہ ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اللہ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر اور انبیاء بھیجے تاکہ یہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوسکیں اور پھر قانون قدرت کے مطابق ان کی بھی موت واقع ہوجاتی ہے۔
اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۔(اعراف۔۳۴)
ترجمہ۔ہر قوم کے لئے ایک مدت مہلت مقرر ہے پھر جب کسی قوم کی مدت آن پہنچتی ہے تو گھڑی بھر کی تاخیر اور تقدیم نہیں ہوتی (اور یہ بات اللہ نے آغاز تخلیق میں ہی صاف صاف

بیان فرمادی تھی)۔

تِلْكَ الْقُرٰی نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۔(اعراف۔۱۰۱)

ترجمہ۔ یہ قومیں جن کے قصے ہم تمھیں سنا رہے ہیں (تمھارے سامنے بطور مثال کے موجود ہیں) ان کے رسول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے ۔

حضرت علیؓ ابن طالب روایت کرتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

قرآن کریم میں اقوام گزشتہ کے حالات بھی درج ہیں اور تمھارے بعد آنے والوں کے حالات کا بھی اس میں ذکر موجود ہے جبکہ تمھارے مابین رونما ہونے والے جملہ نزاعات کا فیصلہ بھی اسی میں موجود ہے ۔(ترمذی)

جس طرح انسانوں کی نسلیں اور خاندان ہوتے ہیں بالکل اسی طرح سے ایک نئی تہذیب کسی گزشتہ تہذیب کے بطن سے جنم لیتی ہے دنیا کی تمام تہذیبیں ایک بڑے کل کی اکائیاں ہیں جبکہ اس بڑے کل کو ہم تاریخ انسانی کے نام سے جانتے ہیں یعنی تہذیبوں کو ہم انسانی زندگی کے مراحل بھی کہہ سکتے ہیں ۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ مَّا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۔(حجر۔۴۔۵)

ترجمہ۔ ہر (بستی) کے لئے ایک خاص مہلت عمل لکھی جا چکی ہے اور کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے پہلے نا تو ہلاک ہوسکتی ہے اور نا ہی اس کے بعد چھوٹ سکتی ہے ۔

اس دنیا کی معلوم تاریخ میں میں کئی تہذیبوں نے جنم لیا جن میں سے کئی مٹ گئیں لیکن کچھ باقی ہیں اگر چہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری اور باقی رہے گا تاہم اکثر تہذیبیں دریا اور سمندر کے کنارے پروان چڑھیں ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے سب سے زیادہ تاریخ انسانی پر بات کی اور اقوام گزشتہ کے قصوں کو بار بار انسانوں کی نصیحت کے لئے بیان فرماتے ہوئے انھیں یہ بتایا کے کس طرح سے اس عالم ناسوت میں عظیم الشان تہذیبوں نے جنم لیا جن میں طاقتور اور توانا لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے زیادہ علم والے تھے جبکہ مال و دولت اور ثروت رفعت سے انھیں مالا مال کیا پھر ان کی ہدایت اور رہنمائی کا انتظام بھی فرمایا لیکن وہ اپنی دولت اور طاقت کے گھمنڈ میں اللہ کی وحدانیت کا مسلسل انکار کرتے رہے یہاں تک کے ان کی مدت مہلت ختم ہوئی اور انھیں اس طرح سے پیوند خاک کر دیا گیا جیسے وہ یہاں کبھی بسے ہی نہ تھے

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔(الانبیاء ۔۱۰)

ترجمہ۔لوگو! ہم نے تمھاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمھارا ہی ذکر ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۔(فجر ۔٦ ۔١٣)

ترجمہ۔تم نے نہیں دیکھا کے تمھارے رب نے اونچے ستونوں والے عاد وارم کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ ان کی مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں اور میخوں والے فرعون کے ساتھ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے دنیا میں بڑی سرکشی اور فساد پھیلایا، آخر کار تمھارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا حقیقت یہ ہے کے تمھارا رب گھات لگائے بیٹھا ہے۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ

لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۔(انعام ۔۶)

ترجمہ۔کیا انھوں نے دیکھا نہیں کے ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا اپنے اپنے زمانے میں دور دورہ تھا؟ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا جو تمھیں بھی نہیں بخشا،ان پر ہم نے آسمان سے خوب پانی برسایا اوران کے نیچے نہریں بہادیں لیکن جب انھوں نے کفران نعمت کیا تو آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں تباہ وبرباد کردیا اوران کی جگہ دوسرے دور کی اقوام کو اٹھادیا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۔(رعد۔۴۱)

ترجمہ۔کیا تم اس حقیقت پر غورنہیں کرتے کے ہم کس طرح سے زمین کو بڑے بڑے سرداروں کے ہاتھوں سے چھین کرکم کرتے چلے جارہے ہیں۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔(انعام۔۴۵)

ترجمہ۔اس طرح سے ان لوگوں کی یعنی (پچھلی اقوام کی) جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا،تمام تعریفیں اللہ رب اللعالمین کے لئے ہے۔

تاریخ انسانی کے ہر دور میں زمین پر انسانوں کی اصلاح کے لئے ہمیشہ ہی نوح،موسیٰ،عیسیٰ اورابراہیم جیسے کردار موجود رہے جن کا مقابلہ اپنے دور کے قارون،فرعون،نمرود اور ہامان سے رہا۔

بقول اقبال!

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے　　　صنم کدہ ہے جہاں لاالہ الااللہ

تاریخ انسانوں کی اجتماعی زندگی کا خلاصہ ہے دوسری جانب تاریخ میں ایک عبرت انگیز سبق بھی ہے کیونکہ اللہ تعالی جب کسی قوم کو خیر،علم وفضل،دولت وثروت سے نوازتا ہے تو وہ چاہتا ہے کے بندے اللہ کے اس احسان کو جانیں اور سمجھیں اور اللہ سے اپنے قرب اور تعلق میں اضافہ

کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں لیکن انسان بجائے اللہ کے احسانات کی شکر گزاری کے اللہ کی زمین پر اکڑ کے چلتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کے جیسے یہ تمام علم وفضل ، دولت وثروت اور نعمتیں اس کے اپنے ہی زور بازو سے حاصل ہوئیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ انسان تو اتنا بے بس پیدا کیا گیا کے اسے اپنی آتی جاتی سانسوں پر بھی اختیار نہیں چہ جائیکہ باقی باتیں تو خواب وخیال ہیں چنانچہ ایسی سرکش مخلوق کو اللہ تعالی ان کی مسلسل نافرمانیوں اور سرکشی کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں مقام عبرت بنا دیتے ہیں پھر اس قوم میں کوئی فرد بھی ایسا باقی نہیں بچتا جو اپنی کہانی یا علم کسی دوسری قوم کو منتقل کر سکے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ! جب کسی قوم پر عذاب کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو تین دن کے اندر اندر اس قوم کے ایک ایک فرد کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے اور اللہ اس قوم کی نسل کو جاری نہیں رکھتا۔(مسلم)

مٹی کے ذرات پر اگر تفکر کیا جائے تو یہ عقدہ کھلتا ہے کے ماضی میں اس زمین پر بسنے والے اور اپنے وقت کے عظیم راجہ، مہاراجہ، بادشاہ، شہنشاہ اور عام انسان سب ہی اس زمین میں پیوند خاک ہو گئے اور آج انھی کی اولادیں انھیں اپنے پیرو تلے پامال کر رہی ہیں کہیں یہ جسم انسانی کی باقیات گھر، مسجد، مندر، گرجا، راہ گزر یا گلستان اور ریگستان بنے تو کہیں پہاڑ، چٹان، کوہسار، چشمہ، ندی نالے، دریا اور سمندر کی تہوں میں موج زن ہوئے الغرض مٹی سے بنا انسان مٹی میں مل گیا۔ اسی حوالے سے ابدال حق قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں !

یہ بات مگر بھول گیا ہے ساغر　　انسان کی مٹی سے بنا ہے ساغر
سو بار بنا، بن کے ٹوٹا ہے عظیم　　کتنی ہی شکستوں کی صدا ہے ساغر

مورخین کا یہ خیال ہے افریقہ نوع انسانی کی جائے پیدائش ہے، کتاب پیدائش کی ایک روایت کے مطابق ! کش بن حام بن نوح اہل ایتھوپیا کے مورث اول تھے۔

ابتدائی اور جدید انسانوں نے یہیں تقریباً 8 سے 5 کروڑ برس قبل ارتقائی مراحل سے گزرنا

شروع کیا بعدازاں انسانوں کی ایک بڑی تعداد اطراف واکناف میں پھیلتی چلی گئی تاہم قدیم مصر کی تہذیب بھی افریقی تہذیب کا ہی ایک تسلسل ہے شام اور فلسطین کو انبیاء علیہ السلام کی سرزمین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں متواتر 2000 سالوں تک اس تواتر اور کثرت سے انبیاء علیہ السلام آئے کے یہ انبیاؤں کی سرزمین کہلانے لگی یہاں کی مہذب اقوام نے فلسفہ، تاریخ، طب، ریاضی، طبعیات اور سائنس میں کئی کمالات دکھائے جبکہ دنیا کا سب سے پہلا اور قابل قدر تحریری قانون بھی یہیں مرتب ہوا دوسری جانب دریائے دجلہ وفرات کو دیکھ کر یہ کہنا انتہائی مشکل ہے کے اس کے پانی کی تہوں میں پائی جانے والی مٹی کے ذرات میں عظیم الشان تہذیبیں یعنی عکاد، ار، عمور، سمیر، بابل اور کش کی بنیادیں گم ہیں جبکہ بابل کے معلق باغات کی آبیاری بھی کبھی اسی پانی سے ہوئی تھی اگرچہ یہ بات سو فیصد درست ہے کے

دنیا کی تمام معلوم تہذیبیں دراصل زندگی کی بقاء کی مسلسل، متواتر اور مستقل کوشش اور جدوجہد کا ایک نام ہیں تاہم تاریخ دراصل انسانی زندگی کا خلاصہ ہیں۔

زیرنظر کتاب **کرہ ارض پر مختلف تہذیبوں کا پھیلاؤ اور ان کے مابین تصادم** (20 ابواب) پر مشتمل ایک مختصر تاریخی کتاب ہے جس میں نہایت اختصار سے بنی نوع انسانیت کی تاریخ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کتاب کو لکھنے کے کئی محرکات میں سے والدہ کے حکم کا التزام، بہن بھائیوں اور بالخصوص بیٹی (اروما احمد) کا بے حد اصرار شامل تھا، طلباء وطالبات کا شوق وجستجو تو اپنی جگہ تھا لیکن تاریخ جیسے دقیق، پر پیچ اور مشکل موضوع پر قلم اٹھانے کی جراءت شاید میں کبھی نہ کرتی اگر مشرق ومغرب کے نامور مورخین اور قلم کار اپنی تحقیق میں اس دور کی تاریخ میں پیغمبروں اور انبیاء کرام کے حوالے سے ان کے مشن اور تعلیمات کو بیان فرمادیتے۔قرآن کریم بابانگ دہل یہ اعلان کررہا ہے!

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۔(حجر۔۱۰)

ترجمہ ہم تم سے پہلے بہت سی گزری ہوئی اقوام میں رسول بھیج چکے ہیں۔

اب تک جتنی بھی کتب تاریخ میری نظر سے گزریں ان میں یہ پہلو تشنہ ہی رہا لہٰذا اسی تشنگی نے مجھے منوں مٹی میں دفن تاریخ کھوجنے دریافت کرنے اور قلم اٹھانے پر مجبور کیا کیونکہ یہ اہم سوال تو اپنی جگہ نہایت اہمیت کا حامل ہے جب اللہ تعالی نے بنی نوع انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے دنیا کی ہر قوم اور خطے پر پیغمبر اور انبیاء کرام بھیجے تو پھر اس قوم، ملک یا خطے کی تاریخ کو لکھنے میں مورخین نے انھیں نظر انداز کرنے کی سنگین غلطی کیوں کر کی؟ لہٰذا اسی اہم سوال کے جواب کی تلاش میں زیر نظر کتاب مرتب ہوگئی لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ اس دنیا میں موجود مختلف تہذیبوں کے درمیان ایک تصادم بھی موجود ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے، ہر تہذیب اور اس سے متعلق افراد اور حکمرانوں کی یہ شدید دلی خواہش ہے کے کسی طرح سے وہ ساری دنیا پر اپنی راجدھانی قائم کرتے ہوئے مطلق العنان حکمران بن جائیں اب چاہے وہ مسلمان، یہودی، عیسائی، ہندو یا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے حکمران ہوں یہ حقیقت ہے کے مسلمانوں نے کئی سو سالوں تک دنیا کے تین براعظموں پر پرچم اسلامی لہرایا تاہم عصر حاضر میں یہود و نصاریٰ دنیا پر حکمران اور اس کے سیاہ و سفید کے مالک بنے بیٹھے ہیں اگر چہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کے 57 اسلامی ممالک کے وسائل وذرائع اور ملکی دولت ومعدنیات پر بھی انھی بیرونی آقاؤں کی عملداری ہے جو پوری دنیا پر اپنے مکمل اقتدار کے خواب دیکھ رہے ہیں قرائین سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کے طاغوتی قوتیں اور مسلمان دشمن طاقتیں یکجا ہوکر اپنے ناپاک ارادوں میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئیں وہ ایک عرصہ سے اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے نا صرف خواب دیکھ رہی ہیں بلکہ مسلسل سازشوں میں بھی مصروف عمل ہیں۔

بقول مولانا ظفر علی خان!

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تاہم وہ وقت دور نہیں جب پوری دنیا توحید کے نور سے روشن ہوجائے گی اور اس کائنات کی تخلیق کا اصل مقصد یعنی رسول اللہ ﷺ پر دین اسلام کی تکمیل مکمل ہوجائے گی۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔(الصّف۔۹)

ترجمہ۔(اللہ) نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب ادیان پر غالب کرے، اگرچہ مشرکین اسے ناپسند کریں۔

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں! رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے! اللہ تعالی نے میرے لئے ساری زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کا مشاہدہ کرلیا، اور سنو میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہوکر رہے گی جو مجھ کو لپیٹ کر دکھائے گئے۔ (مسلم)

حضرت مقداد بن اسودؓ روایت کرتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اس زمین پر کوئی کچا گھر نہ بچے گا اور نہ ہی کوئی خیمہ بچے گا جہاں دین اسلام داخل نہ ہوجائے، اس پر حضرت مقداد بن اسودؓ نے کہا کے یہ سننے کے بعد میرے ذہن میں سورہ انفال کی یہ آیت آگئی۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔(انفال۔۳۹)

ترجمہ۔مومنو! ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لئے ہوجائے۔

انھی ٹھوس حقائق اور اس دنیا کے معلوم ماضی، حال اور مستقبل سے متعلق تاریخی واقعات، آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں زیر نظر کتاب مرتب کی گئی ہے، طلباء وطالبات اور عام قاری تاریخ جیسے خشک موضوعات کے مطالعے کو ناپسند کرتے ہیں لیکن اگر

بادل ناخواستہ بھاری دل سے مطالعہ کر بھی لیں تو ان کی اولین خواہش یہ ہوتی ہے کے بہت آسانی اور جلدی سے سب کچھ سمجھ میں آجائے تاہم یہ کسی دیوانے کی خواہش تو ہوسکتی ہے کیونکہ تاریخ کو پڑھنے سے زیادہ پڑھانا اور سمجھانا مشکل ہے۔

زیرنظر کتاب کی تصنیف وتالیف میں ایک نکتہ پیش نظر رہا یعنی اس کتاب میں لکھے گئے واقعات کا تعلق دو عظیم دھماکوں کے درمیان درپیش حالات وواقعات سے ہے، ان دو عظیم دھماکوں میں پہلا عظیم دھماکہ بگ بینگ کا دھماکہ تھا جس کے بعد کائنات وجود میں آئی جبکہ دوسرا عظیم دھماکہ قیامت کا دھماکہ اور صور کا پھونکا جانا ابھی باقی ہے، تاہم ان دو دھماکوں کے درمیان جو کچھ ہوا اس کو نہایت اختصار سے معلوم علم کے مطابق سپرد قلم کردیا گیا، یہ حقیقت ہے کے اس کتاب کی تحریر ایک مشکل اور نہایت پیچیدہ عمل تھا اس کتاب کی ابتداء مورخہ 8 اگست 2017ء میں ہوئی اور تقریباً گیارہ ماہ کے قلیل عرصے میں یہ کتاب مکمل ہوگئی لیکن پھر اس کتاب کا تمام ڈیٹا ضائع ہوگیا اور میری ہمت بری طرح سے ٹوٹ گئی اب مجھ میں دوبارہ 1400 صفحات کی کتاب لکھنے کی ہمت نہ تھی جبکہ ہر گزرتا دن اور لمحہ میرے اضطراب میں مزید اضافہ کرتا اور میں یہ سوچتی کے ایک اور دن اور لمحہ میری سستی اور کاہلی کی نذر ہوگیا تاہم بڑے حوصلے اور تحمل سے اپنی تمام توانائیوں کو یکجا کرتے ہوئے چیونٹی جیسی کمزور لیکن بلند حوصلہ مخلوق سے ہمت لینے کی کوشش کی جو بغیر تھکے مسلسل محنت اور جدوجہد کرتی ہے چنانچہ ایک بار پھر اپنی ہمت اور توانائی کو جوڑا اور 28 مئی 2019ء کو زیرنظر کتاب پر نئے سرے سے کام شروع کیا جو الحمداللہ آج 29 دسمبر 2019ء کو اللہ کے فضل وکرم سے پایہ تکمیل کو پہنچی میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی بے حد شکر گزار ہوں جس نے مجھے ہمت اور حوصلہ دیا اور اس تحقیقی کام میں میری مستقل مدد فرمائی۔

اس کام میں آسانیاں پیدا کرنے والوں میں میری عزیز دوست ڈاکٹر فاطمہ آغا شاہ سرفہرست ہیں جو ایک نہایت قابل استاد، ریسرچر اینڈ ایسوسی ایٹ ایڈیٹر جنرل سوسائٹی فار سوشل سائنسز،

ایڈیٹر ایشیئن سائنسیز ریو اور گرین وچ یونیورسٹی میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کی ڈائریکٹر بھی ہیں، آپ کا پی ایچ ڈی ڈیپارٹمنٹ آف ایریا اسٹڈی سینٹر یونیورسٹی آف کراچی سے ہے، آپ حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتی ہیں اس کے علاوہ آپ کے کئی ریسرچ پیپرز انٹرنیشنل جرنلز میں چھپ چکے ہیں۔

ڈاکٹر فاطمہ بہترین استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین انسان بھی ہیں جن کو دیکھ کر مجھے حضرت علیؓ کا یہ قول ہمیشہ یاد آتا ہے علم انسان میں نرمی پیدا کرتا ہے، جب بھی مجھے کسی کتاب یا حوالے کی ضرورت پڑتی تو ان کے ضخیم مجموعہ کتب سے مجھے وہ کتاب فوری بہم پہنچادی جاتی جس میں لمحہ بھر کی تاخیر نہ ہوتی یہی نہیں بلکہ وہ میرے مسئلے کو نہایت توجہ سے سن کر اس کا کوئی فوری اور بہترین حل بھی نکال لیا کرتیں دوسری جانب ان کے والد جناب ضیاء الاسلام صاحب کی لائبریری کا دروازہ بھی میرے لئے ہر وقت کھلا رہتا لہٰذا میں ان کی بھی تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے مجھ سے بے لوث علمی تعاون کیا۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر ہما خان، ڈاکٹر ندا احمد اور ڈاکٹر صائمہ نظامانی بھی میرے مددگاروں کی فہرست میں شامل ہیں میں ان کی بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

میں نے اس کتاب کے ایک ایک حرف کو محسوس کر کے نہایت ایمانداری سے سپرد قلم کیا ہے اور اس کے حوالوں کی تحقیق میں اپنی پوری طاقت، توانائی اور وقت کو سرف کیا لیکن کچھ تاریخی حقائق اور واقعات کو ضرورتاً دہرایا بھی گیا ہے اگرچہ کسی بات کی تکرار سے تحریر کا حسن ماند پڑ جاتا ہے لیکن ایسا اس باب میں واقعات کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے مجبوراً کیا گیا، میں نے اس تحقیقی کام کو نہایت اخلاص سے صرف اللہ کی خاطر انجام دیا جس میں کسی دنیاوی غرض کا کوئی عمل دخل نہیں دوسری جانب یہ اللہ کی حمد و ثناء کی بھی ایک کوشش ہے کیونکہ قرآن یہ کہتا!

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ (انعام۔۱۱)

ترجمہ۔ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو! جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً۔(روم ۔۹)

ترجمہ۔کیا یہ لوگ زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں؟ کے انھیں ان لوگوں کا انجام نظر نہیں آتا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں،وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے۔

زیر نظر کتاب کی تصنیف وتالیف کے دوران مجھ پر تاریخ کے حوالے سے یہ مخفی نکتہ بھی کھلا کے تاریخ کا کرشماتی سبق اس امر میں مضمر ہے کے عہد در عہد کچھ بھی تبدیل نہیں ہوتا مگر پھر بھی ہر چیز قطعی مختلف ہے۔(آلڈس ھسکلے)

ڈاکٹر زہرا بتول

ایسوسی ایٹ پروفیسر جامعہ کراچی

ایسوی ایٹ پروفیسر آئی بی ٹی علما یونیورسٹی

اسسٹنٹ پروفیسر انڈس یونیورسٹی کراچی

ایسوی ایٹ پروفیسر عثمان انسٹیٹوٹ آف ٹیکنالوجی

لیکچرار آغاخان ایجوکیشنل سروسز پاکستان

تکمیل بتاریخ:.29-12-2019

انتساب۔

پیش لفظ۔

فہرست مضامین۔

باب (۱)۔۔ص۔25-77۔

کرہ ارض۔کرہ ارض کی تاریخ۔بگ بینگ تھیوری۔کشش ثقل۔برفانی دور۔ایوزوئک دور۔
آرکیوزوئک دور۔پروٹیروزوئک دور۔پیلوزوئک دور۔میسوزوئک دور۔سینوزوئک دور۔
ارضیات۔ارضی تاریخ۔مٹی۔پہاڑ۔براعظم۔ارضیاتی پیمانہ وقت۔ماقبل کیمبری دور۔
قدیم حیاتیاتی یا پیلوزوئک دور۔کیمبری دور۔آرڈوویسی۔سلورین۔ڈیونی دور۔کاربن خیز دور
پرمنی دور۔میسوزوئک دور۔بوزنہ۔سینوزوئک دور۔حجری دور۔میسولیتھک۔نیولیتھک۔
قرآن کریم میں حجر والوں کا قصہ۔زرین عہد۔چاندی کا دور۔منوآئی تہذیب۔تانبے کا دور۔
کانسی کا دور۔لوہے کا دور۔حوالہ کتب۔

باب(۲)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔100-78۔

زمین پرانسان کی آمد۔حضرت آدم اور حوا علیہ السلام۔زمین پرانسانی آبادی کا پھیلاؤ۔
حضرت شیث علیہ السلام۔زمین پر غیر اللہ کی عبادت کی ابتداء۔حضرت نوح علیہ السلام۔
حضرت نوح علیہ السلام کی وصیت۔نسل انسانی۔نسلیات۔بشریات۔آثاریات۔لسانیات۔
حوالہ کتب۔

باب(۳)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔115-101۔

سام بن نوح۔آرامی قبائل۔آموئی۔سامی زبانیں۔آرامی زبان۔آرامی رسم الخط۔
عبرانی زبان۔عربی زبان۔حام بن نوح۔نمرود۔حوالہ کتب۔

باب(۴)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔143-116۔

یافث بن نوح۔ یاجوج ماجوج۔ ذولقرنین۔ منگول یا چنگیزی۔ جوچی خان۔ چغتائی خان۔ مغلیہ سلطنت۔ظہیر الدین بابر۔ اوغدائی خان۔ تولی خان۔ قبلائی خان۔ ہلاکو خان۔ حوالہ کتب۔

باب(۵)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔151-144۔

تہذیب کی تاریخ۔تہذیب کی ساخت۔حوالہ کتب۔

باب(۶)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔173-152۔

افریقی (ایتھوپیائی) تہذیب کا تاریخی پس منظر۔ اولڈوائی غار۔ امہارا۔ اشولیائی تہذیب۔ نظام حکومت اور قانون۔ مذہب۔ افریقیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات۔معیشت اور ترقی۔ افریقہ۔ ایڈیس ابابا۔ باربیری۔فن تحریر۔ ادب۔فن اور فن تعمیر۔موسیقی۔ افریقی زبانیں۔کشان زبانیں۔ حامی زبانیں۔امھاری زبان۔ بربر زبان۔ افریقی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔حوالہ کتب۔

باب(۷)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔253-174۔

مصری تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر۔حضرت یوسف علیہ السلام۔ رعمیس اول۔ رعمیس دوم۔رعمیس سوم۔حضرت موسیٰ علیہ السلام۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت۔ حیات موسیٰ کے ماہ و سال۔سکندر اعظم۔ دور نبوی ﷺ میں مقوقس کے نام مکتوب۔ عہد فاروقی میں مصر کی مسلمانوں کے ہاتھ فتح۔نظام حکومت اور قانون۔ مذہب۔ آفتاب پرستی۔انوبس دیوتا۔ دریائے نیل کی عبادت۔مصریوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات۔ممی۔معیشت اور ترقی۔ جمہوریہ عرب مصر۔فن تحریر۔ حضرت ادریس علیہ السلام ادب۔فن اور فن تعمیر۔ اہرام کی پراسراریت۔موسیقی۔قبطی زبان مصری خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔حوالہ کتب۔

باب (۸)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔254-270۔

سومیری تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر۔ نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ۔ انو۔ ان لیل۔ سومیریوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات ۔ معیشت اور ترقی ۔ فن تحریر۔ خط میخی ۔ ادب ۔فن اور فن تعمیر۔ موسیقی ۔ سومیری خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ عکاد ۔ عموری یا عامری۔ قیسی ۔ کلدانی۔ حوالہ کتب ۔

باب (۹)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔272-334۔

بابلی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر۔ ار۔ کشان ۔ ایلام ۔ بخت نصر۔ نبوکدنضر دوم ۔ حمورابی ۔ نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ۔ بابلیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات ۔ معیشت اور ترقی ۔ جمہوریہ عراق ۔فن تحریر ۔ ادب ۔ گل گامش کی داستان ۔ فن اور فن تعمیر۔ بابل کے معلق باغات ۔ موسیقی ۔ رسم الخط ۔ آرامی زبان ۔ عبرانی زبان ۔ کنعانی بابلی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا اور ان کی قوم کا بطور سزا انھیں آگ میں ڈالنا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ۔ حضرت اسحاق علیہ اسلام کی پیدائش ۔ حضرت عزیر علیہ السلام ۔
بیت المقدس کی تعمیر۔ حوالہ کتب۔

باب (۱۰)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔335-370۔

اشوری تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر۔ اشور بنی پال اول ۔ اشور بنی پال دوم ۔ اشور بنی پال ۔ نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ۔ اشوریوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات ۔ معیشت اور ترقی ۔ ادب اور فن تحریر۔ فن اور فن تعمیر۔ موسیقی ۔ کروبیم ۔ سامی زبان ۔ آرامی زبان ۔ آرامی رسم الخط ۔ اشوری خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ قوم اشور پر حضرت یونس علیہ السلام کی بعثت۔ حضرت یونس علیہ السلام کی از خود ہجرت ۔ مچھلی کے پیٹ میں دعا۔ قوم اشور کا انجام ۔ حوالہ کتب ۔

باب (۱۱)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔642-371۔
کنعان یا ارض مقدس (موجودہ فلسطین) کی تاریخی وتہذیبی حیثیت۔حضرت ابراہیم علیہ السلام۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش۔
حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش۔حضرت یعقوب علیہ السلام۔حضرت یوسف علیہ السلام ۔قوم بنی اسرائیل کی قدیم تاریخ۔بنی اسرائیل کا زوال۔قبطی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماہ وسال۔بنی اسرائیل کی ارض مقدس (فلسطین) کی جانب ہجرت اوران کا دوبارہ عروج۔من وسلویٰ۔
بنی اسرائیل کے بارہ چشمے۔حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر جانا اور تجلی کا دیدار۔تورات۔
موسوی شریعت کے اصول۔حضرت موسیٰ کی کوہ طور سے واپسی۔مقدس گائے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال۔ارض مقدس (فلسطین)۔حضرت یوشع بن نون۔سموئیل نبی حضرت طالوت۔تابوت سکینہ۔جالوت سے جنگ۔حضرت داؤد علیہ السلام۔
پتھروں کی زبان جالوت سے مقابلہ۔حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات۔
یوم سبت کا تقدس۔حضرت سلیمان علیہ السلام۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات۔
حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات۔یروشلم۔
یروشلم کا تاریخی پس منظر۔صلیبی جنگیں۔شہر کے دو حصے۔مسجد اقصیٰ کی تعمیر۔ملکہ سبا یا (ملکہ بلقیس)۔قوم سبا۔اصحاب الاخدود۔اصحاب الفیل۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی صورت حال۔حضرت الیاس علیہ السلام۔حضرت الیسع علیہ السلام۔حضرت ذوالکفل علیہ السلام۔قوم بنی اسرائیل کی دومرتبہ تباہی۔ہیرود اعظم۔
حضرت زکریا علیہ السلام۔حضرت زکریا علیہ السلام کا صاحب اولاد ہونا۔حضرت زکریا علیہ السلام کا قتل۔حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل۔حضرت مریم علیہ السلام۔
کنواری مریم کو حضرت عیسیٰ کی بشارت۔حضرت عیسیٰ ابن مریم۔انجیل مقدس۔

انجیل کی تدوین ۔حضرت عیسیٰ کے معجزات ۔حضرت عیسیٰ ابن مریم کا آسمان پر اٹھایا جانا۔ قیامت سے قبل ظہور عیسیٰ ابن مریم ۔عیسیٰ ابن مریم کو خدا کے بیٹے کہنے والے ۔حضرت عیسیٰ اور مریم کو خدا ماننا۔ تمام انبیاء کرام بشر تھے ۔رومن شہنشاہ ہیڈریان ۔ رومن شہنشاہ قسطنطین اعظم ۔عہد صدیقی میں فلسطین کی طرف مہم جوئی ۔عہد فاروقی میں بیت المقدس (فلسطین) کی فتح ۔صلاح الدین ایوبی ۔ یہودیت ۔حنوکہ ۔ دیوار گریہ ۔ یوبل ۔عبرانی ادب ۔عبرانی زبان ۔ ہالوکاسٹ ۔حوالہ کتب ۔

باب(۱۲)------------------------------ص۔643-678۔

چینی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر ۔نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ۔کنفیوشس مت ۔ تاؤمت ۔چینیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات ۔

معیشت اور ترقی ۔ جمہوریہ چین ۔چینی ادب فن اور فن تعمیر ۔موسیقی ۔چینی زبان ۔چینی تبتی زبانیں ۔چینی رسم الخط ۔چینی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ ۔حوالہ کتب ۔

باب (۱۳)------------------------------ص۔679-690۔

جاپانی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر ۔نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ۔شنٹو ۔معیشت اور ترقی ۔ جاپانی ادب ۔فن اور فن تعمیر ۔ جاپانی زبانیں ۔حوالہ کتب ۔

باب (۱۴)------------------------------ص۔691-762۔

ایرانی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر ۔حتی ۔حتو ساس ۔میڈی ۔ایرانی شہنشاہیت ۔ کیمبائسس اول ۔سائرس دوم اعظم ۔سائرس دوم اعظم یا ذوالقرنین ۔کیمبائسس دوم (کیوجیہ) دارا اول اعظم یا داریوش ۔اخسویرس اول ۔ دارا دوم یا داریوش دوم ۔دارا سوم یا داریوش سوم ۔سکندر اعظم ۔سیلوکس اول ۔ پارتھیا ۔ساسانی ۔ بہرام اول ۔ بہرام ثانی ۔ بہرام ثالث ۔خسرو اول ۔مکتوب رسالت ﷺ بنام خسرو اول شہنشاہ فارس ۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق کا دور خلافت ۔حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت ۔حضرت عثمانؓ غنی کا

دور خلافت ۔حضرت علیؓ کا دور خلافت ۔عباسی دور خلافت سامانی خاندان ۔غزنوی سلاطین ۔
انقلاب ایران ۔نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ۔سورج پرستی ۔آتش پرستی ۔ زرتشت ۔
اوستا۔فارسیوں کا نظریہ حیات بعد ازممات اور مردے کی آخری رسومات ۔معیشت اور ترقی ۔
اسلامی جمہوریہ ایران ۔فن تحریر۔ فارسی ادب ۔فن اور فن تعمیر۔موسیقی ۔ فارسی ادب فارسی
خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ۔حوالہ کتب ۔

باب (۱۵)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔842-763۔
ہندوستانی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر۔آریائی۔ وادی سندھ کی تہذیب ۔
موئن جوداڑو۔ ہڑپہ۔گندھارا۔ٹیکسلا۔سکندر اعظم ۔سکندر اعظم کا ہندوستان پر حملہ۔
موریا سلطنت ۔ چندر گپت موریا۔ اشوک ۔شنگ وکانو سلطنت ۔کنشک سلطنت ۔گپت یا گپتا
سلطنت ۔ چندر گپت اول ۔ چندر گپت دوم ۔ ہرش ۔محمد بن قاسم ۔محمودغزنوی ۔معزالدین
غوری ۔سلاطین دہلی ۔مغلیہ سلطنت ۔نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ہندومت ۔
بدھ مت ۔جین مت ۔سکھ مت ۔ ہندوؤں کا نظریہ حیات بعد ازممات اور مردے کی آخری
رسومات ۔ارتھی جلانا۔معیشت اور ترقی ۔جمہوریہ ہندوستان ۔ہندوستانی ادب ۔فن اور فن
تعمیر۔موسیقی ۔ ہندوستانی زبانیں ۔ ہندی ۔ پالی ۔سنسکرت ۔ دراوڑی ۔ ریختہ ۔بنگالی ۔
بین الاقوامی زبان ۔ دیوناگری رسم الخط ۔ ہندوستانی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ۔حوالہ کتب

باب (۱۶)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔867-843۔
یونانی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر۔ایجیائی تہذیب یا قبل تاریخ یونان ۔منوآئی تہذیب
۔ مائی سینی تہذیب ۔ ایجیائی سمندر ۔اولمپیس پہاڑ۔ٹرائے ۔نظام حکومت اور قانون ۔
عاموس نبی ۔اولمپیاڈ۔اولمپک کھیل قدیم ۔اولمپک کھیل جدید ۔سکندر اعظم ۔ مذہب ۔
یونانیوں کا نظریہ حیات بعد ازممات اور مردے کی آخری رسومات ۔معیشت اور ترقی ۔ یونان
فن تحریر ۔ابراکسس ۔ یونانی ادب ۔ یونانی فلسفی (سقراط ،افلاطون ،ارسطو، بقراط ،زینو،

ارشمیدس اور جالینوس) ۔فن اورفن تعمیر ۔موسیقی ۔ یونانی زبان ۔ یونانی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ ۔حوالہ کتب ۔

باب (۱۷)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔868-928۔

روم کی تہذیب اوراس کا تاریخی پس منظر۔ اہل روم ۔ رومن سلطنت ۔ روم میں جمہوریت کا قیام ۔ روم میں شہنشاہیت کا قیام آگسٹس ۔ ٹائبریئس ۔ نیرو کلاڈئیس سیزر ۔ کانسٹائین اعظم ۔تھیوڈوسئس اول اعظم ۔نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ۔ رومیوں کا نظریہ حیات بعداز ممات اور مردے کی آخری رسومات ۔معیشت اور ترقی ۔ روم ۔ ویٹی کن سٹی ۔سورہ الروم ۔ تاریخی پس منظر۔غزوہ روم یا غزوہ موتہ۔غزوہ تبوک ۔حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں روم پر پیش قدمی ۔حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں روم پر پیش قدمی حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں روم پر پیش قدمی ۔عہد عثمانیؓ میں مضبوط بحری بیڑے کا قیام ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل روم کے بارے میں ارشاد ۔فن تحریر ۔ ادب لاطینی ادب ۔

رومن آرٹ اور فن تعمیر ۔موسیقی ۔ لاطینی زبان ۔ رومانس زبانیں ۔ اطالوی زبان ۔بیمبو پیاترو البانوی زبان ۔ باسک زبان ۔رومی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ ۔حوالہ کتب ۔

باب (۱۸)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔929-1040۔

مغربی تہذیب اوراس کا تاریخی پس منظر۔قدیم یورپی تہذیب ۔قرون وسطی ۔شار لیمان ۔

نشاۃ الثانیہ ۔قوم پرستی ۔ انقلاب فرانس ۔ نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ۔ ہزاریہ ۔

یورپ میں روشن خیالی کا عہد ۔ یورپیوں کا نظریہ حیات بعداز ممات ۔معیشت اور ترقی ۔

صنعتی انقلاب ۔ یورپ ۔ یورپی ممالک کے نام ۔ یورپی یونین ۔فن تحریر ۔ رونی حروف تہجی ۔

یورپی ادب ۔(انگلش ادب ۔ جرمن ادب ۔ اطالوی ادب ۔فرانسیسی ادب ۔ پولش ادب ۔ آئرش ادب)۔فن اور فن تعمیر ۔موسیقی ۔اوپیرا ۔ پولکا ۔ ہندی یورپی زبانیں آرمینائی زبان آسٹریائی/ ایشیائی زبان ۔ازبک زبان ۔ اسپرانتو ۔اسٹونیائی زبان ۔ اطالوی زبان ۔

البانوی زبان ۔ باسک زبان ۔ رومانس زبانیں ۔ یونانی زبان ۔ التائی زبان اناطولیائی زبان بلغاری زبان ترکی زبان ۔ سلاوی زبان ۔ انگلش زبان ۔ بالٹک زبانیں ۔ پرتگیزی زبان ۔ پولش زبان ۔ جرمانی زبانیں ۔ جرمن ۔ ڈینیش ۔ رومانیائی زبان ۔ فرانسسی زبان ۔ کاکیشیائی زبانیں ۔ کیلیٹی زبانیں ۔ ویلش ۔ ہسپانوی ۔ ہنگریائی ۔ یورالی زبانیں ۔

یورپی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ ۔

شمالی امریکہ کی تہذیب اوراس کا تاریخی پس منظر ۔ آدم خوری ۔ امریکی انقلاب ۔ نظام حکومت اورقانون ۔ مذہب ۔ امریکیوں کا نظریہ حیات بعدازممات ۔ معیشت اورترقی ۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ۔ یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ کی پچاس ریاستوں کے نام ۔ کینیڈا کنفیڈریشن ۔ ریاست ہائے میکسیکو ۔ آزٹک سلطنت ۔ فن تحریر ۔ امریکی ادب ۔ فن اورفن تعمیر ۔ موسیقی ۔ زبان ۔ انگلش زبان ۔ فرانسسی زبان ۔ ہسپانوی ۔

آرمینائی زبان ۔ اتھاپاکسن زبان ۔ کیڈو ۔ ہنگریائی ۔ الگونیائی ۔

امریکی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ ۔

جنوبی امریکی یالاطینی امریکی تہذیب اوراس کا تاریخی پس منظر ۔ جنوبی امریکہ (لاطینی امریکہ) میں پائی جانے والے ممالک ۔ انکا ۔ نظام حکومت اور قانون ۔ مذہب ۔ امریکیوں کا نظریہ حیات بعدازممات اورمردے کی آخری رسومات ۔ معیشت اورترقی ۔ زبان ۔ ہسپانوی ۔ فرانسسی زبان ۔ انگلش ۔ پرتگیزی زبان ۔

جنوبی امریکی یالاطینی امریکی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ ۔ حوالہ کتب ۔

باب (۱۹)--------------------------ص ۔ 1291-1041 ۔

اسلامی تہذیب اوراس کا تاریخی پس منظر ۔ قدیم عرب اوراس کا جغرافیہ ۔ قوم سبا ۔ اصحاب الاخدود ۔ سام بن نوح ۔ حجاز میں آبادی کا آغاز ۔ عرب اقوام ۔ عرب بائدہ ۔ عرب عاربہ ۔ عرب مستعربہ ۔ بیت اللہ کا تاریخی پس منظر ۔ اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام ۔

نبطی ۔رسول اللہ ﷺ کا سلسلہ نسب ۔(پہلا حصہ۔دوسرا حصہ۔تیسرا حصہ)۔
خانوادہ الرسول ﷺ ۔ہاشم (رسول اللہ ﷺ کے پردادا محترم) عبدالمطلب
(رسول اللہ ﷺ کے دادا محترم) چاہ زم کی کھدائی ۔واقعہ فیل ۔عبداللہ
(رسول اللہ ﷺ کے والد محترم) رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت اور
سیرت النبی ﷺ کے اہم واقعات ۔نظام حکومت اور قانون ۔حجاز کی امارت ۔مذہب ۔
عرب میں بت پرستی کا آغاز (ہبل،منات، لات،عزیٰ،بعل، ود،سواع، یغوث،نسر)۔
اسلام کے بنیادی عقائد۔عقیدہ توحید۔بعد از اسلام بت پرستی کا خاتمہ۔عزیٰ کا انہدام
سواع کا انہدام،مناۃ کا انہدام،قلس (کلیسا) کا انہدام،عربوں کا نظریہ حیات بعد از ممات
اور مردے کی آخری رسومات ۔عقیدہ آخرت۔عربی ادب ۔القرآن ۔قرآن کریم کی تدوین۔
مکی اور مدنی سورتیں ۔مکی سورتوں کے مضامین اور ان کے بنیادی خصائص ۔مدنی سورتوں کے
مضامین اور ان کے بنیادی خصائص طوال ۔مئین ۔مثانی ۔مفصل ۔قرآن کی زبان عربی
ہے ۔نظم القرآن ۔تدوین القرآن ۔قرآن کریم کا اسلوب (التفات۔تصریف آیات۔
حذف۔ایجاز۔تفصیل بعد الاجمال ۔عودعلی البداء۔تمثیلات۔تقابل ۔قسم)۔
حروف مقطعات ۔فن تحریر ۔فن خطاطی ایک عظیم تہذیبی ورثہ ہے ۔خط کوفی ۔خط مغربی ۔خط
نسخ۔خط نستعلیق ۔قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی خطاطی ۔فن اور فن تعمیر۔اسلامی فن
تعمیر کی خصوصیات ۔اسلامی شریعت ایک تعارف ۔معیشت اور ترقی ۔سعودی عربیہ کی
بادشاہت۔موسیقی ۔مسلمان خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ۔(قبل از اسلام خواتین کی حالت)
۔بنیادی انسانی حقوق کا فطری تصور اور حقوق نسواں کا اسلامی تصور۔
اسلامی تہذیب کا زمانی خاکہ۔حوالہ کتب۔

باب(۲۰)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔1292-1382۔

تہذیبوں کا تصادم ۔ہندی تہذیب ۔اکھنڈ بھارت ۔جاپانی تہذیب ۔چینی تہذیب ۔

مغربی تہذیب ۔اسلامی تہذیب ۔عظیم اسرائیل ۔ یروشلم (مقدس شہر) ۔ دیوار گریہ ۔
قیامت سے قبل عظیم جنگیں اور غزوہ ہند ۔امام مہدیؒ ۔نسب حضرت امام مہدیؒ ۔
امام مہدیؒ علیہ السلام کی آمد ۔ دجال کا خروج اس کی نشانیاں اور اس کی تباہی ۔
ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۔ پوری دنیا میں اشاعت اسلام ۔تکمیل دین ۔ قیامت کا قیام اور
اس کی نشانیاں ۔حوالہ کتب ۔

کتابیات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔1388-1383۔

باب(۱):

کرہ ارض پر مختلف تہذیبوں کا پھیلاؤ اور ان کے مابین تصادم

کرہ ارض Earth

ارشادات خداوندی ہیں!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔۱؎

ترجمہ۔تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔۲؎

ترجمہ۔اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے زمین اور آسمانوں کی پیدائش ہے۔

ہماری زمین نظام شمسی کا تیسرا خوبصورت سیارہ ہے جسے کرہ ارض بھی کہا جاتا ہے اس زمین میں انسان، جنات، فرشتے، سورج، چاند، ستارے، حیوانات، و جمادات، حجر وشجر سمندر اور اونچے پہاڑ الغرض انواع واقسام کی دیگر مخلوقات پائی جاتی ہیں جو اس کی خوبصورتی میں اضافے کا بھی ایک سبب ہیں زمین میں آکسیجن کی غالب مقدار موجود ہے جس پر زمینی حیات کی زندگی کا دارومدار ہے ایک تحقیق کے مطابق کرہ ارض پر موجود آکسیجن کی پیدائش کا عمل آج سے 2,000 ملین سال قبل بیکٹر یاز نے شروع کیا۔

ماہرین ارضیات کے مطابق اب تک کی قدیم ترین ارضی چٹان جو دریافت کی جاسکی ہے اس کی غالب عمر تقریباً 3.900 ملین سال ہے۔

ذیل میں کرہ ارض کے اعداد وشمار پیش کئے جا رہے ہیں۔

کرہ ارض کی طبعی عمر 4.6 (ملین) ارب سال ہے جبکہ اس کی کمیت 59.760 ملین ٹن ہے۔

کرہ ارض کی سطح کا رقبہ ۵۱۰ ملین کلومیٹرز یر آب رقبہ 70.8 فیصد ہے جبکہ بلند ترین پہاڑ 8.848 میٹر (29.028 فٹ)۔

سورج سے زمین کا اوسط فاصلہ 149.6 ملین کلومیٹر ہے۔

مدار کا دورانیہ 365.25 ہے جبکہ مدار میں حرکت کی رفتار 29.8 کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔

زمین کے گھومنے کا دورانیہ 23.93 گھنٹے ہے۔

زمین کا قطر (خط استوا پر) 12.756 کلومیٹر، جبکہ زمین کی سطح کا درجہ حرارت 55 c۔ 70 c ہے زمین کی کشش ثقل ایک ہے اور زمین پر چاند کی تعداد بھی ایک ہی ہے اسی طرح سے کرہ ارض کی سب سے گہری سمندری کھائی 10.924 میٹر ہے اور اس پر پایا جانے والا زندگی کا سب سے قدیم ترین ثبوت 3.500 ملین سال پرانا ہے۔

کرہ ارض کی فضاء ایک بہت بڑے شمسی توانائی سے چلنے والے انجن کی طرح کام کرتی ہے یہ انجن کرہ ارض کے پانی کو حاصل کرتا ہے اور پھر بادلوں اور بارش کی صورت میں دوبارہ تقسیم ہوجاتا ہے کرہ ارض اپنے ایکسز (محور) پر عمود پر 23.5 ڈگری کو جھکا ہوا ہے جبکہ سورج کے گرد سیارے کے سالانہ چکر کے دوران یہ جھکاؤ آب وہوا میں تبدیلی کا سبب بنتا ہے یہ تبدیلیاں خط استوا سے کافی اوپر کے عرض بلد پر سب سے زیادہ واضح انداز سے محسوس کی جاسکتی ہیں ایکسز پر جھکاؤ کے ساتھ گھومنے سے اس کی سطح پر سورج کی حرارت کا اثر بدلتا رہتا ہے یہ متنوع حرارت فضائی دباؤ میں بھی تنوع پیدا کرتی ہے اور یوں کرہ ارض کی آب وہوا کو قائم رکھنے والا ہوائی نظام وجود میں آتا ہے جبکہ براعظم کرہ ارض کے بالائی خول کی سطح پر تیر رہے ہیں یہ خول متعدد الگ الگ پلیٹوں پر مشتمل ہے جو متواتر آہستہ

آہستہ حرکت کرتی رہتی ہے کیونکہ سمندر کے اندرنئی بالائی تہہ بنتی رہتی ہے اس کے نتیجے میں براعظم بھی سست رفتاری سے مسلسل حرکت کرتے ہیں ان جگہوں پر بہت سے آتش فشاں پہاڑ موجود ہیں جہاں یہ پلیٹیں آپس میں ٹکراتی ہیں جبکہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کے کسی بھی دوسرے چٹانی سیارے کے مقابلے میں کرہ ارض کا مقناطیسی میدان زیادہ طاقت ور ہے نکل اور آئرن پر مشتمل مرکز کے تیز گھماؤ سے پیدا ہونے والے مقناطیسی میدان خلاء میں کافی دور تک جاتا ہے اور نقصان دہ تابکاری کے اثرات کو دور کرتا ہے یہ مقناطیسی میدان اپنے بیضوی شکل کے باوجود مقناطیسی کرہ (Magnetosphere) کہلاتا ہے

پانی چونکہ صرف 0c اور r100c درجہ حرارت کے درمیان ہی رہ سکتا ہے لہٰذا سارے کرہ ارض پر درجہ حرارت کی یہی رینج ہے۔

کرہ ارض کی تاریخ: History of Earth:

ارشادخداوندی ہے!

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ ۳؎

ترجمہ۔کیا وہ لوگ جنھوں نے نبی کی بات کا انکار کیا ہے غور نہیں کرتے کے یہ سب آسمان اور زمین باہم آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا کیا اور پانی کے ذریعے ہرزندہ چیز پیدا کی۔ ۳؎

مندرجہ آیت کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کے کسی دور میں زمین اور آسمان آپس میں جڑے ہوئے تھے پھر اللہ تعالی نے انھیں اپنی رحمت خاص سے جدا کیا یہ بات اور کلیہ تو قرآن آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بیان کرچکا لیکن ماہرین فلکیات کو اس گتھی کو

سلجھانے میں صدیاں گزر گئیں۔

ارشاد خداوندی ہے!

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ۔۴؎

ترجمہ۔کیا کفار کو یہ نظر نہیں آیا کے زمین اور آسمان پہلے بند تھے پھر ہم نے انھیں کھول دیا۔

اس آیت میں کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ۔۵؎

کے الفاظ ذکر ہوئے ہیں اس میں لفظ رَتۡقًا کے معنی ہیں باہم جڑی ہوئی ، ملی ہوئی۔ اسی آیت میں اللہ تعالی آگے وضاحت فرما رہے ہیں)وَ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِکَ دَحٰىہَا ہاں لفظ دَحٰىہَا ںسے مراد کسی چیز کو وسیع کر دینا، بچھا دینا، الگ الگ کر دینا یا پھر جدا کر دینا یعنی ثابت ہوا کے اجرام فلکی (ارض وسماء) پہلے کبھی آپس میں باہم پیوست تھے پھر انھیں الگ الگ کیا گیا اس طرح سے زمین کے کرہ کا جداگانہ وجود عمل میں آیا پھر اس میں مزید توسیع ،تغیر اور ہمواری پیدا کی گئی لہٰذا قرآن اس کیفیت اور حقیقت کو دَحٰىہَا سے تعبیر کر رہا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَالسَّمَآءَ بَنَیۡنٰہَا بِاَیۡىدٍ وَّاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ ۔۶؎

ترجمہ۔ہم نے آسمان کو قوت اور قدرت سے پیدا کیا اور ہم اس میں ہر آن توسیع کر رہے ہیں۔

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۔۷؎

ترجمہ۔ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا کیا اور

پانی سے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا، کیا وہ ہماری اس خلاقی کو نہیں جانتے ہیں؟

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَاهَا ۔۸؎

ترجمہ۔اس کے بعد ہم نے زمین کو پھیلایا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۔۹؎

ترجمہ۔وہ اللہ ہی ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور اتنی ہی زمینوں کو بھی پیدا کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں اگر میں حقیقت تم پر کھول دوں تو تم کافر ہوجاؤ گے، لوگوں نے پوچھا کیوں؟ تو آپ نے جواب میں کہا تمھاری عقل اس کو رد کردے گی اور قرآن کی آیات یا تفسیر کے رد سے مسلمان کفر کے درجے میں چلا جاتا ہے پھر آپ نے سورہ طلاق کی آیت نمبر ۱۲ (وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ) کی تفسیر میں فرمایا یہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمھارے نبی کے مثل ایک نبی آیا ہے یعنی آدم کی مثل آدم، نوح کی مثل نوح، ابراہیم کی مثل ابراہیم اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ آئے ہیں۔۱۰؎

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی (متوفی ۱۱۹۵ھ) لکھتے ہیں جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کے یہ سات زمینیں ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر منطبق ہیں اور ہر دو زمینوں کے درمیان ۵۰۰ برس کی مسافت ہے، زمین کی موٹائی بھی 500 برس کی مسافت جتنی ہے اور آسمانوں کی مسافت اور ان کی موٹائی بھی 500 برس کی مسافت جتنی ہے جبکہ ہر زمین میں اللہ کی مخلوق، فرشتے اور جن رہتے ہیں، الماوردی یہ کہتے ہیں اسی بناء پر اسلام کی تبلیغ صرف اوپر والی زمین کے ساتھ ہی مخصوص ہے ۔۱۱؎

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، ایک روز رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ان

کے قریب ہی بیٹھے تھے ایسے میں ایک بادل کا ٹکڑا جب ان کے سروں کے اوپر سے گزرا تو آپ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا! یہ بادل ہیں اور یہ زمین کے کونے ہیں، اللہ تعالی اس بادل کو اس قوم کی طرف بھیج رہا ہے جو نا اللہ کا شکر ادا کرتی ہے اور نہ ہی اس کو پکارتی ہے پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو تمھارے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ پہلا آسمان ہے، یہ محفوظ چھت ہے اور موج مکفوف ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم جانتے ہو تمھارے اور اس آسمان کے درمیان کتنی مسافت ہے ؟ صحابہ کرام نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو معلوم ہے تو پھر

آپ ﷺ نے فرمایا! تمھارے اور اس آسمان کے درمیان 500 برس کی مسافت ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر فرمایا! کیا تم جانتے ہو اس آسمان کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا! اس آسمان کے اوپر دو آسمان ہیں اور ان دونوں کے درمیان بھی 500 برس کی مسافت ہے یہاں تک کے آپ ﷺ نے سات آسمانوں کو گنا اور ہر دو آسمان کے درمیان اتنی ہی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان مسافت ہے پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا اللہ اور اس کے

رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس کے اوپر عرش ہے اور اس کے اور آسمان کے درمیان بھی ۵۰۰ برس کی مسافت ہے پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا بتاؤ تمھارے نیچے کیا ہے؟ صحابہ کرام نے فرمایا اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! یہ زمین ہے پھر
آپ نے ہر دو زمین کے درمیان 500 برس کی مسافت بیان فرمائی پھر
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
اگر کسی شخص کو زمین سے باندھ کر اس کراس کے آخری سرے پر لٹکا دیا جائے تو وہ
اللہ پر گرے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ - ۱۲؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے! اللہ تعالی
نے ہفتے کے دن زمین (مٹی) کو پیدا فرمایا اتوار کے دن اس میں پہاڑ نصب
فرمائے، پیر کے دن درخت پیدا فرمائے، منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا
فرمایا، بدھ کے دن نور پیدا کیا، جمعرات کے دن زمین میں جانور پیدا کئے اور
جمعے کے دن کی آخری ساعتوں یعنی عصر اور مغرب کے درمیان آدم کو پیدا کیا
- ۱۳؎

بگ بینگ تھیوری: Big Bang Theory:

بگ بینگ تھیوری کے مطابق! اربوں کھربوں سال قبل یہ کائنات نہایت گرم اور کثیف تھی پھر ایک عظیم دھماکہ جس کو وہ سائنسی زبان میں Big Bang Theory کہتے ہیں اس کے نتیجے میں یہ دنیا یا یہ کرہ ارض وجود میں آیا ماہرین کے مطابق! یہ دھماکہ آج سے اندازاً 3.7 ارب سال قبل پیش آیا اور اس وقت سے آج تک یہ کائنات مسلسل ٹھنڈا ہونے اور وسعت کے عمل سے گزر رہی ہے قرآن کریم میں اس جانب اشارہ موجود ہے۔

ارشاد خداوندی ہے!

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ - ۱۴؎

ترجمہ۔ہم نے آسمان بنانے کی طرف توجہ دی اس وقت وہ دھواں تھا۔

وَمِنْ اٰیَاتِہٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ ۔۱۵؎

ترجمہ۔اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں کے آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں ۔

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۔۱۶؎

ترجمہ۔ہم نے آسمان کو قوت اور قدرت سے پیدا کیا اور ہم اس میں ہر ان توسیع کر رہے ہیں ۔

فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۔۱۷؎

ترجمہ۔دو دن میں سات آسمان بنادئے گئے اور ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کر دیا گیا۔

اس تھیوری کی بنیاد 1915ء میں البرٹ آئین اسٹائین کے پیش کردہ عمومی نظریہ اضافیت (Theory of Relativity) کی ریاضتی مساوتوں پر ہے جبکہ 1922ء میں روسی طبیعات دان الیگزینڈر فرائیڈ مین نے ان مساوتوں کا یک مجموعہ مہیا کیا جس نے بگ بینگ تھیوری پر زیادہ تر حالیہ تھیوریٹیکل کام کے لئے ایک فریم ورک فراہم کیا پھر اسی نظریے کو بعد میں آنے والے دو سائنسدان مارٹن رائیل اور ایلن سینڈیج نے بھی پیش کیا ان کے مطابق کائنات ابتداء میں ایک نہایت کثیف اور دھویں دار مقام سے پھٹ کر وجود میں آئی ہے لہٰذا سائنسدان اس مقام کو اکائی یا Singularity کا نام دیتے ہیں شروع شروع میں یہ اکائی نہایت گرم تھی جس کا اندازہ لگانا بھی ناممکن ہے، بقول ماہرین کے ایک سیکنڈ کے سوویں حصے میں یہ اکائی ایک ابتدائی آگ کے گولے کی مانند پھیلتی چلی گئی اور اس کا درجہ حرارت تقریباً

ایک سوارب ڈگری کیلون (Kelvin) تھا۔۱۸؎

پھر بتدریج یہ آتشی گولا ٹھنڈا ہونا شروع ہوا یہی نہیں بلکہ اس کا پھیلاؤ بھی شروع ہوا یعنی آسمان اور زمین ایک زور دار دھماکے سے علیحدہ ہوگئے اس مثال کو اس آیت کے ذریعے بھی سمجھا جاسکتا ہے!

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔۱۹؎

ترجمہ۔کہہ دو میں پناہ مانگتا ہوں فلق کے رب کی۔

عربی زبان میں فَلَق کے کئی معانی ہیں جبکہ اس کے بنیادی معنی اچانک پھاڑے جانے یا پھر ایک شدید دھماکے کے نتیجے میں الگ ہوجانے کے بھی ہیں اب یہاں ماہرین کا Big Bang Theory کا یہ نظریہ ہے کے یہ عظیم کائنات ایک زبردست دھماکے سے وجود میں آئی جبکہ یہ آیت اس نظریے کو Suport کررہی ہے۔

مشہور سائنسدان آئین اسٹائین کا شہرہ آفاق نظریہ یعنی 'نظریہ اضافیت' (Theory of Relativity)اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے!

مادہ اور توانائی ایک موقع پر ایک ہی چیز تھیں۔۲۱؎

جدید سائنسی تحقیقات اور بگ بینگ تھیوری نے ناصرف انسانی سوجھ بوجھ کو بڑھایا بلکہ کائنات کی جزئیات اور کلیات تک رسائی کو بھی ممکن بنایا چنانچہ اس نظریے کے تناظر میں ایک انتہائی شدید دھماکے نے زمین وآسمان کی بنیاد اور ان کی پیدائش میں ایک اہم کردار ادا کیا جبکہ یہی دھماکہ کہکشاؤں اور ستاروں کے مادی ڈھانچوں کے وجود کا بھی اصل سبب بنا لہٰذا حالیہ تحقیق کے مطابق! اس عظیم دھماکے نے اپنا پہلا مرحلہ ایک سیکنڈ کے ایک اربویں حصے کے اندر اندر مکمل کیا جبکہ اس وقت کہکشاں اور ستاروں کو بنانے والا مادہ بھی بے حد گرم، پگھلا ہوا اور ایک ساتھ جڑا

ہوا آمیزہ تھا لہٰذا اس کے الگ ہونے کا عمل ایک سیکنڈ کے ابتدائی ہزارہویں حصے میں مکمل ہوا۔ ۲۲۔

ماہرین ارضیات اور فلکیات کے ان قائم کردہ نظریات کی روشنی میں ہم سورہ الفلق کا مطالعہ اس طرح سے کریں گے !میں پناہ مانگتا ہوں (بگ بینگ والی تخلیق کے) رب سے اور اس کی پیدا کی گئی اشیاء کے شر سے چنانچہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نا ہوگا ’کن‘ اور ’فلق ‘ دونوں کے اسرار کائنات کے عظیم دھماکے میں ہی مضمر ہیں ۔

امریکی ماہر فلکیات ایڈون ہبل نے 1929ء نے تحقیق کے بعد یہ نظریہ پیش کیا دور کی کہکشاؤں میں ہمہ گیر طور پر سرخ ہٹاؤ واقع ہوا ہے لہٰذا ہبل کی اس دریافت نے اس نظرئے کو بہت معتبریت بخشی یعنی یہ بات ثابت ہوگئی کے کہکشائیں ایک دوسرے سے دور جارہی ہیں ہبل نے جانا کے زیادہ دور کی کہکشاں متناسب تیزی سے دور جارہی ہیں لہٰذا کائنات اس کے نتیجے میں مسلسل وسعت پارہی ہے لیکن آج بھی سائنسدان اپنی بے بسی کا اقرار کرتے ہوئے یہ مانتے ہیں کے ان کے پاس کائنات کی ابتدا سے متعلق درست معلومات کا فقدان ہے اگر چہ بگ بینگ تھیوری سے یہ وضاحت ہوتی ہے کے کائنات کی ابتداء یا پھر فوراً بعد کیا ہوا تھا لہٰذا سائنسدان کائنات کو بگ بینگ سے 10.43 سیکنڈ بعد تک جاننے کے قابل ہوگئے ہیں کیونکہ اس لمحے سے پہلے کے وقت کے لئے کشش ثقل کی کلاسیکی تھیوری موزوں نہیں رہی لہٰذا سائنس ایک ایسی تھیوری کی تلاش میں ہے جو کشش ثقل اور کوانٹم مکینیکس کو آپس میں مدغم کردے لیکن تا حال اس میں کامیابی نہ ہوسکی دوسری جانب کئی سائنسدانوں کو یہ امید ہے کے سٹرانگ تھیوری جسے (ایم تھیوری) بھی کہتے ہیں کشش ثقل اور کوانٹم مکینکس کو اکھٹا کردے گی اور وقت میں پیچھے کی جانب سفر آسان ہوجائے گا لیکن فی

الحال کائنات میں پیچھے کی جانب سفر کرنا ناممکن نظر آتا ہے نیز بگ بینگ تھیوری اس امر کی وضاحت سے بھی معذور ہے کے آخر بگ بینگ سے پہلے کیا تھا؟ تاہم یہ بھی ممکن ہے کے خود وقت کا آغاز بھی بگ بینگ سے ہی ہوا ہو لہٰذا پہلے کی بات کرنا بے معنی ہے اگرچہ پہلے سے بھی پہلے تک کی کھوج کا ایک ناختم ہونے والا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا جس کے سرے تک شاید کبھی نہ پہنچ سکیں لیکن بگ بینگ تھیوری کے مطابق کائنات اپنے اولین مائیکروسیکنڈز میں بہت تیزی سے پھیلی ۔ ۲۳ ؎

کشش ثقل: Gravitation:

تمام اشیاء کے درمیان موجود قوت جو ایک دوسرے کو اپنی جانب کھینچتی ہے وہ کشش ثقل کہلاتی ہے یہ بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے تمام اجسام، مادے کی تمام اشکال اور ہر قسم کی توانائی پر اثر انداز ہونے والی ایک ہمہ گیر قوت ہے لہٰذا اگر آسمان پر نظر دوڑائیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کے آسمان پر موجود تمام اجسام فلکی جن میں شامل سورج، چاند، ستارے، کہکشانی نظام اور بہت کچھ ہے ان سب پر بھی کشش ثقل کی ہی مکمل حکمرانی ہے یہی وہ کشش ہے جو چاند کو کرہ ارض کے گرد اور دیگر سیاروں کو سورج کے گرد مدار میں رکھتی ہے یہی نہیں بلکہ ستاروں، سیاروں اور تمام کائنات پر اسی کشش کی حکومت قائم ہے کیونکہ تمام کہکشاں ایک دوسرے کے لئے اندرونی کشش رکھتی ہیں اگرچہ یہ اصطلاح صرف کرہ ارض کی تجاذبی کشش کے حوالے سے ہی استعمال ہوتی ہے لیکن اس کا دائرہ کار اور اثرات کی رینج بہت وسیع ہے کشش ثقل فطرت کی چار بنیادی قوتوں میں سے ایک عظیم قوت ہے۔

ارشادات خداوندی ہیں!

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ ۲۴ ؎

ترجمہ۔ وہی قادر مطلق ہے جو آسمان کو روکے رکھتا ہے کے وہ زمین پر نہ آ گرے۔

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ۔ ۲۵؎

ترجمہ۔ بے شک اللہ آسمان اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کے وہ موجودہ حالت کو نہ چھوڑ دیں اور اگر وہ چھوڑ بھی دیں تو پھر اللہ کے سوا ان کو کوئی تھام نہیں سکتا۔

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا۔ ۲۶؎

ترجمہ۔ ہم نے آسمان کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ ۲۷؎

ترجمہ۔ وہ قادر مطلق ہے جس نے رات اور دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا، وہ سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ ۲۸؎

ترجمہ۔ نہ سورج کی مجال ہے کے وہ چاند کو پکڑ سکے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور یہ سب ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى۔ ۲۹؎

ترجمہ۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔

اب رہی دنیا کی پیدائش کے متعلق تخمینہ تو یہ بھی قیاس آرائی پر مبنی ایک مفروضہ ہے، تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کے زمین پر اب تک پانچ ارب سال گزر چکے ہیں تاہم ان

پانچ ارب سالوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ پہلا دور تقریباً نصف ارب سالوں پر محیط ہے

۲۔ دوسرا دور سترہ کروڑ سالوں پر محیط ہے

۳۔ تیسرا دور ساڑھے چھ کروڑ سالوں پر مشتمل ہے۔

۴۔ جبکہ چوتھا دور پچیس لاکھ سالوں پر پھیلا ہوا ہے۔

مختلف ماہرین ارضیات کی رائے میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے لیکن زیادہ تر ماہرین اسی اعداد و شمار پر متفق ہیں۔

برفانی دور: Ice Age:

برفانی دور کرہ ارض کی تاریخ کا ایک ایسا طویل دورانیہ ہے جس میں زمین کا اوسط درجہ حرارت بتدریج کم ہوتا گیا اور یہاں برف کی براعظمی چادریں، قطبی برفانی چادریں اور پہاڑی گلیشئرز وسیع ہوتے چلے گئے اگرچہ دنیا کا ایک حصہ اب بھی برفانی عہد سے گزر رہا ہے جس میں گرین لینڈ اور انٹارکٹا شامل ہیں جس میں اب بھی دبیز برف کی تہیں جمی ہوئی ہیں تاہم برفانی ادواری اصطلاح چند ملین سال قبل کے زمانی ادوار اور اس کے دورانیے کی مثال دینے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

کرہ ارض کی تاریخ کا ایک دور جب سمندری برف اور گلیشئرز سیارے کی سطح کا ایک بہت بڑا حصہ گھیرے ہوئے تھے اور فضاء بہت ٹھنڈی تھی ماہرین کی رائے کے مطابق کرہ ارض تقریباً ساڑھے چار ارب سال سے موجود ہے اس عرصے میں اس نے متعدد برفانی ادوار دیکھے ان برفانی ادوار نے ارتقاء کی تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

ماہرین نے ارضیاتی وقت یعنی Geological Time Scale کو چھ زمانوں

میں تقسیم کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

١۔ ایوزوئک دور (Eozoic) یہ دور ایک ارب 75 کروڑ سال قبل کا ہے۔

٢۔ آرکیوزوئک دور (Archeozoic) یہ دور 50 کروڑ سال قبل کا مانا جاتا ہے۔

٣۔ پروٹیروزوئک دور (Proterozoic) یہ دور بھی 50 کروڑ سال قبل کا ہے ۔

۴۔ پیلوزوئک دور (Paleozoic) یہ دور 55 کروڑ سال قبل کا ہے۔

۵۔ میسوزوئک دور (Mesozoic) یہ دور 20 کروڑ سال قبل کا ہے۔

٦۔ سینوزوئک دور (Cenozoic) اور اس دور کو چھ کروڑ سال قبل کا مانا جاتا ہے۔

برفانی ادوار اور ارضیاتی زمانوں کے درمیان قریبی تعلق موجود ہے جبکہ دنیا کی تاریخ میں اب تک پانچ برفانی ادوار گزر چکے ہیں اور ان میں سے ہر ایک برفانی دور ایک ارضیاتی زمانے کے اختتام پر آیا ہے پہلے برفانی دور نے آرکیوزوئک عہد کا اختتام کیا دوسرے برفانی دور نے پروٹیروزوئک ، تیسرے نے پیلوزوئک ، چوتھے نے میسوزوئک جبکہ پانچویں عظیم برفانی دور نے سینوزوئک عہد کے اختتام کا طبل بجایا ان میں سے پہلے اور دوسرے برفانی ادوار زمینی زندگی کے آغاز سے قبل وقوع پذیر ہوئے چنانچہ ان ادوار کے بارے میں محض قیاس آرائی کی جاسکتی ہے البتہ پیلوزوئک عہد کے آخر میں تیسرے برفانی دور نے ایمفی بی این (جل تھلیوں) اور خزندوں کا غلبہ ختم کیا۔ میسوزوئک کے ختتام پر چوتھے برفانی دور نے خزندے کے انحطاط کا عمل شروع کیا اور ممالیا کے ظہور کے لئے حالات سازگار ہوئے اور پانچویں یا عظیم برفانی دور نے انسان کو حیوانی دنیا پر غلبہ دیا۔

آنجہانی جوزف Mc Cabe برفانی ادوار کی تاریخ کا بڑا مشتاق طالب علم تھا اس نے پلیسٹوسین دور کی شدید ٹھنڈک کو انسان ساز برفانی دور سے تشبیہ دیتے ہوئے ایک اندازہ

قائم کیا ہے کے پانچواں عظیم برفانی دور تقریباً پندرہ لاکھ سال قبل شروع ہوا اور 25,000 سال قبل تک جاری رہا برف کا رقبہ کل چار مرتبہ بڑھا اور گھٹا چنانچہ ان قدیم ادوار میں چار شدید اور تین معتدل سرد دور آئے قطبی ٹوپی نے شمالی امریکہ میں چالیس لاکھ مربع میل اور یورپ میں تقریباً بیس لاکھ مربع میل کا علاقہ ڈھانپ دیا مایوسین دور میں یعنی دو کروڑ 28 لاکھ سال قبل تک نوع انسانی کی دو مرکزی اقسام میں تمیز کی جاتی ہے۔

ا۔ پیلیانتھرپک (قدیم انسان)۔

۲۔ نیانتھروپک (جدید انسان)۔

انسانوں کی ان دونوں اقسام نے پلائیوسین دور (ایک کروڑ بیس لاکھ سال قبل) اکھٹے گزارا اور پلیسٹوسین دور (جو بیس لاکھ سال قبل شروع ہوا) میں بقاء کے لئے جدو جہد کی عظیم برفانی دور ختم ہونے سے قبل پیلیانتھروپک انسان نابود ہوگیا اور مستقبل کا میدان ہوموسیپیز کے لئے خالی کردیا گیا ماضی کے برفانی ادوار ہمارے حال کے لئے ایک واضح پیغام رکھتے ہیں کیونکہ حضری ریکارڈز یہ دکھاتے ہیں کے برفانی ادوار کا درمیانی وقفہ کم ہوتا گیا اور دنیا متواتر ٹھنڈی ہوگئی تاہم ہر ایک برفانی دور کے بعد کرہ ارض کا درجہ حرارت مزید بڑھ جاتا لیکن اس کی گرمائش اس برفانی دور سے پہلے کی گرمائش جتنی نہ ہوتی آج کرہ ارض کے قطبین (شمالی جنوبی) کے گرد وسیع وعریض قطبی برفانی ٹوپیاں ہیں لیکن عظیم برفانی دور سے قبل یہ ٹوپیاں نہیں تھیں آنے والے ادوار میں خلاء میں کرہ ارض کے گھومنے کے ساتھ ساتھ برفانی ادوار کا درمیانی وقفہ کم پڑ جائے گا اور قطبی ٹوپیوں کے سائز میں اضافہ ہوگا انجام کار پھیلتی ہوئی شمالی اور جنوبی قطبی ٹوپیاں خط استوا پر آپس میں مل جائیں گی تب ہمارا کرہ ارض زندگی سے عاری اور منجمد ہوجائے گا یعنی جیسی فضاء چاند پر ہے لیکن ایسا ہونے میں کروڑوں سال لگ

سکتے ہیں اور تب سے بہت عرصہ پہلے ہی انسان ڈائنو سارز اور میمتھ والے حالات سے دو چار ہو چکا ہوگا۔۳۰؎

۱۔ایوزوئک دور: Eozoic Era:

ایوزوئک دور (Eozoic) یہ دور ایک ارب 75 کروڑ سال قبل کا ہے سائنس دانوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کے اربوں سال قبل بھی زمین پر زندگی کے آثار موجود تھےامریکی سائنسدانوں کی ایک ٹیم نے اپنی دس سالہ تحقیق کے بعد اس بات کی تصدیق کی ہے کے زمین پر تین ارب نوے کروڑ برس قبل بھی زندگی کے آثار موجود تھے یہ تحقیق آسٹریلیا سے ملنے والے چٹانی پتھروں پر کی گئی ہے۔

سائنس دانوں کا یہ بھی کہنا ہے کے ان پتھروں میں پائے جانے والے آثار انسانی جسم پر اگنے والے بال سے بھی زیادہ باریک ہیں لیکن ان سائنس دانوں کی دس سالہ تحقیق کے نتیجے میں یہ بات ثابت ہوئی کے تقریباً چار ارب سال قبل بھی زمین پر ابتدائی زندگی کے آثار موجود تھے۔۳۱؎

۲۔آرکیوزوئک دور: Archeozoic Era:

آرکیوزوئک دور(Archeozoic Era) کو اولین حیاتیاتی دور بھی کہا جاتا ہے یہ قدیم اور اولین دور زمین کی تاریخ کا وہ دور تھا جس میں قدیم ترین چٹانیں اور زندگی کی ابتدائی شکل وصورت نمودار ہوئی تاہم ماہرین کے مطابق یہ قبل از حیاتی دور

Eozoic Era) سے بعد کا دور ہے اس دور کی ابتداء زمین کے بننے کے بعد کی ہے، اولین حیاتی دور ۸۵۰،املین سال قبل اس وقت ختم ہوا جب مقدم حیاتی دور شروع ہوا تھا اس دور کی لاوا دار چٹانیں جن کا زمانہ ایک سے دو کھرب سال قبل کا بتایا جاتا ہے اگر چہ اس

حیاتی دور میں شمالی امریکہ کے قدیم ترین پہاڑوں اور کینیڈا میں لورانیوں (Laurentians) کی تشکیل ہوئی اولین حیاتی دور میں زمین پر زندگی کی پہلی علامت افریقہ میں سوازی لینڈ (Swazi land) کے مقام پر پائی گئی الجی تھی یہ ایسی الجی تھی جو رکاز یعنی (Fossil) بن چکی تھی تاہم ماہرین کا یہ خیال ہیں کے یہ رکاز تقریباً ۵۰۰،۳ ملین سال پرانے ہیں۔

۳۔ پروٹیروزوئک دور: Proterozoic Era:

۳۔ پروٹیروزوئک دور (Proterozoic) یہ دور بھی 50 کروڑ سال قبل کا ہے۔

۴۔ پیلوزوئیک دور: Paleozoic Era:

۔ ۴۔ پیلوزوئک دور (Paleozoic) یہ دور یہ دور 55 کروڑ سال قبل کا ہے۔

۵۔ میسوزوئک دور: Mesozoic Era:

۵۔ میسوزوئک دور (Mesozoic) یہ دور 20 کروڑ سال قبل کا ہے، ایک حالیہ تحقیق کے مطابق سائنسدانوں کو جنوبی انگلینڈ میں انسان سمیت آج تک کے وجود رکھنے والے زیادہ تر ممالیہ کی قدیم ترین باقیات ملی ہیں جن میں چوہوں کی ایک قسم جو کے اب دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں جبکہ اور کئی ممالیہ بھی اس میں شامل ہیں تاہم ماہرین کا یہ کہنا ہے کے بلاشبہ ان قدیم باقیات سے انسان کا سلسلہ بھی ملتا ہے جبکہ یہ قدیم باقیات اندازاً ساڑھے چودہ کروڑ سال قدیم ہیں، پورٹس ماوتھ یونیورسٹی کے سائنس دان ڈاکٹر سٹیوسوئٹ مین کا یہ کہنا ہے کے ہمیں جراسک ساحل سے چوہے کی قسم کے ایک جانور سے ملتی جلتی جو باقیات دستیاب ہوئی ہیں وہ اب تک ہمارے اجداد کی قدیم ترین باقیات میں سے ایک ہیں۔ ۳۲۔

۶۔سینوزوئک دور: Cenozoic Era:

سینوزوئک دور (Cenozoic)اوراس دور کوساڑھے چھ کروڑ سال قبل کا مانا جاتا ہے اس دور کونوحیاتی دور بھی کہا جاتا ہے اس دور کو دوحصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

ا۔ پہلے حصے کوثلاثی عہد(Tertiary Period) کہا جاتا ہے۔

۲۔دوسرے عہد کواربعی عہد (Quarternary Period) کہا جاتا ہے۔

ثلاثی عہد تقریباً6 کروڑ 30 لاکھ سال کے عرصے پر محیط ہے جبکہ اربعی عہد سابقہ 20,00,000 سال کے زمانے کا احاطہ کرتا ہے ہر حصے کوقرن (Epoch) کہتے ہیں اسی طرح سے اربعی عہد کے دوقرن بنائے گئے جس میں پہلے قرن کا نام برفانی قرن (Pleistocene) جبکہ دوسرے کوجدید قرن (Holocene) کا نام دیا گیا۔

ارضیات: Geology:

علم ارضیات کو جیولوجی بھی کہتے ہیں جیولوجی دراصل یونانی زبان کا لفظ ہے کیونکہ یونان میں Geo(کرہ ارض) کو کہتے ہیں جبکہ Logy(مطالعہ) کو کہتے ہیں یعنی زمین کا مطالعہ‘چنانچہ اس میں ماہرین کرہ ارض کے ارتقائی سفر،مختلف ادوار میں ہونے والی زمینی تبدیلیوں کی وجوہات واثرات واسباب کا مطالعہ کرتے ہیں جبکہ ماہرین اس ضمن میں یہ بھی معلوم کرتے ہیں کےارضیاتی واقعات،تاریخ اورمختلف ادوار میں ہونے والی تبدیلیوں نے بنی نوع انسان کوکس طرح سے متاثر کیا۔

اس تحقیق میں ماہرین ارضیات کےنکتہ نظر کی وضاحت کوبھی شامل کیا جائے گا۔

ارضی تاریخ: Geochronology:

ارضی تاریخ میں ماہرین چٹانوں کی عمر کا تعین کرتے ہیں چنانچہ اسی علم کو ارضی تاریخ' یا Geochronology کہتے ہیں اس کا بنیادی آلہ کار ریڈیومیٹرک ڈیٹنگ ہے یعنی چٹانوں کی عمر کا سالوں میں تعین کرنے کے لئے معدنیات کے تابکاری انحطاط کا استعمال اس کے علاوہ اسٹرئیم آئسوٹوپس ڈیٹنگ نامی ایک طریقے سے بھی زمینی مٹیر لیز میں عنصر سترائیم کی تہوں کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے جس میں ماہرین ارضیات زمین کی سطوحات کے ادوار کا تعین کرنے کے طریقے بھی اپناتے ہیں جبکہ نسبتاً چھوٹے ادوار کے تعین کے لئے درختوں کے حلقوں پر تحقیق اور مطالعے کو بھی اہمیت دی جاتی ہے، ماہرین ارضیات جب چٹانی تہوں یا تہ دار چٹانوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس علم کو ارضی تہوں کا مطالعہ' یا Stratigraphy بھی کہا جاتا ہے اس میں ماہرین کرہ ارض کے ماضی پر تحقیق کرنے کے قابل ہوتے ہیں کے آیا ان پر کتنے ادوار گزر چکے اور ان کی قدامت کتنی ہے۔ ۳۳؎

مٹی: Mud:

زمین پر ہر طرف مٹی کی ایک تہہ موجود ہے جسے اگر کھودا جائے تو اس تہہ کے نیچے سے بھی یکے بعد دیگرے مٹی کی کئی تہیں برآمد ہوں گی اگرچہ مٹی کے اجزاء پر تحقیق بھی ایک سائنسی کام ہے جس میں کئی علوم جیسے طبیعات، کیمیا، علم نباتات، علم حیوانیات اور علم ارضیات شامل ہے سے مدد لی جاتی ہے عام طور پر دنیا میں پائے جانے والے مختلف مقامات کی مٹی کی رنگت اور خصوصیات دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں مثلاً اگر کسی جگہ گلے سڑے پودے اور جانوروں کی باقیات مٹی میں ملی ہے تو اس جگہ کی مٹی کی رنگت سیاہی مائل ہوگی اسی طرح سے جس جگہ مٹی کے درمیان سے پانی کا گزر ہوگا جیسا کہ منطقہ حارہ کی بلند زمینوں سے پانی وافر

مقدار میں گزرتا ہے تو وہاں کی مٹی کی رنگت سرخ ہوتی ہے کیونکہ اس مٹی میں سے ہوا کا گزر بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے مٹی میں موجود لوہے کی رنگت زنگ لگنے کے باعث سرخی مائل ہوجاتی ہے جبکہ پست اور دلدلی زمینوں کی مٹی کی رنگت عام طور پر راکھ کے رنگ کی گہری سرمئی مائل ہوتی ہے یہی نہیں اگر مٹی میں نمک یا دیگر نمکیات کی مقدار معمول سے کم یا زیادہ ہے تو وہ بھی اس کی رنگت اور اوصاف پر اثر انداز ہوتی ہے۔

پہاڑ: Mountains:

ماہرین ارضیات کے مطابق آج دنیا میں جس جگہ بھی اونچے پہاڑ موجود ہیں ہزاروں برس قبل کبھی یہاں گہرے سمندر پائے جاتے تھے چنانچہ گہرے سمندر میں جتنی گاد جمع ہوتی گئی اس مٹی کی تہہ سمندر میں اپنی جگہ بناتی چلی گئی پھر بتدریج ان گاد کی تہوں پر دوسری تہیں بھی چڑھتی چلی گئیں لہٰذا پہاڑوں کے مطالعے سے ان کے اندر موجود تہیں بھی نظر آتی ہیں ماہرین کا یہ خیال ہے کے پہاڑوں کی یہ بناوٹ اور اس کی ابتداء پیلی زوئک دور کے آغاز سے کینو زوئک دور کے وسط تک برابر جاری رہی لہٰذا گاد کی بے اندازہ موٹی تہہ پر تہہ بنتی چلی گئی پھر زمین کی اندرونی قوتوں نے اس خطے کو اس کے شمال کی طرف دبانا اور دھکیلنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں یہ تہہ دار چٹانیں مضبوطی سے جمتی چلی گئیں کہیں ان میں شکنیں اور کہیں ان میں تیڑھا پن بھی نمایاں ہوا۔

براعظم: Continent:

کرہ ارض سات براعظموں میں منقسم ہے براعظم کرہ ارض کا ایک بڑا اور سالم زمینی ٹکڑا ہوتا ہے، بالحاظ حجم سات براعظم کے نام درج ذیل ہیں۔

ا۔ براعظم یورپ۔

۲۔ براعظم ایشیاء۔

۳۔ براعظم افریقہ۔

۴۔ براعظم شمالی امریکہ۔

۵۔ براعظم جنوبی امریکہ۔

۶۔ براعظم انٹارٹیکا۔

۷۔ براعظم آسٹریلیا۔

سطح سمندر سے اوپر کی جانب اٹھی ہوئی زمین کو براعظمی رقبہ کہا جاتا ہے چنانچہ اس اعتبار سے براعظم کا کل زمینی رقبہ ۲۹ فیصد ہے جبکہ براعظمی ٹکڑوں میں زیر آب حصہ بھی شامل ہے جو تقریباً ۶۰۰ فٹ کی گہرائی تک جاتا ہے اگر ان زیرآب حصوں کو بھی شمار کیا جائے تو تو براعظمی رقبہ کرہ ارض کی کل سطح کا ۳۵ فیصد بن جاتا ہے جبکہ ارضیات میں براعظموں کا تعین سطحی رقبوں کے بجائے زمین کے بیرونی خول کی ساخت اور مشمولات کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ ۳۴؎

ارضیاتی پیمانہ وقت: Geological Time Scale:

ماہرین ارضیات 'ارضیاتی پیمانہ وقت' کے ذریعے ساری ارضیاتی تاریخ کا احاطہ کرتے ہیں۔ انیسویں صدی عیسوی میں ارضیاتی پیمانہ وقت بننے سے قبل فطری تاریخ دان یہ مانتے تھے کہ کرہ ارض کی تاریخ نہایت قدیم ہے لیکن گزشتہ دوسو سال کے دوران استعمال کئے جانے والا پیمانہ سائنس دانوں کو ارضی تاریخ کو مختلف ادوار میں بانٹنے کے قابل بناتا ہے جدید تحقیق کے مطابق کرہ ارض کی عمر 4.5 تا 4.6 ارب سال قدیم ہے۔ کرہ ارض کی تشکیل کی ابتدائی شکلیں پیدا ہونے کے ادوار کو مختلف نام دئے گئے۔

۱۔ سب سے پہلا دور کیمبری دور کہلاتا ہے اس دور کے اختتام تک بھی جانوروں کی زندگی

حشرات یا مچھلیوں تک کے درجے میں نہیں پہنچی تھیں۔

۲۔ دوسرے دور کو پیلوزوئی عہد کہا جاتا ہے ماہرین نے اس عہد کو چھ مختلف ادوار میں منقسم کردیا ہے جبکہ قدیم حیاتی یا پیلوزوئیک عہد (Paleozoic Era) کا ابتدائی دور کیمبری (Cambrian) دور کہلاتا ہے جبکہ پانچ دیگر ادوار کی ترتیب کچھ یوں ہے:

۱۔آردوویسی۔

۲۔سلورین۔

۳۔ ویوونی۔

۴۔ کاربن خیز۔

۵۔ اور پرمنی۔

کیمبری دور میں غالب نوع کا جانور ٹرائیلو بائیٹ یا (سہ لخہ) تھا یہ ایک چپٹا جانور تھا جس کا سر بیلچے جیسا تھا اور پشت پر تین ابھار والا قشر تھا یہ اپنی متعدد ٹانگوں کے ساتھ رینگتا اور تیرتا تھا جبکہ اس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں اگر اسے شرمپ اور کیکڑے کا پیش رو کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا لیکن پھر یہی سہ لخہ آردوویسی عہد میں اپنے عروج کو پہنچا اور آہستہ آہستہ انحطاط اور معدومیت کا شکار بھی ہوا جبکہ کیمبری دور کے لبریز سمندروں کی لبریز زندگی (سہ لخوں کے علاوہ شیل فش، اسفنج، جیلی فش اور کورولز بھی موجود تھے) نے آردوویسی دور میں بھی ترقی جاری رکھی یہ زبردست آتش فشانی سرگرمیوں کا دور تھا جبکہ اس دور میں سمندروں نے اولین ریڑھ کی ہڈی والے جانور پیدا کئے تاہم ابتدائی ریڑھ کی ہڈی والے جانور عجیب وغریب قسم کی مخلوق نظر آتے ہیں۔۳۵

ماقبل کیمبری دور: Precambrian:

یہ کرہ ارض کا وہ جغرافیائی دور ہے جو پیلوزوئی عہد سے پہلے کا دور مانا جاتا ہے ماقبل کیمبری دور کے اختتام تک بھی جانوروں کی زندگی حشرات یا مچھلیوں کے درجے تک نہیں پہنچی تھی یہ دور آج سے تقریباً 570 ملین سال قبل شروع ہوا تھا پلیٹ ٹیکٹونکس عمل کے تحت براعظموں کی تشکیل اسی دور میں واقع ہوئی۔۳۶؎

۴۔قدیم حیاتی یا پیلوزوئیک عہد: Paleozoic Era:

قدیم حیاتی یا پیلوزوئیک عہد کا ابتدائی ترین دور کیمبری (Cambrian) دور کہلاتا ہے، پانچ دیگر ادوار بالترتیب آردوویسی، سلورین، دیوونی، کاربن خیز اور پرمنی (Carboniferous,Devonian,Siluran,OrdovicianandPermian) ہیں کیمبری دور میں غالب نوع کا جانور ٹرائیلوبائیٹ (سہ لختہ) تھا جبکہ ایک چپٹا جانور جس کا سر بیلچے جیسا تھا اور پشت پر تین ابھاروں والا قشر تھا یہ اپنی متعدد ٹانگوں کے ساتھ رینگتا اور تیرتا تھا اور اس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں ماہرین اسے شرمپ اور کیکڑوں کا یہ پیش رو بھی سمجھتے ہیں ،سہ لختہ آردودیسی دور میں اپنے عروج کو پہنچا اور پھر بتدریج انحطاط و معدومیت کا شکار ہوا، کیمبری دور کے سمندروں کی لبریز زندگی (سہ لختوں کے علاوہ شیل فش، اسفنج، جیلی فش اور کورلز بھی موجود تھے) انھوں نے نئے آردودیسی دور میں ترقی جاری رکھی یہ زبردست آتش فشانی سرگرمی کا دور تھا اور دنیا کے سمندروں نے اولین ریڑھ دار جانور پیدا کئے ابتدائی ریڑھ دار جانور عجیب وغریب قسم کی مخلوقات تھے جن میں نیم مچھلی اور نیم آرتھوپوڈ شامل تھے ۔۳۷؎

ا۔کیمبری دور: Cambrian Period:

کیمبری دور کو ماہرین کے مطابق ابتدائی دور کی حیثیت حاصل ہے جو تقریباً سات کروڑ سالوں پر محیط تھا جس کا خاتمہ ۵۷ کروڑ سال قبل ہوا جیسا کے گزشتہ سطور میں بتا یا گیا کے اس دور میں غالب نوع کا جانور ٹرائیلو بائیٹ (سہ لختہ) تھا جو اپنی متعدد ٹانگوں سے رینگتا تھا اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں یہ دور زبردست آتش فشانی سرگرمی کا دور تھا اور سمندروں نے اولین ریڑھ دار جانور پیدا کئے ابتدائی ریڑھ دار جانور عجیب وغریب قسم کی مخلوقات تھی اگرچہ ان کے باقاعدہ جبڑے نہیں تھے لیکن پھر بھی یہ دیکھنے میں Armor.Plated مچھلی جیسے تھے لہٰذا ماہرین کے مطابق یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ مچھلی کے جدامجد کا تعلق یقیناً کسی کیمبری یا سیلوریائی دور سے ہی تھا۔

۲۔آردوویسی: Ordovician Period:

ماہرین کے مطابق قدیم حیاتیاتی یا پیلیوزوئک عہد (Paleozoic Era) کے پانچ ذیلی ادوار ہیں۔

ا۔ پہلا دور 5 کروڑ تا 43 کروڑ 50لاکھ سال قبل کا تھا اس دور میں شرمپ اور کیکڑوں کا پیش روٹرائیلو بائیٹ (سہ لختہ) آردوویسی دور میں اپنے عروج پر تھا پھر بتدریج انحطاط کا شکار ہوا کیمبری دور کے سمندروں کی لبریز زندگی (سہ لختوں کے علاوہ شیل فش، اسفنج، جیلی فش اور مرجان بھی موجود تھے) نے آردوویسی دور میں بھی ترقی جاری رکھی یہ زبردست آتش فشانی سرگرمیوں کا دور تھا اس دور میں سمندر نے اولین ریڑھ دار جانور پیدا کئے ابتدائی ریڑھ دار جانور عجیب وغریب قسم کی مخلوقات تھے نیم مچھلی اور نیم آرتھو پوڈ انھیں Ostracoderms کا نام دیا گیا ہے اگرچہ ان کے باقاعدہ جبڑے نہیں تھے لیکن وہ دیکھنے

میں Armor. Plated مچھلی جیسے تھے۔۳۸؎

۳۔سلورین: Siluran Period:

سلورین عہد کا آغاز آردویسی عہد کے بعد شروع ہوتا ہے اور ماہرین کے مطابق یہ عہد 443.8 ملین سال قبل کا ہے۔

۴۔ڈیوونی دور: Davonian Period:

ماہرین کے مطابق ارضیاتی پیمانہ وقت کے پیلیو زوئی عہد کا چوتھا حصہ جو 410 ملین سال سے لے کر 360 ملین سال پہلے تک پھیلا ہوا ہے اس عہد کا نام انگلینڈ کے علاقے ڈیون شائر سے منسوب ہے جہاں اس عہد کی چٹانوں کا 1830ء کی دہائی میں مطالعہ کیا گیا سائنسی تحقیقات کے مطابق ڈیوونی دور میں مچھلیاں ہی دنیا میں زندگی کی اعلیٰ ترین صورت تھیں پھر بتدریج زمین کی سطح بلند ہوئی جس کے نتیجے میں کئی جھیلیں خشک ہوئیں۔

اس دور میں زمین نباتات اور پودوں سے بھری ہوئی تھی جبکہ حشرات الارض بھی کافی اقسام کے تھے جبکہ سمندر اور دریاؤں میں بھی آبی مخلوقات کی کئی اقسام پیدا ہوچکی تھیں اس کے ساتھ ہی مچھلیوں کی بیشتر اقسام زمینی جانوروں کی صورت میں ارتقاء پذیر ہوچکی تھیں تقریباً چالیس سال قبل پہلے ڈیوونی دور کی کچھ مچھلیوں کے گروہ جیسے(Crossopterygil کہتے ہیں گلپھڑوں کے ساتھ ساتھ پھیپھڑوں کے حامل بھی تھے چنانچہ پانی میں جگہ کم پڑنے پر ان میں سے کچھ مچھلیاں اپنے مہپروں سے پاؤں کا کام لیتے ہوئے زمین پر آئیں اور گلپھڑوں کے بجائے پھیپھڑوں سے سانس لینے لگیں سمندر سے زمین پر آنے کے اس عمل میں ان قدیم مچھلیوں کے مہپر پاؤں کی صورت میں ارتقاء پذیر ہوئے اور مہپروں کی شاخیں ان کے پاؤں کی انگلیاں بن گئیں۔۳۹؎

ڈیوونی عہد کیونکہ چالیس کروڑ برس قبل کا دور تھا لہٰذا اس عہد میں خشکی پر ابتدائی پودوں کی نشونما ہوئی جبکہ ڈیووانی عہد کا نام انگلینڈ کی کاؤنٹی ڈیوون شائر (Devonshire) کے نام پر رکھا گیا جہاں اس عہد کی چٹانوں کا سب سے پہلے مطالعہ کیا گیا۔

۵۔کاربن خیز دور: Carboniferous Period:

کرہ ارض پر کاربن خیز دور کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے اور اس دور کو جو 37828 سال قبل اتھلے سمندروں، وسیع دلدلوں اور ڈھلوانی زمینوں والا دور بھی کہا جاتا ہے اس دور میں ساری زمین پرنم تھی اور اس کے چاروں جانب گرم آب وہوا چھائی ہوئی تھی یہی وہ دور تھا جب زمین پر کوئلے کے جنگلات پیدا ہوئے چونکہ اس دور میں دنیا کی فضاء گرم مرطوب اور نم تھی جس کی ایک بڑی وجہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کی زیادتی بھی تصور کی جاتی ہے اس دور کے جنگلات دیوقامت لٹھ کائی (Club Mosses)، فرنز اور سرس گاچھ یعنی

(Lobe.Finned Fishes)Crossopterygias کی صورت میں ارتقاء پایا یہ Lobe.Finned مچھلیوں کے مہپروں کا جوڑا جل تھلیوں کی ٹانگیں اور پاؤں بنا۔ مچھلیوں کے مہپر کی پانچ شاخیں جل تھلیوں کے پاؤں کی پانچ انگلیاں بن گئیں دیوقامت حشرات مکڑیاں اور ہزار پا زمین پر ہر جگہ رینگنے لگے ان میں ایک ہزار سے زائد انواع پر مشتمل حشرات بہت ابتدائی قسم کے تھے Orthootera (جھنگر، دیمک، کاکروچ وغیرہ) اور عصبی پردار Neuroptera (ڈریگن فلائیز، مئی مکھیاں) زیادہ ترقی یافتہ کیڑے مکوڑے مثلاً جعلان Coleoptera (بیٹلز) اور غشائی پردار Hymenoptera (چونٹیاں، شہد کی مکھیاں وغیرہ) ہنوز ارتقاء پذیر نہیں ہوئے لاکھوں برس تک متواتر موسم گرما کے بعد دنیا ٹھنڈی ہونے لگی اور زمین کی سطح بلند ہوئی جس کے باعث برفانی دور کی ابتداء کے آثار پیدا ہوئے یوں کاربن خیز

دور اپنے اختتام کو پہنچا اور اس کے بعد پرمنی دور کی ابتداء ہوئی جو کرہ ارض پر تیسرے برفانی دور کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔۴۰

مسی سپیئن عہد: Mississippian Period:

زمین کی ارضیاتی تاریخ کا ایک عہد مسی سپیئن عہد بھی کہلاتا ہے یہ عہد تقریباً 360 ملین برس سے 325 ملین سال قبل کا بتایا جاتا ہے یہ کاربنی عہد کا ایک حصہ ہے تاہم اس عہد کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ اس دور سے تعلق رکھنے والی چٹانوں کا اولین مطالعہ دریائے میسی سپی کی وادی میں کیا گیا، اس عہد میں زمین کی آب و ہوا گرم تھی۔

۶۔ پرمنی دور: Permian Period:

پرمنی دور کو کرہ ارض کے قدیم حیاتیاتی یا پیلیو زونک عہد کا آخری دور بھی کہا جاتا ہے یہ دور پانچ دیگر ادوار یعنی:

۱۔ کیمبری۔

۲۔ آردودیسی۔

۳۔ سلورین۔

۴۔ دیوونی۔

۵۔ اور کاربن خیز دور کے اختتام پر مبنی ہے ماہرین کے مطابق اسے تیسرا برفانی دور بھی کہا جاتا ہے اس عہد میں براعظم باہم جڑے ہوئے تھے تاہم ایک بہت بڑے خشکی کے ٹکڑے پینگیا (Pangea) نے جنم لیا، اس عہد میں صحرا عام تھے اور ہر طرف گرمی اور خشکی کا راج تھا لیکن زندگی کا ارتقاء اور تسلسل قائم تھا۔ کرہ ارض پر بڑھتی ہوئی ٹھنڈک کی اصل وجہ زمین کی سطح کا بلند ہونا ہی نہیں بلکہ کوئلے کے وسیع و عریض جنگلات کی مرطوب کاربن خیز فضا

بھی اس کی ذمہ دار ہے زیادہ ٹھنڈی آب وہوا نے کاربن خیز دلدلوں کے بہت بڑے جنگلات تباہ کردئے جنھیں آج ہم زمین میں مدفون پاتے ہیں اور انھیں کوئلے کی صورت میں ہم جلا رہے ہیں اس اثناء میں کچھ دیگر نئے رینگنے والے جانور بھی ظہور پزیر ہوئے اس دور میں خشکی پر موجود فرن کا ارتقاء بھی ہوا اور کونی فر (Conifer) نے جنم لیا۔ پرمنی دور کے اختتام پر پیلوزوئک عہد اپنے انجام کو پہنچا یہ عہد تقریباً ۵۵۰ ملین سال قبل شروع ہوا اور تقریباً ۳۵۰ ملین سال تک جاری رہا۔۱۴۱۔

اس عہد کے اختتام پر کرہ ارض کی تاریخ میں سب سے بڑی حیاتیاتی تباہی آئی۔

۵۔میسوزوئک عہد یا پانچواں عظیم برفانی دور: Mesozoic Era:

اس عہد کو ماہرین ارضیاتی وقت کا ایک بڑا مرحلہ بھی قرار دیتے ہیں اور اس کو ارضیاتی قرون وسطی بھی کہا جاتا ہے یہ عہد تقریباً بیس کروڑ سال قبل شروع ہوا اور آج سے پندرہ کروڑ سال پہلے تک جاری رہا ماہرین اس دور کو تین ذیلی ادوار میں منقسم کرتے ہیں۔

۱۔ٹرایاسک۔

۲۔جراسک۔

۳۔اور (قشری دور) Cretaceous۔

پچھلی سطور میں پڑھا کے پیلیوزوئک عہد کو مچھلیوں کا دور بھی کہا جاتا ہے بلکہ اسی طرح سے میسوزوئک عہد کو رینگنے والے جانوروں کا دور کہا جاتا ہے جبکہ یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کے فطری ماحول میں عمیق تبدیلیوں کے سبب نباتات اور حیوانات میں نمایاں تبدیلیوں کا وقوع ہوا اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب کرہ ارض کی معلوم تاریخ میں کئی طبعی تبدیلیوں کا ظہور ہوا دنیا کے بڑے بڑے خطوں میں بلند وبالا پہاڑوں نے جنم لیا بالخصوص مشرقی

شمالی امریکہ اور یورپ میں اس کے ساتھ ساتھ زمین کی وسعت اور اونچائی میں اضافہ ہوا، پھر عظیم ترین برفانی ادوار آئے یہی نہیں بلکہ سمندری پانیوں کے متعدد حوالے بھی قابل ذکر ہیں۔ ۴۲؎

ان ارضیاتی تبدیلیوں نے نباتات اور حیوانات کے مساکن کو تبدیل کیا اور جانوروں کی خوراک کے ذرائع میں بھی تبدیلی واقع ہوئی۔

ٹرایاسک دور: Triassic ‌Period:

یہ دور میسوزوئک عہد کا ہی ایک حصہ ہے اس دور میں مردار خور ڈائنوسارز ظاہر ہوئے اور بعد میں سبزی خور ڈائینوسارز بھی وجود میں آئے ،ڈائینوسارز کے حجری آثار سب سے پہلے جرمنی میں ٹرایاسک دور کی چٹانوں سے برآمد ہوئے لیکن یہ نئی اور پرانی دونوں ہی دنیاؤں میں وسیع پیمانے پر پائے جاتے ہیں اس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کے اس دور کے آثار یورپ سے وسط ایشیاء تک ، جنوبی اور مشرقی افریقہ میں اور ہندوستان سے آسٹریلیا تک ،جبکہ جنوبی امریکہ میں پینا گونیا اور شمالی امریکہ میں اٹلانٹک ساحل سے لے کر برطانوی کولمبیا تک پھیلے ہوئے ہیں۔

۲۔جراسک دور: Jurassic Period:

ماہرین کے مطابق میسوزوئی جغرافیائی عہد کا دوسرا مرحلہ جو آج سے قبل ۲۰۵ ملین تا ۱۳۸ ملین سال پر محیط تھا اس دور کا نام جراسک دور ایک پہاڑ ’جرا پہاڑ‘ جو فرانس اور سوئٹزر لینڈ کی درمیانی سرحد پر واقع ایک سلسلہ کوہ ہے جس کا یہ نام اس میں ملنے والے آثار قدیمہ کی وجہ سے رکھا گیا۔ جراسک عہد کے آغاز میں اٹلی ، یونان ،ترکی اور ایران گونڈوانا لینڈ کے شمالی افریقہ حصے کے ساتھ منسلک تھے ۔انٹارکٹکا اور آسٹریلیا جو پہلے ہی گونڈوانا لینڈ سے الگ

ہو چکے تھے، اکھٹے ہی رہے جبکہ ہندوستان شمال کی جانب سرکتا گیا سمندری راستے وسیع ہونے اور ملنے پر گرم سمندری پانی زیادہ تر یورپ اور دیگر زمینی علاقوں پر پھیل گیا جراسک عہد کے اختتام پر اتھلے سمندروں کا پانی اترنے لگا اور اپنے پیچھے لائم اسٹون کی دبیز تہہ چھوڑ گیا جہاں دنیا کے آئل اور گیس کے بھرپور ذخائر بنے، جراسک دور کے سب سے بڑے ڈائینوسارز کو برونٹو سارس ایکسیلسس کا نام دیا گیا اس ڈائینو سار کی لمبائی تقریباً ستر فٹ جبکہ اس کا وزن 37 ٹن تھا یہ اپنی چار مضبوط ستون جیسی ٹانگوں پر چلتا تھا یہ جانور خشک زمین پر بہ مشکل چل پاتا جب ہی یہ اتھلے پانیوں میں رہتا اور آبی نباتات کو کھانا زیادہ پسند کرتا۔

چین میں ایک تحقیق کے دوران عنبر کے پتھروں سے 99 ملین سال قبل ڈائنوسارز کی دم کا ایک حصہ دریافت ہوا ہے اس تحقیق کے نتائج 'کرنٹ بائیولوجی' نامی ایک جریدے میں شائع ہوئے ہیں جس کی تحقیق میں مصروف چینی پروفیسر 'شنگ لیڈا' نے یہ بتایا یہ نئی دریافت ہمیں میانمار میں جاری ایک تحقیق کے دوران ملی جو انداز 99 ملین سال قدیم بتائی جاتی ہے۔[۴۳]

ایلوسارس: (Allosaurus):

ایلو سارس ڈائنو سارز کی ایک قسم ہے جو زمین پر آج سے ڈیڑھ کروڑ برس قبل پائے جاتے تھے یعنی پہلے جراسک عہد کے اواخر میں یہ زمین پر موجود تھے ان کی مرغوب غذا بڑے مردار جانوروں کا گوشت تھا ان کی لمبائی 40 فٹ، قد 15 فٹ اور وزن 3.6 مٹرک ٹن تھا یہ اپنی ٹانگوں اور دم کے سہارے چلتے اور اپنا توازن قائم رکھتے یہ ایک وقت میں کئی ٹن گوشت باآسانی کھا جاتے ایلو ساس کے آثار Wyoming اور کولوراڈو کے حجری دور سے دستیاب ہوئے ہیں۔[۴۴]

جراسک عہد کے اختتام پر برونٹو سارس اور اس کے دوست اور دشمن ارتقاء پذیر زندگی کے اسٹیج سے غائب ہوگئے ۔۴۵۔

۳۔ چونے کی پرتوں کا دور یا چاکی عہد (قشری دور):

Cretaceous Period:

ارضیات میں میسوزوئک عہد کا آخری عرصہ جو 138 ملین سال پہلے سے لے کر 65 ملین سال پہلے تک رہا انگلینڈ اور فرانس میں اس کھدائی سے ملنے والی اس دور کی جگہوں پر چونا بکثرت پایا گیا ہے میسوزوئی عہد میں تمام براعظم آپس میں اکھٹے اور جڑے ہوئے تھے محققین کا یہ ماننا ہے کے براعظم افریقہ چونے کے پرتوں والے دور میں ہی علیحدہ ہوا۔Cretaceous دور میں ہم عفریتوں کے ایک نئے گروہ سے ملتے ہیں کیونکہ اس زمانے میں حکمران رینگنے والے جانور تھے لہٰذا قشری دور کا سب سے بڑا ڈائنوسار ٹائرینوسارس ریکس تھا جو آج سے تقریباً ساڑھے چھ کروڑ سال قبل کرہ ارض پر موجود تھے۔سائنسدانوں کو منگولیا ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا سے اس دیو قامت چھپکلے کے درجنوں ڈھانچے ملے ہیں اس کی اونچائی 41 فٹ ،لمبائی 16 فٹ اور وزن 5 میٹرک ٹن کے قریب تھا یہ تیز قدم چلنے والے اور تقریباً 40 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگنے کے قابل تھا لیکن لاکھوں برس تک وہ زمین پر حکمرانی کے بعد نابود ہوگئے ۔

حالیہ تحقیق جو کے ایک سائنسی جریدے 'نیچر کمیونیکیشن' میں چھپی ہے کے مطابق نیوزی لینڈ کے کچھ سائنس دانوں نے زمانہ قبل از تاریخ کے ایک دیو قامت پرندے کی باقیات کو دریافت کیا ہے جس کے متعلق ان کا یہ کہنا ہے کے یہ پرندہ اپنی ساخت میں آج کے پینگوئن جیسا ہے جو کے آج سے تقریباً پانچ سے چھ کروڑ برس قبل دنیا میں اپنا وجود رکھتا تھا جبکہ

ماہرین کے مطابق یہ وہی دور تھا جب زمین ارضیاتی تبدیلیوں کے تیسرے دور سے گزر رہی تھی جبکہ اس پرندے کے طویل قد قامت کے حوالے سے ماہرین کی یہ رائے ہے کے اس پرندے کا قد پانچ فٹ پانچ انچ ہے جبکہ اس کا وزن 220 پونڈ ہے۔

سائنس دانوں کا یہ بھی کہنا ہے کے یہ پرندہ لاکھوں سال قبل زمین سے فنا ہو چکا تھا جبکہ اس کو اب تک کی معلوم تحقیق کے مطابق دنیا کا سب سے قدیم اور بڑ اپرندہ گردانا جارہاہے کچھ ماہرین اس پرندے کو پینگوئن کی ابتدائی شکل بھی کہہ رہے ہیں،سائنس دانوں کی تحقیقاتی ٹیم کواس پرندے کی باقیات نیوزی لینڈ کے جنوبی علاقے 'اوٹا گو' سے ملی ہیں جس کے بارے میں یہ مشہور ہے کے ماضی قدیم میں یہ علاقہ دیو قامت پرندوں سے بھرا ہوا تھا تاہم اس پرندے کی باقیات سے قبل بھی ماہرین اسی علاقے سے دو اور بڑے پرندوں کی باقیات کو حاصل کر کے اپنی تحقیقی نتائج کو پیش کر چکے ہیں، ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کے ممکن ہے ابتداء میں اس پرندے کا سائز چھوٹا ہو چونکہ یہ ساحل سمندر کے قریب رہتے تھے چنانچہ انھیں باآسانی غذا مل جاتی ہولہٰذا کاہلی اور سستی کے باعث ان پرندوں کا وزن اور حجم بڑھتا گیا بعد ازاں جب زمین پر بڑے نسل کے آبی خور جانور جن میں وہیل اور سیل شامل ہیں تو یقیناً یہ پرندے ان مچھلیوں کی غذا بن گئے ہوں گے اور آہستہ آہستہ ان کی نسل زمین پر سے نابود ہوتی گئی نیوزی لینڈ کا جنوبی جزیرہ قبل از تاریخ دور میں ڈائنوسارز کی نسل کے ایک جانور 'موا' کا بھی مسکن رہا ہے کہا جاتا ہے کے موا' چار میٹر قد اور پانچ سو پونڈ وزن کا ایک بڑا جانور تھا لیکن اس جزیرے پر آباد 'ماوری' قبائل کے لوگ چونکہ شکار کے شوقین تھے لہٰذا 'موا' کی نسل کا اٹھارہویں صدی تک دنیا سے خاتمہ ہوگیا۔۴۶؎

بوزنہ: Ape:

یہ بڑے سائز کے انتہائی ذہین حیوانات ہیں جن میں چمپینزی، گوریلے، گبون اور اورنگ اوتان شامل ہیں کبھی کبھی بوزنوں اور بندروں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے لیکن بوزنوں کی دم نہیں ہوتی ہے ان کے بازوان کے ٹانگوں سے زیادہ لمبے ہوتے ہیں بوزنے ایشیاء اور افریقہ کے حاری جنگلات میں رہتے ہیں مختلف انواع کے بوزنے ایک جیسے مساکن میں رہنے کے باوجود اپنے رویوں اور انداز حیات میں نہایت متنوع ہیں ماہرین بشریات کے مطابق بوزنے اور انسانوں کا شجرہ نسب مشترک ہے اولین بوزنے کوئی 25 ملین سال قبل ظاہر ہوئے جبکہ 25 ملین سال قبل ہی مشترکہ بوزنہ نسل سے انسانوں کی شاخ الگ ہوئی انگلش ماہر بشریات ایف ائے بروک کے مطابق انسان اور بوزنے کے درمیان فرق ایک ایسے موقع پر وقوع پذیر ہوا جب بوزنے اپنے ہاتھوں کی مدد سے لکڑی اور پتھر کو خام انداز میں متشکل کرنے اور مخصوص مقاصد کے لئے استعمال میں لانے کے قابل ہوئے لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کے اولین انسان وہ بوزنا تھا جس نے پہلی بار اوزار بنانا سیکھا۔

1943ء نئی کھوجی کاروائیوں میں بوزنوں کی کچھ نئی باقیات بھی سامنے آئیں وسطی پلیسٹوسین تہوں میں ملنے والی یہ باقیات پیکن مین کہلاتی ہیں جبکہ اس کا سائنسی نام پیکنگ کا چینی انسان ہے یہ بوزنہ ہومو ایریکٹس پیکی نیسس کے طور پر بھی جانا جاتا ہے پھر جنگلوں کے تیزی سے خاتمے نے بچے کچھے بوزنوں کو بھی ناپید کردیا دوسری جانب پہاڑی گوریلوں کی تعداد تو محض چند سو ہی رہ گئی ہے۔ ۴۷

جرمنی کی ایک حالیہ کھدائی کے دوران 'دریائے رائن' کی چٹانوں سے انسانی دانتوں کو دریافت کیا گیا ہے جو کے 97 لاکھ سال قدیم بتائے جارہے ہیں یہ انسانی دانت اب

تک کی دریافت ہونے والے انسانی فوسل میں سب سے زیادہ قدیم ہیں یہ انسانی فوسل قدیم یورپ اور ایشیاء میں بسنے والے کسی آثار سے مماثلت بھی نہیں رکھتے ہیں۔

ماہرین کی یہ رائے ہے کے اس دریافت نے انسانی ارتقاء کے حوالے سے کئی نئے سوالات کو جنم دے دیا ہے جس سے انسانی ارتقاء کی پیچیدگیوں کو سمجھنے میں مدد ملے گی، سائنس دان اسے ایک نئی جستجو کا آغاز قرار دے رہے ہیں جبکہ یہ بھی کہا جارہا ہے کے دریافت شدہ انسانی فوسل کی مماثلت ایتھوپیا سے دریافت ہونے والے 32 لاکھ سال پرانے انسانی ڈھانچے سے ملتی ہے۔۴۸

نینڈرتھل انسان(Neanderthal man) دو لاکھ سال سے لے کر اٹھائیس ہزار سال قبل تک مغربی یورپ اور وسط ایشیاء میں بسنے والے انسانوں کو نینڈرتھل انسان کہا جاتا ہے 1856ء میں جرمنی کی نینڈر وادی کے غار سے ان انسانوں کے پہلے حجری آثار دریافت ہوئے، تھل یا تل کے لفظی معانی ہیں وادی بعد ازاں بلجیئم اور جبرالٹر سے بھی ان کے شواہد دریافت ہوئے تاہم اب تک سائنسدان سو سے زائد نینڈرتھل انسانوں کی باقیات اور ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکے ہیں بدیہی طور پر نینڈرتھل انسانوں کے دماغ کا سائز آج کے انسانوں کے مقابلے میں کافی زیادہ تھا یہی نہیں بلکہ ان کے جبڑے بھاری اور ماتھا ڈھلوانی تھا اور ان کے سر کا پچھلا حصہ باہر کو نکلا ہوا تھا، ان کی گردن موٹی تھی کندھے آگے کو جھکے ہوئے، خمیدہ گھٹنے، اور بھدے نقوش تھے۔

تاہم ان کی ذہانت کا معیار آج کے انسانوں جیسا ہی تھا۔

ماہرین بشریات کے مطابق نینڈرتھل انسان کی باقیات دنیا کے ہر اس خطے سے ملی ہے جہاں سے انسانی فوسلز دریافت ہوئے ہیں جبکہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کے مشرق وسطی

اور یورپ میں آج بھی ایسے کئی افراد موجود ہیں جن کے چہرے کے نقوش ان کے نینڈر تھل اجداد سے ملتے جلتے ہیں۔۴۹؎

یٹی (Yeti):

یہ انسان کے سائز کی ایک مخلوق ہے جس کے بارے میں ماہرین کا یہ خیال ہے کے یہ ہمالیہ کا ایک افسانوی جنگلی انسان ہے اسے نیپال، چین، سائبیر یا مشرقی تبت اور ایشیاء میں لوگوں نے دیکھا بھی ہے اس مخلوق کا جبڑا آگے کو نکلا ہوا ہے جبکہ اس کے ہونٹ نہیں ہیں اس کے جسم پر سرخی مائل نسواری بال ہیں، اس کے پیر چھوٹے مگر چوڑے ہیں یہ عام انسانوں سے زیادہ طاقتور اور پھرتیلا ہے اور اس کی غذا چھوٹے موٹے جانور اور سبزی ہے تاہم ماہرین نے ان کی تین اقسام کا بھی ذکر کیا ہے۔۵۰؎

۶۔سینوزوئک عہد (چھٹا برفانی دور): Cenozoic Era:

سینوزوئک عہد، میسوزوئک عہد کے بعد شروع ہونے والا عہد ہے یہ عہد ممالیا جانوروں کا عہد ہے ماہرین اس عہد کو درج ذیل سات حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ پیلیوسین ۔ ۲۔ ایوسین ۔ ۳۔اولیگوسین ۔ ۴۔ مائیوسین ۔ ۵ ۔ پلائیوسین ۔ ۶۔ پلیسٹوسین ۔ ۷۔ ہولوسین ۔

اس عہد کا آغاز آج سے تقریباً 75 ملین سال قبل ہوا جو آج تک جاری ہے

۱۔پیلیوسین (Palaeocene Epoch)۔

اس دور کو سینوزوئک عہد کا دور اولین مانا جاتا ہے۔

۲۔ایوسین (Eocene Epoch)۔

ماہرین کے مطابق ایوسین عہد 66 ملین سے 23 ملین سال قبل کا بتایا جاتا ہے اسی دور میں

ممالیا بڑھے اگر چہ گھوڑے اور اونٹوں کے اجداد کا ظہور بھی اسی عہد میں ہوا، اسی دور میں ابتدائی وہیل کی نسل بھی وجود میں آئی دوسری جانب اسی دور میں جدید پھلدار اور پھولدار پودے بھی پیدا ہوئے ۔

۳۔اولیگوسین(Oligocene Epoch)۔

یہ عہد 33.9 ملین سے 23 ملین سال قبل کا بتایا جاتا ہے اولیگوسین عہد ارضیاتی عہد کے سینو زوئیک ایرا کا تیسرا اپیوک ہے اس دور میں کرہ ارض کی آب و ہوا میں انقلابی تبدیلیاں آئیں، قشر ارض کی سطح ٹھنڈی ہوتی ہوئی برف باری کی جانب بڑھی اور اولیگوسین اپیوک کے آخر تک براعظم انٹارکٹکا میں وسیع پیمانے پر یخ بستگی (Glaciation) شروع ہوچکی اس دور میں دریائی گھوڑے، ٹپیرز (Tapirs) اور جنگلی سوء ر وغیرہ کا ظہور ہوا جبکہ نوکیلے دانت اور تیز داڑھ والے لکڑ بگڑ بھی اولیگوسین دور کے ہی گوشت خور جانور ہیں اسی دور کے درمیانی عرصے میں ہاتھی بھی پیدا ہوئے اور پرندوں نے جدید خصوصیات حاصل کیں ۔

۴۔ مائیوسین(Miocene Epoch)۔

ماہرین کے مطابق یہ عہد 23.03 ملین سے 333 .5 ملین سال قبل کا بتایا جاتا ہے اس عہد میں آب وہوا بے حد سرد تھی جس کے نتیجے میں جنگلات میں کمی واقع ہوئی اور گھاس کے میدانوں میں اضافہ ہوا، اس عہد میں ممالیا کی نشونما میں بھی اضافہ دیکھا گیا مثلاً گھوڑے کی نمو نے مختلف مراحل طے کئے، دیو ہیکل خنزیر معدوم ہوئے تاہم متودان، راکون اور نیولوں کا ظہور ہوا بلیاں، اونٹ، گینڈے اور کتے اس عہد میں پیدا ہوئے جبکہ شمالی یورپ، ایشیاء اور افریقہ میں بڑے ایپ (Dryopithecus) کی انواع کی بستیاں وجود میں آئیں ۔

۵۔ پلائیوسین(Pilocene Epoch)۔

ارضی پیمانہ وقت کے سینوزونک دور کا پانچواں عہد جو پچاس لاکھ سال قبل شروع ہوا اور سولہ لاکھ سال قبل ختم ہوا انسان کے اولین حجری آثار کا تعلق پلائیوسین عہد سے ہی ہے پلائیوسین کا پلائیوہپس ہمیں ملنے والا اولین ایک انگلی کا گھوڑا تھا جبکہ بالائی پلائیوسین میں پلیسی پس کے فوسلز موجود ہیں جو ایک سم والے گھوڑے کی جدید شکل ہے جبکہ اس کا قد جدید گھوڑے کے برابر ہی کا تھا۔۵۱ ؂

۶۔ پلیسٹوسین(Pleistocene Epoch)۔

کرہ ارض کا ایک عہد جو بیس لاکھ سال قبل شروع ہوا اس دور کو عظیم برفانی دور بھی کہا جاتا ہے یہ دور پلائیوسین دور کے بعد آیا جدید گھوڑے کی نوع کا ظہور پلیسٹوسین دور میں ہی ہوا اور اس نوع نے پرانی اور نئی دونوں ہی دنیاؤں میں نشونما پائی امریکی گھوڑے عظیم برفانی دور کے دوران معدوم ہوئے لیکن ایشیائی اور افریقی گھوڑوں کی نسل جاری رہی۔۵۲ ؂

۷۔ ہولوسین(Holocene Epoch)۔

ماہرین کے مطابق یہ عہد تقریبا 11.650 لاکھ سال قبل کا بتایا جاتا ہے ماہرین ہولوسین عہد کو عہد حاضر بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ عہد ارضیاتی پیمانوں کے حالیہ دور کی ذیلی تقسیم بھی ہے جس کا آغاز آج سے 11,000 سال قبل ہوا، اس سے قبل یعنی پلیسٹوسین ایپوک میں پائے جانے والے گلیشئرز تقریباً ڈھل چکے تھے جبکہ ہولوسین ایپوک کے دوران کرہ ارض کی سطح کی قدرتی نقاشی اور سنگ تراشی یعنی Sculpturing بھی مکمل ہوئی گلیشئرز کی برف پگھلنے کی وجہ سے بڑی بڑی جھلیں بنیں اور سمندر کی سطح میں تقریباً 100 فٹ بلندی دیکھی گئی آب وہوا کے گرم ہونے کی وجہ سے جانوروں اور پودوں کا پھیلاؤ بھی بڑھا ماہرین کی رائے کے

مطابق! انسان کا ظہور پلیسٹوسین عہد کے آخری حصے میں ہوا، ہولوسین عہد میں جدید انسان Modern Human دنیا کے تمام خطوں میں پھیل گئے جس کی وجہ سے انسانی تہذیب اور کلچر نے جنم لیا جس نے دورِ قدیم سے دورِ جدید تک کا انتہائی پیچیدہ سفر بتدریج طے کیا۔

سعودی عرب کے ایک جیولوجیکل سروے بورڈ کے ترجمان طارق ابوالخیل نے واضح کیا ہے کے تاریخی کھدائی پر مامور بورڈ کی ٹیم کو مشرقی تیماء کے النفوذ صحراء میں کھدائی کے دوران پانچ لاکھ برس قدیم ہاتھی کی باقیات ملی ہیں۔ ۵۳۔

حجری دور: Stone Age:

تہذیب انسانی کا ایک ایسا دور جس میں انسان پتھروں سے آلات، اوزار اور ہتھیار بنانے میں اپنے اوج کمال تک جا پہنچا۔ ماہرین اس دور کو دھات کی ٹیکنالوجی سے پہلے کا دور گردانتے ہیں لیکن حجری دور آج سے تقریباً ۲۵ لاکھ سال قبل کا دور تھا لیکن دنیا کے کچھ حصے ایسے بھی ہیں کے جہاں یہ دور آج سے پانچ ہزار سال قبل تک بھی جاری رہا ماہرین ارضیات کے مطابق! عظیم برفانی دور ختم ہونے سے قبل پیلیا نتھروپک انسان دنیا سے نابود ہوگیا اور مستقبل کا میدان ہوموسیپیز کے لئے خالی کر گیا یہ ہی ہوموسیپیز نیاتھروپک سلسلے کی اوج تھے پلیسٹوسین انسانوں کو بھی قدیم دور کا انسان کہا جاتا ہے، ماہرین نے حجری دور کو سات ثقافتی مراحل میں تقسیم کیا ہے جس کے ابتدائی چار مراحل زیریں قدیم حجری دور جبکہ آخری تین مراحل بالائی قدیم حجری دور کہلاتے ہیں جو بالترتیب کچھ اس طرح سے ہیں۔

۱۔ ایبے ویلیین ۔ ۲۔ چیلیین ۔ ۳۔ اچیولیین ۔ ۴۔ موسٹیرئین ۔ ۵۔ آری گنیشین ۔

۶۔ سولیوٹرئین ۔ ۷۔ میگڈلینیئن ۔

یہ بات بھی قرین از قیاس ہے کے حجری دور کا آغاز افریقہ سے ہوا بعد کے اگلے

ادوار میں یہ یورپ تک محیط ہوااس دور کا انسان محض خوراک کو جمع کرنے پر ہی اکتفا کیا کرتا تھا نوحجری اور (نیولیتھک) کی ابتداء پر انسان خوراک کی پیداوار کے قابل بھی ہوگیا ماہرین اس انسانی عمل کو ثقافی ارتقاء کی جانب ایک بڑے قدم کی حیثیت سے جانتے ہیں اسی دور میں انسان نے چقماق سے آگ جلانی سیکھی اور اس کو ایک بہترفن کے اگلی نسلوں میں بھی منتقل کیا یہی نہیں بلکہ انھوں نے صقیل کرنے کے فن یعنی پتھروں سے ہتھیار کو عمدگی سے بنانے پر بھی کافی دسترس حاصل کر لی تھی پھر رفتہ رفتہ جھیلوں اور دریاؤں کے اردگرد آبادی کا قیام عمل میں آیا اور چھوٹے چھوٹے دیہات اور بستیاں بسنے لگیں پھر دریائی سفرلکڑی کی چھوٹی کشتیوں میں کیا جانے لگا۔

نوحجری عہد کو ماہرین مزید دوحصوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔ا۔ پہلے عہد میں چقماق سے بنے ہوئے دوقسم کے کلہاڑے ملتے ہیں ۔۲۔ دوسرے دور میں عہد کو مزید چارحصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے۔

ا۔سادہ ڈولمین ۔

۲۔کئی خانوں والی ڈولمین ۔

۳۔ پتھر کی Cists۔

۴۔اورانفرادی قبریں۔

نوحجری دور کا جانا پہچانا وصف پتھروں کی عظیم یادگاریں تھیں جن کے آثار آج بھی دنیا میں بکھرے پڑے ہیں ان کو Megaliths بھی کہا جاتا ہے میگالیتھی یادگاریں قدیم دنیا میں وسیع پیمانے پر پائی جاتی ہیں جن ممالک میں ان کے آثار پائے جاتے ہیں ان میں شامل افریقہ،مصر، ایتھوپیا،سوڈان ، الجیریا ، مراکش ، لیبیا، تیونس ، مڈغاسکر جبکہ ایشیاء میں

ہندوستان ، انڈونیشیاء ، چین ، جاپان ، فارس ، شام ،فلسطین ، روس اورتر کی اس میراث کے امین ہیں دوسری جانب یورپ میں ڈیمارک ، یوکے ، بیلجیم ، نیدر لینڈ ، جرمنی ، اٹلی ،فرانس، ناروے، پرتگال، اسپین،سوئزرلینڈ،سویڈن ، بلغاریہ وغیرہ شامل ہیں۔ ۵۴۔

میسولیتھک : (Mesolithic):

میسولیتھک یا وسطی حجری دور کو بجا طور پر قبل از تاریخ عہد کے تاریک ترین ادوار میں شامل کیا جاتا ہے یہ یورپ کے لئے انحطاط کا اایک دور تھا جب پرانے نظریات معدوم ہوگئے نئے نظریات ابھی تک ابتدائی تریں تہذیبوں سے مشرقی میڈی ٹریٹیئن میں نہیں پہنچے اگرچہ ماہرین نے میسولیتھک دور کو چھ ثقافتی ادوار میں منقسم کیا ہے۔

۱۔ازیلییَن ۔ ۲۔ٹارڈینوشین ۔ ۳۔میگلیموسیئن ۔ ۴۔اسطورئین ۔ ۵۔شیل ہیپ ۔

۶۔کیمپی جیانیئن ۔

ازیلییَن مرحلہ یورپ میں کافی عرصہ پر محیط تھا اورفوسل باقیات میں بارہ سنگھوں کی ہڈیاں بہ کثرت موجود ہیں لیکن رینڈیئر کی ہڈیاں نہیں ملیں۔حجری آثار چقماق کے بلیڈز اور تھالی نما کھرچنے دکھاتے ہیں۔ چاقو اور دیگر اوزار پتھروں پر تیز کیا ہوا معلوم ہوتا ہے ازیلییَن دور کے لوگوں نے بارہ سنگھے کی سینگھ سے چپٹے پھل والے بھالے بنائے ازیلییَن اور ٹارڈینوشین ثقافتیں ایک دوسرے میں مدغم نظر آتی ہیں کیونکہ Valle کے غار (شمالی اسپین) میں ازیلییَن اور ٹارڈینوشین دونوں اوزار ایک ہی تہہ میں پائے گئے میگلیموسیئن ثقافت اسکینڈے نیویا تک محدود لگتی ہے اس کی بہترین باقیات ڈنمارک سے ملی ہیں غالباً یہ ٹارڈینوشین کی ضمنی شاخ تھی کیونکہ دونوں ہی ادوار اور ثقافتوں کے مابین کافی مماثلت پائی جاتی ہے بالخصوص ہڈی سے بنا ہوا ایک اوزار اور مائیکرولیتھ کی ایک زرہ ،اسطورئین ثقافت جس کا نام اسپین کے صوبہ

Asturias کی مناسبت سے ہے غالباً مقامی اورمیسولیتھک دور کا موخرترین دور ہے اسطورئین دور کا ایک مخصوص اوزار ایک بسولا تھا جو ایک بیضوی پتھر کو نوکیلا بنا کر تیار کیا گیا تھا شیل ہے یہ ثقافت (موجودہ ساحلی پٹیوں پر ان کے قریب واقع) کا نام ان کے گھونگھوں کے ڈھیروں کی مناسبت سے ہے جو ان خطوں کے قبل از تاریخ باشندوں نے ساحلی علاقوں میں چھوڑے اس دور کے پتھر کے ہتھیاروں میں نیزے اور مثلث شکل کا ایک ہتھیار شامل تھا ان لوگوں کے پاس کوئی ماہرانہ انداز میں تراشی ہوئی پتھر کی مصنوعات نہیں تھیں جبکہ ان کی برتن سازی بھی نہایت بھونڈی اور خام تھی لیکن وہ بارہ سینگھوں کے سینگوں سے بنے ستالی اور بسولے استعمال کرتے تھے ان کے پاس ہڈیوں کی بھی کچھ مصنوعات موجود تھیں

کیپی جیانیئین مرحلہ صرف فرانس تک ہی محدود رہا جو کے Campigny گاؤں کی قدیم سائیٹ زمینی بستیوں اور جھونپڑیوں پر مشتمل تھیں ان لوگوں کے پاس شیل ہیپ ثقافت کے لوگوں جیسے ہی چقماق کے ہتھیار تھے یہ پتھروں کو صقیل کرنے کے فن سے ناآشنا تھے لیکن کچے برتنوں اور پتھر کی چکیوں کو بنانے کے فن سے بخوبی واقف تھے حالات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کے اب وہ اپنی بھوک کو مٹانے کے لئے محض جانوروں کے شکار پر ہی اکتفا نہیں کیا کرتے بلکہ ان کے یہاں پائی جانے والی نباتات کی راکھ اور برگد کے درخت کی موجودگی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ وہ کچھ پکانے کے فن سے بھی واقف ہو چکے تھے تاہم نوحجری دور (نیولیتھک) کی ابتداء پر وہ خوارک کو پیدا کرنے کے بھی قابل ہو گئے تھے۔۵۵؎

نیولیتھک: Neolithic:

نیولیتھک کو حجری عہد کا آخری حصہ بھی کہا جاتا ہے اس دور میں اولین زرعی آبادیوں نے ترقی پائی جانوروں کو گھریلو طور پر پالنے کے رجحان میں بھی اضافہ ہوا یہ دور

مشرقِ وسطی میں نویں ہزارئے ق م کے دوران تھا اگرچہ انسان اس دور میں بھی صرف پتھر کے ہتھیار اور اوزار استعمال کیا کرتا لیکن اس نے پتھر کو رگڑنے کے بہتر طریقے وضع کر لئے تھے وہ اس عہد میں پتھر سے برتن بنانے کے فن سے بھی واقف ہو چکا تھا لیکن کچھ محققین کی نظر میں نوحجری دور کا دورانیہ سات تا تین ہزار سال ق م کے درمیان متعین کیا گیا اس دور کا خاتمہ کانسی کی دریافت پر ہوا نوحجری دور کی اہم ترین یادگاریں فرانس میں بریٹانی کے ایستادہ پتھر (Menhirs) اور انگلینڈ کے دیو قامت اسٹون سرکلز ہیں مثلاً تین تا ایک ہزار ق م کا اسٹون ایج یہ مغرب میں فن تعمیر کا نقطہ آغاز تصور کیا جاتا ہے۔۵۶

قرآن کریم میں حجر (پتھر) والوں کا قصہ:

قرآن کریم کی ایک سورہ الحجر جو کے پتھر کے نام سے ہی موسوم ہے اس میں قوم ثمود کے قصے کو بیان کیا گیا ہے حضرت صالح علیہ السلام کو اس قوم کی جانب مبعوث کیا گیا تھا ثمود کا دارالحکومت 'حجر' تھا جیسے آج کل مدین صالح بھی کہتے ہیں قوم ثمود نہایت طاقتور، طویل قامت اور مضبوط جسم اور طویل العمر تھے اللہ تعالی نے انھیں یہ صلاحیت عطا فرمائی تھی کے یہ پہاڑوں کو تراش کر اس میں اپنے گھر بنائیں چنانچہ یہ قوم سنگ تراشی اور فن تعمیر میں اپنی مثال آپ تھی یہی نہیں بلکہ پہاڑ کو کاٹ کر انتہائی عمدہ گھر اور اونچے محلات تک بنانے کے فن سے بھی بخوبی واقف و آشنا تھے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاذْكُرُوٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ۔۵۷

ترجمہ۔ یاد کرو جب کہ تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو، سو اللہ کے احسان کو یاد کرو۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ۔ ۵۸ ؎

ترجمہ۔تم نے دیکھا نہیں تمھارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عاد اور ارم کے ساتھ جن کی مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں اور میخوں والے فرعون کے ساتھ یہ وہ لوگ تھے کے جنھوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت فساد پھیلایا تھا،آخر کار تمھارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسادیا، حقیقت یہ ہے کے تمھارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰتَيْنَاهُمْ اٰيَاتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ ۵۹ ؎

ترجمہ۔حجر کے لوگ بھی رسولوں کی تکذیب کر چکے ہیں ہم نے اپنی آیات ان کے پاس بھیجیں اپنی نشانیاں انھیں دکھائیں مگر وہ سب کو نظر انداز کرتے ہی چلے گئے ،وہ پہاڑ تراش تراش کر گھر بناتے تھے اور اپنی جگہ بالکل بے خوف اور مطمئن تھے آخر کار ایک زبردست دھماکے نے ان کو صبح ہوتے ہی آلیا اور ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آسکی۔

آٹھویں صدی عیسوی میں جب ابن بطوطہ حج کے سفر کے دوران یہاں سے گزرا تو اس نے دیکھا کے سرخ رنگ کے پہاڑوں میں قوم ثمود کی عمارتیں موجود ہیں جو انھوں نے پہاڑوں کو تراش کر بڑی جانفشانی سے تعمیر کی ہیں اور ان کے نقش ونگار ایسے تھے جو اس وقت بھی تازہ تھے جیسے یہ آج ہی بنائے گئے ہوں ان مکانات کے اندر آج بھی اس قوم کی باقیات گلی سڑی ہڈیوں کی صورت میں موجود ہیں۔

زریں عہد: Golden Age:

کلاسیکی اسطوریات میں انسانی حیات کا ایک قدیم ترین دور جب تمام انسان محنت یا دکھ سے آزاد تھے ماہرین ارضیات کے مطابق حجری دور کے بعد چاندی، تانبا، کانسی اور لوہے کے ادوار آئے لوہے کے ادوار کے لئے یہ کہا جاتا ہے کے یہ دور جنگوں اور تنازعات کا دور تھا کیونکہ انسان نے لوہے کے ہتھیار ایجاد کر لئے تھے لہٰذا طاقت اور اقتدار کی ایک نا ختم ہونے والی جنگ نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا بظاہر دنیا کے بہت سے مما لک براہ راست اس جنگ میں ملوث نظر نہیں آتے ہیں لیکن ایک جنگی صورت حال بہر حال ان سب کے درمیان موجود ہے۔

چاندی کا دور: Silver Age:

چاندی ایک سفید اور چمک دار دھات ہے یہ سونے سے سخت لیکن لوہے سے نرم ہے یہ بجلی اور حرارت کا بھی قدرے بہتر موصل ہے چاندی زمانہ قدیم سے استعمال ہونے والی ایک دھات ہے اور اس کے استعمال کے شواہد 2500 ق م سے بھی قبل ایشیائے کوچک سے ملتے ہیں تاہم جو قدیم کھدائی مصر اور چین میں کی گئیں وہاں سے بھی چاندی کے برتن اور دیگر اشیاء دریافت ہوئیں یہی نہیں بلکہ زمانہ قدیم میں اس دھات کے سکے، زیورات اور برتن بھی

بنائے جاتے اگرچہ دور قدیم میں لوگوں نے اس کی کانوں میں بھی کانکنی کی ہے کیمیا دانوں نے لونا یا ڈیانا دھات کا نام اپنی چاند دیوی کے ہی نام پر رکھے تھے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَآبِ۔۱۴؎

ترجمہ۔لوگوں کو مرغوب چیزیں (یعنی) بیویاں، بیٹے، سونے، چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر عمدہ گھوڑے، چوپائے اور کھیتی باڑی سے دل بستگی معلوم ہوتی ہے، یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔

تانبے کا دور: Copper Age:

تانبا ایک سرخی مائل دھات ہے جو کے قبل از تاریخ سے ایک معلوم دھات کے طور پر جانی جاتی ہے اس کا نام سائپرس جزیرے کے نام پر رکھا گیا ہے جہاں سے یہ دھات رومن دور میں نکالی گئی، ماہرین ارضیات کے مطابق! اس دھات کا دور 4,000 ق م کا مانا جاتا ہے یہ دھات ایک فطری عنصر کے طور پر جانی جاتی ہے دنیا کے کئی ممالک میں یہ دھات پائی جاتی ہے جس میں چلی، آسٹریلیا اور نیوگنی شامل ہیں یہ دھات چونکہ حرارت کا اچھا موصل ہے لہٰذا دیگر دھاتوں میں اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اس دھات کی دریافت کے بعد ایک انقلاب آ گیا اور لوگوں نے اس کے برتن، ہتھیار اور آرائشی اشیاء کی تیاریاں کیں یہی نہیں بلکہ اس سے زیورات بھی بنائے گئے تانبے کو اشرافیہ کی دھات بھی کہا جاتا ہے اس کا زیادہ تر استعمال بادشاہ اور پنڈت پجاری ہی کیا کرتے تھے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاَسَلْنَا لَہٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ۔٦١

ترجمہ۔(سلیمان) کے لئے ہم نے پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ جاری کردیا۔

اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰی اِذَا جَعَلَہٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْہِ قِطْرًا ۔٦٢

ترجمہ۔یہاں تک کے جب اسے لال انگارا کردیا تو حکم دیا کے میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ میں اس پر ڈال دوں۔

کانسی کا دور: Bronze Age:

یہ دھات وادی دجلہ وفرات میں قدیم سومیریوں نے تقریباً 3500 ق م میں تیار کی اگرچہ مورخین یہ بتانے سے قاصر ہیں کے یہ دھات کیسے بنی لیکن اس بات پر بیشتر مورخین کا اتفاق ہے کے کانسی پہلی بار اس وقت وجود میں آئی جب تانبا اور جست کو پگھلایا جارہا تھا تو اسی اثناء میں آگ کی حرارت سے پتھر گھل گئے اور دھاتوں نے مل کر کانسی بنادی۔

ماہرین ارضیات کے مطابق کانسی کا دور 3000 ق م کا ہے تحقیق سے یہ بھی ثابت ہے کے 3,000 ق م میں کانسی سازی کا فن فارس تک پہنچ چکا تھا یہی نہیں بلکہ اگر رومن دور کا تجزیہ کیا جائے تو اس دور میں بھی کانسی کے سکے، ہتھیار اور فن پارے موجود تھے۔

منوآئی تہذیب: Minoan Civilization:

یہ کانسی کے عہد کی ایک ثقافت ہے جس نے کریٹ پر مین لینڈ یونانیوں کی آمد سے قبل ترقی پائی یہ ایجبائی تہذیب کے تین مرکزی ثقافتوں میں سے ایک تھی، منوآئی ثقافت دوسرے ہزار یے قبل مسیح میں اپنے عروج پر تھی اس کے اہم مراکز میں کنوسس، فیسٹوس، مالیا

اور دیگر شہر تھے اہل منوآئی 1600 ق م میں سارے ایجبائی سمندر پر حکمران تھے اور مصر کے ساتھ ان کی بہت زیادہ تجارت ہوا کرتی کنوسس کی تباہی اور منوآئی ثقافت کا انہدام یونان میں مائی سینی تہذیب کے عہد عروج کے ساتھ ہم وقوع تھا غالباً جنگ پسند مائی سینیوں نے منوآئی تہذیب پر حملہ کر کے اسے تباہ کیا۔ ۶۳؎

لوہے کا دور: Iron Age:

لوہے کا دور یعنی Iron Age انسانی تاریخ کا ایک قدیم دور ہے اور یہ دور انسان کی عمومی اور صنعت کی خصوصی ترقی کا وہ عہد ہے جس کا آغاز لوہے کے استعمال سے شروع ہوا اور اب تک جاری ہے ایشیاء، مصر اور یورپ میں اس عہد نے کانسی کے دور کی جگہ لی لیکن براعظم امریکہ میں یہ عہد یورپیوں کی آمد کے بعد شروع ہوا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ۔ ۶۴؎

ترجمہ۔ہم نے لوہا پیدا کیا اس میں بڑا خطرہ ہے اور لوگوں کے لئے اس میں فائدہ بھی بہت ہے اور اس سے ایک غرض یہ بھی ہے کے ہم یہ معلوم کریں کے کون بن دیکھے ہماری عبادت کرتا ہے اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔

لوہے کو آج سے تقریباً 4,000 ق م جتنا قدیم مانا جاتا ہے، اہل مصر لوہے کے منکے پہنا کرتے تھے تاہم اس دور میں لوہا شہابیوں سے حاصل کیا جاتا تھا اگرچہ اب تک ملنے والی لوہے کی سب سے قدیم شے لوہے سے بنا ایک مصری خنجر ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کے یہ خنجر اندازاً 1350 ق م کا ہے۔ لوہے کے دور کی ابتداء سے قبل ہزاروں برس

تک لوگ لکڑی اور پتھر کے ہی اوزار و ہتھیار اور برتنوں کو استعمال کیا کرتے تھے پھر جب لوہا دریافت ہوا تو تہذیب انسانی نے بربریت کے دور سے نکل کر تہذیب اور تمدن کی جانب اپنا قدم بڑھایا لہٰذا جب لوہا بھٹی میں تیار کرلیا گیا تو بنی نوع انسان نے نوے فیصد جنگیں بھی جیت لیں ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق لوہے کی اولین دریافت کا سہرا افریقی نیگرو کے سر ہی سجتا ہے کیونکہ یہی وہ محنت کش اور طاقتور قوم تھی کے جس نے سب سے پہلے لوہے کو بھٹیوں میں پگھلانے کا فن ایجاد کیا تاہم تمام قدیم شواہد بھی اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کے یہ دھات سب سے پہلے افریقہ کے لوگوں نے ہی دریافت کی ہے،لوہے کو پگھلا کر اشیاء بنانے کا فن غالباً 2000 ق م میں شروع ہوا جبکہ لوہے کی ڈھلائی کا کام حتی عہد

(ایران کی ایک قدیم قوم) میں شروع ہوا تاہم 1200 ق م میں جب حتیوں کو زوال آیا تو وہ اس فن کو مشرق وسطی اور جنوبی یورپ تک لے گئے اگرچہ یورپ میں لوہے کی ڈھلائی کا کام پہلے پہل یونانیوں نے بلقان میں سیکھا بعدازاں یہ فن اٹلی سے ہوتا ہوا وسطی یورپ تک جا پہنچا۔کیٹلک قبائل نے پانچویں صدی ق م میں اسے مغربی یورپ اور جزائر برطانیہ میں متعارف کروایا تاہم صنعتی انقلاب سے قبل لوہے کی ڈھلائی تجارتی اعتبار سے سود مند نہ تھی ،لوہے کے دور میں بیل سے چلنے والے ہل اور گاڑیوں کے مضبوط پہیے بنے اس طرح سے زراعت اور صنعت کا انداز بدلا کچھ ماہرین نے لوہے کے دور اور جاگیرداری نظام کا آپس میں تعلق بھی بتایا ہے یعنی یہ دونوں ایک دوسرے سے منسلک تھیں۔

اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام کو لوہے کی ایجادات پر دسترس عطا فرمائی تھی کیونکہ اس سے قبل لوہے سے چیزیں ایجاد کرنا نہایت دشوار گزار عمل تھا لیکن اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام کے ہاتھوں میں وہ معجزانہ صلاحیت پیدا کردی کے آپ لوہے کو اپنے

ہاتھ سے جس طرح سے چاہتے موڑ کر چیزیں بنالیا کرتے اورلوہا آپ کے ہاتھوں میں پگھلے ہوئے موم کی مانند ہوجاتا لہٰذا آپ نہایت آسانی سے لوہے کو موڑ کر زرہ ، کڑیاں ،خود یعنی (آہنی ٹوپیاں)اورزنجیریں بنالیا کرتے ۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں !

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ۔۶۵ ؎

ترجمہ۔ ہم نے (داؤد) کے لئے لوہے کو نرم کردیا،تاکہ وہ کشادہ زرہیں اور اندازے سے کڑیاں جوڑیں۔

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ ۔۶۶ ؎

ترجمہ۔ہم نے (داؤدکو) زرہیں (لوہے کالباس) بنانا سکھایا تاکہ وہ تم لڑائیوں کی زد سے بچے رہو۔

ماہرین آثارقدیمہ کے مطابق لوہے کا باقاعدہ استعمال1000 سے لے کر1200 ق م میں ہوا جبکہ یہی دورحضرت داودعلیہ السلام کا بھی مانا جاتا ہےلوہے کوبھٹی میں پگھلانے کے لئےتقریباً1539 ڈگری سینٹی گریڈجتنی تیزتپش درکار ہےلیکن اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام کووہ علوم اوراختیارات تفویض فرمائے کےلوہاان کے ہاتھ میں موم ہوجاتا یعنی ان کے ہاتھ میں دورکرنے والی نسمہ مرکب کی لہریں نسمہ مفرد میں منتقل ہوکر1539 ڈگری سینٹی گریڈ ہوجاتیں اور جب ارادے کی تکمیل ہوجاتی تو ہاتھوں میں دورکرنے والی غالب مفرد لہریں مرکب لہروں سے مغلوب ہوجاتیں اوران کے ہاتھ معمول کے مطابق کام کرنے لگتے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کے حضرت داودعلیہ السلام لیزرشعاعوں کی Equation سے بخوبی واقف تھےاس لئے جب وہ لیزرشعاعوں کواستعمال کرتے توسخت لوہاان کے ہاتھوں میں نرم

ہوجاتا اور وہ اپنی مرضی سے لوہے کی چیزیں بنالیا کرتے تھے۔ ٦٧۔

حوالہ کتب:

۱۔سورہ فاطر۔آیت۔۱۔

۲۔سورہ روم۔آیت۔۲۲۔

۳۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۳۰

۴۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۳۰۔

۵۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۳۰۔

٦۔سورہ الذاریات۔آیت۔۴۷۔

۷۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۳

۸۔سورہ النزعت۔آیت۔۳۔

۹۔سورہ طلاق۔آیت۔۱۲۔

۱۰۔تفسیر القران العزیز۔امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی (متوفی ۳۲۷ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ۔

۱۱۔حاشیہ القونوی علی البیضاوی۔ج۔۹۔ص۔۱۴۷۔دارالکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۲۲ھ۔

۱۲۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔رقم الحدیث۔۳۲۹۸۔مطبوعہ دارالفکر۔

۱۳۔الجامع الصحیح مسلم۔ابوالحسن مسلم بن الحجاج النیشاپوری (متوفی ۲٦۱ھ)۔مکتبہ دارالاسلام الریاض۔

۱۴۔سورہ حم السجدہ۔آیت۔۱۱۔

۱۵۔سورہ روم۔آیت۔۲۵۔

۱٦۔سورہ الذاریات۔آیت۔۴۷۔

۱۷۔سورہ حم السجدہ۔آیت۔۱۲۔

۱۸۔قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ڈاکٹر نور ہلوک باقی (ترکی) مترجم۔سید محمد فیروز شاہ۔ص۔۱۱۷۔
انڈس پبلشنگ کارپوریشن کراچی۔۱۹۹٦ء۔

۱۹۔سورہ الفلق۔آیت۔۱۔

۲۰۔لغات القرآن ۔غلام احمد پرویز۔ص۔ ۱۳۰۵۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔
۲۱۔قرآنی آیات اور سائنسی حقائق ۔ڈاکٹر نور ہلوک باقی (ترکی) مترجم ۔سید محمد فیروز شاہ۔ص۔ ۱۸۔ انڈس پبلشنگ کارپوریشن کراچی ۔۱۹۹۶ء۔
۲۲۔قرآنی آیات اور سائنسی حقائق ۔ڈاکٹر نور ہلوک باقی (ترکی) مترجم ۔ سید محمد فیروز شاہ ۔ص۔ ۲۲۹۔انڈس پبلشنگ کارپوریشن کراچی ۔۱۹۹۶ء۔
۲۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔ ۴۶۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۲۴۔سورہ حج۔آیت۔ ۶۵۔
۲۵۔سورہ فاطر۔آیت۔ ۴۱۔
۲۶۔سورہ لقمان ۔آیت۔ ۱۰۔
۲۷۔سورہ الانبیاء۔آیت۔ ۳۳۔
۲۸۔سورہ یٰسین ۔آیت۔ ۴۰۔
۲۹۔سورہ فاطر۔آیت۔ ۱۳۔
۳۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔ ۴۲۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۳۱۔روزنامہ جنگ ۔اشاعت ۔۱۹، دسمبر، ۲۰۱۷ء۔
۳۲۔بی بی سی اردو۔اشاعت۔۲۰ نومبر۔ ۲۰۱۷ء۔
۳۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۱۳۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۳۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۴۱۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۳۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔ ۱۳۳۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۳۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔ ۱۱۲۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۳۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔ ۱۲۳۔ ۱۳۳۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۳۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۳۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔ ۱۰۳۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۴۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔ ۱۵۳۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۴۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔ ۶۰۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔
۴۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔ ۱۲۰۲الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۱۳ء۔

۴۳۔روزنامہ نوائے وقت۔اشاعت،۸،اکتوبر،۲۰۱۷ء۔
۴۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۱۳۳۳الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۴۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۷۹۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۴۶۔وائس آف امریکہ۔اشاعت،۱۲،دسمبر،۲۰۱۷ء۔
۴۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۵۰۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۴۸۔روزنامہ جنگ۔اشاعت۔۲۵اکتوبر۔۲۰۱۷ء۔
۴۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۵۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۱۰۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۵۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۶۱۸۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۵۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۶۲۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۵۳۔روزنامہ نوائے وقت۔اشاعت۔۱۹،نومبر،۲۰۱۷ء۔
۵۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۸۹۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۵۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۰۲۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۵۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۱۱۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۵۷۔سورہ اعراف۔آیت۔۷۴۔
۵۸۔سورہ فجر۔آیت۔۶۔۱۴۔
۵۹۔سورہ حجر۔آیت۔۸۰۔۸۴۔
۶۰۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۴۔
۶۱۔سورہ سبا۔آیت۔۱۲۔
۶۲۔سورہ کہف۔آیت۔۹۶۔
۶۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۹۸۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۱۳ء۔
۶۴۔سورہ الحدید۔آیت۔۲۵۔
۶۵۔سورہ سبا۔آیت۔۱۰۔۱۱۔

۶۶۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۸۰۔

۶۷۔محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔خواجہ شمس الدین عظیمی ۔جلد۔سوم ۔ص۔۳۰۷۔الکتاب پبلیکیشنز کراچی ۔

باب (۲):

زمین پر انسان کی آمد

زمین پر انسان کی آمد کے عقدے کو خود اللہ تعالی نے ہی کھول دیا اگر چہ یہ بنی نوع انسانیت پر اللہ تعالی کا یہ ایک بہت بڑا احسان عظیم ہے کے خود ذات باری تعالی نے ہی اس راز کی عقدہ کشائی فرمادی وگرنہ چاند کو فتح کرنے کے دعویٰ داروں کے پاس کوئی ایسا ذریعہ موجود نہ تھا جس کے ذریعے وہ دنیا کے پہلے انسان کی پیدائش یا دنیا میں اس کی آمد سے متعلق کچھ جان سکتے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَآئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً - ۱؎

ترجمہ۔ جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کے میں زمین میں اپنا ایک نائب پیدا کرنے والا ہوں۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَآئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ - ۲؎

ترجمہ۔ جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں گارے سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَآئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ فَإِذَا سَوَّيْتُه وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَه سَاجِدِيْنَ - ۳؎

ترجمہ۔ جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر کو پیدا کرنے والا

ہوں بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی ہوگی، پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ ۔ ۴؎

ترجمہ۔ہم نے آدم کو تمام نام (علم اسماء) بتلائے۔

مندرجہ بالا آیات پر تفکر سے یہ معلوم ہوا کے اللہ تعالی نے زمین پر سب سے پہلا انسان مٹی سے بنایا جس کا نام آدم تھا جس کے خاکی وجود میں اللہ نے اپنی روح پھونکی اور آدم جیتے جاگتے ہوگئے یہی نہیں بلکہ انھیں کائنات کا مکمل علم بھی عطا کیا گیا یعنی آج دنیا ترقی کے جس بام عروج پر کھڑی ہے اس کے پیچھے یہی پیغمبرانہ علم وحکمت پوشیدہ ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کو اپنی رحمت خاص سے بذریعہ وحی عطا فرمایا اب یہ الگ بحث ہے کے جو پیغمبر جس قوم پر اور جس دور میں مبعوث کیا گیا اس نے اپنی قوم کو ان کے ذہنی شعور کے مطابق ہی علوم عطا فرمایا یعنی امت کی علمی، ذہنی ونفسیاتی اسٹیٹس کو مدنظر رکھتے ہوئے انھیں بتدریج علوم منتقل کئے گئے اور اس قوم نے اپنی ذہنی استعداد کے مطابق ان علوم سے استفادہ کیا بعد ازاں یہ سفر بتدریج آگے بڑھتا گیا۔

حضرت آدم وحوا علیہ السلام: Prophet Adam and Eve:

تورات کے مطابق! حضرت آدم کی عمر تقریباً 930 برس تھی جبکہ ہمارے اجداد کی معلوم تاریخ کے مطابق اس زمین پر اولین تہذیب کی بنیاد حضرت آدم نے ڈالی آپ ہی نے سب سے پہلے پتھروں سے اوزار وہتھیار بنائے، آگ کی دریافت آپ نے کی، زمین پر اترنے کے بعد آپ نے کھیتی باڑی کی تاکہ گزر بسر کی جا سکے آپ کے دور میں نسل انسانی نے علم طب، علم حساب اور علم موسیقی سے

واقفیت حاصل کی، حضرت حوا آپ کی زوجہ تھیں جن سے آپ کی کئی اولادیں پیدا ہوئیں ان میں قابل ذکر ہابیل ، قابیل اور شیث ہیں آپ نے اپنی اولاد کو دین اسلام کی تعلیمات سے روشناس کروایا اور عبادت الہی کا طریقہ بھی سیکھایا۔

یہ بات طے شدہ ہے کے دنیا میں اس وقت تک جتنے بھی معلوم یا نامعلوم علوم ہیں ان سب کی ابتداء کسی نہ کسی پیغمبر کے ہاتھوں ہوئی اور وہ علوم اس پیغمبر کو اللہ تعالی کی عطا خاص سے بذریعہ وحی عطا ہوئے۔ آدم اور حوا کو بائبل میں اولین مرد وعورت اور مورثین نسل انسانی کے طور پر بیان کیا گیا۔ کتاب پیدائش میں ذکر موجود ہے کے آدم کو مٹی سے جبکہ حوا کو خداوند نے آدم کی پسلی سے پیدا فرمایا ہے پھر یہ دونوں جنت میں میاں بیوی کے طور پر رہنے لگے۔

انسان کو مٹی سے پیدا کرنیکی توجیہ

حضرت امام عبداللہ ترمذی فرماتے ہیں جب زمین سے مٹی نکالی گئی تو ہم سب کو اللہ تعالی نے اس مٹی سے پیدا فرمایا پھر اس مٹی کو ہمارے آباؤ اجداد کی پشت میں رکھا گیا ان میں سے بعض مٹی سفید اور روشن تھی جبکہ بعض مٹی کا رنگ کوئلے کی طرح سیاہ تھا چنانچہ دنیا کے تمام انسان مٹی کے انھی رنگوں پر پیدا کئے گئے۔

قرآن کریم میں ارشادات خداوندی ہیں!

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔۵؂

ترجمہ۔ جب تیرے پروردگار نے کہا میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔۶؂

ترجمہ۔ جب فرشتوں سے تیرے پروردگار نے کہا میں زمین پر اپنا نائب پیدا کرنے والا ہوں۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ

مَّسۡنُوۡنٍ ۔۷؎

ترجمہ۔ جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں کھنکھناتی ہوئی سڑی کیچڑ سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۔۸؎

ترجمہ۔جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی جان سے اس نے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

قرآن کریم کی ان دی گئی معلومات کے سوا بنی نوع انسانیت کے پاس کوئی بھی ایسا مستند اور قابل ذکر ذریعہ موجود نہ تھا کہ جس کی مدد سے پہلے اور دوسرے انسان کے بارے میں کچھ جانا جاتا کیونکہ اگر سائنس اور سائنسدانوں کی تحقیقات اور ان کے دئے گئے نتائج اور وسائل وذرائع پر اگر یقین کر بھی لیا جائے تو خود سائنس پہلے ایک تھیوری دیتی ہے پھر خود ہی کچھ عرصے کے بعد اسے مسترد کرتے ہوئے اس کی تردید کردیتی ہے۔قرآن کریم کا بنی نوع انسانیت پر یہ احسان عظیم ہے کے اس نے پہلے انسان (آدم) کے بارے میں فرمایا!

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۔۹؎

ترجمہ۔ بے شک عیسٰی کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر اسے کہا کہ ہو جا پھر ہو گیا۔

وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ ۔۱۰؎

ترجمہ۔ (آدم) میں ہم نے اپنی روح پھونک دی۔

دوسرے انسان (حوا) کی پیدائش کے حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد خداوندی

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔ ۱۱؎

ترجمہ۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دئے۔

زمین پر انسانی آبادی کا پھیلاؤ

Expansion of Human Population around the World

حضرت آدم وحوا کی اولادوں سے دنیا کی آبادی عمل میں آئی اور ماہرین بشریات و آثاریات کے مطابق پوری نسل آدم ابتداء میں کسی ایک خطہ زمین پر ہی متمکن تھی پھر بعد میں وہ وہاں سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گئے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔ ۱۲؎

ترجمہ۔لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت دنیا میں پھیلا دئے۔

وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا۔ ۱۳؎

ترجمہ۔تمھیں مردوں اور عورتوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا گیا۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَه نَسَبًا وَّصِهْرًا۔ وَكَانَ رَبُّكَ
قَدِيْرًا۔ ۱۴؎

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا پھر اس سے نسب اور سسرال کے دو الگ الگ سلسلے چلائے تیرا رب بڑی قدرت والا ہے۔

وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ وَمِنْ اٰيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعَالِمِيْنَ۔ ۱۵؎

ترجمہ۔اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکا یک تم بشر بن کر زمین میں پھیلتے چلے جا رہے ہو اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کے اس نے تمھارے لئے تمھاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک رات مجھ پر تمام اولین و آخرین ماسوائے حضرت آدم علیہ السلام کے سب کو پیش کیا گیا ان میں وہ تمام لوگ بھی تھے جو کے ابھی اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں اور اپنی ماؤں کے ارحام میں مثل مٹی کے متمثل تھے میں نے ان سب کو اسی طرح سے پہچان لیا جس طرح سے آدم علیہ السلام نے تمام علم اسماء کو پہچان لیا تھا۔ ۱۶؎

حضرت شیث علیہ السلام: Prophet Shes:

حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے تیسرے اور چہیتے بیٹے تھے جو ہابیل کے قتل کے پانچ سال کے بعد پیدا ہوئے آپ کی پیدائش کے وقت حضرت آدم کی عمر 120 سال بتائی جاتی ہے چونکہ ہابیل کا قتل قابیل کے ہاتھوں ہوا لہٰذا اللہ تعالی نے حضرت آدم کو ہابیل کے نعم البدل یا عطیہ کے طور پر 'شیث' یعنی (اللہ کی بخشش) کو عطا کیا جبکہ سریانی

زبان میں شیث کے معنی 'استاذ' کے بھی ہیں۔

ابن اثیر لکھتے ہیں ! حضرت شیث اللہ کے نبی تھے جن پر اللہ نے 50 صحائف نازل فرمائے جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے حضرت آدم اور اپنے اوپر بھیجے گئے تمام صحائف کوایک جگہ جمع اور مرتب بھی کیا اگر چہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انتقال سے قبل انھیں اپنا وارث اور وصی بھی مقرر فرمایا پھر حضرت شیث سے ہی نسل انسانی آگے بڑھی کیونکہ ہابیل نے اپنے پیچھے کوئی وارث نہیں چھوڑا تھا جبکہ قابیل کے کچھ وارث سیلاب میں غرق ہوگئے ۔حضرت شیث علیہ السلام مکہ میں رہتے تھے اور انھوں نے خانہ کعبہ کو پتھر اور چکنی مٹی سے بنایا اور تمام عمر رسم حج بھی ادا کی ۔آپ کا انتقال 921 برس کی عمر میں ہوا جبکہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے 'انوش' جانشین ہوئے ۔روایت میں آتا ہے کے حضرت شیث کے عہد میں انسان دو گروہوں میں بٹ چکے تھے ایک گروہ وہ تھا جو آپ کی اور اللہ کی اطاعت کرتا تھا جبکہ دوسرا گروہ کے افراد قابیل کی اولاد کے پیروکار تھے ۔۱۷۔

زمین پر غیر اللہ کی عبادت کی ابتداء

روایت میں آتا ہے کے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو وہ اس کے بعد یمن کی جانب فرار ہوگیا جہاں ابلیس نے اسے بہکایا کے ہابیل کی قربانی کو آگ نے اسی لئے جلا دیا تھا کیونکہ وہ آگ کی عبادت کرتا تھا لہذا اگر تم بھی مقرب ہونا چاہتے ہو تو تم بھی آگ کی پوجا شروع کردو چنانچہ قابیل ابلیس کے بہکاوے میں آگیا اور اس نے آگ کی عبادت شروع کردی یہاں مفسرین یہ لکھتے ہیں، ابلیس نے آگ کی جانب اسی لئے رغبت دلوائی کیونکہ وہ خود آگ سے بنا تھا۔۱۸۔

اسی غرور اور تکبر کے باعث اس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے وہ راندہ

درگاہ ہوالہٰذا اس وقت سے دنیا میں عقیدے کے اعتبار سے افراد دو گروہ میں تقسیم ہو گئے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا۔۱۹۔

ترجمہ۔ ابتداء میں سارے انسان ایک ہی امت تھے لیکن بعد میں انھوں نے مختلف عقائد اور مسالک بنالئے۔

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ۔۲۰۔

ترجمہ۔ یہ تمھاری امت درحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں پس تم میری عبادت کرو مگر انھوں نے آپس میں اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

حضرت نوح علیہ السلام: Prophet Noah:

انسانی آبادی کے دنیا بھر میں پھیلاؤ کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اولادوں کا ذکر قدیم کتب میں صراحت کے ساتھ ملتا ہے حضرت نوح علیہ السلام کی آمد ہبوط آدم سے چھ سو برس بعد کی بیان کی جاتی ہے آپ کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے آپ لامخ کے گھر پیدا ہوئے آپ کی والدہ کا نام سخابنت انوش تھا جبکہ آپ کا نسب نامہ کچھ اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کے نوح بن لامخ بن متوشالح بن اخنوح بن یارو بن مہلیل بن قیناح بن انوش بن شیث بن آدم جبکہ روایت میں یہ بھی آتا ہے کے حضرت آدم کے بعد آپ وہ پہلے نبی تھے جو منصب رسالت پر فائز کئے گئے۔۲۱۔

مورخین لکھتے ہیں آپ کا وطن موجودہ عراق تھا جیسے پہلے زمانے میں کالڈیا (Chaldea) یا کلدانیہ بھی کہا جاتا تھا جبکہ قرآن کریم اور بائیبل کی تصریحات سے بھی یہ واضح اشارہ ملتا ہے کے حضرت نوح علیہ السلام موجودہ عراق کی سرزمین پر ہی اپنے خاندان

اور قوم کے ساتھ آباد تھے آپ جس قوم پر مبعوث کئے گئے وہ قوم بت پرستی کی لعنت میں مبتلا تھی آپ اپنی قوم کے درمیان ساڑھے نو سو سال تک موجود رہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۔۲۲؎

ترجمہ۔ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا۔

وہ اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کے آپ کی قوم آپ کی دشمن ہوگئی۔قدیم لٹریچر اور روایات جس کا تعلق یونان ،مصر، ہندوستان ،چین ، برما، ملایا، جزائر شرق الہند، آسٹریلیا، نیوگنی امریکہ اور یورپ سے ہے یہ بات ثابت ہوئی ہے کے حضرت آدم کی نسل ایک خطے میں آباد تھیں لیکن پھر ایک عظیم طوفان آیا جس کی آمد کے بعد دنیا سے بہت کچھ مٹ گیا جبکہ دنیا کی تمام ہی اقوام کی تہذیب و تاریخ اس ہمہ گیر طوفان کی نشان دہی کرتی ہیں۔

جب آپ کی عمر 500 برس ہوئی تو آپ کے یہاں سام، حام، یافث، یام اور کنعان پیدا ہوئے۔

انجیل کے مطابق آپ کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث سے دنیا میں بنی نوع انسانیت کی نسل پھیلی کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا کی ساری زمین اپنے تینوں بیٹوں سام، حام اور یافث میں تقسیم کردی تھی چنانچہ سام سے سامی النسل حام سے حامی یعنی حبشی اور یافث سے آریائی نسل دنیا میں پھیلی، روایت میں یہ بھی آتا ہے کے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سام کو یہ دعا دی تھی !

تمھاری اولادوں میں پیغمبر اور انبیاء پیدا ہوں گے۔قرآن کریم میں حضرت نوح

علیہ السلام کا ذکر 28 سورتوں میں آیا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۔۲۳؎

ترجمہ۔ہم نے اس (نوح) کی اولاد کو باقی رکھا۔

وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ۔۲۴؎

ترجمہ۔بے شک اسی کے طریق پر چلنے والوں میں ابراہیم بھی تھا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ۔۲۵؎

ترجمہ۔ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا تو کوئی تو ان میں ہدایت پر ہے اور اکثر ان میں فاسقین ہیں۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔۲۶؎

ترجمہ۔ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی (وہی راہ راست جو) اس سے پہلے نوح کو دکھائی تھی اور اسی نسل سے ہم نے داؤد سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت بخشی) اس طرح سے ہم نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں (اسی کی اولاد سے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو

(راہ دکھائی) ہر ایک ان میں سے صالح تھا (اسی کے خاندان سے)
اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط کو (راستہ دکھایا) ان میں سے ہر ایک کو
ہم نے دنیا والوں پر فضیلت عطا کی نیز ان کے آباؤ اجداد اور ان کی
اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بہتوں کو ہم نے نوازا ہے اور
انھیں اپنی خدمت کے لئے چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی
رہنمائی کی یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے
جس کو چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی وصیت: Will of Noah:

طبرانی اور ابن کثیر کی روایات میں آتا ہے کے رسول اللہ ﷺ نے حضرت نوح علیہ السلام کی وصیت کے بارے میں فرمایا انھوں نے اپنے وصال سے قبل اپنی اولادوں کو ہدایت کی تھی کے صرف ایک اللہ کی عبادت اور اس کی حمد و ثناء کرنا کیونکہ اگر زمین اور آسمان کے تمام طبقات کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو وہ سب کے سب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ اور سُبْحَانَ اللہِ وَ بِحَمْدِہٖ کہتے ہوئے ملیں گے آپ نے مزید فرمایا! اللہ اپنی تمام مخلوقات کا رازق ہے چنانچہ تم کبھی شرک اور غرور نہ کرنا۔

فرانسیسی فطرت پسند بارن کیوویئر نے 1800ء میں انسانوں کی تمام انواع کا تعلق نوح کے تینوں بیٹوں سام، حام اور یافث سے جوڑا ہے، روایت میں آتا ہے کے

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے 'یام' کی حفاظت کے لئے دعا مانگی تھی لیکن اللہ تعالی نے فرمایا!

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ۔ ۲۷؎

ترجمہ۔ نوح نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں

سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔

چنانچہ یام اپنی نافرمانی کی وجہ سے طوفان میں غرق ہوگیا جبکہ کنعان بھی حضرت نوح کا نافرمان بیٹا تھا جو بعض روایات کے مطابق اس عظیم طوفان میں ڈوب گیا۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۔۲۸؎

ترجمہ۔ہم نے نوح کی قوم کو غرق کیا بے شک وہ فاسقین تھے۔

مِّمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا۔۲۹؎

ترجمہ۔وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے پھر انھوں نے اللہ کے مقابلے میں اپنے لئے کوئی مددگار نہ پایا۔

معروف ماہرین بشریات اور آثاریات یہ سمجھتے ہیں کے سیاہ فام نسل نے انسانی تہذیب کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا ہے جدید ترین تحقیق کے مطابق! انسانی تہذیب کا آغاز ہی ایتھوپیا (افریقہ) سے ہوا جبکہ یہاں کے مورث اعلیٰ کش بن حام بن نوح تھے۔۳۰؎

نسل انسانی: Human Race:

لفظ نسل کی اصطلاح کا استعمال عام طور پر انسانوں کی ایک آبادی کو دوسری آبادی سے ممیز کرنے کے لئے کیا جاتا ہے،اصطلاحاً اس کی بنیاد مشترکہ حیاتیاتی خوبیوں پر ہے نسل کے تصور کی تہہ میں یہ خیال کارفرما ہے کے انسانی نسل کو حیاتیاتی لحاظ سے الگ الگ گروپس میں بانٹا جاسکتا ہے۔سائنسدانوں کے خیال میں ایسا ممکن نہیں ہے زیادہ تر سائنسدان کسی حیاتیاتی انسانی تنوع کو مسترد کرتے ہیں پھر بھی نسل ایک طاقتور سماجی اور ثقافتی تصور کے طور پر

موجود ہے تہذیب کی تاریخ سے متعلق دستیاب اور وافر ادب میں ثقافتی منابع پر ماحول اورنسل کے اثرات کے حوالے سے کافی بحث کی گئی ہے۔

پروفیسر آرنلڈ جے ٹائن بی کی کتاب "A Study of History" جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اس قسم کے ادب کی ایک معروف مثال ہے اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کے منوآئی تہذیب سمندر کی جانب سے درپیش چیلنج اور مصری تہذیب دریائے نیل کی جانب سے درپیش چیلنج کا ردعمل تھی یہ تہذیب کے ماخذ کی ماحولیاتی تھیوری کا ایک واضح بیان ہے اگرچہ یہ مفروضہ اب بھی کئی ماہرین بشریات کے یہاں مقبول ہے لیکن اس کا دفاع کرنے والا کوئی نہیں ۔

جدید تحقیقات کے مطابق! انسانی تہذیب کا آغاز ایتھوپیا سے ہوا ہے جبکہ انسانی انواع کی جدید بنیادی درجہ بندیاں جغرافیائی نوعیت کی تھیں ۔

1978ء میں چین کے ایک صوبے سے 'شانژی' کے علاقے سے ملنے والی ایک انسانی کھوپڑی کے ڈی این اے کے بعد ماہرین اس نتیجے پر پہنچے کے یہ کھوپڑی اندازاً دولاکھ سات ہزار سال قدیم ہے ۔ اس کھوپڑی کو ماہرین نے Dali Skull کا نام دیا ہے جبکہ بیشتر ماہرین کی یہ رائے ہے کے یہ کھوپڑی انسان کے ارتقاء کی ایک نئی تاریخ رقم کرے گی ماہرین آثاریات کی ایک بڑی تعداد کا اس بات پر اتفاق ہے کے جدید دور کا انسان دولاکھ سال قبل افریقہ میں پھلنا پھولنا شروع ہوا اور ان کی یہ رائے ان علاقوں سے دستیاب انسانی فوسلز کی بنیاد پر تھی جبکہ جدید انسان کے ڈی این اے کے نمونوں کے جائزے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کے ہم سب ایک واحد گروپ کی نسل میں سے ہیں جو ایک لاکھ بیس ہزار سال قبل افریقا سے دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کے

ہماری جین میں افریقا میں موجود افراد سے بھی قبل کے انسان کے جین موجود ہیں ماسوائے ان کے جنھوں نے یہ جین 'نینڈ رتھل' اور دیگر انسانوں کے درمیان ہونے والے ملاپ سے حاصل کئے تھے۔ ماہرین اس بات پر بھی حیرت کا اظہار کررہے ہیں کے چین سے ڈھائی لاکھ سال قبل پائی جانے والی یہ انسانی کھوپڑی اپنی مکمل حالت میں موجود ہے چنانچہ 1979ء میں ماہرین نے یہ رائے پیش کی کے ممکنہ طور پر یہ کھوپڑی جدید دور کے انسانوں (ہوموسیپیئنز) کے بجائے قدیم دور کے انسانوں (ہومواریکٹس) کی ہوسکتی ہے۔۱۳۔

مشہور فطرت پسند الائیئس (1707ءتا1778ء) نے براعظم کی بنیاد پر چارنسلیں بتائی ہیں۔

۱۔یورپی (سفید فام)۔

۲۔افریقی (سیاہ فام)۔

۳۔ایشیائی (زرد)۔

۴۔اورامریکی (سرخ)۔

بلومنباخ نے ۱۷۷۵ء میں پانچویں انسانی نسل اوشینائی (نسواری) بتائی ہے۔

فرانسسی فطرت پسند بارن کیووئیر نے 1800ء میں انسانوں کی تمام انواع کا تعلق نوح کے تین بیٹوں۔۱۔سام۔۲۔حام۔۳۔اور یافث سے جوڑا ہے۔

1873ء میں ہیکل نے کم از کم بارہ مختلف انسانی نسلوں کا ذکر کیا ہے لیکن چند برسوں کے بعد اس نے مزید اکیس انسانی نسلوں کی دریافت کا دعوی بھی کیا اور یوں انسانی نسلوں کی کل تعداد 34 ہوگئی لیکن ماہرین بشریات ان تھیوریز سے مکمل اتفاق نہیں کرتے ہیں موجودہ دور میں لفظ 'نسل' اپنا مفہوم کھوچکی ہے ماہرین اب نسل کے بجائے ثقافتی گروہ کی بات

کرتے ہیں۔۳۲۔

ا۔نسلیات: Ethnology:

یہ علم بھی دراصل علم بشریات کے چار ذیلی شعبوں میں سے ایک ہے جبکہ دیگر تین شعبے۔

ا۔طبعی بشریات۔۲۔آثاریات۔۳۔لسانیات ہیں۔

سماجی ثقافتی ماہرین بشریات کونسلیات میں سب سے زیادہ دلچسپی ہے وہ ثقافتوں کا مطالعہ ان کی روایتی صورتوں اور جدید دنیا میں بدلتی ہوئی شکلوں میں کرتے ہیں،سلیات کی نسلی تحقیقات نامی شاخ ہر ثقافت کو اس کی زبان،لوگوں کے طبعی اوصاف،مادی پیداوار،اور سماجی رسوم کے ساتھ بیان کرتی ہے مثلاً کسی مخصوص قبیلے کو بیان کرتے ہوئے اس کا جائے وقوع اور جغرافیائی ماحول سے متعلق معلومات حاصل کی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کی ثقافت کے تمام پہلو بھی زیر تحقیق اور زیر بحث آتے ہیں مثلاً رہن سہن،اشیائے خوردنوش رسم ورواج،شادی بیاہ،مرنا جینا،نقل وحمل،مصنوعات سازی،طریقہ حکمرانی،مذہب،محنت،تقسیم جائیداد،پیداواری صلاحیت کا طریقہ اور تبادلہ،مافوق الفطرت واقعات سے متعلق رجانات،بلوغت اور معاشرے میں موجود مختلف اعتقادات شامل ہیں۔

مہذب افراد کی ایک خوبی یہ بھی مانی جاتی ہے کے وہ شہروں میں رہتے ہیں یہاں شہروں کا مطالعہ بھی گہری نظر سے کرنا پڑتا ہے کے آیا آبادی کی ضروریات کے لحاظ سے وہاں سہولیات موجود ہیں یا ان کا فقدان پایا جاتا ہے پھر شہروں کی تعمیر سے قبل انسانوں کے لئے لوہے کے اوزار اور ہتھیار کو بنانے اور استعمال پر دسترس بھی ضروری ہے چونکہ لوہے کے دور کی ابتداء سے قبل ہزاروں سال تک لوگ صرف لکڑی اور پتھر کے ہی اوزار اور ہتھیار استعمال کیا کرتے تھے جبکہ اوزار استعمال کرنے والے ابتدائی ترین جاندار انسان نما بوزنے تھے اور یہ

اوزار استعمال کرنے والے بوزنوں میں سے ہوشیار ترین نے انسانیت کی ابتدائی نوع مرتب کی ۔انسان تقریباً ڈھائی کروڑ سال قبل بوزنوں سے علیحدہ ہوا جبکہ ماہرین یہ بات بھی یقین سے کہتے ہیں کے انسان بہ مشکل پچیس ہزار سال قبل ہی مہذب بھی بنا۔

ماہرین انسانی ثقافت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

ا۔عہد وحشت ۔ ۲۔عہد بربریت ۔ ۳۔عہد تہذیب ۔

امریکی ماہر بشریات لیوس ہنری مورگن نے وحشت سے تہذیب تک کی ثقافت کے ارتقاء کے سلسلے کو اپنی مشہور کتاب "Ancient Society" میں تفصیل سے بیان کیا ہے کچھ ماہرین بشریات نے اس کے نکتہ نظر سے شدید اختلاف بھی کیا ہے لیکن اب بھی انسانی ثقافت کے طالب علم اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے اسے تسلیم کرتے ہیں ۔

مورگن کے مطابق وحشت اور بربریت کے مراحل کو مزید تین تین ذیلی ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یوں ہمارے پاس عہد تہذیب سمیت سات نسلیاتی مراحل ہوجاتے ہیں جن کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے۔

ا۔ پست درجے کا وحشی پن (انسانی ثقافت کا یہ مرحلہ انسانیت کے آغاز کے ساتھ ہی شروع ہوگیا اس مرحلے میں انسان نے مچھلی کو بطور غذا اپنایا جبکہ آگ جلانے فن سے واقفیت کے بعد دور اختتام پذیر ہوا اس دور کے انسان کی غذا کا انحصار پھلوں اور سبزیوں پر تھا جبکہ وہ خوراک کو جمع بھی کیا کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ گفتگو کے فن سے بھی آشنا ہوئے)۔

۲۔درمیانے درجے کا وحشی پن (انسانی ترقی کے اس مرحلے کا آغاز مچھلی کو بطور غذا اپنانے سے ہوا اور آگ جلانے کی جانکاری کے ساتھ ساتھ تیر کمان کی ایجاد پر اختتام پذیر ہوا اس دور میں نسل انسانی اپنے اصل مساکن کو چھوڑ کر کرہ ارض کے طول وارض میں پھیل گئی)۔

۳۔اعلیٰ درجے کا وحشی پن (یہ ثقافتی مرحلہ تیر اور کمان کی ایجاد سے شروع ہوکر فن ظروف سازی پر اختتام پذیر ہوا اور اس کے ساتھ ہی عہد وحشت بھی ختم ہوا)۔

۴۔پست درجے کی بربریت (یہ ذیلی دور برتن سازی کے ساتھ شروع ہوا اور قدیم دنیا میں مویشیوں کو گھر میں رکھنے اور پالنے پر ختم ہوا جبکہ نئی دنیا میں آب پاشی کے ذریعہ مکئی اور دیگر پودوں کی کاشت کے علاوہ گھر بنانے اور ان کی زینت کے لئے پتھروں کے استعمال پر ختم ہوا۔

۵۔درمیانے درجے کی بربریت (یہ مرحلہ جانوروں کو پالنے، آب پاشی اور اینٹ و پتھر کی تعمیرات کے ساتھ شروع ہوکر لوہے کی کچ دھات جیسی چیز بنانے کے عمل پر ختم ہوا)۔

۶۔اعلیٰ درجے کی بربریت (اس دور کا نقطہ آغاز لوہے کی چیزوں کی تیاری جبکہ اختتام صوتی حروف کی ایجاد پر ہوا اس کے ساتھ ہی ادب مرتب کرنے کے لئے تحریروں کا استعمال بھی کیا گیا)۔

۷۔تہذیب کی حالت (یہ دور صوتی حروف تہجی کے استعمال اور تحریری ریکارڈ زرکھنے کے ساتھ شروع ہوتا ہے جو کہ تا حال جاری ہے)۔ ۳۳ ؎

۲۔بشریات: Anthropology:

علم بشریات میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے مثلاً افراد کا طرز زندگی ان کا بودو باش ، مذاہب ، ثقافت ، تمدن ، معاشرتی اقدار وروایات ، رسم ورواج ،مشترکہ دلچسپی کے امور ماحول شادی بیاہ کے رسومات ،طلاق ، اولاد کی تعلیم وتربیت کے اصول اور سیاسیات وغیرہ جبکہ ماہرین بشریات ان موضوعات کے علاوہ افراد کے خاندانی نظام اور ان کے حسب نسب اور آباؤ اجداد پر اور اگر انھوں نے ہجرت کر کے نقل مکانی کی ہے تو اس پر بھی اس کے علاوہ ان کے ارتقائی سفر پر بھی بحث کی جاتی ہے پھر یہ کہ اس

معاشرے نے بتدریج کس طرح سے ترقی کے مراحل کو طے کیا جبکہ ماہرین بشریات تین موضوعات پر خاصی بحث کرتے ہیں جس میں ا۔ معاشرہ ۔ ۲۔ ثقافت ۔ ۳۔ اور ارتقاء شامل ہے اگر چہ انھی موضوعات پر تفصیلی تجزیہ کرنے سے وہ اس علم کی تفہیم اور وضاحت کرنے کے قابل ہوتے ہیں چونکہ علم بشریات ایک انتہائی وسیع موضوع اور شعبہ ہے لہٰذا اس کے مختلف موضوعات پر الگ الگ تفصیلی بحث کی جاتی ہے امریکہ میں اس علم کو عام طور پر چار حصوں میں تقسیم کر کے اس کے علیحدہ شعبے متعین کردئے گئے ہیں۔

ا۔ثقافتی بشریات۔

۲۔لسانی بشریات۔

۳۔علم آثار قدیمہ۔

۴۔اور طبعی بشریات۔

یہ تمام وہ شعبے ہیں جو کے خصوصی توجہ اور مطالعے کے متقاضی ہیں۔ ۳۴؎

۳۔آثاریات: Archaeology:

آثاریات سے مراد ایک ایسا علم کے جس میں ماضی سے لے کر عصر حاضر تک انسانی ثقافت اور طرز عمل کا سائنسی مطالعہ کیا جاتا ہے علم آثاریات میں سابقہ انسانی معاشروں کی باقیات کا تجزیہ کرتے ہوئے گزشتہ انسانی اقدار کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے ان باقیات میں انسانی فوسلز (ہڈیاں) تعمیرات اور انسانی دست کاری کے نمونے ، ہتھیار ، اوزار ، برتن اور زیورات کا مطالعہ کر کے انسانوں کے سابقہ طرز زندگی اور طور طریقوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے یہ بشریات کا ایک اہم شعبہ تصور کیا جاتا ہے ،ماہرین اپنی تحقیق کو ماضی کے گم گشتہ معاشروں اور ان میں رونما ہونے والی طویل دورانیہ میں ہونے والی تبدیلیوں پر مرکوز رکھتے ہیں علم

آثاریات مورخین کے زیر بحث لائے ہوئے بہت سے موضوعات کا بھی تجزیہ کرتی ہے لیکن علم تاریخ کے برعکس اس میں زیادہ تر معلومات اشیاء کے مطالعے سے حاصل کی جاتی ہے علم آثاریات نے انیسویں اور بیسویں صدی کے ابتدائی دور میں ایک باقاعدہ شعبے کی صورت اختیار کی اس زمانے میں بیشتر آثاریاتی کام یورپ ،جنوب مغربی ایشیاء اور امریکہ کے کچھ علاقوں تک ہی محدود تھا جبکہ آج کے ماہرین آثاریات دنیا کے کونے کونے میں انسانی ثقافت کے بکھرے ہوئے عظیم ورثے پر سائنسی مطالعہ کر رہے ہیں۔۳۵ ۔

۴۔لسانیات: Linguistics:

لسانیات دراصل زبان کے سائنسی مطالعے کا نام ہے جس میں زبان کی تشریحات اور احیاء اور اس میں ہونے والی تبدیلیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے اس کے ساتھ ہی دو زبانوں کے درمیان تعلق بھی لسانیات کے ضمن میں آتا کچھ ماہرین لسانیات زبان کا مطالعہ فکری عمل جبکہ کچھ زبان کو سمجھنے کی ہمہ گیر انسانی صلاحیت کے کھوج اور ثقافتی سیاق وسباق کے طور پر کرتے ہیں زبان کا مطالعہ کرنے کے کئی طریقے موجود ہیں لیکن بیش تر نکتہ ہائے نظر کا تعلق لسانیات کی دو بڑی شاخوں سے ہے ا۔ بیانی شاخ۔ ۲۔تقابلی شاخ۔

ا۔ بیانی شاخ:

اس میں زبان کا مطالعہ تجزیے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے بیانی لسانیات کی ٹیکنیکس جرمن امریکی ماہر بشریات فرانز بوآس اور امریکی زبان دان ڈان ایڈورد اسپائیر نے 1900ء کی دہائی کے اوائل میں کیا ان کا مقصد دیسی امریکی زبانوں کا تجزیہ کرنا تھا۔

۲۔تقابلی لسانیات:

یہ تحریری ریکارڈ کے ذریعے مختلف زبانوں کے ماخذ اور ان کے مابین تعلق داری کے مطالعے کا

نام ہے 1786ء میں برطانوی محقق سر ولیم جونز نے دعوی کیا کے سنسکرت ، یونانی اور لاطینی زبانیں آپس میں رشتے دار ہیں جبکہ ان کا ماخذ بھی مشترک ہے اس نے تینوں زبانوں میں مشترک آوازوں اور مفاہیم کو اپنے دعوی کی بنیاد پر بیان کیا مثلاً سنسکرت زبان میں بھرتر (بھائی) لاطینی کے لفظ Frater اور یونانی کے لفظ Phrater سے مشابہہ ہے جس نے انگریزی میں Brother کی شکل اختیار کی ۔

تقابلی ماہرین لسانیات کے مطابق کسی زبان میں مخصوص بنیادی الفاظ وقت کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتے کیونکہ لوگ بازو، آنکھ اور ماں جیسے الفاظ کے لئے نئے الفاظ متعارف کروانے سے گریز کرتے ہیں یہی نہیں بلکہ لسانیات کے شعبے نے دیگر نظام ہائے فکر سے بھی تھیوریز اور طریقہ ہائے کار مستعار لئے ہیں مثلاً سماجی لسانیات ،نفسیاتی لسانیات ، کمپیوٹری لسانیات ، اطلاقی لسانیات ، بشریاتی لسانیات ، نیورولسانیات ،فلسفیانہ لسانیات وغیرہ ۔

زبان سے متعلق قیاس آرائی کی کی تاریخ کافی قدیم اور ہزاروں برس پرانی ہے قدیم یونانی فلسفیوں نے زبان کے ماخذ ، اشیاء ، ان کے نام اور ان کے درمیان تعلقات پر اظہار خیال پیش کیا ہندوستان میں مذہب نے تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل مطالعہ زبان کی تحریک مہیا کی جبکہ ہندو پجاریوں کا یہ ماننا ہے کے 1000 برس ق م میں ویدک دور کے بعد سے ویدوں کی زبان تبدیل ہوئی تقریباً 400ق م کے ایک ہندوستانی ماہر انشا پرداز پانینی نے اپنی مشہور کتاب ' اشٹ ادھیایہ' میں ہندوستان کی قدیم زبان سنسکرت کے اصول بیان کئے ۔ رومنوں نے یونانی گرامر کو بطور ماڈل اپنایا اسی طرح سے زبان کے درست اور بلیغ استعمال کے حوالے سے سسرو کے مقالے قابل ذکر ہیں تاہم اٹھارہویں صدی میں آکر سائنسی انداز میں زبان کی تحقیق اور مطالعہ عمل میں آیا،سترہویں اور اٹھارہویں صدی کے دوران فرانسیسی

اور انگریزی جیسی جدید زبانوں نے مغرب میں لاطینی زبان کی جگہ لی ،انیسویں صدی میں یورپی ماہرین لسانیات نے صوتیات پر اپنی توجہ مرکوز کی اس کے ساتھ ہی انھوں نے تحریر پر بھی تحقیق کی یہی نہیں بلکہ انھوں نے دیگر زبانوں کے باہمی تعلقات میں تبدیلیوں پر بھی غور کیا پھر بیسویں صدی میں ماہرین نے غیر تحریری زبانوں کو بھی مطالعہ میں شامل کیا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ماہرین لسانیات و بشریات دیسی شمالی امریکیوں کی تیزی سے نابود ہوتی ہوئی زبانوں کے مطالعے میں لگ گئے ان میں سے زیادہ تر زبانیں تحریری نا ہونے کی وجہ سے محققین تاریخی طریقہ استعمال نہ کر سکے لہٰذا فرانز بوآس اور ایڈورڈ سیپر نے نئی ٹیکنیکس وضع کیں جیسے ساختیات یا اسٹریکچرازم نامی تھیوری بیانی لسانیات کی ہی ایک اہم شاخ ہیں جس میں زبان کو نہایت منظم ساخت کا حامل ایک نظام خیال کیا جاتا ہے ساختیات کا آغاز سوئس ماہر لسانیات فرڈینڈ ساسر کی کتاب "Course in General Linguistics"(1916ء) کی اشاعت کے ساتھ ہوا اس کتاب کو جدید لسانیات کی بنیاد بھی کہا جاتا ہے اسی طرح سے 1926ء میں لنگوسٹک سرکل آف پراگ کی بنیاد رکھی گئی لہٰذا پراگ سرکل نے علم اصوات کے شعبے کو ترقی دی اور یہ بتایا کہ دنیا کی زبانوں میں اصوات کے ہمہ گیر اوصاف ایک منظم انداز میں باہمی تعلق رکھتے ہیں انھوں نے کہا کے لسانیاتی تحلیل کی توجہ کا مرکز آوازوں کا امتیازی پن ہونا چاہئے نا کے باہمی اشتراک کا انداز مثلاً عربی بولنے والا شخص پوپے شہر کا نام ایک ہی طریقے سے بولے گا،بیسویں صدی کے اواخر میں ماہرین لسانیات نے گرامر کی اصطلاح تحت الشعور میں موجود لسانی نظام کے حوالے سے استعمال کی

جو لوگوں کو لامحدود تعداد میں جملے بولنے اور سمجھنے کے قابل بناتا ہے چنانچہ گرامر لسانی استعداد کی وجہ ہے تاہم کچھ ماہرین اس فریم ورک کے اندر جانوروں کی ابلاغی صلاحیتوں کا بھی مطالعہ کررہے ہیں۔۳٦ ۔

حوالہ کتب:

۱۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۰۔

۲۔سورہ ص۔آیت۔۷۱۔

۳۔سورہ الحجر۔آیت۔۲۸۔۲۹۔

۴۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۱۔

۵۔سورہ ص۔آیت۔۷۱۔

٦۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۰۔

۷۔سورہ الحجر۔آیت۔۲۸۔

۸۔سورہ النساء۔آیت۔۱۔

۹۔سورہ آل عمران۔آیت۔۵۹۔

۱۰۔سورہ الحجر۔آیت۔۲۹۔

۱۱۔سورہ النساء۔آیت۔۱۔

۱۲۔سورہ النساء۔آیت۔۱۔

۱۳۔سورہ النباء۔آیت۔۸۔

۱۴۔سورہ الفرقان۔آیت۔۵۴۔

۱۵۔سورہ روم۔آیت۔۲۱۔۲۲۔

۱٦۔الجامع الاحکام القرآن۔علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی (متوفی ٦٦۸ ھ) مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

۱۷۔اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔۱۰۷۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۵ء۔

۱۸۔روح القرآن۔خورشید عالم وگوہر قلم۔پبلشرز الفیصل لاہور۔۲۰۰۳ء۔

۱۹۔سورہ یونس۔آیت۔۱۹۔

۲۰۔سورہ الانبیاء۔آیت۔ ۹۲۔
۲۱۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔جلد۔دوم۔ص۔۱۵۵۹۔پبلیشرز الفیصل لاہور۔
۲۲۔سورہ العنکبوت۔آیت۔ ۱۴۔
۲۳۔سورہ الصفٰت۔آیت۔ ۷۷۔
۲۴۔سورہ الصفٰت۔آیت۔ ۸۳۔
۲۵۔سورہ الحدید۔آیت۔۲۶۔
۲۶۔سورہ انعام۔آیت۔ ۸۴۔۸۸۔
۲۷۔سورہ ہود۔آیت۔ ۴۵۔
۲۸۔سورہ الذاریات۔آیت۔۴۶۔
۲۹۔سورہ نوح۔آیت۔ ۲۵۔
۳۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔ ۲۰۶۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۱۔روزنامہ جنگ۔اشاعت۔ ۲۰،نومبر، ۲۰۱۷ء۔
۳۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔ ۲۰۶۸۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔ ۲۰۷الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔ ۴۵۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔ ۱۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔ ۱۸۲۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

باب (۳)

سام بن نوح

سام بن نوح کو قصص الانبیاء (ثعلبی) میں قطعی طور پر حضرت نوح کا پہلا بیٹا بیان کیا گیا ہے، سام حضرت نوح علیہ السلام کے چہیتے بیٹے تھے اوران کی دعائیہ برکت میں شریک بھی تھے حضرت نوح نے مرتے وقت انھیں اپنا جانشین مقرر کیا سام کی زوجہ صلیب حضرت نوح کے دوسرے بیٹوں کی بیویوں کی طرح قیس بن آدم کی نسل سے تھیں عربوں کو ہمیشہ سامی النسل بتایا جاتا ہے یعنی عرب سام کی اولادوں میں سے تھے جب حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا کی تقسیم اپنے بیٹوں کے درمیان کی تو سام کے حصے میں دریاے نیل، فرات، دجلہ، جیجون وسیجون کے درمیانی علاقے آئے جبکہ سام عرب میں ہی مقیم رہے۔[۱]

سام کے ایک بیٹے کا نام ارم تھا جو عاد کے دادا تھے اور جن کی اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی عاد دراصل ہود علیہ السلام کی قوم ہے اس قوم کا تعلق عرب کے قدیم قبائل سے ہے یہ لوگ عرب سے نکل کر بابل، یمن، شام، مصراورارض احقاف جوحضرموت کے شمال میں واقع ہے جس کے مشرق میں عمان ہے کے علاقوں میں سکونت اختیار کی یہاں انھوں نے طاقتورحکومتوں کی بنیاد ڈالی لیکن جب اس قوم میں غرور وتکبراور سرکشی عودآئی تو ان کی رہنمائی کے لئے حضرت ہود کو بھیجا گیا تا کہ انھیں دین اسلام کی تعلیمات سے آراستہ کیا جاسکے اگرچہ

قوم نوح کی غرقابی کے بعد اللہ تعالی نے انھیں زمین پر حکمرانی عطا فرمائی قوم 'عاد' کے افراد اونچے قد کاٹھ کے مضبوط اور توانا جسم کے مالک تھے فن تعمیر میں انھیں خاص دسترس حاصل تھی لہٰذا انھوں نے زمین پر بڑے اونچے محلات اور عمارتیں تعمیر کیں قرآن کریم میں انھیں عاد اولی کہا گیا اگرچہ یہ بات ثابت شدہ ہے کے قدیم قوم سام اور عاد اولیٰ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں عاد کا زمانہ دو ہزار قبل مسیح کا ہے یہ قوم اپنی مثال آپ تھی اور ستر شاخوں (نسلوں) پر مشتمل تھی یہ قوم موجودہ دنیا کی قدیم ترین تہذیب کی بانی بھی تصور کی جاتی ہے اس قوم کی حکمرانی جنوب مشرقی عرب کے دور دراز علاقوں پر بھی قائم تھی بعد میں جب یہ قوم مصر پر قابض ہوئی تو اس وقت ان کا بادشاہ شداد بن عاد تھا عرب مورخین انھیں امم بائدہ بھی کہتے ہیں یعنی ایسی قوم جو برباد ہوگئی اللہ تعالی نے اس قوم کو عزت و منزلت سے نوازا تو بجائے وہ اللہ کے اس احسان کے بدلے میں شکر گزاری کرتے انھوں نے اللہ کی زمین پر فتنہ فساد بپا کر دیا جس کے نتیجے میں قوم عاد پر بھی عذاب الٰہی آ گیا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ ۲؎

ترجمہ۔کیا تم نے نہیں دیکھا کے تمھارے رب نے اونچی عمارتوں والے عاد اور ارم کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

'ارم' سام بن نوح کے پانچویں بیٹے تھے جبکہ عاد و ثمود دونوں ارم کے ہی پوتے ہیں عاد کی اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی جن کی طرف حضرت ہود پیغمبر بنا کر بھیجے گئے انھیں عاد اولی بھی کہا جاتا ہے ان کی ہلاکت کے بعد اور حضرت ہود کے ساتھ بچ جانے والوں کو 'عاد ثانیہ' بھی کہتے ہیں سامی اقوام کی یہ شاخ اپنے جد اعلیٰ ثمود کی مناسبت سے قوم ثمود کہلائی

ثمود کا دارالحکومت 'حجر' تھا جسے آج کل مدائین صالح بھی کہتے ہیں اس قوم کا وصف یہ تھا کے یہ پہاڑوں میں گھر بناتے تھے اللہ تعالی نے ان کی جانب حضرت صالح کو بھیجا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداندی ہے!

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ - ۳

ترجمہ۔ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، کہا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہیں تمہارے رب کی طرف سے دلیل پہنچ چکی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے، سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے، اور اسے بری طرح سے ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑے گا۔

اس قوم نے حضرت صالح سے معجزہ طلب کیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انھیں ایک اونٹنی کا معجزہ دکھایا یہ اونٹنی اونچے ڈیل ڈول کی مالک تھی جب وہ کسی چراہ گاہ میں چرتی تو دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے اور جب وہ کسی کنویں سے پانی پیتی تو اس کنویں کا سارا پانی ختم ہو جاتا وادی القریٰ کے مکینوں کو دولت وثروت، قوت وحکمت سب کچھ حاصل تھا لیکن وہاں پانی کا ایک ہی چشمہ تھا لہٰذا وہ اس پانی کے کم ہونے کے خوف اور حرص میں مبتلا ہو گئے اور اونٹنی سے متعلق طرح طرح کی باتیں گھڑنے لگے۔

اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا دیکھو یہ نشانی تمھاری خواہش پر بھیجی گئی ہے اور یہ اللہ کا فیصلہ ہے کے یہ بھاری مقدار میں پانی کو پیتی ہے چنانچہ ایک دن اونٹنی اور اس

کے بچے کے لئے چشمے کا پانی مخصوص ہے تاہم اس دن قوم کا کوئی فرد یا یہاں کا کوئی جانور اس چشمے کا پانی استعمال نہیں کرے جبکہ ہفتے کے باقی دنوں میں قوم کے لوگ اور اان کے جانور اس چشمے کا پانی استعمال کریں۔

حضرت صالح کی قوم زیادہ عرصہ اس وعدے پر قائم نہ رہ سکی اور بلا آخر انھوں نے اونٹنی کے قتل کا منصوبہ بنایا اور قیدار بن سالف نے ایک دن موقع پاتے ہی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں جب حضرت صالح علیہ السلام کو اس واقع کا علم ہوا تو انھوں نے اس پر بے حد افسوس کا اظہار کیا۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں !

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ۔ ۴؎

ترجمہ۔ برت لو اپنے گھروں میں تین دن۔ یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ۔ ۵؎

ترجمہ۔ ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پکڑ لیا پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے، گویا کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے، خبردار! ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا تھا، خبردار! ثمود پر پھٹکار ہے۔

اللہ کا وعدہ سچ ثابت ہوا اور عذاب کے پہلے دن اس قوم کے چہرے زرد پڑ گئے دوسرے روز شدید خوف کے سبب ان کے چہرے سرخ ہو گئے، تیسرے دن کی دہشت کا یہ عالم تھا کے ان سب کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور تین دن کے بعد آل ثمود بجلی کی چمک اور کڑک

سے ہلاک کردی گئی سوائے حضرت صالح اوران پر ایمان لانے والے مومنین کے اور پکڑا ان ظالموں کو چنگھاڑ ، نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے جیسے کبھی رہے نہ تھے ان میں سن لو! ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے ثمود پر۔

قرآن کریم نے ثمود کو کھجور کی بوسیدہ تنے سے تشبیہ دی جو سوکھ کر جھڑ جاتی ہے اور جس کا برادہ ہوا میں اڑ جاتا ہے۔

اَلْحَاۤقَّةُ مَا الْحَاۤقَّةُ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۤقَّةُ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۔٦؎

ترجمہ۔قیامت، قیامت کیا چیز ہے، تمھیں کیا معلوم کے قیامت کیا ہے؟ ثمود اور عاد نے قیامت کو جھٹلایا تھا، سو ثمود تو سخت ہیبت ناک چیخ سے ہلاک کیے گئے، اور لیکن قوم عاد، سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کیے گئے، وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار چلتی رہی (اگر تو موجود ہوتا)، اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا کہ گھری ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں، کیا تمہیں ان کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں روایت ہے اس واقعہ کے بعد آپ فلسطین کے علاقے رملہ میں کچھ دن مقیم رہے اس کے بعد آپ ہجرت کرکے مکہ تشریف لائے جہاں آپ کا انتقال ہوا اور آپ کعبے کے مغربی سمت میں مدفون ہیں۔

آرامی قبائل: Arameans:

شمالی شام کے قبائل جو شمالی شامی زبان بولتے تھے گیارہویں صدی سے آٹھویں

صدی ق م میں شمالی شام کا علاقہ آرام کہلاتا تھا اس دور میں یہاں کے قبائل میسو پوٹیما (عراق) اور مشرق کی طرف دور دور تک پھیل گئے ان کے تاریخ کے ماخذ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔شمالی شام سے ملنے والے آرامی کتبے جو دسویں اور گیارہویں صدی قبل مسیح سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔آشوریوں کے دئے گئے ریکارڈ میں دئے گئے آرامیوں کے حوالے اور

۳۔عہد نامہ عتیق (بائیبل) کے حوالے۔

ان تمام حوالوں سے آرامیوں کی تاریخ سولہویں صدی ق م تک جاتی ہے بائبل کے مطابق یہ مشرقی لوگ قدوم کہلاتے تھے جو آرامی زبان بولتے تھے۔۷۔

بائبل میں ہے کہ ا حضرت نوح کے تین بیٹے ۔ا۔سام۔ ۲۔حام۔

۳۔ یافث۔ سے دنیا کی نسل چلی۔

بنی سام میں سے عیلام، اسور، ارفکسد، لوداور آرام پیدا ہوئے ۔۸۔

آرام آگے چل کر آرامی کہلائے 1375ق م کے وقت تک یہ لوگ دریائے فرات تک پہنچ چکے تھے کیونکہ طل الامرانہ سے ملنے والے خط میں، جو 1375ق م سے تعلق رکھتا ہے ان کی موجودگی ظاہر ہوتی ہے اس کے پچاس سال بعد یہ لوگ دریائے دجلہ تک بھی جا پہنچے لیکن آشوریوں نے انھیں پسپا کر دیا تیرہویں صدی ق م میں آشوریوں نے ان پر دوبارہ حملہ کیا آشوری بادشاہ تگلت پلاسر اول (ق 1116۔م تا 1076 ق م) نے ان پر اٹھائیس حملے کئے تاہم گیارہویں صدی ق م کے آخر تک آرامیوں نے دریائے فرات کے ارد گرد بت ادینی کی ریاست قائم کی اس کے بعد طل حلف اور بت ہلوپ کی ریاستیں بھی قائم ہوئیں 1030ق م میں مشرقی آرامیوں نے میسو پوٹیمیا اور دوسری آرامی ریاستوں کے ساتھ

مل کر اسرائیل کی سلطنت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا لیکن حضرت داؤد نے انھیں تین جنگوں میں شکست دی۔ حضرت داؤد کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام (تخت نشینی 973 ق م سے 936 ق م تک) نے اپنی سرحدوں کو وسعت دی اور آرامیوں کو شکست دیتے ہوئے بت ادینی تک قبضہ کرلیا اور تدمیر تک بڑھتے چلے گئے لیکن آرامی بادشاہ ریزن کے بیٹے بن ہدو دوم نے اپنی کوششیں جاری رکھیں، بن ہدوم دوم کے ساتھ اخیاب شاہ اسرائیل نے صلح کر لی اسد رلان کے میدان میں بن ہدو مجبور ہوکر آخیاب کے سامنے جھک گیا تاہم اس نے اپنے حملے جاری رکھے اور آخیاب کے مرنے کے بعد اردن کے اطراف میں اس کا عمل دخل بڑھ گیا۔

گیارہویں صدی قبل مسیح میں آرامی نا صرف شام بلکہ وسطی اور زیریں فرات اور بابل تک پھیل چکے تھے نویں صدی ق م تک بابل سے ساحل سمندر تک کا تمام علاقہ آرامیوں کے تحت آ گیا جنھیں مشترکہ طور پر کلدانی کہا گیا، آشوری بادشاہ آشور نصر پال دوم

(تخت نشینی 834 ق م سے 856 ق م تک) نے بت باہیانی کا علاقہ واپس کرلیا شالما نصر سوم نے 856 ق م میں بت ادینی کا علاقہ اپنے قبضے میں کرلیا 853 ق م کار کر کے مقام پر آرامیوں ،فنیقیوں اور اسرائیلیوں کے متحدہ محاذ کے خلاف لڑا اور 838 ق م میں وہ فرات کے اردگرد کے علاقے واپس حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

آخیاب سے تقریباً ایک صدی بعد اسرائیل اور دمشق کے درمیان جنگیں ہوئیں تگلت پلاسر سوم نے ارفاد کا علاقہ اپنے قبضے میں کیا جو آرامیوں کا مرکزی شہر تھا اور سارگن دوم کے حملوں سے 720 ق م میں مغرب کی طرف آرامیوں کا عمل دخل ختم ہوگیا۔

زیریں فرات کے آرامیوں نے اپنی آزادی کو کافی عرصے تک برقرار رکھا ایک کلدانی بادشاہ میردوچ بلدان نے 722 ق م سے 710 ق م تک بابل پر حکومت کی اس کے

مرنے کے بعد آشوریوں نے تقریباً اکیس لاکھ آرامیوں کو جلا وطن کرتے ہوئے 689 ق م میں بابل پر قبضہ کیا تاہم 625 ق م میں کلدانی جرنیل نابو پلاسر نے خود کو بابل کا شہنشاہ کہلانا شروع کیا اور میڈیوں اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر آشوریوں کو مار بھگا یا اس نئی بابلی سلطنت میں کلدانیوں، آرمینوں اور بابلیوں نے نمایاں طور پر حکومت کیں۔

انھی لوگوں نے سب سے پہلے زبان کو وسعت دی اور فونیقی رسم الخط کو موجودہ رسم الخط کے قابل بنایا۔ بابلیوں اور آشوریوں کے ساتھ ملنے جلنے کے باوجود آرامیوں کا الگ مذہب تھا اور ان کے دیوی دیوتا بھی الگ تھے ان کا سب سے بڑا دیوتا ہدد یارمن تھا جس کا سب سے بڑا معبد دمشق میں تھا ان کی سب سے بڑی یوی کا نام عتار گتی تھا اس کا معبد شام میں ہیرا پولس میں تھا اس کے علاوہ بابلی چاند دیوتا سن، عقل کے دیوتا نابو، سورج دیوتا شمس، دیوتاؤں کے دیوتا ایل اور جنگ کے دیوتا ریشف کی پوجا کیا کرتے اگرچہ ان کی کوئی الگ تہذیب اور ثقافت نہ تھی بلکہ وہ بابلیوں، سمیریوں، فونیقیوں اور آشوریوں کی ثقافت میں گھل مل گئے تھے۔۹۔

آخیاب، سلطنت اسرائیل کا ساتویں بادشاہ تھا یہ عمری کا بیٹا اور آخزیاہ کا باپ تھا آخیاب 918ق م میں تخت نشین ہوا اس کا نام مشاہیر تاریخ میں شمار کیا جاتا ہے اس کے زمانے میں اسرائیلی سلطنت میں بت پرستی عام ہوئی تاہم بت پرستی کو تحریک دینے اور اسے عام کرنے میں اس کی بیوی ایزبل جو فنیقی بادشاہ کی بیٹی تھی وہ پیش پیش تھی ایزبل فنیقیوں کے دیوتا بعل زبول کی پوجا کو نا صرف ترقی دے رہی تھی بلکہ اس نے سمرون میں جو اسرائیل کا پایہ تخت تھا ایک مذبح اور ہیکل بھی اسی دیوتا کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ آخیاب نے صرف 22 برس حکمرانی کی اور 898 ق م میں وہ ایک جنگ میں مارا گیا تو اریخ بائیبل میں آخیاب کے

دور میں (ایلیا) یعنی حضرت الیاس علیہ السلام نبی تھے اور انھوں نے آخیاب کو اس بت پرستی کی لعنت سے بار بار روکا لیکن وہ بعض نا آیا لہٰذا حضرت الیاس علیہ السلام نے آخیاب کو بارش نا ہونے کی بددعا دی جس کے سبب تین سال مکمل خشک سالی رہی اس کے بعد خدا نے بارش برسائی اور یوں ایلیا کو اخیاب پر فتح حاصل ہوئی لیکن ایزبل کے غیظ وغضب نے ایلیا (حضرت الیاس علیہ السلام) کو ہجرت پر مجبور کر دیا اور وہ وادی سینا کی وادیوں کی طرف چلے گئے۔۱۰؎

آمونی: **Ammonites:**

قدیم سامی لوگ جو شامی صحرا اور موجودہ اردن میں دریائے اردن کے درمیانی خطے میں آباد تھے کتاب پیدائش 1938ء کے مطابق! وہ لوط کے بیٹے بن عمی کی اولاد اور موآبیوں کے قرابت دار تھے آمونی تہذیب کا آغاز تیرہویں صدی ق م میں ہوا اور یہ چھٹی صدی عیسوی تک قائم رہی آمونیوں کا مرکزی شہر ربہ عمون (موجودہ عمان) تھا اسرائیلی اکثر ان کے ساتھ برسر پیکار رہتے یہودا اور اسرائیل کے بادشاہ داؤد نے آمونیوں کی سرکوبی کی اور انھیں جبری مشقت پر لگا دیا 721 ق م میں اسرائیل کی بادشاہت کو زوال آنے کے بعد آمونی دریائے اردن کے مشرق کی طرف آباد ہو گئے چھٹی صدی ق م میں خود مختار آمونی ریاست موجود نہ تھی۔ پہلی صدی ق م میں ان کا علاقہ رومن سلطنت میں شامل کر لیا گیا اور تیرہویں صدی میں وہ عرب قبائل میں ضم ہو گئے تاہم آمونیوں کی زبان عبرانی تھی۔۱۱؎

سامی زبانیں: **Semitic:**

سامی زبانوں میں آرامی، عبرانی، امہاری، اشوری، بابلی، اکادی، فنیقی اور عربی زبانیں شامل ہیں۔

آرامی زبان: Aramaic Language:

آرامی زبان کو سامی یا سریانی زبان بھی کہتے ہیں جیسا کے تمام ماہرین بشریات اور آثاریات کا یہ ماننا ہے کے تمام نسل انسانی چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے تینوں بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولادوں سے ہیں لہٰذا ان میں سے سام کی اولادیں جو کے سامی النسل کہلاتی ہیں وہ افرادعرب، ایشیاء کوچک، عراق، شام، فلسطین، اور فونیشیاء میں پھیل گئیں ان تمام ممالک کی زبان کو سامی زبان کہتے ہیں سامی زبان میں فونیقی آشوری، کلدانی، عبرانی، بابلی اورحطی زبانیں شامل ہیں سامی زبان زیادہ تر ملک شام میں بولی جاتی شام کو دمشق کی خوبصورتی اور زرخیزی کی وجہ سے ارم یعنی بہشت کہا جاتا ہے اسی لئے سامی زبان کوسریانی یا آرامی زبان بھی کہا جاتا ہے۔

اخ (بھائی) بال (آقا) کلب (کتا) وباب (مکھی) زر (بیج) رس (سر) عین (آنکھ) لسان (زبان) سینن (دانت) سیمی (آسمان) لیلہ (رات) مائع (پانی) بیت (گھر) سلم (امن) اسم (نام)۔

آرامی رسم الخط: Aramic mode of writing:

انسان نے پیغام رسانی کے لئے سب سے پہلے مصوری کا سہارا لیا لہٰذا وہ جو بات کرنا چاہتا تھا اسے اس نے تصوری شکل دی لیکن یہ تصوری رسم الخط اظہار اوراس کے اندر چھپے وسیع معانی اور مطالب کے لئے ناکافی تھا مثلاً ہاتھ کی تصویر تو بن سکتی تھی لیکن ہاتھ کے درد کی نہیں لہٰذا اس گھمبیر مسئلے کا حل مشرق وسطی کی ایک قوم فنیقی نے نکالا انھوں نے مصر کی تصویری رسم الخط کو حروف ابجد میں تبدیل کیا مثلاً بیل کے سر کو پہلا حرب (الف) قرار دیا گیا اور گھر (ب) قرار دیا گیا ایسے ہی حروف سے آرامیوں نے ایک رسم الخط کا اجراء کیا یہ رسم الخط تقریباً

ایک ہزار سال ق م میں فنیقیوں کے رسم الخط سے اخذ کیا گیا اس میں 22 حروف ابجد تھے لہٰذا بعد میں اسی رسم الخط نے ترقی کی اور عربی اور فارسی رسم الخط کی صورت اختیار کی۔

رسول اللہ ﷺ نے شاہ مقوقس (مصر کا بادشاہ تھا) اس کو جو مراسلہ ارسال کیا وہ اسی تبدیل شدہ آرامی عربی رسم الخط میں لکھا گیا اس سے بہت پہلے یہ خط بین الاقوامی تجارت کا حصہ بن چکا تھا اس رسم الخط کے کتبے ایشیائے کوچک سے دستیاب ہوئے۔ مصر سے ملنے والے چمڑے کے نوشتوں کی عبارت بھی اسی رسم الخط میں تحریر ہے ایرانی بادشاہ جمشید کے پایہ تخت سے ملنے والے کھنڈرات سے ملنے والی تختیوں، نوشتوں، کتبوں اور برتنوں پر جو عبارتیں درج ہیں وہ بھی اسی رسم الخط میں ہیں اس کے قدیم ترین نمونے ہخامنشی بادشاہ بغکرت کے بیٹے بغ دات کے سکوں پر محفوظ ہیں بغ دات کو سکندر اعظم نے 323 ق م میں فارس پر تسلط کے بعد اس کے عہدے پر بحال رکھا تھا اس کے دو کتبے ٹیکسلا اور دریائے کابل کے قریب جلال آباد (تھمان) سے بھی ملے ہیں آرامی رسم الخط قدیم ترین اور بنیادی رسم الخط شمار کیا جاتا ہے۔ ۱۲ ؎

عبرانی زبان: Hebrew:

عبرانی ایک سامی زبان ہے جو کے عبری یا اسرائیلی لوگوں نے سرزمین کنعان (فلسطین میں دریائے اردن کے مغرب کی طرف) پر تصرف پاتے وقت اختیار کی عبرانی کو کنعانی اور یہودیائی زبان بھی کہتے ہیں بائیبل میں یہی زبان استعمال کی گئی پھر آہستہ آہستہ قدیم عبرانی کی جگہ تیسری صدی عیسوی میں مشنہ (Mishnaic) عبرانی نے لی۔ جدید عبرانی انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران قدیم زبان سے نکلی ہے زیادہ تر عہد نامہ عتیق کی اصل زبان بارہویں تا دوسری صدی ق م میں بولی جاتی رہی چونکہ کنعان سے فنیقیا کا خطہ منسلک تھا

لہٰذا یہ گمان غالب ہے کہ عبرانی زبان اپنی ابتداء میں فنفیقی زبان جیسی ہی ہوگی تاہم اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ عبرانی اپنی دیگر زبانوں کی شاخ کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کی حامل زبان ہے یہی نہیں بلکہ تیسری صدی ق م میں فلسطین کے یہودی آرامی زبان بولا کرتے پھر جب انیسویں صدی عیسوی میں یہودی فلسطین میں آباد ہوئے تو انھوں نے عبرانی زبان کا استعمال شروع کیا جبکہ جدید عبرانی جس کو "Ivrit" بھی کہا جاتا ہے 1948ء میں اسرائیل کی سرکاری زبان قرار دی گئی اس زبان کے 22 حروف تہجی ہیں اور یہ بائیں سے دائیں جانب لکھی جاتی ہے۔ ۱۳؎

عربی زبان: Arabic:

عربی زبان مراکش سے لے کر عراق تک بولی جاتی ہے مسلمان اس زبان کو ایک مقدس زبان سمجھتے ہیں جس کی بڑی وجہ شاید یہ ہے کے قرآن کریم بھی اسی زبان میں نازل ہوا لہٰذا دنیا بھر کے مسلمان اس زبان سے خاصی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں 622ء میں جب اسلام دنیا بھر میں غالب ہوا تو عربی زبان تمام مروج سامی زبانوں میں سب سے زیادہ معروف زبان سمجھی جاتی تھی اس زبان کا تعلق عبرانی ،امہاری اور آرامی سے ہے،عربی زبان کی ابتدائی کندہ تحریروں کا تعلق چوتھی صدی عیسوی سے ہے یہی نہیں بلکہ عربی کا رسم الخط آرامی سے ماخوذ ہے۔ ۱۴؎

حام بن نوح: Ham:

حام بن نوح کے حوالے سے مورخین یہ لکھتے ہیں کے طوفان عظیم کے موقع پر وہ اپنے والد حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے پھر جب دنیا کی زمین کی تقسیم عمل میں آئی تو حام کے حصے میں دریائے نیل سے مغرب کا علاقہ (افریقہ) آیا جبکہ ایک

دوسری روایت کے مطابق! حضرت نوح کے یہ صاحبزادے گہری سیاہ رنگت اور گھنگھریالے بالوں والے تھے اور انھیں حضرت نوح کی یہ بد دعا بھی تھی! سب پیغمبر سام کی اولاد سے ہوں گے جبکہ تمام بادشاہ یافت کی اولاد سے اور حام کی اولاد ان سب کی خدمت گزاری کرے گی۔ تورات کی رو سے حام کے چار بیٹے تھے۔ا۔ مصرایم ۔۲۔ فوط ۔۳۔ کنعان ۔۴۔کش یا (کوش) حام کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کےوہ جوانی میں ہی انتقال کرگئے جبکہ ان کی قبر کے حوالے سے یہ روایت بھی مشہور ہے کے حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک مرتبہ ان کی قبر پر'قم باذن اللہ' پکار کر انھیں کچھ عرصے کے لئے زندہ بھی کیا تھا اور انھوں نے زندہ ہوکر حضرت عیسیٰ کوطوفان نوح کا واقعہ بیان کیا تھا۔۱۵۔

تاریخ میں حام بن نوح کی نسل کو حامی النسل یعنی'حبشی' بھی کہا جاتا ہے۔

محققین کے مطابق حام کے بیٹوں کا قبائلی شجرہ نسب چونکہ نمرود کوش سے ماخوذ ہے کتاب پیدائش کے باب دس میں درج روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے حامیوں کا آغاز افریقہ (حام کے بیٹوں کا گھر) سے ہوا اور انھوں نے دو ہجرتیں کیں۔

ا۔پہلی ہجرت جنوب عرب سے میسوپوٹامیا کی طرف ۔ ۲دوسری ہجرت مصر سے سرزمین کنعان کی طرف اور اس سے آگے شام کی جانب۔

نمرود: Namrood:

قدیم کتب تاریخ میں نمرودکو حام کا بیٹا بتایا گیا ہے جبکہ بائبل کی 'کتاب پیدائش' میں نمرود ایک ایسا ظالم اور جابر کردار ہے جس نے روئے زمین پر ظلم و جبر کا بازار گرم کیا اسے تاریخ میں شکاری سورما کے نام سے بھی جانا جاتا ہے یہ حام کا بیٹا جبکہ نوح کا پوتا تھا جس کی تخلیق کردہ سلطنت میں جنوبی میسوپوٹامیا کے وسیع علاقے شامل تھے اگرچہ نمرود کی شناخت

پر کافی اختلاف رائے بھی پایا جاتا ہے لیکن اسے میسو پوٹامیائی دیوتا خورتا ،گل گامش اور بادشاہ شمسی عداد اول کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے ۔جان ملٹن کی ’ گمشدہ بہشت‘ میں نمرود ایک مطلق العنان ، ظالم ، جابر ،آمر اور لاقانون فرد کی حیثیت سے جانا جاتا ہے اس نے بابل میں ایک ایسا مینار تعمیر کروانا چاہا جس کی اونچائی آسمان تک ہو لیکن خداوند نے نمرود کے اس تکبر کی اسے سزا دی اور نسل انسانی کو مختلف زبانیں بولنے کی لعنت میں مبتلا کر دیا جیسے وہ خود بھی آپس میں نہ سمجھتے اس داستان میں نمرود کے مقبرے کو دمشق میں بتایا گیا ہے ۔۱۶۔

وادی نیل میں تہذیب (جوشینار کے میدان کی تہذیب کے کئی زمانے قبل کی تھی)اس کی قدامت ان ابتدائی ہجرتوں کو مغرب سے مشرق کی جانب خیال کرنے کے حق میں بھاری دلائل موجود ہیں اور فراقی افراد کے مقبرے اور روایات انھیں اپنی ثقافت کے ڈانڈے مشرقی افریقی ماخذ کے ساتھ ملاتے ہوئے دکھاتے ہیں یہ بات بھی کافی قرین از قیاس ہے کے کتاب پیدائش میں داستانی ہیرو مرموداور یونانیوں کے یہاں بیلس لقب کے حامل بادشاہ کے لوگ مشرقی افریقہ سے آئے اور دجلہ فرات کی وادی سے گزر کر عرب جا پہنچے ۔کتاب پیدائش کے مطابق! حام کے ایک بیٹے کا نام کش تھا جبکہ اہل ایتھوپیا کا اجد امجد بھی یہی کش تھا.

حوالہ کتب:

۱۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا ۔مرتب ۔قاسم محمود۔جلد۔اول ۔ص ۔۱۰۰۷۔الفیصل پبلیشرز ۔لاہور ۲۰۰۵ء۔

۲۔سورہ فجر ۔آیت ۔۶۔۷۔

۳۔سورہ اعراف ۔آیت ۔ ۷۳۔

۴۔سورہ ہود ۔آیت ۔ ۶۵۔

۵۔سورہ ہود ۔آیت ۔۶۷۔۶۸۔

۶۔سورہ الحاقہ ۔آیت ۔۱۔۸۔

۷۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب پیدائش۔ص۔۱۔۲۹۔مرتب۔بائبل سوسائٹی لاہور۔
۸۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب پیدائش۔ص۔۲۲۱۔مرتب۔بائبل سوسائٹی لاہور۔
۹۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔قاسم محمود۔جلد۔اول۔ص۔۱۴ الفیصل پبلیشرز۔لاہور ۲۰۰۵ء۔
۱۰۔سلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔قاسم محمود۔جلد۔اول۔ص۔۱۳ الفیصل پبلیشرز۔لاہور ۲۰۰۵ء۔
۱۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۵۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۲۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔قاسم محمود۔جلد۔اول۔ص۔۳۹۔۱۴ الفیصل پبلیشرز۔لاہور ۲۰۰۵ء۔
۱۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۳۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۳۸۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۵۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔۸۱ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۲۰۸۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

باب (۴):

یافث بن نوح

Japheth

یافث بن نوح حضرت نوح کے صاحبزادے ہیں اور طوفان نوح کے وقت کشتی میں سوار مومنین کی ایک جماعت میں آپ بھی شامل تھے جب حضرت نوح علیہ السلام نے پوری دنیا کی زمین اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کی تو یافث بن نوح کے حصے میں ایشیاء کی سرزمین آئی اسی حوالے سے عبدالرزاق اپنی کتاب التفسیر میں لکھتے ہیں یاجوج وماجوج عجیب وغریب طرز معاشرت رکھنے والے روس اور شمالی چین کے جنگلی قبائل کا مجموعہ تھے جو تاریخ میں تاتاری، منگول، ہن، سیتھیئن وغیرہ کے ناموں سے جانے جاتے ہیں جن کا تعلق حضرت نوح کے بیٹے یافث بن نوح کی نسل سے ہے۔[1]

ذوالقرنین (اللہ کے بندوں کا مددگار اور اللہ کے قوانین کے نفاذ کی ہر ممکن کوشش)

سورہ کہف میں ذوالقرنین کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہیں!

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۔ ۲؎

ترجمہ۔اے محمد ﷺ ، یہ لوگ تم سے ذُوالقرنین کے بارے میں پُوچھتے ہیں،ان سے کہو میں اس کا کچھ حال تم کو سُناتا ہوں۔

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ۔ ۳؎

ترجمہ۔ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کیا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے۔

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۔ ۴؎

ترجمہ۔اس نے (پہلے مغرب کی طرف ایک مہم کا) سروسامان کیا۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۔ ۵؎

ترجمہ۔حتیٰ کے جب وہ غروبِ آفتاب کی حد تک پہنچ گیا،تو اس نے سُورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا اور وہاں اُسے ایک قوم ملی، ہم نے کہا اے ذوالقرنین! تجھے یہ مقدرت بھی حاصل ہے کے ان کو تکلیف پہنچائے اور یہ بھی کے اِن کے ساتھ نیک رویّہ اختیار کرے۔

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۔ ۶؎

ترجمہ۔اس نے کہا جو ان میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹایا جائے گا اور وہ اسے اور زیادہ سخت عذاب دے گا۔

وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ اِۨلْحُسْنٰى وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۔ ۷؎

ترجمہ۔اور جو ان میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اُس کے لیے اچھی جزا ہے اور ہم اس کو نرم احکام دیں گے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۔ ۸؎

ترجمہ۔ پھر اُس نے (ایک دُوسری مہم کی) تیاری کی۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰى قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلْ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا ۔۹۰

ترجمہ۔ یہاں تک کے طلوعِ آفتاب کی حد تک جا پہنچا وہاں اس نے دیکھا کے سُورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لیے دُھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا ہے۔

كَذٰلِكَ وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا ۔۹۱

ترجمہ۔ یہ حال تھا اُن کا اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا اُسے ہم جانتے تھے۔

ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ۔۹۲

ترجمہ۔ پھر اس نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيۡنَ السَّدَّيۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ قَوۡلًا ۔۹۳

ترجمہ۔ یہاں تک کے جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی۔

قَالُوۡا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ اِنَّ يَاۡجُوۡجَ وَ مَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَهَلۡ نَجۡعَلُ لَكَ خَرۡجًا عَلٰٓى اَنۡ تَجۡعَلَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَهُمۡ سَدًّا ۔۹۴

ترجمہ۔ اُن لوگوں نے کہا! اے ذوالقرنین، یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام لیے دیں کے تُو ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند تعمیر کر دے؟

قَالَ مَا مَكَّنِّىۡ فِيۡهِ رَبِّىۡ خَيۡرٌ فَاَعِيۡنُوۡنِىۡ بِقُوَّةٍ اَجۡعَلۡ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ رَدۡمًا ۔۹۵

ترجمہ۔ اُس نے کہا جو کچھ میرے ربّ نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے، تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں۔

اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ قَالَ انۡفُخُوۡا حَتّٰۤی
اِذَا جَعَلَہٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَیۡہِ قِطۡرًا ۔۱۵؂

ترجمہ۔ مجھے لوہے کی چادریں لا کردو آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کے اب آگ دہکاؤ حتیٰ کے جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سُرخ ہوگئی تو اس نے کہا لاؤ، اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا۔

فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ یَّظۡہَرُوۡہُ وَ مَا اسۡتَطَاعُوۡا لَہٗ نَقۡبًا ۔۱۶؂

ترجمہ۔(یہ بند ایسا تھا کے) یاجوج و ماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آسکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لیے اور بھی مشکل تھا۔

قَالَ ہٰذَا رَحۡمَۃٌ مِّنۡ رَّبِّیۡ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ جَعَلَہٗ دَکَّآءَ ۚ وَ کَانَ وَعۡدُ
رَبِّیۡ حَقًّا ۔۱۷؂

ترجمہ۔ ذوالقرنین نے کہا یہ میرے ربّ کی رحمت ہے مگر جب میرے ربّ کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ اس کو پیوندِ خاک کر دے گا اور میرے ربّ کا وعدہ برحق ہے۔

حضرت ذولقرنین علیہ السلام

علماء کرام کی ایک بڑی تعداد کا اس بات پر اتفاق ہے کے ذولقرنین اللہ کے برگزیدہ نبی تھے جن کو اللہ تعالی نے زمین میں اقتدار اور اختیار عطا فرمایا۔ ذولقرنین کی نبوت کے ثبوت میں علماء کرام قرآن کریم کی اس آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں!

قُلۡنَا یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اِمَّاۤ اَنۡ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنۡ تَتَّخِذَ فِیۡہِمۡ
حُسۡنًا ۔۱۸؂

ترجمہ۔ ہم نے کہا اے ذوالقرنین آپ ان کو سزا دو اور یا ان میں خوبی کا معاملہ اختیار کرو۔

علماء کرام لکھتے ہیں کے اللہ تعالی پیغمبروں، انبیاء اور رسولوں سے بذریعہ وحی کلام فرماتے ہیں چنانچہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کے اللہ تعالی نے ان سے فرمایا! ائے ذولقرنین! آپ ان کو سزا دیں یا ان میں خوبی کا معامل کریں۔

اس آیت کے مطالعے سے معلوم ہوا کے اللہ تعالیٰ ذولقرنین سے مکالمہ فرما رہے ہیں، یعنی وہ اللہ کے نبی اور پیغمبر ہیں جب ہی اللہ انھیں حکم دے رہے ہیں، کیونکہ عام انسان سے اللہ کلام نہیں کرتے، تاہم جیسے ہی ذولقرنین کو نبی سمجھ لیں گے تو ان کے اختیارات، فراست، طاقت اور علم وفہم کا بھی کماحقہ ادراک حاصل ہوجائے گا، اسی تناظر میں یاجوج ماجوج کو روکنے کے لئے تعمیر کی گئی دیوار کی حقیقت کو بھی سمجھنے میں مدد ملے گی، کیونکہ انبیاء کرام عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے ہیں ان کے اختیارات کا دائرہ بے حد وسیع ہوتا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کے ذوالقرنین اللہ کے نبی تھے۔۱۹؎

علامہ حجر عسقلانی اور علامہ امام رازی نے ذوالقرنین کو اللہ کا نبی ہی مانا ہے۔

ابن اسحاق، فریابی، ابن ابی الدنیا نے کتاب من عاش بعدالموت میں ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا کہ علی بن ابی طالبؓ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کے وہ ایسا بندہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے محبت کی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اس نے اللہ کے لئے اخلاص پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اخلاص کی قدر دانی فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک قوم کی طرف بھیجا۔۲۰؎

اللہ تعالیٰ کے کچھ برگزیدہ انبیاء اور رسول ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس دنیا کے علاوہ دیگر دنیاؤں میں بھی اللہ کے پیغامات کو پہنچایا ہے یعنی دیگر آسمانی زمینوں پر بھی دعوت دین کی ذمہ داریاں ادا کی گئیں ہیں، کیونکہ قرآن خود کہتا ہے! وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق! اللہ نے ہر زمین پر بنی نوع انسانیت کے لئے پیغمبر بھیجے۔ یعنی۔وَّ مِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ۔ یہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین تمھارے نبی کے مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کے مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ ہیں۔

کچھ اہل علم حضرات کا یہ ماننا ہے کے یاجوج ماجوج کسی دوسرے سیارے کی مخلوق تھے، جو زمین پر آ کر فساد پھیلاتے تھے، چنانچہ لوگوں نے اس بات کی شکایت ذولقرنین سے کی، اور

ان سے مدد طلب کی ، چنانچہ انھوں نے اس جگہ ایک دیوار بنائی جہاں سے یاجوج ماجوج دنیا میں آکر فساد پھیلاتے تھے اسی حوالے سارے ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۔ ۲۱ ۔

ترجمہ۔ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے۔

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۔ ۲۲ ۔

ترجمہ۔اس نے (پہلے مغرب کی طرف ایک مہم کا) سروسامان کیا۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۔ ۲۳ ۔

ترجمہ۔حتیٰ کے جب وہ غروبِ آفتاب کی حد تک پہنچ گیا ،تو اس نے سُورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا اور وہاں اُسے ایک قوم ملی ، ہم نے کہا اے ذوالقرنین! تجھے یہ مقدرت بھی حاصل ہے کے ان کو تکلیف پہنچائے اور یہ بھی کے اِن کے ساتھ نیک رویّہ اختیار کرے۔

یہاں غروب آفتاب سے مراد بلیک ہول لیا گیا ہے ،یعنی ایک سرکش قوم کو ذوالقرنین نے قید کیا لیکن جب یہ یاجوج ماجوج اپنی دیوار توڑیں گے تو کسی بلندی سے نیچے کی جانب آئیں گے اور یہ اتنی کثیر تعداد میں ہوں گے کے سمندر کا پورا پانی پی جائیں گے یعنی یاجوج ماجوج کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہیں ۔(واللہ عالم)

اللہ تعالی نے حضرت ذولقرنین کا واقعہ بھی سورہ کہف میں بیان فرمایا ہے!

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۔ ۲۴ ۔

ترجمہ۔ہم نے اس کو (ذولقرنین) کو زمین میں اقتدار عطا کیا اور اسے ہر قسم کے اسباب اور وسائل بخشے تھے۔

ذولقرنین اگرچہ مستقل مسافت میں رہے جہاں اجنبی لوگوں سے ان کی ملاقات ہوتی رہی اور

وہ ان کی مدد کرتے رہے اور یاجوج ماجوج سے بچاؤ کے لئے وہ ان کی مستقل مدد کرتے رہے کیونکہ اللہ کے قرب کے حصول کا سب سے زیادہ موزوں ترین اور مختصر راستہ خلق خدا کی خدمت میں پوشیدہ ہے، دوسری جانب اللہ کی زمین پر اللہ کے حکم کے نفاذ کا سب سے بڑا حق اللہ کا ہے چنانچہ اللہ کے نظام کے نفاذ کے بعد انسان ہر قسم کے باطلی اور دجالی نظام سے محفوظ و مامون ہوجاتا ہے، ذوالقرنین نے بھی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی شکر گزاری کرتے ہوئے تکبر سے اللہ کی پناہ چاہی اور اللہ کی نعمتوں پر شکر گزاری کا امتحان پاس کیا۔

سورہ کہف اللہ تعالی نے ان پانچ واقعات کو بیان کرنے کے بعد چار نکات کی نشاندہی فرمائی۔

۱۔ جو لوگ دنیا کی گہما گہمی میں مبتلا ہیں اصل میں وہی لوگ خسارے میں ہیں۔

۲۔ اگر تم اللہ کی تعریف بیان کرنا بھی چاہو تو نا کرسکو گے اور اس کے لئے تمام سمندروں کی سیاہی اور تمام درختوں کے قلم بھی ناکافی ہیں۔

۳۔ اللہ کا دیدار بہت بڑی کامیابی ہے لیکن یہ شرف صرف انھی لوگوں کے حصے میں آئے گا جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کرتے ہیں۔

۴۔ حلال طیب رزق کا حصول ایک بہت بڑی عبادت اور جہاد ہے چنانچہ اصحاب کہف نے بھی تین سو سال سونے کے بعد اٹھ کر رزق حلال کو ہی تلاش کیا تھا، رزق حلال کمانے والا اللہ کا دوست ہے اور رزق حلال جنت کا راستہ ہے، چنانچہ اصحاب کہف کیونکہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے، اللہ نے انھیں تین سو سال تک دنیاوی فتنوں سے بچا کر رکھا اور انھیں سلامتی اور نعمتوں میں آسودہ رکھا۔

منگول یا چنگیزی: Mongol:

منگول یا چنگیزی قبائل کا سلسلہ نسب یافث بن نوح سے ملتا ہے تاہم یہ لوگ گلہ بان قبائل کے نام سے بھی جانتے ہیں یہ قبائل مشرقی ایشیاء کے علاوہ مشرقی روس کے علاقوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور التائی زبانیں بولتے ہیں تاریخی دستاویزات سے یہ بات ثابت

ہوئی ہے کے منگولوں کی تاریخ کی ابتداء بارہویں صدی کے آخر اور تیرہویں صدی کے آغاز سے ہوئی لیکن اس بات کے بھی شواہد موجود ہیں کے منگول اصل میں سائبریا اور بیرونی منگولیائی جنگلوں کے رہنے والے تھے اس قوم کو چلتے ہوئے گھوڑوں پر تیزی سے دوڑ کر چڑھنے کی مہارت حاصل تھی تاہم چنگیز خان اور ہلاکو خان کا تعلق بھی اسی قوم سے تھا۔

چنگیز خان (1162ء ۔1227ء) کا اصل نام تموچن (لوہار) تھا لیکن اسے تاریخ میں قہر خداوندی اور منگولوں کا دجال بھی کہا جاتا ہے اس کا خاندان خانہ بدوش اور چرواہا تھا یہ لوگ صحرائے گوبی، سائبریا، ٹنڈرا اور منچوریا کے درمیانی علاقوں میں رہتے، بورچین (چنگیزی یا منگول) نیلی آنکھوں والے دشت کی داستانوں کے ہیرو تھے جنھیں یورجی گون بھی کہا جاتا یہ چھوٹے چھوٹے خانوادوں میں قبائل کی صورت میں خانہ بدوشانہ اور وحشیانہ زندی بسر کرتے، بورچین قبائل جن کے آباء واجداد ہن اور سیتھیئن (جنھیں یونانی اسکوتھوئی) بھی کہتے ہیں تاہم قرآن کریم میں انھیں یاجوج اور ماجوج کے نام سے موسوم کیا گیا ہے شہنشاہ ایران کورش اعظم یعنی ۵۵۰(Cyrus) ق م تا 529 ق م) کو سورہ کہف میں 'ذوالقرنین' کہا گیا اگرچہ انھیں تاریخ میں خورس یا سائرس کے نام سے بھی جانا جاتا ہے نے ان وحشی قبائل کی تباہ کاریوں سے بچنے کے غرض سے بحیرہ خزر، اسود اور بحیرہ خزر کے درمیان واقع پہاڑیوں پر ایک سیسہ پلائی دیوار تعمیر کی جس کی اونچائی 12 فٹ سے 50 فٹ تک تھی اور چوڑائی اتنی تھی کے بیک وقت چھ گھوڑے پہلو بہ پہلو دوڑائے جا سکیں بعض محققین کی نظر میں یہی سیسہ پلائی دیوار در اصل دیوار چین ہے جبکہ کچھ محققین اس نظریے سے اختلاف بھی رکھتے ہیں یہ دیوار آج سے تقریباً 3000 سال قبل تعمیر کی گئی جو ابھی تک موجود ہے، چاند کو سر کرنے والوں کا یہ ماننا ہے کے انھوں نے چاند سے جب زمین کی جانب دیکھا تو انھیں دیوار چین نظر آئی۔

وحشی بور چین قبائل میں تا تاری، منگول (مغل) مرکیت ، کرائیت ، تائی اجوت ، نائیمان اور الغیوران میں شامل ہیں ان وحشی قبائل کا اصل مسکن چین کی دیوار عظیم سے لے کر مغرب میں وسط ایشیاء کی دور دراز پہاڑیوں تک پھیلا ہوا تھا جو شمال میں بحر منجمد، شمال کی برفانی دلدلوں اور ٹنڈرا کے برف پوش میدانوں سے شروع ہو کر جنوب کے برفانی پہاڑوں (تبت اور ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے) تک پھیلا تھا ان قبائل کا پسندیدہ مشغلہ خونخوار جانوروں کا شکار تھا۔

چنگیز خان کے باپ کا نام یسوگائی تھا جبکہ یسوگائی بہادر کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے کے یسوگائی بہادر بن یرقان بن بہادر بن قویلہ بن قبل خان بن تومنہ خان بن قائدو خان بن تومین خان بن بوقا خان بن بوزنجر قاآن بن معاۃ الانقوا (یہ ایک عورت تھی جو یلدوز خان جونیہ بہادر کی بیٹی تھی) جونیہ بہادر بن منگلی خان بن تیمور تاش بن قیان خان بن ایل خان بن منگلی خان بن تنگیز خان بن ارغون خان بن قراخان بن مغول خان بن النجہ خان بن ترک خان بن یافث بن نوح علیہ السلام ہے۔چنگیز خان کے باپ کا نام یسوگائی خان تھا جبکہ اس کی ماں کا نام اولون تھا جیسے اس کا باپ دشمن قبیلے سے اس کی شادی کے روز اٹھا لایا تھا جبکہ چنگیز خان اپنی ماں کی ناجائز اولاد تھا جو چینی سال کے مطابق! سوروں کے سال یعنی 1162ء میں پیدا ہوا، پیدائش کے وقت اس کے ہاتھ میں خون کے لوتھیڑے تھے جبکہ پیدائش کے بعد اس نے دودھ پینے سے بھی انکار کر دیا لہٰذا اسے تین دن تک تازہ ذبح کی گئی بھیڑ کا گرم خون پلایا گیا (تاریخ میں ایک عجیب اتفاق یہ بھی ہے جب حجاج بن یوسف پیدا ہوا تو اس کے ہاتھوں میں بھی خون کے لوتھیڑے تھے اور اس نے بھی دودھ پینے سے انکار کر دیا تھا اور اس کو بھی تین دن تک بھیڑ کا تازہ خون پلایا گیا تھا جبکہ تاریخ اس بات کی بھی گواہ ہے کے ان دونوں ہی

شخصیات نے انسانی خون سے ہولی کھیلی) چنگیز خان ابتداء سے ہی بہادر سخت جان ، متحمل مزاج ، ظالم ، جابر ، وحشی ،خونخوار ، اجڈ ، گنوار ، شقی القلب ، مستعد ، چالاک ، سفاک ، بے باک ، جراءت مند ، معاملہ فہم اور آہنی عزم وارادے کا مالک تھا اگرچہ اس نے بے شمار متمدن اور آباد شہروں کو اجاڑ کر رکھ دیا تاہم اسے خود کبھی بھی متمدن معاشرے میں رہنا پسند نہ تھا کیونکہ اس کا یہ ماننا تھا کے جب جنگلات موجود ہیں تو پھر انسان شہروں میں کیوں رہے اسی طرح سے جب مویشی اور ان کا دودھ موجود ہے تو اناج اگانے کی کیا ضرورت ہے اسی طرح سے وہ پڑھنے اور لکھنے کو بھی وقت کا ضائع تصور کرتا کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کے ان باتوں اور عادات واطوار سے انسان بزدل ، سست ، کاہل اور آرام پسند ہو جاتا ہے اور وہ تادیر حکمرانی کے قابل نہیں رہتا لہٰذا ایسے سست و کاہل اور بزدلوں کو قتل کر کے انھیں اپنے گھوڑوں کے سموں تلے کچل دینا بہتر ہے جبکہ پوری دنیا پر حکمرانی کا اصل حق بے شک چست و چالاک منگولوں کا ہے جو بہادر اور مضبوط اعضاء کے مالک ہیں لہٰذا ہم متمدن تہذیب سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے لئے کھلے صحرا کی تند تیز اور سخت ہوائیں ہیں جو ہمیں بہت عزیز ہیں اگرچہ ہم پوری دنیا کو ہی کیوں نہ فتح کر لیں لیکن ہم لوٹ کر اپنے انھی صحراؤں کی طرف ہی آئیں گے جبکہ میں اپنے جانشینوں کو بھی یہ خاص ہدایت دوں گا کے وہ اپنے مرکز سے ہرگز بھی جدا نہ ہوں چنگیز خان نے دنیا کی تین بڑی سلطنتوں کو شکست فاش دی جن میں شامل چین ، روس ، بغداد اور اس سے ملحقہ علاقے ہیں اس نے آرمینیا سے کوریا تک اور تبت سے دریائے نیل تک کے علاقوں کو اپنی سلطنت کی حدود میں شامل کیا اس نے مغلوں کو جن کا تعلق ایک گمنام قبیلے سے تھا انھیں بلند کر کے آدھی دنیا کا مالک و مختار بنادیا لہٰذا آج جب ہم مغلوں کی تاریخ میں ان کے عظیم الشان کارنامے پڑھ کر انگشت بدنداں ہوتے ہیں تو یقیناً یہ کوئی اور نہیں اپنی اصل میں منگول ہی ہیں ۔

چنگیز خان ایک جاہل اور اجڈ وحشی تھا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی اور دیگر پچاس قوموں کے لئے ایک باضابطہ قانون (یاسا) مرتب کیا جس پر وہ نہایت سختی سے عمل پیرا ہونے کی ہدایت کرتا یاسا ایک طرح کا قانون، آئین دستور یا ضابطہ حیات تھا جس پر عمل کر کے یہ جنگلی قوم آدھی سے زائد دنیا پر حکمران ہوئی اگر یاسا کے مندرجات پر غور کیا جائے تو متمدن دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے کیونکہ تہذیب وتمدن سے ناواقف ایک شخص بھلا اتنا متوازن قانون کیسے واضع کرسکتا ہے؟ یہ ایک سوالیہ نشان ہے کیونکہ یاسا کے ایک ایک حرف سے تہذیب، اخلاق، مروت اور ذہانت کی ناصرف عکاسی ہوتی ہے بلکہ یاسا کے ایک ایک جملے سے تنظیم، اتحاد اور یقین کا درس بھی ملتا ہے لہٰذا یاسا سے سرف نظر کرنا چنگیز خان کے ساتھ زیادتی ہوگی اگرچہ منگول افواج کا شمار دنیا کی بہترین افواج میں کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کے چنگیز خان نے اپنی سپاہ کو ناصرف منظم ومرتب کیا بلکہ انھیں فنون حرب سے آراستہ کرتے ہوئے انھیں سخت ترین ٹرینگ سے بھی گزارا جب ہی چنگیزی افواج دنیا پر قہر خداوندی کی طرح ٹوٹی اور کالی آندھی ورعد و برق کی مانند افق دنیا پر نمودار ہوتے ہی جارحانہ انداز سے اقوام کے سر اگاجر مولی کی طرح اڑاتے ہوئے اوران کے باغات ومحلات کو روندتی ہوئی آگے بڑھتی گئیں اور اپنے پیچھے سر بریدہ انسانی لاشیں، جلے ہوئے شہر، زہر ملے تالاب، وندی نالے اورعہد زرین گزشتہ پر ماتم کرتی سنسناتی ہوائیں چھوڑ گئیں، منگول (مغل) گھوڑوں سے بے تحاشا محبت کرتے جبکہ اعلی نسل کے گھوڑوں کی افزائش ہر منگول کے لئے کسی مذہبی فریضہ سے کم نہ تھی چنگیز خان کی فہم وفراست کی یہ مثال بھی پیش کی جاتی ہے کے اس نے مختلف، مخالف اور متفرق قبائل کو ناصرف ایک قوم کی شکل دی بلکہ اس قوم کا اجتماعی نام منگول بھی رکھا حالانکہ منگول صرف چنگیز خان کے قبیلے کا نام تھا جبکہ اردگرد کے کئی قبائل جن میں شامل نیمان، مرکیت

،قرایت، اور تا تار بھی آباد تھے لیکن چنگیز خان نے ان سب قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کو ایک نام منگول دیا جو بعد میں بگڑ کر مغل ہو گیا یاسا کے مطابق ہر بیس سال کے منگول نوجوان کے لئے سخت فوجی تربیت سے گزرنا لازم وملزوم تھا یہ وحشی قبائل ہمہ وقت ہتھیاروں سے لیس رہتے اور اپنی دانست میں ہر نئی جنگی حکمت عملی کو فوری طور پر اپناتے ہوئے زمانے سے ہم قدم رہتے ان کا یونیفارم، اسلحہ سے لیس کمک، گھوڑوں کی حفاظت کا انتظام، خشک غذا اور گھوڑی کا دودھ ہر وقت تیار رہتا تا کہ اچانک مہم جوئی کے پیش نظر دشمن کی جانب فوری طور پر پیش قدمی کی جاسکے حتیٰ کے اگر میدان جنگ میں غذا ختم ہو جاتی تو یہ اپنے گھوڑوں کے پیر میں چیرا لگا کر اس کا گرم خون پی کر توانائی حاصل کرتے بعد ازاں اس گھوڑے کی رگ پر ٹانکے بھی لگائے جاتے تا کہ وقت ضرورت دوبارہ اسے کھول کر اپنی غذائی ضرورت پوری کی جاسکے منگولوں کی بنائی ہوئی کمان بڑی خطرناک اور حیرت انگیز تھی جو کے عرب اور یورپ میں استعمال کی جانے والی کمانوں سے کہیں زیادہ مضبوط اور پائیدار تھی یہی نہیں بلکہ یہ کمان اپنے اندر ایک عجوبہ بھی تھی جس کی مار ساڑھے تین سو گز سے بھی دور کی تھی اس کے مقابلے میں دیگر ممالک کی کمان کی حد زیادہ سے زیادہ دو سو گز کا فاصلہ بھی بمشکل عبور کر پاتی۔ چنگیز خان دیوار چین کے اس پار کے تمدن کے سحر میں گرفتار تھا اس وقت چین پر خاندان زریں کی حکمرانی قائم تھی جبکہ چین کے باشندے اپنے آپ کو 'فرزند بحر' کہلواتے۔ چنگیز خان نے اپنے کئی مخبر چین کی مخبری پر لگائے ہوئے تھے جو اسے لمحہ بہ لمحہ صورت حال سے آگاہ رکھتے چنگیز خان نے دیوار چین سے متصل قبائل اور دیوار چین کے پہرہ داروں سے اپنے اچھے تعلقات استوار کر رکھے تھے جو آگے چل کر اس کے حق میں سو فیصد سودمند ثابت ہوئے جب اس نے پہلی بار 1211ء میں چین پر دراندازی کا ارادہ کیا تو اس کے انھی ہمدردوں نے دیوار چین کا دروازہ

اس کے اور اس کی عظیم الشان سپاہ کے لئے کھول دیا اور اس کے ایک بھی سپاہی کی جان ضائع ہوئے بغیر یہ پوری کی پوری سپاہ اسی دروازے کے ذریعے چین میں داخل ہوئی چینی باشندے گزشتہ 5,000 سال سے بڑی پرسکون اور پر تعش زندگی بسر کررہے تھے ان کے پاس مال وزر کی بہتات تھی وہ انتہائی متمدن، شائستہ، تعلیم و تربیت سے آراستہ ایک نہایت ہی مہذب قوم تھے ان کے یہاں بلند بالا عمارتیں، محلات، مدرسے، کشادہ گزرگاہیں، خوبصورت باغات، صاف ستھری اور قاعدے سے بنی ہوئی راہ داریاں، لہلہاتے کھیت کھلیان اور قطار در قطار ہرے بھرے درختوں کی بہتات تھی ان کے یہاں با قاعدگی سے اناج اگایا جاتا جو ان کی ملکی ضروریات سے کہیں زیادہ ہوتا یہی نہیں بلکہ انھیں طب پر بھی بڑی مہارت حاصل تھی اور یہ قوم نت نئی ایجادات کی بھی بے حد شوقین تھی انھوں نے اپنے ملک میں امن و امان کو قائم کرنے کے غرض سے قاعدہ قانون، افواج اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے بھی مناسب انتظامات کئے تھے چینی قوم وحشی قبائل سے سخت نفرت کرتے ابھی ایک صدی قبل ہی تو انھوں نے اپنی اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے دیوار چین تعمیر کروائی تھی تاکہ وحشی قبائل کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں لیکن چنگیز خان کی تدابیر نے ان کی ساری حکمت عملی کو نا صرف نیست و نابود کردیا بلکہ انھیں ان کی سرحدوں پر ہی پچھاڑ کر رکھ دیا یہ پہلا موقع تھا جب خانہ بدوش وحشیوں کا ایک لشکر ایک عظیم متمدن قوت سے ٹکرانے جا رہا تھا جن کی فوجی قوت کے سامنے وہ بہت حقیر تھے ان وحشیوں نے پہلی مرتبہ ایک عجیب و غریب دنیا میں قدم رکھا تھا جسے دیکھ کر وہ حیران و ششدر تھے اتنی خوبصورتی کا تو تصور بھی ان کے یہاں محال تھا لیکن یہی وہ پہلا موقع تھا جب چنگیز خان کو یہ احساس ہوا کے شہر میں جنگ لڑنا کتنا محال ہے کیونکہ اب سے پہلے ان کے جتنے بھی دشمن تھے ان سب سے ان کا مقابلہ کھلے میدانوں اور صحراؤں میں ہی ہوتا رہا

لیکن شہروں کے خفیہ راستے اور ٹھکانے ان کی راہ میں مسلسل مزاحم تھے بے رحم جنگ کا آغاز ہو چکا تھا اور وحشی منگول، چینی افواج کے سر کاٹ کاٹ کر تھک چکے تھے لیکن اب بھی فتح دور تھی کیونکہ خفیہ پناہ گاہیں جن کا انھیں اس سے قبل کوئی تجربہ نہ تھا ان کے حوصلوں کے امتحان کے لئے کافی تھیں یہی نہیں بلکہ چنگیز خان کو یہ خوف بھی لاحق تھا کے کہیں ایسا نہ ہو کے دیوار عظیم کے تمام دروازے بند کر دئے جائیں اور وہ لڑتے لڑتے یہیں کہیں مر کھپ جائیں اور اب چونکہ موسم بھی بدل رہا تھا لہٰذا وحشیانہ قتل وغارت گری اور لوٹ مار کے بعد انھوں نے واپسی کا قصد کیا اور اگلی دفعہ حساب برابر کرنے کا عندیہ دیا تاریخ میں ۱۲۱۱ء کا سال چینی جنتری کے مطابق بھیڑ کا سال ہے لہٰذا صحرائی بھیڑیوں نے چینی بھیڑوں کی تکہ بوٹی کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی چنگیز خان کو اپنی واپسی اور ناکامی کا دکھ نہ تھا کیونکہ وہ یہ بات بہت اچھی طرح سے جانتا تھا کہ شاندار فتح کے لئے عارضی شکست اور پسپائی غیر اہم ہے لہٰذا تاریخ شاہد ہے کہ اسی عارضی شکست نے مستقبل میں اسے فتح عظیم سے ہم کنار کیا۔ اگلے برسوں میں بھی سرحدی جھڑپیں جاری رہیں لیکن 1214ء میں حتمی طور پر منگولیوں نے چین کی اینٹ سے اینٹ بجادی یہاں تک کے چین میں کٹے ہوئے انسانی سروں کے انبار لگ گئے اس صورت حال کے پیش نظر چینی افواج نے چنگیزیوں کے آگے ہتھیار ڈالتے ہوئے منگولوں کی اطاعت قبول کر لی اور اس طرح سے چین میں اقتدار زریں کا سورج ہزاروں سال کے بعد غروب ہوا چنگیز خان نے چین کی سلطنت مقولی بہادر کے سپرد کی اور اپنی فوج کو بھی مقولی بہادر کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے وہ واپس کھلے صحراؤں کی جانب لوٹ گیا کیونکہ اسے متمدن، پر تعش اور جنت نظیر شہروں سے نفرت تھے وہ یہ چاہتا تھا کے قراقرم (کالی ریت کا علاقہ) کو اپنا دار الخلافہ بنائے اور پھر وہیں سے ساری دنیا کے نظام کو کنٹرول کرے چنانچہ

چنگیز خان کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے قراقرم میں جو کہ ایک لق دق صحرا اور مسطح ارض تھا اس پر خیمے گاڑ دئے گئے پھر رفتہ رفتہ اس کالی آندھی نے تبت سے لے کر کاشغر تک کو اپنے زیرنگیں کیا ان علاقوں میں بدھ مت کے پیروکاروں کی کثرت تھی۔

چنگیز خان اپنے جرنیلوں سے اکثر یہ پوچھتا کے اس نے اب تک دنیا کی کتنی زمین فتح کرلی؟ اور اب اور کتنی باقی ہے؟ جس کے جواب میں اس کے جرنیل اسے کہتے اب ہمارا مقابلہ مسلمانوں سے ہوگا جو بذات خود بہت جنگجو، بہادر، جانباز اور رزم (جنگ) کے رسیا ہیں اور ہم سے پہلے ہی وہ آدھی دنیا فتح کر چکے ہیں۔

قطب الدین محمد ترک خاندان سلجوق کی طرف سے خوارزم کا حکمران تھا جو کے محمد شاہ اول کے نام سے بھی جانا جاتا ہے یہ بے پناہ دولت کا مالک تھا اس کے انتقال کے بعد 1200ء میں اس کا بیٹا علاء الدین مسند تخت پر جلوہ افروز ہوا جس کا لقب محمد شاہ دوم تھا اس کی سلطنت میں واقعتاً مال وزر کی کثرت تھی جبکہ سلطنت کی حدود پرشین گلف سے لے کر بحیرہ کیپسین کے ساحلوں سے ہوتی ہوئی دریائے سندھ اور ہندوکش تک پھیلی ہوئی تھی مشرقی سرحد پر یعنی دریائے سائر کے دہانے پر ایک بڑا تجارتی مرکز کوجنڈ آباد تھا جبکہ مغرب میں آموئے دریا پر مساجد اور یونیورسٹیز کی بھرمار تھی جبکہ قالین بافی کا شہر بخارا بھی اسی کی سلطنت کی حدود میں تھا اور اس نے سمرقند کو جو نہایت خوبصورت شہر تھا اس کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا۔

چنگیز خان نے مسلمانوں پر حملہ سے قبل روس پر حملہ کرنا زیادہ مناسب سمجھا روس میں کئی چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں جبکہ یہاں کے رہنے والے نسلاً ترک تھے چنانچہ چنگیز خان نے روس اور ماسکو میں پیش قدمی کرتے ہوئے یہاں کی اینٹ سے اینٹ بجائی یہی نہیں بلکہ اب اس کا اگلا ہدف مسلمان تھے لہذا 1216ء میں اس نے شاہ خوارزم کو اپنے ایک پیغام

میں یہ کہلا بھیجا کے میں تیری سلطنت کی حدود اور بے انتہاء خوشحالی سے واقف ہوں اور تجھے اپنا فرزند ہی سمجھتا ہوں اس سے قبل میں نے چین اور ترک (روس) کو بھی شکست عظیم سے دوچار کیا ہے لہٰذا ہم دونوں کا فائدہ اسی میں ہے کے ہمارے درمیان تجارتی تعلقات استوار ہوں تا کہ ہم دونوں کو اس سے فائدہ حاصل ہو سکے۔ چنگیز خان کی اس پیشکش کو شاہ خوارزم نے قبول کیا اور اس طرح سے دونوں ہی جانب سے تجارت اور تجارتی قافلوں کی آمدورفت شروع ہوئی اور یہ سلسلہ تقریباً دوسالوں تک خوش اسلوبی سے جاری رہا لیکن پھر شاہ خوارزم کے قلعہ دار کے ہاتھوں کچھ چنگیزی اہل کاروں کا قتل ہو گیا جس پر چنگیز خان نے شاہ خوارزم سے اس قلعہ دار کی حوالگی کا مطالبہ کیا جس پر ناعاقبت اندیش شاہ خوارزم نے نا صرف چنگیز خان کے خط کو جلا دیا بلکہ قاصد کے سر اور داڑھی کے بالوں کو بھی جلا کر اسے قتل کرتے ہوئے اس کی لاش کو چنگیز خان کے آدمیوں کے حوالے کرتے ہوئے انھیں یہ کہا جاؤ اپنے آقا کو اس کا انجام بتاؤ چنانچہ قاصدوں نے چنگیز خان کے گوش گزار جب اصل واقعہ کیا تو چنگیز خان کے لئے یہ بات کسی بھی شدید ہتک اور بے عزتی سے کم نہ تھی لہٰذا اس نے شدید جلال میں آتے ہوئے شاہ خوارزم کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے یہ کہا جس طرح سے مقدس آسمان پر ایک ساتھ دوسورج نہیں چمک سکتے ہیں بالکل اسی طرح سے اس نیلے آسمان کے نیچے بھی دو خاقان ہرگز ایک ساتھ نہیں رہ سکتے پھر کیا تھا منگولیا کا دجال آناً فاناً کالی آندھی کی مانند اپنی راہ کی ہر روکاوٹ کو روندتا شہروں کو تہس نہس کرتا انسانی سروں کے مینار بناتا ہوا شاہ خوارزم کے سر پر آن پہنچا جس دم چنگیز خان نے اسلامی سلطنت کو تاراج کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے خروج کیا اس وقت دنیائے اسلام کی حالت نہایت درگوں اور قابل رحم تھی مسلمان کئی فرقوں اور مسالک میں بٹ کر نہایت کمزور اور منتشر ہو چکے تھے جبکہ مباحثوں اور، مباہلوں اور کفر کے

فتوؤں نے ان کی رہی سہی جمعیت کا بھی جنازہ نکال دیا پھر بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ رزم کے بجائے بزم دربار یمسخروں،شعروشاعری کی لت اورعیش پرستی نے ان کی باقی ماندہ صلاحیتوں اورقوت کوبھی سلب کردیا چنانچہ چنگیزی افواج نے 1219ء میں دریائے سیجوں کے کنارے تاشقند جبکہ دریائے جیجوں کے کنارے بخارا اورسمرقند کوتاراج کرتے ہوئے شاہ خوارزم کے سرپر جا پہنچا شاہ خوارزم اقتدار کے نشے میں چوراس آفت ناگہانی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا جواس کے سرپرآن کھڑی تھی لہٰذا وہ اپنی جان بچاتا کبھی یہاں اورکبھی وہاں چھپتا رہا دوسری جانب چنگیزی کتے ہرسواس کی بوسونگھتے پھر رہے تھے۔

تاریخ میں یہ بات بھی نہایت حیران کن ہے کے آخر چنگیز خان جوکسی بلائے ناگہانی سے کم نہ تھا آخرکس طرح سے اتنی برق رفتاری سے سفرکرنے پر قادر تھا خود شاہ خوارزم اس اچانک افتاد پرلرزہ اورانگشت بدنداں تھا بہرحال چنگیز خان خون کی ہولی کھیلتا مسلسل اپنی اگلی منازل کی جانب رواں دواں تھا یہاں تک کے جب وہ بخارا پہنچا توعمائدین شہر نے اس سے صلح اوراماں کی درخواست کرتے ہوئے اسے خودہی شہرکی چابیاں پیش کرتے ہوئے یہ بتایا کے ان کا بادشاہ بہت بزدل اورڈرپوک ہے یہ صورت حال چنگیز خان کے لئے خاصی حیران کن تھی اوروہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کے آخر یہ کیونکر ممکن ہے کے جن مسلمانوں کی بہادری کے بے شمار قصے اسے ازبر ہیں اور جوآدھی دنیا کے فاتح ہیں وہ بغیرکسی مقابلے کے آج اس کے تلوے چاٹ رہے ہیں کچھ بھی ہولیکن چنگیز خان کی لغت میں بزدلی اورکمزوری کی قطعاً کوئی گنجائش نہ تھی اوراس کی نظرمیں یہ ناقابل معافی جرائم تھے لہٰذا اس نے اپنے مدمقابل کوان کی کم ہمتی کی قرار واقعی سزا دیتے ہوئے پورے شہرکوہی خون میں نہلا دیا کیونکہ جواپنے قبائل اورلوگوں کی حفاظت نہ جانتا ہواسے جینے کا بھی کوئی حق نہیں چنگیز خان نے حکم

دیا کے پورے شہر کو آگ لگا دی جائے تا کہ آئندہ کوئی یہاں بسنے کی جراءت نہ کر سکے یہی نہیں بلکہ فصلوں کو بھی آگ لگا دو اور پانی میں بھی زہر ملا دو تا کہ بچ جانے والے بھوک اور پیاس کی شدت سے ہی مر جائیں لیکن یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کے سمرقند سے متعلق جوجی خان اور اس کے بھائی تولی خان میں جھگڑا ہو گیا کیونکہ تولی خان سمرقند کو آگ لگا دینا چاہتا تھا لیکن جوجی خان کا یہ موقف تھا کہ روس اور اس کے جنوبی علاقوں میں چنگیز خان نے جوجی خان کے حق کو چونکہ تسلیم کیا ہے لہٰذا سمرقند کو آگ نہ لگائی جائے بہر حال تھوڑی لے دے کے بعد جوجی خان کے حق میں فیصلے کو مان لیا گیا چنانچہ تاریخ میں واحد یہی ایک شہر ہے جو کہ منگولوں کی دست وبرد سے محفوظ رہا الغرض بغداد کو بھی راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا اور وہاں اس بے دردی سے لوٹ مار کی گئی جس کی مثال تاریخ میں محال ہے کئی کتب خانے جلا دئے گئے جس کی راکھ سے مہینوں دریا کا پانی سیاہی مائل سرخ رہا۔

بغداد کے بعد منگولی فوج کا اگلا ہدف خراسان تھا جسے تولی خان فتح کرتا ہوا بلخ، نیشاپور، ہرات، مشہد (جہاں حضرت امام علی بن موسی رضا کے روضے کو بھی زمین بوس کر دیا) اس کے ساتھ ہی ترکستان، ایران اور بامیان بھی تاراج ہوئے جبکہ منگولی افواج یہیں نہیں رکے بلکہ انھوں نے ملتان کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے لاہور، شاہ پور سے لے کر پشاور تک پر حملے کئے لیکن پھر وہ پشاور سے واپس لوٹ گئے کیونکہ گرم موسم ان کے لئے ناقابل برداشت تھا لہٰذا اس مختصر شمالی حصے کے علاوہ پورا ہندوستان ان کی دست وبرد سے محفوظ رہا، چنگیز خان اب فتوحات کی اس منزل پر کھڑا تھا کے جہاں دریائے سندھ سے بحیرہ خزر تک اور بحیرہ خزر سے لے کر تبت تک کا تمام علاقہ اس کے زیر نگیں تھا آدھی سے زیادہ دنیا اس کے زیر تسلط تھی اور بے شمار خزانے اس کے قدموں تلے موجود تھے۔

ان عظیم الشان کامیابیوں اورفتوحات سے واپسی پرایک سور نے اسے بری طرح سے گھائل کردیا اگرچہ ظاہری زخم تو مندمل ہو گئے لیکن اندرونی چوٹ نے اسے موت کی جانب دھکیلنا شروع کردیا یہ بھی کیا عجیب اتفاق ہے کے چینی جنتری کے مطابق سور کے سال میں پیدا ہونے والے چنگیز خان نے اگست 1227ء میں یعنی چوہے کے سال میں 66 برس کی عمر میں وفات پائی ،تین ماہ تک اس کی لاش کو ہر خاص و عام کے دیدار کے لئے رکھا گیا اس کی تعزیت میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی پھر اس کی وصیت کے مطابق برخان اور کلدون کی پہاڑیوں کے دامن میں جہاں صنوبر کے لاتعداد درخت تھے وہاں اسے سپرد خاک کردیا اس نے یہ بھی وصیت کی تھی کے اسے قبر میں لیٹایا نہ جائے بلکہ اسے بیٹھا کر دفن کیا جائے یہ پہاڑی سلسلہ قراقرم سے 30 میل دور تین دریاؤں کے اتصال پر واقع ہے اس کی تدفین کے موقع پر اس کی قبر میں 40 خوبصورت لڑکیوں کو زندہ جبکہ 40 گھوڑوں کو ذبح کرکے دفن کیا گیا کیونکہ منگولوں کا یہ ماننا تھا کے اگلے جہاں میں اسے خوبصورت لڑکیوں اور گھوڑوں کی کمی محسوس نہ ہو بعد ازاں اس کے تین بیٹے اوغدائی خان، چغتائی خان اور تولی خان جبکہ اس کا ایک پوتا قبلائی خان بھی یہیں دفن کئے گئے ۔

چنگیز خان کے دست راست سوبدائی خان کے بارے میں مورخین یہ لکھتے ہیں وہ منگولوں کا ایک عظیم ترین جرنیل تھا اس کے ساتھ ہی وہ دنیا کا ایک کامیاب ترین فیلڈ مارشل بھی تھا چنگیز خان اس کے بغیر ادھورا تھا۔اس کے بعد منگولوں کا اگلا ہدف یورپ کا ایک شہر دربند تھا جہاں منگولوں نے فتح کے جھنڈے گاڑے اور زرکثیر بھی حاصل کیا اس طرح سے ان کے قدموں تلے یورپ کے بھی کئی علاقے تہس نہس اور پامال ہوئے ۔

چنگیز خان کے حرم میں کئی خوبصورت کنزیں بھی تھیں لیکن اس کی چہیتی بیوی بورتے

ہی تھی جس سے اس کے چار بیٹے تھے ایک بیٹا جوچی خان تھا جو بورتے کی ناجائز اولاد اور جس کا تعلق دشمن قبیلے سے تھا۔ اسی بیوی سے چنگیز خان کے تین اور بیٹے اوغدائی خان، چغتائی خان اور تولیائی خان بھی پیدا ہوئے اگرچہ چنگیز خان خود تو پڑھا لکھا نہ تھا اور نا ہی وہ تعلیم کی افادیت کا زیادہ قائل تھا لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس نے اپنے تمام بیٹوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کہنہ مشق اور انتہائی زیرک اطالیق مقرر کئے انھیں قابل قدر اساتذہ میں سے ایک انتہائی قابل استاد ایغوری عالم ٹاٹا ننگا بھی تھا جس سے اس کے بیٹوں نے تحصیل علم کیا چنگیز خان اپنے بیٹوں کی صلاحیتوں پر نازاں اور فرحاں تھا اور انھیں ارلوک یعنی (شاہین) کے نام سے پکارا کرتا۔

جوچی خان: Jochi Khan:

چنگیز خان کا سب سے بڑا اور چہیتا بیٹا جوچی خان تھا جسے اس نے میر شکار مقرر کیا تھا آگے چل کر جوچی خان کے بیٹے باتو خان نے تاتاران زریں کے خانوادے کی بنیاد رکھی جس نے روس کو اپنے زیر نگیں کیا اور روس سے سمرقند اور بخارا تک اپنی حکمرانی کو قائم کیا اگرچہ جوچی خان کا انتقال چنگیز خان کی زندگی کے آخری دور میں ہی ہوگیا تھا لیکن جوچی خان کی اولادوں نے روس سے لے کر ایران تک حکمرانی کی۔

چغتائی خان: Chagatai Khan:

چنگیز خان نے چغتائی خان کو میر قانون اور سزا مقرر کیا اور اس کی اہم ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یاسا کی حفاظت تھی آگے چل کر چغتائی خان کو وسط ایشیاء کا علاقہ ورثے میں ملا چغتائی خان کی ہی اولادوں نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی جس کا بانی ظہیر الدین بابر تھا چغتائی خان نے صحراء گوبی کے چاروں اطراف کے انتہائی سرد علاقوں کو

اپنے زیر نگیں کیا یعنی اسے شمالی بر فیلے علاقوں کی حکمرانی سونپی گئی چغتائی خان کو سلطنت چغتائی کا بانی بھی کہا جاتا ہے اس نے اپنے باپ چنگیز خان کے ساتھ چین کی دیگر مہمات میں نہایت کامیابی کے ساتھ حصہ بھی لیا لیکن اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس نے عملاً کسی بھی مہم میں حصہ نہ لیا لیکن حکمرانی کے فرائض بخیر وخوبی انجام دیتا رہا اس کو سماج میں چنگیز خان کے بیٹے کی حیثیت سے کافی عزت وتوقیر اور پذیرائی حاصل تھی اسے مشرق میں اور اویغور کے علاقے سے لے کر مغرب میں بخارا اور سمرقند تک سارا ملک اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا چغتائی خان کو اسلام سے قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی وہ مغل قوانین کی خلاف ورزیوں کی وہ سخت سزائیں دیتا ان میں سے بعض اسلامی احکامات بھی تھے جس کی وجہ سے مسلمان چغتائی خان سے شدید نفرت کرتے لیکن اس کی بیوی ملکہ اور قینہ اپنے شوہر کے برعکس مسلمانوں کے لئے اپنے دل میں نہایت نرم گوشہ رکھتے ہوئے ان کے لئے ایک ڈھال کی حیثیت رکھتی جبکہ روایات کے مطابق ! وہ اسلام سے محبت کرتے ہوئے مسلمان بھی ہوگئی تھی یہی نہیں بلکہ اس کے بیٹے مبارک شاہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

تاریخ کی کتب میں درج ہے وسط ایشیاء کی ایک ریاست کو چغتائی خان کے نام سے بھی موسوم کیا جس کا نام چغتائی خانیہ تھا اگرچہ یہ ریاست اس مغل شہزادے کی وفات کے بعد قائم ہوئی جبکہ چغتائی کی وفات کے بعد اس کا پوتا قراہولا کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔۲۵ے

مغلیہ سلطنت858ء۔1526ء): Mogul Dynasty:

ظہیرالدین بابر(888ھ تا937ھ۔14 فروری ءتا26 دسمبر 1530ء)

Zahir ud Din Babur

ظہیرالدین بابر مغلیہ سلطنت کا بانی تھا جس کا تعلق ایک چغتائی ترک خاندان سے تھا جو پانچ پشتیں قبل ددھیال میں تیمور سے جبکہ ننھیال میں چنگیز خان سے الگ ہوئیں،وہ ہندوستان کا پہلا مغل شہنشاہ تھا اس کے والد کا نام محمد ابن عمر شیخ تھا جو کہ فرغنہ کے وسطی ایشیائی خطے کی ایک چھوٹی سی تیموری جاگیر کا حکمران تھا جبکہ اس کی والدہ کا نام تغلق نگار خانم تھا باپ کی طرف سے اس کا سلسلہ نسب تیمور سے جبکہ ماں کی جانب سے اس کا نسب چنگیز خان سے جاملتا ہے یہ فرغانہ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا اس کی حکومت کابل ،سمرقند اور ترکستان تک پھیلی ہوئی تھی لودھی خاندان کی سلطنت کے خاتمے کے بعد بابر کو ہندوستان میں قدم جمانے کا موقع ملا ابراہیم لودھی نے کابل جا کر بابر کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دی اسی لئے بابر کو ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا بانی کہا جاتا ہے مغلیہ خاندان کے حکمرانوں میں بابر کے بعد ہمایوں ، اکبر، جہانگیر،شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر زیادہ مشہور ہیں، اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت میں ہی مغلیہ سلطنت کو زوال آیا اور انگریزوں نے ہندوستان پر اپنے پنجے گاڑنے شروع کیئے اور مغلیہ خاندان دہلی تک محدود ہو کر رہ گیا بہادر شاہ ظفر اس خاندان کی آخری نشانی تھا، ہمایوں کے دور حکومت کے ابتدائی ایام میں ہندوستان سے کچھ عرصہ کے لئے مغل خاندان کی حکومت کا سلسلہ شیر شاہ سوری نے منقطع کیا جس کی وجہ سے ہمایوں ایران بھاگ گیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ وہاں سے فوج لے کر دوبارہ ہندوستان پر حملہ

آور ہوا اور مغلیہ خاندان کی حکومت کو بحال کیا لیکن کل ملا کر تقریباً تین سو سالوں سے کچھ زیادہ ہندوستان پر مغلیہ سلطنت کی حکمرانی قائم رہی۔۲۶؎

اوغدائی خان: Ogedei Khan:

چنگیز خان نے اپنے تیسرے بیٹے اوغدائی خان کو میر مشاورت مقرر کیا یہی بیٹا آگے چل کر چنگیز خان کا جانشین بھی ٹھہرا اس نے قراقرم کو اپنا دارالسلطنت بنایا جبکہ وہ وہیں سے خاقانی کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔

تولی خان: Tolui Khan:

چنگیز خان نے تولی خان کو فوج کا اعزازی سپہ سالار مقرر کیا جس نے آگے چل کر چین پر حکمرانی بھی کی جبکہ چین پر حکمرانی کو اس نے اور اس کے بیٹوں نے آنے والے سالوں میں وسعت بھی دی تولی خان کے ہی ایک بیٹے قبلائی خان نے بحیرہ چین سے وسط یورپ تک اپنی سلطنت کو وسعت بھی دی جبکہ تولی خان کے دوسرے بیٹے ہلاکو خان نے ایران سے لے کر بغداد تک ایل خانی حکومت کی داغ بیل ڈالی جو کے تیرہویں صدی عیسوی تک قائم ودائم رہی ہلاکو خان کا ایک بھائی منگو خان بھی تھا جو کے سراپا مغل تھا وہ نہایت مستقل مزاج اور اپنے فیصلوں میں اٹل تھا جبکہ ہلاکو خان کا ایک بھائی اریق بوغا بھی تھا۔۹؎

قبلائی خان:(1294ء۔1215ء): Kublai Khan:

قبلائی خان تولی خان کا بیٹا جبکہ چنگیز خان کا پوتا تھا یہ ایک بہترین فوجی رہنما اور جانشین تھا چین میں منگول یوآن سلطنت کا بانی اور پہلا شہنشاہ (1294ء۔1279ء)
تھا،قبلائی خان نے اپنے دادا چنگیز خان کی شروع کی ہوئی تسخیر چین کو مکمل کیا

1252ء سے 1259ء تک اس نے اپنے بھائی منگو خان کو جنوبی چین کی تسخیر میں مدد دی اور تبت وٹونکن تک جا پہنچا 1264ء میں جواب موجودہ بیجینگ ہے میں اس نے اپنے دارالحکومت کی بنیاد رکھی قبلائی خان نے چین سے باہر منگول سلطنت کے علاقوں پر تمام دعوی ترک کر دیئے اور 1279ء میں جنوبی سونگ سلطنت کی جگہ یوآن سلطنت کو متحد کیا پڑوسی ریاستوں پر خراج نافذ کرنے کی کوشش کی یہی نہیں بلکہ اس نے بیرونی جنگوں کی بھی ابتداء کی اور برما اور کوریا کو فتح کیا تاہم جاوا اور جاپان میں اس کی عسکری مہمات کو شکست کا سامنا کرنا پڑا قبلائی خان کی شہرت ایشیاء سے نکل کر یورپ تک جا پہنچی جہاں اس کی فتوحات کا شہرہ تھا قبلائی خان کے دور اقتدار میں فن وادب کو کافی فروغ دیا گیا جبکہ وہ ایک راسخ العقیدہ بودھی مانا جاتا ہے اس نے اپنے دور اقتدار میں بدھ مذہب کو ریاست کا مذہب بنایا لیکن اس کے دور حکومت میں دیگر مذاہب کو برداشت کرتے ہوئے انھیں بھی پھلنے پھولنے کا موقع ملا ۔۲۷

ہلاکو خان: (1265ء۔1217ء) Hulagu Khan:

ہلاکو خان کا لقب ایل خان بھی ہے وہ تولی خان کا بیٹا اور چنگیز خان کا پوتا تھا اس کی ماں کا نام سیوراقوقطنی تھا تاریخ میں ہلاکو خان خوف کی علامت کے طور پر جانا جاتا ہے اس کی سرکردگی میں سب سے پہلے جنوب مشرق میں تاتاری افواج نے تباہی مچائی اس نے اپنے چھوٹے بھائی منگو خان جو کے مغل خاندان کا سربراہ بھی تھا کو خلیفہ بغداد اور حسن بن صباح کے فدائیوں کے خاتمے کا حکم دیا بغداد اس دور میں عالم اسلام میں ایک علمی وادبی مرکز کے علاوہ خوشحال اور متمدن شہر تصور کیا جاتا تھا لیکن تاریخ شاہد ہے کے ہلاکو خان کی رسائی روئے زمین پر موجود عجیب وغریب قلعوں تک بھی ممکن ہوئی یعنی حسن بن صباح کے فدائیوں کے شہباز

جیسے گھونسلوں جیسے قلعے بھی اس کی دسترس سے باہر نہ تھے کہا جاتا ہے کہ حسن بن صباح کے فدائی
بڑے ظالم اور جابر تھے اور وہ معصوم لوگوں پر گزشتہ چھ پشتوں سے سخت مظالم ڈھارہے تھے لیکن
ہلاکو خان کے سواروں نے قلعہ الموت کی مصنوعی جنت کو بھی اپنے پیروں تلے روند دیا انھوں نے
نا صرف شیخ الجبل کو گرفتار کر کے اسے موت کے گھاٹ اتارا بلکہ دریائے دجلہ کی جانب سے
ہوتے ہوئے بغداد کی طرف پیش قدمی کی جو کے پچھلی پانچ صدیوں سے خلفائے عباسیہ کا
دارالخلافہ تھا ہلاکو خان نے خلیفہ بغداد مستعصم باللہ کو دھمکی دی کہ پرچم چنگیزی کے مقابل آنے کی
جراءت نہ کرنا ورنہ گھوڑوں کے سموں تلے روند دئے جاؤ گے لیکن مستعصم باللہ کی شامت اعمال
کے اس نے ہلاکو خان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جس کے نتیجے میں مسلمان افواج کو زبردست
پسپائی کی ہزیمت اٹھانی پڑی یہی نہیں بلکہ ہلاکو خان اور اس کی وحشی افواج نے بغداد کو جو کبھی
نشاۃ الثانیہ تھا بے دردی سے روند ڈالا اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ایک اندازے کے
مطابق تاتاری درندوں نے سولہ لاکھ (16,000,00) دوسری روایت کے مطابق ایک کروڑ
سے زائد مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ان کی گردنیں ان کے جسموں سے الگ کردی گئیں اس کے
ساتھ شہر کو جلا کر راکھ کر دیا، انسانی کھوپڑیوں سے مینار بنانے کے شوقین ہلاکو خان نے اپنی یہ
حسرت بھی پوری کی اور بلا آخر محرم سن 656ھ میں ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد فتح ہوا اور
مسلمانوں کی صدیوں پرانی حکومت اور اقتدار کا خاتمہ ہوا اور پھر دوبارہ کبھی بھی بغداد کو اسلام کا
مرکز بننا نصیب نہیں ہوا خلیفہ مستعصم باللہ گرفتار ہوا اور ہلاکو خان کے حکم کے مطابق اسے قالین
میں لپیٹ کر گھوڑوں کے سموں تلے کچل دیا گیا کیونکہ منگولوں کے یہاں بزدلی و کمزوری
نا قابل معافی جرائم ہیں اور ایسے جرائم میں ملوث افراد کو کسی بھی طور جینے کا حق نہیں لہٰذا
دریائے دجلہ کا پانی پہلے تو مسلمانوں کے خون سے سرخ ہوا پھر اس کے بعد کتب خانے کی

خاک سے سیاہ اور یوں سفاک منگولوں (مغلوں) کے ہاتھوں زبردست تباہی و بربادی بغداد کا مقدر ٹھہری سقوط بغداد کے بعد عراق کے گوشے گوشے میں تاتاریوں کا پرچم اقتدار لہرانے لگا اور عباسی خلافت کے خاتمے کے ساتھ ہی مسلمانوں کی سیاسی مرکزیت نے بھی اپنا دم توڑ دیا۔

1258ء۔1260ء تک کا دور ہلاکو خان کی فاتحانہ پیش قدمی کا دور تھا وہ جہاں سے گزرتا وہ ملک،شہر،علاقہ تباہی کا ایک المناک منظر پیش کرتا ہلاکو خان مساجد کو آگ لگواتا لیکن گرجا گھروں کو کچھ نہ کہتا شاید اس کی وجہ یہ ہو کے اس کی بیوی درقوز ایک عیسائی عورت تھی 1259ء میں ہلاکو خان نے جنوب کا رخ کیا اس کے سپاہیوں نے حلب کا محاصرہ کر کے دمشق کو تاراج کیا پھر انھوں نے فلسطین کی جانب پیش قدمی کی اس کے بعد وہ مصر کی جانب بڑھے لیکن بیبرس کے مقابلے میں ہلاکو خان کی فوج کو شکست فاش ہوئی پھر یہ مغل یا منگول فوج شکست کے بعد منتشر ہو گئی مسلمان جن پر ایک نزاعی کیفیت طاری تھی وہ اس فتح کو تائید غیبی اور معجزہ گردانے لگے جبکہ ہلاکو خان کی فوج جس مسلمان نوجوان بیبرس (کمان دار) کے ہاتھوں شکست عظیم سے دوچار ہوئی وہ بیبرس ایک ترک نوجوان تھا جو کے ایک آنکھ سے نابینا تھا جس پر ایک سفید داغ بھی تھا جبکہ وہ اپنے بائیں ہاتھ سے تلوار چلاتا تھا۔ہلاکو خان نے 48 برس کی عمر میں یعنی 1265ء میں اس دار فانی سے کوچ کیا اکثر مورخین کی یہ رائے ہے کے شاید اس کو زہر دیا گیا اس نے تقریباً آٹھ برسوں تک ایران اور عراق پر حکمرانی کی اس دور میں ہندوستان میں سلطان غیاث الدین بلبن کی حکمرانی تھی۔

محققین کے مطابق آریائی نسل سے تعلق رکھنے والے افراد بھی یافث کی اولاد مانے جاتے ہیں آریاء نسل کے لوگ سفید فام تھے اور دوسری نسلوں پر اپنی فضیلت اور برتری کو مقدم جانتے تھے جبکہ بعد کے ادوار میں اندازاً 1500 ق م میں اس نسل کے کچھ لوگ وسط ایشیاء

سے ہجرت کر کے ہندوستان میں سندھ، گنگا جمنا کی بالائی آبادیوں میں آ کر بس گئے یہ لوگ ہند یورپی خاندان کی زبان بولا کرتے یہاں آ کر انھوں نے بتوں کی پوجا بھی شروع کی۔

حوالہ کتب:

۱۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب سید قاسم محمود۔ص۔۱۵۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۵ء۔

۲۔سورہ کہف۔آیت۔۸۳۔

۳۔سورہ کہف۔آیت۔۸۴۔

۴۔سورہ کہف۔آیت۔۸۵۔

۵۔سورہ کہف۔آیت۔۸۶۔

۶۔سورہ کہف۔آیت۔۸۷۔

۷۔سورہ کہف۔آیت۔۸۸۔

۸۔سورہ کہف۔آیت۔۸۹۔

۹۔سورہ کہف۔آیت۔۹۰۔

۱۰۔سورہ کہف۔آیت۔۹۱۔

۱۱۔سورہ کہف۔آیت۔۹۲۔

۱۲۔سورہ کہف۔آیت۔۹۳۔

۱۳۔سورہ کہف۔آیت۔۹۴۔

۱۴۔سورہ کہف۔آیت۔۹۵۔

۱۵۔سورہ کہف۔آیت۔۹۶۔

۱۶۔سورہ کہف۔آیت۔۹۷۔

۱۷۔سورہ کہف۔آیت۔۹۸۔

۱۸۔سورہ کہف۔آیت۔۸۶۔۔

۱۹۔ الدرالمنثو رالتفسیر بالمثور۔جلال الدین سیوطی۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۲۰۔الدرالمنثو رالتفسیر بالمثور۔جلال الدین سیوطی۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۲۱۔سورہ کہف۔آیت۔۸۴۔

۲۲۔سورہ کہف۔آیت۔۸۵۔

۲۳۔سورہ کہف۔آیت۔۸۶۔

۲۴۔سورہ کہف۔آیت۔۸۴۔۔

۲۵۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب سید قاسم محمود۔ص۔۶۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۶۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب سید قاسم محمود۔ص۔۱۴۹۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۷۔چنگیز خان ۔مرتب صبا ٹوانہ۔
۲۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔۱۵۶۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

باب(۵):

تہذیب کی تاریخ

History of Civilization

اس معلوم دنیا کی گزشتہ تہذیب کی تاریخ کا مطالعہ حتمی بیان اور اس کے حقائق کو قلمبند کرنا اپنی درست تواریخ کے اعتبار سے ایک نہایت مشکل ترین کام ہے لیکن بہرحال معلوم اور دستیاب وسائل اور ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مشکل کام کی جسارت اپنی جگہ خود ایک بڑی مہم ہے اگرچہ دنیا کی تاریخ مختلف تہذیبوں کے عروج و زوال کی ایک نا ختم ہونے والی داستان کا نام ہے متعدد مورخین و محققین جن میں میکس ویبر، ایمائل درخائیم، اوسوالڈ اسپنگلر، پیٹریم سوروکن، آرنلڈ ٹائن بی، الفرڈ ویبر، اے ایل کروبر، فلپ بیگی، کیرول کیگلے، رشٹن کولبرن، کرسٹوفر ڈاسن، ایس۔ این آئزن سٹیڈ، فرنینڈ، براڈل، ولیم ایچ میکنیل ایڈ ابوزمین، ایمانوئیل ویلرسٹائن اور فلپ فرنینڈ یز ارمیسٹو شامل ہیں ان تمام محققین نے تاریخ کا مطالعہ تہذیبی اکائیوں، ان کے محرکات، پیدائش، عروج و زوال، باہمی تعامل، کارہائے نمایاں، تباہی کی وجوہات اور دیگر تہذیبوں کے مابین تقابلی جائزے پر کیا ہے۔ میلکو نے مختلف تہذیبوں کے تاریخی ادب کے مطالعے سے تہذیبوں کی شناخت کی ہے اور اس کا کہنا ہے تاہم دیگر مورخین بھی اس بات سے متفق ہیں کے دنیا میں اب تک کم از کم بارہ بڑی

تہذیبیں اہمیت کی حامل ہیں جن میں سے سات تہذیبیں (میسوپوٹیمین ،مصری، کریٹین ، کلاسک (قدیم یونانی اور رومن)، بازنطینی ، وسطی امریکن، اور انڈین) وقت کی ریت میں دفن اور فنا ہوچکی جبکہ پانچ تہذیبیں اس وقت قائم ہیں جن میں شامل چینی ، جاپانی ، ہندی ، اسلامی اور مغربی تہذیبیں ہیں ۔ا؎

تہذیبوں کی ساخت: Strucure of Civilization:

ماہرین نے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی دیگر تہذیبوں کی ساخت کا مطالعہ درج ذیل بنیاد اور زاویے سے کیا ہے۔

ا۔فرانسسی مفکرین کے نزدیک تہذیب اور تہذیبوں کے مابین نمایاں فرق موجود ہے اٹھارہویں صدی میں فرانسسی محققین کی جانب سے کی گئی تحقیق کے مطابق بربریت کی متضاد تہذیب ہے لہٰذا مہذب معاشرہ دراصل ایسے انسانوں کا معاشرہ ہے جہاں خیر کی قوتیں شر پر غالب ہوں جبکہ اس کے برعکس غیر مہذب معاشرہ وہ ہوتا ہے جس میں بربریت اور ظلم کا دور دورہ ہواس میں شر کی قوتیں خیر پر غالب ہوتی ہوں لہٰذا خیر اور شر کے غلبے کے اعتبار سے دو معاشروں کے مابین فرق کا پیمانہ متعین کردیا گیا۔

۲۔انیسویں صدی کے جرمن فلاسفرز نے تہذیب وثقافت کے فرق کو بیان کرتے ہوئے یہ بتایا کے تہذیب وہ ہوتی ہے جو میکانیات ،ٹیکنالوجی اور مادی طاقت پر محیط ہوجبکہ ثقافت کسی بھی معاشرے کی اقدار، آئیڈیلز اور اعلی ترین فلسفیانہ، فنی اور اخلاقی صفات پر مشتمل ہوتی ہیں لیکن بیشتر ماہرین بشریات نے جرمن فلاسفرز کے اس نظریے سے اختلاف کرتے ہوئے یہ کہا ثقافت قدیم ،جامد، غیر شہری معاشروں کی خصوصیت ہوتی ہے اس کے برعکس پیچیدہ، ترقی یافتہ ،شہری اور حرکت پذیری معاشرے کی تہذیب کہلاتے ہیں تاہم تہذیب اور ثقافت دونوں ہی افراد کے اجتماعی انداز زندگی کی ترجمانی کرتی ہے جبکہ کوئی تہذیب اپنے وسیع تناظر میں

دراصل ثقافت ہی ہوتی ہے۔

اسپنگلر کہتا ہے تہذیب دراصل ثقافت کی ہی ایک اٹل منزل ہے مختصر یہ کے تہذیب کی تمام تعریفوں میں ثقافت شامل ہے جبکہ تہذیب کی تعریف طے کرنے والے بنیادی ثقافتی عوامل وہی ہیں جنھیں ایتھنز کے لوگوں نے کلاسیکی صورت میں تخلیق کیا جن میں خون، زبان، مذہب اور انداز زندگی شامل ہیں یہی وہ خصوصیات ہیں جو کے تمام یونانی لوگوں میں مشترک ہیں اور انھیں اہل فارس سے اور دوسرے یونانیوں سے منفرد بناتے ہیں،انسانی تاریخ کی بڑی تہذیبیں اعلی ترین سطح پر دنیا کے عظیم مذاہب پر استوار ہیں جو لوگ نسلی اور لسانی اعتبار سے ایک لیکن مذاہب کے اعتبار سے الگ الگ ہیں تاہم یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کے مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے افراد ایک دوسرے کی گردنیں بھی کاٹ سکتے ہیں جس طرح سے لبنان، سابق یوگوسلاویہ اور برصغیر میں ہوا۔

۳۔تہذیبیں اپنی حد تک کامل اور قابل تفہیم ہوتی ہیں جبکہ ہر تہذیب ایک وسیع ثقافتی وحدت کی حامل ہوتی ہے اگرچہ بستیاں، علاقے ،نسلی گروہ ،قومیتیں ،مذہبی گروہ کی کسی نہ کسی سطح پر مختلف ثقافت ہوتی ہے جبکہ یہ بھی ممکن ہے جنوبی اٹلی کے قصبے کی ثقافت شمالی اٹلی کے کسی قصبے سے مختلف ہوتا ہم دونوں قصبے جرمن قصبوں کے مقابلے میں ایک مشترک اٹالین ثقافت کی عکاسی کرتے ہیں یورپی برادریاں ایسی خصوصیات سے مالا مال ہیں جو انھیں چینی یا ہندو برادریوں سے الگ کرتی ہیں یہ تینوں (چینی، ہندو اور مغربی) کسی وسیع تر ثقافتی وحدت کا جز نہیں ہیں جو تہذیبوں کو وجود عطا کرتے ہیں پس یہ بات ثابت ہوئی کے تہذیب افراد کی اعلی ترین ثقافتی گروہ بندی کا نام ہے جس میں ثقافتی تشخص کی وسیع ترین سطح شامل ہے جو افراد کو جانداروں کی دیگر انواع سے مختلف بناتی ہے اس کی تعریف مشترک معروضی عوامل مثلاً زبان،

تاریخ، مذہب، رسوم ورواج، اداروں اور افراد کی داخلی (موضوع) ذاتی پہچان کے ذریعے بھی کی جاسکتی ہے، تہذیبیں عظیم ترین 'ہم' ہیں جس کے احاطے میں ہم اپنے آپ کو دوسرے سب 'وہ' سے مختلف پاتے ہوئے اطمینان کا سانس لیتے ہیں ایسی تہذیبیں بھی ہیں جن میں افراد کی تعداد بہت زیادہ ہو جس طرح کہ چینی تہذیب ہے جو بہت کم افراد سے بھی تشکیل پاسکتی ہے جیسے اینگلوفون کیریبیئین تہذیب وغیرہ انسانی تہذیبیں وسعت کے اعتبار سے اپنے آغاز انجام اور سرحدوں سے ماوراء ہوتی ہیں۔

۴۔ تہذبیں فنائیت سے بھی گزرتی ہیں جبکہ ان کی عمریں طویل بھی ہوسکتی ہیں یہی نہیں بلکہ ان کا ایک خاص وصف یہ بھی ہوتا ہے کے وہ ایک طویل تاریخی تسلسل کے ساتھ کافی عرصے تک جاری بھی رہتی ہیں اگر انھیں طویل ترین داستان کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اس داستان میں بادشاہتوں کے سلسلے، اقوام وعوام کے عروج وزوال کے مراحل جبکہ معاشرتی، معاشی، سماجی، سیاسی، اقتصادی، نظریاتی اور مذہبی سطح پر بھی اتار چڑھاؤ دیکھنے میں آتے ہیں دنیا میں بیسویں صدی میں موجود تمام تہذیبیں یا تو ہزار سال قدیم ہیں یا پھر انھوں نے لاطینی امریکہ کی طرح کسی دوسری لمبے عرصے سے چلی آنے والی تہذیب کے بطن سے جنم لیا ہے۔

تہذبیں جامد نہیں بلکہ متحرک ہوتی ہیں جبکہ وہ بنتی اور ٹوٹتی بھی ہیں یہی نہیں بلکہ ان پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کے جب وہ صفحۂ ہستی سے مٹ کر صحراؤں کی خاک میں دفن بھی ہوجاتی ہیں قرآن کریم میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشادات خداوندی ہیں!

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ مَّا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۔ ۲؎

ترجمہ۔ ہم نے اس سے پہلے جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس کے لئے ایک

خاص مہلت عمل لکھی جا چکی تھی کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے پہلے ہلاک ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کے بعد چھوٹ سکتی ہے۔

وَتِلْكَ الْقُرَى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۔ ۳

ترجمہ۔ یہ عذاب رسیدہ بستیاں تمھارے سامنے موجود ہیں انھوں نے جب ظلم کیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کی ہلاکت کے لئے ہم نے وقت مقرر کر رکھا تھا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ ۴

ترجمہ۔ہم نے ان کے بعد دوسری قومیں اٹھائیں کوئی قوم نا اپنے وقت سے پہلے ختم ہوئی اور نا اس کے بعد ٹہر سکی۔

کیگلے نے تہذیبوں کے ارتقاء کے سات مراحل بیان کئے ہیں۔

۱۔ پیدائش۔

۲۔ امتزاج۔

۳۔ توسیع۔

۴۔ کشمکش کا زمانہ۔

۵۔ آفاقی سلطنت۔

۶۔ زوال۔

۷۔ بیرونی حملہ۔

ٹائین بی لکھتا ہے! ہر تہذیب مرحلہ وار دیگر تغیرات سے گزرتی ہوئی اپنی موت مرجاتی ہے اس نے تہذیبوں کے تغیر میں درج ذیل نکات کا حوالہ پیش کیا ہے۔

ا۔تہذیب کسی نہ کسی چیلنج کے جواب میں پیدا ہوتی ہے۔

۲۔خوش حالی کے مراحل سے گزرتی ہے۔

۳۔ پھر مسائل کے ادوار میں داخل ہوجاتی ہے۔

۴۔اور پھر وہ منتشر ہوجاتی ہے۔

تہذیبوں کے ارتقائی مراحل کے حوالے سے دیگر ماہرین عمرانیات کے نظریات مختلف ہیں لیکن کچھ نکات پر سب ہی کا اتفاق ہے جس میں۔

ا۔تہذیبوں کا مصائب کی دلدل سے ابھرنا۔

۲۔ پھر آفاقی حالت۔

۳۔ پھر زوال۔

۴۔اورآخر میں انتشار شامل ہے۔

قرآن اقوام کی اسی کیفیت کے لئے کہتا ہے!

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۔۵؎

ترجمہ۔ہم نے ایک کے بعد دوسری قومیں اٹھائیں کوئی قوم نہ اپنے وقت سے پہلے ختم ہوئی اور نا ہی اس کے بعد ٹھہر سکی۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔٦؎

ترجمہ۔تم جیسے بہت سوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔

۵۔تہذیبیں سیاسی کے بجائے ثقافتی وحدتیں ہوتی ہیں یعنی جو امور حکومتیں انجام دیتی ہیں تہذیبیں ان امور کی انجام دہی کی پابند نہیں ہوتیں مثلاً ملک میں نظم وضبط کا قیام، قانون کی عملداری، ٹیکس کا اہتمام، دیگر ممالک کے ساتھ معاہدے اور جنگیں وغیرہ دنیا بھر میں پھیلی

ہوئی دیگر تہذیبیں نا صرف اپنے سیاسی خدوخال کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں بلکہ اکثر تہذیبیں خود اپنے اندر بھی کئی اقسام کی سیاسی تغیرات اور ایک سے زائد وحدتوں کی امین ہوتی ہیں جیسے کے خود ان کے اندر مختلف ادوار میں مختلف طرزِ حکمرانی کا پایا جانا مثلاً شہری ریاستیں، سلطنتیں، فیڈریشن، کنفیڈریشن، بادشاہت اور قومی ریاستوں کا وجود دوسری جانب ایک حد پر کوئی تہذیب اور کوئی سیاسی وحدت ایک ساتھ بھی ظہور میں آسکتی ہیں۔ بقول لوسیان پائی! چین ایک تہذیب بھی ہے اور ریاست بھی اکثر تہذیبوں میں ایک سے زائد ریاستیں شامل ہوتی ہیں اگرچہ آج کی دنیا میں اکثر تہذیبیں دو یا دو سے زیادہ ریاستوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔

٦۔ ماہرین عمرانیات وآثاریات و بشریات تہذیبوں کے تشخص کے حوالے سے تو آپس میں اتفاق رائے رکھتے ہیں لیکن ان کی تعداد کے بارے میں ان میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسے کے کیگلے کہتا ہے، تاریخی اعتبار سے اب تک دنیا میں سولہ تہذیبیں دستیاب ہیں۔ ٹائن بی کے مطابق! تہذیبوں کی مجموعی تعداد اکیس ہے، اسپنگلر کے خیال میں دنیا میں آٹھ بڑی تہذیبیں اور ان کے حوالے موجود ہیں، بیگی اور براڈل نو تہذیبوں کے حامی ہیں جبکہ روسٹووانی سات ہم عصر تہذیبوں کا ذکر کرتا ہے۔ ۷

ذیل میں کچھ بڑی اور ہم عصر تہذیبوں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

حوالہ کتب:

۱۔تہذیبوں کا تصادم۔سیموئل پی ونٹگٹن ۔ترجمہ عبدالمجید طاہر۔نگارشات پبلشرز۔لاہور،۲۰۰۸ء۔

۲۔سورہ الحجر۔آیت۔ ۴۔۵۔

۳۔سورہ کہف۔آیت۔ ۵۸۔۵۹۔

۴۔سورہ المومنون ۔آیت۔ ۴۲۔ ۴۳۔

۵۔سورہ المومنون ۔ ۴۲۔ ۴۳۔

۶۔سورہ قمر۔آیت۔۵۱۔

۷۔تہذیبوں کا تصادم ۔سیموئل پی ونٹگٹن ۔ترجمہ عبدالمجید طاہر۔ص۔ ۳۲۔ ۳۵۔ نگارشات پبلشرز۔ لاہور ،۲۰۰۸ء۔

باب(۶):

افریقی (ایتھوپیائی) تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

African Civilization And Its Historical Background

کتاب پیدائش کے مطابق کش بن حام بن نوح (یعنی حام کے ایک بیٹے کش) ہی دراصل اہل ایتھوپیا کے مورث اول ہیں، قدیم اور جدید ادوار کے سائنسدان اور محققین کی ایک بڑی تعداد نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کے دنیا کی پہلی تہذیب ایتھوپیائیوں نے تخلیق کی 'ایتھوپیائی' دراصل یونانیوں کی طرف سے دیا گیا نام ہے کیونکہ جب یہ ہیلینیائی پہلی بار افریقہ کے سانولی رنگت والے باشندوں کے ساتھ تعلق میں آئے تو انھوں نے انھیں 'منہ جلے' کا نام دیا۔ یونانی زبان میں 'جلنے' کا ترجمہ Ethiosاور 'منہ' کا Ops ہے لہٰذا Ethios*Ops مل کر ایتھوپیائی بن گیا یونانیوں کا خیال تھا کے ان لوگوں کی رنگت یورپ کے گورے باشندوں کی نسبت سورج سے زیادہ قریب رہنے کے باعث گہری ہے ایتھوپیائی بہت دور دور تک مشہور تھے۔ ہیروڈوٹس انھیں تمام انسانی نسلوں میں سے خوبصورت، دراز قد اور طویل العمر گردانتا ہے۔ ہومر انھیں عادل اور دیوتاؤں کا پسندیدہ مانتا ہے ایشائے کوچک کی تمام قدیم عظیم اقوام کے ریکارڈز ان کے متعلق معلومات سے بھرے پڑے ہیں۔ موسوی تحریروں میں ان کا ذکر آیا ہے ان کے عدل وانصاف، طاقت وجاہ منصب کے علاوہ ان کے حسن وخوبیوں کے ساتھ ساتھ ان کے سیاہ فام ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے لہٰذا باآسانی یہ نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے کے تاریخ کے انتہائی ابتدائی ادوار میں سیاہ فام نسل ہی مغربی دنیا کی سرکردہ

قوم تھی ہومر اور ہیروڈوٹس کی تحریروں سے پتا چلتا ہے کے مندرجہ ذیل تمام علاقوں کے لوگوں کو ایتھوپیائی خیال کیا جاتا ہے جن میں شامل سوڈان ،عرب ،فلسطین ،مغربی ایشیاء اور ہندوستان ہیں جبکہ یونان اور روم کے محققین کی نظر میں قدیم مصری بھی ایتھوپیائی تھے پھر یہ کے تہذیب کے ایتھوپیائی ماخذ کی تھیوری دیگر اہل علم حضرات جن میں کوکاؤنٹ ، وولنے ، سرہنری ، رالنسن ، پروفیسر ائے ایچ ایل ہیرن ، جنرل جے جی آر فارلنگ ، جیرالڈ میسی ، ڈاکٹر البرٹ چرچ ورڈ اور لیڈی Lugard شامل ہیں ۔ یہ تمام محققین اپنے اپنے کام اور تحقیق کے حوالے سے بے حد نمایاں اور جانے مانے ہیں چنانچہ ان تمام افراد نے اس نظریے کی حمایت کی ہے کے ایتھوپیائی اولین ایسے لوگ تھے کے جنھوں نے ستاروں کا علم ایجاد کیا اور سیاروں کے نام رکھے جبکہ انھی اہل علم حضرات سے یہ علوم نامکمل حالت میں مصریوں تک پہنچے ۔ا۔

نسلی برتری اور سفید فام نسل کو اہمیت دینے کے لئے با قاعدہ ایک منصوبہ بندی کے تحت ایتھوپیائی تہذیب کو کمتر اور حقیر انداز سے پیش کیا گیا تاہم یہ ایک منظم سازش تھی جس میں دنیا کو یہ بتایا گیا کے افریقی وحشی ،غیر مہذب اور حقیر ترین ہیں لیکن جنوبی افریقہ میں جب نیلسن منڈیلا برسر اقتدار آئے تو نصاب سے ایسی تمام کتب کو خارج کر دیا گیا جس میں کالوں سے شدید نفرت اور حقارت سے بھر پور مواد موجود تھا جبکہ نسل پرستوں نے افریقیوں سے نفرت اور انتقام کا کوئی موقع کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا لیکن اب سفید فام بھی پریشان ہیں کہ کہیں کالے ماضی میں کئے گئے برے سلوک کا ان سے بدلہ نہ لیں آج بھی کئی افریقی قبائل جدید انسانی تہذیب سے کٹے ہوئے پتھر کے دور میں نہایت آسودہ ،مطمئن اور خوشی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں دنیا نے کتنے زیادہ ترقی کے مراحل طے کر لئے یہ بات ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں عام طور پر وہ غیر اجنبیوں سے ملنا پسند نہیں کرتے لیکن جب وہ ان سے

مانوس ہوجاتے ہیں تو ان کی دل کھول کر مہمان نوازی کرتے ہیں ان کے گھر گارے اور جانوروں کے گوبر سے بنے ہوتے ہیں آج بھی وہ جانوروں کی کھال سے بنے لباس کو پہن کر موسم کی سختی کا مقابلہ کرتے ہیں دور افتادہ قبائل میں رہنے والے یہ لوگ نہایت سخت جان اور بے حد محنتی ہوتے ہیں یہ لوگ کھیتی باڑی، شکار اور مویشی پالتے تاہم انھی ذرائع پر ان کی گزر بسر ہوتی افریقہ کے ان پراسرار قبائل اور دیہات میں عجیب وغریب رسم ورواج کا راج ہے یہاں بڑی عمر کے افراد کی بے حد عزت کی جاتی اور ان کے مشوروں کو نہایت اہمیت دی جاتی تاہم جوانوں کے مقابلے میں یہ عمر رسیدہ افراد اگر دوسری شادی کرنا چاہیں تو پہلے انھی کو موقع دیا جاتا۔افریقی قبائل کے نوجوان مردوں کی زندگی سخت دشوار گزار ہوتی ہے انھیں شدید گرم موسم میں سخت جسمانی مشقت کے کام کرنا ہوتے ہیں تاہم اکثر مرد کام کے دوران اپنے سر کو ٹوپی سے ڈھانپتے ہیں۔

ماہرین کا یہ ماننا ہے کے مہذب دنیا کے افراد کے پاس وقت کی کمی ہے اور ان کے زندگی کے معمولات میں گھڑی کی سوئیاں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں لیکن دوسری جانب اب بھی دنیا کی کئی اقوام اور کئی افریقی قبائل وقت کی قید اور گھڑی کی ٹک ٹک سے آزاد زندگی بسر کرتے ہیں اور آج بھی ان کی گھڑی سورج اور آسمان ہیں جبکہ ان کے مہینے کا حساب چاند کی گھٹتی بڑھتی تاریخیں ہیں۔

اولڈوائی غار: Oldenburg Cleas:

اولڈوائی غار شمالی تنزانیہ (افریقہ) میں واقع ایک گھاٹی میں ہے ماہرین آثار قدیمہ نے جب یہاں کھدائی کی تو وہاں ۳۵ کلومیٹر لمبی اور 300 فٹ چوڑی ایک ڈھلوانی گھاٹی کے آثار دریافت ہوگئے جو شاید کسی زلزلے کے نتیجے میں پیدا ہوئی اس گھاٹی یا غار میں 20 لاکھ

سال قدیم رکازی باقیات دستیاب ہوئی ہیں ان رکازیات میں انسانی ہڈیاں جانوروں کی باقیات کے علاوہ قدیم اوزار و ہتھیار بھی تھے جبکہ ڈھلوانی چٹان کی سطح پر کچھ مدفون فوسلز اور ہڈیاں بھی پائی گئیں جنھیں بعد ازاں برلن لے جایا گیا جہاں ان پر تحقیق کی گئی۔

ماہرین رکازیات نے انھیں تین انگلیوں والے ایک قدیم گھوڑے ہپاریون کی باقیات کے طور پر شناخت کیا۔ مزید کھدائی کے بعد یہاں ہوموسیپیئنز کی فوسلز اور کھوپڑیاں بھی دستیاب ہوئیں ماہرین ان فوسلز کو ہوموسیپیئنز کے دور کے اجداد سے تعبیر کرتے ہیں اگلے سالوں میں جب یہاں مزید کھدائی کی گئی تو یہاں سے مزید انسانی باقیات جن میں کھوپڑی اور جسم کے کئی ڈھانچے برآمد ہوئے اس نو دریافت نوع کو ماہرین نے

Homo Habills یعنی (اہلیت کا حامل انسان) کا نام دیا اس قدیم انسان کی پشت سیدھی تھی، قد ساڑھے چار فٹ، کھوپڑی کی گنجائش تقریباً 700 مکعب سینٹی میٹر اور دانتوں کی ساخت ابتدائی انسانی نوعیت کی تھی تاہم ان کے ہاتھوں کی بناوٹ اور انگلیاں ایسی تھیں کے وہ ہتھیار بنانے کے قابل تھے اور ان کے پیر واضح طور پر جدید ساخت کے حامل تھے انھیں دیکھ کر ماہرین نے یہ اندازہ لگایا کے یہ انسان کرہ ارض پر آج سے تقریباً دس سے بیس لاکھ سال قبل پایا جاتا تھا جبکہ ماہر بشریات پروفیسر لیکی اس انسان کو بجا طور پر ہوموسیپیئنز کا براہ راست جدامجد قرار دیتے ہیں۔ ۲؎

امھارا: Amhara:

امھارا دراصل ایتھوپیا میں رہنے والی ایک نسل ہے جس کے بارے میں ماہرین کا یہ یقین ہے کے یہ حضرت سلیمان علیہ السلام (سولومن) کی اولادوں میں سے ہیں، امھارا ایتھوپیا کے کشان لوگوں کے حملہ آور سامی فاتحین کی ایک نسل ہے جو ایتھوپیا کی وسطی بلند

زمینوں کے جنوبی علاقے پر قابض ہیں تاہم آج بھی ان کا اپنے علاقے میں خاصا اثر ورسوخ پایا جاتا ہے ان میں سے بیشتر جاگیردار ہیں اوران کے یہاں کے شہنشاہوں کے بارے میں یہ بھی یقین ہے کے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولادوں میں سے تھے۔ بعد میں یہ عیسائی بھی ہوئے اوران کا تعلق قبطی قبیلے سے بتایا جاتا ہے امھاروں اورایتھوپیا کی سرکاری زبان امھاری ہے۔ ۳؎

براعظم افریقہ کا شمار کرہ ارض کے سات براعظموں میں سے دوسرے بڑے براعظم ے طور پر کیا جاتا ہے۔جس کا رقبہ دنیا کے ۲۳ فیصد حصے پر مشتمل ہے۔افریقہ خط استوا کے دونوں جانب ہے جبکہ دنیا کی تیرافیصد آبادی افریقہ میں آباد ہے اس کے مغرب میں بحر الکاہل،مشرق میں بحیرہ عرب اورشمال میں میڈی ٹرنیئین سمندر واقع ہیں،مستند تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت شدہ ہے کے افریقہ نوع انسانی کی جائے پیدائش ہے ابتدائی انسانوں نے یہیں پر تقریباً آٹھ سے پانچ کروڑ سال قبل بوزنوں سے ارتقاء پایا تھا۔جدید انسان 13,000 سے 90,000 سال قبل بنے اور بعدازاں افریقہ سے باہر نکل کر پھیل گئے قدیم مصر کی بھی عظیم ترین تہذیب کوئی پانچ ہزار سال قبل شمال مشرقی افریقہ میں رونما ہوئی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ افریقہ میں بہت سی دیگر ثقافتوں اور ریاستوں نے بھی جنم لیا۔

اشولیائی تہذیب: Acheulian:

اشولیائی بھی ایک تہذیب ہے جس سے متعلق ماہرین یہ کہتے ہیں کے یہ تہذیب 85,000 سال قبل افریقہ اور یوریشیاء میں پھلی پھولی اورآج بھی وہاں اس تہذیب کے قدیم ترین آثار نظر آتے ہیں دراصل یہ تہذیب زیریں قدیم نوحجری دور کی ایک ثقافت تھی جس کا امتیاز پتھر،لکڑی اور ہڈیوں سے تراشے ہوئے دستی کلہاڑے تھے اس طرح

ایسے ویلیائی دستی کلہاڑے کی نسبت ایک زیادہ بہتر ہتھیار میسر آیا۔ ۴؎

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

ماہر تاریخ دان ہومر ایتھوپیائیوں کو عادل، انصاف پسند اور دیوتاؤں کا پسندیدہ مانتا ہے۔ ایشیائے کوچک کی تمام قدیم عظیم اقوام کے ریکارڈز ان کے متعلق معلومات سے بھرے پڑے ہیں جبکہ موسوی تحریروں میں ان کا ذکر کئی بار آیا ہے ان کے عدل وانصاف، طاقت وجاہ منصب کے علاوہ ان کے حسن وخوبیوں کے ساتھ ساتھ ان کے سیاہ فام ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے ابتداء میں لوگ قبائلی نظام کے تحت رہا کرتے تھے۔ قبائلی نظام میں ایک عقلمند اور سمجھدار شخص کو سرداری کا حق حاصل ہوتا ہے جو ان کے درمیان سب سے زیادہ قابل اور عمدہ صفات کا حامل ہوتا ہے لہٰذا افریقہ میں بھی قبائلی نظام کے تحت عدل وانصاف کے تقاضے پورے کئے جاتے تھے اور جرم وسزا کا پورا ایک مکمل نظام اہل افریقہ کے یہاں موجود تھا اگرچہ ایتھوپیائیوں کے جدامجد حضرت نوح علیہ السلام کی اولادیں تھیں لہٰذا زمین پر عدل وانصاف کے قیام میں کوئی چیز مانع نہ تھی اور یقیناً ابتداء میں اہل افریقہ پیغمبرانہ تعلیمات کی روشنی میں ہی آپس کے فیصلے اور نظام حکومت چلاتے تھے تاہم حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولادوں سے رشتے داری اور ان کے قرب سے اس فکر کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے کے یقیناً اہل افریقہ کے درمیان اللہ کا دین اور اس کی بتائی ہوئی شریعت کا نفاذ کسی نہ کسی درجے میں موجود ہوگا۔

مذہب: Religion:

تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت شدہ ہے کے حام بن نوح اور ان کے بیٹے کش بن حام بن نوح اہل ایتھوپیا کے جدامجد تھے اسی نسبت سے اہل ایتھوپیا کا ابتدائی مذہب

تو یقیناً دین اسلام تھا لیکن بعد میں تحریفات کی زد میں آتے ہوئے دین اسلام کی شکل وصورت بگڑ گئی کیونکہ کشتی نوح میں صرف اہل ایمان ہی سوار تھے اور ان چند اہل ایمان سے دنیا میں دوبارہ آبادی قائم ہوئی جبکہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی اولادوں کو اپنی آخری وصیت میں سختی سے دین اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی تھی اور شرک وبت پرستی کی لعنت سے روکا تھا چنانچہ ایتھوپیائی قوم ابتداء میں ایک اللہ کی عبادت کیا کرتی لیکن بعد میں وہاں دیگر مذاہب اور توہم پرستی نے جگہ بنائی۔ افریقہ کے روایتی مذاہب پر بحث میں کچھ اہم سوالات درپیش ہیں۔

ا۔ پہلے تو بہت سے افریقی نسلی گروہوں کی زبان میں لفظ مذہب مغربی دنیا کی زبان والے مفہوم میں نہیں ملتا اور وہ اسے روزمرہ زندگی سے جدا بھی نہیں سمجھتے ہیں۔ اہل مغرب کے خیال میں مذہب عقائد کا ایک آزاد نظام ہے۔

۲۔ دوسری 'روایتی' اصطلاح گمراہ کن ہے جو ہمارے ذہن میں کسی قدیم یا تبدیل نہ ہونے والی چیز کا خیال پیش کرتی ہے دراصل تمام مذاہب اپنے تاریخی واقعات اور سماجی حالات کے مطابق بدلتے رہتے ہیں جبکہ افریقہ نے اپنے اندر مذاہب ماضی کے ساتھ ایک تسلسل اور اختراع دونوں ہی کو اپنے اندر سمویا ہے مشرقی اور مغربی افریقی مذاہب کے درمیان بے شمار اختلافات سہی لیکن ان کے کچھ مخصوص اوصاف بھی ہیں اگر عام مفہوم میں بات کی جائے تو افریقی مذاہب کے مطابق اس متحرک کائنات کو خدائے واحد نے تخلیق کیا ہے جبکہ وہ دنیا کو حرکت دینے کے بعد پیچھے بیٹھ گیا وہ روزمرہ انسانی معاملات میں کوئی دخل اندازی نہیں کرتا ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کو نا تو قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے دیوتا کے اردگرد طواف کرنا پڑتا ہے لہٰذا عام لوگ ثانوی دیوتاؤں سے رجوع کرتے ہیں جو

کے اصل ہستی مطلق کے خادم، غلام یا قاصد ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی ان ثانوی دیوتاؤں کو اس مطلق دیوتا کے بچوں کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے لیکن مذہبی تعلیم بھی اسی الوہی ہستی کے انعطافات کو ہی خیال کیا جاتا ہے جبکہ ہستی مطلق کی عبادت کی کوئی ظاہری علامت نظر نہ آنے پر ابتدائی یورپی مسافروں، مبلغوں اور سیاحوں نے افریقی مذاہب کو محض توہم پرستی روحیت یا اجداد پرستی قرار دیا ہے۔تاہم افریقی مذاہب واقعی خالق مطلق کو تسلیم کرتے ہیں۔

قدیم ایتھوپیائی (افریقی) دراصل حضرت نوح کے ایک مسلمان صاحبزادے حام کی اولادوں میں سے ہیں یہ وہی بیٹے تھے جو کے طوفان نوح کے وقت کشتی میں سوار ہوکر حضرت نوح کے ساتھ محفوظ مقام پر منتقل ہوئے تھے) چنانچہ یہ امر باعث حیرت نہیں ہے کے قدیم ایتھوپیائی ہستی مطلق پر یقین رکھتے تھے لیکن ماضی میں چونکہ ہر کتاب اور مذہب میں تحریفات ہوئیں چنانچہ غالب امکان یہ ہے کے شاید قدیم ایتھوپیائی بھی اپنے خالص مذہب اسلام کی حفاظت نہ کر سکے، مشرقی افریقہ میں بالخصوص جھیل ملاوی اور وکٹوریہ کے آس پاس اور تانگانیکا میں خدائے مطلق مولونگو ہمیشہ سے موجود رہتا ہے لیکن اسے بلانے کے لئے عبادت کرنا آخری حربہ ہے۔آج افریقہ میں عیسائیت کافی وسیع پیانے پر پھیل چکی ہے لیکن انیسویں صدی کے آغاز تک افریقہ میں مذہب کو پھیلانے کی کوششوں کو بہت کم کامیابی ملی، عیسائی مبلغوں کو کامیابی صرف اس وقت ملی جب یورپیوں نے افریقہ میں تجارتی امکانات سے فائدہ اٹھانا شروع کیا اسلام ساتویں صدی عیسوی کے دوران شمالی افریقہ میں متعارف ہوا جو آج وہاں اور مشرقی افریقہ کے کئی علاقوں میں کافی حد تک پھیل چکا ہے، بیسویں صدی کے دوران نئی مذہبی تحریکیں سامنے آئیں جنھوں نے مقامی مذہبی روایات کو مسیحی رسوم ورواج کے ساتھ ملایا جس کی وجہ سے افریقہ میں متعدد نئے مذہبی گروہ ایک 'مسیحا' کہلانے والے رہنما کے گرد جمع ہوئے۔

ایک جھوٹا نبوت کا دعوے دار'زولو پیغمبر'((Isaiah Shembe) نے 1900ء کے دہائی کے اوائل میں ایک ایسے ہی مسیحائی کلیسا کی بنیاد رکھی ۱۹۳۲ء میں جنوبی رہوڈیشیاء (موجودہ زمبابوے) کے'شونا' قوم کے لوگوں کے درمیان تبلیغ کرنے والے ایک خودساختہ نبی Johane Masowe نے بھی اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کے وہ آبادیاتی حکام کے ساتھ تعاون کی مخالفت کریں کچھ محققین نے نئے افریقی مذاہب کو احتجاجی تحریکیں قرار دیا ہے لیکن دراصل ان تحریکوں نے افریقہ میں مذہبی تجربہ بازی اور تجدید کی مثال قائم کی ہے نئے مذاہب نے روایتی ثقافت کو بھی متاثر کیا ہے جبکہ علامتی شبیہات کو بحال بھی کیا ہے نسلی گرہوں کے درمیان اتحاد پر زور دیتے ہوئے وہ اہل افریقہ کو بدلتے ہوئے حالات سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش میں نظر آتے ہیں۔ ۵۔

افریقیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور رمردے کی آخری رسومات

African view of life after death and Funeral:

قدیم افریقہ میں مردے کی تدفین کی جاتی تھی اور اس کی روح کی آسودگی کے لئے دعائیہ کلمات بھی پڑھے جاتے تھے تا کہ اگلے جہان میں اس کی روح پر سکون رہے تاہم انسان دنیا میں جس طرح کے اعمال کرتا ہے قبر میں اس سے اسی مطابق سوالات کئے جائیں گے چنانچہ اچھے اور نیک اعمال کے بدلے میں جنت اور برے اعمال کے نتیجے میں جہنم کی آگ کا تصور تو اہل ایتھوپیا میں موجود تھا جبکہ یہ زندگی اور دنیا عارضی اور آخرت کی زندگی دائمی ہے یہ نظریات بھی ان کے یہاں پائے جاتے تھے لیکن بعد میں دیگر مذاہب اور توہم پرستی کے سبب وہ اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھنے لگے جب کے اپنے مردوں کو جلانے یا خونخوار جانوروں کو کھلانے کی روایات بھی اکثر کتب میں موجود ہیں۔

Economic and Development: معیشت اور ترقی:

افریقیوں کی گہری سیاہ رنگت اور نسلی کمتری کی وجہ سے اب تک دنیا بھر میں انھیں شدید نفرت اور حقارت سے دیکھا جاتا ہے، طاقتور اقوام ان کے قدرتی وسائل پر بھی قابض ہیں لہٰذا ان کی معیشت ابتری کا شکار ہے اگر چہ قدرت نے افریقہ کو بے شمار قدرتی وسائل سے مالا مال کیا ہے لیکن ان سب کے باوجود وہ قابل ذکر ترقی نہ کر سکے۔

تقریباً پانچ سو سال قبل افریقہ ایک خوشحال ملک تھا جہاں علمی اور تجارتی مراکز اور تجارتی گہما گہمی تھی گزشتہ پانچ سو سال کے دوران افریقہ پر یورپی تاجروں اور آبادکاروں کا غلبہ رہا، یورپی تاجروں نے لاکھوں افریقیوں کو بطور غلام شمالی وجنوبی امریکہ اور کیریبیئن میں بھجوایا اور اہل یورپ نے بھی افریقہ کے خام مال کی دولت کو نہایت بے دردی سے لوٹا اور اسے اپنی صنعتوں میں بطور ایندھن کے استعمال بھی کیا پھر انیسویں صدی میں یورپی طاقتوں نے واقعتاً سارے افریقہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں آبادیاں قائم کر لیں لیکن سست اصلاحی عمل یا پر تشدد جدوجہد کے ذریعہ زیادہ تر افریقہ نے 1950ء اور 1960ء کے عشروں میں آزادی حاصل کی اگر چہ آزاد افریقہ کو عالمی معیشت میں ایک کمزور حیثیت ملی مواصلات اور آمدورفت کے خراب انتظامات اور متنازعہ سرحدوں نے مشکلات میں مزید اضافہ کیا پھر ان نئے ممالک کے شہریوں کو آپس میں باندھنے والے تاریخی اور ثقافتی بندھن نہ ہونے کے برابر تھے۔

Africa: افریقہ:

براعظم افریقہ، کرہ ارض کے سات براعظموں میں سے دوسرا بڑا براعظم ہے جو دنیا کے کل رقبے کا 23 فیصد حصے کو گھیرے ہوئے ہے، افریقہ خط استوا کے دونوں طرف ہے اس کا رقبہ منقطہ حارا شمالی جنوبی میں واقع ہے دنیا کی 13 فیصد آبادی بھی افریقہ میں ہے اس کے

مغرب میں بحرالکاہل، مشرق میں بحیرہ عرب اور شمال میں میڈی ٹرینین سمندر ہیں براعظم افریقہ کے شمال مغربی کونے میں واقع سینائی جزیرہ ہے جو کے ایشیاء کے ساتھ جڑا ہے افریقہ ایک نہایت رنگا رنگ سرزمین ہے اگر براعظم افریقہ میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک سفر کیا جائے تو سرسبز میدان، گھنے جنگلات، وسیع چراگاہیں، بلند و بالا پہاڑی سلسلے، اور تند و تیز دریا ملیں گے جبکہ یہاں نہایت متنوع ثقافتی مناظر اور ان سے متعلق اقوام بھی موجود ہیں یہی نہیں بلکہ یہاں ایسے کئی چھوٹے بڑے دیہات اور قصبات ہیں جہاں صدیوں سے زندگی جوں کی توں ہے دوسری جانب یہاں فلک بوس عمارتیں، جدید شہر اور ترقی کے بین الاقوامی اثرات بھی نظر آتے ہیں، ماہرین ارضیات و بشریات و آثاریات کے مطابق افریقہ نوع انسانی کی جائے پیدائش ہے جبکہ ابتدائی انسانوں نے یہیں سے اپنا ارتقائی سفر طے کیا جس کے بارے میں ماہرین کی یہ رائے ہے کے تقریباً آٹھ سے پانچ کروڑ سال قبل یہاں بوزنوں (انسانوں کی ابتدائی شکل) نے ارتقاء پایا جبکہ جدید انسان 130,000 سے 90,000 سال قبل بنے بعد ازاں یہ افریقہ سے باہر نکل کر پھیل گئے اگرچہ قدیم مصر کی عظیم تہذیب بھی کوئی پانچ ہزار سال قبل شمالی افریقہ میں ہی رونما ہوئی پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ افریقہ میں بہت ساری دیگر ثقافتیں اور ریاستوں نے جنم لیا تاہم آج سے تقریباً پانچ سو سال قبل وہاں کی ثقافت کا جائزہ لیا جائے تو افریقہ ایک خوشحال ملک تھا جہاں علمی اور تجارتی مراکز اور تجارتی گہما گہمی تھی تاہم گزشتہ پانچ سو سال کے دوران افریقہ پر یورپی تاجروں اور آبادکاروں کا غلبہ رہا جبکہ یورپی تاجروں نے لاکھوں افریقیوں کو بطور غلام شمالی و جنوبی امریکہ اور کیریبیئن میں بھجوایا اور اہل یورپ نے بھی افریقہ کے خام مال کی دولت کو لوٹا اور اسے اپنی صنعتوں میں بطور ایندھن کے بے دردی سے استعمال کیا پھر انیسویں صدی میں یورپی طاقتوں نے واقعتاً

سارے افریقہ پر قبضہ کرلیا اور وہاں آبادیاں قائم کیں لیکن سست اصلاحی عمل یا پر تشدد جدوجہد کے ذریعہ زیادہ تر افریقہ نے 1950ء اور 1960ء کے عشروں میں آزادی حاصل کی، آزاد افریقہ کو عالمی معیشت میں ایک کمزور حیثیت ملی، مواصلات اور آمدورفت کے خراب انتظامات اور متنازعہ سرحدوں نے مشکلات میں مزید اضافہ کیا پھر ان نئے ممالک کے شہریوں کو آپس میں باندھنے والے تاریخی اور ثقافتی بندھن نہ ہونے کے برابر تھے۔ افریقہ میں 53 مختلف ممالک ہیں، بشمول مین لینڈ کے 47 اور اردگرد کے جزائر پر چھ ممالک کے علاوہ یہاں دنیا کا سب سے بڑا صحرا 'صحرائے صحارا' بھی ہے جس نے افریقہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے جبکہ صحارا کے شمال میں واقع ممالک شمالی افریقہ تشکیل دیتے ہیں اور صحارا کے جنوب کا خطہ زیریں صحارائی افریقہ یا سیاہ فام کہلاتا ہے۔ شمالی افریقہ الجیریا، مصر، لیبیا، مراکش، سوڈان اور تیونس پر مشتمل ہیں زیریں صحارائی افریقہ کو عموماً مغربی افریقہ، مشرقی افریقہ، وسطی افریقہ اور جنوبی افریقہ میں تقسیم کرتا ہے مغربی افریقہ میں بینن، برکینا، فاسو، کیمرون، چاڈ،

Cote d'voire گھانا، گنی، گنی بساؤ، لائبریا، مالی، موریطانیہ، نائجر، نائیجریا سینیگال، سیئرالیون، گیمبیا اور ٹوگو شامل ہیں۔ مشرقی افریقہ برونڈی، جیبوٹی، ایریٹریا، ایتھوپیا، کینیا، ملاوی موزمبیق، راوانڈا، صومالیہ، تنزانیہ اور یوگینڈا پر مشتمل ہیں، وسطی افریقہ میں شامل ملکوں کے نام وسطی افریقی جمہوریہ، عوامی جمہوریہ، کونگو، خط استوائی گنی، گیبون، جمہوریہ کونگو اور زمبیا ہیں جنوبی افریقہ میں بونسوانا، لیسوتھو، نمیبیا، جنوبی افریقہ، سوازی لینڈ اور زمبابوے شامل ہیں، افریقہ کے ساحل سے پرے واقع جزائر پر آباد ملک کیپ وردے، ساؤ تومے اور پرنسب بحرالکاہل میں جبکہ کوموروس، مڈغاسکر، ماریشس اور Seychelles بحیرہ ہند میں ہیں۔ براعظم افریقہ کا کل رقبہ تین کروڑ مربع میل ہے (بشمول ملحقہ جزائر) یہاں بلند

ترین مقامات اور برف پوش علاقے Kilmanjaro۔(341۔19. فٹ) تنزانیہ میں ہے اور پست ترین مقام جھیل اسال (سطح سمندر سے 502 فٹ نیچے) جیبوٹی میں واقع ہے 37 ڈگری شمال اور 35 ڈگری جنوب عرض بلد کے درمیان واقع ہونے کے باعث افریقہ کی آب وہوا شمال اور جنوبی نصف کرے والی ہی ہے۔2004ء میں یہاں 875 ملین

(87 کروڑ 50 لاکھ افراد آباد تھے) سب سے زیادہ گنجان آباد مما لک میں نائجیریا، مصر، ایتھوپیا اور عوامی جمہوریہ کونگو ہیں۔

2004ء میں افریقہ کی مجموعی شرح پیدائش 35 فی ایک ہزار افراد تھی جو دنیا کے بقیہ چھ براعظموں میں لوگوں کی پیدائش کے اعتبار سے زیادہ ہے یہاں شرح اموات 14.6 فی ایک ہزار بھی دنیا میں سب سے زیادہ ہے 1980ء کے بعد سے یہاں بچوں کی ویکسی نیشن کے باعث شرح اموات میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی ہے۔

افریقہ کے لوگ تعلیم کو اہمیت دیتے ہیں اور اس کی افادیت سے بھی بخوبی واقف ہیں جبکہ تعلیم کے میدان میں حکومتی سطح پر کئی اقدامات بھی کئے جارہے ہیں تاہم کئی جگہوں پر قلیل ذرائع کے باوجود افریقیوں نے تعلیمی میدان میں کئی کامیابیاں بھی حاصل کیں ماسوائے صومالیہ، انگولا، ایتھوپیا اور موزمبیق کے بقیہ تمام افریقہ میں 70 فیصد بالغ افراد پڑھے لکھے ہیں دوسری جانب نائجر، برکینا فاسو اور سیئر الیون میں شرح خواندگی دنیا میں سب سے کم ہے جبکہ پڑھے لکھے افراد کی سب سے زیادہ شرح کیمرون، گھانا اور نائیجریا میں ہے لیبیا، تیونس اور الجیریا کی شرح خواندگی تو 90 فیصد سے بھی زیادہ ہے خواتین کے مقابلے میں سماج میں پڑھے لکھے مردوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔٦۔

Addis Ababa: ایڈیس ابابا:

ایڈیس ابابا ایتھوپیا کا دارالحکومت ہے جو سطح سمندر سے 2440 میٹر بلند سطح مرتفع پر واقع ہے یہ 1889ء میں ایتھوپیا کا نیا دارالخلافہ بنا ایڈیس ابابا اطالوی مشرقی افریقہ کا بھی ایک مرکزی اور بڑا تجارتی مقام ہے (41-1936ء) یعنی بیسویں صدی کے دوران اس شہر نے نہایت تیزی سے ترقی کے کئی مراحل طے کئے یہاں کئی بڑی صنعتیں قائم ہیں جن میں سیمنٹ، تمباکو، ٹیکسٹائلز اور جوتے کے کارخانے شامل ہیں اس کے علاوہ یہاں ایک نیشنل یونیورسٹی بھی ہے۔

Barberry: باربیری:

باربیری شمالی افریقہ میں مصر سے لے کر اٹلانٹک سمندر تک اور میڈی ٹرینئین سمندر سے لے کر صحارا تک پھیلا ہوا ایک خطہ ہے۔ اس خطے کا نام یہاں کے قدیم ترین باشندوں یعنی بربروں کے نام پر ہے قدیم دور میں یہ موریطانیہ، نیومیڈیا، افریقہ، پروپریا اور سائی رینیکا پر مشتمل تھا پھر یکے بعد دیگرے یہاں رومنوں، ونڈالوں، عربوں، ترکوں، ہسپانیوں، فرانسیسیوں اور اطالویوں نے اپنے قبضے جمائے تاہم سولہویں تا اٹھارہویں صدی کے دوران باربیری اپنے بحری قزاقوں کی وجہ سے بدنام ہوا۔

Mode of writing: فن تحریر:

قدیم اہل افریقہ فن تحریر سے بخوبی واقف تھے اور ان کے یہاں کا ہر خاص وعام اس ہنر سے آراستہ تھا بعدازاں اہل مصر نے فن تحریر افریقیوں سے سیکھا اور افریقیوں سے سیکھے ہوئے تحریری فن کو مصر میں 'مقدس' کہا جاتا تھا کیونکہ یہ طرز تحریر صرف مصری پروہتوں کو ہی آتا

تھا جنھوں نے اس اندازتحریر کو اپنے آباؤ اجداد سے سیکھا لیکن ایتھوپیا میں ہرکوئی اسی اندازتحریر کو ہی استعمال کرتا مزید براں پروہتوں کے سلسلے دونوں ہی اقوام میں ایک جیسے ہی ہیں ۔

ادب: Literature:

قدیم ایتھوپیائی ادب کئی قصے کہانیوں پر مشتمل ہے جس میں ایک عظیم طوفان کی تباہ کاریاں، زمین پر دوبارہ آبادی کا قیام، عبادات کے طور طریقے، دعائیہ کلمات، جنتر منتر، جادو آسیب کی کہانیاں، عشقیہ داستانیں، ہجر وصال کی شاعری، قومی وحدت کی شاعری اور بہت کچھ ان کے ادب کا حصہ چونکہ یہ قدیم ہے اور کئی روایات سینہ بہ سینہ منتقل ہوئیں لہٰذا اس اعتبار سے منفرد اور قیمتی بھی ہیں ۔

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

زیریں صحارائی یا سیاہ افریقہ کے لوگوں کا روایتی آرٹ افریقی آرٹ کہلاتا ہے افریقیوں کے یہاں بصری یا پلاسٹک آرٹس کو ایک دوسرے سے یا مذہبی اور ثقافتی آرٹ سے ممیز نہیں کیا گیا تاہم یہ آرٹسٹ پرفیشنل تھے جو سماج میں ایک باعزت جبکہ کبھی کبھی پروہتانہ اور موروثی رتبے کے بھی حامل تصور کئے جاتے انھوں نے تقریباً ماسکس، اجدادی مسالک میں استعمال کے لئے مورتیاں، ہتھیار، گھریلو ساز وسامان اور روزمرہ استعمال کی اشیاء بنائیں جن میں لکڑی، ہاتھی دانت، پیتل کے بھرت، ٹیراکوٹا اور مٹی سے بنائی ہوئی چیزیں شامل تھیں لیکن آرٹسٹک مہارتیں ٹیکسٹائلز، ٹوکری سازی، چمڑا سازی، دیواری پینٹنگز، جسم پر بنائے گئے نقش ونگار (ٹیٹوز) تک ہی محدود تھیں ۔ یہ پیچیدہ ڈیزائین کو بنانے پر بھی عبور رکھتے تھے انھوں نے کانسی کو ڈھالنے کا فن بھی ایجاد کیا جبکہ افریقی آرٹ کے نمونے جو ہم تک پہنچے وہ زیادہ سے زیادہ دوسو سال قدیم ہیں اگرچہ ان کا آرٹ اور فن اس سے بھی زیادہ قدیم تھا افریقی آرٹ

نے مغربی افریقہ کے علاقے میں ترقی پائی اس علاقے میں بے شمار اقسام کے اسٹائلز ملتے ہیں، مالی کے ڈوگون اپنے مخصوص مستطیل لکڑی کے ماسک کے لئے مشہور ہیں، بارہویں صدی میں نائجیریا یا داہومی (موجودہ بینن) کے یوروبا نے حقیقت پسندانہ انسانی سر اور مجسمے بنائے اور اسی طرح کی مورتیاں تانبے اور ٹیراکوٹا سے بھی تیار کیں جبکہ دھات کو ڈھالنے کا ہنر بھی یہیں سے (نائجیریا) داہومی پہنچا جہاں Edo لوگوں نے تانبے کی منبت کاریاں اور مورتیاں بنائیں، گھانا کے لوگ دنیا کے وہ اولین افراد ہیں جنھوں نے بتوں اور دیگر تراشی ہوئی اشیاء کو سونے کے پتوں سے ڈھانپا، کونگو خطے میں اجداد کی مورتیاں، ماسک، فیٹش اور دیگر آرائشی اشیاء بکثرت تیار کی جاتیں، خاص طور پر انسانی اور حیوانی صورت میں جنھیں حقیقت پسندی کے بجائے علامتی رنگ میں پیش کیا گیا افریقی آرٹ کی شاید یہی وہ خصوصیات تھیں کے جن کی وجہ سے بیسویں صدی کے مغربی ماہرین فن اور آرٹسٹوں جن میں شامل پکاسو، موڈگلیانی اور اپسٹن ہیں انھیں اس فن کی گہرائی اور حسن نے بے پناہ متاثر کیا۔۸؎

اس کے علاوہ قدیم افریقہ میں سادہ طرز کی عمارتیں بنائی جاتیں ابتداء میں کچی مٹی کے گھر بنائے گئے لیکن بعدازاں ان میں جدت اور مضبوطی کو بھی پیش نظر رکھا گیا۔ گاؤں اور دیہات میں آج بھی گھاس پھونس کی جھونپڑیاں بنائی جاتی ہیں لیکن اہل افریقہ نے فن تعمیر میں بھی بتدریج مراحل طے کئے۔

گنبد (Dome):

فن تعمیر میں گنبد کا استعمال عرصہ قدیم سے ہوتا آرہا ہے لیکن اس کی ابتداء میسوپوٹامیا میں ہوئی، افریقہ کی قدیم جھونپڑیوں کی بناوٹ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کے

ان کی جھونپڑیوں کی چھت گول گنبد نما ہوتی تھی جو کے گھاس پھونس سے بنائی جاتی تھی بعد ازاں یونانیوں نے اس کا استعمال اپنے یہاں کے مقابر میں کیا۔دوسری جانب اہل روم نے اپنی عمارتوں میں بکثرت اس کا استعمال کیا۔

فن موسیقی: Music:

موسیقی کا شوق بھی اہل افریقہ میں پایا جاتا چنانچہ خوشی ،تہوار ،بارش یا فصل کی کٹائی کے موقع پر وہ اپنی خوشی کا اظہار گا کر کرتے اس کے ساتھ ساتھ ڈھول ، باجے ،بینجواور دف بھی بجاتے بعد ازاں دیگر مذاہب کی آمیزش کے بعداور کچھ قبائل میں وحشیانہ انداز کا رقص اور گانا بھی گایا جاتا ہے۔

بینجو (Benjo):

بینجو بربط کی قسم کا تاروں والا ایک ساز ہے جس کی بنیاد افریقہ کے ایک تار والے ساز پر ہے، اس ساز کوسترہویں صدی میں افریقی غلام امریکہ لائے ہاتھ سے بجائے جانے والا پانچ تاروں کا بینجولوک موسیقی اور کمرشل بلیوگراس میں اہم ہے کئی افریقی قبائل میں موسیقی کو مذہبی عبادات کے دوران بھی استعمال کیا جاتا،آج بھی کئی افریقی قبائل ایسے ہیں جہاں زندگی کی سختیوں کے مقابلے کے لئے موسیقی کونہایت اہم گردانا جاتا ہے، یہ قبائلی افراد سر سنگیت کے جادوئی اثرات کے قائل ہیں اور زندگی کی تلخیوں اورلوگوں کے منفی رویوں سے چھٹکارا پانے کے لئے موسیقی کا سہارا لیتے ہیں ۔

افریقی زبانیں: African Languages:

افریقی زبانیں دراصل ،افریقہ کی مقامی یا دیسی زبانوں کے ایک گروپ کا نام ہے

محققین کے اندازے کے مطابق براعظم افریقہ میں بولی جانے والی الگ الگ زبانوں کی تعداد کم از کم ۲،۰۰۰ کے لگ بھگ ہے جبکہ کسی بھی دوسرے براعظموں کی دیگر مروج زبانوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں مختلف قبائل میں ان زبانوں کو بولنے والوں کی تعداد کہیں ۵۰ ہے اور کہیں یہ تعداد پچاس لاکھ بھی ہے زیادہ تر افریقی زبانیں معدودے چند لوگ ہی بولتے ہیں مثلاً تنزانیہ کی Hadza زبان بولنے والے صرف 200 افراد ہیں جبکہ ایفروایشیائی گروپ (یا حامی سامی گروپ) کی زبانیں جن میں عربی اور Hausa بھی شامل ہیں شمالی افریقہ میں غالب ہیں اسی طرح سے بقیہ براعظم میں نائجر کونگو شاخ غالب ہے مثلاً Fulfulde یوربا، اگبو ،سواحلی ، Xhosa اور روانڈا۔سواحلی اور Hausa سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانیں ہیں اگرچہ سواحلی زبان افریقہ کے تقریباً پانچ کروڑ افراد بولتے ہیں جو زیادہ تر مشرقی اور وسطی افریقہ میں رہتے ہیں اسی طرح سے تقریباً سوا دو کروڑ افراد Hausa زبان بولتے ہیں بالخصوص مغربی افریقہ کے علاقے نائجیریا میں دیگر اہم افریقی زبانیں فلفلڈے (سینیگال، کیمرون اور چاڈ میں) یوربا (نائجیریا، بینن میں) اور اگبو (نائجیریا) ہیں، افریقہ میں بولی جانے والی سب ہی زبانیں وہاں کی دیسی زبانیں نہیں، بہت سے شمالی افریقیوں کی پہلی زبان عربی ہے جس کو ساتویں اور گیارہویں صدی کے عرب سے آنے والے مہاجرین اپنے ساتھ لائے۔۹

کشان زبانیں: Cushitic Language:

کشان زبانیں دراصل حامی، سامی یا افریقی ایشیائی لسانی گروپ کی زبانوں کی ہی ایک شاخ ہے جو کے ایتھوپیا،صومالیہ، کینیا، جیبوٹی اور سوڈان میں بولی جاتی ہے،کشان کا نام حام کے بیٹے کش سے ماخوذ ہے جبکہ کتاب پیدائش کے مطابق کش اہل ایتھوپیا کا مورث

اول تھا۔۱۰؎

حامی زبانیں: Hamito:

حامی سامی زبانیں یا افریقی ایشیائی زبانیں جن کا تعلق شمالی افریقہ اور مشرقی وسطی کی مرکزی لسانی شاخ سے ہے اور اس میں تقریباً ۲۵۰ زبانیں شامل ہیں اس کی پانچ ذیلی شاخیں ہیں جن میں سامی، بربری، مصری، کشانی اور Chadic شامل ہیں بربری شاخ میں توار یگ اور شمالی وشمالی مغربی افریقہ کی دیگر زبانیں شمار ہوتی ہیں بہت سے بربر اگرچہ عربی زبان بولتے ہیں اور بربری زبان عربی رسم الخط میں ہی لکھی جاتی ہے تاہم زیادہ تر کشان زبانیں ایتھوپیا، صومالیہ اور کینیا میں بولی جاتی ہیں Chadic زبانیں وسطی ومغربی افریقہ کے لوگ بولتے ہیں۔۱۱؎

امھاری زبان: Amhari:

امھاری زبان ایتھوپیا میں بولی جانے والی ایک سرکاری زبان کا نام ہے افریقہ میں اس زبان کے بولنے والے ایتھوپیائی اور امھار نسل سے تعلق رکھنے والے افراد ہیں امھاری زبان گرامر کے لحاظ سے سامی ہے جبکہ اپنے ذخیرہ الفاظ کے اعتبار سے یہ کشان زبان ہے۔۱۲؎

بربر زبان: Barbar:

بربر زبان دراصل ایک ایشیائی زبان ہے جس میں تقریباً ۳۰۰ لہجے ہیں اگر بربر کو ہم زبان کے بجائے بولی کہیں تو یہ زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ یہ بولی تحریری صورت میں بہت کم دستیاب ہے بربروں کی تعداد اندازاً دو کروڑ بیس لاکھ کے لگ بھگ ہے شمالی افریقہ میں

قابل شناخت بربروں کی تعداد میں بھی بدستور کمی واقع ہوتی جارہی ہے یہی نہیں بلکہ یہ بربر عربوں کی زبان اور ثقافت کو بھی اپناتے جارہے ہیں چونکہ بربروں کی اکثریت مسلمان ہے لیکن یہ عربوں کے مقابلے میں کم کٹر ہیں تاریخی حوالے سے اگر تجزیہ کیا جائے تو بربر قبل از اسلام بت پرست تھے۔ ۱۴۳

افریقی (ایتھوپیائی) خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Social Status of African Women's in their Society

جہاں تک قدیم ایتھوپیا یا افریقہ کی بات ہے تو دنیا میں اب تک اس تہذیب کو سب سے زیادہ قدیم مانا جاتا ہے، ایتھوپیائی یا افریقی خواتین کے سماجی مقام ومرتبے کی جب بات کی جاتی ہے تو افریقی خواتین کو اپنے فیصلوں میں کسی حد تک آزادی حاصل تھی جیسے شادی بیاہ کے معاملات میں فریقین کی مرضی اور ان کی پسند ناپسند کو اہمیت دی جاتی اسی طرح سے شادی کے بعد شوہر گھر کے باہر کے امور انجام دیتا اور محنت ومزدوری کرتا جبکہ خواتین کی اولین ذمہ داریوں میں بچوں کی پیدائش، ان کی پرورش، گھریلو کام کاج اور قریبی باغات یا جنگلات سے پھل، پتے اور بیجوں کو اکھٹا کرکے انھیں بطور غذا کے پکانا شامل تھا عام طور پر گھر کا سربراہ مرد ہوتا جس کے احکامات اور فیصلے تمام اہل خانہ کے لئے قابل قبول ہوتے قدیم ایتھوپیائی خواتین کی بڑی تعداد جاہل اوران پڑھ تھی لیکن وہ کئی ہنر میں طاق ہوتیں، افریقی خواتین کو باپ کی وراثت میں سے کوئی حصہ نہ ملتا بلکہ وہ شادی سے پہلے باپ اور پھر شوہر اور بیٹوں کی تابعداری کیا کرتیں لیکن مجموعی طور پر ایتھوپیائی خواتین مضبوط اور توانا جسم کی مالک ہوتیں تاہم ان کی رنگت گہری سیاہی مائل، گھنگھریالے بال اور موٹے بھدے نقوش انھیں ایک الگ پہچان دیتے لیکن مجموعی طور پر وہ اپنے بچوں اور خاندان سے محبت اور ایثار کرنے والی خواتین تھیں آج بھی کئی افریقی قبائل

جن میں سامبورو،حمر،سرما،لودور،موری اور موموہیواد یہ قبائل شامل ہیں جہاں آج بھی شادی بیاہ کی عجیب وغریب رسم ورواج پائے جاتے ہیں مثلاً جب لڑکیاں شادی کی عمر کو پہنچ جاتیں تو ان کے نیچے کے دو دانت توڑ دیئے جاتے اور نچلے ہونٹ میں ایک مٹی کی پلیٹ لٹکادی جاتی تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پلیٹ کا سائز بڑھتا جاتا اس پلیٹ اوراس کے سائز کا مطلب یہ ہے کے اب یہ لڑکی شادی کے لئے تیار ہے چنانچہ جو نوجوان چاہے اس لڑکی سے شادی کرسکتا ہے تاہم اس پلیٹ کے سائز کے مطابق یعنی اگر چھوٹی پلیٹ ہے تو 30 گائے اور اگر بڑی پلیٹ ہے تو 60 گائے اسے شادی کے موقع پر لڑکی کے باپ کو دینا ہوں گی ۔اس کے علاوہ نوجوان لڑکے کو بہادری کے کچھ مقابلوں میں حصہ لیتے ہوئے انھیں جیتنا بھی ہوگااور اگر وہ مقابلہ نہ جیت سکے گا تو خاندان کی دیگر خواتین اسے نہایت بزدل جانتے ہوئے اس کی پٹائی بھی کرسکتی ہیں ۔

افریقی خواتین اپنے حسن وآرائش کے لئے مختلف زیورات کا استعمال کرتی ہیں نیز اپنے جسم کو مختلف رنگوں سے رنگتی ہیں اکثر قبائل میں افریقی خواتین اپنے سر کو کالے کپڑے سے ڈھانپتی ہیں۔

مذکورہ بالا قبائل میں نوجوان مردوں کی زندگی کا بڑا حصہ گائے پالتے ہوئے گزرجاتا کیونکہ شادی کے موقع پر انھیں لڑکی کے باپ کو 30 یا 60 گائے کا نذرانہ پیش کرنا پڑتا ہے۔

حوالہ کتب:

۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۲۸۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۲۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۲۱۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۱۱۶الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۱۱۷الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۱۶۸۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۱۶۸۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۱۶۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۱۶۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۱۶۰ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۸۸۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۲۱۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔ص ۔ ۴۱۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

باب (۷):

مصر کی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

Egyptian Civilization And Its Historical Background

مصر کی تہذیب کی قدامت ،اس کی شان وشوکت اور عجائب عالم میں موجود اس کی یا گاریں ہی دراصل اس کی تاریخی حسن و جمال میں ناصرف اضافے کا ایک بنیادی سبب رہے بلکہ اقوام عالم کی معلوم تاریخ میں اپنے منفرد جاہ وحشم کے سبب مصر اور اہل مصر ہمیشہ سے ایک علیحدہ تشخص کی حامل رہے ہیں یہی نہیں بلکہ اس کی تہذیب اپنی ہیبت وحشمت کے ساتھ مختلف اثرات کے ماتحت کئی انقلابات سے بھی آشنا رہی ہے، ماہرین مصریات کی رائے اور قدیم ادوار کی نوادرات کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کے

مصر کی تہذیب اور معلوم تاریخ کم از کم دس ہزار سال پرانی ہے۔[۱]

ماہرین آثاریات کے مطابق مصر کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے امریکی محقق جیوفری پارسنز نے اپنی ایک مدلل تاریخی تحقیق میں یہ لکھا ہے کے مصری تہذیب وثقافت اپنے اصل ماخذ اور ارتقاء میں صحیح طور پر افریقی ہے،ایک دوسرے یونانی مورخ ڈیوڈ ورس سکولس (پانچویں صدی ق م) نے چالیس کتب تحقیق پر مشتمل ایک تاریخ لکھی ہے جس میں اس نے اچھے ذرائع کو بنیاد بناتے ہوئے درست اعداد شمار اور ریکارڈ کی مدد سے ایک کتاب جس کا نام 'کتاب ۱۱۱ مصری ثقافت' کو ایتھوپیائی ماخذ قرار دیا ہے انھی کتب تحقیق سے

یہاں کچھ اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں مورخین بتاتے ہیں ایتھوپیا اولین انسان تھے وہ اپنے اس بیان کے ثبوت میں یہ کہتے ہیں کے یہ اولین انسان اسی سرزمین کے باشندے تھے اور وہ دوسرے علاقوں سے یہاں ہرگز بھی ہجرت کر کے نہیں آئے تھے لہٰذا انھیں بجا طور پر Autochthones یعنی (مٹی کی اولاد) کہا جاتا ہے۔

گزشتہ سطور میں تحقیقی حوالوں سے یہ بات ثابت کی گئی تھی کے کش بن حام بن نوح ہی دراصل اہل ایتھوپیا کے مورث اول تھے اسی نسل سے جب مزید آبادی میں اضافہ ہوا اور وہ آبادی اطراف واکناف میں پھیلتی چلی گئی، ماہرین کے مطابق عظیم مصر کی قدیم تہذیب آج سے تقریباً پانچ یا چھ ہزار سال قبل شمال مشرقی افریقہ میں ہی رونما ہوئی، ماہرین کی یہ رائے ہے کے جہاں آج مصر ہے وہاں کبھی ماضی میں گہرے سمندر ہوا کرتے تھے لیکن پھر بتدریج یہاں زمین نمودار ہوئی اور دریائے نیل سے بہہ کر آنے والی مٹی کے باعث آہستہ آہستہ سطح زمین اونچی ہوتی چلی گئی، ماہرین کی یہ بھی رائے ہے کے مصر کی زیادہ تر رسومات ایتھوپیائی ہیں آباد کاروں نے ہنوز اپنی گزشتہ رسومات کو برقرار رکھا ہوا ہے مثلاً ان کا ایک عقیدہ کے ان کا بادشاہ دیوتا ہے اور دیوتاؤں کی تجہیز و تدفین کے خصوصی انتظامات ان کی ثقافت کا ایک اہم حصہ ہے یہی کچھ ایتھوپیا کے رہنے والوں کا بھی ماننا ہے تاہم دونوں ہی اقوام میں پروہتوں کے سلسلے پائے جاتے ہیں اور انھیں دونوں ہی اقوام عزت ومنزلت سے نوازتی ہیں، دیوتاؤں کی خدمت کرنے والے سارے ہی لوگ پاک صاف ہوتے ہیں مصری پروہت بھی ایتھوپیائی پروہتوں کی طرح اپنے سر مونڈواتے، انھی جیسا لباس زیب تن کرتے اور اپنے ہاتھ میں ہل نما عصا بھی رکھتے ہیں یہی نہیں بلکہ بادشاہوں کے ہاتھ میں بھی عصا ہوتا ان کے سروں پر پہننے والی ٹوپی نوک دار اور گردنوں کے گرد سانپوں کا گھیرا ہوتا ہے جنھیں وہ

Asps کہتے ہیں اس علامت کا مطلب یہ ہے کے جس نے بھی بادشاہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو وہ ان زہریلے سانپوں کا شکار ہوجائے گا مصر کو بجا طور پر دریائے نیل کا تحفہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ قدیم ثقافت کا یہ مرکز چھ سومیل لمبا ہے جبکہ ویران لائم اسٹون کے پہاڑی سلسلوں نے اسے اپنے دامن میں لے رکھا ہے دونوں ہی پہاڑی سلسلے آگے کی جانب بڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

وادی نیل کی ابتدائی تاریخ پر ایک دستاویزی ماخذ کے طور پر Edfu Text کو بنیادی اہمیت حاصل ہے Edfu کے مقام پر ہورس کے معبد سے ملنے والی یہ مشہور کندہ تحریر مصری تہذیب کے ماخذ کے بارے میں ایک گراں قدر بیان ہے اس معتبر ریکارڈ کے مطابق بادشاہ ہورس کی قیادت میں جنوب کی طرف سے آنے والے حملہ آوروں کا ایک ٹولہ اپنے ساتھ تہذیب لایا تاہم ہورس کے پیروکاروں کو ان کے آہنی ہتھیاروں کی وجہ سے لوہار (The Blacksmith) کہا جاتا ہے پروفیسر آرتھر بورڈیور نے

"The Pageant of Civilization" میں یہ لکھا ہے کے جنوبی مصر کے اجداد نیوبیا کے راستے وادی نیل میں داخل ہوئے جو اپنے ساتھ ایک ترقی یافتہ تہذیب کو بھی لائے یہ نقل مکانی 5, 000 ق م سے بھی قبل کی ہے ان قدیمی افریقوں کے پاس لوہے کے ہتھیار اور اوزار تھے لیکن یہ امر قابل حیرت نہیں کیونکہ ایک اطالوی محقق نیوڈیل گراندے نے شمالی رہوڈیشیاء میں تقریباً پانچ سے چھ ہزار سال قدیم ایک لوہا پگھلانے کی بھٹی دریافت کی کچھ ماہرین بشریات کے مطابق! مصر کے قدیم ترین قبائل کشان نسل سے تعلق رکھتے یعنی بجا طور پر ان کا سلسلہ اجداد ایتھوپیا کے رہنے والوں سے جا ملتا ہے اور یہ حامی زبان کے بولنے والے تھے۔ سر ہیری جانسٹن کے مطابق سلطنت کے دور سے تعلق رکھنے والے

(Dynastic)مصری جسمانی اعتبار سے موجودہ دور کے گالا سے زیادہ مختلف نہیں لیکن ان میں سے شاید کچھ قبل از سامی کے عنصر کو لئے ہوئے تھے ان کی زبان کئی حوالوں سے کشان خصوصیات کی حامل رہی سلطنت کے دور سے تعلق رکھنے والے مصریوں نے خود کو بدیہی طور پر دریائے نیل کے کنارے پر ایک پتلی زرخیز پٹی تک ہی اپنے آپ کو محدود اور مرتکز رکھا اور بحیرہ احمر کی ساحلی پٹیوں سے کسی حد تک اجتناب کیا، آج سے تقریباً 8000 سال قبل وہ بالائی اور زریں مصر کے فاتح اور حکمران تھے مصر کے یہ باشندے اپنے اندر حامی

(لیبیائی کشان)، سامی اور سوڈانی نیگرو جیسی خصوصیات لئے ہوئے تھے۔

یونانی مورخ ہیروڈوٹس کے بقول مصری خواتین بازاروں میں جا کر تجارت کیا کرتیں اور ان کے مرد گھروں پر رہتے ہوئے کھڈی پر کام کرتے جبکہ بیٹوں کی یہ ذمہ داری تھی کے وہ اپنے والدین کی نگہداشت کریں جبکہ بیٹیاں ان ذمہ داریوں سے مستثنیٰ ہوتیں۔

ڈیوڈورس سکولس نے مصری شاہی خاندان کے مدرسری کردار کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کے عوام الناس بھی اسی مدرسری نظام کی پابندی کیا کرتے تھے عام شہریوں میں شوہر معاہدہ شادی کی شرائط کے تحت بیوی سے منسوب ہوتا ان کے یہاں یہ اصول طے تھا کے مرد تمام امور میں اپنی بیویوں کی اطاعت کریں گے یہ اصول یونانیوں کو بہت عجیب معلوم ہوئے لیکن افریقیوں کے یہاں یہ تمام باتیں ان کی تہذیب وثقافت اور روایات کا حصہ تھیں پھر قبل از پدرسری معاشرے کے سماجی اوصاف کبھی کبھی ترقی یافتہ تہذیب میں بھی باقی رہے خاص کر قدیم مصر میں شاہی کاروائیوں کو نسوانی سلسلے میں ہی جاری تصور کیا جاتا ہر ایک مصری شہزادی بطور ملکہ ہی جنم لیتی اور اپنے پیدائش کے دن سے ہی ملکہ کے عہدے کی تمام شان وشوکت کی حامل تصور کی جاتی۔ مرد اپنی تاج پوشی کے بعد ان اعزازات کا حامل

مانا جاتا دوسری جانب اسے صرف شہزادی کا محبوب بننے پر وہ تمام شاہی اعزازات اور تاج پوشی کا حق حاصل ہوتا۔ماہرین کے خیال میں مصری بادشاہت کے یہ تشکیلی اوصاف قابل قدر نہیں جبکہ دیگر افریقی بادشاہتی نظام میں بھی ہمیں اسی قسم کے رواج نظر آتے ہیں۔

سر گیسٹن ماسپرو نے اندازہ لگایا ہے کہ قدیم مصری تقریباً آٹھ تا دس ہزار ق م میں پہلی بار تاریخی ادوار میں داخل ہوئے یہ اندازہ زیادہ مبالغہ آمیز بھی نہیں کیونکہ عظیم ہرم تقریباً چھ ہزار سال قبل بنایا گیا تھا جبکہ ماہرین ابوالہول کو تو اس سے بھی زیادہ قدیم تسلیم کرتے ہیں۔

مصری تہذیب میں فراعنہ مصر کا دور کچھ اور تھا جو کہ تقریباً 8, 000 سال ق م میں قائم ہوا لہٰذا اس اعتبار سے مصر کی تہذیب کو یونان کی تہذیبی قدامت پر بھی فوقیت حاصل ہے۔

بولک کے مقام پر عجائب گھر میں موجود ایک پتھر کو محفوظ کیا گیا جس کے ذریعے یہ پتا چلتا ہے کہ چوتھی سلطنت کے بادشاہ اور عظیم ہرم کے بانی خوفو (Khufu) کے دور میں ابوالہول اور اس کا حال میں دریافت کردہ معبد اس وقت نہ صرف موجود تھے بلکہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار بھی تھے ان کندہ تحریروں میں اس کی زبوں حالی کا ذکر بھی موجود ہے۔

تیسری صدی ق م میں فرعون ٹولمی فلاڈلیفس نے مائیتھو سے کہا کہ قدیم ادوار سے لے کر اپنے زمانے تک مصر کی ایک مستند تاریخ لکھے جبکہ اس کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ اسکندریہ کی لائبریری کی تباہی کے دوران تلف ہوگیا لیکن کچھ بچے کچھے ٹکڑوں میں مائیتھو کی تیار کردہ مصر کے بادشاہوں کی فہرست بھی شامل ہے اس کتاب میں مصر کے حکمرانوں کو تین سلطنتوں میں تقسیم کیا گیا ہے جبکہ جدید ماہرین

مصریات نے ان سلطنتوں کو درج ذیل ادوار میں بانٹا ہے۔

۱۔ پرانی بادشاہت (Kingdom)(سلطنت ا تا iv)۔

۲۔ وسطی سلطنت (Dynasty)(سلطنت xi تا xiv)۔

۳۔شہنشاہت(Empire)(سلطنت xviii تا xx)۔

سائیتے (Saite) عہد (سلطنت xxvi) یہاں

Kingdom,Dynasty and Empire کا ترجمہ بالترتیب بادشاہت، سلطنت اور شہنشاہت کے کیا ہے مصر میں جب xxvii یعنی (ستائیسویں) سلطنت کا قیام عمل میں آیا تو مصر پر فارسیوں نے حملہ کیا اور اس وقت سے اب تک مصر شاذونادر ہی کبھی بیرونی حکومت سے آزاد رہا یہ بات بھی درست ہے کے اپنے دور بادشاہت، سلطنت اور شہنشاہت میں بھی مصر نے کئی عروج وزوال دیکھے اور حکومتی سطح پر بھی اسے کئی بے ترتیبیوں کا سامنا رہا۔

ماہرین مصریات کی ایک بڑی تعداد نے مصر کی ابتدائی تاریخ 3315 ق م بتائی ہے جس پر بیشتر ماہرین کا اتفاق پایا جاتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے مصر کا پہلا بادشاہ آہامینا یا مینیز تھا، مائیتھو کے مطابق مصر کا یہ فرعون (مصری اپنے بادشاہوں کے لئے لفظ فرعون استعمال کرتے ہیں)5776 ق م میں تخت نشین ہوا اور 62 برس تک حکمرانی کرتا رہا جبکہ آہامینا مینیز سے قبل مصر کے زیریں اور بالائی حصوں پر متعدد بادشاہوں کی حکمرانیوں کے بھی واضح ثبوت ملے ہیں، ماہرین کے مطابق مینیز کے برسراقتدار آنے سے قبل زیریں مصر کے ایک قبیلے کے ساٹھ (60) بادشاہ یکے بعد دیگرے حکمرانی کرتے رہے لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ سب قبائل اور ان میں قائم بادشاہتیں آپس میں شادی بیاہ اور تسخیر کے ذریعے متحد ہو گئے قبل از سلطنت دور میں بھی اہل مصر تہذیب کی ایک اعلیٰ سطح پر پہنچ گئے تھے کیونکہ وہ سونا

، چاندی ، جست ، سیسہ ، لوہا ، ہیما ٹائیٹ ، ریگ مال ، گلینا (کچا سیسہ) فیروزہ ، بلوریں پتھر سر پینٹا ئین ، سنگ لارجود ، مونگا (کورل) اور کچھوے کا خول درآمد کرتے اور ان اشیاء کے ذریعے دیدہ زیب فن پارے تخلیق کرتے جو بعد کے ادوار میں تحیر، تجسس اور تحسین سے دیکھے گئے۔

مصر کا پہلا عہد زرین ایتھو پیا کی جانب سے ایک حملے کے ساتھ شروع ہوا، سوڈانی نقوش کے حامل ایک فاتح نے تیسری سلطنت کی بنیاد رکھی اور ملک میں متعدد بالکل نئے تصورات داخل ہوئے یہ نئی ہلچل خوفو کے وسیع منصوبوں میں اپنی انتہاء کو پہنچی جو تاریخ کی موثر ترین شخصیات میں سے ایک تھا اس کے ساتھ ہی مصری ترقی کے خطوط قائم ہوئے اور واقعات کو لکھا جانے لگا۔

خوفو عہد حکومت کا عظیم کارنامہ 'عظیم ہرم' کی تعمیر تھا جیسے تاریخی وقائع میں قدیم دنیا کے سات عجائب میں سے ایک قرار دیا جاتا ہے۔ ہیروڈوٹس کے مطابق ہرم بیس برس تک تعمیر ہوتا رہا یہ ہر جانب سے مربع اور آٹھ سو فٹ اونچا ہے۔ اسے صقیل شدہ پتھر کو کاٹ کر نہایت احتیاط سے جوڑا گیا اور اس کا کوئی پتھر بھی 30 فٹ سے کم اونچا نہیں ہرم کو مورچہ کی طرح زینہ بہ زینہ بنایا گیا تاہم بنیاد بنانے کے بعد باقی پتھروں کو لکڑی کے تختوں پر مشتمل مشینوں کے ذریعے اوپر تک پہنچایا گیا، مصری ہرم کی دیوار پر ایک کندہ تحریر میں یہ بتایا گیا ہے کے یہاں کام کرنے والے مزدور روز آنہ کتنی مقدار میں لہسن ، پیاز اور مولی کا استعمال کیا کرتے تھے، قدیم مصری نہایت شفیق اور نرم دل تھے کیونکہ اگر وادی نیل کی گزشتہ چار ہزار قبل کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کے اہل مصر میں انسانیت اور ہمدردی کے اوصاف کوٹ کوٹ کر بھرے تھے وہ ناصرف انسان دوست اور نرم رو تھے بلکہ نہایت شفیق وملنسار بھی تھے لیکن

ڈراموں، فلموں اور دیگر ادب میں اہل مصر اور بالخصوص فراعین کو نہایت ظالم و جابر اور سخت گیر حکمرانوں کے پیش کیا جاتا ہے جن کے انسانیت سوز مظالم کو دیکھ کر پتھروں کو بھی پسینہ آ جاتا ہے۔

ام حوتپ جو کے تیسری سلطنت کے بادشاہ زوسر (5345 تا 5307 ق م) کا وزیر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر فلکیات اور طبیب بھی تھا اس نے ہی سب سے پہلے اہرام کو ڈیزائن کیا بعد میں وہ شاہی طبیب کے عہدے پر فائز ہوا اور پھر اگلے زمانے میں وہ الوہی حیثیت کو اختیار کر کے طب کا دیوتا بن گیا جسے یونانی 'اموتھیس' کے نام سے جانتے اور اس کی عبادت کرتے۔

مصر کا پہلا عہد زرین 3163 ق م میں ختم ہوا جب بادشاہ نیتر کیرے کی وفات نے چھٹی سلطنت کا خاتمہ کیا جبکہ یہ درمیانی عرصہ ساتویں تا دسویں سلطنت پر محیط ہے افراتفری کے اس دور کو تھیبس (شہر کا نام) کے ایک ممتاز شخص ان تف نے ختم کیا، یہ گیارہویں سلطنت کا پہلا بادشاہ بنا اور یوں وسطی بادشاہت شروع ہوئی آمن تف اول کو قدیم مصر کا شارلیمن بھی کہا جاتا ہے اس نے میمفس کے بجائے تھیبس کو مستقل دارالحکومت بنایا پھر آمن تف اول کی جگہ ان دوم نے سنبھالی اور یکے بعد دیگرے پانچ مینتو حوتپ آئے۔ مینتو حوتپ پنجم اس قدر لاغر تھا کے آمن ام حت اول نے اسے معزول قرار دیا۔

اس طرح بارہویں سلطنت قائم کی گئی اس سلطنت کے حکمران غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے سیسوسٹریس اول (3373 تا 3327 ق م) کا دور توسیع کا دور تھا اور مصر کی حدود جنوب میں کش کی بادشاہت تک چلی گئیں آمن ام حت دوم کی افواج نے سیسوسٹریس سوم کے ماتحت سینائی جزیرہ نما حملہ کیا اور شام تک کا علاقہ فتح کر لیا 3184 ق م میں آمن ام حت

چہارم کوئی وارث چھوڑے بغیر دنیا سے رخصت ہوگیا لہٰذا بادشاہت کا سلسلہ اس کی بیٹی کے ذریعے آگے بڑھا نئی ملکہ نے اپنے شوہر کے شاہی اختیارات کو جاری رکھا جو اگلا فرعون بنا شاہی عہدہ باپ سے داماد کو منتقل ہوا اور شاہی جانشینی کو خاندان کے اندر ہی رکھنے کے لئے بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے کی شادی سب سے بڑی بہن کے ساتھ کرنے کا دستور قائم ہوا اور حق حاکمیت کو اسی کے ذریعے سے آگے بڑھایا جانے لگا اس طرح سے بادشاہ کا بیٹا ہی اس کا داماد بن کر تخت وتاج کا مالک بھی بن جاتا لہٰذا آمن ام حت چہارم نے اسی دستور پر عمل کرتے ہوئے اپنی بہن سیبک نفرورے سے شادی کی کیونکہ وہ بے اولاد ہی مرا لہٰذا ملکہ سیبک نفرورے کی شادی تھیبس کے ایک شریف زادے سے طے کی گئی لیکن ملکہ نے بجائے اس شریف زادے کے ایک دوسرے ادنی شخص سے شادی کر لی جس کے نتیجے میں ایک جنگی صورت حال پیدا ہوگئی۔ یہ خانہ جنگی تقریباً ایک سو سال تک جاری رہی کیونکہ تھیبس جو کہ طبقہ شرفاء میں شمار کیا جاتا تھا انھوں نے ایک شمالی باشندے کو ملکہ کا شوہر ہونے کی حیثیت سے بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

تیرہویں سلطنت کے بادشاہوں نے تھیبس سے حکومت کی اور ممفس میں چودہویں سلطنت کے ایک رقیب حکمران تخت نشین ہوا دونوں ہی حکمران بارہویں سلطنت کی جانشینی کے دعوۓ دار تھے جبکہ دونوں ہی حکمران بارہویں سلطنت کی جانشینی کا دعویٰ کرتے اور دونوں ہی حکومتوں کی افواج آپس میں لڑیں مگر کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہوئی لہٰذا اس خانہ جنگی کے پیش نظر مصر پر ایشیائی خانہ بدوشوں نے حملہ کر دیا جن کو تاریخ میں 'ہائیکسوس' (Hyksos King) (یا گڈرئے بادشاہ) کہا جاتا ہے سب سے پہلے انھوں نے زیریں مصر کو فتح کیا پھر دریا سے اوپر کی طرف بڑھے اور تھیبس پر قابض ہو گئے ان بیرونی

حملہ آوروں نے پندرہویں، سولہویں اور سترہویں سلطنتوں کے دوران مصر پر غلبہ قائم رکھا جس کا عرصہ تقریباً ڈیڑھ سو سال بنتا ہے جب ملک پر ان غیر ملکیوں کی حکومت تھی تو تھیبس کے مخصوص شرفاء جنوب میں کش کی جانب چلے گئے اور وہاں انھوں نے ایک خفیہ تحریک منظم کی انجام کار فرعون سیکے نیزے کی زیر قیادت ایک فوج نے ہائیکسوس کو تھیبس سے نکال باہر کیا اور میدان جنگ میں ہی دنیا سے رخصت ہوا اس کے بعد تھیبسی حکمران آحموس اول کی بادشاہت شروع ہوئی جو 1709 ق م میں تخت نشین ہوا یہ بادشاہ ایک فوج کو لے کر شمال کی جانب روآنہ ہوا اور ممفس کو آزادی دلوائی جبکہ ہائیکسوس کو مصر سے نکال کر صحراء سینا میں دھکیل دیا یوں مصر میں اٹھارہویں سلطنت کا آغاز ہوا جس میں ایک نئی بادشاہت قائم ہوئی لہٰذا بادشاہوں کے اس نئے سلسلے نے تھیبس میں نئے محلات اور معبد تعمیر کروائے جو آگے چل کر عجائبات عالم میں شامل ہوئے یہی نہیں بلکہ وہ وادی نیل میں ایک نئے زریں عہد کے نقیب بھی بنے۔

حضرت یوسف علیہ السلام: Prophet Joseph:

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑ پوتے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں جن سے ان کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے حضرت یوسف اور بن یامین ایک بیوی راحیل بنت لابان سے تھے جبکہ باقی دس بیٹے دوسری بیویوں سے پیدا ہوئے ۔حضرت یوسف کا ذکر قرآن کریم میں 24 مرتبہ آیا ہے ۔قرآن نے آپ کے قصے کو احسن القصص بھی کہا فلسطین میں حضرت یعقوب کی جائے قیام جبرون (موجودہ الخیل) کی وادی تھی جہاں حضرت اسحاق اور ان سے پہلے حضرت ابراہیم رہا کرتے تھے اس کے علاوہ حضرت یعقوب کی کچھ زمینیں سکم (موجودہ نابلس) میں بھی تھیں، بائبل کے علماء کی تحقیق کو اگر درست

مان لیا جائے تو حضرت یوسف کی پیدائش ۱۹۰۶ ق م کے لگ بھگ زمانے میں ہوئی 1890 ق م کے قریب زمانہ میں وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

مصر میں اس زمانے میں پندرہویں خاندان کی حکومت قائم تھی جسے مصر کی تاریخ میں ہائیکسوس (Hyksos King) یا چرواہا خاندان بھی کہا جاتا ہے یہ لوگ عربی النسل تھے اور فلسطین اور شام سے مصر جا کر دو ہزار ق م میں کے لگ بھگ مصر پر قابض ہو گئے تھے عرب مورخین اور مفسرین نے انھیں 'عمالیق' کا نام دیا ہے جو موجودہ مصریات کی تحقیقات سے درست مطابقت بھی رکھتا ہے یہ لوگ مصر میں اجنبی حملہ آور کی حیثیت رکھتے تھے اور مصر کی خانہ جنگی کے پیش نظر انھیں وہاں کامیاب حملے اور اپنی بادشاہت کو قائم کرتے ہوئے اپنے قدموں کو مضبوطی سے جمانے میں بہت مدد ملی یہی وجہ تھی کے ان کے دور کمال میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی عروج حاصل ہوا اور مصر میں بنی اسرائیل کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا گیا مصر کے زرخیز حصوں پر بھی انھیں دسترس حاصل ہوئی یہی نہیں بلکہ انھیں یہاں خاصا اثر ورسوخ بھی ملا کیونکہ وہ ان غیر ملکی حکمرانوں کے ہی علاقوں سے متعلق تھے۔

پندرہویں صدی ق م کے اواخر تک یہ لوگ مصر پر قابض رہے ان کے زمانے میں مصر کا سارا اقتدار عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھ میں ہی رہا اس کے بعد ملک میں ایک قوم پرست تحریک چلی جس نے ہائیکسوس کے اقتدار کا تختہ الٹ دیا ایک اندازے کے مطابق ڈھائی لاکھ سے زائد عمالقہ مصر سے نکال دئے گئے جبکہ ایک نہایت متعصب اور قبطی نسل خاندان کے ہاتھ میں اقتدار آ گیا جنھوں نے عمالقہ کے عہد کی یادگاروں کو مٹا دیا اور بنی اسرائیل پر بے پناہ مظالم ڈھائے جن کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آئے گا، مصری تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کے ان چرواہے بادشاہوں نے مصری دیوتاؤں کو ماننے سے بھی انکار کیا بلکہ وہ

اپنے دیوتا شام سے مصر لائے جبکہ ان کی پوری کوشش یہی تھی کے مصر کے طول وعرض میں انھی کا مذہب قائم ہوجائے جب ہی قرآن کریم حضرت یوسف کے ہم عصر بادشاہ کو فرعون کہہ کر مخاطب نہیں کرتا کیونکہ فرعون مصر کی ایک مذہبی اصطلاح تھی جسے وہ اپنے بادشاہوں کے لئے استعمال کیا کرتے تھے تاہم یہ چرواہے بادشاہ مصر کے قدیم مذہب کے ہی قائل نہ تھے۔

مصر کا دارالسلطنت اس زمانے میں ممفس (منف) تھا جس کے کھنڈرات آج بھی قاہرہ کے جنوب میں واقع ہیں حضرت یوسف علیہ السلام سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر میں مصر پہنچے دو تین سال تک ان کا قیام عزیز مصر کے یہاں بھی رہا پھر تقریباً آٹھ نو سال تک انھیں قید خانے میں بھی قید کیا گیا آپ نے عزیز مصر کے خواب کی تعبیر بیان کی اور عزیز مصر آپ کی علمی قابلیت، جاہ وجلال، عظمت وہیبت، حسن وجمال اور وجاہت ودیانت سے بے پناہ متاثر ہوا اور نتیجتاً عزیز مصر نے مصر کے تمام خزآنے آپ کے حوالے کردئے اور تقریباً تیس برس کی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے فرمانروا مقرر ہوئے اور اسی برس تک بلاشرکت غیرے مصر پر حکمرانی کرتے رہےاس واقعہ کو قرآن اس طرح سے بیان کرتا ہے!

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ

ترجمہ۔اس طرح ہم نے یوسف کے لئے اس سرزمین (مصر) پر قدم جمانے کی صورت نکالی اور اسے معاملہ فہمی کی تعلیم دینے کا بھی انتظام کیا۔ ۲ ۔

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۔ ۳ ۔

ترجمہ۔یوسف نے کہا ملک کے خزآنے میرے حوالے کردیجئے میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔

توریت میں لکھا ہے عزیز مصر نے حضرت یوسف سے کہا تو میرے گھر کا مختار ہوگا

اور ساری رعایا پر تیرا حکم چلے گا فقط تخت کا مالک ہونے کے سبب سے میں بزرگ تر رہوں گا دیکھ میں تجھے سارے مصر کا حاکم بناتا ہوں اور تیرے حکم کے بغیر کوئی شخص اس ملک میں اپنا ہاتھ پاؤں نہ ہلا سکے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی حکومت کے نویں یا دسویں سال

حضرت یعقوب علیہ السلام کو پورے خاندان کے ساتھ فلسطین سے مصر بلوالیا ایک روایت کے مطابق آپ کے خاندان کی تعداد ستر افراد پر مشتمل تھی پھر آپ نے اپنے خاندان کو اس علاقے میں آباد کیا جو دمیاط اور قاہرہ کے درمیان واقع ہے بائیبل میں اس علاقے کا نام جشن یا گوشن بتایا گیا ہے پھر یہ لوگ (بنی اسرائیل) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک یہیں آباد رہے بائبل کا یہ بیان ہے! حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال ایک سو دس (۱۱۰) برس کی عمر میں ہوا۔ ۴۔

مرنے سے قبل آپ نے وصیت کی کے آپ کو مصر میں دفن نہ کیا جائے بلکہ آپ کے آباؤ اجداد کی زمین فلسطین میں دفن کیا جائے لہٰذا آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی لاش کو حنوط کیا گیا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل مصر سے واپس اسرائیل گئے تو اپنے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا جسم مبارک بھی اپنے ساتھ لے گئے تاہم فلسطین میں آپ کو دفنایا گیا جبکہ حموی یہ کہتے ہیں کے آپ کی قبر مبارک فلسطین کے ایک علاقے نابلس میں ایک گاؤں بلاطہ میں ہے اور قبر کے پاس ایک درخت بھی ہے۔ ۵۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے بائبل کی کئی روایات کی نفی ہوتی ہے۔

توتمس اول کے دور میں (1662 تا 1628 ق م) مصری بادشاہت اپنے نقطہ عروج پر تھی جبکہ اس دور کی حقیقی رفعت آمن حوتپ سوم (1538 تا 1501 ق م) کے عہد

حکومت میں مجسم ہوئی کتب تاریخ میں یہ درج ہے کے لکڑی شام سے درآمد کی گئی اور طویل سمندری سفر کے لئے مضبوط بحری جہاز کے انتظامات کئے گئے جبکہ اس بحری بیڑے کی مدد سے مصری جہاز ران اور تاجر مشرقی افریقی ساحل تک گئے اور لوگوں کے ساتھ لین دین کیا اور ان سے ہاتھی دانت، آبنوس، شتر مرغ کے پر، مصالحے اور سونا برآمد کیا جنوب کی طرف انھوں نے اپنے حلقہ حکومت کو نیوبیا کے کشانوں تک وسعت دی اور شمال میں آرمیگڈون (ہرمیگیڈو) کی جنگ میں دشمنوں کی ایک متحدہ فوج کو شکست سے دوچار کیا۔

آمن حوتپ سوم کی فرمانروائی کش کی سرحدوں سے لے کر شینار کے میدانوں تک تھی اور یہ تمام علاقے اس قدر بہتر انداز سے منظم تھے کے پیداواری عمل میں نہایت معاون ثابت ہوئے اپنے چھتیس سالہ دور حکومت میں آمن حوتپ سوم نے کئی ترقیاتی امور انجام دئے پھر بلآخر 1501 ق م میں اس کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا آمن حوتپ چہارم تخت نشین ہوا اس نوجوان کی ماں ملکہ تی اس کے سن بلوغ کو پہنچنے تک نائب سلطنت مقرر ہوئی اس نئے حکمران نے ایک نئی مذہبی روایت کا آغاز کیا جس کی وجہ سے اسے شہرت حاصل ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے باپ کا عہد زریں کا خاتمہ بھی ہوا تاہم پروہتوں نے انجام کار اخناتون کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور 'کافر' بادشاہ غالباً دشمنوں کے دئے گئے زہر سے ہلاک ہوا اس کے ساتھ ہی آتن کا سورج غروب ہوا پھر اس کے جوان داماد توت آنخ آمن کی تخت نشینی پر دارالحکومت دوبارہ تھیبس (ایک شہر کا نام) منتقل ہوا اور پرانے مذہبی مسالک کو دوبارہ سرپرستی حاصل ہوئی بادشاہ توت کا حکومتی دورانیہ اور مستقبل بھی قبل از وقت موت کے باعث اختتام پذیر ہوا تب Eye نامی ایک پروہت تخت وتاج پر قابض ہوا اور جس کے دور حکومت میں ملک تباہی سے دوچار ہوا کیونکہ اس مختصر دور حکومت میں

اٹھارہویں سلطنت کے عظیم بادشاہوں سے حاصل کردہ تمام غیر علاقے ہاتھ سے نکل گئے شمال سے تعلق رکھنے والے جنزل ہرم حب نے دریا کے راستے جنوب کا رخ کیا اور غاصب Eye کو معزول کر کے عہد انحطاط کا خاتمہ کیا چنانچہ وحدانیت پرست آتن مسلک مصر سے مٹا دیا گیا لیکن اس مذہب کا مکمل خاتمہ نہ ہوسکا۔

رعمیس اول (دور حکومت 1306 تا 1307 ق م): Ramses:

رعمیس اول ایک قدیم مصری بادشاہ ہے جو کے انیسویں سلطنت کا پہلا بادشاہ تھا ،رعمیس اپنے پیش رو بے اولاد بادشاہ ہرم حب کے دور میں ایک سپہ سالار تھا اس کا تعلق مشرقی ڈیلٹا کے خطے کے ایک خاندان سے تھا اور وہ غالباً آوارس شہر سے تعلق رکھتا تھا اپنے مختصر دو سالہ عہد حکومت میں اس نے ابائیدوس میں ایک معبد بنوایا جس میں چند تحریریں کندہ کروائیں اس کی جگہ اس کے بیٹے سیتی اول نے لی۔

رعمیس دوم یا رعمیس اعظم (دور حکومت 1224 تا 1290 ق م):

Ramses ii The Great:

رعمیس دوم کو تاریخ میں رعمیس اعظم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے یہ انیسویں سلطنت کا تیسرا بادشاہ تھا جو سیتی اول کا بیٹا بھی تھا تاریخ میں رعمیس دوم کو بہت بڑے جرنیل اور مدبر و معمار کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے رعمیس دوم انیسویں خاندان کا سب سے زیادہ باجبروت اور طاقتور فرعون تھا اس نے مصر کی عظمت کو جو اخناتون کے زمانے میں ختم ہو چکی تھی پھر سے بحال کیا اس کے عہد میں تجارت کو کافی فروغ ملا یہاں تک کے مصر کے تاجر مغربی ایشیاء اور بحر روم کے جزائر سے تجارت کرنے لگے اپنے عہد حکومت کے آغاز میں رعمیس

افریقہ اور مغربی ایشیاء میں علاقے واپس لینے کے لئے لڑا جو سولہویں اور پندرہویں صدی ق م کے دوران مصر کے ماتحت تھے جبکہ ایشیائے کوچک کے طاقت ور حتی اس کے مرکزی حریف تھے جن کے خلاف اس نے طویل جنگیں لڑیں اس جنگ کا ایک بڑا معرکہ ۱۲۷۴ ق م میں کدیش (شمالی شام) کے مقام پر ہوا اور رعمیس نے ایک عظیم فتح کا دعویٰ بھی کیا البتہ کسی بھی فریق کو فیصلہ کن کامیابی حاصل نہ ہو سکی 1258 ق م میں ایک معاہدہ طے پایا جس کے نتیجے میں متنازعہ زمینیں بانٹ دی گئیں اور رعمیس نے اپنی بیٹی کی شادی حتی بادشاہ سے کردی پھر اس نے اوب سمبل کے مقام پر پتھر سے تراشے ہوئے معبد کارنگ میں آمن کا معبد اور تھیبیس کے معبد بھی تعمیر کروائے جبکہ موخرالذکر معبد کو رعمیسئم بھی کہا جاتا ہے رعمیس دوم کے بارے میں مشہور ہے کے اس نے سینکڑوں شادیاں کیں جس میں سے کئی بیویاں خود اس کی سگی بیٹیاں تھیں جب وہ مرا تو اس کی کئی اولادیں اس کے پیچھے موجود تھیں جن میں سے ایک سو سے زائد لڑکے اور پچاس سے زائد لڑکیاں تھیں الغرض اس کے پیچھے اس کے سگے رشتے داروں کی اتنی بڑی تعداد تھی کے اس کے دنیا سے جانے کے بعد اس کی اولادیں اور پھر ان کی اولادیں کئی سو سال تک مصر پر حکمرانی کرتی رہیں اس نے ٦٧ سال تک مصر پر حکومت کی۔

رعمیس سوم (دور حکومت ٦٣ تا ١١٩٤ ق م): Ramses iii:

بیسویں سلطنت کا مصری بادشاہ رعمیس سوم بھی ایک عظیم حکمران تھا وہ بنیادی طور پر ایک فوجی سپہ سالار تھا جس نے متعدد بار مصر کو بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رکھنے کی خاطر جنگیں لڑیں جبکہ اپنی تاجپوشی کے پانچویں برس اس نے مغرب کی طرف سے لیبیائی حملہ آوروں کو شکست دی اور دو سال کے بعد سمندری حملہ آوروں کو مار بھگایا پھر اپنی تاج پوشی کے گیارہویں برس اس نے ایک اور لیبیائی یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا رعمیس نے اپنے پیش رووں

کی پیروی میں کئی معبد اور محلات تعمیر کروائے الاقصور کے قریب موجود ایک معبد کی دیواروں پر اس کی فتوحات کی منظر کشی بھی کی گئی رعمیس سوم مصری عظیم حکمرانوں میں سے آخری حکمران تھا اگرچہ اس کے بعد آٹھ مزید بادشاہ آئے لیکن (یہ سب ہی رعمیس کے نام سے جانے جاتے ہیں) لیکن ان میں سے کسی کو بھی عظیم نہیں کہا جا سکتا ہے۔٦ ۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں !

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۔٧ ۔

ترجمہ۔بے شک فرعون زمین پر سرکش ہو گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر دیے تھے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا، بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ۔٨ ۔

ترجمہ۔ہم چاہتے تھے کہ ان پر احسان کریں جو ملک میں کمزور کیے گئے تھے اور انہیں سردار بنا دیں اور انہیں وارث کریں، انہیں ملک پر قابض کریں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھا دیں جس کا وہ خطرہ کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: Prophet Moses:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک مشہور عبرانی پیغمبر ہیں آپ مصر کے شہر گوشان میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام عمران جبکہ والدہ کا نام یوکبد تھا موسیٰ کے معنی

ہیں 'پانی سے نکلا ہوا' قرآن کریم میں آپ کا ذکر 29 مرتبہ کیا گیا آپ کی پیدائش سے قبل فرعون نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر اسے نجومیوں نے یہ بتائی کے ایک اسرائیلی لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیری حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا چنانچہ فرعون نے یہ حکم شاہی اپنی سلطنت کی حدود میں نافذ کر دیا کے جس اسرائیلی کے یہاں کوئی بیٹی پیدا ہو تو اس کو زندہ چھوڑ دو لیکن اگر ان کے یہاں بیٹا پیدا ہو تو اس کو فوری طور پر قتل کر دیا جائے۔

ذیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کو قرآن نے جس انداز سے بیان کیا ہے اس کی وضاحت کے لئے قرآنی آیات کے حوالے درج ذیل ہیں۔

ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيِيْ نِسَآءَهُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ -۹؎

ترجمہ۔ بے شک فرعون زمین پر سرکش ہو گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر دیے تھے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا، بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔

اسی اثناء میں حضرت موسیٰ کی پیدائش ہوگئی آپ کے والدین آپ کی پیدائش پر بہت فکر مند تھے کسی طرح سے انھوں نے تین ماہ تک آپ کی پیدائش کو چھپائے رکھا لیکن جب یہ ناممکن ہوگیا اور فرعون کے ہرکارے ایک ایک گھر میں گھس گھس کر تلاشی لیتے تو آپ کی والدہ بے حد خوف زدہ اور پریشان ہوگئیں اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ -

ترجمہ۔ہم نے موسیٰؑ کی ماں کوحکم بھیجا کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تجھے اس کا خوف ہوتو اسے دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر، بے شک ہم اسے تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔۱۰؎

حضرت موسیٰ کی والدہ کے دل پر اللہ نے سکینت ڈال دی اور آپ کے دل کو اللہ نے اپنے حکم سے مطمئن کر دیا تو آپ نے لکڑی کے ایک صندوق میں حضرت موسیٰ کولٹایا اور اس صندوق کو دریائے نیل کے سپرد کر دیا آپ کی بہن (مریم) نیل کے کنارے کنارے آپ کے صندوق کو دیکھتی جاتیں کے آیا یہ صندوق بہتا ہوا کس طرف جاتا ہے لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کے یہ صندوق بہتے بہتے فرعون کے محل کے کنارے تک جا پہنچا اس وقت فرعون کی بیوی حضرت آسیہ محل کے بام پر کھڑی یہ نظارہ دیکھ رہی تھیں انھوں نے اس صندوق کو نکالنے کا حکم دیا اور جب اس کو کھول کر دیکھا تو آسیہ حضرت موسیٰ کی معصومیت اور خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوئیں اور آپ نے فرعون سے آپ کو پالنے کی اجازت طلب کی پھر تھوڑی ردوکد کے بعد بلاآخر فرعون نے حضرت آسیہ کو اس کی اجازت دے دی۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًاؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَؕ لَا تَقْتُلُوْهُۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًاؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔۱۱؎

ترجمہ۔پھر اسے فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیا تاکہ بالآخر وہ ان کا دشمن اور غم کا باعث بنے، بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے،اور فرعون کی

عورت نے کہا یہ تو میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، شاید ہمارے کام آئے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اور انہیں کچھ خبر نہ تھی، اور صبح کو موسیٰؑ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا، قریب تھی کہ بے قراری ظاہر کر دے اگر ہم اس کے دل کو صبر نہ دیتے تا کہ اسے ہمارے وعدے کا یقین رہے۔

حضرت آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں جبکہ روایات کے مطابق آپ نے ہی حضرت موسیٰ کی پرورش کی آپ نہایت نیک سیرت خاتون تھیں آپ کی پارسائی کا ذکر تو قرآن کریم میں بھی موجود ہے یعنی قرآن کریم میں جن چار معزز خواتین کا ذکر آیا ہے ان میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

۱۔حضرت مریم۔ ۲۔حضرت خدیجہ۔ ۳۔حضرت فاطمہ۔ ۴۔اور حضرت آسیہ ہیں۔

حضرت آسیہ نہایت پاک باز اور خدا پرست خاتون تھیں جب فرعون پر آپ کے ایمان کا حال کھلا تو اس نے آپ پر بے حد مظالم توڑے لیکن آپ صبر و تحمل سے انھیں سہتی رہیں۔

حضرت موسیٰ، حضرت آسیہ کی آغوش میں پرورش پانے لگے اس زمانے کے دستور کے مطابق بچے کی پرورش کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے مختلف آیاؤں (پرورش کی ذمہ دار خواتین) کا انتخاب کیا جانے لگا لیکن حضرت موسیٰ نے کسی بھی خاتون کا دودھ نہ پیا ایسے میں آپ کی بہن نے کہا کے میں ایک ایسی خاتون کو جانتی ہوں جو اس بچے کی اچھی پرورش کر سکتی ہے آپ کی بہن اپنی والدہ کو اپنے ساتھ لے آئیں اور اس طرح حضرت موسیٰ اللہ کے حکم سے اپنی بچھڑی ہوئی ماں کی آغوش میں دوبارہ آ گئے آپ کی ماں کو ملکہ نے آپ کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سپرد کی، قرآن کریم میں اس حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ
لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ
اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ - ۱۲؎

ترجمہ۔ہم نے پہلے سے اس پر دائیاں حرام کردیں تو اس کی بہن نے کہا میں تمھیں ایسے گھر کا پتا بتاؤں کے جس کے لوگ اس کی پرورش کا ذمہ لیں گے اور وہ خیر خواہی سے اسے رکھیں گے اس طرح سے ہم موسی کو اس کی ماں کی طرف پلٹا لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور جان لے کے اللہ کا وعدہ سچا تھا مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ أَنِ
اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِي
وَعَدُوٌّ لَهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ
هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَنْ يَكْفُلُهُ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ
وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ
مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ - ۱۳؎

ترجمہ۔(موسیٰ) ہم نے پھر ایک مرتبہ تم پر احسان کیا یاد کرو وہ وقت جبکہ ہم نے تیری ماں کو اشارہ کیا تھا ایسا اشارہ جو وحی کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے کے اس بچے کو صندوق میں رکھ دو اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دو پھر دریا اسے ساحل پر پھینک دے گا اور اسے میرا اور اس بچے کا دشمن اٹھالے گا پھر ہم نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت طاری کردی اور ایسا انتظام کردیا کہ تو میری نگرانی میں پالا جائے یاد کرو جب تیری بہن چل رہی تھی پھر جا کر کہتی ہے میں تمھیں اس کا پتا بتاؤں جو اس بچے کی پرورش اچھی طرح سے کرے؟ اس طرح سے ہم

نے تجھے پھر تمھاری ماں کے پاس پہنچا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہو۔

امریکن انسائیکلو پیڈیا اور برٹانیکا اور تفسیر حقانی میں فراعنہ مصر کے احوال کو بیان کیا گیا ہے اور اس تاریخ کے مطابق 3500 ق م سے لے کر اسکندر رومی تک مصر کے حکمرانوں کے تیس (30) خاندان تھے جن کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا جو تقریباً ساڑھے تین ہزار سال تک برسر اقتدار رہے اور ان کی تعداد تقریباً 300 کے قریب تھی۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے جس فرعون کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق انیسویں سلطنت سے بتایا جاتا ہے جس کا آغاز رعمیس اول سے ہوا اس خاندان کا تیسرا بادشاہ رعمیس دوم یا رعمیس اعظم تھا عام خیال کیا جاتا ہے کے حضرت موسیٰ کی پرورش رعمیس دوم کے ہی گھر پر ہوئی جبکہ حضرت موسیٰ کا مقابلہ جس فرعون سے ہوا وہ رعمیس سوم یا منفتہ یا منفتاح تھا اس بیان کی تائید بائیبل اور تالمود کے اس متفقہ بیان سے ہوتی ہے کے حضرت موسیٰ اس کے محل میں چالیس برس تک رہے حضرت موسیٰ جب جوان ہوئے تو تو آپ نہایت قوی الجثہ اور بہادر نوجوان تھے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۔ ۱۴؎

ترجمہ۔ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور سنبھلا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح سے جزا دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ نے دیکھا کے مصر میں فرعونی ہرکارے، اسرائیلیوں پر بے تحاشا ظلم وستم کرتے ہیں جس کی وجہ سے اسرائیلی نہایت ذلت و رسوائی اور غلامی کی زندگی بسر کرنے پر

مجبور تھے تو آپ کے دل میں بنی اسرائیل کے لئے ہمدردی کے جذبات فزوں تر ہو گئے ۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کہیں جا رہے تھے تو آپ نے ایک مصری کو دیکھا جو ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے گھسیٹ کر لے جا رہے تھے اس اسرائیلی نے جب حضرت موسیٰ کو دیکھا تو اس نے آپ کو اپنی مدد کے لئے بلایا حضرت موسیٰ نے اس مصری کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی ظالمانہ حرکت سے باز نہ آیا

حضرت موسیٰ نے اس مصری کے منہ پر ایک طمانچہ مارا مصری اس طمانچے کی ضرب کو برداشت نہ کرتے ہوئے مر گیا جبکہ حضرت موسیٰ کا اس مصری کو قتل کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہ تھا جس پر حضرت موسیٰ بھی اللہ کی بارگاہ میں نادم ہوئے اور آپ نے اللہ سے اپنے اس فعل کی مغفرت طلب کی اور کہا کے ایسا صرف اور صرف نادانستگی میں ہوا۔

دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر تمام شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تاہم دوسرے روز پھر آپ نے اسی اسرائیلی کو ایک دوسرے مصری کے ساتھ دست وگریبان ہوتے دیکھا اس اسرائیلی نے پھر آپ کو مدد کے لئے بلایا حضرت موسیٰ نے اس مصری کو اس ظلم سے باز رہنے کے لئے کہا اور نہایت ناگواری سے آپ اس اسرائیلی سے مخاطب ہوئے بے شک تو بھی کھلا ہوا گمراہ ہے تو خواہ مخواہ جھگڑا مول لیتا ہے اور پھر فریاد کرتا ہے اسرائیلی آپ کی یہ بات سن کر خوفزدہ ہو گیا اور اس نے حضرت موسیٰ سے یہ کہا کے جس طرح سے تو نے کل ایک مصری کو قتل کیا تھا کیا تو آج مجھ کو بھی ہلاک کرنا چاہتا ہے؟ تاہم آناً فاناً یہ خبر بھی فرعون کے دربار تک جا پہنچی لہٰذا فرعون نے حضرت موسیٰ کی گرفتاری کا حکم دے دیا لیکن اس سے پہلے کے درباری ہرکارے آپ کو گرفتار کرتے آپ خاموشی سے مدین کی جانب ہجرت کر گئے (مدین ایک قبیلے کا نام ہے جو حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے 'مدین' کے نام سے موسوم ہے آپ حضرت ابراہیم

کی تیسری بیوی قطورہ سے پیدا ہوئے تھے تاہم حضرت شعیب علیہ السلام کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا لہٰذا جس خطہ زمین پر یہ قبیلہ آباد تھا وہ مدین کے نام سے مشہور ہو گیا)۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۖ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۖ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ۔۱۵؎

ترجمہ۔شہر میں لوگوں کی بے خبری کے وقت داخل ہوا پھر وہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا، یہ ایک اس کی جماعت کا تھا اور یہ دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا، پھر اس نے جو اس کی جماعت کا تھا اپنے دشمن پر اس سے مدد چاہی، تب موسیٰؑ نے اس پر مکا مارا پس اس کا کام تمام کر دیا، کہا یہ تو شیطانی حرکت ہے، بے شک وہ کھلا دشمن اور گمراہ کرنے والا ہے۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۖ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔۱۶؎

ترجمہ۔اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، کہا اے موسیٰؑ! دربار والے تیرے متعلق مشورہ کرتے ہیں کہ تجھ کو مار ڈالیں سو نکل بے شک میں تیرا بھلا چاہنے والا ہوں، پھر وہاں سے ڈرتا انتظار کرتا ہوا نکلا، کہا اے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے بچا لے۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔

ترجمہ۔اور جب مدین کی طرف رخ کیا تو کہا امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا

راستہ بتا دے گا۔۱۷

جب حضرت موسیٰ مدین پہنچے تو یہاں پہنچنے کے بعد آپ نے حضرت شعیب کے گھر پر دس سال قیام کیا اور ان کے حکم کے مطابق ذمہ داریاں انجام دیتے رہے یہاں تک کے ان کی صاحبزادی حضرت صفورا سے آپ کا عقد منعقد ہوا

اس حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۖ وَوَجَدَ مِن
دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ
وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ۔۱۸

ترجمہ۔اور جب مدین کے پانی پر پہنچا وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پانی پلاتے ہوئے پایا، اور ان سے ورے دو عورتوں کو پایا جو اپنے جانور روکے ہوئے کھڑی تھیں، کہا تمہارا کیا حال ہے، بولیں جب تک چرواہے نہیں ہٹ جاتے ہم نہیں پلاتیں، اور ہمارا باپ بوڑھا بڑی عمر کا ہے۔

فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ
فَقِيرٌ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ
مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ
الظَّالِمِينَ قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ
الْأَمِينُ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ
حِجَجٍ ۖ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ ۖ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِي إِن
شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ قَالَ ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا

عُدۡوَانَ عَلَیَّؕ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡل-۱۹ـ

ترجمہ۔ پھران کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سایہ کی طرف ہٹ کر آیا پھر کہا کہ اے میرے رب تو میری طرف جو اچھی چیز اتارے میں اس کا محتاج ہوں، پھر ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی، کہا میرے باپ نے تمہیں بلایا ہے کہ تمہیں پلائی کی اجرت دے، پھر جب اس کے پاس پہنچا اور اس کو تمام حال بیان کیا، کہا خوف نہ کر، تو اس بے انصاف قوم سے بچ آیا ہے، ان دونوں میں سے ایک بولی اے باپ اسے نوکر رکھ لے، بے شک بہتر نوکر جسے تو رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور امانت دار ہو، کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا تجھ سے نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تو آٹھ برس تک میری نوکری کرے، پھر اگر تو دس پورے کر دے تو تیری طرف سے احسان ہے، اور میں نہیں چاہتا کہ تجھے تکلیف میں ڈالوں، اگر اللہ نے چاہا تو مجھے نیک بختوں سے پائے گا، کہا میرے اور تیرے درمیان یہ وعدہ ہو چکا، ان دونوں مدتوں میں سے جونسی پوری کر دوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہو، اور اللہ ہمارے قول پر گواہ ہے۔

روایت میں آتا ہے ایک سرد رات میں جب آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مدین سے آگے کی طرف جارہے تھے تو سخت سردی کی وجہ سے آپ کو آگ کی ضرورت محسوس ہوئی لہٰذا سامنے وادی سینا میں آپ کو کوئی شعلہ چمکتا ہوا نظر آیا۔

فَلَمَّا قَضٰی مُوۡسَی الۡاَجَلَ وَسَارَ بِاَهۡلِهٖۤ اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًاۚ قَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ-۲۰ـ

ترجمہ۔ پھر جب موسیٰؑ وہ مدت پوری کر چکا اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو کوہِ

طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی، اپنے گھر والوں سے کہا ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر یا آگ کا انگارہ لے آؤں تا کہ تم سینکو۔

فَلَمَّآ اَتَاهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يَّا مُوْسٰى اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوْسٰى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ۔۲۱؎

ترجمہ، پھر جب اس کے پاس پہنچا تو میدان کے داہنے کنارے سے برکت والی جگہ میں ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں اللہ جہان کا رب ہوں، اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دے، پھر جب اسے دیکھا کہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو منہ پھیر کر الٹا بھاگا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، اے موسیٰ! سامنے آ اور ڈر نہیں، بے شک تو امن والوں سے ہے۔

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فَاسِقِيْنَ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ وَاَخِيْ هَارُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ۔۲۲؎

ترجمہ۔اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا، اور رفع خوف کے لیے اپنا بازو اپنی طرف ملا، سو تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے لیے یہ دو سندیں ہیں، بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں، کہا اے میرے رب! میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ مجھے مار ڈالیں گے، اور میرے بھائی

ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ روان ہے اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ۔

ترجمہ۔ فرمایا ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے مضبوط کر دیں گے اور تمہیں غلبہ دیں گے پھر وہ تم تک پہنچ نہیں سکیں گے، ہماری نشانیوں کے سبب سے تم اور تمہارے تابعدار غالب رہیں گے، پھر جب موسیٰؑ ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو محض ایک بنایا ہوا جادو ہے اور ہم نے اسے اپنے پہلے باپ دادا سے سنا ہی نہیں ہے۔ ۲۳؎

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ۔ ۲۴؎

ترجمہ۔ حضرت موسیٰ نے اللہ سے ایک دعا مانگی اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرے کام میں آسانی پیدا فرما اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کر دے اس سے میری کمر مضبوط ہو جائے گی اور میرے کام میں اسے شریک کر تا کے ہم کثرت سے تیری پاکی بیان کر سکیں اور کثرت سے تجھے یاد کر سکیں بے شک تو ہمیں دیکھ رہا ہے فرمایا اے موسیٰ! تیری درخواست منظور کی گئی۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ۔ ۲۵؎

ترجمہ۔اس کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا پھر انہوں نے نشانیوں سے بے انصافی کی، پھر دیکھ مفسدوں کا انجام کیا ہوا۔

حضرت موسیٰ نے اللہ سے کلام کیا جس میں آپ کو سرکش فرعون کو راہ ہدایت دیکھانے کا حکم ملا پھر اس حکم خداوندی کے مطابق جب آپ مصر میں داخل ہوئے تو رعمیس دوم یعنی رعمیس اعظم کا بیٹا منفتاح تخت حکومت پر براجمان تھا جس سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا۔ اسی واقعہ کو قرآن کریم اس طرح سے بیان کرتا ہے!

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى۔ ۲۶؎

ترجمہ۔دونوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ (فرعون) ہم پر زیادتی کرے گا یا ہم پر پل پڑے گا، فرمایا (اللہ نے) ڈرومت میں تمھارے ساتھ ہوں سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں جاؤ اس کے پاس اور کہو کے ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لئے چھوڑ دو اور ان کو تکلیف بھی نہ دو ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانیاں لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہے اس کے لئے جو راہ راست کی پیروی کرے ہم کو

وحی کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کے عذاب ہے اس کے لئے جو جھٹلائے اور منہ موڑے۔

وَقَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔۲۷؎

ترجمہ۔اور موسیٰؑ نے کہا اے فرعون! بے شک میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوکر آیا ہوں، میرے لیے یہی مناسب ہے کہ سوائے سچ کے کوئی بات خدا کی طرف منسوب نہ کروں، میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک بڑی دلیل لایا ہوں پس بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ هَدٰی قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ کِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَکَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی مِنْهَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی۔۲۸؎

ترجمہ۔فرعون نے کہا ائے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی پھر اس کو راستہ بتایا۔

فرعون بولا اور پہلے جو نسلیں گزر چکیں ان کی کیا حالت تھی؟ موسیٰ نے کہا اس کا علم میرے رب کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ ہے میرا رب نہ چوکتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے وہی ہے جس نے تمھارے لئے زمین کا فرش بچھایا اور اس میں تمھارے چلنے کے راستے بنائے اور اوپر سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعے سے مختلف

اقسام کی پیداوار نکالی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لئے۔ اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اسی میں ہم تم کو واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ۔۲۹

ترجمہ۔فرعون نے کہا اگر تو کوئی نشانی لایا ہے اور اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو اسے پیش کر موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا اور وہ یکا یک ایک جیتا جاگتا اژدھا بن گیا اس نے اپنی جیب سے ہاتھ نکالا اور سب دیکھنے والوں کے سامنے وہ چمک رہا تھا۔

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ

تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ
اَتٰى فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى قَالَ
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ
فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ
النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا
جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِيْ
هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا
عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ
جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ
فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ مَنْ تَزَكّٰى ۔ ۳۰ ؎

ترجمہ۔ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں مگر وہ جھٹلائے چلا گیا اور نہ مانا کہنے لگا اے موسیٰ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کے اپنے جادو کے زور سے ہم کو ہمارے ملک سے نکال باہر کرے؟ اچھا ہم بھی تیرے مقابلے میں ویسا ہی جادو لاتے ہیں اب طے کر لے کے کب اور کہاں مقابلہ کرنا ہے؟ نہ ہم اس قرارداد سے پھریں گے اور نہ ہی تم اس سے پھرنا موسیٰ نے کہا کھلے میدان میں سامنے آجاؤ پھر جشن کا دن طے ہوا اور دن چڑھے لوگ جمع ہوں فرعون نے پلٹ کر اپنے سارے ہتھکنڈے جمع کئے اور مقابلے میں آ گیا موسیٰ نے عین موقع پر گروہ مقابل کو مخاطب کر کے کہا اے شامت کے مارو جھوٹی تہمتیں نہ باندھو اللہ پر ورنہ ایک سخت عذاب سے تمھارا ستیاناس کر دیا جائے گا اور جس نے بھی جھوٹ گھڑا وہ نامراد ہوا چنانچہ یہ سن کر ان کے درمیان اختلاف رائے ہو گیا اور وہ چپکے

چپکے باہم مشورہ کرنے لگے آخر کار کچھ لوگوں نے کہا کے یہ دونوں تو محض جادوگر ہیں ان کا مقصد یہ ہے کے اپنے جادو کے زور سے تم کو تمھاری زمین سے بے دخل کر دیں اور تمھارے طریق زندگی کا خاتمہ کر دیں اپنی ساری تدبیریں آج اکھٹی کر لو اور ایک ایک کر کے میدان میں آؤ اور بس یہ سمجھ لو کے آج جو غالب رہا وہی جیت گیا جادوگر بولے موسیٰ تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں؟ اس پر موسیٰ نے کہا! نہیں تم ہی پھینکو، یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور موسیٰ اپنے دل میں ڈر گیا پھر ہم نے (موسیٰ) سے کہا کے مت ڈرو تم ہی غالب رہو گے اور پھینکو جو کچھ تمھارے ہاتھ میں ہے ابھی ان کی ساری بناوٹی چیزوں کو نگل لے گا یہ جو کچھ بنا کر لائے ہیں یہ تو جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا ہے خواہ وہ کسی بھی شان سے آئے پھر بلا آخر یہی ہوا کہ سارے جادوگر سجدے میں گر پڑے اور پکار اٹھے بے شک ہم مان گئے کے ہارون اور موسیٰ کے رب کو فرعون نے کہا کے تم ایمان لے آئے قبل اس کے میں تم کو اس کی اجازت دیتا؟ معلوم ہو گیا کے یہ تمھارا گرو ہے اور اسی نے تمھیں جادوگری سیکھائی تھی اب میں تمھارے ہاتھ پیروں کو مخالف سمت سے کاٹوں گا اور کھجور کے تنوں پر تم کو سولی بھی دوں گا پھر تم کو پتا چلے گا کے ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ دیر پا ہے یعنی (میں تمھیں زیادہ سخت سزا دے سکتا ہوں) اے موسیٰ اس پر جادوگروں نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کے ہم روشن نشانیاں سامنے آجانے کے بعد بھی صداقت پر تجھے ترجیح دیں تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کر لے تو زیادہ سے زیادہ بس اس دنیا کی زندگی کا ہی فیصلہ کر سکتا ہے لیکن ہم تو اپنے رب پر ایمان لے آئے تا کہ وہ ہماری ساری خطائیں معاف کر دے اور اس جادوگری سے جس

پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا درگزر فرمائے اللہ ہی اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے
حقیقت یہ ہے کے جو مجرم بن کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوگا اس کے لئے جہنم
ہے جس میں وہ نہ جیئے گا اور نہ ہی مرے گا اور جو اس کے حضور مومن کے طور پر
آئے گا اور جس نے نیک اعمال کئے ہوں گے ایسے سب لوگوں کے لئے بلند
درجات اور سدا بہار جنت کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی
جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ جزا اس شخص کی ہے جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے۔

فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون مسلسل دین حق کی اشاعت کر رہے تھے لیکن وہ اپنے غرور وگھمنڈ میں کچھ اس قدر آگے نکل چکا تھا کے شاید وہاں سے واپسی اس کے لئے ناممکن تھی اور وہ موسیٰ کے خدا کے آگے بھلا گھٹنے ٹیکتا بھی تو کیسے کیونکہ وہ تو خود خدائی کا دعویدار بن چکا تھا اس کی انھیں دلی کیفیات کو قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَآ أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِيْ فَأَوْقِدْ لِيْ يَا هَامَانُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْ أَطَّلِعُ إِلٰى إِلٰهِ مُوْسٰى وَإِنِّيْ لَأَظُنُّهٗ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔ ۱۳

ترجمہ۔فرعون نے کہا اے اہل دربار میں تو اپنے سوا تمھارے کسی خدا کو نہیں جانتا ہامان ذرا کچھ اینٹیں پکوا کر میرے لئے ایک اونچی عمارت تو بنواؤ شاید میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں لیکن میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِيْنَ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ

مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ - ۴۲ ؎

ترجمہ۔اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں بغیر کسی حق کے اپنی بڑائی کا
گھمنڈ کا ی اور سمجھے کے انھیں کبھی ہماری طرف پلٹنا ہی نہیں ہے آخر اکر ہم نے
اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا اب دیکھ لو کے ان ظالموں
کا کیا انجام ہوا ہم نے انھیں جہنم کی طرف دعوت دینے والے پیرو بنا دیا اور
قیامت کے روز وہ کہیں سے بھی مدد نہ پاسکیں گے ہم نے اس دنیا میں ان کے
پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے روز وہ بڑی قباحت میں مبتلا ہوں گے۔

حضرت موسیٰ کی ہجرت: The Migration of Moses:

اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کے ساتھ ہجرت کا حکم دیا حضرت موسیٰ ،حضرت ہارون اور ان کی قوم (بنی اسرائیل) ہجرت کے غرض سے نکلے ہی تھے کے فرعون اور اس کی فوج نے آپ کا تعاقب کیا تا کہ وہ آپ کو اور آپ کی قوم کو قتل کر سکے لہٰذا حضرت موسیٰ اور ان کی قوم آگے آگے اور فرعون اور اس کی فوج آپ کے پیچھے پیچھے تھی اس اثناء میں حضرت موسیٰ کے سامنے بحیرہ قلزم آ گیا اللہ تعالی نے اس موقع پر آپ کو وحی کی کے اپنا عصا سمندر پر مارئے جب آپ نے اپنا عصا مارا تو سمندر کے بیچ میں ایک راستہ بن گیا اور راستے سے آپ اور آپ کی قوم بحفاظت نکل گئی پیچھے آنے والے فرعون نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے بھی اپنی فوج کو حکم دیا کے اس سمندری راستے سے گزرو چنانچہ جیسے ہی فرعون اور اس کی فوج نے سمندر میں آگے بڑھنا چاہا ویسے ہی سمندر کا راستہ ختم ہو گیا اور فرعون اور اس کی فوج اس سمندر میں ڈوب کر مر گئے۔

اس واقعے کو قرآن کریم نے اس طرح سے بیان کیا ہے!

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي

الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى - ۳۳ ـ

ترجمہ۔ ہم نے موسیٰ کو وحی کی کے میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکلو، ھر ان کے لیے دریا میں خشک راستہ بنا دے، پکڑے جانے سے نہ ڈر اور نہ کسی خطرہ کا خوف کھا۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ - ۳۴ ـ

ترجمہ۔ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کے اپنی لاٹھی سمندر پر مارو تو سمندر پھٹ گیا اور ہر ایک پھاٹک ایسی ہوگئی جیسے بڑا پہاڑ اور وہاں ہم نے دوسروں کو قریب کر دیا اور موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو بچا لیا اور دوسروں کو ڈبو دیا بے شک اس میں قدرت کی ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں اور بے شک تیرا پروردگار ہی غالب اور مہربان ہے۔

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى - ۳۵ ـ

ترجمہ۔ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار اتار دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے حسد کیا اور عداوت سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کے جب انھیں غرق نے آلیا تو وہ بولا میں اس بات پر ایمان لایا کے اس کے سوا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور کوئی معبود نہیں اور میں اس کے فرمانبرداروں میں ہوں اب (ایمان لاتا ہوں) پھر جب فرعون نے اپنے لشکر سمیت جب ان کا پیچھا کیا تو سمندر ان پر چھا گیا۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ۔۳۶؎

ترجمہ۔آج ہم صرف تیری لاش کونجات دیں گے تا کہ تو ان کے لئے نشان عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ۔۳۷؎

ترجمہ۔(فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر وہ انھیں آگ پر لے جائے گا جو کے نہایت ہی برا گھاٹ ہے جس پر وہ اترے گا۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنَاهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غَافِلِيْنَ۔۳۸؎

ترجمہ۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا پھر ہم نے انہیں دریا میں ڈبو دیا اس لیے کے انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔

حیات موسیٰ کے ماہ وسال

The Life of Moses(month and years)

فرعون کی غرقابی کے بعد حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کا قصہ ختم نہیں ہوا لیکن یہاں چونکہ مصری تہذیب کے بیان میں دیگر پیغمبروں کے اجمالی تذکروں کے ساتھ ساتھ ہم نے حضرت موسیٰ کا ذکر بھی کیا اب جبکہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے خروج کر لیا لہٰذا جب ہم اگلی سطور میں دیگر تہذیبوں کا مطالعہ کریں گے تو پھر حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کی اگلی پیشرفت کا بھی یقیناً وہاں تذکرہ کیا جائے گا اس وقت حضرت موسیٰ کی حیات

طیبہ کو ہم ماہ وسال کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔

ا۔سال ولادت 1571 ق م۔ ۲۔مصر میں قیام 1531 ق م۔ ۳۔ مدین میں قیام 1491 ق م ۔ ۴۔مصر سے بنی اسرائیل کا خروج 1491 ق م۔ ۵۔صحرائے تیہ میں قیام 1491۔ 1541 ق م۔ ۶۔سفر از تیہ تا کوہ نیبو 1454۔ 1451 ق م۔ ۷۔وفات 1451 ق م۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق (مصنف کتاب کثیرہ) اپنے ایک مضمون 'فرعون موسیٰ کی لاش' مطبوعہ ماہنامہ میثاق لاہور (مارچ۔اپریل 1978ء کا شمارہ) میں صاحب تفہیم القرآن کے ایک خط (مکتوب 20 نومبر 1976ء) کے حوالے سے فرعون موسیٰ کی لاش کے متعلق حقائق کا انکشاف کرتے ہیں، مولانا مودودی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں! غرق شدہ فرعون کے بارے میں زیادہ تر معلومات مجھے Golding Louis کے سفرنامے

In the steps of the Law Giver سے حاصل ہوئی، لوئس گولڈنگ اپنے اس سفرنامے میں لکھتا ہے کے رعمیس دوم وہ تھا کے جس کے زمانے میں حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور تاریخ میں اس کے مظالم بہت مشہور ہیں شاید یہی وجہ ہے کے اس کو فرعون عقوبت بھی کہا جاتا ہے جبکہ جس فرعون کے زمانے میں حضرت موسیٰ اللہ کی طرف سے تبلیغ واشاعت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے وہ اور جو آگے چل کر سمندر میں غرق بھی ہوا وہ رعمیس دوم کا بیٹا منفتاح (Mineptah) تھا۔۳۹

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے ایک مضمون ممی (Mummy) میں یہ لکھا ہے 1906ء میں ایک انگریز ماہر آثار قدیمہ سر گرفٹن ایلیٹ سمتھ نے ممیوں کو کھول کر ان کے حنوط کی تحقیق کی اس نے اپنی اس تحقیق میں ۴۴ ممیوں کا مشاہدہ کیا محقق اپنی تحقیق میں یہ لکھتا ہے 1907ء میں منفتاح کی ممی پر جب وہ تحقیق کر رہا تھا اور اس غرض سے جب اس کے ممی پر

لپیٹی گئی پٹیوں کو کھولا گیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کے اس کے جسم پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی ہے جو دوسری کسی بھی ممی کے جسم پر نہ تھی محقق مزید یہ لکھتا ہے کے فرعون بحیرہ مرہ یعنی کڑوے پانی کی وہ جھیلیں جو بحیرہ احمر اور بحیرہ قلزم کے مابین واقع تھیں جو کے اب نہر سویز کا حصہ بن چکی ہے میں غرق ہوا تھا وہ مزید لکھتا ہے جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر ایک پہاڑی 'جبل فرعون' کے نام سے مشور ہے اس پہاڑی کے نیچے ایک غار میں گرم پانی کا ایک چشمہ ہے جیسے 'حمام فرعون' بھی کہا جاتا ہے اور سینہ بہ سینہ چلتی ہوئی روایات کے مطابق فرعون کی لاش اسی جگہ سے ملی تھی۔

1977ء میں قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ممیوں میں سے ایک کے بارے میں یہ انکشاف ہوا کے وہ خراب ہو رہی ہے بعد میں معلوم ہوا کے یہ تو فرعون موسیٰ کی ہی ممی ہے چنانچہ اس کو بڑے اہتمام سے فرانس منتقل کیا گیا جہاں ماہر ڈاکٹرز کے بورڈ نے اس کا میڈیکل چیک اپ کیا اور اس کو آئیندہ کے لئے محفوظ کرنے کے مزید اقدامات کئے گئے۔

اس حوالے سے قرآن کریم صدیوں پہلے نہایت وضاحت سے یہ اعلان کر چکا ہے

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ۔ ۴۰

ترجمہ۔ ہم (فرعون) تیرے جسم کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد کے لوگوں کے لئے نشانی بن جا۔

1075 سے 715 ق م تک (مصر کی تیسری وسطی سلطنت کا دور) چار سلطنتیں گزریں۔

۱۔ اکیسویں ۔ ۲۔ بائیسویں، ۳۔ تیئسویں ۔ ۴۔ اور چوبیسویں ان کے کچھ حکمران

لیبیائی اور کچھ ایتھوپیائی نسل کے تھے لیبیائی شیشنک اول (926 تا905 ق م) ایک فوج لے کر فلسطین میں داخل ہوااس نے یروشلم پر قبضہ کیا اور بادشاہ سلیمان (حضرت سلیمان) کا معبد لوٹ لیا پھر 761 ق م میں ایتھوپیائی پیانکھی مصر کے تخت پر بیٹھا اور تب کے بعد مصر شاذ ہی کبھی اپنے مقامی حکمرانوں کی حکومت کے ماتحت آیا۔

پیانکھی نے کش سے بطور بادشاہ اپنے کریئر کا آغاز کیا اور نپاتا میں اپنے محل میں سونے، مویشیوں اور سپاہیوں کے نذرانے دیتا رہا جو اس کے ملک مصر کے بادشاہ اوسورکون سوم کو بھجوانے کا پابند تھا۔ چوبیسویں سلطنت ایک بوخورس (Bocchoris) پر مشتمل تھی جس نے مانتھیو کے بقول صرف چھ برس (720۔714 ق م) حکومت کی۔

پچیسویں سلطنت کو کشان یا ایتھوپیائی سلطنت بھی کہا جاتا ہے اور اس کا آغاز ۷۱۴ ق م میں ہوا جب ہیروڈوٹس کے مطابق ایتھوپیاؤں کی ایک وسیع فوج ساباکوس کی زیر قیادت مصر پر حملہ آور ہوئی یہ حکمران شاباکا (714 تا720 ق م) کے نام سے زیادہ مشہور ہے اس نے زیریں مصر کو تسخیر کرنے کا بیڑا اٹھایا اور وہاں ایتھوپیائی بالا دستی کو قائم کیا تب اس نے اشوریوں کے خلاف جنگ چھیڑ کر ایک ایشیائی مہم شروع کی مہم میں اس کی فوج صرف اس لئے شکست سے بچ گئی کیونکہ اشوری لشکر کسی وبا کی لپیٹ میں آ گیا تھا اور اسی وجہ سے وہ پسپائی پر مجبور ہوا، اس بادشاہ کی جگہ شاباتا کا نے لے لی جو بارہ برس تک حکومت کرنے کے بعد تاہارکا کے ہاتھوں قتل ہوا جس نے تخت وتاج پر قبضہ کر کے تانس کو اپنا ادرالحکومت بنایا اس فرعون کا دور حکومت خوش حالی اور ثقافتی ترقی سے عبارت تھا۔

سر آرتھر ویگل نے اس دور کو 'نیگرو غلبہ کا ایک حیرت انگیز دور' قرار دیا ہے، ایک روایت کے مطابق تاہارکا جبرالٹر کی آبنائے تک بھی مہمات لے کر گیا لیکن انجام کار اپنے

دشمنوں پر قابو پانے میں ناکام رہا ملک پر اشوریا کا حملہ ہوا اور تاہارکا اشوریوں سے لڑتا رہا یہاں تک کے بڑھاپے نے اسے عنان اقتدار تانوتامن کے حوالے کرنے پر مجبور کر دیا لیکن نیا بادشاہ حملہ آور دشمنوں کو نہ روک سکا اور اشور بنی پال کی اشوریائی افواج دریائے نیل کی بالائی گزرگاہ کی جانب بڑھیں اور تھیبس شہر کو لوٹا تاہم اشوری مصر کو اپنے قبضے میں نہ رکھ سکے اور جلد ہی اپنے ملک کی طرف واپس چلے گئے۔

چھبیسویں سلطنت 682 تا 525 ق م تک قائم رہی اس کے بعد کسی بھی مقامی مصری بادشاہ کو دریائے نیل کی اقالیم پر حکومت کرنے کا موقع نہ مل سکا مصر کے اوپر حکومت کرنے والے آخری طاقت ور بادشاہ آحموس دوم (569 تا 525 ق م) لیبیائی اجدادیت کا حامل تھا یونانیوں نے اس کو اماسس کہا یہ ایک عظیم فرمانروا تھا وہ بھی اپنے ملک کو بیرونی افواج کی یلغار سے بچانے میں ناکام رہا مصری فوج کے بہترین سپاہی کئی سال پہلے میروئے میں ایتھوپیائی بادشاہ کی ملازمت اختیار کر چکے تھے اور اماسس کو بیرونی حملوں کے خلاف مدافعت کے لئے لیبیائی اور یونانی کرائے کے فوجیوں پر انحصار کرنا پڑا ایک قابل سفارت کار ہونے کے ناتے وہ اپنی اقلیم میں امن قائم رکھنے میں کامیاب ہوا لیکن 525 ق م کے اوائل مین اس کی موت کے بعد بادشاہت پسامیٹکس سوم کو مل گئی چند ماہ بعد سرزمین مصر پر فارسی بادشاہ کیمبائسس کی افواج نے حملہ کر دیا یوں ستائیسویں سلطنت کی ابتداء ہوئی پھر فارس کے زیر اختیار چار کٹھ پتلی سلطنتیں بھی آئیں اور انجام کار 332 ق م میں سکندر اعظم نے وادی نیل پر غلبہ پالیا اس کے جانشین ٹولمیوں نے 30 ق م تک مصر میں اپنی حکومت جاری رکھی جب مصر سلطنت روما کا حصہ بن گیا مینیز سے لے کر اماسس تک کا عرصہ تقریباً پانچ ہزار سال کا بنتا ہے جبکہ مقامی حکمرانوں کے دور میں مصری تہذیب کا ریکارڈ نہایت مستند ہے۔[۱۴]

فراعنہ مصر کا آخری بادشاہ نخشب تھا جیسے یونانیوں (سکندر اعظم) نے شکست دی بعد میں یہی بادشاہ بھاگ کر حبشہ چلا گیا اور یہاں اسی بادشاہ پر فراعنہ مصر کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوا مصر کے حکمرانوں کے لئے ارشادات خداوندی ہیں!

وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ ۴۲؎

ترجمہ۔فرعون میخوں والوں سے تیرے پروردگار نے کیسا سلوک کیا؟ یہ وہ سب ہیں کے جنھوں نے شہروں میں سر اٹھایا تھا تاکہ ان میں بہت فساد پھیلا سکیں تو ان پر تیرے پروردگار نے عذاب کا کوڑا چلا دیا بے شک تیرا پروردگار گھات لگائے بیٹھا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ۔ ۴۳؎

ترجمہ۔بے شک فرعونیوں کے پاس ڈرانے والے آئے لیکن انھوں نے ہماری ساری ہی نشانیوں کو جھٹلا دیا تو ہماری غالب پکڑ نے انھیں پکڑ لیا۔

وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ۔ ۴۴؎

ترجمہ۔(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر ان پر مدت دراز گزاری، اور تو مدین والوں میں نہیں رہتا تھا کے انہیں ہماری آیتیں سناتا، لیکن ہم رسول بھیجتے رہے۔

سکندر اعظم (۳۵۶-۳۲۳ ق م)

Alexander The Great

سکندر اعظم ایک یونانی سپہ سالار تھا جس کی قیادت میں اس کی فوج نے اپنے سے کئی گنا بڑی افواج سے نا صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ آدھی سے زیادہ دنیا کو بھی فتح کیا تاہم اپنے گیارہ سالہ جنگی کریئر میں اس نے کوئی جنگ نہ ہاری سکندر مقدونیہ کے بادشاہ فلپ دوم اور ملکہ اولمپیاس کے یہاں پیدا ہوا جبکہ ابتدائی تعلیم اس نے دنیا کے ایک بڑے یونانی مفکر ارسطو سے حاصل کی اپنے باپ کے قتل کے بعد 23 سالہ سکندر تخت نشین ہوا اور اپنے باپ کے قاتل کے سوا سکندر نے ہر اس شخص کو مار ڈالا جو اس کا مخالف تھا چونکہ اس کو ایک اعلی اور نہایت تربیت یافتہ فوج وراثت میں ملی تھی اور وہ خود بھی نہایت کم سنی سے کئی جنگی مہمات میں بدستور حصہ لیتا رہا لہٰذا اسے اپنی کم عمری میں ہی میدان جنگ کا کافی تجربہ حاصل ہو گیا اس نے ایشیاء کوچک پر پیش قدمی کی اور اسے فتح کرتا ہوا فارس تک جا پہنچا جہاں اس نے فتح کے جھنڈے نصب کئے پھر یہ آئسس (موجودہ شمالی مشرقی شام) تک جا پہنچا یہاں بھی کامیابی نے اس کے قدم چومے لیکن اب اس کا اگلا ہدف مصر تھا چنانچہ غزہ پر قبضہ کر لینے کے بعد یہ جنوب کی سمت سے مصر میں داخل ہوا اور یہاں بھی اس نے مصر کی اینٹ سے اینٹ بجائی اور اسی کے ہاتھوں فراعنہ کی ہزاروں سالہ بادشاہت اور شہنشاہیت کا خاتمہ ہوا چنانچہ 332 ق م کے اختتام تک سکندر اعظم نے دریائے نیل کے دہانے پر ایک نیا شہر سکندریہ تعمیر کیا جو بہت جلد یونانی دنیا کا ایک بڑا تجارتی، سائنسی، ثقافتی اور ادبی مرکز بنا چنانچہ مصر پر یونانیوں نے اپنے اقتدار کی دھاک بٹھالی گو کہ سکندر اعظم اپنی نوجوانی میں 332 ق م میں صرف 33 سال کی عمر

میں ہی مر گیا اپنے پیشرو حکمرانوں کے برعکس اس نے اپنے پیچھے اپنا کوئی جانشین تو نہ چھوڑا کیونکہ اس کا یہ ماننا تھا کے سلطنت کو صرف اور صرف ' طاقتور ترین' شخص کے ہاتھوں میں ہی ہونا چاہئے اس نے بیس سے زائد نئے شہر آباد کئے جبکہ اس کی کامیابیوں نے مستقبل میں رومنوں اور نیپولین کے ہاتھوں سلطنت کو قائم کرنے کا معیار فراہم کیا۔ ۴۵ ۔

مکتوب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام مقوقس

The Prophet Mohammad (P.B.U.H) wrote a letter to Muqawqis

مقوقس دراصل مصر کے ہرقل یعنی (قیصر روم) کے نائب کا لقب ہے، عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقوقس مصر کا حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ قبطی قوم کا سردار اور مذہبی پیشوا بھی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحجہ 7 ھ میں حضرت حاطب بن ابی بلعتہ کو اپنے ایک مکتوب کے ساتھ مقوقس کے پاس بھیجا اس مکتوب میں یہ تحریر درج تھی، شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، یہ مکتوب اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے قبطیوں کے سرادر اور سربراہ مقوقس کے نام ہے ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلامتی ہو میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں تم اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اللہ تمھیں دگنا اجر دے گا اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمام قبطیوں کے اسلام قبول نہ کرنے کا گناہ تم پر ہوگا اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کے اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو رب بنائے اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو کے گواہ رہو کے ہم تو مسلمان ہیں ۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مکتوب آج بھی استنبول کے عجائب گھر میں محفوظ ہے)۔

حضرت حاطب بن ابی بلعتہ نے جب مقوقس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مکتوب پیش کیا تو مقوقس نے سفارتی آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نامہ مبارک کو چوما اور اسے سر آنکھوں سے لگایا اور قاصد کی بھی بڑی عزت وتکریم کی، پھر اس نے مکتوب پڑھوایا اور اس کے معانی ومطالب سے آگاہ ہوا چونکہ وہ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات وکمالات سے آگاہ تھا اس کے ساتھ ساتھ اس نے آپ کے بارے میں اہل کتاب سے بہت کچھ سن رکھا تھا وہ بخوبی جانتا تھا کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی برحق ہیں لیکن اپنی سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر اس نے دین اسلام کو قبول کرنے سے معذرت کر لی لیکن اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب کو نہایت اعزاز کے ساتھ ہاتھی دانت کے بنے ہوئے ایک ڈبے میں حفاظت سے رکھا پھر اس نے اپنے ایک کاتب کو بلوا کر عربی زبان میں مکتوب کا جواب لکھوایا جس میں اس نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتکریم کا اظہار کیا اس کے ساتھ ہی اس نے قاصد کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ تحائف بھی بھجوائے جن میں ایک خلعت، سواری کے لئے ایک گھوڑا، ایک سفید خچر، اور ایک گدھا شامل تھا جبکہ دو قبطی نسل کی معزز نوجوان خواتین بطور کنیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھجوائی گئیں انھی میں سے ایک معزز خاتون حضرت ماریہ قبطیہ تھیں جو کے بعد میں اسلام لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں داخل ہوئیں اور جن سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک فرزند حضرت ابراہیم بھی تولد ہوئے جبکہ دوسری خاتون سیرین تھیں جو کے حضرت حسان بن ثابتؓ کے حرم میں داخل ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقوقس کے ان بھیجے گئے تحائف کو قبول فرمایا اور مقوقس کے لئے ارشاد فرمایا وہ سلطنت کی خاطر اسلام سے محروم رہا لیکن جلد ہی اس کی سلطنت بھی اس سے چھن جائے گی۔ ۴۶

عہد فاروقی میں فوجی مہمات: (13 سے 24 ھ) یا 634ء سے 645ء:

حضرت عمر فاروقؓ کا دور زرین جس کی عظمتوں کا اعتراف اپنے تو اپنے پرائے بھی برملا کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کے اگر کچھ عرصہ آپ کی زندگی آپ سے وفا کرجاتی تو آپ پوری دنیا کو فتح کر لیتے یوں تو حضرت عمرو بن العاصؓ ایک عرصہ سے حضرت عمر فاروقؓ کی توجہ مصر کی جانب مبذول کرواتے ہوئے وہاں فوج کشی کی اجازت طلب کررہے تھے لیکن حضرت عمر کچھ مصلحتوں کے تحت ان سے اعراض برت رہے تھے لیکن بلا آخر حضرت عمرو بن العاصؓ سن 21 ھ میں حضرت عمر فاروقؓ سے مصر پر فوج کشی کی اجازت لینے میں کامیاب ہوگئے، انھوں نے سب سے پہلے مصر کے ایک شہر فسطاط کا محاصرہ کیا جہاں مصری افواج کا ایک بڑا اور مضبوط قلعہ تھا یہاں مسلمان افواج کا پورے سات ماہ تک محاصرہ جاری رہا بلا آخر مسلمانوں نے فسطاط کا قلعہ فتح کرلیا جبکہ مقوقس نے مسلمانوں سے صلح کرلی لیکن جب اس صلح کی خبر قیصر روم کو ہوئی تو اس نے مقوقس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا، کیا رومی افواج اور ان کے لشکر اتنے کم زور تھے کے تم نے مسلمانوں سے صلح کرلی؟ ۴۷؎

اب مسلمان سپہ سالار کا اگلا ہدف سکندریہ تھا یہ بھی رومیوں اور قبطیوں کا ایک مضبوط گڑھ تھا لہٰذا ایک طویل عرصہ کے محاصرہ کے بعد یہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا اور آہستہ آہستہ چھوٹے بڑے اضلاع اور علاقے بھی مسلمانوں کے قبضے میں آتے چلے گئے اس طرح سے کچھ ہی عرصے میں پورے کا پورا مصر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اور عہد فاروقی میں اللہ تعالی نے یہاں اسلام کا پرچم سربلند کیا۔ ۴۸؎

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

مصر کے فرمانروا فراعنہ مطلق العنان حکمران تھے اور ان کا طرز حکمرانی میں فرد واحد

کے احکامات کی اہمیت سب سے زیادہ تھی اگرچہ ان کی حکمرانی میں وراثت کا عنصر بھی نمایاں تھا یعنی ایک فرعون کے مرنے کے بعد اس کا بڑا بیٹا فرعون ہو کر تخت شاہی پر براجمان ہوگا جبکہ فرعون زمین پر سورج دیوتا 'عمون' کا فرزند اور پرتو بھی مانا جاتا لہٰذا اس کی شخصیت سب سے زیادہ قابل عزت و قابل احترام ہوتی چنانچہ یہی وہ نظریات تھے کے جن کے سبب فرعون مطلق العنان آمر بنتے چلے گئے گو کہ دیگر فراعین تو مذہبی پیشواؤں اور پروہتوں کو عزت دیا کرتے لیکن خوفو اور خفرے جیسے عظیم المرتبت فرعون تو اپنے سامنے ان مذہبی پیشواؤں کو بھی غیر اہم سمجھتے عام طور پر صرف مرد ہی فرعون بن کر ملک پر بادشاہت کرتے لیکن مصر کی تاریخ میں ملکہ حطشپت کی بھی مثال دی جاتی ہے جس نے تخت شاہی پر قدم رکھنے کے لئے اپنے آپ کو سورج دیوتا 'عمون' کی بیٹی ثابت کیا یہی نہیں بلکہ اس نے لوگوں کو یہ بھی باور کروانے کی کوشش کی کے 'عمون' دیوتا نے اس کے اندر مردانہ صفات پیدا کر دی ہیں جس کی وجہ سے وہ حکمرانی کی اہل ہے شاید اسی وجہ سے وہ لوگوں کے سامنے مردانہ لباس میں جلوہ گر ہوتے ہوئے اپنی مردانہ صفات کی تشہیر کیا کرتی۔

مصر کے نظام حکومت میں مرکزی حیثیت صرف اور صرف فرعون کو حاصل تھی لہٰذا سلطنت کے تمام کارندے اس کے اشارے پر تمام امور انجام دیتے فرعون کسی سے مشورہ لینے کا پابند نہ تھا الغرض اس کے ہر فیصلے پر عوام و خواص صرف سر تسلیم خم کیا کرتے جبکہ ان میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کے وہ اس پر نکتہ چینی کی جراءت کر سکیں تاہم اتنی وسیع و عریض سلطنت کے انتظام کے لئے بے شمار عہدہ داران کی ضرورت ہوا کرتی جس میں وزیر اعلی کے علاوہ بھی کئی عہدے دار اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھایا کرتے ان کے یہاں مردم شماری، آبپاشی کے انتظامات، محاصل کی وصولی، ملکی ترقی کے اقدامات، حکومتی بجٹ کی ترتیب اور اس کے

اخراجات ، دریائے نیل کے اتار چڑھاؤ پر نظر رکھنے اور اس سے متعلقہ امور کی انجام دہی ، مستقبل کے حال سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے جادوگروں اور نجومیوں کی ایک فوج ظفر موج کا تقرر ، تجارت اور صنعت کو فروغ دینا ، ملکی اقتصادیات کو مضبوط بنانے کے اقدامات ، دشمنوں سے جنگیں لڑنا ، افواج کے لئے فوجی چھاونیاں ، ان کی کٹھن تربیت ، اسلحہ سازی ، تعمیراتی کام اور اس سے متعلقہ عملہ وغیرہ ہر وقت موجود رہتا۔

مندرجہ بالا تمام امور کی تقرری کے نمونے پاپیرس کے رول پر لکھے گئے جو کے مصر کی کھدائی کے دوران دستیاب ہوئے اس کے علاوہ حکومتی کام کے لئے بڑی بڑی عمارتیں مخصوص تھیں جنھیں پیرو کہا جاتا ان عمارات کا پتا ان پر بنی ہوئی تصاویر سے لگایا گیا۔

عمر رسیدہ اور دانش مند افراد کی ایک کونسل تھی جو کے اکثر حکومتی معاملات میں اپنی رائے کا اظہار کرتی تاہم فرمان شاہی کو لکھنے اور آگے پہنچانے کے لئے قاصد ہوا کرتے اگرچہ کچھ فرعون تو نہایت ظالم و جابر تھے لیکن ان میں سے کچھ عوام دوست اور ان کے ہمدرد بھی تھے جیسا کے مصر کا ایک فرعون عامن امحط دوم اپنے بیٹے عامن امحط سوم سے کہتا ہے اے بیٹے میں نے ہمیشہ پریشان حال لوگوں ، اپاہج اور یتیموں کی مدد کی ہے جبکہ بادشاہ کا یہ کام ہے کے وہ اپنی رعایا کی تکالیف کا خیال رکھیں ، اگرچہ ملکہ حطپشت نے بھی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کئی کام انجام دئے الغرض اس دور کے حالات کا مطالعہ کرنے سے یہ پتا چلتا ہے کے قدیم مصر میں ایک اعلیٰ اور منظم دفتری نظام موجود تھا۔۴۹؎

مصر کے تمام فرعون مطلق العنان تھے اور ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر حرف فرمان شاہی کی حیثیت سے اپنے اندر ایک مکمل قانون کی ہی حیثیت رکھتا ان کی مرضی ، خواہشات ، پسند ناپسند یہ تمام چیزیں اپنے اندر ایک قانون کی حیثیت رکھتی تھیں لیکن ان کے یہاں تحریری

طور پر کسی بھی قسم کی کوئی قانونی دستاویز موجود نہ تھی کے جس پر عمل ان کے لئے ضروری ہوتا بادشاہ چونکہ دیوتاؤں کے سپوت اور زمین پر ان کے بیٹے تھے لہٰذا تمام فراعین کے لئے عدل وانصاف پر مبنی فیصلے، عوام کی خوشحالی کے لئے اقدامات اور محبت و بھلائی کے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے اچھے کاموں کو فروغ دینا ان کی اولین ذمہ داری تھی لیکن سوائے چند ظالم فراعین کے ان اصولوں کی سب ہی نے پاسداری کی چنانچہ ان اصولوں کی روشنی میں دیوانی اور فوجداری قوانین مرتب کئے گئے جبکہ پانچویں خاندان کے زمانے میں ذاتی جائیداد اور وصیت کا قانون بھی مرتب ہوا۔

برٹش میوزیم میں قدیم مصری دور کی ایک قانونی دستاویز موجود ہے جس میں وراثت کے ایک مقدمے کا احوال درج ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کے وہاں قانون وراثت کا بھی کوئی نظریہ موجود تھا اس دستاویز کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کے اس دور کے قاضیوں کے سامنے تحریری صورت میں مقدمہ پیش کیا جاتا تھا جس پر قاضی غیر جانبداری سے فیصلہ لکھا کرتا تاہم جھوٹی گواہی دینا ایک جرم تھا جس کی سزا موت تھی گو کے ہر جگہ عدالتیں قائم تھیں لیکن ان کی مرکزی عدالت عالیہ (سپریم کورٹ) ہی تھی ان کے معاشرے میں زنا کی سزا سخت تھی جبکہ کچھ جرائم پر کوڑے کی سزا بھی دی جاتی اس کے علاوہ کان کے بدلے کان اور ناک کے بدلے ناک لینے کا قانون بھی تھا اس کے علاوہ مجرموں کو جلا وطن کرنا انھیں سولی پر لٹکانا، ان کی گردن اڑانا اور گلا گھوٹنے کی سزا بھی دی جاتی یہی نہیں بلکہ بڑے مجرموں کو سر عام بھی سزائیں دی جاتی جبکہ کسی بھی شخص کو زندہ ممی بنا دینا اس معاشرے کی انتہائی سخت سزا ہوتی تھی اس اعتبار سے عوام کی جان و مال کی حفاظت کرنا اور ملک میں امن وامان کا قیام عمل میں لانا اور عدل وانصاف کو قائم کرنا بھی فرعون کی اولین ذمہ داریوں میں سے ایک تھی اکثر فرعون خود

ہی چیف جسٹس کے فرائض انجام دیا کرتے اور ان کا فیصلہ آخری اور حتمی تصور کیا جاتا۔ ۵۰؎

مذہب: Religion:

مصر میں مذہب کی حیثیت ہر چیز سے بلند و بالا تھی تاہم اس کے اثرات نے تمام شعبہ ہائے زندگی کو نہایت گہرائی سے متاثر کیا تھا اگر چہ مصریوں کے مذہبی اعتقادات میں کوئی یکسانیت اور تسلسل نہ تھا وہ بہت سے خداؤں کی پوجا کرتے یہی نہیں بلکہ ان کے ہر شہر اور خطے کا خدا بھی علیحدہ تھا اور ایک اندازے کے مطابق! پورے مصر میں اس وقت دو ہزار دو سو سے زائد خداؤں کی کسی نہ کسی طور پر عبادت کی جاتی تھی ان خداؤں میں سب سے بڑا خدا۔ راع عمون تھا جس کو مصری سورج کا دیوتا مانتے تھے اس خدا کا سب سے بڑا مندر میمفس کے پاس ہیلی پولس میں تھا جو آگے چل کر پورے مصر کا مذہبی مرکز بنا۔

دنیا کی تخلیق سے متعلق بھی ان کے نظریات کچھ عجیب تھے ان کا یہ ماننا تھا کے ابتداء میں آسمان اور دریا نیل باہم ایک گنبد کی شکل میں تھے جس میں ان کے خداؤں کی ارواح رہا کرتیں جبکہ خلاء میں ایک گائے بھی تھی جو زمین کی دیوی 'ایتھر' تھی جس کے قدموں تلے ساری دنیا ہے جب یہ گائے اپنا ایک پاؤں اٹھاتی ہے تو زمین میں زلزلے آتے ہیں ایتھر کا شکم دس ہزار ستاروں سے مزین ہے۔

قدیم مصریوں کا یہ بھی ماننا ہے کے سورج دیوتا راع عمون ازخود پانی سے پیدا ہوا اس کے بعد ہوا کا دیوتا 'شو' اور نمی کی دیوی 'تیفنت' کو پیدا کیا گیا پھر انھی کے باہم اختلاط سے زمین کا دیوتا 'گیب' اور آسمان کی دیوی 'نت' پیدا ہوئے پھر ان کی اولادوں میں مزید دیوی دیوتا پیدا ہوئے جن کے نام عوسیرس عیسیس، سیتھ اور نیفشت ہیں، سیتھ نے جلن وحسد کی بنیاد پر اپنے بھائی عوسیرس کو قتل کر دیا (یہ واقعہ ہابیل کا قابیل کے ہاتھوں قتل سے مشابہہ ہے) پھر

عیسیس نے عوسیرس کو دوبارہ زندگی دی چنانچہ وہ مردوں کی دنیا کا بادشاہ بنا پھر عیسیس سے ہورس پیدا ہوا جس نے اپنے چچا سیتھ کو شکست دے کر مصر میں متحدہ حکومت کی بنیاد ڈالی لہٰذا انھی نظریات کی بنیاد پر مصر میں آسمانی بادشاہت کے تصور نے فروغ پایا مصر پر حکومت کرنے والا ہر فرعون عوسیرس کا بیٹا تصور کیا جاتا تھا مزید یہ کے سورج دیوتا اس قدر اہمیت اختیار کر گئے کہ تمام فرعون سورج دیوتا کے فرزند گردانے جاتے۔

اس کے ساتھ ساتھ اہل مصر درختوں، جانوروں اور قدرتی مظاہر کی بھی عبادات کیا کرتے یعنی ان کا ذہن جس چیز سے متاثر ہوتا (خوف یا محبت) تو وہ اس کی خوشنودی کی خاطر اس کی عبادت شروع کر دیتے چنانچہ مصر کے تمام حکمرانوں نے ان بے شمار دیوی اور دیوتاؤں کے خوبصورت اور عظیم الشان منادر تعمیر کروائے۔۵۱۔

مصر کا ایک فرعون جس کا نام اخناتون تھا اس نے دن کے دیوتا (آتن) کی عبادت کے نظرئے کو رائج اور عام کیا اور اس مقصد کے لئے اس نے آتن دیوتا کے منادر بھی تعمیر کروائے جبکہ اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس نے بذات خود ایک بھجن بھی تیار کیا اخناتون نے حکم دیا کہ تمام دیوتاؤں سے قطع نظر صرف اور صرف آتن کی ہی عبادت کی جائے۔۵۲۔

آفتاب پرستی: Sun Worship:

قدیم مصر میں سورج دیوتا کی عبادت بھی لازمی حیثیت کی حامل تصور کی جاتی ہے ان کے عقیدے کے مطابق سورج ایک آسمانی گائے کا ایک سنہرا بچہ ہے جو روز زندہ ہوتا ہے اور روز مرتا ہے جبکہ کبھی کبھی سورج کو عقاب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے ہیلی پولس کے پروہتوں نے اوسیرس دیوتا کو سورج دیوتا ہی قرار دیا ہے اسی نظرئے کے تحت وہ اپنے تمام فرعونوں کو بھی

سورج دیوتا کی اولاد تصور کرتے ہیں اور وہ فرعون ان کے بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے معبود بھی ہوتے ہیں جن کی عزت وتکریم کسی عظیم دیوتا سے کم نہیں ہوتی مصری سورج دیوتا کو آمن اور آتم بھی کہتے ہیں چنانچہ قدیم مصری سورج کو ہی خالق عالم تصور کرتے تھے جبکہ مصر کا بادشاہ اپنے آپ کو سورج دیوتا کا بیٹا کہا کرتا۔

مصریوں کے یہاں اپنے دیوی اور دیوتاؤں کی خوشنودی کے حصول کے لئے ان کے چرنوں میں قیمتی ہیرے جواہرات کے علاوہ انسانی قربانی اوراس کے خون کے چڑھاوے کو پیش کرنے کی بھی بڑی مضبوط روایت موجود تھی اور اس ضمن میں کنواری اور خوبصورت لڑکیوں کا انتخاب کیا جاتا تھا اور انھیں سورج دیوتا کے مندر میں بھینٹ چڑھایا جاتا تھا تاہم مصر کا ایک فرعون عامن حوطب دوم نے شام سے لائے گئے قیدیوں کو قتل کر کے ان کے خون کو خود اپنے ہاتھوں سے عامون راع کے قدموں میں نذر کیا تھا۔

انوبس دیوتا: Anubbis:

مصری اساطیر میں 'انوبس' کو مردوں یا (مرنے والوں) کا دیوتا مانا جاتا ہے اس دیوتا کو حنوط کاری کا موجد، مقبروں کا محافظ اور مردوں کا جج بھی کہا جاتا ہے چنانچہ مصریوں کا یہ خیال تھا کے انوبس دیوتا روز حساب مردوں پر مہربانی کرے گا اور ان کے دل کی سچائی کو بڑے دیوتا کے سامنے بیان کرے گا لہٰذا مصری آرٹ میں انوبس دیوتا کو ایک گیدڑ کے سر کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ ۵۳؎

دریائے نیل کی عبادت: River Nile Worship:

نیل کے دیوتا کو ہر سال ایک خوبصورت کنواری لڑکی کی قربانی اوراس کا خون دیا جاتا کیونکہ دریائے نیل کا پانی کم ہوجاتا اور اگر نیل کا پانی کم ہوجائے یا خشک ہوجائے تو

یہ مصر میں خشک سالی یا قحط کی نشانی سمجھی جاتی کیونکہ دریائے نیل کا پانی کئی چھوٹی چھوٹی ندی نالوں کے ذریعے سے کھیتوں کی سیرابی کا ایک مستند ذریعہ تھا لہٰذا صدیوں سے مصریوں کے یہاں یہ رسم تھی کے جب بھی نیل کا پانی کم ہوتا تو نیل کے دیوتا کو ایک نوجوان خوبصورت لڑکی کے خون کی بھینٹ چڑھائی جاتی تاہم جب لڑکی کا خون نیل میں بہا دیا جاتا تو نیل کا پانی ازخود تیز ہوجایا کرتا یہ قدیم رسم مصر میں مسلمانوں کی فتح سے پہلے تک نہایت زور وشور سے قائم تھی لیکن جس سال مسلمانوں نے مصر کو فتح کیا اس سال بھی حسب روایت نیل کا پانی کم ہوگیا اور وہاں کے مقامی لوگوں نے یہ چاہا کے ہم حسب معمول ایک نوجوان لڑکی کی قربانی کر کے اس کے خون کو سپرد نیل کردیں تاکہ نیل کا پانی دوبارہ تیز ہوجائے چنانچہ جب اس بات کی خبر مسلمان گورنر کو ہوئی تو انھوں نے اس کو غیر اسلامی رسم قرار دیتے ہوئے سخت احکامات جاری کردئے اور نیل پر پہرہ بیٹھا دیا لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ صورت حال بے قابو ہوتی گئی انھوں نے اپنے ایک خط کے ذریعے حضرت عمر فاروقؓ کو اس معاملے اور اس کی نزاکت سے آگاہ کیا جب حضرت عمرؓ کے علم میں یہ معاملہ آیا تو آپ نے دریاے نیل کے نام ایک خط لکھا اور دریاے نیل کو مخاطب کر کے یہ کہا!

’اے نیل! اگر تو اللہ کے حکم سے چلتا ہے تو جاری ہوجا ورنہ عمر کا کوڑا تیرے لئے کافی ہے‘

پھر آپ نے قاصد کو یہ حکم دیا کے اس خط کو دریائے نیل میں بہا دیا جائے، جیسے ہی قاصد نے خط کو دریائے نیل کے سپرد کیا ویسے ہی دریا نیل کا پانی تیز تر ہوگیا اور وہ دن ہے اور آج کا دن ہے پھر کبھی نیل کا پانی کم نہ ہوا (یہ واقعہ دراصل حضرت عمر کے اشیاء کائنات پر تصرف کی ایک مثال ہے کیونکہ تمام اشیاء کائنات حواس اور شعور سے متصف ہیں)۔

مصریوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

Egyptian View of life after death and Funeral

قدیم مصر میں نظریہ حیات بعد از ممات کا بھی عجیب تصور تھا ان کے یہاں ہر مرنے والے انسان کی روح کو موت کے بعد نہایت دشوار گزار، طویل اور کٹھن سفر اختیار کرنا پڑتا ہے جس میں اس کا واسطہ شیطانی قوتوں اور بدروحوں سے پڑتا جس کا مقابلہ اس شخص کی روح کو کرنا پڑتا ہے اور اس کی مکتی اس وقت تک نہیں ہوتی ہے جب تک کے جنتر منتر اور اشلوک کا وردنہ کیا جائے لہٰذا ان جنتروں، منتروں اور اشلوک کو ان کے یہاں کے پروہتوں نے ایک کتابی شکل دی جسے 'مردوں کی کتاب' کا نام دیا گیا تاہم یہ جنتر منتر اور اشلوک مردے کے کفن اور اس کے مقبرے کی درودیوار پر بھی کندہ کئے جاتے تا کہ مرنے والے کی روح کو سفر آخرت کی کٹھنائیوں سے مکتی مل سکے اور شیطانی ارواح اس کا جلد از جلد پیچھا چھوڑ دیں بعد ازاں مرنے والے کی روح ان تمام مشکل اور پیچیدہ مراحل کو طے کر کے پھر اپنے ہی انسانی جسم میں حلول کرتی ہے لہٰذا مرنے والے کے جسم کو تباہی سے بچانا بے حد ضروری ہے تا کہ طویل سفر کے بعد وہ روح جب اپنے ہی جسم میں داخل ہو تو اس کا جسم صحیح اور سالم حالت میں موجود ہو اسی نظریہ کے پیش نظر انھوں نے لاشوں کو حنوط (ممی) کرنے کے فن میں بے حد مہارت حاصل کی۔ ۵۴؎

مصری اساطیر میں 'انوبس' کو مردوں یا (مرنے والوں) کا دیوتا مانا جاتا ہے اس دیوتا کو حنوط کاری کا موجد، مقبروں کا محافظ اور مردوں کا جج بھی کہا جاتا ہے چنانچہ مصریوں کا یہ خیال تھا کہ! انوبس دیوتا روز حساب مردوں پر مہربانی کرے گا اور ان کے دل کی سچائی کو بڑے دیوتا کے سامنے بیان کرے گا لہٰذا مصری آرٹ میں انوبس دیوتا کو ایک گیدڑ کے سر کی

شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

ممی: Mummy:

ممی دراصل انسانی لاش کو حنوط کرنے کی ایک اصطلاح کا نام ہے جس کے لئے خاص طریقہ کار وضع کیا جاتا ہے اگرچہ تاریخ میں ممی اور مصر کی ایک پہچان ہے لیکن دنیا کے مختلف خطوں جن میں شمالی افریقہ کے دیگر علاقے، جنوبی امریکہ، پیرو، کے صحرائی خطے، مغربی چین اور سکنڈے نیویا شامل ہیں میں 3400 ق اور 641ء کے درمیان بنائی گئی ممیز کو ہی اصل ممی مانا جاتا ہے ممی بنانے کے در پردہ اہل مصر کی یہ سوچ تھی کے ہر انسان کا ایک ہم زاد یا اس کا مثنیٰ ہوتا ہے جیسے اہل مصر اپنی زبان میں 'کا' کہتے ہیں ان کا یہ ماننا ہے کے اگر مرنے والے کا جسم بھوک، تشدد اور گلنے سڑنے سے محفوظ کر دیا جائے تو 'کا' بھی غیر معینہ مدت تک کے لئے محفوظ حالت میں رہے گا چنانچہ نہایت احتیاط کے ساتھ ممی کو تیار کیا جاتا ہے جس میں انسانی دماغ کو ایک اوزار کی مدد سے نہایت احتیاط سے ناک کے راستے نکالا جاتا ہے جبکہ پیٹ کو خالی کر کے اس میں مختلف تیز مصالحہ جات اور خوشبوئیں بھر دی جاتی ہیں پھر جسم کو سی کر اینٹی سپٹک کیمیکلز میں بھگو دیا جاتا ہے اس کے بعد چپکنے والی گوند کو جسم پر لگا کر اس پر موم والی پٹی لپیٹ دی جاتی ہے اس ممی کو دیر تک رکھنے کے لئے پتھر کا مقبرہ بہترین خیال کیا جاتا ہے اس مقبرے میں اس مردے کا پسندیدہ کھانا، ہتھیار، اور ایک طہارت خانہ بھی بنایا جاتا ہے ۵۵۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

مصر کی معیشت کا دارومدار وہاں کی زراعت پر ہے جبکہ کھیت کھلیانوں کی زرخیزی دریائے نیل کی عطا ہے اگر دریائے نیل میں طغیانی آجائے تو مصر کے لوگ خوشیاں مناتے

اور گیت گاتے ہیں جبکہ ان کے چہرے باطنی مسرت سے دمک اٹھتے ہیں اور وہ اپنے مقدس دیوتاؤں کے آگے سربسجود ہوکر شکرانہ ادا کرتے کیونکہ نیل کی طغیانی اچھی فصل اور مصر کی خوشحالی کا مظہر ہے نیل کی اسی عظمت اور اہمیت کی وجہ سے مصر کو 'نیل کا عطیہ' کہا جاتا ہے اسی حوالے سے ایک یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے یہ کہا مصر کو دیکھنے والے برجستہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کے نیل عطیہ خداوندی ہے۔

مصر کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہمیشہ ہی زراعت تھی مصری اپنی فاضل پیداوار دوسرے ممالک میں بھیج کر وہاں سے اپنی ضروریات زندگی کی اشیاء حاصل کیا کرتے جس کے لئے دور دراز کے طویل سفر بھی کرتے لہٰذا 3000 ق م میں مصری بحری جہازوں پر سفر کر کے بحر روم کے جزائر سے تجارت کیا کرتے جبکہ کریٹ مصری تاجروں کی خاص توجہ کا مرکز تھا پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب مصری تاجر ترقی کرتے کرتے یورپ کے جنوبی ساحل تک پہنچ گئے، مصر میں تانبا معمولی مقدار میں دستیاب تھا یہاں لوہا مغربی ایشیاء سے آتا سوڈان کے مشرقی علاقے میں سونے کی دریافت ہو چکی تھی چنانچہ مصر کے دور شہنشاہیت میں مصری تاجروں نے تجارت کے میدان میں کافی ترقی کی ان کے تجارتی جہاز بحر روم اور بحر ایجیئن کے سمندروں میں سفر کرتے یہی نہیں بلکہ ان کی ان علاقوں پر اجارہ داری بھی قائم تھی۔

ملکہ حاطشپت کے دور میں مصر کی تجارتی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں مصر سے تجارتی قافلے دور دراز کا سفر طے کرتے لہٰذا مصر کے بازار دنیا بھر کی انواع واقسام سے بھر گئے تاہم ملکہ کے انھی اقدامات کے سبب مصر نے اپنی اقتصادی پوزیشن کو کافی مستحکم کیا جس کی وجہ سے مصر کے بازاروں میں ہر وقت کریٹی، شامی اور قبرصی تاجروں کا ایک میلہ سا لگا رہتا

پھر حاطشپت کے بعد اگلے دور فراعنہ میں یہ تجارتی سرگرمیاں جاری رہیں اور ترقی کا یہ سفر بیسویں سلطنت تک قائم رہا لیکن جب بیسویں سلطنت کو زوال آیا تو مصر کی تجارت بھی زوال پذیر ہوئی اور مصریوں کو بحر روم کی اجارہ داری سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔

مصر میں ابتداء سے ہی تانبا اور کاٹن کو پگھلا کر کانسی بنائی جاتی اہل مصر مختلف دھاتوں سے اسلحہ سازی، اوزار وہتھیار، برتن، برچھی، ڈھالیں، نیزے، تلواریں اور دیگر جنگی سازوسامان بناتے وہ برتنوں پر خوشنما بیل بوٹے بنا کر انھیں روغن سے رنگتے برتنوں کے علاوہ درو دیوار پر بھی نقش ونگاری اور تصاویر بنائی جاتی یہی نہیں بلکہ اہل مصر جانوروں کی کھال سے بھی متفرق اشیاء بناتے جن میں گرم کپڑوں کے علاوہ ترکش، ڈھالیں اور خیمے شامل تھے پاپیرس کے پودے سے چٹائیاں، رسی، چپلیں اور کاغذ بنائے جاتے مصری ریشمی کپڑا اور عمدہ نفیس اور جڑاؤ زیور بنانے کے فن سے بھی آراستہ تھے کیونکہ کھدائی کے دوران جو زیورات ملے ہیں وہ بے مثال ہیں تاہم مصر کی صنعت سے عام طور پر آزاد لوگ ہی وابستہ تھے البتہ غلاموں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو کے بار برداری، کھیت کھلیانوں میں مشقت کا کام اور امراء کی غلامی کے لئے مخصوص تھے رعمیس سوم نے اپنے ایک لاکھ تیرا ہزار غلام بطور نذرانہ مندروں کی نذر کئے جو وہاں خدمت کے لئے معمور تھے دوران کھدائی وہاں سے تختیاں بھی برآمد ہوئیں جن سے ان غلاموں کی باقاعدہ حاضری کا پتا چلتا ہے یعنی اہل مصر حاضری کا مکمل ریکارڈ رکھتے تھے جبکہ تمام کارخانے حکومتی سرپرستی میں چلا کرتے جن کے مالک حکمران ہوتے یہی نہیں بلکہ اگر وقت پر تنخواہ نہ ملتی تو اس صورت میں ہڑتال کے شواہد بھی دستیاب ہوئے ہیں لیکن ایسا بہت کم ہوتا اگرچہ ماہر انجینئرز نے مصر کی ترقی میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے مثلاً 'سنوسرت سوم' کے عہد میں ایک ستائیس میل لمبی دیوار تعمیر کی گئی تاکہ کھاڑی کے پانی

کوموریس نامی جھیل میں جمع کیا جائے اور کاشت کاری کے لئے یہ پانی استعمال کیا جا سکے اس طرح سے پانی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ قائم کیا گیا جس نے مصر کی ترقی اور کاشت کاری میں اہم کردار ادا کیا بعد ازاں کچھ عظیم الشان نہریں بھی تعمیر کی گئیں جو نیل سے بحر قلزم تک بنائی گئیں۔

بار برداری کے لئے عام طور پر غلاموں کی ضرورت پڑتی تھی زمینی آمدورفت کے لئے بھی غلام اپنے سروں پر سامان رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے غرباء پیدل یا کشتیوں پر سفر کرتے جبکہ امراء رتھ، آراستہ جانوروں کی پیٹھ پر یا پھر کرسیوں پر سفر کرتے جیسے غلام اپنے کندھوں پر اٹھاتے۔

مصر میں ڈاک کا باقاعدہ نظام موجود تھا جبکہ سڑکیں پختہ تھیں لیکن کہیں کہیں کٹھن اور پتھریلے راستے بھی تھے تاہم فوج کے استعمال کے لئے عمدہ سڑکیں مصر سے لے کر فرات تک تعمیر کی گئیں اگرچہ اس دور میں کرنسی یا سکے کے شواہد دستیاب نہیں ہو سکے لیکن قرائین سے یہ اندازہ ہوتا ہے کے شاید مزدوری کی اجرت غلے، اناج یا جنس کی صورت میں دی جاتی محصول کی وصولی بھی جنس کی صورت میں ہوتی تاہم فراعنہ مصر کے خزآنے قیمتی اشیاء سے بھرے پڑے تھے اور طوطمس سوم کے عہد میں قیمتی دھاتی اشیاء کی افراط کے باعث تاجر اپنے مال کے بدلے سونے کے ٹکڑے وصول کرتے لین دین کا رواج عام تھا معاہدے تحریری صورت میں کئے جاتے اور ان کھاتوں کو لکھنے کے لئے باقاعدہ منشی ہوا کرتے، مصر کی کھدائی کے دوران اس قسم کی لین دین کے کھاتے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔

ممفس ایک شہر ہے جو کہ قدیم مصر کا دارالخلافہ بھی تھا چونکہ یہ دریا نیل کے ڈیلٹا کے نقطہ عروج پر واقع تھا جس کی وجہ سے یہاں کے باشندے دریائی وادی اور ڈیلٹا دونوں پر

ہی با آسانی حکومت کے قابل ہوئے کچھ محققین کو یہ یقین ہے کے اس کی بنیاد چوتھے ہزارئے ق م کے اوائل میں رکھی گئی لیکن یہ تاریخ یقینی نہیں روایت کے مطابق اس شہر ممفس کو ایک بادشاہ آہا نے تعمیر کروایا جس نے مبینہ طور پر دریائے نیل کا رخ بدلا تھا تا کہ شہر کے لئے جگہ بنائی جا سکے، قدیم بادشاہت (2649 یا 2134۔2575 ق م) کے دوران تھیبس اور ممفس بھی مصر کے اہم تجارتی اور ثقافتی مراکز تھے چونکہ ان دو شہروں کو مرکزی انتظامی حیثیت حاصل تھی لہٰذا یہ شہر رومن سلطنت کے ہاتھوں تسخیر سے قبل تک خاص اہمیت کے حامل تھے تاہم ان دونوں شہروں میں بڑے بڑے تجارتی مراکز قائم تھے۔

مصر کی معیشت کا انحصار چونکہ کاشت کاری پر قائم ہے جبکہ اس کا 95 فیصد سے زائد رقبہ غیر زرخیز ہے انیسویں صدی میں مصر نے کپاس کی برآمدات شروع کیں یہاں کی اولین اہم صنعتیں 30ء کی دھائی میں شروع ہوئیں تاہم بیسویں صدی کے آخر تک مصر بین الاقوامی یا عالمی مفہوم کے مطابق ایک غریب ملک کے طور پر جانا جاتا تھا اس کی مجموعی قومی پیداوار 89.9 ارب ڈالر یا 135 فی کس تھی۔

جمہوریہ عرب مصر: Arab Republic of Egypt:

مصر دراصل شمال مشرقی افریقہ اور جنوب مغربی ایشیاء کا ایک ملک ہے اس ملک کا بڑا حصہ افریقہ میں واقع ہے لیکن اس کے انتہائی مشرقی علاقے سینائی جزیرہ نما کو عموماً ایشیاء کا ہی حصہ خیال کیا جاتا ہے جبکہ مصر دو براعظموں کے درمیان واحد زمینی پل ہے مصر کی زیادہ تر زمین کو دریائے نیل دو غیر برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے دریائے نیل کا ڈیلٹا اور طاس آبادی کے اہم مراکز ہیں جبکہ قاہرہ مصر کا دارالحکومت ہونے کے ساتھ ہی ایک بڑا شہر بھی ہے۔

مصر 3200 ق م کی پرانی ریکارڈ شدہ تاریخ کا حامل ایک مربوط سیاسی علاقہ ہے

جس میں آب پاشی کے ذریعے زراعت، لکھنے کا فن اور بڑے پیمانے پر سیاسی ادارے بنانے والی اولین تہذیبوں میں سے ایک ہے، دریائے نیل کی سالانہ طغیانی نے اسے ایک مستحکم زرعی معاشرہ بنانے اور اس کے قیام کو ممکن بنایا پھر ایشیاء اور افریقہ کے درمیان اور میڈی ٹرینین ،طاس اور ہندوستان وچین کے درمیان مصر کی اسٹریٹیجک جائے وقوع نے اسے بین الاقوامی تجارت کا محور بنایا چوتھی صدی ق م سے فاتحین کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس نے نئے مذاہب کو سرزمین مصر میں پھیلایا تاہم مصر کے وافر زرعی وسائل تجارت میں اہم کردار اور طویل المعیاد سیاسی اتحاد نے سیاسی تسلسل کو ایک حد تک قائم رکھا اگرچہ موجودہ مصر میں عربی بولنے والوں اور مسلمانوں کا غلبہ ہے لیکن یہاں عیسائی دور سے پہلے کے کچھ اہم پہلو بدستور موجود ہیں مسلمان عرب حملہ آوروں نے 641ء میں مصر فتح کیا اور جب سے یہ مسلمان اور عرب دنیاؤں کا حصہ ہے جدید ریاست کی بنیادیں محمد علی نے رکھیں جو 1805ء سے 1849ء تک مصر کا وائسرائے رہا جبکہ مصر سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ تھا۔

چالیس سالہ براہ راست برطانوی نوآبادیاتی حکومت کے بعد مصر 922ء کو ایک خودمختار بادشاہت بنا تاہم برطانوی پالیسیوں نے اس کی خودمختاری کو محدود کئے رکھا 1952ء میں جمال عبدالناصر کی زیر قیادت فوجی افسروں کے گروپ نے بادشاہت کا تختہ الٹ کر مصر کو بطور جمہوریہ قائم کیا جمال عبدالناصر نے مذاکرات کے ذریعے آخری برطانوی دستوں کو 1956ء میں مصر سے نکال دیا پھر 1979ء میں صدر انوارالسادات کے ماتحت مصر پہلی مرتبہ ایسا عرب ملک بنا جس نے اسرائیل کی یہودی ریاست کے ساتھ معاہدہ امن پر دستخط کئے مصر کے شمال میں میڈی ٹرینین سمندر، مشرق میں غزہ کی پٹی، اسرائیل اور بحیرہ احمر، جنوب میں سوڈان اور مغرب میں لیبیا واقع ہے مصر کا کل رقبہ 9.97.739 مربع کلومیٹر ہے یہاں چاروں

موسم ہیں2004ء میں مصر کل آبادی 7.61.17.421 تھی لہٰذا فی کلومیٹر ۷۷ افراد رہتے ہیں یہاں کے تقریباً سب ہی آباد علاقے دریائے نیل کی وادی ڈیلٹا سویز کینال کے خطے اور شمالی ساحلی خطے میں ہیں یہاں آبادی میں اضافے کی شرح ۸۰ء کی دھائی میں ۵۔۲ فیصد تھی مصر میں قاہرہ کے علاوہ غزہ، سکندریہ اور پورٹ سعید اہم شہر ہیں یہاں کی تقریباً ساری آبادی کی زبان عربی ہے تاہم معیاری عربی صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد ہی سمجھ سکتے ہیں لیکن قبطی عیسائی ،مذہبی مقاصد کے لئے قبطی زبان بولتے ہیں اس کے علاوہ انگلش اور فرانسسی زبانیں بھی یہاں ثانوی حیثیت میں بولی اور سمجھی جاتی ہیں اگرچہ یہاں موجود قبطی عیسائی سرکاری حکام اور سیاحوں کے تشدد کا نشانہ بنتے ہیں ۔

1923ء سے لے 1952ء تک مصر میں کثیر الجماعتی سیاسی نظام تھا لیکن بادشاہ یا اس کا وزیر اعظم اکثر پارٹیوں کو عوامی حمایت یا اقتدار تک آزادانہ رسائی نہ دیتے 1952ء سے 1978ء تک مصر کی حکومت ایک فوجی آمر کے پاس تھی جبکہ صدور نے اپنی پالیسیوں کو مقبول بنانے کے لئے واحد نظام استعمال کیا لیکن مذہبی جماعتوں پر پابندی عائد رہی لیکن موجودہ سیاسی نظام نسبتاً بہتر اور مستحکم ہے البتہ مصر مکمل طور پر جمہوری نہ بن سکا 1978ء سے نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کا غلبہ ہے 2000ء کے انتخابات میں اس نے پیپلز اسمبلی کی 444 میں سے 353 نشستیں حاصل کیں حکومت کسی بھی ایسی حزب مخالف جماعت کو برداشت نہیں کرتی ہے جس کی بنیاد مذہب یا ریاست مخالف نظریات پر قائم ہو مذہبی جماعتوں پر آئینی پابندیوں کے باوجود زیادہ تر مصری مسلم بھائی چارے کے حامی اسلامی گروپ کی حمایت کرتے ہیں 2002ء میں مصر کی کل مسلح افواج 4.50, 000 تھیں جن میں سے 3. 20,000 اور بری فوج 30, 000، فضائی اور 20, 000 بحریہ سے متعلق تھیں مصری قانون کے مطابق

اکلوتے بیٹوں کے سوا تمام مصری مردوں کے لئے تین سال کی فوجی خدمت لازمی تصور کی جاتی ہے۔۵۶

فن تحریر: Mode of writing:

بنی نوع انسان کی تاریخ میں لکھنے کے فن کی ایجاد مصریوں کے سر ہے اگرچہ ابتداء میں انسان لکھنے کے فن سے نا آشنا تھا اور وہ اپنی مافی الضمیر مختلف تصاویر کو بنا کر بیان کرتا تھا ابتداء میں تصاویر کے ذریعے سے اس کی شروعات ہوئی لیکن آج کے اس جدید دور میں بھی کہیں کہیں یہ طریقہ رائج ہے جس میں الاسکا کے بعض وحشی قبائل شامل ہیں مثلاً اگر وہ بھوکے ہیں تو وہ ایک کمزور اور نحیف نزار شخص کی تصویر بنا کر اپنی بھوک کا اظہار کرتے ہیں۔

مصریوں کی عظیم ایجادات میں شامل حروف تہجی، روشنائی، کاغذ اور قلم ہیں قدیم ترین کاغذ پیپرس کی پتلی پتلی دھجیوں کو باہم جوڑ کر بنایا گیا پیپرس دریائے نیل کی کھاڑیوں اور دلدلی مضافات میں پائے جانے والے ایک درخت کا نام ہے مصری اس درخت کے تنوں کو نہایت باریکی سے کاٹ اور جوڑ کر بہت لمبا کاغذ بناتے پھر اسے گولائی میں لپیٹ دیا جاتا لیکن اس کاغذ کی نفاست اور عمدگی کا معیار یہ ہے کے آج ہزاروں برس گزر جانے کے باوجود اس کاغذ کی تحریر جوں کی توں ہے بسا اوقات یہ کاغذ کے رول چالیس گز لمبے ہوا کرتے اہل مصر روشنائی بنانے کے لئے سبزیوں کی گوند اور کالک کو پانی میں گھول کر تیار کرتے تاہم ان کے منشی ایک نوک دار نرسل کو روشنائی میں ڈبو کر پیپرس کی شیٹس پر پیغامات لکھتے لہٰذا مصریوں کی بنیادی ایجاد فن تحریر تھا جس کے آنے والی تہذیب وثقافت پر نہایت گہرے اثرات مرتب ہوئے کیونکہ فن تحریر کی ایجاد اور ریکارڈ کو لکھنے کی روایت نے تاریخی شواہد اور واقعات کو نا صرف ضبط تحریر میں لیا بلکہ اگلی نسلوں پر بھی نا قابل بیان احسانات کئے جس کی جتنی زیادہ تعریف کی

جائے وہ کم ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۔۵۷؎

ترجمہ۔تمھارا رب بڑا کریم ہے کے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سیکھایا۔

وَالۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُوۡنَ ۔۵۸؎

ترجمہ۔قسم ہے قلم کی اور اہل قلم کی ۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالی نے قلم کی قسم اٹھاتے ہوئے اپنے اس احسان کا ذکر بھی کیا ہے جس کی بدولت نسل انسانی کو علم کی ترویج واشاعت میں ناصرف مدد ملی بلکہ اس نے ترقی وایجادات کے فن میں اوج کمال حاصل کیا اور بلندی اس کا مقدٹھہری۔

حضرت ادریس علیہ السلام: Prophet Enoch:

حضرت ادریس علیہ السلام ،حضرت آدم کی چھٹی پشت میں حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا ہیں آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے جدامجد حضرت شیث علیہ السلام سے حاصل کی یہ بھی روایت موجود ہے کے آپ پر ایک صحیفہ بھی نازل ہوا تھا جس کا حبشی زبان میں ترجمہ آج بھی موجود ہے آپ اللہ کے حکم سے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے جانگسل کام میں لگے رہے لیکن حسب روایت آپ کی قوم نے آپ کی تعلیمات کا انکار کیا اور آپ کو طرح طرح سے اذیتیں دیں لہذا آپ نے منکرین ومفسدین کی ریشہ داوانیوں سے تنگ آکر موجودہ عراق کے شہر کوفہ سے مصر کی جانب ہجرت کی اور دریائے نیل کے کنارے آباد ایک سرسبز وشاداب علاقے میں جا بسے اور انھوں نے اس جگہ کو' بابلیون' کا نام دیا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالی نے بذریعہ وحی ۷۲ زبانوں کا علم عطا فرمایا

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالی نے انھیں Town Planning کے اصول اور اور علوم بھی منتقل کئے جسے انھوں نے اپنے شاگردوں کو بھی سیکھایا اور اس علم کی وجہ سے آپ کے شاگردوں نے کئی شہر اور بستیاں بھی آباد کیں یہی نہیں بلکہ اللہ تعالی نے انھیں قلم سازی، فن کتابت، علم ریاضی، علم نجوم، علم منطق، علم رمل، ناپ تول کے اوزان، ہتھیار و اوزار، اسلحہ سازی اور کپڑے کو کاٹنے اور سینے کا بھی علم منتقل کیا جسے آپ نے لوگوں کو سیکھایا لہٰذا ان علوم وفنون اور ایجادات کی بدولت نسل انسانی نے حیران کن انداز سے ترقی کے مراحل طے کئے اور تہذیب وتمدن کے اعلی معیار کو قائم کرتے ہوئے بام عروج پر جا پہنچی یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہی تھے کے جنھوں نے سب سے پہلے طوفان نوح کی پیشن گوئی بھی فرمائی۔ ۵۹۔

علم چونکہ اللہ کا نور ہے لہٰذا اللہ تعالی علم ہمیشہ پاک سینوں میں ہی منتقل کرتے ہیں اور بلا شبہ یہ پاک سینے اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں کے سوا کسی اور نہیں کیونکہ ان کے سوا اس علم و معرفت کا تحمل کوئی اور کر بھی نہیں سکتا لہٰذا یہ علم پیغمبروں کے سینوں سے عام انسانوں تک پہنچتا ہے جیسے انسان اپنی ذہنی اور قلبی استعداد کے مطابق سیکھتا ہے جبکہ اللہ تعالی اپنے اس نور (علم) کو کبھی کسی گمراہ، متکبر اور خدائی کے دعویٰ داروں کو براہ راست منتقل نہیں کرتا چنانچہ اہل مصر تک فن کتابت، دوات اور کاغذ و قلم سازی کا فن و ہنر حضرت ادریس علیہ السلام کے ذریعے پہنچے تعمیرات کے فن میں کمالات کے اصل موجد بھی وہ خود نہیں بلکہ حضرت ادریس اور

حضرت یوسف علیہ السلام ہیں کیونکہ ان دونوں پیغمبروں نے مصر میں ہجرت کی اور علوم الہیہ کو اپنی قوم تک منتقل کیا، قدیم مصری تہذیب اور ان کی ایجادات پر بات ہو رہی ہے لہٰذا عظیم مصری ایجاد میں تقویم (کلینڈر) کی ایجاد بھی نہایت قابل ذکر اور اگلی نسل انسانی پر کسی احسان عظیم سے کم نہیں ہے لہٰذا ریکارڈ شدہ اولین تاریخ 19 جولائی 4236 ق م کو ہی تسلیم کیا

جاتا ہے کیونکہ اسی دن ہمارے کلینڈر نے جنم لیا یہ ابتدائی کلینڈر تیس ،تیس دن کے بارہ مہینوں پر مشتمل تھا اور ان میں دنوں کی کل تعداد 360 دن تھی جبکہ سال کے اختتام پر اس میں مزید پانچ دنوں کا اضافہ کیا جاتا تیس دنوں کے مہینے کو دس ، دس دنوں کے تین ہفتوں میں تقسیم کیا گیا یعنی ابتدائی کلینڈر ایک ہفتہ دس دنوں پر مشتمل تھا اس کے ساتھ ہی موسم بھی تین تھے۔

ا۔طغیانی ۔ ۲۔ بوائی کا وقت ۔ ۳۔کٹائی کا وقت ۔۶۰؎

مصر میں موجود ہر مندر کے ساتھ ایک مدرسہ یا اسکول ہوتا جہاں تعلیم کا انتظام ہوتا چنانچہ مصر کے تمام چھوٹے بڑے اسکول انھی منادر سے وابستہ تھے جبکہ مندروں میں موجود پروہت سیکریٹری، وزیر تعلیم یا پھر استاد ہوتے ان مدارس میں امراء اور شرفاء کے بچوں کے ساتھ ساتھ غرباء کے بچے بھی تحصیل علم کرتے تاہم سرکاری نوکری کے حصول کے لئے تعلیم شرط تھی لہٰذا مصری معاشرے میں تعلیم یافتہ شخص با آسانی اچھا روزگار حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ان مدارس کا نصاب خاصا مشکل تھا اگرچہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی لازمی انتظام موجود تھا۔ان مدارس میں بچوں کی داخلے کی عمر عام طور پر پانچ برس مقرر تھی جہاں انھیں لکھنا ، پڑھنا اور بسا اوقات کچھ چیزیں زبانی بھی سیکھائی جاتیں جبکہ سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں سزا بھی دی جاتی مصری معاشرے میں بچوں کو والدین ، بزرگ اور اساتذہ کی اطاعت گزاری اور ادب کرنا سیکھایا جاتا طلباء کو دوران تعلیم تقریباً 700 حرفی اشکال کو لازمی یاد کرنا پڑتا تاہم ان اشکال کے مختلف معانی بھی ہوتے جنھیں سمجھنا اور یاد کرنا طالب علم کی ذمہ داری تھی چنانچہ تمام اسکول اور مدارس حکومت کی سرپرستی میں قائم تھے جبکہ طلباء چھوٹے اسکولوں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بڑے اسکول یا مدارس میں داخلہ لیتے اور اپنی تعلیم مکمل کرتے جس کے بعد یہ سرکاری ملازمتوں کے اہل تصور کئے جاتے اور انھیں

کوئی نہ کوئی سرکاری عہدہ با آسانی مل جاتا یعنی قدیم مصر میں ایک منظم، باقاعدہ اور عمدہ نظام تعلیم موجود تھا اور وہ لوگ تعلیم کی اہمیت سے واقف تھے۔ تعلیم یافتہ شخص ان کے یہاں معزز تصور کیا جاتا تھا۔

ادب: Literature:

مصری ادب کے دستیاب نمونے قدیم متبرک تحریروں کی شکل میں موجود ہیں جن میں سے اکثر تحریریں، پیغامات اور پیشن گوئیوں کی شکل میں مصر کی یادگاروں، اہرام، منادر یا محلات کی درودیوار پر نقش ہیں چوتھی سلطنت کے ایک عہدے دار کے مقبرے پر موجود ایک کندہ تحریر 'کتابوں کے گھر کا منشی' اس تحریر سے یہ پتا نہیں چلتا کے آیا یہ شخص سرکاری دستاویزات کا محافظ تھا یا کسی ادبی ذخیرے کا انچارج جبکہ سب سے قدیم دستیاب نمونے پانچویں یا چھٹی سلطنت سے تعلق رکھتے ہیں جو کے اہرام کی دیواروں پر کندہ ہیں۔ لائبریری کا وجود 2000 ق م سے ملتا ہے جہاں پیپرس پر لکھی گئی تحریری مواد نہایت احتیاط سے رول کر کے بڑے بڑے مرتبانوں میں سنبھال کر رکھے گئے جبکہ ان مرتبانوں پر لیبل بھی چسپاں ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کے آیا ان رولز میں کس قسم کا ادبی ذخیرہ موجود ہے تاہم مصریوں کی ان ہی لائبریریوں سے ہمیں مصر کی نہیں لیکن ایک قدیم ملاح سند باد کی کہانی بھی ملی جس نے اپنے شکستہ جہاز پر کئی خطرناک سمندری سفر کئے جس کو اس نے اپنی سوانح کے انداز میں مرتب کیا لہٰذا اس کو بھی ایک ادبی نمونے کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے سند باد کی یہ کہانی جذبات واحساسات سے لبریز ہے۔

دوسری آپ بیتی جو ان لائبریروں سے ملی ہے وہ ایک شخص سینوحے کی ہے جو مصر کا ایک سرکاری عہدے دار تھا اور عمون احط اول کے مرنے کے بعد مصر کو چھوڑ کر دور دراز دنیا

کی سیر کو نکل گیا لیکن تمام تر آسائشات کے باوجود اسے اپنے ملک اور اپنے لوگوں کی بہت یاد ستائی اور بلاآخر اس نے مصر واپسی کا فیصلہ کیا لیکن راستے کی شدید ترین صعوبتوں نے اس کی شکل وصورت بدل کر رکھ دی بہرطور جب وہ مصر پہنچا تو وہ کافی ڈرا اور سہما ہوا تھا لیکن فرعون وقت نے بجائے ناراض ہونے کے اس کو معاف کیا اور اس کو دوبارہ اس کے عہدے پر بھی بحال کیا۔

تاریخی حقائق کی روشنی میں ہمیں مصر کے بارہویں سلطنت کے دستیاب آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کے اس خاندان کے دور میں علم وادب نے کافی ترقی کی یہ مصر کی ادبی تاریخ کا ایک سنہری دور تھا جس میں ادبی سرگرمیاں، اخلاقیات، علم ودانش کی محافل، علم طب وجراحی علم نجوم، تاریخ اور مذہبیات پر کئی کتب تصنیف کی گئیں۔کھدائی سے اس دور کے ڈرامے اور انھیں اسٹیج پر ادا کرنے کے شواہد بھی دستیاب ہوئے ہیں اگرچہ اس دور کو مصری زبان وادب کا کلاسیکی دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ مصر اس دور میں علم وادب کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ چکا تھا۔

مصری ادب میں طویل داستانوں کے علاوہ مختصر کہانیاں بھی بیان کی گئیں جن میں جنات، بھوت پریت، جادوگر، پریوں، شہزادے اور شہزادیوں کی محبت کی داستانیں بھی شامل ہیں اگرچہ مصر کا قدیم ادب زیادہ تر مذہبیات پر مبنی ہے لیکن انیسویں اور بیسویں سلطنت کے زمانے میں عشقیہ نظمیں اور ہجر وصال کے گیت بھی ہمیں ملے ہیں اس کے ساتھ ساتھ جنگوں کے قصے اور مثنویوں کے بھی کچھ نمونے ملے ہیں بلکہ رعمیس دوم کی عظیم فتوحات کا فخریہ بیان آج بھی لکسر کے مندر کی دیواروں پر کندہ ہے۔

تاریخ نویسی کا فن بھی مصر میں نہایت قدیم تصور کیا جاتا ہے چنانچہ سرکاری اور

درباری مورخین اہل فراعنہ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتے اور جنگی واقعات اور مناظر کو ضبط تحریر کرتے قدیم مصریوں کے یہاں تاریخی مواد کو جمع کرنا باعث عزت، متبرک، دلچسپ اور اہم فن سمجھا جاتا جب ہی ۲۵۰۰ ق م کے زمانے کے فراعنہ کے نام، ان کے احوال، ان کا عرصہ حکمرانی اور ان کے دور کے اہم واقعات کے حوالے آج بھی مصر کے درو دیوار پر موجود اور کندہ ہیں اگرچہ اہل فراعنہ تاریخ نویسی کو ایک خوشگوار مشغلے کی شکل میں اپناتے تاہم طوطمس سوم کے عہد میں حب الوطنی کے واقعات بھی لکھے جانے لگے۔

جس طرح ہندوستان میں سنسکرت زبان اور امریکہ میں لاطینی زبان قدیم تصور کی جاتی ہے بالکل اسی طرح مصر میں 'ہیروغلائی' زبان قدیم اور متبرک خیال کی جاتی ہے یہی قدیم اور متبرک زبان عرصہ دراز تک وہاں کے قدیم ادب پر چھائی رہی تاہم یہی قدیم زبان ان کے یہاں کے مذہبی پیشوا بھی اپنے جنتر منتر اور مذہبی متبرک تحریروں میں استعمال کرتے لیکن عوام کی زبان الگ تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کے ادبی اور عوامی زبانیں الگ ہوگئیں اگرچہ عرصہ دراز تک مصر کے ادیب، شاعر اور مذہبی پروہت اسی قدیم زبان کا استعمال کرتے رہے اگرچہ دور اہرام کا سارا ادب بھی اسی 'ہیروغلائی' زبان میں موجود ہے پھر آہستہ آہستہ یہ قدیم زبان متروک ہوتی گئی اور اس کی جگہ عوامی زبان نے لے لی اگرچہ چودہویں صدی ق م میں مصری ادیبوں نے قدیم زبان کے خلاف عام بغاوت کردی اور اس طرح سے عوامی زبان غالب آگئی جبکہ خناطون کے مشہور بھجن بھی عوامی زبان میں لکھے گئے جس کی وجہ سے ان تحریروں میں حقیقت پسندی، جوش اور بلند پروازی پیدا ہوئی۔۶۱؎

انیسویں اور بیسویں صدی کے اہم مصری مصنفین میں محمد حسین ہیکل، طہٰ حسین اور یوسف ادریس تھے جبکہ نجیب محفوظ اور الحکیم کو ان کی ادب کی اعلیٰ خدمات پر نوبل پرائز سے

بھی نوازا گیا ہے۔

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

قدیم مصری دنیا کی وہ واحد قوم تھے جنھوں نے اپنی تمام تاریخی روایات کو انتہائی جانفشانی سے اپنے منادر، اہرام، گھر، محلات اور درودیوار پر منقش کر کے رہتی دنیا تک اپنے انمٹ نقوش دیواروں پر ثبت کردئے چنانچہ ان تصاویر کو دیکھ کر بخوبی ان کے تہذیب وتمدن اور ثقافت کا اندازا لگایا جاسکتا ہے ان کے معمولات زندگی، شاہی دربار، بادشاہ وقت کے احکامات، جنگیں، عدالتی نظام، شادی بیاہ، سزائیں، غلاموں کے ساتھ سلوک، اشرافیہ، اپنے دشمنوں کے ساتھ ان کے رویے کو جانا جاسکتا ہے یہ تصویر کشی ہمیشہ سے مصر کی فن تعمیر کا ایک لازمی جز تصور کی جاتی رہی شاید اسی وجہ سے ان کا تمدن آج تک زندہ ہے اور اپنی کہانی اپنی زبانی بیان کرر ہا ہے، مصری قوم قبل از تاریخ کے دور سے ہی دھات کے برتن، کشتیاں، ریشمی کپڑا، دریاں، زیورات اور عطریات بناتے اس کے علاوہ منقش برتن، درودیوار پر رنگین انسانی یا جانوروں کی تصاویر بنانے کا بھی ان کے یہاں رواج عام تھا۔

قدیم مصری اقوام صناعی، مصوری، اور سنگ تراشی میں یدطولیٰ تھے، یونانیوں کے سوا کوئی بھی ان کا مدمقابل نہیں تھا چنانچہ مصری سنگ تراشی کے نمونے آج بھی لوگوں کے لئے حیران کن ہیں چونکہ فن تعمیر اور سنگ تراشی کو مصر میں تمام فنون پر فوقیت اور برتری حاصل رہی لہٰذا انھوں نے بڑے بڑے اہرام، منادر، یادگاریں، محلات، باغات، گزرگاہیں اور گھر بنائے اہل مصر دوسری یا تیسری سلطنت کے زمانے سے ہی دھات کی دریافت کے بعد اپنے فن معماری میں کمال کو پہنچ گئے۔

آمن حوتپ سوم (1538 تا 1501 ق م) کے عہد میں خوبصورت، بلند و بالا

محلات ،اونچے معبد اورنواحی بستیاں آباد کی گئیں جو پچاس اور ساٹھ گھروں پر مشتمل تھیں شرفاء کے لئے علیحدہ گھروں کی تعمیر کروائی گئی جن کی دیواروں پر خوشنما پینٹنگز سجائی گئیں گھر کے اندرونی جانب مرصع اور قیمتی فرنیچر بھی رکھا جاتا گھر کی سجاوٹ کے لئے خوبصورت اور دیدہ زیب مرتبان آراستہ کئے جاتے۔

آبنوس کی قیمتی لکڑی سے بھی کئی استعمال کی اشیاء کونہایت مہارت سے تیار کیا جاتا دریائے نیل کی جانب بادشاہوں کے خوبصورت منادر کی تعمیر کئے گئے اور ابوالہول کے متاثر کن خیابانوں کے ساتھ انھیں باہم ملا دیا گیا پھر ان محلات ،منادر اور معبدوں کے اردگرد خوبصورت سایہ دار درختوں کی باڑھ ،خوش رنگ پھول ،فوارے ،باغات اور ملحقہ علاقے کے ساتھ ہی جھلیں بنائی گئیں تاہم ہائیکسوس کے عہد میں گھوڑا بھی متعارف ہوا لہٰذا آمدورفت اور باربرداری کے لئے گھوڑوں کا باقاعدہ استعمال عام ہوا، آمن حوتپ سوم کے عہد میں چوڑی، کشادہ اور صاف ستھری راہداریاں اور پختہ سڑکیں تعمیر کی گئیں مصری مرو زن دونوں ہی سونے چاندی، کانسی اور ہاتھی دانت کے زیورات کے شوقین تھے جنھیں وہ بڑے شوق سے زیب تن کیا کرتے۔

3700 ق م میں تعمیر کیا گیا کارناک میں آمن را کا معبد بھی قدیم مصر کی رفعتوں میں سے ایک تھا پھر رعمیس دوم نے اپنے ٦٧ سالہ عہد حکومت (1394 تا 1328 ق م) میں وادی نیل کے اطراف میں عظیم الشان معبد تعمیر کروائے اس نے کرناک کا مندر تعمیر کروایا اس کے علاوہ مصر میں جگہ جگہ اپنے عظیم الشان مجسمے نصب کروائے یہی نہیں بلکہ ابوسمبل کے مقام پر اس نے اپنے چار عظیم الشان مجسمے نصب کروائے جبکہ کئی منادر بھی اپنے نام سے بنوائے۔ اس کے علاوہ مفس نامی ایک بڑا تجارتی اور ثقافتی شہر بھی بادشاہ آہا نے تعمیر کروایا

ممفس سے چند کلو میٹر دور سقارہ کے آثار قدیمہ اور قریب ہی غزہ کے مشہور اہرام اور ابولہول ہیں اگر چہ آج اس شہر کی بہت کم باقیات موجود ہیں تاہم اس کے زیادہ تر آثار دریائے نیل کی تہہ تلے دب گئے ماہرین آثار قدیمہ نے یہاں سے پتاح، آئسس، سیراپس اور را کے معبد دریافت کئے جبکہ رعمیس دوم کے بھی دو مقابر اور کئی رہائش گاہیں یہاں سے دریافت ہوئیں۔ ۶۲۔

قدیم مصریوں نے سنگ تراشی اور بت تراشی کے فن کو بھی اوج کمال تک پہنچایا اس اعتبار سے سنگ تراشی میں ان کا پہلا شاہکار خفرے کا ایک بڑا بت تھا جو کے قاہرہ کے میوزیم میں آج بھی موجود ہے اس کا سر انسان کا جبکہ دھڑ شیر کا ہے تاہم انسانی سر کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کے یہ خفرے کی شبیہ ہے یہ ابوالہول کی ایک پہاڑی کو کاٹ کر بنایا گیا جس کی لمبائی ۵۳ گز اور اونچائی 330 گز ہے۔فن سنگ تراشی میں فراعنہ کے اگلے ادوار میں بھی کافی پیشرفت ہوئی اور پتھر کے علاوہ لکڑی کے بھی کئی مجسمے تخلیق کئے گئے

اہرام کی پراسراریت: Mystery of Pyramids:

قدیم اہرام انتہائی جدید اور ترقی یافتہ سائنسی تخلیقات کے مظہر ہیں یہ ہزاروں سالوں سے نا صرف لوگوں کی توجہ کا مرکز ہیں بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نت نئے انکشافات کا مظہر بھی جبکہ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کے جس نے بھی ان اہرام کو زندگی میں ایک بار دیکھا وہ تمام عمر اس کے دام طلسم کا اسیر ہوا۔اہرام کے معمار بجا طور پر کئی علوم کے ماہر اور ان پر مکمل دسترس کے حامل تھے اور یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ وہ یقیناً Advaance Technology,Mathamatics, Astro Physics,Geometrry, Trigonometry اور علم ہیئت و ہندسہ سے بخوبی واقف تھے۔

اہرام کے معمار شمسی سال کی طوالت سے بھی واقف تھے لہٰذا ان اہرام کی تعمیر میں اس بات کا بھی خاص خیال رکھا گیا جب ہی نیوٹن نے جب اہرام کی بنیادی سمت کو 25 سے تقسیم کیا تو اس کا جواب وہی آیا جو شمسی سال کی طوالت کا تھا اسی طرح سے یہ معمار زمین کے کل رقبے سے بھی واقف تھے جب ہی پوری زمین پر اہرام کے علاوہ کوئی بھی ایسا مقام نہیں جس پر خط نصف النہار شمالاً جنوباً اس طرح سے گزرتا ہو کے خشکی کا رقبہ تری سے بڑا ہو جبکہ شرقاً غرباً گزرنے والے متوازی خط کا بھی یہی حال ہے تاہم یہ بات بھی تحقیق سے ثابت ہوگئی کے اہرام کے معمار زمین کے وزن سے بھی واقف تھے چنانچہ 'شی اوپس کے عظیم اہرام ' کے وزن کا جب زمینی وزن سے حساب لگایا گیا اور اس کو تقسیم کیا گیا تو یہ عمارت زمین کے وزن کا دس کھربواں حصہ ہے اسی طرح سے ان معماروں نے زمین سے سورج کے فاصلے کے فارمولوں کو بھی اس کی بنیاد کی تعمیر میں استعمال کیا۔ ۶۳ ۔

قصہ مختصر یہ کے اہرامیات کے ماہرین ساری زمین کی پیمائش سے نا صرف واقف تھے بلکہ انھوں نے اپنے اس علم کو بطور امانت اپنی ان عظیم الشان تعمیرات کے ذریعے سے اگلی نسلوں کو بھی منتقل کیا۔

اہرام کی پراسرایت کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے روحانی سائنسدان حضرت قلندر بابا اولیاءفرماتے ہیں، اس دور کے عظیم سائنسدانوں نے کشش ثقل کو کم کرنے یا اسے بالکل ختم کرنے کا فارمولا دریافت کرلیا تھا یہی نہیں بلکہ وہ اشیاء میں سے وزن کو تفریق بھی کرلیا کرتے جب ہی ان کے ہاتھوں میں بھاری بھرکم پتھروں کی وزنی سلیں کاغذ کے محض معمولی اوراق جیسی ہوجایا کرتیں یعنی وزنی سے وزنی شے کے وزن کی نفی کرنے کے فارمولوں سے مصری قوم بخوبی واقف تھی۔ ۶۴ ۔

اہرام کی رفعتوں اور عظمتوں کو دیکھتے ہوئے اقبال بھی بے اختیار کہہ اٹھے!

اس دشت جگر تاب کی خاموش فضاء میں فطرت نے فقط ریت کے ٹیلے کئے تعمیر
اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر

۔۶۵۔

موسیقی: Music:

مصر شروع سے ہی تہذیب وتمدن کا گہوارا رہا جبکہ اس کی تہذیب قدامت کے اعتبار سے دنیا میں دوسرے درجے پر آتی ہے اسلام سے قبل بھی یہاں فن موسیقی عروج پر تھی مسلمانوں کی افواج نے 20ھ یعنی 641ء میں جب مصر فتح کیا تو یہاں اکثر ایسے عامل اور حکمران مقرر ہوئے جو کے موسیقی کے دلدادہ تھے اس دور میں فن موسیقی کی اساس حجاز کی عملی موسیقی پر قائم تھی اور اس کی ترتیب ونظام کا ذمہ دار ابن مسجع تھا جبکہ طولونی اور اخشیدی حکمرانوں کے ادوار میں 254ھ (868ء) تا 358ھ (969ء) ہر طرف موسیقی کا ہی چرچا تھا پھر فاطمی خلفاء کے عہد میں یہ ملک اسلامی تہذیب کا مرکز بن گیا۔امیر تمیم بن المغر بھی المظاہر کی طرح موسیقی کا اعلی ذوق رکھتا تھا دوسری جانب اس کا جانشین مستنصر (487ھ) یا (1094ء) موسیقی کا اس سے بھی زیادہ مشتاق تھا فاطمی عہد میں عود، طنبور، چنگ، زمر اور تار جیسے آلات موسیقی استعمال ہوتے تھے ان دنوں مشہور ماہر موسیقی ابن الہیثم زندہ تھا پھر عثمانی عہد میں بھی موسیقی میں کوئی خاص تنوع پیدا نہ ہوسکا کیونکہ گزشتہ پانچ صدیوں سے یہاں ترکمانی موسیقی ہی مروج تھی یعنی قدامت پسند موسیقی کا غلبہ قائم رہا لیکن پھر عثمانی حکمرانوں کے محلات میں ترکمانی موسیقی کے بجائے اناطولی اور روم ایلی کی موسیقی نے اپنی جگہ بنائی پھر آگے چل کر یورپی موسیقی نے بھی فروغ حاصل کیا ہوتے ہوتے مصر کے موجودہ موسیقاروں

کے خاندان کے بانی مصطفی العقاد نے مصری موسیقی کو ترقی دینے میں ایک اہم کردار ادا کیا پھر رفتہ رفتہ مقامی موسیقی میں غیر ملکی فن کی آمیزش بھی ہوتی چلی گئی تاہم شاہ فواد اول کے آغاز عہد (1332ھ) یا (1913ء) سے شاہ کے ذوق موسیقی کا زریں دور شروع ہوا اور رفتہ رفتہ فن موسیقی کے کئی ادارے قائم ہوئے (1351ھ) یا (1932ء) میں قاہرہ کے ایک اادارے 'معہد الموسیقی الشرقی' میں مراکش، الجزائر، تیونس، مصر، ترکی، شام اور دنیا کے دوسرے کئی ممالک کے ماہرین موسیقی کا ایک اجلاس منعقد ہوا تا کہ مختلف انجمنوں اور ماہرین مقامی موسیقی کے درمیان ہم آہنگی ہو، موجودہ دور کے مشہور گلوکاروں میں ام کلثوم اور عبدالوہاب قابل ذکر ہیں۔٦٦۔

قبطی زبان: Coptic:

قبطی زبان دراصل مصر کی زبان کا آخری مرحلہ ہے جس میں یونانی اور مختلف سامی زبانوں سے بہت کچھ مستعار لیا گیا یہ افریقی ایشیائی زبانوں میں شامل ہے قبطی Demotic مصری کے ساتھ موجود رہی (جو 700 ق م اور 440ء کے درمیان مصر کی ادبی زبان تھی) پھر تیسری صدی میں قبطی زبان میں بھی عیسائی ادب ظاہر ہونا شروع ہوا۔ اب تک کی قبطی تحریروں میں افلاطون کی جمہوریہ کا ایک ٹکڑا، طبی متن اور ساحرانہ جنتر منتر موجود ہیں پھر آٹھویں اور چودھویں صدی کے دوران عربی نے قبطی زبان کو کچھ بہتر بنایا اس زبان نے قبطی کلیساء کی مذہبی زبان کے طور پر اپنی شناخت کافی حد تک قائم رکھی۔٦٧۔

مصریوں کے دو انداز ہائے تحریر زیادہ نمایاں اور مقبول ہیں۔

ا۔ Demotic ہے جسے پروہتی رسم الخط بھی کہا جاتا ہے اور یہ مقبول ترین رسم الخط ہے جسے ہر کوئی با آسانی سیکھ لیتا ہے۔

۲۔ دوسرا اندازِ تحریر 'مقدس' کہلاتا ہے یہ طرزِ تحریر صرف مصری پروہتوں کو ہی آتا ہے جنھوں نے اس اندازِ تحریر کو اپنے آباؤ اجداد سے سیکھا لیکن ایتھوپیا میں ہر کوئی اسی اندازِ تحریر کو ہی استعمال کرتا ہے مزید براں پروہتوں کے سلسلے دونوں ہی اقوام میں ایک جیسے ہی ہیں لیکن موجودہ مصر میں قبطی، فرانسیسی اور انگریزی زبان بھی بولی جاتی ہے۔

مصری خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Social Status of Egyptian Women's in their Society

قدیم مصری خواتین کی سماجی حیثیت دیگر اقوام میں پائی جانے والی دیگر خواتین کے مقابلے میں کہیں زیادہ مضبوط تھی یہ خواتین اپنے معاشرے میں نہایت باعزت تھیں اور انھیں سماج میں کئی حقوق حاصل تھے جن میں قانونی چارہ جوئی، پسند کی شادی، طلاق، جائیداد رکھنے، حکمرانی، اولاد کی تعلیم وتربیت، حصول تعلیم، تجارت، فیصلے اور آزادانہ گھر سے باہر آمدورفت کے حقوق حاصل تھے قرائین یہ اشارہ کرتے ہیں کے قدیم مصر میں مدرسری نظام رائج تھا۔ قدیم مصری خواتین نا صرف اپنے گھر کی مالک ومختار ہوتیں بلکہ وہ اپنی ذاتی جائیداد رکھنے کا حق بھی رکھتیں جبکہ ان کی جائیداد کی منتقلی میں ان کی مرضی شامل ہوتی اور وہ جس کو چاہتیں اسے یہ جائیداد دے سکتی تھیں تاہم اس قسم کے تمام معاملات میں وہ مکمل خودمختار تھیں مرد اپنی جائیداد کی منتقلی بھی اپنی مرضی سے خواتین کے نام کرتے، تیسری سلطنت کے زمانے کی صرف ایک تحریر یا دستاویز ایسی بھی ہے جس میں ایک عورت نیب سینت کی جائیداد کا اپنے بچوں کے نام منتقلی کا ذکر ملتا ہے۔

عشق ومحبت اور جنس مخالف کو شادی کے پیغامات دینے کی پہل بھی عام طور پر خواتین ہی کرتیں شرم وحیاء کا کوئی خاص لحاظ موجود نہ تھا بلکہ جنسی میل جول سے متعلق گفتگو بھی

بڑے آزادانہ انداز سے کی جاتی عام طور پر دس سالہ مصری لڑکی شادی کے قابل سمجھی جاتی اگرچہ غیر قانونی تعلقات اور اختلاط بھی ہوتا تھا لیکن اس کی مثالیں کم تھیں لیکن مصر کے آخری شاہی ادوار میں منادر عصمت فروشی کے اڈے بن چکے تھے اس کے علاوہ راگ ورنگ کی محافل بھی منعقد کی جاتیں جہاں امراء اور شرفاء رقص وسرود سے محظوظ ہوا کرتے۔

اس دور میں محرم خواتین سے بھی شادی کا رواج تھا اور مرد اپنی بہن یا بیٹی سے آزادانہ شادی کرلیا کرتے تاہم کئی فراعین نے اپنی شادی اپنی بہنوں سے کی تاکہ گھر کی جائیداد گھر میں رہے دوسری جانب خون کی اصلیت بھی برقرار رہے لہٰذا بعض امراء اور اہل فراعنہ کے حرم میں کئی سو بیویاں اور کنیزیں ہوا کرتیں عام طور پر یہ شادیاں کامیاب ہوتیں جبکہ معاشرے میں طلاق کی شرح بہت کم تھی کیونکہ شادیوں میں فریقین کی مرضی شامل ہوتی لہٰذا شادی شدہ جوڑے پیار ومحبت سے رہتے،متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد ایک ہی شادی پر اکتفا کرتے اگرچہ شوہر کی یہ ذمہ داری تھی کے وہ اپنے بیوی اور بچوں کی تمام ضروریات کا ہرممکن خیال رکھے اور انھیں آسائش فراہم کرے اس دور میں شادی کے موقع پر دلہن سے شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد لیا جاتا قدیم مصری مرد وعورت کو بناؤ سنگھار کا بے حد شوق تھا وہ اپنے چہروں ، بالوں ، اور ناخنوں کو رنگتے اور کریم ، پاوڈر اور کاجل لگاتے ،مصری بناؤ سنگھار کے بڑے شوقین تھی چنانچہ وہ دھات جس میں سونے ، چاندی اور کانسی کے زیورات شامل تھے پہنتے چنانچہ گلے میں ہار، کانوں میں آویزے، انگلیوں میں منقش انگھوٹھیاں اور ہاتھوں میں کنگن پہننے کا عام رواج تھا قدیم مصر میں سب سے پہلی حکمران خاتون کی مثال ملتی ہے جو کے خود کو عمون دیوتا کی اولاد بتاتی چنانچہ اس اعتبار سے اسے حق حکمرانی حاصل ہوا۔

قدیم مصر میں خواتین بغیر پردے کے آزادنہ گھومتی پھرتیں اور سفر وتجارت بھی کرتیں۔

اولاد کی پرورش انتہائی محنت سے کی جاتی اور ان کی تربیت کا ہر ممکن اہتمام کیا جاتا یہی نہیں بلکہ بچوں کو ضائع کرنے کی سزا بھی دی جاتی اور سماج میں والدین کے اس رویے کو شدید نفرت سے دیکھا جاتا تھا اہل مصر میں دولت کی حرص وحوص پائی جاتی تھی اور وہ دولت کی شدید محبت میں گرفتار تھے۔۶۸۔

حوالہ کتب:

۱۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۳۱۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء

۲۔سورہ یوسف۔آیت۔۲۱۔

۳۔سورہ یوسف۔آیت۔۵۵۔

۴۔تفہیم القرآن۔سید ابوالاعلیٰ مودودی۔جلد۔دوم۔ص۔۳۸۲۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔۲۰۰۷ء۔

۵۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب پیدائش۔باب۔۵ آیات۔۲۲ت۔۲۶۔اورخروج باب۔۱۳۔آیت۔۱۹۔

۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۰۷۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۷۔سورہ القصص۔آیت۔4.

۸۔سورہ القصص۔آیت۔۵۔۶۔

۹۔سورہ القصص۔آیت۔۴۔

۱۰۔سورہ القصص۔آیت۔۷۔

۱۱۔سورہ القصص۔آیت۔۸۔۱۰۔

۱۲۔سورہ القصص۔آیت۔۱۱۔۱۳۔

۱۳۔سورہ طہ۔آیت۔۳۷۔۴۰۔

۱۴۔سورہ القصص۔آیت۔ ۱۴۔

۱۵۔سورہ القصص۔آیت۔۱۵۔

۱۶۔سورہ القصص۔آیت۔۲۰۔۲۱۔

۱۷۔سورہ القصص۔آیت۔ ۲۲۔

۱۸۔سورہ القصص۔آیت۔ ۲۳۔

۱۹۔سورہ القصص۔آیت۔ ۲۴۔۲۸۔

۲۰۔سورہ القصس۔آیت۔۲۹۔

۲۱۔سورہ القصس۔آیت۔۳۰۔۳۱۔

۲۲۔سورہ القصص۔آیت۔۳۲۔ ۳۴۔

۲۳۔سورہ القصص۔آیت۔۳۵۔۳۶۔

۲۴۔سورہ طہ۔آیت۔ ۲۵۔۳۶۔

۲۵۔سورہ اعراف۔آیت۔ ۱۰۳۔

۲۶۔سورہ طہ۔آیت۔ ۴۵۔۴۸۔

۲۷۔سورہ اعراف۔آیت۔ ۱۰۴۔۱۰۵۔

۲۸۔سورہ طہ۔آیت۔۴۹۔۵۵۔

۲۹۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۰۶۔۱۰۸۔

۳۰۔سورہ طہ۔آیت۔۵۶۔۷۶۔

۳۱۔سورہ القصص۔آیت۔۳۸۔

۳۲۔سورہ القصص۔آیت۔۳۹۔ ۴۲۔

۳۳۔سورہ طہ۔آیت۔۷۷۔

۳۴۔سورہ الشعراء۔آیت۔ ۶۳۔۶۸۔

۳۵۔سورہ طہ۔آیت۔ ۷۸۔۷۹۔

۳۶۔سورہ یونس۔آیت۔ ۹۲۔

۳۷۔سورہ ہود۔آیت۔ ۹۸۔

۳۸۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۳۶۔

۳۹۔ماہنامہ میثاق لاہور۔مارچ۔اپریل ۱۹۷۸ء کا شمارہ۔
۴۰۔سورہ یونس۔آیت۔۹۲۔
۴۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۹۴۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۴۲۔سورہ فجر۔آیت۔۱۰۔۱۴۔
۴۳۔سورہ قمر۔آیت۔۴۱۔۴۲۔
۴۴۔سورہ القصص۔آیت۔۴۵۔
۴۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۲۰۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۴۶۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔۱۵۰۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۴۷۔فتوح البلدان۔ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری (متوفی ۲۷۳ھ)۔ص۔۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
۴۸۔تاریخ اسلام۔معین الدین ندوی۔جلد۔اول۔ص۔۱۶۴۔دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔سن ندار۔
۴۹۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۶۲۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۵۰۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۶۴۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۵۱۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۶۶۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۵۲۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔۵۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۵۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۲۴۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۵۴۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۶۷۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۵۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۹۷۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۵۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۹۴۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۵۷۔سورہ العلق۔آیت۔۴۔
۵۸۔سورہ القلم۔آیت۔۱۔
۵۹۔محمد رسول اللہ ﷺ۔ج۔سوم۔ص۔۶۳۔شمس الدین عظیمی۔پبلیشر۔الکتاب پبلی کیشنز کراچی۔
۶۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۹۴۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۶۱۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۸۵۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۶۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۹۷۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۶۳۔اہرام مصر اور فرعونوں کے عجائب۔اقبال احمد راجپوت۔ص۔۸۲۔سائنس ڈائجسٹ پبلی کیشنز۔کراچی۔

۶۴۔محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔خواجہ شمس الدین عظیمی ۔جلد۔سوم۔ص ۔ ۲۰۵۔الکتاب پبلی کیشنز۔ ۲۰۰۳ء۔
۶۵۔ضرب کلیم ۔کلیات اقبال ۔ص۔۶۰۷۔مرتب خزینہ علم وادب لاہور۔۲۰۰۶ء۔
۶۶۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود۔ص ۔ ۱۲۸۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۶۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۱۵۱ الفیصل پبلیشرز ۔لاہور۔
۶۸۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔سید سراج الاسلام ۔ص۔ ۹۵۔انٹرنیشنل پریس کراچی ۔۱۹۵۹ء۔

باب(۸):

سومیری تہذیب اس اس کا تاریخی پس منظر

Sumerians Civilization And Its Historical Background

مورخین کے مطابق سومیر اولین تہذیب کے بانی اور معمار ہیں جو تقریباً 4000ق م میں مصر میں داخل ہوئے ایک دوسری روایت کے مطابق قدیم بابلی ادوار میں پتھروں کی بچی کھچی لوح پر کندہ تحریروں سے سومیری تہذیب کی تاریخ کے بارے میں یہ پتا چلا ہے کے سومیر غالباً تیسرے ہزاریے ق م میں متعارف ہونا شروع ہوئے پانچویں ق م کے دوران ابیدانی نامی لوگوں نے اس خطے میں بستیاں بسائیں جنھیں بعدازاں سومیر کہا گیا پھر یہی بستیاں آہستہ آہستہ مرکزی سومیری شہروں کی شکل اختیار کرگئیں جن شہروں میں سومیر جا کے بسے ان شہروں میں اداب، اریدو، ایسن، کش، کلاب، لگاش، لارسا، نی پر اور ار شامل ہیں پھر کئی برسوں کے بعد ابیدانی قوم خوشحال ہوگئی پھر رفتہ رفتہ شامی اور عربی صحراؤں سے سامی النسل لوگ بھی یہاں آنے لگے جبکہ 3250ق م کے بعد ایک اور قوم میسوپوٹامیا کے شمال مشرق میں اپنے وطن سے اٹھ کر یہاں آباد ہوئے اور ان لوگوں نے مقامی آبادی میں لوگوں کے ساتھ شادی بیاہ اور میل جول قائم کیا چنانچہ یہی نو وارد بعد میں سومیر کہلائے جبکہ کچھ ماہرین کی یہ رائے ہے کے سومیر شاید وسط ایشیاء یا قفقاز کے علاقے سے یا آرمینیا سے شمالی میسوپوٹامیا سے ہوتے ہوئے اس علاقے میں داخل ہوئے کیونکہ ان کے تمدن کے نشانات

شمالی میسوپوٹامیا میں بھی پائے جاتے ہیں مورخین کا ایک طبقہ یہ کہتا ہے کے سومیری خلیج فارس سے ہوتے ہوئے مصر میں داخل ہوئے یہ لوگ شاید زرد نسل یعنی منگولی نسل سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ ان کی زبان میں منگولی زبان کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں چنانچہ موہنجوداڑو کی کھدائی کے دوران جو انسانی ڈھانچے دستیاب ہوئے ہیں انھیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کے سومیری اور سندھ کی کی قدیم وادی سے تعلق رکھنے والے افراد غالباً ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

سومیریوں کو بابل اور اشور سے دستیاب تحریروں میں 'کالی رنگت' والے لوگ کہہ کر متعارف کیا گیا ان کے مقابر پر کندہ تصاویر میں سومیری مونڈھے ہوئے سر اور منہ کے دکھائے گئے لیکن بعد کے سامی اور بابلی باریش اور لمبے بالوں والے بھی تھے جیسا کے مورخین بتاتے ہیں کے تقریباً 4,000 ق م میں سومیریوں نے شینار کے میدانوں میں تہذیب کی ایک اعلیٰ سطح کو قائم کیا۔ مورخین سومیری تہذیب کی دریافت کو علم آثار قدیمہ کی شاہکار دریافت قرار دیتے ہیں کیونکہ اس سے پیشتر دنیا ان کے نام سے ناواقف تھی۔ ماہر مورخ ہیروڈٹس نے بھی اپنی تحقیق میں اس اس تہذیب کا ذکر نہیں کیا لیکن ۲۵۰ ق م کے ایک مورخ ہیروسس کی تاریخی تحقیق میں سومیر کا ذکر ملتا ہے پھر بعد میں آنے والے کئی محققین نے سومیریوں کے کئی شہروں کی کھدائی کی اور ان کی دستیاب باقیات سے قدیم سومیری تہذیب کے بارے میں معلومات اکھٹی کیں۔ا؎

سومیریوں کے اصل ماخذ کی تحقیق میں کئی مورخین اور ماہرین کی مختلف آرا ہے مثلاً پروفیسر ڈورسی کا یہ ماننا ہے کے اصل سومیری ایلامی مہاجرین ہیں اگر وہ آج بھی زندہ ہوتے تو غالباً ہم انھیں عرب ہی کہتے لیکن اگر وہ افغانستان میں آباد ہوتے تو انھیں افغانی کہا جاتا شاید

وہ قبل از تاریخ منگول تھے اگر پروفیسر ڈورسی کی اس تحقیق کو ہم مان لیں کے سومیری اور ایلامی دراصل ایک ہی تھے تو یقیناً ان کا قبل از تاریخ منگول ہونا قرین قیاس نہیں ان کا ایتھوپیائی الاصل ہونا زیادہ ممکن ہے۔

پروفیسر جانسٹن کے مطابق سومیری دراصل میسوپوٹامیا کے ایلامی گھنگھریالے بالوں والے نیگروئی لوگ معلوم ہوتے ہیں انھوں نے اپنی یہی نسلی خصوصیات یہودیوں اور بعد ازاں شامیوں میں بھی منتقل کیں، اشوریوں کا تخلیق کردہ آرٹ یا ان کی وہ تصویر نگاری جو ان کے درو دیوار پر نقش ہیں میں نیگرو شبہات، گھنگھریالے بال، موٹے اور بھدے نقوش اور موٹے ہونٹ دکھائے گئے یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کے اہل بابل میں ان عناصر کی موجودگی اس دور میں بھی پائی جاتی تھی تاہم آثاریاتی شواہد بھی پروفیسر جانسٹن کی رائے کی تائید کرتے ہیں۔

برٹش میوزیم میں رکھے گئے پوٹریٹس جو کے سومیری اور اشوری دور سے تعلق رکھتے ہیں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کے خود اشوری بھی نہایت خالص سامی النسل تھے لیکن بابلیوں کے یہاں کشان خون کے حوالے بھی موجود ہیں اس دور کے ایک مرتبان پر ایک ایلامی بادشاہ کا پوٹریٹ بنا ہے جیسے کالے رنگ سے پینٹ کیا گیا ہے سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کے اس بادشاہ کا تعلق کشان نسل سے ہی ہوگا۔

برٹش میوزیم کے شعبہ مصری واشوری قدیمیات کے ماہر ڈاکٹر ایچ آر ہال کی اس ضمن میں یہ تحقیق ہے کے سومیری دراصل وادی سندھ سے آئے ہوئے دراوڑی تھے۔

سومیری تہذیب اکادیوں ،عموریوں ، بابلیوں ، اشوریوں ،حتیوں ،آرامیوں ،کیسائیوں ،میڈیوں فارسیوں اور ہیلینیائی یونانیوں کی مٹی تلے دبے ہونے کے باوجود اہل

سومیر اپنی بقاء کی جنگ میں بہر حال کامیاب رہے کیونکہ ان کی اولادیں Hither ایشیاء کی آبادیوں کے درمیان گہری رنگت والے لوگوں کے گروہ کی صورت میں آج بھی زندہ ہیں بعد کے حملہ آوراں نے داستانی Onnes کے ذریعے جنوب سے آنے والی ثقافت کو جذب کیا ان کے فنون اور دستکاریاں، ایجادات، رسم الخط اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ دریاؤں کی درمیانی زمین پر آنے والے جانشینوں نے اپنے اندر شامل کیا بابل، اشوریا، حتی بادشاہت، متانی، فنیقیا اور اسرائیل کی تعمیر سومیریوں کی قائم کردہ بنیادوں پر ہی استوار ہوئی لہٰذا اپنے اصل ماخذ کے حوالے سے سومیر یقینی طور پر مصر اور ایتھوپیا کے ہی قدیم باشندے تصور کئے جاتے ہیں۔ ۲۔

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

دستیاب تاریخی مواد کے پیش نظر سب سے پہلا سومیری حکمران ایٹانا (Etana، کش کا بادشاہ 800 اق م) تھا جب کے دستاویزات میں اس بادشاہ کے حوالے سے یہ بھی لکھا گیا کے اس نے اس سرزمین کو نا صرف مضبوط و مستحکم کیا بلکہ اسے ترقی بھی دی پھر جب ایٹانا کا دور حکومت اختتام پذیر ہوا تو کچھ عرصہ کے بعد Meskiaggasher نامی ایک بادشاہ نے اریک کے مقام پر ایک حریف حکومت قائم کی جس کے بعد میڈی ٹرینئین سمندروں سے لے کر زاگروس پہاڑوں تک کے خطے اس کے کنٹرول میں آگئے بعد ازاں اس کا بیٹا Enmerkar (2750 ق م) برسر اقتدار آیا پھر 2700 ق م کے قریب Enmebaragesi نامی بادشاہ حکمران ہوا یہی بادشاہ سومیریوں کا مرکزی قائد بنا اس نے ایلام اور نی پر ان لل کا معبد تعمیر کروایا جبکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نی پر اہل سومیر کا روحانی اور ثقافتی مرکز بنا Agge (وفات 2650 ق م) ایٹانا سلطنت کا

آخری حکمران تھا جیسے ار کے بادشاہ میسانیپادا نے نے شکست دی اور ار کی پہلی سلطنت قائم کر کے 'ار' کو سومیر کا دارالحکومت بنایا میسانیپادا کی موت کے کچھ عرصے کے بعد اریک شہر نے گل گامش (2650 ۔ 2700ء) کے زیر قیادت نمایاں سیاسی حیثیت حاصل کی قصے کہانیوں میں گل گامش کے کئی کارنامے ملتے ہیں ۔25 صدی ق م سے کچھ پہلے سومیری بادشاہت Lugalanemundu (۔250 ۔ 2525) زیر قیادت زارگوس سے Taurus پہاڑوں اور خلیج فارس سے میڈی ٹرینیئن سمندر تک پھیل گئی بعد ازاں کش کے بادشاہ میسلم (500 ق م کی حکومت قائم ہوئی اس کے عہد کے آخر میں سومیریوں کا زوال شروع ہوا سومیری شہری ریاستیں اپنی دشمن قوتوں سے متواتر برسر پیکار تھیں جس کے باعث عسکری وسائل تیزی سے ختم ہوئے جبکہ ۲۳ صدی ق م میں سومیر بے حد کمزور ہو گئے حتیٰ کے ان میں بیرونی حملوں کی بھی تاب باقی نہ رہی چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سامی حکمران' سارگون اول اعظم' (عہد 2279 ۔2335 ق م) نے سارے ملک کو فتح کرتے ہوئے سومیریوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا جبکہ اس نے سومیر کے انتہائی شمال میں واقع اگادے نامی ایک شہر کو اپنا دارالحکومت بھی بناتے ہوئے اسے وسیع بنیادوں پر ترقی دیتے ہوئے نہ صرف استوار کیا بلکہ اسے ناقابل تسخیر بھی بنایا پھر رفتہ رفتہ شمالی سومیری اقوام اور فاتح باہم مدغم ہوئے اور اس طرح سے نسلی اور لسانی اعتبار سے یہ لوگ آگے چل کر' اکادی' کہلائے اگرچہ سرزمین سومیر نے سومیر اور اکاد کا نام اختیار کیا لیکن زاگروس پہاڑوں میں آباد لوگوں نے Gutians نے اگادے شہر کو تاخت وتاراج کرتے ہوئے سارے سومیر میں تباہی اور بربادی کی ایک نئی داستان رقم کی چنانچہ سومیریوں کو ان سے مسلسل برسر پیکار رہنا پڑا اور کئی پشتوں تک ان سے لڑائی کے بعد وہ ان سے جان چھڑانے میں کامیاب ہوئے کچھ عرصہ کے بعد بالخصوص Gudea

2124ـ2144 ق م کے دور اقتدار میں 'لگاش' شہر نمایاں ہوا تاہم اس بادشاہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کے وہ ایک رحم دل اور قابل حکمران تھا سومیری تہذیب کی کھدائی کے دوران ان کے حکمران 'گوڈیا' کے کئی مجسمے بھی دریافت ہوئے جس کی وجہ سے اس کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہوئیں پھر سومیریوں کو مکمل خود مختاری اس وقت حاصل ہوئی جب اریک کے بادشاہ Utuhegal (2112ـ2120 ق م) نے Gutians پر فیصلہ کن برتری حاصل کی جبکہ اس واقعہ کا ذکر سومیری ادب میں بھی موجود ہے اس کے بعد ایک جرنیل ارنمو (2095ـ2113 ق م) نے ار کی تیسری سلطنت قائم کی۔ ارنمو کے بیٹے شلگی کے عہد میں علم وفن اور ادب کو کافی فروغ ملا جبکہ اسی عہد میں ایک ضابطہ قانون بھی وضع کیا گیا دوسرے ہزاریے ق م کے آغاز سے قبل سامی خانہ بدوش عموریوں نے بادشاہت پر ہلہ بول دیا وہ آہستہ آہستہ ایسن اور لارسا جیسے اہم شہروں پر قابض ہو گئے جبکہ سیاسی بدنظمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایلامیوں نے بھی 'ار' پر حملہ کر دیا جبکہ 2004 ق م میں اس کے آخری حکمران ابی سن (2004ـ 2029 ق م) کو قیدی بنالیا گیا تاہم آنے والی صدیوں کے دوران لارسا اور ایسن بعد ازاں لارسا اور بابل سومیر و اکاد پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے برسرِ پیکار رہے بابل کے حمورابی نے لارسا ریم سن عہد 1763ـ 1823 ق م کو شکست دی اور سومیر و اکاد کا واحد حکمران بن گیا یہ غالباً سومیری ریاست کا نقطہ اختتام تھا تاہم سومیری تہذیب کو بابلیہ نے پورا پورا اختیار کیا۔ انیسویں صدی کے وسط تک سومیری اقوام اور ان کی زبان سے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا تھا 54ـ1842ء کے دوران نینوا، درشاروکن اور کالہ جیسے مقامات پر فرانسیسی ماہرین آثار قدیمہ نے جب کھدائی کی تو ایک ہزار ق م کی ہزاروں الواح برآمد ہوئیں جن پر اکادی زبان تحریر تھی تاہم تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کے کچھ

دستیاب تحریریں غیر سامی زبان میں بھی تھیں ۔ ۳؎

سومیری تہذیب میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی بلکہ ان کے یہاں کئی چھوٹی چھوٹی شہری حکومتیں قائم تھیں چنانچہ ہر شہر کا بادشاہ دراصل اس شہر کے مندر کا بڑا پجاری یا پروہت بھی ہوتا اور اس کو 'پاتیسی' (Patesi) کہا جاتا سومیر ہوا کے دیوتا کی پوجا کرتے لہٰذا ہر شہر میں ہوا کے دیوتا کے معبد بھی تعمیر کئے گئے جہاں ان دیوتاؤں کی عبادت کی جاتی ۔

مذہب: Religion:

اہل سومیر بنیادی طور پر بت پرست تھے اور ان کے کئی دیوی دیوتا تھے جن سے یہ اپنی حاجات طلب کیا کرتے چنانچہ جس شے سے یہ خوف محسوس کرتے اس کی عبادت شروع کردیتے تاکہ اس کے عذاب سے محفوظ رہ سکیں لہٰذا ہوا، پانی، سمندر، دریا، میٹھے پانی، کھارے پانی اور سورج دیوتا کی عبادت بڑے شوق سے کی جاتی جبکہ ان کے یہاں کے بادشاہ اپنے آپ کو ان دیوتاؤں کا بیٹا سمجھتے تھے ۔

انو: Anu:

قدیم میسوپوٹامیائی اسطوریات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ 'انو' نامی ایک دیوتا جس کو اہل سومیر آن کہہ کر بلاتے اس دیوتا کو آسمانوں کے آقا اور تمام دیوتاؤں کے باپ کا درجہ بھی حاصل تھا چنانچہ اہل سومیر 'انو' دیوتا کی تعظیم ایک باپ سے بڑھ کر کرتے سومیر کی قدیم اسطوریات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیوی نمو (قدیم سمندر) 'آن' اور زمین کی دیوی 'کی' کی ماں تھی جن کے ملاپ سے لیل جیسے عظیم دیوتا پیدا ہوئے ۔

اکادی داستان تخلیق میں 'اپسو' (میٹھے پانی کا سمندر) اور 'تیامت' (کھارا سمندر) نے دیوتاؤں کا ایک سلسلہ پیدا کیا جو کے اہل سومیر کے عظیم دیوتاؤں 'انو' اور 'ایاپہ' تک جا پہنچتا

ہے۔ ۴۱

ان لیل: An lel:

اہل سومیر کے یہاں 'ان لیل' دیوتا کو ہوا کے دیوتا کی حیثیت حاصل تھی وہ ہوا کے خدا کی بھی عبادت کرتے لہٰذا سومیری اساطیر میں ہوا کے دیوتا کو خاص اہمیت اور مقام حاصل تھا چنانچہ اہل سومیر نے اپنے ہوا کے دیوتاؤں کی خوشنودی کے حصول کے لئے کئی منادر اور معبد بھی تعمیر کروائے جہاں عبادت کا اہتمام کیا جاتا۔ مندر اور معبد کا پجاری یا پروہت عام طور پر بادشاہ وقت ہی ہوا کرتا اور وہ بھی مذہبی رسومات کی ادائے گی میں شامل ہوتا سومیری اساطیر میں یہ بھی کہا گیا کے اگر ہوا کا دیوتا غضبناک ہوجائے تو وہ زمین پر چلنے والی ہوا اور اس کے نتیجے میں بننے والی نمی کو بھی روک سکتا ہے۔

سومیریوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

Sumerians view of life after death and Funeral

اہل سومیر مصری تہذیب سے متاثر تھے چنانچہ ان کے یہاں بھی مردے کی آخری رسومات بڑے دھوم دھام سے منائی جاتیں اور مردے کی تدفین کے وقت یہ خیال کیا جاتا کہ وہ اگلے جہاں سے مکتی کے بعد دوبارہ اپنے خاکی وجود میں آئے گا کیونکہ اگلے جہاں میں اس کا مقابلہ کئی شیطانی قوتوں سے ہوگا لہٰذا آخری رسومات کے موقع پر جنتر منتر، بھجن اور اشلوک پڑھے جاتے تاکہ مردے کی روح کو مکتی اور شانتی نصیب ہو تاہم مرنے والے کے قریبی رشتے دار کئی دنوں تک سوگ مناتے اور اس کی روح کی مکتی کے لئے دعائیہ تقاریب کا اہتمام کرتے۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

سومیریوں کی ترقی کسی بھی طرح مصریوں سے کم نہ تھی انھوں نے مختلف علوم وفنون

میں اس قدر مہارت حاصل کی تھی کہ بعد میں میسو پوٹامیا کی کوئی بھی ثقافت اس سطح کو نہ پہنچ سکی ماہر مورخ ڈاکٹر بریفالٹ اپنی تحقیق میں اس بات کی نشاندھی کرتے ہیں کے'سومیری ثقافت کے ابتدائی مرحلے میں بابلی سائنس عین اتنی ہی ترقی یافتہ تھی جتنی کے چار ہزار برس بعد یونانیوں کی'انھوں نے کھیتی باڑی اور آبپاشی کے نظام کو قائم کیا تا کہ اپنے کھیتوں کو با آسانی سیراب کرسکیں،سومیری جانور پالتے ،مختلف دھاتوں سے اوزار وہتھیار بناتے اس کے ساتھ ہی انھوں نے کئی شہر بھی تعمیر کئے ان کے پاس چونکہ پتھر نہ تھے چنانچہ انھوں نے مٹی سے اینٹیں بنائیں جن سے وہ اپنے منادر، مقابر اور معابد تعمیر کرتے اس کے علاوہ مٹی کی تختی پر قلم کو دبا کر لکھا کرتے تا کہ تحریر اس تختی پر کندہ ہوجائے۔

سومیریوں نے ہی سب سے پہلے پہیہ اور پہیے والی گاڑی کو ایجاد کیا ان کے یہاں کی مہروں پر بعض ہندوستانی جانوروں کی تصاویر بھی کندہ ہیں جس کی وجہ سے بیشتر مورخین کی یہ رائے ہے کے شاید سومیریوں کا تعلق قدیم ہندوستانی باشندوں سے بھی رہا ہو پھر موہن جوداڑو کی کھدائی میں بھی کچھ ایسی اشیاء دستیاب ہوئیں جو سومیریوں کے کھنڈرات میں بھی بکثرت موجود تھیں، ماہرین یہ کہتے ہیں کے شاید سومیری ہی تاریخ عالم کے سب سے پہلے سپاہی تھے۔۵۔

فن تحریر: Mode of writing:

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کے سومیریوں نے ہی سب سے پہلے خط میخی ایجاد کیا جیسے آگے چل کر ان کے سامی جانشینوں نے ورثے میں حاصل کیا کیونکہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ہجرت کے بعد مصر کو اپنا جائے قیام بنایا اور انھوں نے ہی سب سے پہلے قلم اور دوات کو اللہ کے حکم سے ایجاد کیا،حضرت ادریس علیہ السلام 72 زبانوں سے بھی واقف

تھے یعنی وہ ان ۲۷ زبانوں کو لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے لہٰذا ان تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات قرین از قیاس ہے کے اہل سومیر نے بھی ان پیغمبرانہ علوم اور فنون سے رہنمائی حاصل کی ہو۔

خط میخی: Cuneiform:

قرائین سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کے خط میخی کی ایجاد کا سہرا اہل سومیر کے سر ہے پھر بعد میں یہی طریقہ تحریر اکادی زبان لکھنے کے لئے بھی موزوں ہوئی، کچی مٹی پر میخ نما ایک قلم سے لکھنے کے ایک طریقہ کو خط میخی کہا جاتا ہے، یہ خط پتھر، دھات اور موم پر بھی لکھا جا سکتا ہے اس خط کا استعمال قدیم دور کے مغربی ایشیاء سے تعلق رکھنے والے لوگ کیا کرتے تھے۔ خط میخی کی اولین تحریر کی قدامت کوئی 3000 ق م کی بتائی جاتی ہے یعنی حروف تہجی کی ایجاد سے بھی کوئی 1500 برس قبل یہ خط ایجاد ہوا قدیم بابل کی کھدائی کے دوران اس خط کے کئی نمونے دستیاب ہوئے لہٰذا ماہرین کے مطابق سومیر ہی بجا طور پر اس خط کے موجد ہیں جبکہ آگے چل کر اس خط سے استفادہ حاصل کرنے والوں میں اکادی، اشوری اور بابلی بھی شامل ہو گئے پھر سومیر کے باسیوں کی زبان اکادی بین الاقوامی رابطے کی زبان بنی لہٰذا یہ قدیم مشرق وسطی کے مدارس میں بھی پڑھائی جانے لگی، ایشیاء کوچک، شام، فارس اور مصر میں بھی اس خط کو کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔ ٦۔

ادب: Literature:

سومیریوں نے علم و ادب میں بھی کمال حاصل کئے اور کھدائی کے دوران ملنے والی مختلف تختیوں سے یہ اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے کے وہ مختلف فنون میں کافی دسترس کے حامل تھے سومیریوں کے ادب کے مطالعے سے طوفان نوح کا بھی پتا چلتا ہے کیونکہ سومیریوں کا یہ

عقیدہ تھا کہ! ایک قدیم ظالم بادشاہ کے ظلم اور گناہ کی وجہ سے ایک بڑا طوفان آیا جس نے سب کچھ تباہ کر دیا پھر جب بہت عرصہ گزر گیا تو پھر دنیا میں دوبارہ شہر آباد ہوئے چنانچہ پروفیسر وولے نے 1929ء میں جب 'ار' کے مقام پر کھدائی کی تو زمین میں کافی نیچے گہرائی میں انھوں نے ۸ فٹ مٹی کی ایک ایسی تہہ دریافت کی جسے دیکھ کر بخوبی یہ اندازہ قائم کیا جاسکتا ہے کے یہ مٹی کی تہہ یقیناً کسی بڑے سمندری طوفان کے نتیجے میں بنی ہے جب مزید کھدائی کی گئی تو اس مٹی کی تہہ کے نیچے ایک نہایت قدیم تہذیب اور اس کا تمدن ظاہر ہوا لہٰذا ماہرین آثاریات کے لئے اس شاہکار تہذیب کی دریافت کسی پرمسرت لمحے سے کم نہ تھی ۔

پروہتوں کی تاریخ اور روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کے سومیری تہذیب کی نشونما طوفان نوح سے بھی قبل ہو چکی تھی کیونکہ پروہتوں نے اپنے قصائد میں کئی ایسے قدیم بادشاہوں کے نام گنوائے ہیں جو طوفان نوح سے قبل اس خطے میں حکمرانی کیا کرتے تھے لہٰذا ماہرین آثاریات کے مطابق ان بادشاہوں کے عہد حکومت کی تاریخ اندازاً 432000 ق م بتائی جاتی ہے پھر تاریخی حوالے سے ان کے دو بادشاہ جن کے نام طیموس اور گل گامش تھے ان کے بارے میں عجیب وغریب روایات اور قصے بھی مشہور ہیں چنانچہ گل گامش آگے چل کر بابلی ادب کا ہیرو بنا جبکہ طیموس نے ایک دیوتا کی حیثیت حاصل کی جو آگے چل کر یونانیوں میں 'ادونس' کے نام سے جانا گیا کئی سومیری شہروں کی کھدائی سے یہ اندازہ ہوا ان شہروں کی تعمیر اندازاً 5262 ق م کے قریب کی گئی اسی طرح سے شہر 'کش' کی تعمیر 4500 ق م میں اور 'ار' کی تعمیر 3500 ق م میں ہوئی اس اعتبار سے ماہرین آثاریات یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ قدیم سومیر کے شہر اور اس کی تہذیب 5262 ق م کی ہوسکتی ہے ۔

ماہرین آثاریات کے مطابق سومیریوں نے بھی سالوں، مہینوں اور ہفتوں کے

حساب کو درست رکھنے کے لئے اپنا کلینڈر رایجاد کیا اس کے ساتھ ہی ان کے حساب دانوں نے حساب کتاب کی خاطر اعداد بھی وضع کئے جسے یہ اپنے یہاں استعمال کرتے۔قدیم سومیریوں اپنی اعلیٰ تہذیب پر فخر کرتے لہٰذا انھوں نے کئی قصائد اور اشعار بھی لکھے جبکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کے انھیں شعر و ادب سے بھی دلچسپی تھی اور وہ اس کا اظہار بھی کرتے تھے اس کے علاوہ سومیریوں سے ہی ستارہ شناسی کا علم ورثے میں بابلیوں اور اشوریوں کو منتقل ہوا جس پر آگے چل کر بابلیوں نے مزید مہارت اور دسترس حاصل کی لہٰذا اس اعتبار سے سومیری نہایت قابل ماہرین فلکیات تھے اور وہ ستاروں کی چال سے لوگوں کی تقدیر اور ملک و بادشاہ کے حوالے سے بھی کئی پیشن گوئیاں کرتے تھے۔ے۔

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

اہل سومیر فن تعمیر سے بھی بخوبی واقف تھے چنانچہ انھوں نے کئی شہر، منادر، مقابر اور معبد تعمیر کروائے ان کے یہاں پتھر با آسانی دستیاب نہ تھا لہٰذا انھوں نے مٹی کو پکا کر اس کی اینٹیں بنائیں اور ان اینٹوں کو انھوں نے تعمیراتی کام میں استعمال کیا سومیریوں نے اپنی عمارتوں پر کئی آرٹ بھی تخلیق کیا جس میں انسان اور جانوروں کی شبیہات بھی شامل ہیں جنھیں دیکھ کر ان کی وضع و قطع اور ان کے تمدن کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

فن موسیقی: Music:

اہل سومیر کے یہاں مذہبی گیت بھی گائے جاتے تھے جو وہ اپنی مذہبی تقریبات کے موقع پر گاتے تھے اس کے علاوہ ان کے ادب کا بیشتر حصہ ایسا ہے جس میں انھوں نے اپنی سنہری تہذیب و تمدن کو بے مثال گردانا ہے اور وہ اس کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں تاہم خوشی کے موقع، تہوار اور فصل کی بوائی اور کٹائی کے موقع پر وہ گا کر اپنی خوشی کا

اظہار کرتے۔

سومیری خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Social Status of Sumerian Women's in their Society

سومیری خواتین بھی اپنے فیصلوں میں آزاد اور خودمختار تھیں چنانچہ وہ آزادانہ گھومتی پھرتیں اور اپنی پسند اور ناپسند کا برملا اظہار بھی کرلیا کرتیں شادی بیاہ میں فریقین کی مرضی کو اہمیت دی جاتی جبکہ شادی کے موقع پر خواتین سے وفاداری کا عہد لیا جاتا سومیری خواتین اپنے خاندان اور شوہر کی وفادار ہوتیں اور اپنے خاندان اور بچوں کی خدمت کرتیں گھریلو کام کاج میں وہ ماہر ہوتیں اس دور میں جنسی بے راہروی معیوب سمجھی جاتی اور ناجائز تعلقات، قتل، چوری اور والدین کے ساتھ برے سلوک کو سماج میں برا سمجھا جاتا برے کاموں کے لئے سزائیں بھی موجود تھیں۔

عکادتہذیب: Akkad:

2700 ق م میں جب اہل سومیر ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوششوں میں آپس میں برسر پیکار تھے تو اس وقت صحرائے عرب کے سامی النسل قبائل 'عکاد' سومیریوں کے شمالی علاقوں میں آکر آباد ہوگئے ابتداء میں تو ان وحشیوں کو اہل سومیر کی طاقت اور فوجی قوت کی وجہ سے سومیر پر قبضہ کرنے کی جراءت نہ ہوئی لیکن جب رفتہ رفتہ سومیری حکومت کمزور ہوتی گئی تو ان وحشی عکادی قبائل نے سومیریوں کے کئی علاقوں پر قبضہ کرلیا اور اپنے ہی نام 'عکاد' پر ایک شہر کو قائم کرکے اسے دارالحکومت بھی بناڈالا پھر 2500 ق م میں عکادیوں کے ہی ایک سردار' سارغون' نے اپنی پوری قوت کو جمع کرکے سومیریوں کی تمام مفتوحہ علاقوں پر اپنا

غاصبانہ قبضہ جمالیا چنانچہ اس اعتبار سے سارغون کو تاریخ میں پہلے طاقتور سامی النسل بادشاہ کی حیثیت حاصل ہے جس نے بہ زور طاقت اپنے اردگرد کا وسیع علاقہ پر اپنا تسلط قائم کیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارغون نے خلیج فارس سے بحر روم تک اپنی سلطنت کو وسعت دیتے ہوئے ایلم کے قبائل کو بھی فتح کرلیا اور ایک عظیم الشان حکومت کی بنیاد ڈالی سارغون ان مفتوحہ علاقوں پر تقریباً ۵۵ برس تک حکمرانی کرتا رہا پھر اس کے بعد اس کے بیٹوں اور پوتوں نے حکمرانی کی اس کے بیٹوں نے کئی شہر، منادر، مقابر، محلات، معبد اور ہیکل تعمیر کروائے۔

اس عہد کی پتھر کی تختیوں پر خود ان کے اور ان کے آباؤ اجداد کے بے مثل اور فخریہ کارناموں کو کندہ کیا گیا جس سے ان کی عظمت و ہیبت وجلال کا پتا چلتا ہے اگرچہ عکادیوں نے سومیر کے علاقوں پر مکمل قبضہ کیا لیکن وہ سومیری تہذیب پر غالب نہ آسکے بلکہ وہ خود ہی سومیریوں کی تہذیب وتمدن سے مغلوب ہوگئے گو کے اہل عکاد 200 برس تک بابل پر کامیابی سے حکمرانی کرتے رہے اس کے بعد اہل سومیر نے بابل پر پھر سے طاقت اور غلبہ حاصل کرلیا لیکن سومیریوں نے عکادیوں کو ملک بدر کرنے کے بجائے ان کے ساتھ اشتراک سے ایک نئی طاقتور حکومت کی بنیاد ڈالی جو بعد میں سومیری اور عکادی حکومت کہلائی ماہرین آثاریات کے مطابق اس دور میں گوڈیا، ارنمواور ڈنگی طاقتور حکمرانوں کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ارنمو کو اس دور کا 'ہرکلس' بھی کہا جاتا ہے۔

عموری یا عامری: Amorians:

ڈنگی یا (ونفی) کے عہد حکومت میں مغرب کے سامی النسل قبائل عموری یا عامریوں نے سومیر کے مغربی حصوں پر اپنا تسلط قائم کیا دوسری جانب ایلمی سومیر کے مشرقی حصوں پر قابض ہوگئے اور اقتدار کے حصول کی خاطر یہ دونوں ہی قبائل ایک عرصے تک ایک دوسرے

کے ساتھ برسر پیکار رہے مورخین لکھتے ہیں کے 200 برس تک عموری اور ایلمی سومیر کے کئی علاقوں پر قابض رہے لہٰذا اس طویل عرصہ میں چھ عموری حکمرانوں نے سومیر پر اپنی حکمرانی کی دھاک بیٹھائے رکھی اور بلا آخر 2123 ق م میں عموریوں کے ہی ایک بادشاہ حمورابی نے ایلیمیوں کے خلاف جنگ کی اور انھیں بابل سے نکال باہر کیا اور بعدازاں اس نے بابل کو ہی اپنا دارالسلطنت بھی بنایا۔حمورابی کو تاریخ میں ایک طاقتور عادل اور منصف حکمران کے طور پر جانا جاتا ہے جس نے اپنے عہد حکومت میں بابل کی سرحدوں کو نا صرف وسعت دی بلکہ اس کو منظم اور مستحکم بنیادوں پر استوار بھی کیا قدیم تحریروں سے یہ پتا چلتا ہے کےحمورابی ایک عظیم اور طاقتور حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑا معمار بھی تھا اس نے اپنے عہد حکومت میں کئی تعمیرات کروائیں جن میں محلات، منادر، مقابر، معبد اور باغات وگزرگاہیں شامل ہیں چنانچہ عموریوں نے ان علاقوں پر اپنا تسلط قائم کر کے یہاں ایک نئے تمدن کا آغاز کیا جس کا سرچشمہ بجا طور پر سومیری اور عکادی تہذیبیں ہی تھیں لہٰذا آگے چل کر یہ تہذیب اپنے دارالسلطنت کے نام کی مناسبت سے بابلی تہذیب کہلائی۔

مورخین اور ماہرین بشریات کا یہ ماننا ہے کے بابلی تہذیب دراصل سومیری اور عکادی اتحاد اور اشتراک کی ہی پیداوار اور ایک شکل تھی چنانچہ بابلی تہذیب میں ہمیں ان دونوں ہی تہذیبوں کے اثرات کی شبیہات نظر آتی ہیں۔

حمورابی کے انتقال کے بعد اس کے جانشین اس طمطراق سے حکمرانی کا حق ادا نہ کر سکے جیسے حمورابی کے دور اقتدار میں قائم تھی چنانچہ عموری کمزور ہوتے گئے اور بلا آخر ان کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

قیسی: Qaisee:

1900 ق م کے قریب شمالی پہاڑوں کے وحشی قبائل جنھیں 'قیسی' بھی کہا جاتا ہے نے کئی بابلی علاقوں میں آ کر پناہ حاصل کی اور یہاں اپنے کئی قلعے بھی تعمیر کئے ابتداء میں عموریوں کی طاقت اور جنگی قوت کے سبب قیسی بابل میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کر پائے لیکن جیسے ہی عموری کمزور ہوئے قیسیوں نے اس وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بابل کی جانب اپنا رخ کیا اور وہاں اپنے قدم مضبوطی سے جمانے میں کامیاب ہوئے قیسی سامی النسل نہ تھے بلکہ وہ جدید حجری دور کے انڈو یورپین اقوام سے تعلق رکھتے تھے گو کے قیسیوں کے عہد حکومت میں بابل میں کوئی مضبوط اور دیرپا حکومت کا قیام عمل میں نہ آ سکا لیکن پھر بھی وہ کسی حد تک چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اگرچہ ان کے دور میں انتشار کی کیفیت برقرار رہی تاہم قیسی بابل پر چھ سو سال تک اپنا اقتدار قائم رکھنے میں کامیاب ہوئے جبکہ مورخین یہ لکھتے ہیں یہ قیسی ہی تھے کے جنھوں نے مصری فرعونوں یعنی طوطمس سوم اور عامن حوطب کو نا صرف قیمتی تحائف ارسال کئے بلکہ ان سے بیرونی حملہ آوروں کے خلاف مدد بھی طلب کی کیونکہ قدیم بابل کی کھدائی سے ایسی تختیاں بھی برآمد ہوئیں جن میں ان مصری بادشاہوں سے مدد کی درخواست کندہ ہے پھر چھ سو سال کے بعد بابل کے طاقتور حکمرانوں کے ہاتھوں قیسی ملک بدر ہوئے اس کے بعد بھی چار سو سال تک بابل بدنظمی کا شکار رہا اور کوئی مضبوط مرکزی حکومت قائم نہ ہو سکی بلا آخر اشوریوں کے ہاتھوں بابل فتح ہوا اور اشوری بادشاہ 'اشردھن' نے بابل کی ازسرنو تعمیر میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔

کلدانی: Kaldani:

اشوری مختصر عرصے کے لئے بابل پر حکمران رہے چنانچہ 616 ق م میں میڈیوں

کی مدد سے کلدانیوں نے اپنے بادشاہ نبیو پولوسار کی ماتحتی میں اشوری حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس طرح سے کلدانی پورے اشور پر قابض ہونے میں کامیاب ہوئے مورخین اپنی تحقیق میں کلدانیوں کے عروج کے حوالے سے یہ لکھتے ہیں کے کلدانیوں کے ایک عظیم بادشاہ بخت نصر کے دور حکومت میں بابل نے ناصرف ترقی کے کئی مدارج طے کئے بلکہ بخت نصر نے بابلیہ کی سرحدوں کو وسعت دیتے ہوئے کئی علاقوں پر بھی اپنا تسلط قائم کیا اور اپنی حکومت کو ناصرف مضبوط بنیادوں پر استوار کیا بلکہ اسے منظم اور مستحکم بھی کیا بخت نصر اپنے دشمنوں کے لئے انتہائی سخت گیر اور ظالم تھا لیکن وہ اپنے ملک بابل کے لئے ایک منصف، عادل اور رحم دل حکمران تھا یہی نہیں بلکہ اس نے بابل کی حدود میں کئی معبد، منادر، مقابر، بابل کے معلق باغات، نہریں، گزرگاہیں اور محلات بھی تعمیرات کروائے۔

بخت نصر کا دور اقتدار تاریخ میں اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے۔ ۸۔

حوالہ کتب:

۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۲۵۱۔الفیصل پبلیشر لاہور۔

۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۲۵۲۔الفیصل پبلیشر لاہور۔

۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۲۵۲۔الفیصل پبلیشر لاہور۔

۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۲۴۷۔الفیصل پبلیشر لاہور۔

۵۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔۱۱۱۶ الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۵ء۔

۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۹۳۲۔الفیصل پبلیشر لاہور۔

۷۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۱۰ انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۸۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۰۶۔۱۱۰ انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

باب(۹) :

بابلی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

Babbylon Civilization And Its Historical Background

بابلی تہذیب کا شمار بھی دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں کیا جاتا ہے بابل میسو پوٹا میا (عراق) کے ایک قدیم ترین شہر کا نام ہے جس کی وجہ شہرت کے یوں تو کئی حوالے ہیں لیکن کتب تاریخ میں یہ شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس وقت کے جابر حکمران نمرود کی وجہ سے زیادہ شہرت رکھتا ہے۔

بابل دریائے فرات یعنی (Euphrates River) کی ایک شاخ پر جو جنوبی عراق کی جانب واقع ہے ایک تاریخی شہر ہے بابل شہر کا محل وقوع دریائے دجلہ وفرات آرمنیا کے برف پوش پہاڑوں سے نکل کر برابر بہتے ہوئے دریاے جو خلیج فارس میں جہاں گرتے ہیں وہیں پر ہے لہٰذا ان دونوں ہی دریاؤں کے درمیان کا سرسبز وشاداب علاقہ میسو پوٹا میا کہلاتا ہے یہ نام یونانیوں کا دیا ہوا ہے جس کے معنی 'خدا کا دروازہ' جبکہ قدیم زمانے میں اس کو 'شینار' بھی کہا جاتا تھا جس کے معانی 'دو دریاؤں کے بیچ کا علاقہ' تھا لیکن آج کل یہ علاقہ عراق کہلاتا ہے یہ سرسبز وشاداب زرخیز وادی جو جنوب میں ہموار مسطح اور شمال میں ناہموار سنگلاخ ہے عہد قدیم سے ہی مختلف نسل اور اقوام کی جدوجہد کی آماجگاہ رہی اس وادی کی زرخیزی اور دو دریاؤں کی موجودگی نے اسے ہمیشہ اہمیت کا مرکز بنائے رکھا چنانچہ دجلہ وفرات کی وادی مختلف والنسل اقوام کی تگ ودو اور تہذیب کی عکاسی کرتی ہے۔

بابل کو دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک مانا جاتا ہے، دوسرے اور پہلے ہزاریے ق م میں بابل یا بابلیہ ہی کو دارالحکومت کی حیثیت حاصل تھی دور قدیم میں یہ شہر خلیج فارس اور میڈی ٹرینین کو ملانے والے زمینی تجارتی راستے پر واقع تھا لہٰذا تاجروں کے لئے اہمیت اور توجہ کا مرکز بنا اگرچہ یہ مقام قبل از تاریخ سے ہی آباد تھا لیکن بابل کا ذکر پہلی بار تیسری صدی ق م کی دستاویزات میں ہی ملتا ہے۔ 2200 ق م میں یہ ایک معبد کے جائے وقوعہ کے طور پر مشہور ہوا پھر اکیسویں صدی ق م کے دوران یہ قریبی شہر 'ار' کے زیرنگیں آ گیا۔

اس قدیم ملک کے شہر بصرہ اور فرات کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے دو ارشادات ہیں جو کہ سنن ابی داؤد میں نقل کئے گئے ہیں!

حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگ شہر بسائیں گے اور انھی شہروں میں سے ایک شہر 'بصرہ' یا 'بصیرہ' ہوگا اگر تم اس سے گزرنا اور اس میں داخل ہونا تو اس کی سب شور زمین، اس کی کلاء، اس کے بازار اور اس کے امراء کے دروازوں سے اپنے آپ کو بچانا اور اپنے آپ کو اس کے اطراف میں ہی رکھنا کیونکہ اس میں 'خسف' (زمینوں کا دھنسنا) 'قذف' (پتھروں کا برسنا) اور 'رجف' (زلزلہ) ہوگا کچھ لوگ رات میں صحیح سالم ہو کر گزاریں گے لیکن صبح کو وہ بندر اور سور بن کر اٹھیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قریب ہے کے نہر فرات (جو کربلا میں) ہے کے اندر سے سونے کا خزآنہ (سونے کا پہاڑ) نکل آئے تو جو کوئی بھی وہاں ہو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔

ار: Ur:

'ار' میسوپوٹامیا کا یک قدیم شہر ہے جس کے آثار جدید بغداد اور خلیج فارس کے

درمیان میں صحرائے شارجہ کے کنارے پر واقع ہیں لیکن اب اس کی جائے وقوعہ پر 'تل المقیر' نامی ایک قصبہ آباد ہے۔عبرانی زبان میں 'ار' کے معنیٰ 'آگ یا شعلہ' ہے قدیم دور میں دریائے فرات اس شہر کی فصیل کے پاس سے گزرتا تھا لہٰذا یہ شہر دریائے کی موجودگی کی وجہ سے کافی اہم تصور کیا جاتا تھا۔

بائبل کے مطابق ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام (ابرہام) کی ولادت کسید یوں (کالدیوں) کے قدیم شہر 'ار' میں ہوئی ایک دوسری تحقیق کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی 'حاران' بھی 'ار' میں پیدا ہوئے جو کے جنوبی عراق میں دریائے فرات کے کنارے بابل اور نینوا سے پہلے آباد تھا جبکہ یہودی اور مسیحی محققین کے مطابق 'ار' قدیم سومیریوں کا دارالحکومت بھی تھا۔

قدیم بابل میں واقع ہر شہر کے دیوی دیوتا الگ تھے چنانچہ ار شہر میں 'رب البلد ننار' (چاند دیوتا) کی عبادت کی جاتی اس اعتبار سے اس شہر کا نام 'قمرینہ' پڑ گیا ار شہر میں 'ننار دیوتا' کا بت سب سے اونچی عمارت پر نصب تھا اس کے قریب ہی ننار دیوتا کی بیوی 'نن گل' کا ایک بڑا معبد بھی موجود تھا قدیم بابل کے شہر ار میں ننار دیوتا کے عظیم الشان معبد کی حیثیت ایک شاندار محل سرا کی تھی جہاں خوبصورت اور آراستہ خوابگاہوں میں نوعمر و نوخیز دوشیزائیں دیوتاؤں کے نام پر وقف تھیں چنانچہ ان خواتین کی حیثیت دیوداسیوں (Religious Prostitutes) کی تھی یہ تمام خواتین بابلی سماج میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتیں کیونکہ یہ اپنے آپ اور اپنی عزتوں کو دیوتاؤں کے نام پر قربان کرتے ہوئے اپنے آپ کو کسی اجنبی کے سپرد کرتیں تاہم یہ قبیح عمل سماج میں ان کے لئے راہ نجات تصور کیا جاتا اگرچہ تمام بابلی خواتین کو زندگی میں کم از کم ایک بار لازمی اس عمل سے

گزرنا پڑتا باالفاظ دیگر پجاری اور پروہتوں نے مذہب کی آڑ میں فحاشی اور بدکاری کا دروازہ کھول رکھا تھا۔

ماہرین آثار قدیمہ نے 1850ء سے 1854ء تک جو کھدائیاں کیں تو اس مقام سے اٹھارہ مختلف شہروں کے آثار برآمد ہوئے جن میں سے ایک انتہائی قدیم شہر 'اردو' بھی تھا جس کی تعمیر کے بارے میں ماہرین کا یہ ماننا ہے کے یہ شہر آج سے تقریباً 5000 ق م کے قریب تعمیر کیا گیا اس شہر کے بنانے والے کون تھے؟ یہ سوال ہنوز جواب طلب ہے لیکن شہر کی کھدائی کے دوران جو دھات کے برتن، پتھر کے اوزار، ہتھیار اور دیگر اشیاء سرف برآمد ہوئیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کے قدیم بابلی، مصریوں سے قبل ہی دھات کا استعمال جان چکے تھے نیز یہاں کے رہنے والے شام کے شمالی علاقے کی جانب رہنے والے خانہ بدوشوں سے بھی کافی مماثلت رکھتے یہ بھی کہا جاتا ہے کے شاید وہی خانہ بدوش قبائل یا ان کے متعلقین نے یہاں رہائش اختیار کی ہو۔ا۔

بابل 1894 ق م میں ایک خودمختار شہری ریاست بنا جب آموری سموایم نے وہاں ایک سلطنت کی بنیاد رکھی پھر یہ سلطنت حمورابی کے عہد میں اپنے عروج کو پہنچی مورخین کے مطابق حمورابی نے اس شہر کو اٹھارہویں صدی ق م میں اپنا دارالحکومت اور پایہ تخت بھی بنایا 1595 ق م میں بابل پر حتی قابض ہوگئے پھر کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ کشان سلطنت (1155۔1590 ق م) کے قبضے میں آگیا جبکہ مشرق سے اعیلامیوں کے دباؤ کے باعث جب کشان سلطنت کا خاتمہ ہوا تو بابل میں متعدد مختصر المدت سلطنتیں قائم ہوئیں۔ آٹھویں صدی ق م کے اواخر سے نبیو پولاسر کے ہاتھوں اشوریوں کی بے دخلی تک (615۔626 ق م بابل اشوری سلطنت کا حصہ تھا نیبو پلاسر نے ایک نئی بابلی سلطنت قائم کی اور اس کے بیٹے نبوکد

نصر دوم نے اسے وسعت دی۔

بائبلوس: Bybblos:

بائبلوس فنفیقیا کا ایک قدیم شہر ہے جو میڈی ٹریئین کے ساحل پر بیروت کے قریب واقع ہے، 1921ء کی آثار قدیمہ کی ایک بڑی تحقیق اور کھدائی سے یہ معلوم ہوا کے بائبلوس دنیا کے متواتر آباد اور قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے یہاں کی تہذیبی باقیات 5000ق م کی ہیں بائبلوس دوسرے ہزاریے ق م کے دوران فنفیقیا کا ایک اہم شہر اور بندرگاہ تھا یہاں سے مصر کو قیمتی لکڑیاں برآمد کی جاتیں اہل یونان بھی یہاں سے تجارت کیا کرتے اور یہاں کی لکڑی سے بنے پاپیرس کو وہ بائبلوس کہتے بائبل کا مادہ بھی بائبلوس سے اخذ شدہ ہے حزقی ایل میں اس شہر کا ذکر موجود ہے۔

کشان: Kassites:

قوم کشان دراصل 'کش بن حام بن نوح' کی اولادوں میں سے ہیں جن کی نسلیں کشان کہلائیں کشان کا نام حام کے بیٹے 'کش' سے ماخوذ ہے کتاب پیدائش کے مطابق کش اہل ایتھوپیا کے جدامجد تھے یہی نہیں بلکہ کتاب پیدائش کے باب دس میں ایک روایت بھی موجود ہے جس کے مطابق حامیوں کا آغاز افریقہ (حام کے بیٹوں کے گھر) سے ہوا تاہم انھوں نے دو ہجرتیں بھی کیں پہلی ہجرت جنوبی عرب سے میسوپوٹامیا کی جانب جبکہ دوسری ہجرت مصر سے کنعان کی اور اس کے بعد شام کی طرف۔ وادی نیل میں تہذیب جو (شینار کے میدان کی تہذیب سے زمانوں پہلے تھی) کی قدامت ان بتدائی ہجرتوں کو مغرب سے مشرق کی جانب خیال کرنے کے حق میں ایک وزنی دلیل بھی ہے، فراتی لوگوں کے مقبرے اور روایات انھیں اپنی ثقافت کے ڈانڈے مشرقی افریقی ماخذ کے ساتھ ملاتے ہوئے دکھاتی

ہےقرین از قیاس کے طور پر 'کتاب پیدائش' میں داستانی ہیرونمروداور یونانیوں کے یہاں بیلس لقب کے حامل بادشاہ کے لوگ مشرقی افریقہ سے آئے جو دجلہ وفرات کی وادی سے گزر کرعرب پہنچے یہ ریکارڈ کی گئی تاریخ سے قبل کا واقعہ ہے کشان دراصل قدیم جنوب مغربی ایشیاء کے لوگ تھے جنھوں نے سترہویں صدی ق م کے اوائل میں بابل کے زیادہ تر شمالی علاقوں کو فتح کیا 1600 یا 1595 ق م میں جب حتیوں نے بابل پرحملہ کیا تو بابل کی عسکری طاقت کمزور ہوگئی لیکن حتیوں کے بعد بابل پر کشان نے اپنا اقتدار قائم کیا اور ایک نئی سلطنت کی بنیاد رکھی جو کے تقریباً چارسوسالوں تک جنوبی اور مشرقی میسو پوٹامیا پر حکمرانی کرتی رہی کشان نے بابلی زبان اوران کی ثقافت کو اپنایا اور وہ خودبھی مقامی باشندوں میں جذب ہو گئے تقریباً 1225 ق م میں اشوری بادشاہ Tukulti.Ninurta i نے بابل پر قبضہ کیا جس سے کشان سلطنت کی سیاسی طاقت کوکافی نقصان پہنچا تاہم کشان 1155 ق م تک بابل کے تخت پر براجمان رہے۔ ۲۔

کشان نے سارے جنوبی میسو پوٹامیا کو اپنا مستقل جائے قرار بناتے ہوئے بابل کو اپنا دارالحکومت بنایا اور بابل کو بابلیہ ملک میں تبدیل کردیا یوں یہ شہر ایک وسیع بادشاہت کا انتظامی مرکز بنا غالباً بارہویں صدی ق م میں یہ مذہبی مرکز بھی بنا جب اس کے مرکزی دیوتا مردوک کو میسو پوٹامیائی عبادت خانے میں سردار کے درجے پر فائز کیا گیا۔

مورخین کشان قوم کے کچھ مقامات ،معبوداورافراد کے سوا زیادہ کچھ نہیں جانتے ہیں کشان قوم ،کشان زبان بولا کرتے لیکن محققین کے مطابق کشان زبان نہ تو ہند یورپی ہے اور نہ ہی سامی ہے۔

ایلام: Elam:

ایلام ایک شہر کا نام ہے جو کے خلیج فارس کے شمال اور دریائے دجلہ کے مشرق میں واقع ہے۔موجودہ ایران کا صوبہ خوزستان اس کی جائے وقوع بنتا ہے، ایلام کا دارالحکومت 'سوسا' تھا، ایلامی حکمران خودکو'انشان اورشوشان کے بادشاہ' کہا کرتے مورخین کے مطابق دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک نے یہاں پرورش پائی جس کا دور چھٹے ہزار یے ق م بنتا ہے ایلامی کہلانے والے باشندوں کی زبان نہ تو سومیری تھی اور نہ سامی یا ہند یورپی لیکن تقریباً تین ہزار ق م میں ایلامیوں نے سومیریوں کے نظام تحریر سے متاثر ہوکر اپنی زبان کو دیسی نیم تصویری خط میں ریکارڈ کرنا شروع کیا، 2300 ق م کے قریب اس رسم الخط کی جگہ سومیریوں کی اور اکادیوں والے خط میخی نے لی زمانہ قدیم سے ہی ایلام نے اپنے پڑوسی میسو پوٹامیا کے سیاسی اثرات کوقبول کیا چنانچہ انھوں نے دو ہزار ق م کے قریب بابل کے ایک شہر 'ار' کو تباہ کیا۔ بابل کے حکمرانوں پر بھی بدستور اپنے دباؤ کو بڑھاتے رہے ۱۵۹۵ ق م میں بابل کا کشان کے قبضے کے بعد ملک 350 سال تک سیاسی انحطاط کا شکار رہا تاہم ایلامی بادشاہ Shutruk Nahhunte کے دورحکومت (1160 ق م) میں ایلام نے سیاسی بحالی دیکھی چنانچہ اسی ایلامی بادشاہ Shutruk. Nahhunte اول نے بابل کو فتح کیا اور اپنے بیٹے کو تخت پر بیٹھایا ایلامی بادشاہ Shilhak.Inshushinak 1140 ق م میں علم وفضل کا عظیم سرپرست تھا اسی نے پہلی ایلامی سلطنت کو بھی تخلیق کیا اس کے دورحکومت میں اس کی ماتحت سرحدوں نے وسعت پائی یہی نہیں بلکہ اس کے دورحکومت میں علم وادب، سنگ تراشی اور تعمیرات میں بھی کئی کارہائے نمایاں انجام دئے گئے پھر اس کی موت کے بعد ایلام کو بابل کے بادشاہ نبوکدنضر اول (1103۔1125 ق م) نے فتح کیا پھر آٹھویں صدی کے تقریباً

وسط میں ایک نئی ایلامی بادشاہت نمودار ہوئی لیکن اسے متواتر اشوری حملوں کا سامنا رہا645 ق م میں اشور بنی پال کی زیر قیادت اشوریوں نے سوسا کو تاراج کر کے اس ملک کا اپنے ملک کے ساتھ الحاق کیا بعد ازاں میڈیا نے ایلام پر حملہ کیا اور انجام کار سائرس اعظم نے اسے اپنی سلطنت میں شامل کیا ایلام کی دیسی زبان چوتھی صدی ق م تک انتظامی مقاصد کے لئے استعمال ہوتی رہی لیکن آہستہ آہستہ معدوم ہوتے ہوتے صرف مقامی ہوکر رہ گئی لیکن عربی تحریروں کے مطابق ایلامی زبان تقریباً دسویں صدی عیسوی تک موجودہ خوزستان کے کئی علاقوں میں بولی جاتی رہی ۔ ۳؎

بخت نصر: Bukhat e Naser:

بخت نصر قدیم سلطنت بابل کے تیسرے خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا اس کے باپ کا نام نبو پلاسر (بخت پلاسر) تھا قدیم میخی خط میں اس کا نام 'نبوکدوری اسر' درج ہے۔

بخت نصر کے باپ نے جدید بابلی سلطنت کی بنیاد ڈالی وہ 625ء ق م سے اشوریوں کی طرف سے بابل کا گورنر تھا اسی سال اس نے اشوریوں کی کے خلاف حکمت عملی کو طے کیا 606 ق م میں جب نبو پلاسر کی وفات ہوئی تو اس کے بعد وہ بابل کا بلا شرکت غیرے حکمران مقرر ہوا بخت نصر کلدانی خاندان سے تعلق رکھتا۔ مورخین اس کے بارے میں کہتے ہیں کے وہ حضرت سلیمان اور ملکہ سبا کی نسل سے تھا اس کی شادی ماد کی ایک شہزادی 'اموہیا' سے ہوئی بخت نصر نے اپنی تخت نشینی کے بعد سے بابل کے استحکام کے لئے متعدد اقدامات کئے اور وہ بہت جلد ارد گرد کی کئی سلطنتوں کو تاخت و تاراج کرنے میں بھی کامیاب ہوا اس نے اسرائیل اور یہودہ کی سلطنتوں پر بھی کئی کامیاب حملے کئے 598 ق م میں اس نے یروشلم سمیت پوری سلطنت یہودہ پر قبضہ کیا تاہم یہودہ کا بادشاہ صدقیاہ اس کا قیدی بنا پھر 587 ق م

میں بخت نصر نے ایک اور حملہ کیا اور یہودہ کے تمام شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجائی نا صرف یہ بلکہ یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو بھی اس طرح سے پیوند خاک کیا جیسے کے وہ وہاں کبھی تھے ہی نہیں اس کے ساتھ ہی اس نے یہودیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قیدی بنایا (انھی قیدیوں میں حضرت عزیر علیہ السلام بھی تھے جن کے بارے میں اگلی سطور میں بیان کیا جائے گا)

قرآن کریم میں یہودیوں کی سرکشی کے نتیجے میں ان کے اوپر ایسے ظالم حکمرانوں کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہوتا ہے!

فَإِنَّ لَكُمْ مَّا سَأَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ - ۴؎

ترجمہ۔(قوم بنی اسرائیل) پر ذلت، رسوائی اور محتاجی چمٹا دی گئی اور وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گئے یہ اس لئے کے وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے اور اس کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے اور نافرمانی میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔

فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُوْلَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا - ۵؎

ترجمہ۔آخر کار جب ان پر پہلی سرکشی کا موقع آیا تو اے بنی اسرائیل! ہم نے تمھارے مقابلے پر ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمھارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا ہی تھا۔

بخت نصر نے 561 ق م میں وفات پائی بائبل میں بخت نصر کا ذکر تقریباً 100 مرتبہ آیا ہے جبکہ کتب تاریخ میں یہ لکھا ہے کے اس نے ایک تقویم (کلینڈر) کا بھی آغاز کیا

تاہم بعد کے ادوار میں البیرونی اور مسعودی نے اس تقویم کی مدد سے کئی زمانی مشکلات کو سلجھایا جبکہ مسعودی نے اس تقویم کے ذریعے دیگر تقویموں کی کی تطبیق بھی کی، کچھ مورخین کی یہ رائے ہے کے حضرت آدم سے لے کر بخت نصر کی سلطنت تک کا درمیانی عرصہ تقریباً 4800 سال کا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت بخت نصر کے آغاز حکومت سے 1317 سال بعد ہوئی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت بخت نصر کے آغاز حکومت 1357 سال بعد ہوئی۔

بخت نصر ایک اچھا منتظم، بہترین سپہ سالار، خوفناک جنگجو اور قابل حکمران تھا اس نے اردگرد کی تمام سلطنتوں پر اپنی دھاک قائم کی اس نے اپنے عہد حکومت میں بابل کو نا صرف مضبوط اور مستحکم کیا بلکہ اسے وسعت اور خوبصورتی بھی دی اس کے دور حکومت میں نظام سلطنت اتنا منظم تھا کہ اس کو کسی بھی جدید دور کی حکومت کے سامنے بطور مثال کے پیش کیا جا سکتا ہے اس کے دور حکومت میں آبپاشی کے نظام کو وسعت دی گئی اور ملک کے طول وعرض میں نہری نظام بھی قائم کیا گیا۔٦ ۔

نبوکدنضر دوم: Nebuchadnezzar ii:

نبوکدنضر دوم (؟562؟ ق م) بابلی یا کالدی سلطنت کا ایک عظیم ترین حکمران گزرا یہ نبوپولاسر کا سب سے بڑا بیٹا تھا اس نے اپنے باپ کے عہد حکومت سے ہی فوج کی قیادت کی اور ٦٠٥ء میں شام میں کرکمش کے مقام پر فیصلہ کن لڑائی میں مصری افواج پر فتح پائی اس فتح کے نتیجے میں بابل مشرق وسطی میں اہم ترین عسکری قوت بنا پھر باپ کی موت کے بعد وہ واپس بابل آیا اور 7 ستمبر 605 ق م میں تخت نشین ہوا اس نے اپنی حکومت کے اگلے آٹھ سالوں میں مغرب میں شام، فلسطین اور مصر کے علاوہ عربوں کے خلاف وسیع عسکری مہمات کیں جبکہ آئیندہ بیس برسوں کے دوران نئی بابلی سلطنت کنعان پر کنٹرول کی خاطر مصر

کے ساتھ برسرِ پیکار رہی یہودیہ کے حکمران ان دونوں طاقتوں کے درمیان مہرے بنے رہے لیکن انھیں بابل کی مخالفت مہنگی پڑی چنانچہ جب یہودیہ نے بابل پر پیش قدمی کی تو نبوکدنضر نے ان پر اپنی بھاری فوجی قوت کے ذریعے چڑھائی کی تین عسکری مہمات کے ذریعے اس خطے پر اپنے اقتدار کو بھی قائم کیا 16 مارچ 597 ق م میں اس نے یروشلم پر قبضہ کیا اور یہودیہ کے نوجوان بادشاہ یہوآکم نے بابل کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کیا تاہم آٹھ ہزار جلا وطنوں کے ساتھ وہ بے دخل بھی ہوا جن میں شاہی خاندان، اشرافیہ، ماہر دستکار اور فوج کے متعدد اراکین بھی شامل تھے نبوکدنضر نے 587 ق م میں یروشلم پر ایک زبردست حملہ کیا جس کے نتیجے میں اس نے ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجائی یہی نہیں بلکہ بادشاہ کے سامنے اس کے بیٹوں کی آنکھیں نکال دیں، بکثرت قتل عام کیا اور کئی لوگوں کو قیدی بنایا گیا نبوکدنضر ان اعلیٰ عہدے داروں کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لایا جہاں اس نے ان پر کئی مظالم ڈھائے اور یہودیہ کو بھی اپنے انتظامی ڈھانچے میں شامل کیا۔

نبوکدنضر نے فینیقی شہر الصور کا تیرہ سالہ طویل محاصرہ کیا اور 568 میں وہ مصر پر حملہ آور ہوا پھر اپنی حکومت کے نصف آخر میں نبوکدنضر نے جب یہ دیکھا کے شمال اور مشرق میں میڈیاؤں کی طاقت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور وہ آئندہ کے لئے ایک بڑا خطرہ بن سکتے ہیں تو نبوکدنضر نے بابل کے شمال میں ایک بڑی اونچی اور طویل دیوار تعمیر کروائی تا کہ ممکنہ حملہ آوروں کے خطرات سے نبٹا جا سکے تاہم نبوکدنضر دوم کے پورے عہد حکومت میں اس قدر فتوحات ہوئیں جس کے نتیجے میں اس کی سلطنت کی وسعت سارے جنوب مغربی ایشیاء پر قائم ہوگئی نا صرف یہ بلکہ اس کا قتدار اور شہنشاہیت نے بھی جنوب مغربی ایشیاء پر اپنا رسوخ قائم کیا۔ دشمن پر قہر کی طرح ٹوٹنے اور اپنے عہد حکومت میں متعدد حملوں اور جنگوں کے باعث

چونکہ نبوکدنصر نے بے تحاشا مالِ غنیمت بھی لوٹا چنانچہ بابل شہر کی معیشت اور اقتصاد بھی مضبوط ہوتی گئی اور رفتہ رفتہ وہاں کے لوگ خوشحال ہو گئے اس نے اپنے عہد حکومت میں کئی عمدہ تعمیراتی کام کروائے جن میں منادر اور محلات کی تعمیر اور بابل کے معلق باغات جو کے دنیا کے سات عجائب میں شمار کئے جاتے ہیں اسی کے دور حکومت میں بنائے گئے نبوکدنصر دوم 562 ق م میں فوت ہوا اور اس کے بعد اس کے بیٹے امیل مردوک اس کا جانشین ہوا۔ ۷ ۔

نئی بابلی حکومت قلیل المدت ثابت ہوئی اور 539 ق م میں سائرس اعظم نے بابل کی اینٹ سے اینٹ بجاتے ہوئے اسے فتح کیا نا صرف یہ بلکہ بابل شہر کو بھی اپنے ملک فارس کی شہنشاہیت میں ضم کرلیا گو کے فارسی عہد (ایرانی) میں بابل کچھ عرصہ تک ولی عہد کی سرکاری رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا لیکن انجام کار 482 ق م میں ایک سرکاری بغاوت کے نتیجے میں زرکیسیز اول نے معبدوں اور زگورات کو منہدم کرتے ہوئے سر پرست دیوتا مردوک کے بت کو بھی جلا کر پگھلا دیا پھر سکندر اعظم نے 330 ق م میں بابل شہر پر اپنا تسلط قائم کیا اور اس کی از سر نو تعمیر کر کے اسے اپنی وسیع شہنشاہیت کے لئے دار الخلافہ بنایا جبکہ 312 ق م کے بعد بابل کچھ عرصہ تک سکندر کے جانشینوں سلیوکی کا دار الحکومت بنا رہا تاہم تیسری صدی ق م میں دریائے دجلہ کے کنارے پر جب نئے دار الحکومت سلیوکیا کی بنیاد رکھی گئی تو بابل کی زیادہ تر آبادی وہاں منتقل ہوگئی جبکہ معبد بھی کچھ عرصہ تک وہاں بدستور استعمال ہوتے رہے لیکن بابل شہر اپنی اصل اہمیت کھو بیٹھا بعد ازاں ساتویں صدی ق م میں جب اسلام کا غلغلہ اور عروج ہوا تو اس شہر کو بھی زوال آ گیا۔ ۸ ۔

حمورابی: Hammurabi:

حمورابی (اٹھارہویں صدی ق م) کا بابل کی سلطنت کا ایک نہایت عظیم ترین بادشاہ تھا اگرچہ اس کی زندگی اور اس کے دورحکومت کی درست تاریخوں کا تعین نہیں کیا جاسکا لیکن بیشتر مورخین کی یہ رائے ہے کے اس کا دورحکومت (1750۔1792 ق م) کا تھا اس نے اپنے دورحکومت میں اپنی سرحدوں کو وسعت دی اور اپنی بادشاہت خلیج فارس سے شمال کی جانب تک وسیع کی اور اس میں دجلہ وفرات کی وادیوں اور میڈی ٹرینین کا مغربی ساحل شامل تھے جبکہ اپنے مقبوضات کو بابل میں ایک مرکز کے تحت متحد کرنے کے بعد اس نے اپنی توانائیاں سرحدوں کو تحفظ دینے اور سلطنت کی داخلی خوش حالی کوفروغ دینے میں لگائیں حمورابی نے اپنے طویل دوراقتدار میں آبپاشی، بحر پیمائی، محصولات، محلات و باغات اور معبدوں کی تعمیرات میں کافی کام کیا اگرچہ وہ کامیاب جرنیل نہ تھا لیکن تاریخ میں اس کی شہرت کی اصل وجہ اس کے دورحکومت میں خود اس کا ترتیب دیا ہوا مجموعہ اور ضابطہ قوانین تھا جس کو بعد کے ادوار میں بھی پذیرائی حاصل رہی جبکہ اس ضابطہ قوانین کو دنیا کے قدیم ترین مجموعہ قوانین کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے یہ مجموعہ قوانین 225 میٹر اونچے کالے رنگ کے بسالٹ کی سل پر کندہ ہیں جس کو ماہرین آثار قدیمہ نے 1902ء میں سوس (عراق) کے مقام پر دوران کھدائی برآمد کیا تاہم گردش زمانہ کے سبب یہ سل تین حصوں میں ٹوٹ گئی لیکن آج بھی یہ سل پیرس کے عجائب گھر میں موجود ہے۔

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

قدیم بابل میں ویسے تو موروثی حکمرانی قائم تھی لیکن ان کا سب سے بڑا دیوتا ننار دیوتا یعنی (چاند دیوتا تھا) جس کی عبادت سرفہرست تھی چنانچہ اس اعتبار سے خودشاہی خاندان

کی حاکمیت بھی ننار دیوتا سے ہی ماخوذ تصور کی جاتی اگر چہ قدیم بابل میں اصل بادشاہی اور حاکمیت ننار دیوتا کی ہی تھی لیکن فرمانروائے ملک ننار کی جانب سے حکومت کیا کرتے اس اعتبار سے فرمانروائے وقت کو بھی عوام الناس اپنا معبود ہی تصور کرتے تاہم ان کا ہر فیصلہ ننار کا ہی فیصلہ سمجھا جاتا اس اعتبار سے اہل بابل دیگر خداؤں کی طرح بادشاہ کی بھی عبادت کرتے چونکہ بابل یا بابلیہ میں ایک خودمختار اور وراثتی حکومت قائم تھی جس میں باپ کے بعد بیٹا تخت کا جانشین ہوتا۔ بادشاہ مطلق العنان آمر ہوتا تاہم بادشاہ کے مشیر، امیر، وزیر اور امراء بھی ہوتے جو بادشاہ وقت کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے نیز صوبائی اور مرکزی نظام میں بھی نظم وضبط کی پابندی کروانا ان کی ذمہ داری تھی عہدے داروں کا انتخاب بادشاہ خو کرتا چنانچہ تمام صوبوں میں ان امراء اور وزراء کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی جو وہاں کے انتظامات کو کنٹرول کرتی ان امراء اور وزراء کو بادشاہ جاگیریں بھی عطا کرتے جبکہ ان میں سے بیشتر گورنر کے فرائض بھی انجام دیتے اس کے علاوہ محاصل کی بروقت وصولی کی جاتی اور یہ محاصل عام طور پر غلے کی شکل میں وصول کئے جاتے تاہم ان محاصل کا حساب مٹی کی تختیوں پر لکھا جاتا قدیم بابل کی سب سے بڑی عدالت بھی مندر میں قائم تھی جس میں موجود پجاری اور پروہت جج کے فرائض انجام دیتے ان فیصلوں کو 'خدا کے فیصلوں' کی حیثیت حاصل تھی حمورابی کے قانون کی پابندی ہر ایک پر لازم تھی جس کی زد میں بسا اوقات بادشاہ وقت بھی آجاتا حمورابی کا مجموعہ قانون 285 دفعات پر مشتمل تھا جو کے سیاہ رنگ کی ایک بسالٹ سل پر کندہ تھا اس ضابطہ قوانین کی ابتداء میں ان کے دیوتاؤں کی تعریف درج ہے یہ تمام احکامات اور دفعات حمورابی کی خود اخذ کردہ ہیں جو سمیریوں سے مستعار لی ہوئی نہیں، ان قانونی دفعات کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کے یہ 'سورج دیوتا شمش' سے وصول کئے ہیں جبکہ متن کے آغاز میں بابل اور اشور کے

مندوروں اور مذہبی مسالک کی وسیع بحالی کے متعلق بتایا گیا، 28 پیراگرافس پر مشتمل یہ ضابطہ بذات خود بابل کے عام قوانین میں ترامیم کا ایک سلسلہ دکھائی دیتا ہے نہ کے ایک سخت گیر قانونی ضابطہ حمورابی کے ضابطے میں مذہب کے حوالے سے کوئی قانون موجود نہیں جبکہ فوجداری قوانین کی بنیاد مساوات پر قائم تھی یعنی آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان یا جسم کے دیگر اعضاء کے بدلے وہی عضو قانون کی زد میں آتی حمورابی کا یہ ضابطہ قوانین بابل میں رہنے والے تمام طبقات کو تحفظ دیتا ہے اس قانون میں عورتوں، بچوں، غلاموں اور کنیزوں کو بھی حقوق اور تحفظ دیا گیا یہ قانون اپنے دور کا ایک نہایت انسانیت پر مبنی قانون تھا جبکہ اس مجموعہ قوانین کے آخر میں حمورابی کے کارناموں کا بھی ذکر کیا گیا یہی نہیں بلکہ اس میں یہ بھی بتایا گیا کے دیوتاؤں نے حمورابی کو زمین میں عدل وانصاف کے قیام اور برائی کے خاتمے کے لئے بھیجا ہے۔

اگرچہ حمورابی کی سزائیں سومیریوں کے مقابلے میں زیادہ سخت تھیں یعنی آوارگی اور عصمت فروشی یا زنا کی صورت میں دونوں ہی فریقین کو دریائے فرات میں کود کر اپنی جان دینی پڑتی لیکن اگر عورت بچنے میں کامیاب ہوجاتی تو اسے معصوم خیال کیا جاتا، مرد کے ڈوب جانے کی صورت میں اس کی دولت شکایت کنندہ کو دے دی جاتی اس کے برعکس اگر مرد زندہ بچنے میں کامیاب ہوجاتا تو شکایت کنندہ کی جائیداد اس کو دے دی جاتی اگر گھر کی چھت گر جاتی اور اس کے نیچے مالک دب کر مر جاتا تو اس کے بدلے میں معمار کی جان لی جاتی اسی طرح سے اگر مکان کے حادثے میں مالک کا بیٹا مر جاتا تو بدلے میں معمار کے بیٹے کی جان لی جاتی اگر کوئی شخص کسی کے لڑکے یا لڑکی کو قتل کرتا تو بدلے میں قاتل کے بیٹی یا بیٹی کو قتل کر دیا جاتا جبکہ قصاص کا قانون بھی موجود تھا اور اگر کوئی شخص جسمانی سزا کے بجائے مال ودولت

دے کر اپنی جان چھڑانا چاہتا تو بدلے میں مال و دولت بھی وصول کیا جاتا اگر کوئی شخص رنگے ہاتھوں چوری کرتے ہوئے پکڑا جاتا تو اس کو موت کی سزا دی جاتی لیکن اگر چور کا تعین نہ ہوتا تو ایسی صورت میں وہ شخص کے جس کے یہاں چوری ہوئی ہو وہ اپنا تمام نقصان دیوتا کے سامنے بیان کرتا جس کے نتیجے میں اس شہر کے دیگر افراد اور گورنر کو اس شخص کے چوری شدہ مال کی تلافی کرنی پڑتی اور اگر چوری کی واردات میں کوئی جانی نقصان ہوتا اور نقصان پہنچانے والے کا تعین نہ ہوتا تو ایسی صورت میں بھی حکومت متاثرین کو بھاری معاوضہ ادا کرتی جبکہ بدعنوانی، رشوت خوری، چوری، ڈکیتی، اغوا، مفرور مجرم کو پناہ دینا، دشمن کے مقابلے میں بزدلی دکھانا، سرکاری معاملات میں ہیرا پھیری کرنا اور شراب کی فروخت میں بددیانتی کی سزا موت تھی چنانچہ مزدوروں کی تنخواہیں مقرر کی جانے لگیں جبکہ اطباء (طبیب یا ڈاکٹرز) کی تنخواہیں حکومت ادا کرتی اسی طرح سے حجام، درزی، بڑھئی، لوہار، معمار اور دیگر کام کاج کرنے والوں کے کام کے عوض ان کی مزدوری مقرر کی گئی۔

حمورابی کے مجموعہ قوانین میں وراثت کا قانون بھی موجود تھا یعنی باپ کے مرنے کے بعد تمام دولت صرف بڑے بیٹے کو نہ ملتی بلکہ تمام بیٹوں میں تقسیم کی جاتی اسی طرح سے اولاد کے نہ ہونے کی صورت میں بیوی اپنے شوہر کے مال وجائیداد اور اس کے گھر کی مالک ہوتی اگر کسی کسان کی غلطی سے کسی دوسرے کے کھیت یا فصل کو نقصان پہنچتا تو نقصان کا ازالہ معاوضہ کی ادائے گی کی صورت میں کیا جاتا، ابتداء میں مذہبی پروہت ہی فریقین کے درمیان اپنے رائج قوانین کے مطابق عدل وانصاف قائم کیا کرتے لیکن بعد میں یہ کاروائی مندروں میں ہونے لگی یعنی منادر ہی عدالتوں کے طور پر استعمال ہونے لگے یہ عدالتیں حکومت کو جوابدہ تھیں اس دور میں وکلاء نہیں تھے لیکن عدالتی کاروائی میں پادری اور پروہت کی اہمیت سے

انکار ناممکن تھا لیکن عدالت کے دیگر امور کی انجام دہی کے لئے محرر وغیرہ موجود تھے جبکہ مدعی اپنا دعویٰ بغیر کسی وسیلے کے دائر کرتا بابلی سماج میں جھوٹے دعوے یا مقدمے بازی کو اچھا فعل تصور نہ کیا جاتا کیونکہ اگر مدعی اس پورے عدالتی کاروائی کے دوران جھوٹا ثابت ہوتا تو اس کو سزائے موت دی جاتی گو کے ملک کے طول وعرض میں جگہ جگہ عوام کی سہولیات کے پیش نظر عدالتیں قائم تھیں لیکن دارالحکومت میں عدالت عالیہ (سپریم کورٹ) بھی موجود تھی جس کے ججوں کا تقرر خود بادشاہ وقت کرتا اگر فریق عدالتی فیصلے سے مطمئن نہ ہوتے تو وہ اپنی اپیل بادشاہ وقت کے سامنے پیش کرتے جبکہ بادشاہ کا فیصلہ حتمی اور آخری تصور کیا جاتا۔

حمورابی کا مجموعہ قوانین اگرچہ سخت تھا لیکن وہ انسانیت پر مبنی تھا اس قانون میں امیر وغریب کی کوئی قید نہ تھی مجرم بہرحال مجرم تھا جس کو سخت سزا سے گزرنا پڑتا سماجی اعتبار سے قانون کو مقدس سمجھا جاتا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری ہر خاص وعام پر لازم تھی لہٰذا بابلی سماج میں قانون کی بالا دستی کے سبب عوام میں بادشاہ کی اہمیت کچھ کم ہوگئی بابلی سماج میں مصریوں کی طرح بادشاہ کو خدا کا بیٹا نہیں بلکہ خدا کا نمائندہ تصور کیا جاتا، بابل میں قانون کی بالا دستی اور انسانیت پر مبنی قوانین کے حوالے سے میری ذاتی رائے یہ ہے کے شاید اس کی اصل وجہ دیگر پیغمبروں کا اس قوم میں آکر دین اسلام کی دعوت وتبلیغ اور قوم کی درست سمت کی جانب رہنمائی تھی کیونکہ قدیم بابل (عراق) میں اللہ تعالیٰ نے کئی پیغمبروں کو مبعوث فرمایا غالب امکان یہی ہے کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تمام تر احکامات میں اپنی جانب سے کی گئی تحریفات کے باوجود عدل وانصاف اور حقوق انسانیت کی بات اس قوم نے بہرحال انبیاء علیہ السلام سے ہی اخذ کی ہوگی۔

مذہب: Religion:

قدیم بابل میں موجود ہر شہر کے علیحدہ دیوی اور دیوتا ہوا کرتے جبکہ شہر'ار' کے دیوتا کا نام 'ننار دیوتا' یعنی (چاند کا دیوتا) تھا لیکن ننار دیوتا محض دیوتا نہیں تھا بلکہ وہ قدیم بابل کا سب سے بڑا زمیندار، تاجر، کارخانے دار، سیاست دان اور حکمران بھی تھا چونکہ بابل شہر میں بکثرت باغات، زرخیز زمینیں، پیداوار، تجارتی ساز وسامان اجناس، غلہ، سونے، چاندی اور مال مویشیوں کی بہتات تھی چنانچہ اہل بابل ان تمام اشیاء کو ننار دیوتا کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس کے مندر میں اس کے چرنوں میں انھیں نذر کیا کرتے تاہم ان نذر و نیاز کو وصول کرنے کے لئے بھی پجاریوں اور پروہتوں کا ایک بڑا عملہ اوران کے ماتحت ہمہ وقت موجود ہوتے اسی طرح سے شہر کے کئی کارخانے ننار دیوتا کے مندر کے ماتحت قائم تھے۔ تجارتی کاروبار بھی بڑے پیمانے پر مندر کی طرف سے ہی ہوتا تاہم ان تمام امور کی انجام دہی اور دیوتا کی نیابت کی اہم ترین ذمہ داری پجاریوں کے ہاتھوں ہی انجام پاتیں۔

مورخین عراق کی قدیم وادی میسوپوٹامیا کو دنیا میں سب سے پہلا آفتاب پرستی کا مرکز قرار دیتے ہیں، ابتداء میں عراق چھوٹی چھوٹی کئی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا اور ہر ریاست میں الگ دیوتا اور مذہب تھا لیکن آگے چل کر بابلیوں کے یہاں بڑے دیوتاؤں میں سورج دیوتا شمس اور مردوک سمجھے جانے لگے جبکہ مردوک دیوتا کی شکل بیل سے مشابہہ ہے اوراس کو زمین کا دیوتا تصور کیا جاتا ہے چنانچہ جب حمورابی نے اپنا مجموعہ قوانین مرتب کیا تو اس نے ابتدائی کلمات میں اس بات کا اقرار کیا کے یہ قانون خود میری ذاتی اختراع نہیں بلکہ سورج دیوتا شمس کا ودیعت کردہ ہے اگر چہ بابلی سورج کو عظیم دیوتا مانتے اور اس کی مختلف شبیہات بھی بناتے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ علامتیں متروک ہوتی گئیں اور شمس دیوتا کے لئے

(20) کا عدد لکھا جانے لگا چنانچہ ۲۰ نمبر شمس دیوتا کی نمائندگی کا مظہر تصور کئے جانے لگا۔
بابل کی کھدائی کے دوران ملنے والے کتبات سے یہ معلوم ہوتا ہے کے اہل بابل تقریباً ۵،۰۰۰ دیوی اور دیوتاؤں کی عبادات کرتے قدیم بابل میں موجود ہر شہر کا الگ خدا ہوتا 'ار' شہر کا خدارب البلد ننار (چاند دیوتا) تھا تاہم حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کے بابل کے قدیم شہر 'ار' میں پیدا ہوئے جن کی قوم زبردست مظاہر پرست تھی انھوں نے اپنی قوم کو اس مظاہر پرستی اور سورج، چاند ستاروں کی عبادت سے سختی سے روکا۔
اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔۹؎

ترجمہ۔ ابراہیم کا واقعہ یاد کرو جب اس نے اپنے باپ آذر سے کہا، کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں، ابراہیم کو ہم اس طرح سے

زمین اور آسمان کے نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لئے دکھاتے تھے کے وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے، جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ ڈوب گیا تو وہ بولا کے ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں پھر جب اسے چاند چمکتا نظر آیا تو اس نے کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے کہا اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہوں میں شامل ہوجاتا پھر جب اس نے سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے اور یہ سب سے بڑا بھی ہے مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو ابراہیم پکار اٹھا اے برادران قوم میں ان سب سے بے زار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اسی ہستی کی جانب موڑ لیا ہے جس نے زمین و آسمانوں کو پیدا فرمایا اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں پھر اس کی قوم اس سے لڑنے لگی تو اس نے کہا! کیا تم لوگ اللہ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے راہ راست دکھائی اور میں تمھارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا۔

بابلی سورج، چاند، ستاروں، اجرام فلکی اور دیگر قدرتی چیزوں کی عبادات کیا کرتے وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کی خاطر ان پر مال وزر، سونا، چاندی، غلہ، اناج، اور شراب کے چڑھاوے چڑھاتے اور اپنی مصیبتوں میں انھیں پکارتے اور ان سے مدد طلب کرتے یہی وجہ تھی کے وہ بیماری، پریشانی، فصل کی خرابی، زمینی آسمانی آفات وبلیات اور دیگر تمام مواقعوں پر اپنے دیوتاؤں کے حضور اپنی حاجات کو نہایت عاجزی سے پیش کرتے اس کے ساتھ ہی مختلف دیوی دیوتا جن میں محبت کی دیوی 'عشتار' (جو بعد میں وینس کہلائی) اس کی بھی عبادت کی جاتی اور ہر سال اس کے اعزاز میں موسم بہار کے آغاز میں جشن منایا جاتا زمین کے دیوتا مردوک کی شکل (بیل کے جیسی تھی) اس کا بھی سالانہ جشن منایا جاتا جس میں

تمام لوگوں کی شرکت ضروری تھی بالکل اسی طرح سے آسمان کا دیوتا آنو جو آسمان سے بارش برساتا اگر وہ غضب ناک ہوکر تیز ہوائیں اور طوفان بپا کرتا تو اہل بابل اس کے آگے جھک کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے چڑھاوے چڑھاتے اور ان چڑھاؤں کو چڑھانے کے دوران مذہبی پروہت کچھ مذہبی اشلوک بھی پڑھا کرتے ۔

اہل بابل کا یہ ماننا تھا کے دنیا میں ہر طرف شیطانی قوتوں اور بدروحوں کا راج ہے جو کے انسانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں ان بدروحوں اور شیطانی طاقتوں کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں، پریشانیوں، دکھ درد اور موت کا شکار ہوتے ہیں لہٰذا ان سے چھٹکارے کے لئے جنتر منتر اور جادو وسحر کا سہارا لینا بہت ضروری ہے اس غرض کے لئے وہ اپنے گھر کے دروازوں پر محافظ دیوتاؤں کے بتوں کو نصب کرتے تا کہ ان شیطانی قوتوں سے محفوظ و مامون رہ سکیں اور اگر کوئی شخص بیمار پڑ جاتا تو بری آتما سے نجات کے لئے وہ جھاڑ پھونک اور جنتر منتر کا سہارا لیتے ۔

ان کی مذہبی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کے ان دیوتاؤں نے مٹھی بھر مٹی سے تمام انسانوں کو پیدا کیا تاہم علم کے دیوتا 'عوآنس' نے انسانوں کو علم وحکمت کی تعلیم دی لیکن زمین پر کچھ ہی وقت گزرا تھا جب انسانوں نے فساد پھیلایا اور دیوتاؤں کو ناراض کیا جس کی وجہ سے ایک عظیم طوفان بھیجا گیا اور اس طوفان کی وجہ سے زمین پر سے تمام مخلوق نیست ونابود ہوگئیں صرف ایک مرد 'شمس تپشم' اور اس کی بیوی بچ گئی تمام دیوتاؤں نے آپس میں مشورہ کیا کے کسی طرح سے شمس تپشم اور اس کی بیوی کو بچایا جائے جس کے لئے ایک کشتی بنائی گئی جس میں یہ دونوں سوار ہوئے اور جب سیلاب تھما تو ان کی کشتی ایک پہاڑ پہ جا کر رکی اور اس دنیا میں دوبارہ انسانوں کی آبادی بڑھی ۔

بابلیوں کا نظریہ حیات بعد ازممات اور مردے کی آخری رسومات

Babbylon view of life after death and Funeral

بابلیوں میں مرنے کے بعد جی اٹھنے کا نظریہ نہیں پایا جاتا اور وہ اس دنیا اور اس کی رنگا رنگی کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے چنانچہ وہ تمام عمر اپنے دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے نہایت ادب واحترام سے ان کے گیت گاتے، ان کے بتائے ہوئے احکامات پر چلنے کی کوشش کرتے، ان سے اپنی حاجات طلب کرتے اور ان کے سالانہ جشن بھی مناتے بابلیوں کو اپنی غلطیوں اور گناہوں کا بہت احساس رہتا اگرچہ ان کے عقیدے کے مطابق اس سے انھیں کوئی فرق بھی نہ پڑتا لیکن پھر بھی وہ اپنے دیوتاؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان سے معافی طلب کرتے کیونکہ ان گناہوں کی اصل وجہ شیطانی قوتوں ہیں چنانچہ وہ اپنے گناہوں پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے دیوتاؤں کے چرنوں میں جانوروں کی قربانی پیش کرتے مرنے کے بعد بابلی اپنے مردوں کو نہلا دھلا کر اور خوشبو لگا کر دفناتے جبکہ مردوں کے ہاتھوں میں انگوٹھیاں بھی پہناتے دنیا میں بابلی قوم سے زیادہ توہم پرست کوئی دوسری قوم نہیں ان کا یہ ماننا تھا کے کائنات کی ہر شے کسی نہ کسی انداز سے ان پر اثر انداز ہے چنانچہ وہ اپنے خواب، ستاروں کی چال، موسم کی تبدیلی، کوئی واقعہ یا حادثہ، بارش، قحط، طوفان ،حتیٰ کے وہ بلیوں اور کتوں کی حرکات سے بھی کوئی نہ کوئی معانی اخذ کرتے ہوئے اس کی پیش بندی کرتے۔۱۰۱

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

اہل بابل ابتداء میں زراعت سے وابستہ تھے لیکن اس میدان میں انھوں نے کوئی

خاطر خواہ ترقی نہیں کی شروع میں تو پتھر کے کھرپوں سے زمین جوتی جاتی لیکن 1400 ق م میں انھوں نے ہل ایجاد کیا جس کو چلانے کے لئے اسے بیل کے ساتھ منسلک کیا جبکہ طغیانی کی صورت میں اپنے کھیتوں اور فصلوں کو اضافی پانی سے محفوظ رکھنے کے لئے انھوں نے کئی گڑھے، پشتے اور تالاب بنائے تا کہ اضافی پانی کو یہاں محفوظ کیا جا سکے اور وقت ضرورت اس پانی کو کھیت کھلیانوں میں استعمال کیا جا سکے تاہم نہروں کی تعمیر بھی کی گئی تا کہ سیلاب کے پانی کو نہروں میں منتقل کیا جا سکے اس ضمن میں بخت نصر قابل ذکر حکمران ہے جس کے دور میں کئی نہریں تعمیر کی گئیں اور نظام آبپاشی کو منظم کیا گیا تاہم ایک بڑے تالاب کے بھی آثار موجود ہیں جو ایک سو چالیس میل رقبے پر بنایا، ان تمام تعمیرات پر کافی سرمایہ بھی خرچ کیا گیا ان کی زمین زرخیز تھی جس میں گیہوں، جو، چنا، کھجوریں، زیتون، انگور اور کئی پھل پیدا کئے جاتے جبکہ ان پھلوں کی اضافی مقدار کو یونان اور روم بھیجا جاتا۔ اس کے علاوہ کئی اقسام کے پھولوں کے درخت اور سبزہ بھی اگایا جاتا اور شہر کی خوبصورتی کے لئے کئی باغات بھی لگائے گئے ان کھیت، کھلیانوں اور باغات میں کسان، مزدور، نگہبان اور غلام کام کیا کرتے۔

بابلی قوم ابتداء میں زراعت سے وابستہ تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے صنعت وحرفت اور تجارت میں بھی اپنا کردار ادا کیا ابتداء میں وہ پتھروں سے بنی اشیاء بناتے لیکن حمورابی کے دور میں دھات کا استعمال بھی شروع ہوا اور دھات کے اوزار وہتھیار بنائے گئے جس میں لوہا، سیسہ، سونا، چاندی اور پیتل شامل تھے جن کے ذریعے کئی گھریلو استعمال کی اشیاء بنائی گئیں رفتہ رفتہ کپڑے کی صنعت نے بھی ترقی کی بعدازاں یہاں چمڑے سے بھی مشکیزے اور دیگر ساز وسامان بنایا جانے لگا بابلی کار چوبی اور زری کے کام سے بھی واقف تھے اس کے ساتھ ہی وہ کپڑے کو رنگنے کے فن سے بھی آراستہ تھے، کھدائی

کے دوران ملنے والے برتنوں سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کے وہ اس فن میں بھی ماہر تھے کیونکہ جگہ جگہ برتن بنانے کے چاک کے آثار دستیاب ہوئے، بابلی تجارت سے زیادہ لگاؤ رکھتے کیونکہ ان کی مختلف دستاویزات اور تختیوں پر کندہ تحریروں سے یہی اندازہ ہوتا ہے کے وہ تجارتی معاہدوں کو لکھا کرتے نیز لین دین، تبادلہ مال، کاروبار میں شراکت، تجارتی معاہدوں اور قرضوں سے متعلق ان کی تجارتی سرگرمیوں اور دلچسپی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے تاہم ایک طرف ان کے سماج کا خوشحال طبقہ جو خاصا آسودہ تھا دوسری جانب غربت اور غلامی کا بھی پتا چلتا ہے کیونکہ عوام کی ایک بڑی تعداد محنت کش تھی۔

ان کے بازاروں میں غلاموں کی خرید وفروخت کی جاتی بالخصوص جنگوں میں پکڑے گئے قیدیوں کو بازار میں بیچا جاتا تاہم جو بھی ان غلاموں کو خریدتا وہ ان کا مالک تصور کیا جاتا جبکہ ان غلاموں کی شادیاں کنیزوں سے ہوتیں جن کی اولادیں بھی مالک کی غلام تصور کی جاتیں اس دور کی کندہ دستاویزات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کے بابلیوں کی آمدنی کا بڑا حصہ قیدی غلاموں کی فروخت سے حاصل کیا جاتا تاہم بابلی سماج میں مالک کی یہ ذمہ داری تھی کے وہ اپنے غلاموں کو روٹی، کپڑا اور علاج کی سہولیات فراہم کرے جبکہ غلاموں سے مکمل وفاداری اور ہر قسم کے کام کاج کی امید کی جاتی۔

دجلہ وفرات کے کنارے آباد وادی خشکی اور سمندری تجارت کے لئے نہایت موزوں تصور کی جاتی چنانچہ خلیج فارس کے ذریعہ ہندوستان سے تجارت کرنا آسان تھا، ہندوستان، چین، مصر، شام اور ایشیاء کوچک کے تجارتی قافلے بھی انھی شاہراہوں سے گزرا کرتے لہٰذا ان تجارتی گزرگاہوں کی وجہ سے ان علاقوں کی اہمیت مسلم تھی عام طور پر بابلی لوہا، تانبہ، ٹن اور خام مال دوسرے ممالک سے درآمد کرتے اور بدلے میں لکڑی، زیورات،

کپڑے، دھات کے بنے اوزار و ہتھیار برآمد کرتے۔

ہر شہر میں تجارتی سامان کی مناسب حفاظت کا انتظام تھا جس کے لئے بابلیوں نے بڑے بڑے گودام تعمیر کئے باہر سے آنے والے تاجروں کے قیام اور ان کی رہائش کا بھی نہایت معقول انتظام موجود تھا یہی نہیں بلکہ تجارتی لین دین اور گفت وشنید کے لئے بھی مخصوص جگہیں تھیں بابل کی کھدائی کے دوران تجارتی لین دین اور لکھت پڑھت میں پروہت اور مذہبی رہنماؤں کی شرکت کے شواہد بھی ملے ہیں یعنی پروہت اور مذہبی رہنما آسان ریاضی کے طریقوں اور بہی کھاتے لکھنے اور حساب کتاب کے فن سے آراستہ تھے چنانچہ عام لوگ ان سے معاونت طلب کرتے، گو کے اس دور میں سکہ ایجاد نہ ہوا تھا چنانچہ قیمت کا حساب چاندی کے وزن ثقل سے شمار کیا جاتا جبکہ ایک ثقل چاندی کی قیمت 1/8 سونے کے برابر تھی اگرچہ ان سونے اور چاندی کی مثقال پر کوئی سرکاری مہر ثبت نہ تھی لیکن لین دین میں یہی صورت اختیار کی جاتی تاہم سود پر لین دین بھی عام تھا اگرچہ بینک موجود نہ تھے لیکن قیمتی اشیاء اور مال وزر بڑے، امیر اور دیانت دار افراد کے پاس رکھوائے جاتے تاہم اس مال کو عموماً ضبط تحریر میں لیا جاتا بصورت دیگر مال کو نقصان پہنچنے یا مقروض کی قرض کی عدم ادائے گی کی صورت میں مقروض کی اولاد کو تین سال کے لئے غلام بنایا جاتا، مہاجن سود پر قرضے دیا کرتے اور عام طور پر کاشتکاروں اور مزدوروں کو یہ قرضے دیئے جاتے بابلی سماج میں سودی کاروبار کی وجہ سے ایک طبقہ امیر سے امیر اور دوسرا غربت کی انتہائی دلدل میں جا پھنسا، مقامی طور پر نقل وحمل کے لئے بیل گاڑیوں اور گھوڑوں کا استعمال کیا جاتا تاہم بخت نصر نے آمدورفت میں آسانی کے لئے گزرگاہوں کو پختہ اور ہموار کیا اور بڑی، چوڑی اور طویل شاہراہیں بھی تعمیر کرائیں ان تعمیرات سے تجارتی سفر میں آسانی اور وقت کی بچت ہوئی لیکن خشکی اور بحری سفر محفوظ نہ تھے

کیونکہ چور، لٹیرے اور سمندری قزاق لوٹ مار سے باز نہ آتے لہٰذا تاجروں کو اس حوالے سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا لیکن مجموعی طور پر حکومت کے ان ترقیاتی اقدامات کے نتیجے میں بابل کے بازاروں میں ہر وقت کثیر تعداد میں تاجروں اور اشیاء سرف موجود ہوتے جبکہ بسا اوقات ان بازاروں میں تل دھرنے کی جگہ بھی نہ ہوتی لہٰذا اس خرید وفروخت کے نتیجے میں ملک معاشی اور اقتصادی طور پر مستحکم ہوتا چلا گیا۔۱۱؎

جمہوریہ عراق: Republic of Iraq:

عراق جنوب مغربی ایشیاء کا ایک ملک ہے جس کا رقبہ 171600، مربع میل ہے یہاں کی آبادی دو کروڑ 25 لاکھ سے زائد ہے اس کے دارالحکومت کا نام بغداد ہے عراق دراصل دریائے دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ ہے اس کا قدیم نام میسوپوٹامیا یا بابل ہے اس کے جنوب میں کویت اور سعودی عرب۔ مغرب میں اردن اور شام۔ شمال میں ترکی جبکہ مشرق میں ایران واقع ہے اس کے جنوب مغرب میں صحرائے شام بھی ہے یہاں بحری آمدورفت خلیج فارس سے ہوتی ہے اور ملک کی اقتصادیات کا انحصار تیل اور زراعت پر ہے۔ یہاں کی تیل کی صنعت پر انگریزوں کا قبضہ ہے کیونکہ 1925ء کے معاہدہ کے مطابق 2000ء سال تک تیل کی کشید، صفائی اور برآمدات کے حقوق انگریزوں نے حاصل کر لئے ہیں اس کے علاوہ یہاں کھجور کی پیداوار بھی بڑے پیمانے پر کی جاتی ہے۔

عراق کی تاریخ کا آغاز بیرونی حملہ آوروں سے ہوتا ہے 3500 ق م اور 3200 ق م کے مابین دریائے فرات اور دجلہ کے سنگم پر واقع 'ار' کے مقام پر آکر آباد ہوئے اور انھوں نے سومیر کی دو تاج والی منسلک بادشاہت قائم کی۔ سومیری قوم نے غالباً سب سے پہلے پہیہ اور پہیے والی گاڑی ایجاد کی اس کے علاوہ انھوں نے کیونی فارم نامی طرزِ تحریر بھی

ایجاد کی ایسا معلوم ہوتا ہے کے سومیریوں کے قدیم ہندوستانی قوم سے بھی روابط تھے کیونکہ ان کے یہاں کی مہروں پر بعض ہندوستانی طرز کی اور جانوروں کی تصوریں کندہ تھیں جبکہ موئنجو داڑو کی کھدائی کے دوران بھی کچھ ایسی اشیاء برآمد ہوئیں جو سومیروں کے یہاں بھی پائی

جاتیں سومیری قوم اولین سپاہی منش قوم تھی تاہم سومیر اور عکاد کی حکومت 3200 ق م تک قائم رہی جس کے بعد اہل بابل نے یہاں اقتدار حاصل کیا اور اس پر عمور یا عامریوں کی حکومت قائم ہوئی یہ لوگ سومیریوں کے برعکس سامی النسل تھے جو غالباً شمالی شام سے آئے تھے حمورابی 2081 ق م ان کا سب سے مشہور حکمران تھا جس کے عہد حکومت میں حتی قوم اور شمال مغرب میں کاسی قوم نے شمال مشرق کی جانب کئی حملے کئے۔

1746 ق م میں ایک بادشاہ نے اپنے آپ کو تین مملکتوں سومیر، عکاد اور بابل کا بادشاہ قرار دیا اس نے ایک ایسے خاندان کی بنیاد رکھی جس نے آئندہ 400 برس تک بابل پر اپنی حکمرانی قائم رکھی پھر 1182 ق م میں ایلام سے ایک حملہ ہوا جس نے کاسی حکومت کو شکست دی اس کے چند برس بعد بابل میں بغاوت ہوگئی اور ایک مقامی خاندان 'پاشئے' کے ہاتھ میں عنان اقتدار آ گیا جس نے 132 برس تک بابل پر حکمرانی کی حتی کے ایل اشور نے 1025 ق م میں اس خاندان کے سب سے نامور بادشاہ بخت نصر اول کو شکست دی۔

738 ق م کے قریب یعنی تقریباً دو صدیوں تک اندرونی خلفشار کے بعد بلاآخر تمام بابل ایل اشور کی عملداری میں آ گیا جبکہ تاریخی شواہد یہ بتاتے ہیں کے ایل اشور نے سب سے پہلے ڈاک رسانی کا شعبہ قائم کیا ان کا دارالحکومت نینوا بنا۔

625 ق م کے قریب بابل پھر برسر اقتدار آئے اور وہاں نبوکدنضر دوم نے ایک ایسی سلطنت قائم کی 539 ق م تک قائم رہی۔ 539 ق م میں بابل پر پھر ایل ایلام نے حملہ کیا اور ان

کے آخری بادشاہ یل شیرز کو شکست فاش دی۔ فارس کا بادشاہ سائرس ایک فاتح کی حیثیت سے بابل میں داخل ہوا اگرچہ بابل کے شہر کو ایرانی عہد حکومت میں بھی اقتدار حاصل رہا مگر اب بابل ایک تجارتی مرکز تھا جس کی پہلے جیسی سیاسی اور فوجی اہمیت باقی نہ تھی جو کبھی اشوری عہد حکومت میں حاصل تھی۔

عراق پر فارس کی حکومت 331 سے 539 ق م تک قائم رہی اس کے بعد ۱۴۱ ق م تا 1341 اس پر سکندر مقدونی اور اس کے جانشین جرنیل حکمران رہے اس کے بعد ۱۴۱ ق م سے 226ء تک اس پر پاتھیا کی حکومت رہی 226ء تا 637ء تک اس پر ساسانی بادشاہوں کا تسلط قائم رہا اور 641ء سے 1258ء تک اس پر حجازی النسل مستولی حکمران رہے۔

مسلمانوں نے عراق پر پہلا حملہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں خالد بن ولید کی زیر قیادت 632ء میں کیا جس کے بعد آئندہ پانچ برسوں تک مسلمان تمام عراق پر چھا گئے 750ء کے قریب اس پر بنی عباس کی حکومت قائم رہی ان کے دور اقتدار میں جو کے 1258ء تک قائم رہا اہل عراق پر ایران کے تمدن کے اثرات نمایاں ہونے لگے پھر بنی عباس کے بعد یکے بعد دیگرے منگول، ترک اور سفاری حکمرانوں نے یہاں اپنی دھاک بیٹھائے رکھی جن کا مجموعی دور اقتدار 1258ء سے 1534ء تک قائم رہا۔ اس کے اختتام پر عراق عثمانی ترکوں کی عملداری میں آ گیا۔ اور 1918ء تک ان کے زیر تسلط رہا۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر 1920ء میں عراق کو برطانیہ کی تولیت میں دے دیا گیا 1921ء میں انگریزوں نے شاہ فیصل اول کو عراق کا بادشاہ بنایا 1924ء میں عراق میں ایک نیا آئین نافذ ہوا جس کی رو سے یہ طے پایا کے بادشاہ کے اختیارات محدود ہوں گے اور وہ پارلیمانی حکومت کی زیر ہدایت کارفرما ہوگا۔ شاہ فیصل اول جو کے سابق شاہ شریف حسین

کے فرزند اور شاہ اردن عبداللہ کے سوتیلے بھائی تھے 8 ستمبر 1933ء میں انھوں نے وفات پائی ان کے بعد ان کا بیٹا غازی عراق پر تخت نشین ہوا جس نے 1934ء سے 1939ء تک حکومت کی ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے شاہ فیصل ثانی کو بادشاہ بنادیا گیا لیکن وہ اس وقت کم سن تھے لہٰذا ان کے چچا عبداللہ ان کے سرپرست مقرر ہوئے۔

امیر فیصل دوم کی تاج پوشی کی رسم 1953ء میں ادا ہوئی امیر عبداللہ کو ولی عہد مقرر کیا گیا پھر جولائی 1953ء میں جنرل عبدالکریم قاسم نے امیر فیصل کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور انھیں قتل بھی کردیا اس کے ساتھ ہی ملک کا اقتدار ایک انقلابی کونسل کے سپرد کردیا۔

1963ء میں عبدالسلام عارف نے جو قاسم کے ایک حلیف تھے انھوں نے عراق میں فوجی بغاوت کر کے ملک کا اقتدار اپنے ہاتھوں میں لیا اس نے عبدالکریم قاسم کو پھانسی بھی دی 1966ء میں عبدالسلام عارف ایک فضائی حادثے میں جان بحق ہوئے ان کے بعد ان کے بھائی عبدالرحمن عارف تخت نشین ہوئے۔

1967ء میں اسرائیل (یہودیوں) سے چھ روزہ جنگ میں عربوں کی شکست کے بعد جنرل عبدالرحمن عارف نے ایک نئی وزارت قائم کی۔

1968ء میں پرامن فوجی انقلاب کے ذریعے جنرل عارف کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور جنرل احمد حسن البکر نے انقلابی کمانڈ کونسل کی قیادت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ 1969ء میں حسن البکر نے صدارت سے استعفیٰ دیا جبکہ 16 جولائی 1969ء میں صدام حسین نے صدارت کے عہدے کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

عراق کی حکومت پر امریکہ کی طرف سے یہ بھی الزام ہے کہ اس نے تباہ کن ایٹمی ہتھیار بنائے جس کی وجہ سے اسے اس کی بھاری قیمت چکانی پڑے گی امریکی صدر

جارج بش نے یہ اعلان کیا کے امریکہ عراق پر ضرور حملہ کرے گا اور امریکہ نے واقعتاً عراق پر حملہ کر دیا۔ ۱۲؎

2003ء میں امریکہ نے عراق میں صدام حسین کی حکومت کو ختم کرتے ہوئے ایک عبوری حکومت تشکیل دی اور کچھ عرصے کے بعد انھیں سرعام پھانسی پر بھی لٹکا دیا۔

فن تحریر: Mode of writing:

بابلی زبان حروف تہجی پر مشتمل نہ تھی بلکہ اپنے مدعا کی وضاحت کے لئے بابلی خاکے اور اشکال سے مدد لیا کرتے ایک اندازے کے مطابق ان اشکال اور خاکوں کی تعداد 300 کے لگ بھگ تھی جبکہ ان اشکال اور خاکوں کو ذہن نشین کرنا بھی آسان نہ تھا تاہم بابل کے آثار قدیمہ سے ایک مدرسہ اور اس کی جماعت کی باقیات دستیاب ہوئیں جن میں کچھ تختیاں جن پر مختلف اشکال اور خاکے کندہ ہیں بابل میں پروہت اور پجاریوں کے بیٹوں اور بیٹیوں کو مدرسوں میں لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا وہ مختلف اشکال کو سیکھتے اور سمجھتے اس کے علاوہ انھیں چھوٹے بڑے فقروں کی تراکیب اور فرہنگ بھی سکھائی جاتی اور حساب کتاب کو لکھنا بھی بتایا جاتا چنانچہ وہ مٹی کی تختیوں پر انھیں لکھنا سیکھتے تھے۔ ۱۳؎

ادب: Literature:

بابلی ادب کو کبھی مصری ادب کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی بابلی ادب میں اتنی سکت اور گہرائی ہے کے اس کو دیگر تہذیبوں کے تخلیق کردہ ادب کے مقابل پیش کیا جاسکے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کے بابلی کندہ تحریروں کا جتنا ریکارڈ بھی دستیاب ہے وہ سب کا سب یا تو قانونی دستاویز ہے یا پھر تجارتی معاہدے، بیعانوں، سودی لین دین اور قرضوں کے حساب کتاب پر مبنی ہے اس کے علاوہ بابلی ادب مذہبی گیت اور بھجن کی شکل

میں بھی دستیاب ہے جو کے بابلی قوم اپنے دیوی دیوتاؤں کی شان میں گایا کرتے تاہم یہ گیت اوربھجن سومیری زبان میں لکھے ہیں جو بابلی ادب میں خاص اہمیت کے حامل تصور کئے جاتے ہیں اگرچہ تمام بابلی ادب ان ہی گیتوں اوربھجن سے بھرا پڑا ہےاس کے علاوہ بابلی ادب میں دیوتاؤں کی طرف سے دنیا اور انسانوں کوتخلیق کرنے، ایک بڑے طوفان (غالباً طوفان نوح) کی آمد، اس کے نتیجے میں پھیلنے والی تباہی، دیوتاؤں کا غیظ وغضب، پھرطوفان کے تھمنے اوردنیا میں دوبارہ آبادی کے قیام سے متعلق روایات موجود ہیں۔

دوسری جانب حمورابی کا مجموعہ قوانین جوایک سیاہ بسالٹ کی سل پر کندہ ہے یہ ضابط قانون خود اہل بابل کے لئے قابل عزت ہے اس کے علاوہ حمورابی کے تحریر کردہ تقریباً ۵۵ خطوط جواس نے اپنے گورنراور دیگر عہدے داران کے نام لکھے جن میں محاصل کی آمدنی، ملکی انتظامات سے متعلق احکامات، قانون کی عملداری، سزاؤں کی ہدایت اور حکومتی عملے کی حاضری کے ریکارڈ کومنظم کرنے سے متعلق ہدایات موجود ہیں۔

بابل میں خط نویسی اور دیگر کندہ تحریروں کے لئے مخصوص عملہ اور خط نویسوں کی ایک بڑی تعداد ہروقت موجود رہتی لیکن بابلی سماج میں تعلیم کی کمی کی وجہ سے ان منشیوں اور محرروں کوکافی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا چنانچہ سرکاری عہدے کے حصول کے لئے فرد کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری تھا جن کی سماج مین بڑی قدرومنزلت کی جاتی اورانھیں معزز سمجھا جاتا تاہم یہ پڑھے لکھے لوگ اپنی علمی قابلیت کا اظہار کرتے اگرچہ بابلیوں کے پاس مصریوں کی طرح کاغذ نہ تھا چنانچہ وہ مٹی کی سلوں پر پنسل کوگیلا کرکے تحریر کندہ کرتے بعدازاں اس تحریر کو دھوپ میں سکھاتے بعدازاں اس پر متعلقہ شخص کا نام تحریر کرکے قاصد کے ذریعے اس کو بھیجا جاتا پھران مٹی کی تختیوں کوطاق میں سنبھال کر رکھا جاتا۔

زمانے کی گردش کے پیش نظر لائبریری کے آثار تو معدوم ہو چکے لیکن جو بھی بھجن یا مذہبی گیت اور جنتر منتر کی شکل میں تحریری ریکارڈ تھا وہ مندروں میں رکھا جاتا لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ وہ بھی معدوم ہو گئے لیکن مورخین یہ بتاتے ہیں کے ہر شہر میں لائبریری تھی جہاں مٹی کی تختیوں پر کندہ تحریر موجود تھی تاہم زمانے کی دست وبرد سے مٹی کی یہ کمزور تختیاں محفوظ نہ رہ سکیں 'بورسیپا' کی لائبریری میں 30,0000 بابلی عہد کی تختیاں پائی گئیں جنھیں اشور بنی پال نے محفوظ کیا چنانچہ یہ تختیاں بابلی عہد اور اس کی تہذیب کو سمجھنے میں بہت معاون تصور کی جاتی ہیں۔

اہل بابل کی بڑی تعداد تجارت پیشہ تھی لہٰذا ان کی بیشتر تحریریں تجارتی لین دین یا ان خطوط پر مشتمل ہیں جن میں حساب کتاب یا اس سے متعلق پیغامات درج ہیں اس کے علاوہ بابلی ادب میں ہمیں کچھ جانوروں کی کہانیاں بھی ملتی ہیں، عشقیہ شاعری بھی موجود ہے اس کے علاوہ بادشاہوں کی فتوحات، ان کی عظمتوں کا بیان، ان کی بہادری کے قصائد اور بادشاہ بطور خدا کا سایہ اور اس کی شبیہ کے کئی آثار ہمیں تحریری شکل میں ملتے ہیں۔

گل گامش کی داستان: Gulgamesh Epic:

گل گامیش کی داستان تقریباً 2000 ق م میں مٹی کی بارہ تختیوں پر تحریر کی گئی مشرق وسطی میں اس داستان کو ایک قدیم اور اہم داستان کی حیثیت حاصل ہے گل گامش ایک نہایت خوبصورت اور وجیہ بابلی بادشاہ تھا جو کہ دیوتا شمش پشتم کی اولاد تھا جو 'اروک' (موجودہ الورکہ عراق کا ایک شہر) پر حکومت کرتا چنانچہ اس داستان کے مطابق! گل گامش کو دیوتاؤں نے وحشیوں سے لڑنے کے لئے منتخب کیا اور اس نے ایک طویل جدوجہد کے بعد ان وحشیوں سے جنگ کے بعد صلح کی اور وہ سب آپس میں دوست بن گئے پھر 'عشتار دیوی' (محبت کی

دیوی) نے گل گامش کی بہادری اور شجاعت کو دیکھ کر اسے پیغام محبت دیا لیکن گل گامش نے ’عشتار دیوی‘ کے پیغام محبت کو رد کر دیا جس کے نتیجے میں ’عشتار دیوی‘ نے آسمان سے ایک بلا سانڈ کو بلایا اور اس کو بابل شہر کو تباہ کرنے کی ذمہ داری سونپی لیکن گل گامش نے اس بلا سے سخت مقابلہ کیا اور اس کو مار بھگایا اسی داستان میں آگے ایک طوفان عظیم (طوفان نوح) کا بھی ذکر موجود ہے اسی داستان میں گل گامش نے ’دیوتا شمش پشتم‘ سے ابدی زندگی کا راز معلوم کیا جس کے جواب میں دیوتا نے اسے ایک سمندری پودے کے بارے میں بتایا گل گامش نے نہایت کٹھنائیوں سے گزر کر اس سمندری پودے کو حاصل کیا لیکن اس پودے کو ایک بڑے اژدھے نے چرالیا اس غم میں گل گامش مر گیا اگرچہ اس کہانی کے مختلف زبانوں میں کئی تراجم کئے گئے اور اسے عوامی مقبولیت حاصل رہی جبکہ یونانی اساطیر میں بھی گل گامش سے اخذ شدہ اثرات پائے جاتے ہیں ۔[۴]

اہل بابل نے علم نجوم میں بھی کئی کمالات دکھائے جو سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں تک منتقل ہوتے گئے بابلی ستاروں کی چال سے انسانوں کی قسمت ،ان کی زندگی پر اس کے سعد ونحس اثرات ، بحری جہاز اور قافلوں کے راستوں کا تعین کرتے اس کے ساتھ ساتھ وہ ان ستاروں اور سیاروں سے وابستہ دیوی دیوتاؤں کی پوجا بھی کیا کرتے تاہم ان لوگوں نے اپنی عمارتوں کی تعمیر میں ان سات ستاروں اور ان کی شبیہات کو شامل کیا بابلی سورج ، چاند اور ستاروں کی نہ صرف عبادات کرتے بلکہ آسمان پر چاند کی گھٹتی بڑھتی شکل سے بھی پیشن گوئیاں اخذ کرتے جیسے کے ابتدائی تاریخوں کے چاند (ہلال) کو بادشاہ کے لئے سعد ، دشمنوں پر فتح مندی اور ظفر مندی کی علامت تصور کیا جاتا اسی طرح سے سورج اور چاند گرھن کے انسانی زندگی پر اثرات کو بھی اہمیت حاصل تھی ۔ ماہر نجوم اپنی پیشن گوئیوں کے سبب اہل دربار میں

شہنشاہوں ، امراء اور وزراء کے قریب سمجھے جاتے اور سعد پیشن گوئیوں کے نتیجے میں قیمتی انعامات کے مستحق قرار پاتے یہی نہیں بلکہ اہل بابل نے علم ہئیت میں بھی کافی دسترس حاصل کی اور آسمان اور اس پر موجود ستاروں کی تصویر کشی اور ان سے نتائج اخذ کئے بخت نصر کے دور حکومت میں علم فلکیات نے کافی ترقی کی جبکہ ماہرین ہئیت نے چاند اور سورج کے مدار کا خاکہ ترتیب دیتے ہوئے بارہ بروج کے منطقوں کو بھی ترتیب دیا اور وہ ستاروں اور سیاورں کے فرق سے بھی واقف ہوئے۔

اہل بابل نے چار موسموں کو دریافت کرتے ہوئے ان مہینوں کا تعین کیا اور سال کو بارہ قمری مہینوں میں تقسیم کیا ان کے حساب کے مطابق سال کے 354 دن تھے جنھیں وہ مختلف مہینوں میں شمار کرتے اسی طرح سے انھوں نے ایک مہینے کو چار ہفتوں میں تقسیم کیا ایک منٹ میں ۶۰ سیکنڈز کو بھی ترتیب دیا اس کے علاوہ انھوں نے پانی اور سورج سے چلنے والی گھڑیاں بھی بنائیں۔

اہل بابل کی غالب اکثریت تجارت سے وابستہ تھی لہٰذا وہ ادب کے میدان میں خاطر خواہ کمالات نہ دکھا سکے تاہم علم ریاضی میں انھوں نے ترقی کرتے ہوئے دائرے کو ۳۶۰ درجے میں تقسیم کیا اور ریاضی میں ساٹھ (Sexagesimal) کا قاعدہ بھی ایجاد کیا جس سے حساب کتاب میں آسانی پیدا ہوئی بعدازاں اسی فارمولے کے تحت رقبے کی پیمائش میں بھی آسانی ہوئی انھوں نے گنتی کے لئے کچھ اشکال مرتب کیں جس کی وجہ سے وہ با آسانی حساب کتاب کرلیا کرتے۔

اہل بابل نے طب اور جراحی میں کوئی قابل قدر خدمات انجام نہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کے انسان کے بیمار پڑنے کی اصل وجہ بدروح اور شیاطین کا انسانی جسم میں سرائیت

کر جانا ہے ان کے خیال میں تمام بیماریوں کا واحد علاج جنتر منتر ہے حمورابی کے دور اقتدار میں اس سلسلے میں کچھ پیش رفت ہوئی اور طبیبوں اور جراحوں کے لئے فیسوں کا تقرر کیا گیا جبکہ زیادہ فیس لینے والے طبیب کو سزا بھی دی جاتی اگر چہ غریب مریضوں کے لئے سستی دواؤں کے انتظامات بھی کئے گئے لیکن مجموعی طور پر بابلیوں کی توہم پرستانہ سوچ نے علم طب کی ترقی میں روکاوٹیں قائم کیں۔۱۵؎

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

گنبد (Dome):

گنبد ایک کرہ نما چھت ہے۔ جو انیسویں صدی تک صرف اینٹوں، پتھروں یا لکڑی سے بنائے جاتے تھے لیکن اب یہ لوہے، کنکریٹ، اسٹیل، ایلومینیئم اور پلاسٹک سے بھی بنائے جاتے ہیں گنبد کی تعمیر کا آغاز 6000 سال قبل قدیم میسوپوٹامیا میں کچی اینٹوں سے بنی گول جھونپڑیوں پر چھت ڈالنے سے ہوا بعد ازاں فن تعمیر میں گنبد کا باقاعدہ رواج مختلف تہذیبوں میں بھی کیا گیا۔

اہل بابل عمدہ نقاشی اور مصوری میں کوئی کمال نہ دکھا سکے اور نہ ہی ان کے فنی شاہ پاروں کو مصریوں کے فن کے مقابل پیش کیا جا سکتا ہے اگر چہ بابلی اپنے محلات اور منادر کی درودیوار پر تصاویر بنایا کرتے لیکن ان کے کام میں وہ نفاست اور باریک بینی نہ تھی جو مصریوں کے یہاں ملتی ہے جبکہ ان کے سنگ تراشی کے نمونے بھی کو قابل ذکر نہیں کیونکہ انھوں نے ایک ہی انداز اور اشکال کے کئی مجسمے ترتیب دئے اگر چہ بابل کے ہنرمندوں نے فرنیچر، آرائشی اشیاء اور زیورات بھی بنائے لیکن ان میں انتہائی حسن کی کمی بہر حال موجود ہے

بابلیوں کے یہاں فن تعمیر دوسروں کے مقابلے میں تھوڑا مختلف تھا کیونکہ بابل کے

یہاں پتھر باآسانی دستیاب نہ تھا ان کی تعمیرات میں پکی ہوئی اینٹوں کا استعمال ہوتا جسے وہ اپنے محلات، منادر، گزرگاہوں، باغات اور راہداریوں میں کرتے تاہم ان کی تعمیر کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کے وہ کئی منزلہ عمارتیں بناتے جو کافی بلند و بالا اور اونچی ہوتیں جس میں چکر دار زینے ہوتے جبکہ کئی عمارتوں کی چھتیں مخروطی بھی ہوا کرتیں اسی طرح سے اوپری منزل پر عام طور پر بت نصب کیا جاتا جبکہ سات منزلہ عمارات کو تعمیر کرنے کے پیچھے سات ستاروں کی مشابہت کو اختیار کرنا تھا کیونکہ بابل میں ان مقدس ستاروں اور سیاروں کی پوجا کی جاتی اس اعتبار سے سات منزلہ عمارت جو کے ستاروں اور سیاروں سے عقیدت کے نتیجے میں بنائی جاتی اس کی پہلی منزل زحل کے نام پر بنائی جاتی جس کا رنگ اسی مناسبت سے سیاہ رکھا جاتا، دوسری منزل زہرہ کو ظاہر کرتی جس کا رنگ سفید ہوتا، تیسری منزل عطارد، مریخ، مشتری، سورج اور چاند کو ظاہر کرتیں اور اسی مناسبت سے ان کے رنگ بھی مخصوص ہوا کرتے گھروں میں عام طور پر چیزوں کو رکھنے کے لئے طاق تھے جبکہ منادر کے باہر چبوترے بھی بنائے جاتے۔ مکانوں کی چھتوں کے لئے بانس اور چٹائیوں کا استعمال کیا جاتا جبکہ اوپر سے مٹی کو اچھی طرح سے لیپ دیا جاتا تاہم ستون کے لئے کھجور کے تنے استعمال کئے جاتے ان کے مکانوں میں کھڑکیوں کو رواج نہ تھا۔۱۶؎

نبوکدنضر دوم کے عہد حکومت میں بابل میں کئی منادر، محلات، فصیلیں، راہداریاں، پکے راستے اور گزرگاہیں تعمیر کی گئیں اور معلوم دنیا کا سب سے بڑا شہر جو ایک ہزار ہیکٹر (125000 ایکٹر) پر مشتمل تھا تعمیر کیا گیا۔

بابل کے معلق باغات

Hanging Gardens of Babbylon

بابل کے معلق باغات جو دراصل قدیم بابل میں محلات اور فصیلوں کے ایک مجموعے کا نام ہے اسے سب سے پہلے جرمن ماہرین آثار قدیمہ نے پہلی عالمی جنگ عظیم سے کچھ قبل دریافت کیا تھا بابل کے ان معلق باغات کا شمار دنیا کے سات عجائبات میں کیا جاتا ہے جبکہ روایات کے مطابق یہ باغات بابل کے عظیم بادشاہ نبوکدنضر دوم نے اپنی میڈیائی بیوی کے لئے لگوائے تھے۔

موسیقی: Music:

اہل بابل بھی موسیقی سے لطف اندوز ہوتے وہ خوشی اور مذہبی تقاریب کے موقع پر گیت اور بھجن گاتے چونکہ بابلیوں کا یہ ماننا تھا کے دنیا میں ہر طرف شیطانی قوتیں کارفرما ہیں جو انسانوں کو پریشان کرتی ہیں چنانچہ وہ ان شیطانی قوتوں اور بدروحوں سے نبٹنے کے لئے گانے بجانے کا اہتمام کرتے بادشاہ وقت نغمہ نگاروں اور فنکاروں کی سرپرستی کرتے ہوئے ان کے فن سے محظوظ ہوکر انھیں انعام واکرام سے نوازتے لہٰذا بابلی دور میں مختلف آلات موسیقی مثلاً بانسری، ڈھول، چنگ، بگل، دف اور دیگر ساز کو استعمال کیا جاتا۔۱۷

رسم الخط: The mode of writing:

بابلی زبان سامی، سومیری اور عکادی زبانوں سے مل کر وجود میں آئی اگرچہ اس کا رسم الخط سومیری تھا لیکن اس کی فرہنگ سومیری سے جدا تھی لیکن بابلیوں نے سومیری زبان کی گرامر اور فرہنگ تیار کی تاکہ طلباء کو سومیری زبان سمجھنے میں آسانی ہو کیونکہ دوران کھدائی نینوا

کی لائبریری سے کچھ ایسی تختیاں بھی برآمد ہوئیں جن پر گرامر اور فرہنگ کے رموز تحریر تھے جبکہ کچھ تحریروں سے یہ بھی معلوم ہوا کے شہنشاہ سارگون کے عہد حکومت میں یہ فرہنگ تیار کی گئی۔

ماہرین کے مطابق مصری زبان کی طرح بابلی زبان کو جاننا اور سمجھنا بھی بے حد مشکل ہے۔ 1835ء میں ایک دوسری کھدائی کے دوران بھی کچھ تختیاں برآمد ہوئیں جن پر آشوری، بابلی اور ایرانی زبان میں 'شہنشاہ دارا اول' کے قابل فخر کارنامے درج تھے جبکہ ماہرین اس حوالے سے یہ کہتے ہیں کے مسلسل بارہ برسوں کی جدوجہد اور محنت شاقہ کے بعد ہم ان تحریروں کو پڑھنے، سمجھنے اور اس کے مافی الضمیر کو جاننے کے قابل ہوئے۔

آرامی زبان: Aramaic Language:

آرامی زبان کو سامی یا سریانی زبان بھی کہتے ہیں جیسا کے تمام ماہرین بشریات اور آثاریات کا یہ ماننا ہے کے تمام نسل انسانی چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے تینوں بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولادوں سے ہیں لہٰذا ان میں سے سام کی اولادیں جو کے سامی النسل کہلاتی ہیں وہ افراد عرب، ایشیاء کوچک، عراق، شام، فلسطین، اور فونیشیاء میں پھیل گئیں ان تمام ممالک کی زبان کو سامی زبان کہتے ہیں سامی زبان میں فونیقی، آشوری، کلدانی، عبرانی، بابلی اور حطی زبانیں شامل ہیں جبکہ سامی زبان زیادہ تر شام میں بولی جاتی۔ شام کو دمشق کی خوبصورتی اور زرخیزی کی وجہ سے ارم یعنی بہشت کہا جاتا ہے اسی لئے سامی زبان کو سریانی یا آرامی زبان بھی کہا جاتا ہے۔

آٹھویں صدی قبل مسیح میں آرامی زبان مشرق وسطی کی بین الاقوامی زبان بن گئی اس وقت یہ زبان فارس کی سرکاری زبان قرار دی گئی اس زبان کی وسعت اور عروج کا زمانہ

چوتھی صدی قبل مسیح سے ساتویں صدی عیسوی تک کا ایک ہزار سالہ دور تھا ساتویں صدی عیسوی میں اس کی جگہ عربی زبان نے لی آرامی زبان کچھ عرصے کے بعد ہی دو بڑے گروہ میں تقسیم ہوگئی۔ا۔مشرقی آرامی۔۲۔مغربی آرامی۔

بنیادی آرامی زبان کے نوشتے اور ثبوت مختلف صورتوں میں ملے ہیں اگرچہ اب یہ زبان عربی، فارسی اور دیگر زبانوں میں تقسیم ہوکر اپنا وجود کھوبیٹھی ہے تاہم آج بھی مغربی آرامی زبان لبنان اور دمشق کے اردگرد اور مشرقی آرامی زبان جھیل ارمیہ اور آشور کے علاقوں میں بولی جاتی ہے یاد رہے کے فرانسیسی، لاطینی، انگریزی اور دیگر یورپی زبانیں اسی زبان کی مغربی شاخ سے نکلی ہیں جبکہ فارسی اور کسی حدتک عربی زبانیں اسی زبان سے تعلق رکھتی ہیں آرامی زبان عربی سے کس قدر ملتی جلتی ہے اس کا اندازہ ان آرامی الفاظ اور ان کے معانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

اخ (بھائی) بال (آقا) کلب (کتا) وباب (مکھی) زر (بیج) رس (سر) عین (آنکھ) لسان (زبان) سینن (دانت) سیمی (آسمان) لیلہ (رات) مائع (پانی) بیت (گھر) سلم (امن) اسم (نام)۔

عبرانی زبان: Hebrew:

عبرانی ایک سامی زبان ہے جو کے عبری یا اسرائیلی لوگوں نے سرزمین کنعان (فلسطین میں دریائے اردن کے مغرب کی طرف) پر تصرف پاتے وقت اختیار کی عبرانی کو کنعانی اور یہودیائی زبان بھی کہتے ہیں بائیبل میں یہی زبان استعمال کی گئی پھر آہستہ آہستہ قدیم عبرانی کی جگہ تیسری صدی عیسوی میں مشنہ (Mishnaic) عبرانی نے لے لی جدید عبرانی انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران قدیم زبان سے نکلی ہے زیادہ تر عہد نامہ عتیق کی

اصل زبان بارہویں تا دوسری صدی ق م میں بولی جاتی رہی ہے چونکہ کنعان سے فنیقیا کا خطہ منسلک تھا لہٰذا یہ گمان غالب ہے کے عبرانی زبان اپنی ابتداء میں فنفیقی زبان جیسی ہی ہوگی تاہم اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کے عبرانی اپنی دیگر زبانوں کی شاخ کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کی حامل زبان ہے یہی نہیں بلکہ تیسری صدی ق م میں فلسطین کے یہودی آرامی زبان بولا کرتے پھر جب انیسویں صدی عیسوی میں یہودی فلسطین میں آباد ہوئے تو انھوں نے عبرانی زبان کا استعمال شروع کیا جبکہ جدید عبرانی جس کو "Ivrit" بھی کہا جاتا ہے ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کی سرکاری زبان قرار دی گئی اس زبان کے ۲۲ حروف تہجی ہیں اور یہ بائیں سے دائیں جانب لکھی جاتی ہے۔

کنعانی: Canaanite:

قدیم شام اور فلسطین کی سامی زبانوں کا ایک گروہ جس میں عبرانی، فینیقی اور دیگر زبانیں شامل اور اس سے منسلک ہیں فینفیقی زبانوں میں قدیم ساحلی ریاستوں کے لہجے شامل تھے، عبرانی زبان دو بڑی کیٹیگریز میں آتی ہیں ا۔شمالی یا اسرائیلی۔ ۲۔جنوبی یا یہودیائی تاہم آس پاس کی دیگر اقوام بھی کنعانی بولنے والی پٹی سے منسلک تھیں جس میں سرزمین موآب کے باشندے شامل تھے۔

بابلی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Social Status of Babbylon Women's in Their Society

بابلی سماج میں عام طور پر مرد ایک ہی شادی کرتے اگرچہ مرد کے پاس حق طلاق ہوتا جسے وہ وقت ضرورت استعمال کرتا عورت سے مکمل وفاداری کی امید کی جاتی لیکن جو

خواتین اپنی گھریلو ذمہ داریوں یا بچوں کی درست تربیت نہ کرتیں انھیں سماج میں اچھی نظر سے نہ دیکھا جاتا اسی طرح سے اگر مرد اپنی ازدواجی زندگی میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے تو اس صورت میں بابلی سماج میں عورت کو یہ اختیار حاصل تھا کے وہ اس مرد کو چھوڑ کر دوسری جگہ شادی کرلے۔شادی بیاہ کے معاملات میں عام طور پر فریقین کی پسند اور مرضی کو اہمیت حاصل تھی۔

بابلی سماج کی عورت اپنی جائیداد اور مال وزر کی وارث خیال کی جاتی بہ وقت ضرورت وہ اپنی املاک کو فروخت کرنے کا اختیار بھی رکھتی وہ سماجی سرگرمیوں میں شریک ہوتی اپنا کاروبار کرتی، بازار میں خرید وفروخت کرتی جو خواتین پڑھی لکھی ہوتیں تو وہ محرری کے فرائض بھی انجام دیا کرتیں، بڑے گھرانوں کی خواتین بھی اپنے خدام کے ساتھ سفر کرتیں ان کے گھروں میں علیحدہ زنان خانے ہوتے، شادی بیاہ کے مواقع پر جہیز کے لین دین کا بھی رواج تھا جبکہ کم جہیز دینے کی صورت میں خواتین کو شوہر اور سسرال والے کے طعنوں اور نفرت کو بھی سہنا پڑتا، جہیز نہ ہونے کی صورت میں اکثر لڑکیاں کنواری رہ جاتیں، اسی طرح سے کم آمدنی والے خاندانوں میں عورت کئی بچوں کی ماں بنتی لیکن امراء کے یہاں زیادہ بچوں کی پیدائش کا رواج نہ تھا، خواتین اپنی آرائش وزیبائش کا اہتمام کرتیں اور زیورات، عمدہ رنگین وقیمتی لباس بھی زیب تن کرتیں، گو کے کہیں کہیں عورتوں کی خرید وفروخت بھی کی جاتی تاہم عصمت باختہ عورت کی اس سماج میں کوئی عزت نہ تھی، ایک انتہائی غیر انسانی اور غیر اخلاقی عجیب رسم بھی بابلی سماج میں موجود تھی اور وہ یہ کے ہر کنواری دوشیزہ کو اپنی زندگی میں شادی سے قبل وینس کے مندر میں کسی اجنبی کے ساتھ لازماً جنسی تعلق کو استوار کرنا پڑتا جس کے بدلے میں وہ نوجوان اس دوشیزہ کو کچھ مال وزر دیتا جسے اس سماج میں متبرک خیال کرتے

ہوئے اس پر فخر کیا جاتا عام طور پر یہ تمام مراحل مندر میں موجود پجاریوں اور پروہتوں کی موجودگی میں انجام پاتے جبکہ مرد اپنی پسند کی دوشیزاوں کی جھولی میں چاندی کا ایک سکہ ڈالتے اور اس طرح سے وہ دوشیزہ کچھ وقت کے لئے اس کی ہوجاتی گو کے یہ نہایت ہی تکلیف دہ اور غیر اخلاقی فعل تھا لیکن بابلی سماج میں اس کو قطعاً عصمت فروشی تصور نہ کیا جاتا بلکہ شاید اس کو مذہبی رنگ دے کر پروہتوں اور پجاریوں کے لئے جنسی بے راہ روی کے لئے ایک محفوظ راہ متعین کردی گئی تھی بعد ازاں ان دوشیزاؤں کو تاج پہنایا جاتا لیکن بابلی سماج میں عصمت فروشی کا کاروبار بھی ہوتا جس کے لئے مخصوص جگہیں موجود تھیں اور اس کی کوئی سزا بھی نہ تھی۔ ۱۸ ؎

حضرت ابراہیم علیہ السلام: Prophet Abraham:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء اور خلیل اللہ بھی کہا جاتا ہے آپ اللہ تعالی کے انتہائی برگزیدہ بندے تھے جنھیں اللہ تعالی نے نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا آپ ترتیب زمانی کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے بعد تشریف لائے جبکہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے اور آپ حضرت نوح کے بیٹے سام کی اولادوں میں سے ہیں یعنی آپ سامی النسل
ہیں، تورات کے بیان کے مطابق! حضرت ابراہیم کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام کی آٹھویں پشت ناحور سے ہوتے ہوئے ان کے بیٹے تارخ (آذر) سے جا ملتا ہے کیونکہ آپ کے والد کا نام قرآن کریم میں ' آذر' ہے لیکن تورات میں آپ کے والد کا نام تارخ بیان کیا گیا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ ۱۹؎

ترجمہ۔ جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تو بتوں کو خدا جانتا ہے، میں تجھے اور تیری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

تورات میں آپ کے والد کا نام تارخ بیان کیا گیا ہے جو کے حضرت نوح علیہ السلام کی آٹھویں پشت سے تھے اور بابل میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ لکھتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر بن تارح تھا جو نمرود کا چچازاد بھائی تھا قرین قیاس بھی یہی ہے کے آذر تاخ یا تارخ عربی کا لفظ ہے۔

امام راغب اصفہانی یہ لکھتے ہیں، حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا جیسے عربی میں آذر بنا دیا روایت میں آتا ہے آپ کے والد آذر نے 250 سال کی عمر پائی، بائبل کے مطابق جب تارخ (آذر) 70 برس کا ہوا تو اس کے یہاں ابراہیم، ناحور اور حاران پیدا ہوئے جب تارخ کی عمر 250 برس کی ہوئی تو حاران (ابراہیم کا بھائی اور لوط کا باپ) فوت ہوئے۔ ۲۰؎

آپ کے نسب کی تفصیل کچھ یوں ہے!

ابراہیم بن تارح بن ناحور بن ساروغ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالغ بن ارفخشند بن سام بن نوح ۔

اسی حوالے سے قرآن میں ارشاد خداوندی ہے!

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِيْمَ ۔ ۲۱؎

ترجمہ۔اور بے شک اسی کے طریق پر چلنے والوں میں ابراہیم بھی تھا۔

قرآن کریم میں آپ کا ذکر بڑے اکرام کے ساتھ کیا گیا اور قرآن کریم میں آپ کو امۃ الناس، امام الناس، حنیف، صدیق، خلیل یا دوست اور مسلم کہہ کر مخاطب کیا آپ ملت ابراہیمی کے جد امجد اور معمار کعبہ بھی ہیں اس کے ساتھ ہی کئی انبیاء کرام بھی آپ کی اولادوں میں پیدا ہوئے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۔۲۲؎

ترجمہ۔ہم نے (ابراہیم) کو اپنی رحمت میں سے حصہ دیا اور اس کا ذکر خیر بلند کیا۔

تلمود کے مطابق جس روز حضرت ابراہیم کی پیدائش متوقع تھی اس روز نجومیوں نے آسمان پر ایک روشن ستارہ دیکھا جس کی پیشن گوئی یہ کی گئی کے ایک ایسا بچہ اس سلطنت کی حدود میں پیدا ہونے والا ہے جو مملکت کے لئے خطرہ ثابت ہوگا چنانچہ بادشاہ وقت نے حکم جاری کیا کے سلطنت کی حدود میں پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے لہذا بادشاہی حکم کے مطابق ہر نوزائیدہ بچے کو بے دردی سے قتل کیا جانے لگا اسی اثناء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ 'اوشہ' کو جب آپ کی پیدائش کے آثار محسوس ہوئے تو آپ دور ایک پہاڑ کے غار میں جا کر روپوش ہوگئیں اور وہیں آپ کی ولادت ہوئی کچھ روایات کے مطابق آپ کی والدہ نے آپ کو دس برس کی عمر تک چھپائے رکھا

بائبل میں آپ کے نام کی وجہ تسمیہ کو اللہ تعالی نے اس طرح سے بیان فرمایا ہے!

دیکھو میرا عہد تمھارے ساتھ ہے اور تم بہت سی اقوام کے باپ ہوگے اور تمھارا نام ابرام نہیں بلکہ ابراہام ہوگا کیونکہ میں نے تمھیں قوموں کا باپ بنایا ہے۔۲۳؎

لفظ 'ابراہیم' چونکہ 'اب' اور 'ارحم' سے مرکب ہے لہذا اس کے معنی ہیں 'مہربان باپ'

بائبل کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام 2200 ق م میں عراق کے ایک شہر 'ار' میں پیدا ہوئے آپ کے دو بھائی حاران اور ناحور بھی تھے جبکہ آپ کے بھائی حاران کے بیٹے حضرت لوط علیہ السلام تھے یعنی حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھتیجے تھے) آپ کے والد آذر اوران کے خاندان کا تعلق کلدانیوں کے شہر 'ار' سے تھا جو کے قدیم بابل کا ایک متمدن شہر ہونے کی حیثیت سے اس دور میں اپنے اوج کمال پر تھا ایک اندازے کے مطابق اس شہر کی آبادی ڈھائی لاکھ یا تین لاکھ سے متجاوز تھی جبکہ یہ قوم انتہائی مادہ پرست، عیش وعشرت کی دلدادہ، خود غرض، سودخور اور کاروباری تھی اللہ تعالی نے اس قوم کو مال کی محبت میں گرفتار کر رکھا تھا چنانچہ قدیم بابل آبادی کے اعتبار سے تین طبقات میں منقسم تھا۔

ا۔عمیلو:

عمیلو اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد تھے ان میں پروہت، پجاری، امراء، شرفاء، اعلی فوجی عہدے داران، وزراء اور سفراء شامل تھے۔

۲۔مشکینو:

یہ طبقہ درمیانے درجے کا لیکن اچھی آمدنی کا حامل تصور کیا جاتا تھا جن میں تجارتی، کاروباری اور زراعت سے وابستہ افراد شامل تھے۔

۳۔اردو:

یہ طبقہ غلاموں اور کنیزوں پر مشتمل تھا اور بابلی سماج میں یہ طبقہ غرباء کا تصور کیا جاتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام قدیم بابل کے طبقہ عمیلو سے تعلق رکھتے تھے اس طبقہ سے وابستہ افراد کو سماج میں خاص امتیاز حاصل تھا جبکہ ان کی جان و مال کی قیمت بھی دوسروں کے مقابلے میں زیادہ تصور کی جاتی کیونکہ آپ کے والد آذر نا صرف نمرود کے چچا زاد بھائی

تھے بلکہ نمرود کی سلطنت کے نہایت اعلیٰ عہدے دار بھی تھے چنانچہ جب حضرت ابراہیم نے بتوں کی مخالفت کی تو آپ کے والد آذر نے ہی سب سے پہلے آپ کے خلاف نمرود کے دربار میں مقدمہ درج کروایا۔ ۲۴؎

'ار' کا شاہی خاندان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں حکمران تھا اس کے بانی اول کا نام 'ارنمو' بتایا جاتا ہے جس نے 2300 ق م میں ایک نہایت وسیع اور عظیم سلطنت قائم کی چنانچہ اسی تاریخی قیاس کو مدنظر رکھتے ہوئے مورخین نے آپ کا زمانہ 2300 ق م متعین کیا ہے اس سلطنت کی حدود مملکت مشرق میں سوسہ سے لے کر مغرب میں لبنان تک پھیلی ہوئی تھی اسی نسبت سے اس شاہی خاندان کو 'نمو' کے نام سے جانا جاتا ہے جو بعد میں عربی زبان میں 'نمرود' ہو گیا۔ ۲۵؎

قرآن کریم اور تورات کا اس بیان پر مکمل اتفاق ہے کے آپ کی قوم بت پرست اور صنم ساز تھی تاریخی روایات کے مطابق! آپ کے والد آذر بذات خود ایک بت تراش تھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب سن شعور کو پہنچے تو انھوں نے اپنے آس پاس لوگوں کو بتوں، چاند، سورج، ستاروں کی عبادت کرتے دیکھا۔

ایک روایت کے مطابق اہل بابل تقریبا 5000 بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے لیکن حضرت ابراہیم کے ذہن نے ان جھوٹے خداؤں کی عبادت کو قبول نہ کیا اور وہ کائنات اور اشیاء کائنات پر گہرے غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کے چونکہ تمام کائنات اور اشیاء کائنات فانی ہیں لہٰذا جو چیز فنا ہو جائے اس کی عبادت کیونکر ممکن ہے؟

قرآن کریم میں اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَرَاكَ

وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ وَ كَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ
السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ
رَاٰى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ فَلَمَّا رَاَ
الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ
مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ
فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ
لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَآ اَخَافُ مَا
تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا
تَتَذَكَّرُوْنَ وَ كَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ
بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔۲۶؎

ترجمہ۔ابراہیم کا واقعہ یاد کرو جب اس نے اپنے باپ آذر سے کہا، کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں ابراہیم کو ہم اس طرح سے زمین اور آسمان کے نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لئے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے چنانچہ جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ ڈوب گیا تو وہ بولا کے ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں پھر جب اسے چاند چمکتا نظر آیا تو اس نے کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے کہا اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہوں میں شامل ہوجاتا پھر جب اس نے سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے اور یہ سب سے بڑا بھی ہے مگر

جب وہ بھی ڈوب گیا تو ابراہیم پکار اٹھا ائے برادران قوم میں ان سب سے بے
زار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک ٹہراتے ہومیں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اسی ہستی کی
جانب موڑ لیا ہے جس نے زمین و آسمانوں کو پیدا فرمایا اور میں ہر گز شرک کرنے
والوں میں سے نہیں ہوں پھر اس کی قوم اس سے لڑنے لگی تو اس نے کہا کیا تم
لوگ اللہ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے راہ راست
دکھائی اور میں تمھارے ٹہرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا۔

درج بالا آیات کے تراجم کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جستجوئے حقیقت اور اشیاء کائنات پر گہرے تفکر کے نتیجے میں ستاروں، چاند اور سورج سے ہوتی ہوئی بلا آخر حقیقت مطلق تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔

قرآن کریم میں اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرَاهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عَالِمِيْنَ۔۲۷؎

ترجمہ۔ہم نے ابراہیم کو ہوش مندی بخشی اور ہم اسے خوب جانتے تھے۔

كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيَاتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُو الْاَلْبَابِ۔۲۸؎

ترجمہ۔جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے ہم آیتوں کو اسی طرح سے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا اور ان کی قوم کا انھیں بطور سزا آگ میں ڈالنا

Abraham destruction of Idols and thrown into fire by His people

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی بت پرستی سے سخت نالاں تھے جس کا وہ کھل کر اظہار بھی کیا کرتے لیکن قوم ماننے کے لئے تیار نہ تھی بلا آخر ایک دن انھوں نے موقع غنیمت جان کر سارے بتوں کو توڑ دیا جبکہ کلہاڑی بڑے بت کے کندھے پر رکھ دی جب قوم کے لوگوں نے اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا تو وہ سمجھ گئے کے ہو نہ ہو یہ ابراہیم کی ہی کارستانی ہے پھر یہ بات بادشاہ وقت یعنی نمرود تک پہنچی چنانچہ نمرود نے حکم دیا کے ابراہیم کو اس کے کئے کی ضرور سزا دی جائے گی لہٰذا طے یہ ہوا کے ایک بہت بڑی آگ جلائی جائے جس میں ابراہیم کو ڈال دیا جائے اور اس قصہ کو ہمیشہ کے لئے ہی ختم کر دیا جائے۔

اس واقعہ کو قرآن نے اس طرح سے بیان کیا ہے!

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عَابِدِيْنَ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِيْنَ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشَّاهِدِيْنَ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى

يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَشْهَدُوْنَ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرَاهِيْمُ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ
هٰذَا فَاسْاَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ قَالَ
اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ قُلْنَا يَانَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا
فَجَعَلْنَاهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۔۲۹؎

ترجمہ۔ یاد کرو وہ موقع جب (ابراہیم) نے اپنے باپ اور قوم سے کہا یہ مورتیاں کیسی ہیں؟ جن کے تم لوگ گرویدہ ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے تو اس کے جواب میں (ابراہیم) نے کہا تم اور تمھارے باپ دادا صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہو تو اس کی قوم نے کہا کے کیا تم ہمارے سامنے اپنے اصل خیالات پیش کررہے ہو یا پھر ہم سے مذاق کررہے ہو؟ (ابراہیم) نے جواب دیا تمھارا رب وہی ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میں تمھارے سامنے یہ گواہی دیتا ہوں اور خدا کی قسم میں تمھاری غیر موجودگی میں ضرور تمھارے بتوں کی خبر لوں گا چنانچہ (ابراہیم) نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور صرف ان کے بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں (جب اس کی قوم نے آکر) اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا تو وہ کہنے لگے کے ہمارے بتوں کا یہ حال کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ کوئی بہت بڑا ظالم ہی ہوگا؟ پھر ان میں سے کچھ لوگ بولے کے ہم نے ایک نوجوان ابراہیم کو ان بتوں کے خلاف بات کرتے سنا تھا

تو (انھوں نے کہا) پکڑ لاؤ اسے سب کے سامنے تا کہ لوگ دیکھ لیں کے اس کی کیسی خبر لی جاتی ہے (پھر جب ابراہیم کو پیش کیا گیا تو) انھوں نے پوچھا کیوں ابراہیم تم نے ہمارے ان خداؤں کے ساتھ یہ کیا حرکت کی ہے؟ تو (ابراہیم) نے جواب دیا تم یہ سب اس بڑے سردار (بت) سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں تو؟ (ابراہیم کا یہ جواب سن کر) وہ سب اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور اپنے دلوں میں یہ کہنے لگے واقعی تم خود ہی ظالم ہو لیکن پھر ان کی مت ماری گئی اور وہ کہنے لگے کے تو جانتا نہیں ہے کے یہ بولتے نہیں ہیں؟ اس پر ابراہیم بولا کے تو کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوجتے ہو جو کے تمھیں نہ کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔ تف ہے تم پر اور تمھارے معبودوں پر جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا اسے جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی حمایت کرو اگر تمھیں کچھ کرنا ہے ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی بن جا وہ چاہتے تھے کے وہ ابراہیم کے ساتھ برائی کریں مگر ہم نے انھیں بری طرح سے ناکام کیا۔ ۲۹۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

The Migration of Abraham

اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ لسلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی جبکہ اہل بابل کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا اس موقع پر جب حضرت ابراہیم کی قوم ان کی جان کی درپے ہوگئی تھی ایسے میں اس مجمع میں حضرت ابراہیم کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام آگے آئے اور انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا اعلان کیا اور حضرت ابراہیم نے اللہ کی جانب اپنی ہجرت کا اعلان کیا ۔

قرآن کریم اس واقعے کو اس طرح سے بیان کرتا ہے!

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔۳۰؎

ترجمہ۔(ابراہیم نے اپنی قوم) سے کہا تم نے دنیا کی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنالیا ہے مگر قیامت کے روز تم ایک دوسرے کا انکار اور لعنت کروگے اور آگ تمھارا ٹھکانہ ہوگی اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہوگا اس وقت لوط نے اسے مانا اور ابراہیم نے کہا! میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں وہ زبردست ہے اور حکیم ہے۔

آگ میں سے سلامتی کے ساتھ نکل جانے کے بعد حضرت ابراہیم نے اپنے بھتیجے حضرت لوط اور اپنی بیوی حضرت سارا کے ساتھ شام کی جانب ہجرت کی شام وہی سرزمین ہے جس کے لئے آپ اور آپ کی اولاد سے وعدہ کیا گیا تھا اسی لئے شام کو' وعدہ کی سرزمین' بھی کہا جاتا ہے۔

بائبل میں اس واقعے کے حوالے سے یہ درج ہے، خداوند نے ابراہام سے کہا اپنی آنکھ اٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال اور جنوب اور مشرق اور مغرب کی طرف نگاہ دوڑا یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے میں نے تجھے اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دیا اور میں تیری نسل کو خاک کے ذروں کی مانند بناؤں گا ایسا کے کوئی شخص اگر اس خاک کے ذروں کو گننا چاہے تو نہ گن سکے گا اٹھ اور اس ملک کے طول وعرض میں سیر کر کیونکہ میں اس (ملک) کو تجھے دوں گا پھر ابراہام نے اپنا ڈیرہ اٹھالیا اور جبورن میں جا کر رہنے لگا اور وہیں اس نے خداوند کے لئے ایک قربان گاہ بھی

بنائی۔۱۳۱؎

شام کے اس علاقے میں حام بن نوح کی اولادوں میں سے بنی کنعان کے لوگ یہاں آباد تھے لہٰذا اسی نسبت سے یہ علاقہ کنعان کہلایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں دو قربان گاہیں بنائیں ان میں سے قربان گاہ 'سکم' یعنی موجودہ نابلس میں جبکہ دوسری قربان گاہ 'بیت ایل' میں تعمیر کروائی روایت میں آتا ہے، جب ملک شام میں زبردست قحط پڑا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر کی جانب ہجرت کی کیونکہ وہ ایک زرخیز اور سرسبز وشاداب ملک تھا اس دور میں مصر میں 'ہیکسوس فراعنہ' کا دور تھا پیشے کے اعتبار سے یہ لوگ چرواہے اور سامی النسل بھی تھے۔مصر کے سامی النسل بادشاہ 'ہیکسوس' کو جب ایک سامی النسل خاندان کی مصر کی جانب ہجرت کی اطلاع ملی تو اس نے حضرت ابراہیم اور ان کے خاندان کی بڑی پذیرائی کی اور ان کی خوب آؤ بھگت بھی کی یہی نہیں بلکہ اس نے اپنی قدیم نسلی رشتے داری کو بھی مضبوط کرنے کی خاطر اپنی بیٹی 'ہاجرہ' سے حضرت ابراہیم کی شادی بھی کی اور تحفے میں کئی مال مویشی اور زر وجواہرات بھی پیش کئے جب کنعان (شام) میں قحط ختم ہو گیا تو

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دونوں بیویوں کے ہمراہ مصر سے واپس کنعان تشریف لے آئے دوسری جانب آپ نے اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو مصر کے بادشاہ ہیکسوس کی جانب سے دئے گئے تحائف میں سے کئی مال ومویشی اور غلام وکنزیں ہدیہ میں پیش کرتے ہوئے دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے سرزمین اردن کی جانب بھیجا جہاں حضرت لوط علیہ السلام نے دریائے اردن کے کنارے واقع دوشہر 'سدوم' اور 'عمورہ' کی جانب قیام فرمایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش

Birth of Ishmael

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت ایل کو چھوڑ کر حبرون کی جانب سفر کیا اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر 85 برس تھی لیکن ابھی تک آپ اولاد کی نعمت سے محروم تھے چنانچہ آپ نے بارگاہ الٰہی میں نہایت عاجزی سے یہ دعا کی!

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۔۳۲

ترجمہ۔اے میرے رب مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو کے صالحوں میں سے ہو اس دعا کے جواب میں ہم نے اس کو ایک حلیم (بردبار) بیٹے کی بشارت دی۔

روایت میں آتا ہے حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 85 برس تھی اور حضرت اسماعیل ان کی پہلی اولاد تھے آپ نے اپنے بیٹے کا عبرانی نام 'اشمویئل' رکھا جو بعد میں کثرت استعمال سے اسماعیل ہو گیا۔

حضرت ہاجرہ سامی النسل مصری خاتون تھیں جن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے جو رسول اللہ ﷺ کے جد ہیں اور ان ہی کی نسل سے اہل قریش اور رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم عنقریب مصر فتح کرلو گے اور یہ وہ زمین ہے جس کے قیراط کا ذکر کیا گیا ہے تم وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا کیونکہ ان کا 'ذمہ اور رحم' ہے (ذمہ سے مراد حرمت اور حق ہے اور رحم سے مراد حضرت ہاجرہ چونکہ مصری خاتون تھیں اس لئے ان سے خونی تعلق بھی تھا) حضرت ابراہیم اپنے بیٹے حضرت اسماعیل سے بے

پناہ محبت کرتے لیکن حضرت سارہ کے لئے یہ تمام صورت حال نا قابل قبول تھی اگر چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں بیویوں کے درمیان نا اتفاقی کو ختم کرنا چاہتے تھے لیکن پھر بلا آخر انھوں نے اللہ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور اپنے نومولود بیٹے حضرت اسماعیل کو وادی ام القری (مکہ مکرمہ) میں چھوڑ آئے قرآن کریم میں اس مقام کو' وادی غیر ذی زرع' یعنی بنجر اور پتھریلی زمین کہا گیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ نے ان سے پوچھا اے اللہ کے مقرب بندے آپ ہمیں کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں؟ جس پر آپ نے فرمایا اللہ کے سہارے اس پر حضرت ہاجرہ نے کہا! کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟

حضرت ابراہیم نے فرمایا بے شک اللہ ہمارا کفیل ہے وہ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں بسایا بعدازاں ان دونوں باپ بیٹوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں بھی حصہ لیا حضرت اسماعیل کی نسل میں ہی رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے یعنی رسول اللہ ﷺ کا تعلق قوم بنی اسماعیل سے تھا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش

Birth of Isaac

روایت میں آتا ہے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ بیٹے تھے جن کی اولادوں سے عظیم الشان قومیں اور خاندان پیدا ہوئے ،حضرت سارہ سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے جن کی اگلی نسلوں میں بنی اسرائیل کے تمام پیغمبر پیدا ہوئے اس اعتبار سے آپ بنی اسرائیل کے تمام پیغمبروں کے جد اعلیٰ تصور کئے جاتے ہیں آپ کے حصے میں فلسطین کی سرداری آئی جبکہ آپ کی پیدائش 'شام' میں ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر سو سال

جبکہ حضرت سارہ کی عمر نوے برس تھی، حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کا قصہ قرآن کریم میں درج ہے کے جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے غرض سے جارہے تھے تو انھوں نے سدوم جانے سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں بھی کچھ دیر قیام کیا یہ فرشتے انسانی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کی ضیافت کے لئے بھنا ہوا گوشت پیش کیا لیکن مہمانوں نے اس کھانے کی طرف اپنا ہاتھ نہ بڑھایا جس کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ تشویش لاحق ہوئی کے آخر یہ کون لوگ ہیں ؟ پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ وہ دراصل حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر اللہ کا عذاب لے کر آئے ہیں پھر جب وہ فرشتے جانے لگے تو انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی جسے سن کر حضرت سارہ ہنستے ہوئے یہ کہنے لگیں اس عمر میں ہمارے یہاں اولاد کیونکر پیدا ہوسکتی ہے؟ حضرت سارہ دراصل اس بشارت پر حیران تھیں جس پر فرشتوں نے یہ کہا!

قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ ۔ ۳۳

ترجمہ۔(فرشتوں نے ابراہیم کو ایک دانش مند بیٹے کی خوشخبری سنائی۔

ترجمہ۔فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ
قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۔ ۳۴

ترجمہ۔(ابراہیم کی بیوی) نے کہا کے میں بوڑھی اور بانجھ ہوں، میں بھلا کیسے بچہ کو پیدا کرسکتی ہوں؟ فرشتوں نے کہا کے اللہ کی یہی مرضی ہے۔ بے شک وہ حکمت والا اور دانا ہے۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ

یَعۡقُوۡبَ۔۳۵؎

ترجمہ۔ہم نے اس (ابراہیم) کواسحاق کی اوراس کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔

اسحاق کے معانی ہنستا ہوا' ہے۔

بائبل کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیم کے ایک ملازم الیعر ز تھے جو کے حضرت ابراہیم کے کہنے پران کے بھائی نحور(ناحور) کے بیٹے 'بیتو ایل' کے گھران کی بیٹی 'رفقہ' کے لئے حضرت اسحاق کی شادی کا پیغام لے کر گئے اوراس کے ساتھ ہی وہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے ان کے لئے بھیجے گئے تحائف بھی لے گئے پھر حضرت ابراہیم کے ملازم نے بیتوایل کوحضرت ابراہیم کا پیغام دیا کے وہ چاہتے ہیں کے آپ کی بیٹی رفقہ کے ساتھ اسحاق کا عقد طے پائے چنانچہ اس پیغام کی پیروی میں بیتوایل نے اپنی بیٹی رفقہ کو کنعان روآنہ کردیا جہاں کچھ عرصے کے بعد حضرت اسحاق کی شادی رفقہ کے ساتھ منعقد ہوگئی شادی کے وقت حضرت اسحاق کی عمر چالیس برس تھی پھر شادی کے تقریباً بیس برس بعد آپ صاحب اولاد ہوئے اور اللہ نے آپ کو جڑواں بچوں کی خوشخبری دی چنانچہ آپ کے دو بیٹے متولد ہوئے ایک بیٹے عیسو تھے جبکہ دوسرے بیٹے یعقوب تھے آگے چل کر یعقوب کا لقب اسرائیل پڑا۔

جب کنعان میں قحط پڑا تو حضرت اسحاق نے مصر جانے کا ارادہ کیا لیکن وحی الٰہی کے ذریعے انھیں فلسطین کے شہر' جرار' (موجودہ لبنان) کی جانب ہجرت کا حکم ملا چنانچہ آپ 'جرار' کی جانب تشریف لے گئے حضرت اسحاق اللہ تعالی کے ایک برگزیدہ اور جلیل القدر پیغمبر تھے لہٰذا آپ 'جرار' میں آنے کے بعد بھی متواتر اسلام کی تبلیغ وشاعت کی ذمہ داریوں

میں مصروف رہے اس کے ساتھ آپ نے یہاں زراعت اور گلہ بانی بھی کی اللہ تعالی نے آپ کو برکت دی اور آپ بہت جلد خوشحال ہو گئے آپ کی تبلیغ واشاعت وہاں کے لوگوں پر گراں گزری اور انھوں نے حسب روایت آپ کی تکذیب وتنقید کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا وہ آپ کو طرح طرح سے اذیتیں دیتے لیکن آپ نہایت تحمل اور مستقل مزاجی سے دعوت دین کے کاموں میں لگے رہے لوگوں نے آپ کی مخالفت میں بادشاہ کے کان بھی بھرے جس کی وجہ سے آپ کو شہر بدر کیا گیا لیکن آپ نے نہایت اولوالعزمی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا آپ نے شہر جرار میں کئی کنویں بھی بحال کئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھدوائے تھے اور جن کو بعد میں لوگوں نے بھر دیا تھا آپ نے انھیں دوبارہ جاری کروایا اس کے ساتھ ہی آپ نے مسلمانوں کے لئے عبادت گاہ بھی تعمیر کروائی بعد میں جب بادشاہ وقت پر مشکلات اور پریشانیاں آئیں تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے حضرت اسحاق کو دوبارہ شہر جرار میں آنے کی دعوت دی، حضرت اسحاق علیہ السلام آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے آپ نے ایک سو اسی برس کی عمر پائی اور کنعان میں آپ کا انتقال ہوا جبکہ حَبرون کے مقام پر آپ اپنے والد حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کے پہلو میں مدفون ہیں لیکن اب اس علاقے کو 'الخلیل' کیا جاتا ہے۔٣٦

حضرت عزیر علیہ السلام: Prophet Ezra:

قوم بنی اسرائیل نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی تعلیمات کا انکار کیا تو انھوں نے بنی اسرائیل کی غلامی کی پیشن گوئی کی چنانچہ ارض مقدس (فلسطین) پر بخت نصر نے کئی حملے کئے اور بنی اسرائیل کا نا صرف قتل عام کیا بلکہ انھیں طرح طرح کی اذیتیں دے کر انھیں اپنا غلام بھی بنایا اس کے ساتھ ساتھ اس نے بیت المقدس کی عمارت کو بھی شدید نقصان پہنچایا اور

اس میں موجود تورات کے تمام نسخوں کو بھی جلا کر خاک کر دیا چنانچہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کے ان وحشیانہ حملوں کی وجہ سے بنی اسرائیل کا بڑا جانی اور مالی نقصان ہوا چنانچہ انھی بنی اسرائیلی قیدیوں میں کم سن حضرت عزیر علیہ السلام بھی تھے جو کے دیگر قیدیوں کے ساتھ بابل پہنچ گئے لہٰذا حضرت عزیر علیہ السلام کی ابتدائی تعلیم و تربیت بابل میں ہوئی جبکہ حالت اسیری میں ان کی تربیت حضرت دانیال علیہ السلام نے کی ۔

وادی دجلہ وفرات ہمیشہ سے ہی متمدن اور مہذب اقوام کا مرکز رہی اور ان اقوام میں سے ایک قوم اہل بابل بھی تھی جو کے خاصی مہذب تھی یہاں کئی دیوی اور دیوتاؤں کی عبادت کی جاتی خود بادشاہ وقت زمین پر خدا کا سایہ تصور کیا جاتا چنانچہ دیگر خداؤں کے ساتھ اہل بابل بادشاہ بخت نصر کی بھی عبادت کیا کرتے بخت نصر نے یہ فیصلہ کیا کے بنی اسرائیل کے وہ قیدی جو کے اہل علم و دانش ہیں انھیں شاہی دربار سے منسلک کیا جائے تا کہ ان کے علم و قابلیت سے استفادہ کیا جا سکے چنانچہ جب ان قیدیوں کے کوائف بخت نصر کو پہنچائے گئے تو اس کی نظر انتخاب چار معزز اور اہل علم حضرات پر پڑی جن میں سے ۔

۱۔حضرت دانیال علیہ السلام ۔ ۲۔خنیاہ ۔ ۳۔ میسا ایل ۔ ۴۔حضرت عزیر علیہ السلام تھے ۔

ان چاروں افراد کو کلدانی (بابلی) زبان سیکھائی گئی پھر انھیں شاہی خلعت سے نوازا گیا نیز ان کے طعام کے لئے شاہی دسترخوان بھی مخصوص کیا گیا لیکن شاہی دسترخوان پر کئی غیر شرعی غذائی اشیاء کا استعمال بھی عام تھا لہٰذا ان اشخاص نے اس دسترخوان سے معذرت کر لی جب اس معاملے کی خبر بخت نصر کو ہوئی تو اس نے ان حضرات کو اپنے روبرو طلب کیا اور ان سے گفتگو کی حضرت عزیر علیہ السلام کی اخلاق وآداب پر گفتگو سے بخت نصر بے حد متاثر ہوا اور اس نے حضرت عزیر کو بابل کا گورنر بنا دیا۔

حضرت عزیر علیہ السلام جیسے ہی بابل کے گورنر بنے آپ نے بت پرستی کی باطل رسم کو ختم کرنے کا فوری اعلان کیا جو اس قوم کے لئے قطعاً نا قابل قبول تھا جب اس معاملے کی خبر بخت نصر کو ہوئی تو اس نے حضرت عزیر علیہ السلام سے باز پرس کی آپ نے فرمایا کے عبادت اور سجدے کے لائق صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اس کی بادشاہی پوری کائنات پر قائم ہے اور وہی ہمارا رب، مالک اور مختار ہے اس کے حکم کے بغیر ایک پتا بھی جنبش نہیں کرسکتا ہے بخت نصر یہ جواب سن کر غضبناک ہوا اور اس نے حکم دیا کے حضرت عزیر علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا جائے چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی لیکن اللہ تعالی نے حضرت عزیر علیہ السلام کو آگ کے شعلوں سے باحفاظت بچالیا اس منظر کو دیکھ کر بخت نصر بے اختیار پکار اٹھا کے بے شک عزیر کا خدا مبارک ہے جس نے اپنا فرشتہ بھیج کر عزیر کو رہائی بخشی واقعی عزیر کا خدا لائق عبادت ہے اس کے بعد بخت نصر نے حضرت عزیر علیہ السلام کا عہدہ بحال کرتے ہوئے انھیں دوبارہ بابل کا گورنر بنادیا۔

بیت المقدس کی تعمیر

Construction of Bait-ul-Muqaddas

حضرت عزیر علیہ السلام جب اپنے عہدے پر بحال ہوکر گورنر بن گئے تو انھوں نے فلسطین میں دوبارہ بیت المقدس کی تعمیر شروع کی جبکہ اس تعمیر میں ہونے والے اخراجات کا بڑا حصہ شاہ فارس نے ادا کیا چونکہ ہیکل میں موجود تورات کے تمام نسانخ جلا دئے گئے تھے اور بنی اسرائیل کی ستر سالہ غلامی اور جلا وطنی کے بعد انھوں نے دوبارہ تورات کو مدون کرنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ روایت میں آتا ہے کے قوم بنی اسرائیل اپنی اس خواہش کو لئے حضرت عزیر علیہ السلام کے پاس آئی پھر آسمان سے دو ستارے اترے جو کے حضرت عزیر

کے سینے میں سما گئے اور آپ نے تورات دوبارہ لکھوادی اس واقعے کے بعد بنی اسرائیل کے دلوں میں حضرت عزیر کی قدرومنزلت میں اضافہ ہوگیا اور وہ آپ کی عزت وتکریم میں کوئی کسر نہ چھوڑتے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کی سرکشی کی پرانی روش نے انھیں پھر گمراہی کے راستے پر ڈال دیا اور وہ (بنی اسرائیل) حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے لگے اور ان کی بھی عبادت شرع کردی۔

اسی حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے!

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ۔ ۳۷ے

ترجمہ۔ یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کی منہ کی باتیں ہیں، وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔

حوالہ کتب:

۱۔ تفہیم القرآن۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفسیر سورہ انعام۔ ص۔ ۵۵۵۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔
۲۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب۔ یاسر جواد۔ ص۔ ۱۱۶۰ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب۔ یاسر جواد۔ ص۔ ۳۲۴۔ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۴۔ سورہ البقرہ۔ آیت۔ ۶۱۔
۵۔ سورہ بنی اسرائیل۔ آیت۔ ۵۔

٦۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔ ۳۵۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔ ۲۰٦۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔ ۳٦۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۹۔سورہ انعام۔آیت۔ ۷۴۔۸۱۔
۱۰۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔ ۱۱۸۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔
۱۱۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔ ۱۲۲۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔
۱۲۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔ ۱۱٦ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۳۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔ ۱۲٦۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔
۱۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔ ۱۷۴۸۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۵۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔ ۱۳۱۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔
۱٦۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔ ۱۲۷۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔
۱۷۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔ ۱۲۷۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔
۱۸۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔ ۱۱۲۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔
۱۹۔سورہ انعام۔آیت۔ ۷۴۔
۲۰۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔ ۴٦۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۱۔سورہ الصفات۔آیت۔ ۸۳۔
۲۲۔سورہ مریم۔آیت۔ ۵۰۔
۲۳۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب پیدائش۔ ۱۷ ۵۔مرتب۔ بائبل سوسائٹی لاہور۔
۲۴۔تفہیم القرآن۔سید ابوالاعلی مودودی۔ج۔۱۔ص۔۱۹۸۔حاشیہ۔۲۹ سورہ البقرہ۔ادارہ ترجمان القرآن
۲۵۔تفہیم القرآن۔سید ابوالاعلی مودودی۔ج۔۱۔ص۔۵۵۵۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔ ۲۰۰۷ء۔
۲٦۔سورہ انعام۔آیت۔ ۷۴۔۸۱۔
۲۷۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۵۱۔
۲۸۔سورہ ص۔آیت۔ ۲۹۔
۲۹۔سورہ الانبیاء۔آیت۔ ۵۲۔۷۰۔
۳۰۔سورہ العنکبوت۔آیت۔ ۲٦۔

۳۱۔ عہد نامہ قدیم وجدید ۔(کتاب مقدس)۔ کتاب پیدائش ۔ باب ۱۳ ۔آیت ۱۴۔ ۱۸۔مرتب ۔ بائبل سوسائٹی لاہور۔

۳۲۔سورہ الصفٰت ۔آیت ۔۱۰۰۔۱۰۱۔

۳۳۔سورہ الذاریات ۔آیت ۔۲۸۔

۳۴۔سورہ الذاریات ۔آیت ۔۲۹۔۳۰۔

۳۵۔سورہ ہود ۔آیت ۔۷۱۔

۳۶۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔خواجہ شمس الدین عظیمی ۔جلد ۔سوم ۔ص ۔۱۷۴۔الکتاب پبلی کیشنز۔کراچی

۳۷۔سورہ توبہ۔آیت ۔۳۰۔

باب(۱۰):

آشوری تہذیب اوراس کا تاریخی پس منظر

Assyrian Civilization And Its Historical Background

اشور۔نینوا کے جنوب میں دریاے دجلہ کے کنارے واقع ایک شہر کا نام ہے جو کے اشوریہ کا قدیم ترین دارالحکومت بھی تھا اورموجودہ حوالے سے یہ عراق میں الشرقاۃ کا جدید گاؤں اشور کی جائے وقوعہ پر ہی آباد ہے قدیم اشوری تہذیب کے آثار کی باقاعدہ کھدائی پہلی مرتبہ 13۔1903ء میں کی گئی اورایک کندہ تحریر کے مطابق یہ شہر پناہ ایک بادشاہ کیکیا نے تعمیر کروایا جو غالباً تیسرے ہزاریے ق م کے شروع میں برسراقتدار تھا اشوریہ کومختلف حکمرانوں نے وسعت دی جس کی وجہ سے یہ شہر مذہبی اور سیاسی زندگی کا مرکز بنا تقریباً 880 ق م میں کالاہ (موجودہ نمرود،عراق) حکومتی مرکز بنا اور کوئی 705 ق م میں نینوانئی بادشاہت کا نیا دارالحکومت بنا پھر بھی اشوری بادشاہوں نے اشور میں اپنے تعمیراتی کام جاری رکھے جبکہ اس شہر کو 614 ق م میں میڈیوں نے تباہ کردیا۔ا؎

دجلہ کے شمالی حصے میں ایک سامی النسل قوم آکر آباد ہوگئی جو کے اشور کہلائی اوران کے نام کی وجہ تسمیہ ان کا ایک دیوتا 'اشور' تھا جس کی یہ عبادت کیا کرتے اسی وجہ سے یہ قوم اشور کہلائی بعدازاں اشوریوں نے ایک شہر 'اشور' بھی اپنے دیوتا کے نام پر تعمیر کیا کہا جاتا ہے کے سمیریوں کے زوال سے قبل اشوری اس علاقے میں آکر آباد ہوئے یہ مصریوں اور بابلیوں

کے برعکس ایک لڑاکا اور جنگجو قوم تھی انھوں نے رتھوں، گھوڑوں اور لوہے کے ہتھیاروں کی مدد سے ایک عظیم الشان حکومت کی بنیاد ڈالی جبکہ ان کی سفاکی اور بربریت نے انھیں تاریخ میں ایک خوفناک قوم کی شکل میں پیش کیا اشوریہ کی آبادی صرف سامی النسل قبائل پر مبنی نہ تھی بلکہ اشور میں غیر سامی النسل لوگ بھی آباد تھے جن میں حبشی، میتھانی اور کروی قبائل شامل تھے۔ اشور ایشیاء کا ایک قدیم ملک ہے جو موجودہ عراق کی شمالی سرحد سے لے کر چھوٹے ژاب دریا کے دہانے تک (شمالی عراق) میں واقع ہے اشوریہ میں وادی دجلہ بھی شامل تھی اس ملک کے مغربی حصے میں خانہ بدوش آبادی کے لئے موزوں زمین تھی تاہم مشرقی حصہ زراعت کے لئے موزوں تھا جنھیں بڑے دریا سیراب کیا کرتے۔

اشوریہ کے مشرق میں زاگروس (Zagros) پہاڑ ہیں، اس کے شمال میں آرمینائی سطح مرتفع، مغرب میں میسوپوٹامیائی میدان جبکہ جنوب میں سومیر اور پھر بعد میں سومیر واکاد اور بعد ازاں بابل کے نام سے جانے گئے۔ میسوپوٹامیا وہ نام ہے جو قدیم یونانیوں نے مجموعی طور پر اس خطے کو دیا جن میں اشوریہ سمیت یہ تمام ممالک بنے، اشوریہ کے مشہور ترین شہر اشور الشرقات، نینوا، کیونجک کالاہ اور درسروکن تھے جبکہ تاریخی حوالے یہ بھی بتاتے ہیں کے قدیم حجری دور سے ہی لوگ اشوریہ کہلانے والی سرزمین میں رہتے آئے اس خطے کے شمال مشرقی کناروں پر واقع ایک غار میں نینڈرتھل کھوپڑیوں کی دریافت بھی اس شہر کی قدامت کی تصدیق کرتی ہے گو کے وہاں باقاعدہ زرعی زندگی کا آغاز 650 ق م سے پہلے نہ ہوا تھا اشوریہ کی اولین زرعی برادری کی نسلی ترکیب کے بارے میں بھی کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی ہے شاید وہ بعد کے Subarians جیسے ہی لوگ ہوں۔

1810 ق م کے قریب اشوری بادشاہ شمشی اداد اول (دور حکومت؟ 1780۔؟

1813 ق م) اشوریہ علاقے کوزاگروس پہاڑوں سے لے کرمیڈی ٹرینین تک توسیع دینے میں کامیاب ہوگیا شمشی اداد قدیم مشرقی وسطی میں ایک مرکز پر مشتمل منظم بادشاہت قائم کرنے والا پہلا حکمران تھا اس نے اپنی بادشاہت کو اضلاع میں تقسیم کیا اور وہاں منتظمین اور عہدے داروں کو تعینات کیا یہ پہلی اشوری بادشاہت زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی پھر شمشی اداد کے بیٹے اشمے داگان اول (دورحکومت 1760 ۔ 1780 ق م) کو تقریباً 1760 ق م میں بابلی بادشاہ حمورابی نے شکست دی اور اس طرح اشوریہ بابلی سلطنت کا ایک حصہ بن گیا اگرچہ بابلی بادشاہت بھی قلیل المدت ہی ثابت ہوئی نیم سامی لوگ کشان نے سولہویں صدی ق م میں بابل پر حملہ کرتے ہوئے سیاسی طاقت حاصل کی نیز Hurriansاور ہند یورپیوں کی مزید نقل مکانیوں کے باعث سولہویں صدی ق م میں میسو پوٹامیا کی تاریخ میں ایک افراتفری کا دور تھا پھر تقریباً 1500 ق م میں اشوریہ متانی بادشاہت کا باج گزار بنا اور چودھویں صدی ق م تک زیرنگیں رہا جب شمال کے حتیوں کی ابھرتی ہوئی سلطنت نے متانی بادشاہت کو شدید شکست سے دوچار کیا اس گڑبڑ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اشوری بادشاہ 'اشورابلت اول (1328 ۔ 1364 ق م) نے اشوریہ کو متانی غلامی سے آزادی دلوائی جبکہ وہ مقبوضہ علاقے بھی واپس لینے میں کامیاب ہوگیا اشورابلت کے بعد طاقت ور حکمرانوں کا ایک سلسلہ قائم ہوگیا جن میں اداد نیراری اول (274۔ 306 ق م شلمانیسر اول (1244 ۔ 1274 ق م) اور توکلتی فی رتو اول (1207 ۔ 1244 ق م) قابل ذکر ہیں وہ اشوری سلطنت کو وسعت دینے میں کامیاب رہے جبکہ اپنے دشمنوں سے بھی ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے پھر تقریباً 1200 ق م کے بعد ہجرتوں کا ایک نیا سلسلہ اور لہر نے سارے مغربی ایشیاء کو بدل کر رکھ دیا بلکان جزیرہ نما سے مخلوط نسلوں کے لوگ آئے جنھوں نے اناطولیہ میں حتی سلطنت کا خاتمہ کرتے ہوئے فلسطین اور شام میں اپنے قدم جمائے تاہم شمال مغرب کی

جانب سے اشوریہ کومشکی نامی ہند یورپیوں سے خطرات لاحق تھے پھر مغرب میں خانہ بدوش آرامیوں کا سامی گروہ بھی متحرک ہوا اگرچہ اشوریہ نے اپنے نئے پڑوسیوں کے دباؤ اور حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جبکہ اپنی بقاء کی جنگی کوششوں میں اشوریوں نے ایک نئی جنگی حکمت عملی کو اپنایا جس کے باعث مشرق وسطی میں ایک خوف اور دہشت کی لہر دوڑ گئی ابتداء میں اشوریوں نے مختلف مہمات میں مال غنیمت اور خراج کو وصول کرنے کی حکمت عملی کو اپنایا مثلاً تگلت پلیسر اول (1076 ۔ 1115 ق م) نے آرامیوں کے خلاف اشوری سرحدوں کا دفاع کیا اور اسی کوشش کے دوران شمال میں ارارتو اور مغرب میں پلمائرا تک جا پہنچا جبکہ بیش تر صورتوں میں خوف زدہ لوگ اس کی فوج کی آمد کی خبر سن کر بھاگ کھڑے ہوئے جبکہ باقی ماندہ لوگ یا توقتل ہوئے یا پھر قید کر لئے گئے یہی نہیں بلکہ مفتوحہ شہروں اور دیہاتوں کو تاراج بھی کیا گیا لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فتح کا یہ انداز بھی تبدیل ہو گیا اور اشوری حکمران اپنے مفتوحہ علاقوں کو اپنی قلمرو میں شامل کرنے کے ذریعے اشوریہ کو ایک نئی سلطنت کا مرکز بنانے لگے۔

اشور بنی پال اول: Ashurbanipal i:

اشور بنی پال اول (31۔1050 ق م) اشوریہ کا ایک عظیم بادشاہ تگلت پلیسر اول (1076 ۔ 1115 ق م) کا پوتا تھا اشور بنی پال کا لفظی مطلب 'اشور بیٹے کا محافظ' ہے اس نے ایک ایسے دور میں حکمرانی کی جب اشوری ریاست حملہ آور خانہ بدوش قبائل کی جانب سے زبردست دباؤ کا شکار تھی دشمن اس کے ملک کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو چکے تھے اس دور کی ایک کندہ تحریر کے مطابق! وہ اپنی دیوی 'عشتار' سے مدد مانگ رہا ہے اور اپنے دور کی کڑی آزمائشوں پر اپنے آپ کو 'دکھ زدہ' کہتے ہوئے اس سے رحم بھی طلب کر رہا ہے۔

اشور بنی پال دوم: Ashurbanipal ii:

اشور بنی پال دوم (859۔884 ق م) بھی اشوریہ کا ایک بادشاہ تھا اس نے اپنے عہد حکومت میں اشوریہ کو ارارتو (موجودہ شمالی ترکی) کی سرحدوں تک وسعت دیتے ہوئے وہ مغرب کی جانب دریائے میڈی ٹرئینین تک جا پہنچا تاہم تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کے الصور، بائبلوس اور سیدون کی فنفیقی شہری ریاستیں 867 ق م میں اسے خراج کی ادائے گی کیا کرتیں 880 ق م میں اس نے دشمن قیدیوں کو بطور مزدور استعمال کرتے ہوئے کالاہ (موجودہ نمرود، عراق) کو نئے سرے سے تعمیر کرواتے ہوئے اسے اپنا دارالحکومت بھی بنایا وہ اپنی فتوحات کی ظالمانہ تفصیلات بتاتے ہوئے مفتوحین کو دی گئی خوفناک سزائیں بھی بیان کرتا ہے اگرچہ اس نے اپنے طاقتور پڑوسیوں ارارتو اور بابل پر حملے نہیں کئے لیکن اس نے اپنے عہد حکومت میں اپنے ملک کی توسیع کا ایک دور ضرور شروع کیا جس میں اشوریہ کی سلطنت کی حدود مشرقی وسطی تک جا پہنچی۔

اشور بنی پال: Ashurbanipal:

اشور بنی پال (27۔669 ق م) کا ایک اشوریہ سلطنت کا آخری عظیم بادشاہ اور فرمانروا تھا اسے ورثے میں ہی شمالی مصر سے فارس تک پھیلی ہوئی ایک وسیع سلطنت ملی 652 ق م سے پہلے اس نے جنوبی مصر اور مغربی اناطولیہ کو بھی اپنی اقلیم میں شامل کیا اشوری ادب اور آرٹ اس کے دور حکومت میں اپنے عروج کو پہنچے اشور بنی پال مشرقی وسطی کے چند پڑھے لکھے حکمرانوں میں سے ایک تھا اس کے منشیوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں میں پہلا باقاعدہ اور منظم کتب خانہ بھی بنایا اس کتب خانے میں تحقیق اور ادبی کتب کے علاوہ جادو وسحر کے موضوعات پر بھی کئی کتب موجود تھیں جبکہ اس کی شاہی رہائش گاہیں بالخصوص نینوا میں جنگی

مناظر، جنگلی جانوروں کے شکار اور روزمرہ محلاتی زندگی پر مبنی کندہ کاریوں سے سجی ہوئی تھیں اشوری سلطنت اشور بنی پال کے ماتحت اپنی انتہائی وسعت کو پہنچی لیکن اس کے انحطاط کی اولین نشانیاں بھی اسی کے دور میں ظاہر ہوئیں 652 ق م میں اس کے بھائی شمش شم اوکن نے جب خود اشور بنی پال کے خلاف ہی بغاوت کر دی جس میں بابلیوں، ارامیوں، ایلامیوں اور عربوں نے بھی حصہ لیا تھا لیکن اشور بنی پال نے اس بغاوت کو سختی کے ساتھ کچل دیا اور تمام شریک کار کو قرار واقعی سزائیں بھی دیں جس کے بارے میں مشہور ہے کے وہ سزا دینے کے معاملے میں اتنا سخت تھا کے اس کی سفاک فوج بھی اس کے ظلم و جبر کو دیکھ کر کپکپا اٹھی اس نے متواتر تین برسوں تک باغیوں کو سخت ترین سزائیں دینے کا عمل جاری رکھا پھر اشور بنی پال نے بابل کو اپنا مطیع بنا لیا اس کام میں اس کو چار سال لگے لیکن اشور بنی پال کی ایسی کوششوں کے باعث ملکی خزانے پر برے اثرات مرتب ہوئے اور اشور کے وسائل بھی ختم ہوتے چلے گئے جس کی وجہ سے حکومت اندورنی طور پر کمزور ہو گئی۔ ۲۔

اشور بنی پال کے عہد کے ایک کتبے پر ایک کندہ تحریر کچھ یوں ہے!

’جن سرداروں نے بغاوت کی ہے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے ان کے جسموں کو کچل دیا جائے اور ان کی کھالوں کو کھینچ کر محل کی زیبائش کا سامان مہیا کیا جائے انھی میں سے کچھ پھانسی کے بھی حق دار ہیں چنانچہ انھیں سولی پر چڑھا دیا جائے اور ہمارے تمام مخالفین اور دشمنوں کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے‘۔

ایک دوسرا کتبہ بھی ملا ہے جس پر کندہ تحریر کچھ یوں ہے!

’تین ہزار قیدیوں کو زندہ جلا دیا گیا اور ان کی زبانیں بھی کھینچ لی گئیں اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے اہل و عیال کو بھی بے دردی سے قتل کر دیا گیا‘۔

ان دونوں ہی کتبوں کے مطالعہ سے ہمیں اشوریوں کی اور بالخصوص اشور بنی پال کے ظلم وستم کا باآسانی اندازہ ہوتا ہے۔ ۳؎

اشور بنی پال کے بیٹے شلمانیسر سوم (دورحکومت 824۔859 ق م) نے اپنے 35 سالہ دور میں 32 مہمات میں حصہ لیا اس نے اپنی طاقت کا زیادہ تر استعمال فرات کے کنارے آباد مغربی زمینوں اور بالخصوص آرامیوں کی طاقت اور بادشاہت کے خلاف مہم جوئی کی لیکن اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ ارام کو فتح نہ کرسکا اس کی بنوائی ہوئی یادگاریں خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو کے اب بھی برٹش میوزیم میں رکھی ہوئی ہیں یہاں ایک کالی سنگین لوح بھی ہے جس میں اسرائیل کے بادشاہ Jehu کو شلمانیسر کی قدم بوسی کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ شلمانیسر کے آخری دورحکومت میں اشوری دربار میں ایک بغاوت ہوئی جو کے کئی سالوں تک خانہ جنگی کی صورت میں برقرار رہی اس بغاوت کے نتیجے میں اشوری اندرونی طور پر کمزور ہوگئے اور ان کی پون صدی کا چمچماتا ہوا سورج بلاآخر غروب ہوا۔

745 ق م میں تگلت پلیسر سوم تخت نشین ہوا اس نے اشوریہ کی سلطنت کو عالمی عروج دینے کے لئے ایک شعوری فیصلہ کیا۔ اس نے تاج کی حاکمیت کو منوانے اور شورش کو کم کرنے کے لئے ایک مستقل فوج کا انتظام کیا جبکہ دشمن کے علاقوں کو اپنے ملک سے ملحق کرنے کے لئے بھی کئی اقدامات اور منصوبہ بندی کی اس نے مفتوحین کو اشوری سلطنت کی حدود میں بسایا تا کہ ان میں قومی احساس اور ہم آہنگی کو ختم کر کے انھیں اپنا مطیع اور محکوم کیا جا سکے اس کے علاوہ اس نے اشوریہ کو آرامی قبائل کے خطرات سے بھی نجات دلوائی۔ اس نے ارارتیوں کو بھی شام سے بے دخل کیا پھر آرپاد اور دمشق کی آرامی ریاستوں کا الحاق کرتے ہوئے فلسطین کے شہریوں کو بھی اپنا مطیع بنایا اور خود بابل کا حکمران بن بیٹھا تگلت پلیس کے

جانشین شلمانیسر پنجم کی جگہ لینے والے سارغون اول (705۔722 ق م) نے اشوری سلطنت کو تمام سمتوں میں ترقی دی جبکہ اس نے جنوبی اناطولیہ سے لے کر خلیج فارس تک بھی اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت دی یہی نہیں بلکہ اپنے دور کی ابتداء میں اس نے اسرائیل کی آبادی کو بے دخل بھی کیا جیسے شلمانیسر پنجم نے اپنی موت سے کچھ دن قبل فتح کیا تھا اپنے سترہ سالہ دور حکومت میں سارغون نے ارارتو اور میڈیز کے خلاف کئی مہمات میں حصہ لیا اس نے وادی دجلہ میں آرامیوں کو بھی قرار واقعی شکست سے دو چار کیا نیز اس نے زیریں وادی دجلہ میں کالدیوں کو بھی اپنا مطیع بنایا۔ مصر سے لے کر زاگروس اور ٹارس پہاڑوں سے لے کر خلیج فارس تک پھیلی ہوئی اپنی وسیع سلطنت کے موثر کنٹرول کو یقینی بنانے کے لئے سارغون نے اسے 70 صوبوں میں تقسیم کیا جبکہ ہر صوبے کا ایک الگ حاکم یا گورنر بھی مقرر کیا جو کے براہ راست بادشاہ کو جواب دہ تھا اس نے دارالحکومت کالاہ میں ایک مرکزی انتظامیہ قائم کی اور اپنے بیٹے سنجیرب (681۔705 ق م) کو کچھ اختیارات دیئے سارگون نے اپنے دور کے آخر میں ایک نیا شہر درشاہ دکن بنایا اور نینوا میں ایک کتب خانہ قائم کیا۔ ساری سلطنت میں تجارت اور زراعت کی حوصلہ افزائی کی گئی سارگون دوم کے دور میں اشوری سلطنت پہلے کی بہ نسبت کہیں زیادہ طاقت ور اور وسیع تھی لوگ زبان مذہب اور ثقافت کے ذریعے آپس میں بندھے ہوئے تھے بظاہر یہی لگتا تھا کے یہ سلطنت صدیوں تک قائم رہے گی تاہم سارگون کے جانشینوں نے مصر اور عیلام کی فتح اور بابل کو مطیع بنانے کو مقصد بنایا ان دور افتادہ سرزمینوں پر فتح یقینی بنانے کی خاطر انھوں نے شمالی اور شمال مشرقی سرحدی خطوں میں اپنی افواج کو کمزور کیا ان شمالی خطوں میں میڈیوں نے اور نئے مہاجرین کیمریوں اور سیتھیوں کو پنپنے اور قوت حاصل کرنے کا کھلا موقع ملا سنجیرب نے اپنے باپ کی فتح کردہ زمینوں کو نا صرف برقرار رکھا بلکہ وہ

مصری سرحدوں کے لئے بھی خطرہ بنا اس نے اپنا دارالحکومت درشاہ دکن سے نینوا منتقل کیا اور وہیں اس نے اپنا محل بھی تعمیر کروایا وہ بحری بیڑے استعمال کرنے والا پہلا اشوری حکمران تھا 694 ق م میں اس نے کالدی باغیوں کا تعاقب کر کے انھیں شکست بھی دی پھر 689 ق م میں جب بابل دوبارہ اندرونی افراتفری کا شکار ہوا تو سخیرب نے سارے شہر کو ملیا میٹ کر دیا لیکن سخرب کا بیٹا ایسر ہدون (669۔681 ق م) بابل کی جانب زیادہ مائل تھا چنانچہ اس نے اس شہر کو دوبارہ تعمیر کرنے میں مدد دی جبکہ اس کی اہم عسکری کامیابی مصر کی سرحد پار کرنا اور اس کے دارالحکومت ممفس پر قبضہ جمانا تھا اس کے بیٹے اشور بنی پال (627۔669 ق م) نے مصری مہم جاری رکھی اور جنوب میں تھیبس تک جا پہنچا اس نے عیلا میوں کے دارالحکومت سوسا کو بھی لوٹا وہ فاتح کے علاوہ نینوا کے محل میں وسیع کتب خانہ بنانے کے حوالے سے بھی تاریخ میں یاد رکھا گیا 627 ق م میں اشور بنی پال کی موت کے بعد ایک درباری بغاوت ہوئی لیکن ہمارے پاس اس بغاوت کے حوالے سے بہت کم معلومات ہے۔میڈیوں نے 614 ق م میں آشور شہر پر قبضہ کرلیا اور بابلیوں کی مدد سے 612 ق م میں نینوا پر قبضہ بھی جمایا جبکہ آخری اشوری بادشاہ ابلت دوم (609۔612 ق م) کی زیر قیادت اشوری فوج حران میں پسپا ہوئی یہ شکست اشوری سلطنت کے خاتمے کی علامت تھی اشوریہ کی طاقت کا دارومدار اس کی ساری تاریخ کے وددران صرف اور صرف اس کی فوج پر تھی انفینٹری فوج کا مرکزی دستہ تھی پیادے تیر کمان، چھوٹی تلواروں اور نیزوں سے مسلح تھے لیکن کچھ زرہ بھی پہنتے تھے جبکہ بادشاہ فوج کا سپہ سالار تھا جو عموماً فوج کی قیادت خود ہی کیا کرتا گو کہ وہ مطلق حکمران تھا لیکن در حقیقت شرفاء اور درباریوں کا گروہ اور مفتوحہ زمینوں کے حاکم ہی اصل فیصلے کیا کرتے تاہم ان کی سازشیں اشوری حکمرانوں کی زندگیوں میں ایک مستقل مصیبت بنی رہی محلاتی بغاوتیں

اور انقلابات معمول کی بات تھی جبکہ مرکز کی کمزور اشوری سلطنت کے زوال و انتشار کی اصل وجہ بنی بابل کے لئے سومیر اور اشور کے لئے بابل ویسے ہی تھے جیسے یونان کے لئے کریٹ اور روم کے لئے یونان۔ سومیر نے تہذیب پیدا کی اور بابل نے اسے ترقی کی معراج پر پہنچایا لیکن اشور نے اسے ترکے میں حاصل کر کے نا صرف اس کی حفاظت کی بلکہ اس میں اضافہ کر کے اگلے مرحلے میں بربریوں کو منتقل بھی کر دیا۔ [۴]

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

اشوریوں میں سرمایہ دارانہ نظام نافذ تھا ان کے شہنشاہ مطلق العنان فرمانروا تھے لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کے ان کے شہنشاہ جنگجو اور فتوحات کے شوقین تھے جس کی وجہ سے انھوں نے اپنی فوج اور عسکری اداروں کو مضبوط کیا اور اگرچہ اشوریوں کی بقاء کا راز اور انحصار بھی ان کی مضبوط اور طاقتور فوج کے قیام میں ہی مضمر تھا چنانچہ شہنشاہ اپنی فوج کی بغاوت سے بھی خوفزدہ رہتے چنانچہ وہ ان کی جائز و ناجائز خواہشات کا بھی ہر ممکن خیال رکھتے اگرچہ اشوریوں نے اپنے عہد حکومت میں ایک مضبوط و مستحکم و منظم حکومت کو کامیابی سے قائم کیا۔
اشوری معاشرہ پانچ طبقات میں منقسم تھا۔

۱۔ امراء اور سرکاری عہدہ دار۔

۲۔ سپاہ سالا، فوج، تاجر اور مالدار طبقہ۔

۳۔ کسان۔

۴۔ مزدور۔

۵۔ غلام۔

ان تمام طبقات میں بادشاہ و امراء کو معاشرے میں بڑی قدر و منزلت حاصل تھی

جبکہ بادشاہ تو زمین پر خدا کا پرتو یا اس کا سایہ تصور کیا جاتا جبکہ مالدار امراء بھی امور سلطنت میں بادشاہ کے معاون و مددگار ہوتے وہ بادشاہ کو وقت ضرورت اپنے قیمتی مشوروں سے بھی نوازتے اور بادشاہ کی عدم موجودگی میں اس کے نائب کی حیثیت سے فرائض بھی انجام دیا کرتے ان اعلیٰ عہدے داروں کے بعد سپہ سالار اور افواج کو اشوری سلطنت میں اہمیت حاصل تھی کیونکہ وہ دشمنوں سے اپنے ملک کی حفاظت کی بڑی ذمہ داری نبھاتے نیز وہ اشوری سلطنت کی طاقت بھی تھے اسی طرح سے تاجر حضرات بھی ملک کے طول وعرض میں اپنی تجارتی سرگرمیاں جاری رکھتے اس کے ساتھ ہی ان کے کسان فصلیں اگاتے جو ملکی اور عوامی غذائی ضروریات کو پورا کرتی پھر اس اناج کو محفوظ کرنے کے بھی کچھ طریقے ان کے یہاں رائج تھے جس کے لئے وہ بڑے بڑے مرتبان استعمال کرتے تاکہ ان غذائی اجناس کو تادیر قابل استعمال رکھا جاسکے اشوریوں کے یہاں دستکاروں کی بھی ایک انجمن قائم تھی جس میں مختلف نوعیت کے ذمہ داران جن میں محرر، معمار، بڑھئی، کمہار اور نان بائی شامل تھے اشوری سماج میں غلاموں کی حالت نہایت ابتر تھی بسا اوقات ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک بھی کیا جاتا ان سے بھاری مشقت کے کام لئے جاتے نیز انھیں ذاتی یا قانونی حقوق بھی حاصل نہ تھے۔

اشوریہ بنی پال کی حکومت میں بابلیہ، مصر، شام، سماریہ، فینوشیہ، ایلم، فلسطین اور میڈیا شامل تھے اس نے ایک اعلیٰ پیمانے کی حکومت کو نا صرف منظم کیا بلکہ نہایت کامیابی سے ملک کے طول وعرض میں اپنی عمدہ حکمرانی کے جوہر بھی دکھائے تاہم ماہرین کی یہ رائے ہے کے اشور بنی پال کی اعلیٰ حکومتی اقدامات کا اگر تقابلی جائزہ لیا جائے تو اس کے مقابلے میں حمورابی اور طوطمس سوم کی حکومتوں کی مثالوں کو ہی پیش کیا جاسکتا ہے جبکہ نینوا اشوری حکومت کا دارالحکومت تھا اگرچہ اشوری سلطنت کئی صوبوں میں منقسم تھی جبکہ ہر صوبے کے انتظامات کو بہتر انداز سے

سنبھالنے کے لئے ایک گورنر بھی تھا جو کے محصولات کی وصولی کے بعد آگے مرکز کو وہ رقم منتقل کرتا اور وقت پڑنے پر شہنشاہوں کے لئے فوج کے انتظامات بھی کرتا یہی حکومتی عملہ آبپاشی کے انتظامات کا جائزہ لیتا جبکہ اشوریوں کے یہاں جاسوسی کا نظام بھی خاصا منظم تھا جو کے حکومتی عمال کی خبریں آگے مرکز تک پہنچایا کرتے صوبوں کو خاصی حد تک خودمختاری حاصل تھی مذہبی اور قانونی معاملات میں عموماً مرکز دخل اندازی نہیں کرتا جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کے جب مرکز کمزور ہوا تو صوبائی حکومتوں میں بھی بغاوتیں سر اٹھانے لگیں جس کی سرکوبی کے لئے مرکزی حکومت کو بار بار فوج کشی کرنی پڑی لہٰذا اس روز روز کی سرکشی کے پیش نظر تغلث پلزسوم نے تمام صوبوں کی آبادی کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا تا کہ ایک جگہ لوگ اکھٹا ہو کر بغاوت نہ کر سکیں لیکن ان اقدامات کا بھی کوئی فائدہ نہ ہو سکا اور بغاوتیں بدستور جاری رہیں۔

اشوریوں کا صوبہ جاتی نظام اتنا منظم اور مستحکم تھا کے بعد میں ایرانیوں نے بھی اس نظام اور طریقہ کار کو اپنے یہاں رائج کیا پھر یہی نظام ایران سے روم پہنچا۔

صوبائی بغاوتیں اور سرکشی کی روک تھام فوج کی اولین ذمہ داری تھی ملک میں فوج کا اثر و رسوخ دن بدن بڑھتا گیا اور حکمران طبقہ فوج کا اطاعت گزار اور تابع ہو گیا کیونکہ اشوری فوج نہایت منظم اور طاقتور فوج تھی لہٰذا انھوں نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی عسکری قوت میں بھی اضافہ کر لیا نیز کئی سامان حرب کی ایجاد مثلاً منجنیق، دبالے اور دیگر ہتھیار اور آلات جنگ کو نا صرف استعمال کیا گیا بلکہ کئی نئی جنگی حکمت عملی کو اپناتے ہوئے اپنے دشمنوں کو بھی زیر کیا۔

اشوری عام طور پر جب کسی شہر کو فتح کرتے تو فتح کے بعد اس شہر کے باشندوں کو قتل کر کے اس شہر کو جلا کر مکمل طور پر تباہ برباد کر دیتے چنانچہ اسی سفاکانہ قتل و غارت گری کی وجہ سے اشوری اپنے زمانے میں دہشت اور خوف کی علامت بن گئے لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کے

جب تک اشوری فوج مضبوط رہی وہ فتوحات کے جھنڈے لگاتی رہی لیکن ان کے کمزور ہوتے ہی ان کا زوال شروع ہوگیا اور ان کی سلطنت مٹ گئی، اشوریوں کے پاس کوئی تحریری قانون موجود نہ تھا بلکہ اشوری قانون کی بنیاد بابلی قانون پر مرتب کی گئی تھی عام طور پر ملزمان اور مجرمان کو کوڑے مارے جاتے، ان کی زبانیں کھینچ لی جاتیں یا پھر انھیں زندہ جلا دیا جاتا جبکہ یہ بھی دیکھنے میں آیا کے بعض جرائم کی سزا بابلی سزاؤں سے بھی زیادہ سخت تھیں، اشوری اپنے دشمنوں سے جنگیں انتہائی منظم انداز سے لڑتے چنانچہ متواتر دشمنوں پر حملہ آور ہونے کے باعث وہ طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ مال دار بھی بن گئے لیکن اشوریوں کی پوری تاریخ تباہی اور قتل وغارت گری کے قصوں سے بھری پڑی ہے چنانچہ جب اشور بنی پال نے اپنے بھائی کی بغاوت کو کچلتے ہوئے بابل کو فتح کیا تو اس نے اس قدر سفاکی اور درندگی سے وہاں قتل وغارت گری، لوٹ مار اور ظلم وستم کی داستان رقم کی کے خود اشوری فوج بھی کانپ اٹھی تاہم مورخین یہ لکھتے ہیں کے اس کثرت سے لوگوں کا قتل عام کیا گیا کے ایک عرصے تک لاشیں گلیوں اور سڑکوں پر پڑی سڑتی رہیں۔۵۔

مذہب: Religion:

اشوری مذہبی اعتبار سے بابل اور سمیریوں کے نقش قدم پر رواں تھے ان کے یہاں بکثرت دیوی اور دیوتاؤں کی عبادت کی جاتی بابلیوں کی طرح ان کے یہاں بھی محبت اور حسن کی دیوی عشتر کی پوجا کی جاتی اشوری قوم کے مذہبی دساتیر اور عقائد بھی بابلیوں جیسے ہی تھے ماسوا ان کے قومی مذہبی دیوتا 'اشور' کے اس دیوتا نے بابلی دیوتا 'مردوک' کی جگہ لی اشوری بتوں کے بہت بڑے پجاری تھے اور ان کی سلطنت میں فوج کے بعد مذہبی پروہتوں اور پجاریوں کی بڑی قدر ومنزلت کی جاتی جبکہ 'اشور دیوتا' ان کے یہاں سب سے بڑا دیوتا مانا جاتا جو کے طاقت اور

حکومت کا دیوتا تھا اور جس کے نام پر ان کا شہر اور خود ان کی اپنی پہچان بھی قائم تھی اور وہ اس کے نام پر تمام احکامات اور محاصل کی وصولی کیا کرتے اشوریوں کا یہ ماننا تھا کے جو محاصل وہ اپنے دیوتاؤں کے نام پر جمع کرتے ہیں وہ دراصل دیوتاؤں کے خزآنے میں ہی جمع کروادئے جاتے ہیں چنانچہ جنگیں بھی انھی دیوتاؤں کی مرضی اور خوشنودی کے لئےلڑی جاتی ہیں لہٰذا اس ضمن میں بادشاہ کے منہ سے نکلا ہوا ہر حرف قانون کا درجہ رکھتا اور اس کے حکم کو بغیر کسی حیل وحجت کے تسلیم کیا جاتا وہ اشور دیوتا کے علاوہ کئی نسوانی شکل کی مٹی کی مورتیوں کی پوجا کرتے ہوئے ان سے اپنی حاجات بیان کرتے بسا اوقات اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی کے حصول اور ملک میں خیر وبرکت کے لئے انسانوں کی قربانی بھی دیوتاؤں کو پیش کی جاتی بادشاہ کو بھی زمین پر خدا کا سایہ سمجھا جاتا لہٰذا اس کے احکامات اور فرمودات کو خدائی احکامات کا درجہ حاصل تھا یہی نہیں بلکہ اشوری سورج کی عظمت اور اس کے پر شکوہ جلال سے بے حد متاثر تھے تاہم ان کے یہاں سورج کی بھی بڑے اہتمام سے عبادت کی جاتی اشوریوں کا یہ ماننا تھا کے تمام دنیا بھوت پریت اور شیاطین سے بھری پڑی ہے چنانچہ جنتر منتر اور پوجا پاٹ کے ذریعے ہی ان بری شیطانی قوتوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے اشوریوں کی زیادہ تر اصنام سمیریوں اور بابلیوں سے مشابہ تھے ۲۳۰۰ ق م کے بعد سے اشوریہ سمیر اور اکادی بادشاہت کا حصہ رہا اور تقریباً 2000 ق م میں اس بادشاہت کے خاتمے کے بعد صحرائے عرب کے خانہ بدوشوں اموریوں نے میسوپوٹامیا کا کافی بڑا حصہ فتح کرلیا، بشمول اشوریہ 1850ء ق م میں اشوریائی تاجروں نے وسطی اناطولیہ (ایشیاء کوچک) کے حصوں کو کالونی بنالیا سمیری اور بابلیوں کے مقابلے میں اشوریوں میں مذہب اتنی زیادہ طاقتور حالت میں نہ تھا اور نہ ہی اس کے گہرے اثرات بادشاہ اور عوام الناس پر قائم تھے۔٦۔

اشوری مذہب کا سب سے اہم کام یہ تھا کے وہ اپنے عوام کو وطن پرست بنائیں اور ان میں جذبہ حب الوطنی کے ساتھ ساتھ اپنے حکمرانوں کی اطاعت اور محبت کے جذبات بھی پیدا کریں اشوریوں کا اپنا کوئی قانون نہ تھا لیکن ان کے ظلم و جبر اور سفا کانہ طرز عمل اور دہشت ناک سزاؤں نے ہی ایک قانون کی حیثیت اختیار کر لی تھی جس کے قیام میں ان کی اپنی طبیعت کی سختی نے زیادہ اہم کردار ادا کیا۔ ۷؎

اشوریوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

Assyrian view of life after death and Funeral

اشوریوں کے یہاں مردے کی آخری رسومات میں اس کی تدفین کی جاتی عام طور پر یہ تدفین گھر کے ہی کسی حصے میں کی جاتی لیکن تدفین میں مردے کو بیٹھا کر یعنی مردے کی تھوڑی اس کے گھٹنے سے لگا کر اسے دفن کیا جاتا اشوریوں کا یہ ماننا تھا کہ اگلے جہان میں دیوتاؤں کی خوشنودی سے روح کو با آسانی مکتی مل سکتی ہے اسی لئے وہ اپنے دیوتاؤں کو نذر نیاز پیش کرتے اور دعائیہ تقاریب کا اہتمام بھی کرتے تھے۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

ساتویں ہزار یے ق م میں بھی اشوریہ کے کسان گندم اور جو کی کاشت کیا کرتے اور مویشی پالتے جن میں بھیڑ، بکریاں اور سور شامل تھے انھوں نے گارے اور کچی مٹی سے گھر بھی بنائے گھر میں کھانا اور روٹی بنانے کے لئے گول چولہے جبکہ اناج کو تادیر استعمال کرنے کے لئے بڑے بڑے مرتبان یا ڈرم بنائے۔ بنیادی طور پر اشوری کاشت کار تھے اور ان کی گزر بسر اناج، سبزی اور بھیڑ بکری کے دودھ پر تھی اس کے ساتھ ساتھ وہ بٹے ہوئے سوت سے کپڑا بھی

بناتے ، چقماق سے چاقو اور ایک کلہاڑی نما اوزار بھی ان کے زیر استعمال تھا۔ان کے یہاں ظروف سازی کا فن بھی اپنے عروج پر تھا۔

اشوریوں نے صنعت وحرفت میں مصریوں کو اپنا استاد مانا چنانچہ اینٹوں کو چکنا کرنا، ہاتھی دانت سے سجاوٹی اشیاء اور ضرورت کا سامان بنانا، آبنوس کی لکڑی کا استعمال اور فرنیچر بنانے کے طریقے وغیرہ انھوں نے مصریوں سے ہی سیکھے کپاس کو اگانے کا طریقہ انھوں نے ہندوستانیوں سے سیکھا تانبا وہ دوسرے ممالک سے منگواتے جس سے وہ مختلف چیزیں بنایا کرتے اسی طرح سے 700 ق م کے لگ بھگ دھات کی جگہ لوہے نے لی جس سے اوزار وہتھیار بنائے جاتے یہی نہیں بلکہ کپڑے اور گلاس بنانے کی صنعت کو بھی اشوریوں نے کافی ترقی دی ان کے یہاں کپڑوں کی رنگائی کی جاتی نیز اشوری اپنے گھر کی سجاوٹ کو بھی خاص اہمیت دیتے اور اس غرض سے وہ کئی سجاوٹی اشیاء بھی تیار کرتے وہ مٹی کے برتنوں پر میناکاری بھی کرتے اور اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کے اشوری بھی بابلیوں کی ہی طرح انھی صنعتوں سے وابستہ تھے جو کے بابلیوں کے یہاں پائی جاتیں۔اشوریوں کی اقتصادی زندگی بھی بابلیوں سے مختلف نہ تھی اشوری شہنشاہوں نے تجارت کے فروغ کے لئے بھی کئی اقدامات کئے لہٰذا وہ تمام شہر جو شاہراہوں کے قریب واقع تھے وہ بڑے تجارتی مراکز کے طور پر سامنے آئے اسی طرح سے ملکی مصنوعات اور خام مال خشکی اور سمندری دونوں ہی راستوں سے درآمد اور برآمد کیا جاتا چنانچہ مصر، شام، ہندوستان اور ایشیاء کوچک کے تجارتی قافلے اشور شہر سے گزرتے اشور کے بازاروں میں دیگر ممالک کے تاجر بکثرت پائے جاتے اشور سلطنت میں سیسہ، سونے اور چاندی کے سکے رائج تھے اس دور میں سرکاری بینک کا کوئی تصور نہ تھا لیکن ساہوکار، تاجروں کو ۲۵ فیصد شرح سود پر روپیہ قرض دیا کرتے ناپ تول کے لئے اوزان بھی استعمال کئے جاتے یہ بات

اپنی جگہ درست ہے کے اشور شہنشاہوں نے دوسرے ممالک کو فتح کر کے بے پناہ دولت حاصل کی جس کی وجہ سے ان کی معیشت اور اقتصاد نے خاصی ترقی کی لیکن ان تمام اقدامات کے باوجود اشوری بابلیوں سے ہرگز بھی آگے نہ نکل سکے باربرداری کے لئے جانوروں کا ستعمال کیا جاتا جبکہ گھوڑے کوسواری اور جنگی اعتبار سے خاصی اہمیت حاصل تھی۔

اشوریوں نے بابلیوں کے مقابلے میں زراعت کے میدان میں کافی ترقی کی تاہم اہل ثروت حضرات کی اپنی زمینیں تھیں جن پر کسان فصلیں اگایا کرتے نیز زرعی انتظامات کے لئے مزدوروں اور غلاموں سے بھی مشقت لی جاتی اشوریوں کے یہاں آبپاشی کا نہری نظام بھی بابلیوں جیسا ہی تھا یعنی فصلوں کی آبپاشی کے لئے نہریں تعمیر کی جاتیں جن سے کھیتوں کی آبیاری ہوتی اشوریوں کے یہاں جو، گندم، چنا، باجرہ اور کپاس بڑی فصلیں تھیں۔ سبزیوں کی کاشت میں سرفہرست لہسن، پیاز، کاہو، چقندر، کھیرا ککڑی اور شلجم تھے اس کے علاوہ انگور اور زیتون کی بھی پیداوار کی جاتی۔ ۸۔

ادب اور فن تحریر: Literature and mode of writin:

اشوری بھی مصریوں کی طرح پائپرس، قلم اور روشنائی سے واقف تھے اور انھوں نے اس ضمن میں پائپرس کا استعمال تو کم کیا لیکن، لکڑیوں کی تختیوں پر پیغامات ضرور درج کئے شاہی روزناموں کو چھوڑ کر اشوری ادب عملاً بابلی جیسا ہی تھا اشوریوں کی ادبی خدمات کے حوالے سے ہمارے پاس بہت زیادہ معلومات نہیں ہیں سوائے کھدائی کے دوران حاصل ہونے والے کتبے کے جن پر ان کے شہنشاہوں کے جنگی کارنامے تفصیلاً درج ہیں یا پھر اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے اور انھیں قرار واقعی سزائیں دینے کے احکامات اس کے علاوہ اپنے دیوی دیوتاؤں سے دعائیہ التجاؤں کے مزید معلومات حاصل نہ ہوسکیں لیکن اشوری

مصریوں کی طرح اپنے منادر اور محلات کی دیواروں پر بھی تصاویر کو کندہ کرنے اور تحریروں کو لکھنے کے عادی تھے چنانچہ ان کے در و دیوار پر پھیلی تصویری پیغامات سے ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کے وہ نہایت جنگجو، بہادر اور خونخوار جانوروں کے شکار کے نہایت شوقین تھے۔

شہنشاہ اشور بنی پال کا یہ کارنامہ تاریخ میں زندہ رہے گا کے اس نے ایک لائبریری قائم کی جس میں تقریباً 23000 تختیاں جمع کی گئیں جن میں سے کچھ تختیاں روزنامچوں اور سرگزشت کی تھیں جبکہ کچھ پر جنتر منتر، شاہی پیغامات، گیت، بھجن، احکامات، طبی نسخے، فلکی مشاہدات اور مستقبل سے متعلق پیش گوئیاں درج تھیں تاہم کچھ تختیاں ایسی بھی ملیں جن میں سماجی یا خاندانی زندگی، شادی بیاہ کی رسومات اور ملکیت کے قوانین درج تھے ماہرین کی رائے ہے کے اب تک ملنے والے تین اشوری مجموعہ ہائے قوانین سومیری اور بابلی قوانین سے بے حد مماثلت رکھتے ہیں تاہم اشوری قوانین میں مجرموں کے لئے سزائیں بابلی اور سومیریوں کے مقابلے میں زیادہ سخت اور دہشت ناک تھیں اشوریوں نے طب میں کوئی زیادہ نام نہیں کمایا بلکہ وہ بابلیوں کی ہی طبی تحقیقات سے استفادہ کرتے تھے۔۹

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

اشوری آرٹ اور فن تعمیر کسی طرح بابلیوں سے کم نہ تھے وہ نقاشی اور سنگ تراشی میں بابلیوں سے کافی آگے تھے اشوریوں کا مشہور بادشاہ تغلث پلزاول کے دور حکومت میں اشور میں کئی منادر تعمیر کئے گئے جن میں سے کئی کی باقیات آج بھی موجود ہیں اشوریوں کے عہد حکومت میں یہ منادر اپنی اعلیٰ شان و شوکت کے باعث لاثانی سمجھے جاتے تاہم ان کی اندرونی دیواروں پر نہایت نفاست سے نقاشی کی گئی جو کے اشوری ماہرین فن کے اپنے کام میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے یہی نہیں بلکہ اشوری شہنشاہوں نے عظیم الشان محلات کی تعمیر

پر بھی خصوصی توجہ دی جب ہی شہنشاہ سارغون دوم نے اپنے عہد حکمرانی میں 'ورشروقین' کے علاقے میں جوخراس آباد کے پاس واقع ہے میں ایک اتنا بڑا اور شاندار محل تعمیر کروایا کے جس میں بیک وقت 80,000 افراد کی ضیافت کا اہتمام ممکن تھا یہی نہیں بلکہ اس محل کے کمرے نہایت کشادہ تھے جنھیں سنگ مرر، سونے، چاندی اور قیمتی دھات سے آراستہ کیا گیا ان کشادہ کمروں کی دیواروں کو رنگ وروغن اور نقش ونگاری کے فن سے بھی سجایا گیا جبکہ محل کے قد آور اور بڑے دروازوں پر مینا کاری کے نادر نمونے بھی موجود ہیں محل کے صحن اور دلان کو دیدہ زیب ٹائلز سے مزین کیا گیا جبکہ اس کی تعمیر میں قیمتی لکڑی، دھات، عمدہ اور چمکدار پتھر استعمال کئے گئے تاہم نفیس اور عمدہ فرنیچر بھی محل کی خوبصورتی میں چار چاند لگاتے اشوری شہنشاہ سارغون دوم نے اپنے اس عظیم الشان محل کے چاروں اطراف منادر بھی تعمیر کروائے جن سے محل کی عقبی سمت میں ایک سات منزلہ مندر جو کے 'دیوتا اشور' کے نام سے موسوم تھا وہ بھی بنوایا گیا اس مندر کی خاص بات یہ تھی کے اس کی ساتویں منزل کو سونے اور چاندی سے تعمیر کیا گیا اس عظیم الشان محل کے داخلی دروازوں پر عظیم الشان اور قد آور شیر اور بیل کے بتوں کو بھی نصب کیا گیا جو اس کے جاہ وجلال میں اضافہ کرتے یہ محل اس زمانے کا انتہائی خوبصورت ترین محلات میں سے ایک تصور کیا جاتا تھا شہنشاہ سارغون کے بعد شہنشاہ ایسہرون نے بھی اپنے عہد حکومت میں کئی نادر تعمیرات کروائیں جن میں منادر اور محلات شامل ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اشوریوں کی فن تعمیر پر مصری اثرات بھی غالب آتے گئے ان کے کام میں مہارت اور نفاست بھی بڑھتی چلی گئی چونکہ دولت کی فراوانی تھی چنانچہ بادشاہ وقت منادر اور محلات کی تعمیرات میں جی جان سے پیسہ خرچ کرتے اور اس کی آرائش وزیبائش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے اشور بنی پال کے عہد کے وہ کتبے جن پر اپنے عہد کی نادر تعمیرات کی عظمت

وخوبصورتی کا ذکر موجود ہے کندہ تحریر کی صورت میں آج بھی ہمارا ایک تاریخی ورثہ تصور کیا جاتا ہے گردش زمانہ کے پیش نظر اب ان تعمیرات کے کھنڈرات بہت اچھی حالت میں موجود نہیں لیکن یہی منہ بولتے کندہ کتبے، عظیم الشان محلات ومنادر کے خاموش کھنڈرات اور ان کے شکستہ در و دیوار کے جن کی تہوں میں سرکش، ظالم و جابر متکبر اور عیاش حکمران پیوند خاک ہیں اپنی عظمت اور جاہ جلال کی عبرت انگیز کہانی سنا رہے ہیں۔

بقول ساحر لدھیانوی!

یہ عمارات و مقابر یہ فصیلیں یہ حصار
مطلق الحکم شہنشاہوں کی عظمتوں کے ستون
سینہ دہر کے ناسور ہیں کہنہ ناسور
جذب ہے ان میں ترے اور میرے اجداد کا خون۔١٠

اشوری شہنشاہوں نے سنگ تراشی میں بھی کمالات دکھائے انھوں نے نہایت باریکی اور نفاست سے پتھروں پر اپنے آرٹ کو منتقل کیا وہ اپنے دیوتاؤں کے عظیم الشان بتوں کو تراشتے اس کے علاوہ انھوں نے بے شمار قوی الجبثہ جانوروں کے بتوں کو بھی تراشا اشوری، مصریوں کے طرح دیواروں پر بھی نقش و نگار بناتے چنانچہ اشور بنی پال کے محلات کی دیواروں پر گھوڑوں کی تصاویر کندہ ہیں نیز اشور بنی پال کو شیر کا شکار کرتے ہوئے بھی دکھایا گیا اس کے علاوہ اس کے محلات کی دیواروں پر زخمی اور مردہ شیروں کی تصاویر بھی کندہ ہیں جنھیں دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کے انھیں بہادری سے اپنے شکار کو پچھاڑنے کا شوق تھا ایک دیوار پر ان کے نیکی کے دیوتا 'مردوک' کو برائی کے دیوتا تامت کو شکست دیتے ہوئے بھی دکھایا گیا ہے نیز اشوریوں نے اپنے دور کے جنگی کارناموں اور شہنشاہوں کی بہادری کے

واقعات کوبھی تصویری شکل میں دیواروں پر کندہ کردیا ہے جوکے آج بھی ان کی عظمت رفتہ کی داستانوں کو بیان کررہا ہے اشوریوں نے سونے، چاندی اور دیگر قیمتی دھات سے زیورات بھی بنائے جنھیں طبقہ اشرافیہ استعمال کیا کرتے اس کے علاوہ وہ لکڑی کے کام میں بھی خاص مہارت رکھتے تھے لیکن ظروف سازی کا فن چونکہ انھوں نے اہل بابل سے سیکھا تھا چنانچہ سادے انداز میں وہ مٹی کے برتن بنایا کرتے لیکن ان برتنوں پر رنگ وروغن اور نقاشی میں انھوں نے کمال حاصل کیا ایرانیوں نے بھی برتنوں پر نقاشی اشوریوں سے ہی سیکھی۔ ۱۱؎

موسیقی: Music:

جہاں تک فن موسیقی کا سوال ہے تو اشوریوں کے یہاں کے دستیاب کتبوں پر ان کے مذہبی بھجن اور گیت کندہ ہیں چنانچہ ان کتبوں کے مطالعہ سے ہم یہ اخذ کرسکتے ہیں کے اشوری اپنی مذہبی تقاریب، تہوار اور خوشی کے مواقع پر بھجن اور گیت گاتے۔

کروبیم: Cherubim:

کروبیم کو 'کروبیاں' بھی کہا جاتا ہے یہ اکادی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عبادت گزار اور مددگار کے ہیں تاہم قدیم اشوری آرٹ میں کروبیم کو پردار شیر، شاہین اور دیگر جانوروں کے روپ میں دیکھایا گیا ہے جو کے عام طور پر کسی مندر یا عبادت گاہ کے پھاٹک پر نصب ہوتے اگرچہ بائبل میں انھیں اولین فرشتے بتایا گیا ہے جو کے جنت کے دروازے پر پہرہ دار ہیں تاکہ آدم اور حوا دوبارہ جنت میں داخل نہ ہوجائیں جبکہ ایک طبقہ انھیں حضرت جبرائیل علیہ السلام بتاتا ہے۔ ۱۲؎

سامی زبانیں: Semitic:

سامی زبانوں میں آرامی، عبرانی، امہاری، اشوری، بابلی، اکادی، فنیقی اور عربی زبانیں شامل ہیں اشوریوں بنیادی طور پر سامی النسل تھے اور انھوں نے کئی جنگی فتوحات بھی حاصل کیں جس کے نتیجے میں اشور میں جنگی قیدیوں، مختلف اقوام اور افراد کی افراط ہوگئی چنانچہ مقبوضہ اقوام وافراد نے اشور میں آ کر اپنی زبان کو بھی رواج دیا تاہم آرمیوں اور اشوریوں کے اختلاط کے نتیجے میں آرمی زبان بھی اشور میں بولی جانے لگی گو کے آرمی ایک ترقی یافتہ قوم تھی لہٰذا جب اشوریوں کا اس قوم سے سابقہ پڑا تو بہت جلد انھوں نے آرمی زبان سیکھ لی چنانچہ لین دین کے معاہدے اور تجارتی معاملات عام طور پر آرمی اور اشوری دونوں ہی زبانوں میں ہی لکھے اور پڑھے جانے لگے جبکہ اشور کی کھدائی کے نتیجے میں برآمد ہونے والی تختیوں پر مختلف تحریریں کندہ ہیں جو اشوری اور آرمی زبان میں ہی لکھی گئی ہیں پھر رفتہ رفتہ آرمی زبان اشور کی سرکاری زبان بن گئی غالباً تیسرے ہزار یے ق م میں سامی خانہ بدوشوں نے اس خطے کو فتح کیا اور ممیز آوازوں والی (Inflected) زبان بنائی جو کے بابلی زبان سے قریبی تعلق رکھتی ہے۔

آرامی زبان: Aramaic Language:

آرامی زبان کو سامی یا سریانی زبان بھی کہتے ہیں جیسا کے تمام ماہرین بشریات اور آثاریات کا یہ ماننا ہے کے تمام نسل انسانی چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے تینوں بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولادوں سے ہیں لہٰذا ان میں سے سام کی اولادیں جو کے سامی النسل کہلاتی ہیں وہ افراد عرب، ایشیاء کوچک، عراق، شام، فلسطین، اور فونیشیاء میں پھیل گئیں چنانچہ ان تمام ممالک کی زبان کو سامی زبان کہتے ہیں سامی زبان میں فونیقی، آشوری، کلدانی،

عبرانی، بابلی اور حطی زبانیں شامل ہیں جبکہ سامی زبان زیادہ تر شام میں بولی جاتی تھی شام کو دمشق کی خوبصورتی اور زرخیزی کی وجہ سے ارم یعنی بہشت کہا جاتا ہے اسی لئے سامی زبان کو سریانی یا آرامی زبان بھی کہا جاتا ہے۔

آٹھویں صدی قبل مسیح میں آرامی زبان مشرق وسطی کی بین الاقوامی زبان بن گئی اس وقت یہ زبان فارس کی سرکاری زبان قرار دی گئی اس زبان کی وسعت اور عروج کا زمانہ چوتھی صدی قبل مسیح سے ساتویں صدی عیسوی تک کا ایک ہزار سالہ دور تھا ساتویں صدی عیسوی میں اس کی جگہ عربی زبان نے لی آرامی زبان کچھ عرصے کے بعد ہی دو بڑے گروہ میں تقسیم ہوگئی۔

ا۔مشرقی آرامی۔

۲۔مغربی آرامی۔

بنیادی آرامی زبان کے نوشتے اور ثبوت مختلف صورتوں میں ملے ہیں اگرچہ اب یہ زبان عربی، فارسی اور دیگر زبانوں میں تقسیم ہوکر اپنا وجود کھوبیٹھی ہے تاہم آج بھی مغربی آرامی زبان لبنان اور دمشق کے اردگرد اور مشرقی آرامی زبان جھیل ارمیہ اور آشور کے علاقوں میں بولی جاتی ہے یاد رہے کے فرانسیسی، لاطینی، انگریزی اور دیگر یورپی زبانیں اسی زبان کی مغربی شاخ سے نکلی ہیں جبکہ فارسی اور کسی حد تک عربی زبانیں اسی زبان سے تعلق رکھتی ہیں آرامی زبان عربی سے کس قدر ملتی جلتی ہے اس کا اندازہ ان آرامی الفاظ اور ان کے معانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

اخ (بھائی) بال (آقا) کلب (کتا) وباب (مکھی) زر (بیج) رس (سر) عین (آنکھ) لسان (زبان) سینن (دانت) سیمی (آسمان) لیلہ (رات) مائع (پانی) بیت (گھر) سلم (امن)

اسم (نام)۔

آرامی رسم الخط: Aramic mode of writing:

انسان نے پیغام رسانی کے لئے سب سے پہلے مصوری کا سہارا لیا لہٰذا وہ جو بات کرنا چاہتا تھا اسے اس نے تصوری شکل دے دی لیکن یہ تصوری رسم الخط اظہار اور اس کے اندر چھپے وسیع معانی اور مطالب کے لئے ناکافی تھا مثلاً ہاتھ کی تصویر تو بن سکتی تھی لیکن ہاتھ کے درد کی تکلیف نہیں بن سکتی تھی لہٰذا اس گھمبیر مسئلے کا سب سے پہلے حل مشرق وسطی کی ایک قوم فنیقی نے نکالا انھوں نے مصر کی تصویری رسم الخط کو حروابجد میں تبدیل کر دیا مثلاً بیل کے سر کو پہلا حرب (الف) قرار دیا گیا اور گھر (ب) قرار دیا گیا ایسے ہی حروف سے آرامیوں نے ایک رسم الخط کا اجراء کیا یہ رسم الخط تقریباً ایک ہزار سال ق م میں فنیقیوں کے رسم الخط سے اخذ کیا گیا تھا اس میں 22 حروف ابجد تھے لہٰذا بعد میں اسی رسم الخط نے ترقی کی اور عربی اور فارسی رسم الخط کی صورت اختیار کی رسول اللہ ﷺ نے شاہ مقوقس جو کے مصر کا بادشاہ تھا اس کو جو مراسلہ ارسال کیا وہ اسی تبدیل شدہ آرامی عربی رسم الخط میں لکھا گیا اس سے بہت پہلے یہ خط بین الاقوامی تجارت کا حصہ بن گیا تھا اس رسم الخط کے کتبے ایشیائے کوچک سے دستیاب ہوئے ہیں مصر سے ملنے والے چمڑے کے نوشتوں کی عبارت بھی اسی رسم الخط میں تحریر ہے ایرانی بادشاہ جمشید کے پایہ تخت سے ملنے والے کھنڈرات سے ملنے والی تختیوں ،نوشتوں، کتبوں اور برتنوں پر جو عبارتیں درج ہیں وہ اسی رسم الخط میں ہیں اس کے قدیم ترین نمونے ہخامنشی بادشاہ بغکرت کے بیٹے بغ دات کے سکوں پر محفوظ ہیں بغ دات کو سکندر اعظم نے 323 ق م میں فارس پر تسلط کے بعد اس کے عہدے پر بحال رکھا تھا اس کے دو کتبے ٹیکسلا اور دریائے کابل کے قریب جلال آباد (تھمان) سے بھی ملے ہیں آرامی رسم الخط قدیم

ترین اور بنیادی رسم الخط شمار کیا جاتا ہے۔ ۱۳؎

اشوری رسم الخط، بابلی خط میخی کی ایک معمولی سی تبدیل شدہ شکل ہے۔

اشوری خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Social Status of Assyrian Women's in their Society

اشوری سماج کی خواتین کی حالت بھی کوئی خاص قابل ذکر نہ تھی بلکہ کسی حد تک بابلی سماج کی خواتین کے مقابلے میں کمتر تھی ان کی اہم ترین ذمہ داریوں میں گھرداری، بچوں اور شوہر کی دیکھ بھال اور اس کے علاوہ بغیر کسی ناگواری کے ہر قسم کی فرمانبرداری کی امید بھی رکھی جاتی انھیں اپنے ذاتی معاملات متعلق فیصلوں کی بھی آزادی حاصل نہ تھی اس کے ساتھ ساتھ اشوری سماج میں مرد کئی شادیاں کرتے اور ان شادیوں کا بنیادی مقصد یہی ہوتا کے زیادہ سے زیادہ بچوں کی پیدائش ہوتا کہ اپنی ملکی افواج میں اضافہ کیا جاسکے چنانچہ اسقاط حمل کو شدید ناپسند کیا جاتا تاہم اگر کوئی عورت اسقاط حمل کے دوران مرجاتی تو بطور سزا اس کی لاش کو جلا دیا جاتا اشوری مرد عورتوں کو اپنا غلام تصور کرتے نیز اس سماج میں عورتوں کی خرید وفروخت اور ان کا جنسی استحصال عام سی بات تھی شاہی دربار میں رقاصائیں اور مغنیوں کی بڑی تعداد موجود ہوتی تاہم بادشاہ کی دلجوئی کے لئے بھی دربار میں ہر وقت خوبصورت کنیزوں اور کم سن لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد موجود رہتی شادی بیاہ کے طور طریقے عام طور پر بابلیوں جیسے ہی تھے۔ ۱۴؎

قوم اشور پر حضرت یونس علیہ السلام کی بعثت

Prophet Jonah's Apostleship on Assyrian's

حضرت یونس علیہ السلام کا بائبل میں نام 'یوناہ' ہے جو کے یونس کا عبرانی تلفظ ہے

آپ اللہ کے برگزیدہ بندے، نبی اور رسول تھے اور آپ کو اللہ تعالی نے اشوریوں کی اصلاح کے غرض سے ان کے شہر 'اشور' میں جو کے اس دور میں ان کا دارالحکومت بھی تھا میں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے منتخب فرمایا آپ حضرت ہود علیہ السلام کی اولادوں میں سے ہیں

اللہ تعالی نے آپ کو 28 برس کی عمر میں نبوت اور رسالت سے بھی سرفراز فرمایا آپ پر ایک صحیفہ بھی نازل ہوا جو کے 'یوناہ نبی کی کتاب' کے نام سے تورات میں موجود ہے جو چار مختصر ابواب پر مشتمل ہے مورخین کے مطابق! آپ کا زمانہ 860 ۔784 ق م کے درمیان کا ہے اسی لئے کتب تاریخ میں اشوریوں کو 'قوم یونس' بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے آپ کو قوم اشور کی رہنمائی کے لئے نینوا یعنی (موجودہ عراق) بھیجا چونکہ اس قوم کا مرکز اس زمانے میں نینوا کا مشہور شہر تھا جس کے وسیع کھنڈرات آج بھی دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر پائے جاتے ہیں جو کے موجودہ شہر موصل کے عین مد مقابل ہے لہٰذا اس شہر میں 'یونس نبی' کے نام سے ایک مقام بھی موجود ہے اس زمانے میں دریائے دجلہ کے کنارے نینوا ایک چھوٹی سی بستی تھی جس میں دیگر دیوی دیوتاؤں کے علاوہ ان کے سب سے بڑے 'دیوتا اشور' کی عبادت کی جاتی جبکہ اسی دیوتا کے نام پر اس شہر کا نام 'اشور' اور یہاں کے رہنے والے 'اشوری' کہلائے یہی نہیں بلکہ اس قوم نے نہایت عقیدت سے اپنے دیوتا کے نام کا ایک بڑا اور عظیم الشان مندر بھی تعمیر کروایا اس قوم کے تمام تر سیاسی اور انتظامی امور کی انجام دہی بھی اسی 'دیوتا اشور' کے نام پر کی جاتی اس کے ساتھ ہی بادشاہ کو خدا کا سایہ بھی تصور کیا جاتا۔

حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے حکم سے نینوا تشریف لے گئے اور بادشاہ 'پال' کو پیغام حق سنایا جیسے سن کر بادشاہ غضبناک ہوا اور آپ کی جان کا دشمن ہوا اور حسب روایت قوم

اشور اور بادشاہ وقت نے اپنے تئیں دین حق کی مکمل مخالفت کی اور وہ سب مل کے

حضرت یونس علیہ السلام کے جان کے درپہ ہو گئے لیکن حضرت یونس علیہ السلام نہایت تحمل اور مستقل مزاجی سے دعوت دین کے کٹھن ترین کام میں لگے رہے ایک روایت کے مطابق آپ اپنی قوم کے درمیان تقریباً 31 برس تک دین حق کی تبلیغ واشاعت کرتے رہے آپ کی قوم کی تعداد قرآن وحدیث ﷺ کے مطابق ایک لاکھ سے زیادہ تھی قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کے قصے کو تین مقامات یعنی (سورہ الانبیاء، سورہ الصافات اور سورہ القلم) میں بیان کیا گیا ہے۔

اسی حوالے سے قرآن کریم میں ارشادات خداوندی ہیں!

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ ۱۵؎

ترجمہ۔ بے شک یونس بھی رسولوں میں سے تھا۔

وَاَرْسَلْنَاہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ۔ ۱۶؎

ترجمہ۔ہم نے اسے (یونس کو) ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ روایت کرتے ہیں جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی تعداد کے حوالے سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! ان کی قوم کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

قصہ مختصر حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو مستقل مزاجی سے دین اسلام کی تعلیم دیتے رہے لیکن ان کی قوم بھی نہایت مستقل مزاجی سے ان کا انکار کرتی رہی چنانچہ ایک روز حضرت یونس علیہ السلام نے غصے میں آ کر بادشاہ وقت اور اپنی قوم کو عذاب کی وعید سنائی اور کہا اگر تم نے تین دن کے اندر اندر بت پرستی اور شرک کو نہ چھوڑا اور توبہ کر کے ایک اللہ کی عبادت نہ کی تو تم پر قہر

خداوندی نازل ہوجائے گا جس کے نتیجے میں تم اور تمھارا پورا شہر تباہ و برباد ہوجائے گا' عذاب کی یہ وعید سن کر آپ کی قوم نے آپ کا حسب روایت مذاق اڑایا اور آپ سے کہا!

ہم تمھارے رب کی طرف سے آنے والے عذاب کے منتظر رہیں گے۔

اللہ کے اذن کے بغیر حضرت یونس علیہ السلام کی از خود ہجرت

Migration of Jonah without permission of God

جہاں تک رسولوں کی خصوصیات کا تعلق ہے تو ان کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کے وہ تمام رسول، اللہ کے حکم سے اپنی قوم کی سرکشی کے باعث مجبوراً ہجرت بھی کرتے ہیں لیکن اس ہجرت میں حکم الٰہی کا ہونا ضروری ہے لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے تئیں خود ہی ہجرت کا فیصلہ کرلیا اور اپنی قوم کو تین دن کے اندر اندر سدھرنے کا انتباہ کرتے ہوئے اس شہر کو چھوڑ کر نکل گئے جب آپ شہر سے باہر نکلے تو آپ نے ایک کشتی کو ساحل کے قریب دیکھا جس میں کئی مسافر بھی سوار تھے چنانچہ آپ اس کشتی میں سوار ہوگئے لیکن جب یہ کشتی بیچ سمندر میں پہنچی تو اس کشتی کو چاروں طرف سے ایک شدید طوفان نے گھیر لیا اس صورت حال کو دیکھ کر مسافر خوفزدہ ہوگئے اس کشتی میں ایک پرہیز گار شخص بھی موجود تھا اس نے کہا میرے علم کے مطابق اس کشتی میں ایک ایسا غلام سوار ہے جو کے اپنے آقا کی مرضی کے خلاف بھاگ کر اس میں سوار ہوا ہے لہٰذا اس طوفان سے محفوظ رہنے کا واحد طریقہ یہ ہے کے وہ غلام سمندر میں کود جائے تا کہ ہم سب پر سے یہ طوفان ٹل جائے یہ سنتے ہی حضرت یونس علیہ السلام کو احساس ہوا کے وہ غلام میں ہی ہوں جو کے اپنے مالک کی مرضی کے بغیر اس کشتی میں سوار ہوگیا مجھے سمندر میں کود جانا چاہئے لیکن مسافروں نے کہا کے قرعہ اندازی ہونا چاہئے تا کہ جس شخص کا نام نکلے وہ ہی سمندر میں کودے چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر دفعہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا جس کے بعد آپ سمندر میں کود گئے

اور ایک بڑی مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔

اس پوری صورت حال کو قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ۔ ۱۷؎

ترجمہ۔ مچھلی والے کو جب (وہ اپنی قوم سے) غصہ ہو کر چلا گیا پس خیال کیا کہ ہم اسے نہیں پکڑیں گے پھر اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو بے عیب ہے، بے شک میں بے انصافوں میں سے تھا۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ۔ ۱۸؎

ترجمہ۔ آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور مچھلی والے جیسے نہ ہو جائیں جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا اور وہ بہت ہی غمگین تھا۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ ۱۹؎

ترجمہ۔ بے شک یونس رسولوں میں سے تھا جب وہ اس بھری کشتی کی طرف بھاگا اور پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور اس میں اس نے مات کھائی اور آخر کار مچھلی نے اسے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا اب اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روز قیامت تک وہ اسی مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں دعا

Johan pray inside the belly of fish

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے سالم نگل لیا انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں ہی اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی اور اللہ تعالی نے ان کی معافی قبول فرمائی اور مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو ساحل سمندر پر اگل دیا پھر اللہ تعالی نے وہاں ایک بیل دار پودا اگا دیا زیادہ تر روایت میں اس بیل دار پودے کو کدو کا پودا بتایا جاتا ہے لہٰذا حضرت یونس علیہ السلام اس پودے کے سایے میں رہتے اور اس پودے کے پھل کو کھا کر طاقت حاصل کرتے ۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کچھ اس طرح سے کرتے ہیں حضرت یونس علیہ السلام موصل کے ایک علاقے نینوا کے لوگوں کی جانب بحثیت پیغمبر کے بھیجے گئے جب ان کی قوم نے ان کا انکار کیا تو حضرت یونس نے غصے میں آ کر انھیں تین دن بعد عذاب کی وعید سنائی اور خود بستی سے نکل گئے پھر جب عذاب کے آثار اس قوم کے سر پر پہنچ گئے اور انھیں اس بات کا یقین ہو گیا کے اب یہ عذاب نہیں ٹلے گا اور وہ یقیناً اس کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے تو اس قوم نے اپنے نبی کو تلاش کرنا شروع کیا مگر انھیں حضرت یونس علیہ السلام کہیں نظر نہ آئے پھر آخر کار وہ سب لوگ اپنے بال بچوں اور مال مویشیوں کے ساتھ ایک صحرا (یا میدان) میں نکل آئے اور انھوں نے اللہ کے حضور ایمان اور توبہ واستغفار کا اظہار کیا پس اللہ تعالی کو اس قوم کی حالت پر رحم آ گیا اور اللہ تعالی نے ان کی دعاؤں کو قبول کر لیا۔ ۲۰ ۔

ارشادات خداوندی ہیں !

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ۲۱ ۔

ترجمہ۔اس نے تاریکیوں (مچھلی کے تاریک پیٹ میں) میں پکارا کے تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں ہے میں ظالموں میں تھا سو ہم نے اس کی سنی اور اسے غم سے نجات دی اور یونہی ہم مومنین کو نجات دیں گے۔

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّن يَقْطِينٍ۔ ۲۲؎

ترجمہ۔پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا،اور ہم نے اس پر ایک درخت بیل دار اگا دیا۔

لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ۔ ۲۳؎

ترجمہ۔اگر اس پر (یونس) اس کے رب کا فضل نہ ہوتا تو وہ چٹیل میدان میں ہی پڑا رہتا اور بدحال ہوتا پھر اس کے رب نے اسے نوازا اور اسے صالحین میں شامل کر دیا۔

مندرجہ بالا آیات کی تشریح میں امام رازی یہ لکھتے ہیں!

حضرت یونس علیہ السلام کا قصور یہ تھا کے جب ان کی قوم نے انھیں جھٹلایا تو انھوں نے اذن الٰہی کے بغیر ہی اپنی قوم کو عذاب کی وعید سناڈالی نیز صبر نہ کیا اور اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل گئے جبکہ انھیں تبلیغ و اشاعت کا کام جاری رکھنا چاہئے تھا کیونکہ اس امر کا امکان بہرحال موجود تھا کے اللہ ان کی قوم کی خطا معاف کر دے اور انھیں ہلاک نہ کرے۔ ۲۴؎

علامہ آلوسی یہاں إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ کے حوالے سے یہ لکھتے ہیں بق کے اصل معانی آقا کے یہاں سے غلام کا فرار ہو جانا چونکہ حضرت یونس علیہ السلام اذن الٰہی کے

بغیر ہی اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل گئے چنانچہ جب قوم نے عذاب الہی کے آثار دیکھے تو وہ خوفزدہ ہوکر اپنے بیوی بچوں اور مال مویشیوں کے ساتھ ایک میدان میں جمع ہو گئے اور انھوں نے اللہ کے حضور سچے دل سے معافی کا اقرار کیا لہٰذا اللہ تعالی اس قوم کے گناہوں کو معاف کر دیا۔ ۲۵

علامہ شبیر احمد عثمانی فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ کی تشریح میں یہ لکھتے ہیں

حضرت یونس علیہ السلام پر الزام یہی تھا۔

۱۔ خطائے اجتہادی سے حکم الہی کا انتظار کئے بغیر وہ بستی سے نکل پڑے اور عذاب کے دن کا تعین بھی خود ہی کر دیا۔

۲۔ دوسرے یہ کے اذن الہی کے بغیر خود ہی ہجرت کا فیصلہ بھی کر لیا۔

۳۔ تیسرے یہ کے جب ان کی قوم پر سے عذاب الہی ٹل گیا تو وہ اپنی قوم میں واپس نہیں گئے۔

مشہور مفسر قتادہ سورہ یونس کی آیت نمبر ۹۸ کی تفسیر میں یہ فرماتے ہیں!

کوئی بستی بھی ایسی نہیں گزری ہے جو کے کفر کر چکی ہو اور عذاب کے آثار آجانے کے بعد ایمان لائی ہو اور پھر اللہ نے انھیں اپنی رحمت خاص سے معاف کر دیا ہو چنانچہ اس سے مراد صرف قوم یونس ہی ہے جو کے اس عذاب سے مستثنیٰ ہوئی لہٰذا عذاب کے آثار دیکھ کر جب قوم نے اپنے نبی کو تلاش کیا اور انھیں نہ پایا تو اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان اور توبہ کی توفیق ڈال دی۔ ۲۶

قرآن کریم کے مطابق یہ بھی ایک خدائی دستور اور مستقل دفعہ ہے کے اللہ تعالی کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتے ہیں جب تک کہ ان پر اتمام حجت قائم نہ ہو جائے پس حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کے حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو دین اسلام پہنچانے کے سلسلے میں اتمام حجت نہ کی اور اللہ تعالی کے مقرر

کردہ وقت سے پہلے ہی اپنی قوم کو چھوڑ کر ہجرت کر لی چنانچہ اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب الٰہی سے بچا لیا اور انھیں ایمان اور توبہ کی توفیق عطا فرما دی۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۔ ۲۷؎

ترجمہ۔ پھر کیا کوئی ایسی مثال ہے کے ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا یمان اس کے لئے نفع بخش ثابت ہوا ہو؟ یونس کی قوم کے سوا اس کی کوئی نظیر نہیں ہے وہ قوم جب ایمان لائی تھی تو ہم نے اس پر دنیا کی زندگی میں رسوائی کے عذاب کو ٹال دیا تھا اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع بھی دیا تھا۔ ۲۷؎

جب حضرت یونس کی قوم اللہ پر ایمان لے آئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے نا صرف ان کی مہلت عمر میں اضافہ کیا بلکہ انھیں ایمان کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا۔

قوم اشور کا انجام: End of Assyrian's:

قوم اشور کچھ عرصہ تک تو اللہ کی عبادت کرتے رہے اور انھوں نے اس کے احکامات کی بجا آوری بھی نہایت نیک نیتی سے کی لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ایمان بھی کمزور پڑ گیا اور وہ طرح طرح کی گمراہیوں میں بھی مبتلا ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً ان کی ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجا جن میں سے ایک ناحوم نبی (720۔698 ق م) تھے انھوں نے اشوریوں کو متنبہ کیا اور انھیں اللہ سے ڈرایا لیکن اس قوم کی سرکشی بدستور جاری رہی لیکن پھر اشوریوں پر آخری ہدایت صفیاہ نبی (640۔609 ق م)

کے ذریعے بھیجی گئی انھوں نے اللہ کے حکم سے اشوریوں کو دین اسلام کا پیغام پہنچایا لیکن یہ قوم اپنی روش سے پیچھے ہٹنے کے لئے قطعاً تیار نہ تھی۔

612ق م کے لگ بھگ اللہ تعالی نے اشوریوں کو اہل میڈیا کے ذریعے پامال کیا لہٰذا اہل میڈیا نے بابلیوں کی مدد سے اشوریوں پر اپنا تسلط قائم کیا اور ان کے کئی علاقوں پر قابض ہو گئے جبکہ اشوری فوج کو جو کبھی اپنی مثال آپ تھی کو سخت ہزیمت اور شکست سے دوچار ہونا پڑا ساتھ ہی وہ میڈیا والوں کے ہاتھوں محصور بھی ہو گئے پھر کچھ عرصے کے بعد دریاے دجلہ میں شدید طغیانی ہوئی جس کے باعث دریا کا پانی شہر کی فصیل توڑ کر شہر میں جا گھسا چنانچہ حملہ آور بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شہر میں جا گھسے اور انھوں نے شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا نا صرف یہ بلکہ شہر کو جلا کر خاک بھی کر دیا جبکہ بادشاہ نے بھی اپنے محل میں جل کر خودکشی کر لی اس طرح سے اشوری سلطنت اور اس کی عظیم تہذیب ہمیشہ کے لئے اپنے انجام کو پہنچی تاہم آج بھی آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران جو باقیات برآمد ہوتی ہیں ان میں آتش زدی کے نشانات خاصے نمایاں نظر آتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ مَّا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۔۲۸؎

ترجمہ۔ہم نے اس سے پہلے جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس کے لئے ایک خاص مہلت عمل لکھی جا چکی ہے کوئی قوم نہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے ہلاک ہو سکتی ہے اور نا ہی اس کے بعد چھوٹ سکتی ہے۔

حوالہ کتب:

۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔۱۸۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔۱۸۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۴۱۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔۱۶۱الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۵۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۴ انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۶۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۴۱۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۷۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۴ انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۸۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۴۳۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۹۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۴۸۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۱۰۔کلیات ساحر۔ساحر لدھیانوی۔ص۔۶۷۔مرتب۔خزینہ علم وادب لاہور۔۲۰۰۱ء۔

۱۱۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۴۸۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۱۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔ص۔۱۵۸۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۳۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول۔ص۔۴الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۵ء۔

۱۴۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۱۴۲۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۱۵۔سورہ الصفٰت۔آیت۔۱۳۹۔

۱۶۔سورہ الصفٰت۔آیت۔۱۴۷۔

۱۷۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۸۷۔

۱۸۔سورہ القلم۔آیت۔۴۸۔

۱۹۔سورہ الصفٰت۔آیت۔۱۳۹۔۱۴۴۔

۲۰۔روح المعانی۔علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ)۔ج۔۱۱۔ص۔۱۷ **مطبوعہ** داراحیاء التراث العربی بیروت۔دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ۔

۲۱۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۸۷۔۸۸۔

۲۲۔سورہ الصفٰت۔آیت۔۱۴۵۔۱۴۶۔

۲۳۔سورہ القلم۔آیت۔۴۹۔۵۰۔
۲۴۔تفسیر کبیر۔امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی (متوفی ۶۰۶)۔ج۔۷۔ص۔۱۵۸۔مطبوعہ
دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ۔
۲۵۔روح المعانی۔علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ)،ج۔۲۳۔ص۔۱۳۔مطبوعہ
دار احیاء التراث العربی بیروت۔دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ۔
۲۶۔تفسیر القرآن۔حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی (متوفی ۷۷۴ھ)۔ج۔۴۔ص۔۴۳۳۔
مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ۔
۲۷۔سورہ یونس۔آیت۔۹۷۔۹۸۔
۲۸۔سورہ الحجر۔آیت۔۴۔۵۔

باب (۱۱):

کنعان یا ارض مقدس (موجودہ فلسطین) کی تاریخی وتہذیبی حیثیت

The Cultural and Historical Value of Palestine

شام کے اس علاقے میں حام بن نوح کی اولادوں میں سے بنی کنعان کے لوگ یہاں آباد تھے لہٰذا اسی نسبت سے یہ علاقہ کنعان کہلایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں دو قربان گاہیں بنائیں ان میں سے قربان گاہ 'سکم' یعنی موجودہ نابلس میں اور دوسری قربان گاہ 'بیت ایل' میں تعمیر کروائی اگر تاریخی حقائق کا مطالعہ کیا جائے تو شام اور فلسطین کی مقدس سرزمین پر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسانیت کے لئے بے شمار مادی اور روحانی برکتیں چھپا رکھی ہیں یعنی مادی اعتبار سے تو یہاں کی زرخیز، سرسبز اور شاداب زمینیں جبکہ روحانی اعتبار سے اس مقدس سرزمین پر 2000 سالوں تک متعدد پیغمبران اسلام بکثرت سے آتے رہے جس کی تاریخ میں نظیر محال ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں (بابل سے) ہجرت کی تاہم اس مقدس سرزمین پر مزید کلام سے پیشتر ضروری ہے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دو بیٹوں حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کے پڑپوتے حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی مختصر تعارف پیش کیا جائے تا کہ تاریخی حقائق کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

Prophet Abraham: حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء اور خلیل اللہ بھی کہا جاتا ہے آپ اللہ تعالی کے انتہائی برگزیدہ بندے تھے جنھیں اللہ تعالی نے نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا آپ ترتیب زمانی کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے بعد تشریف لائے آپ کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے اور آپ حضرت نوح کے بیٹے سام کی اولادوں میں سے ہیں یعنی آپ سامی النسل ہیں، تورات کے بیان کے مطابق حضرت ابراہیم کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام کی آٹھویں پشت ناحور سے ہوتے ہوئے ان کے بیٹے تارخ (آذر) سے جاملتا ہے کیونکہ آپ کے والد کا نام قرآن کریم میں 'آذر' ہے لیکن تورات میں آپ کے والد کا نام تارخ بیان کیا گیا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ ا؎

ترجمہ۔ جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا! کیا تو بتوں کو معبود ٹھہراتا ہے؟

تورات میں آپ کے والد کا نام تارخ بیان کیا گیا ہے جو کے حضرت نوح علیہ السلام کی آٹھویں پشت سے تھے اور بابل میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ لکھتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر بن تارح تھا جو نمرود کے چچازاد بھائی تھے جبکہ قرین قیاس یہی ہے کے آذر تاخ یا تارخ عربی زبان کا لفظ ہے۔امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا جیسے عربی زبان میں آذر بنادیا گیا روایت میں آتا ہے کے آپ کے والد آذر نے 250 سال کی عمر پائی، بائبل

کے مطابق جب تارخ (آذر) 70 برس کے ہوئے تو ان کے یہاں ابراہیم، ناحور اور حاران پیدا ہوئے پھر جب تارخ کی عمر 205 برس کی ہوئی تو حاران (ابراہیم کا بھائی اور لوط کا باپ)فوت ہوئے۔ ۲؎

آپ کے نسب کی تفصیل کچھ یوں ہے!

ابراہیم بن تارح بن ناحور بن ساروغ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالغ بن ارفخشند بن سام بن نوح۔ اسی حوالے سے قرآن میں ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرَاهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ۔ ۳؎

ترجمہ۔ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔

وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِیْمَ ۔ ۴؎

ترجمہ۔(نوح) کی جماعت میں سے ابراہیم ہے۔

قرآن کریم میں آپ کا ذکر بڑے اکرام کے ساتھ کیا گیا اور قرآن کریم میں آپ کو امۃ الناس، امام الناس، حنیف، صدیق، خلیل یا دوست اور مسلم کہہ کر مخاطب کیا آپ ملت ابراہیمی کے جد امجد اور معمار کعبہ بھی ہیں اس کے ساتھ ہی کئی انبیاء کرام بھی آپ کی اولادوں میں پیدا ہوئے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ۵؎

ترجمہ۔ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ۔ ۶؎

ترجمہ۔ہم نے (ابراہیم) کو اپنی رحمت میں سے حصہ دیا اور اس کا ذکر خیر بلند کیا۔

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا ۔۷۔

ترجمہ۔اللہ نے ابراہیم کوخلیل (دوست) بنایا۔

اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاہٌ مُّنِیْب ۔۸۔

ترجمہ۔بے شک ابراہیم بردبار،نرم دل اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۔۹۔

ترجمہ۔کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

وَوَھَبْنَا لَھُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَھُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ۔۱۰۔

ترجمہ۔ہم نے انھیں (ابراہیم) کو اپنی رحمت میں سے حصہ دیا اور ان کا ذکر خیر بلند کیا۔

مِّلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔۱۱۔

ترجمہ۔ابراہیم کے طریقے پر جو یکسو تھا، اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیْفًا وَلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔

ترجمہ۔بے شک ابراہیم ایک جماعت تھا اللہ کا فرمانبردار اور یکسو۔۱۲۔

تلمود کے مطابق جس روز حضرت ابراہیم کی پیدائش متوقع تھی اس روز نجومیوں نے آسمان پر ایک روشن ستارہ دیکھا جس کی پیشن گوئی یہ کی گئی کے ایک ایسا بچہ اس سلطنت کی حدود میں پیدا ہونے والا ہے جو مملکت کے لئے خطرہ ثابت ہوگا چنانچہ بادشاہ وقت نے حکم جاری کیا کے سلطنت کی حدود میں پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے لہٰذا بادشاہی حکم کے مطابق ہر نوزائیدہ بچے کو بے دردی سے قتل کیا جانے لگا اسی اثناء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ’اوشہ‘ کو جب آپ کی پیدائش کے آثار محسوس ہوئے تو آپ دور ایک پہاڑ کے غار میں جا کر روپوش ہوگئیں اور وہیں آپ کی

ولادت ہوئی کچھ روایات کے مطابق آپ کی والدہ نے آپ کو دس برس کی عمر تک چھپائے رکھا

بائبل میں آپ کے نام کی وجہ تسمیہ کو اللہ تعالی نے اس طرح سے بیان فرمایا ہے!

دیکھو میرا عہد تمھارے ساتھ ہے اور تم بہت سی اقوام کے باپ ہوگے اور تمھارا نام ابرام نہیں بلکہ ابراہام ہوگا کیونکہ میں نے تمھیں قوموں کا باپ بنایا ہے۔ ۱۳

لفظ 'ابراہیم' چونکہ 'اب' اور 'ارحم' سے مرکب ہے لہٰذا اس کے معنی ہیں 'مہربان باپ' بائبل کی روایت کے مطابق! حضرت ابراہیم علیہ السلام 2200 ق م میں عراق کے ایک شہر 'ار' میں پیدا ہوئے آپ کے دو بھائی حاران اور ناحور بھی تھے، آپ کے بھائی حاران کے بیٹے حضرت لوط علیہ السلام تھے یعنی حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھتیجے تھے) آپ کے والد آذر اور ان کے خاندان کا تعلق کلدانیوں کے شہر 'ار' سے تھا جو کے قدیم بابل کا ایک متمدن شہر ہونے کی حیثیت سے اس دور میں اپنے اوج کمال پر تھا ایک اندازے کے مطابق! اس شہر کی آبادی ڈھائی لاکھ یا تین لاکھ سے متجاوز تھی یہ قوم انتہائی مادہ پرست، عیش وعشرت کی دلدادہ، خودغرض، سودخور اور کاروباری تھی اللہ تعالی نے اس قوم کو مال کی محبت میں گرفتار کر رکھا تھا چنانچہ قدیم بابل آبادی کے اعتبار سے تین طبقات میں منقسم تھا۔

۱۔عمیلو :

عمیلو اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد تھے ان میں پروہت، پجاری، امراء، شرفاء، اعلی فوجی عہدے داران، وزراء اور سفراء شامل تھے۔

۲۔مشکینو :

یہ طبقہ درمیانے درجے کا لیکن اچھی آمدنی کا حامل تصور کیا جاتا تھا جن میں تجارتی، کاروباری اور زراعت سے وابستہ افراد شامل تھے۔

۳۔اردو:

یہ طبقہ غلاموں اور کنیزوں پر مشتمل تھا اور بابلی سماج میں یہ طبقہ غرباء کا تصور کیا جاتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام قدیم بابل کے طبقہ عمیلو سے تعلق رکھتے تھے اس طبقہ سے وابستہ افراد کو سماج میں خاص امتیاز حاصل تھا جبکہ ان کی جان و مال کی قیمت بھی دوسروں کے مقابلے میں زیادہ تصور کی جاتی کیونکہ آپ کے والد آذر نا صرف نمرود کے چچا زاد بھائی تھے بلکہ نمرود کی سلطنت کے نہایت اعلی عہدے دار بھی تھے اور جب حضرت ابراہیم نے بتوں کی مخالفت کی تو آپ کے والد آذر نے ہی سب سے پہلے آپ کے خلاف نمرود کے دربار میں مقدمہ درج کروایا۔ ۱۴؎

'ار' کا شاہی خاندان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں حکمران تھا اس کے بانی اول کا نام 'ارنمو' بتایا جاتا ہے جس نے 2300 ق م میں ایک نہایت وسیع اور عظیم سلطنت قائم کی اسی تاریخی قیاس کو مدنظر رکھتے ہوئے مورخین نے آپ کا زمانہ 2300 ق م متعین کیا ہے اس سلطنت کی حدود مملکت مشرق میں سوسہ سے لے کر مغرب میں لبنان تک پھیلی تھی اسی نسبت سے اس شاہی خاندان کو 'نموٗ' کے نام سے جانا جاتا ہے جو بعد میں عربی زبان میں 'نمرود' ہو گیا۔ ۱۵؎

قرآن کریم اور تورات کے اس بیان پر مکمل اتفاق ہے کے آپ کی قوم بت پرست اور صنم ساز تھی جبکہ تاریخی روایات کے مطابق! آپ کے والد آذر ایک بت تراش تھے۔

حضرت اابراہیم علیہ السلام جب سن شعور کو پہنچے تو انھوں نے اپنے آس پاس لوگوں کو بتوں، چاند، سورج، ستاروں کی عبادت کرتے دیکھا جبکہ ایک روایت کے مطابق اہل بابل تقریباً 5000 بتوں کی پوجا کیا کرتے لیکن حضرت ابراہیم کے ذہن نے ان جھوٹے خداؤں

کی عبادت کوقبول نہ کیا اور وہ کائنات اور اشیاء کائنات پر گہرے غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کے تمام کائنات اور اشیاء کائنات فانی ہیں لہٰذا جو چیز فنا ہوجائے اس کی عبادت کیونکر ممکن ہے؟ قرآن کریم میں اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۚ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۚ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا ۚ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۔[16]

ترجمہ۔ابراہیم کا واقعہ یادکرو جب اس نے اپنے باپ آذر سے کہا، کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں ابراہیم کو ہم اس طرح سے زمین اور آسمان کے نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لئے دکھاتے تھے کے وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے چنانچہ جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے، مگر جب وہ ڈوب گیا تو وہ بولا کے ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں پھر جب اسے چاند چمکتا نظر آیا تو اس نے کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے کہا اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہوں میں شامل

ہوجاتا، پھر جب اس نے سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے اور یہ سب
سے بڑا بھی ہے مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو ابراہیم پکار اٹھا اے برادران قوم میں
ان سب سے بے زار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو میں نے تو یکسو ہو کر
اپنا رخ اسی ہستی کی جانب موڑ لیا ہے جس نے زمین و آسمانوں کو پیدا فرمایا اور
میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، پھر اس کی قوم اس سے لڑنے لگی
تو اس نے کہا کیا تم لوگ اللہ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس
نے مجھے راہ راست دکھائی اور میں تمھارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا
۔۱۶؎

درج بالا آیات کے تراجم کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جستجوئے حقیقت اور اشیاء کائنات پر گہرے تفکر کے نتیجے میں ستاروں، چانداور سورج سے ہوتی ہوئی بلا آخر حقیقت مطلق تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔

قرآن کریم میں اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ۔۱۷؎

ترجمہ۔ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو اس کی صلاحیت عطا کی تھی اور ہم اس سے واقف تھے۔

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ۔۱۸؎

ترجمہ۔ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی بڑی برکت والی تا کہ وہ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تا کہ عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی بت پرستی سے سخت نالاں تھے جس کا وہ کھل کر اظہار بھی کرتے لیکن قوم ماننے کے لئے تیار نہ تھی بلا آخر ایک دن انھوں نے موقع غنیمت

جان کر سارے بتوں کو توڑ دیا اور کلہاڑی بڑے بت کے کندھے پر رکھ دی جب قوم کے لوگوں نے اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا تو وہ سمجھ گئے کے ہو نہ ہو یہ ابراہیم کی کارستانی ہے پھر جب یہ بات بادشاہ وقت نمرود تک بھی پہنچی تو نمرود نے حکم دیا کے ابراہیم کو اس کے کئے کی سزا ضرور دی جائے گی چنانچہ ایک بہت بڑی آگ جلائی گئی جس میں ابراہیم کو ڈال دیا گیا۔

قرآن کریم میں اس واقعہ کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عَابِدِیْنَ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ وَتَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِیْمُ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓی اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰٓاِبْرٰهِیْمُ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ۔ ۱۹؎

ترجمہ۔ یاد کرو وہ موقع جب (ابراہیم) نے اپنے باپ اور قوم سے کہا یہ مورتیاں کیسی ہیں؟ جن کے تم لوگ گرویدہ ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا تو اس کے جواب میں (ابراہیم) نے کہا تم اور تمھارے باپ دادا صریح گمراہی میں پڑے ہو تو اس کی قوم نے کہا کیا تم ہمارے سامنے اپنے اصل خیالات پیش کررہے ہو یا پھر ہم سے مذاق کررہے ہو؟ (ابراہیم) نے جواب دیا تمھارا رب وہی ہے جس نے زمین وآسمان کا رب اور انھیں پیدا کرنے والا ہے اور میں تمھارے سامنے یہ گواہی دیتا ہوں اور خدا کی قسم میں تمھاری غیر موجودگی میں ضرور تمھارے بتوں کی خبرلوں گا چنانچہ (ابراہیم) نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور صرف ان کے بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں (جب اس کی قوم نے آکر) اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا تو وہ کہنے لگے کے ہمارے بتوں کا یہ حال کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ کوئی بہت بڑا ظالم ہی ہوگا؟ پھر ان میں سے کچھ لوگ بولے کے ہم نے ایک نوجوان ابراہیم کو ان بتوں کے خلاف بات کرتے سنا تھا تو (انھوں نے کہا) پکڑ لاؤ اسے سب کے سامنے تاکہ لوگ دیکھ لیں کے اس کی کیسی خبر لی جاتی ہے (پھر جب ابراہیم کو پیش کیا گیا تو) انھوں نے پوچھا کیوں ابراہیم تم نے ہمارے ان خداؤں کے ساتھ یہ کیا حرکت کی ہے؟ تو (ابراہیم) نے جواب دیا تم یہ سب اس بڑے سردار (بت) سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں تو؟ (ابراہیم کا یہ جواب سن کر) وہ سب اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور اپنے دلوں میں یہ کہنے لگے واقعی تم (بت) خود ہی ظالم ہو لیکن پھر ان کی مت ماری گئی اور وہ کہنے لگے تو جانتا نہیں ہے کے یہ بولتے نہیں ہیں؟ اس پر ابراہیم بولا تو کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوجتے ہو جو کے تمھیں نہ کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان، تف ہے تم پر اور تمھارے

معبودوں پر جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا اسے جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی حمایت کرو اگر تمھیں کچھ کرنا ہے ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی بن جا وہ چاہتے تھے کے وہ ابراہیم کے ساتھ برائی کریں مگر ہم نے انھیں بری طرح سے ناکام کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

The Migration of Abraham

اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ لسلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی ،اہل بابل کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا اس موقع پر جب حضرت ابراہیم کی قوم ان کی جان کی درپے ہوگئی ایسے میں اس مجمع سے حضرت ابراہیم کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام آگے آئے اور انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا اعلان کیا اور حضرت ابراہیم نے اللہ کی جانب اپنی ہجرت کا اعلان کیا ۔

قرآن کریم اس واقعے کو اس طرح سے بیان کرتا ہے!

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيۡنِكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا‌ ۚ ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُ بَعۡضُكُمۡ بِبَعۡضٍ وَّيَلۡعَنُ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ۖ وَّمَاۡوٰٮكُمُ النَّارُ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ۙ‏ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوۡطٌ‌ ۘ وَقَالَ اِنِّىۡ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۔۲۰

ترجمہ۔(ابراہیم نے اپنی قوم) سے کہا تم نے دنیا کی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنالیا مگر قیامت کے روز تم ایک دوسرے کا انکار اور لعنت کرو گے اور آگ تمھارا ٹھکانہ ہوگی اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہوگا اس وقت لوط نے اسے مانا اور ابراہیم نے کہا کے میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں وہ زبردست ہے اور حکیم ہے۔

آگ میں سے سلامتی کے ساتھ نکل جانے کے بعد حضرت ابراہیم نے اپنے بھتیجے حضرت لوط اور اپنی بیوی حضرت سارا کے ساتھ شام کی جانب ہجرت کر لی، شام وہی سرزمین ہے کے جس کے لئے آپ اور آپ کی اولاد سے وعدہ کیا گیا تھا اسی لئے شام کو 'وعدہ کی سر زمین' بھی کہا جاتا ہے۔

بائبل میں اس واقعے کے حوالے سے یہ درج ہے!

خداوند نے ابراھام سے کہا اپنی آنکھ اٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال اور جنوب اور مشرق اور مغرب کی طرف نگاہ دوڑا یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے میں نے تجھے اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دیا اور میں تیری نسل کو خاک کے ذروں کی مانند بناؤں گا ایسا کے کوئی شخص اگر اس خاک کے ذروں کو گننا چاہے تو نہ گن سکے اٹھ اور اس ملک کے طول وعرض میں سیر کر کیونکہ میں اس (ملک) کو تجھے دوں گا پھر ابراھام نے اپنا ڈیرہ اٹھالیا اور جبورن میں جا کر رہنے لگا اور وہیں اس نے خداوند کے لئے ایک قربان گاہ بھی بنائی۔۲۱۔

شام کے اس علاقے میں حام بن نوح کی اولادوں میں سے بنی کنعان کے لوگ یہاں آباد تھے لہٰذا اسی نسبت سے یہ علاقہ کنعان کہلایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں دو قربان گاہیں بنائیں ان میں سے قربان گاہ 'سکم' یعنی موجودہ نابلس میں اور دوسری قربان گاہ 'بیت ایل' میں تعمیر کروائی، روایت میں آتا ہے کے جب ملک شام میں زبردست قحط پڑا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر کی جانب ہجرت کی کیونکہ وہ ایک زرخیز اور سرسبز وشاداب ملک تھا اس دور میں مصر میں 'ہیکسوس فراعنہ' کا دور تھا پیشے کے اعتبار سے یہ لوگ چرواہے جبکہ سامی النسل بھی تھے چنانچہ مصر کے سامی النسل بادشاہ 'ہیکسوس' کو جب ایک سامی النسل خاندان کی مصر کی جانب ہجرت کی اطلاع ملی تو اس نے حضرت ابراہیم اور ان کے خاندان کی بڑی پذیرائی کی اور ان کی خوب آؤ بھگت بھی کی یہی نہیں بلکہ اس نے اپنی قدیم نسلی رشتے داری کو

بھی مضبوط کرنے کی خاطر اپنی بیٹی 'ہاجرہ' سے حضرت ابراہیم کی شادی بھی کر دی اور تحفے میں کئی مال مویشی اور زر و جواہرات بھی پیش کئے پھر جب کنعان (شام) میں قحط ختم ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دونوں بیویوں کے ہمراہ مصر سے واپس کنعان تشریف لے آئے دوسری جانب آپ نے اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو مصر کے بادشاہ ہیکسوس کی جانب سے دئے گئے تحائف میں سے کئی مال و مویشی اور غلام و کنزیں ہدیہ میں پیش کرتے ہوئے دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے سرزمین اردن کی جانب بھیجا جہاں حضرت لوط علیہ السلام نے دریائے اردن کے کنارے واقع دو شہر سدوم اور عمورہ کی جانب قیام فرمایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش: Birth of Ishmael:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ۸۵ برس ہو چکی تھی لیکن آپ ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھے قدرت نے آپ اور آپ کی نسل پاک کے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کے عنقریب زمین پر آپ کی نسل سے اربوں کھربوں لوگ پیدا ہوں گے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهَارُوْنَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۗ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔۲۲

ترجمہ۔ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی (وہی راہ راست جو) اس سے پہلے نوح کو دکھائی تھی اور اسی نسل سے ہم

نے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت بخشی) اس طرح سے ہم نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں (اسی کی اولاد سے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو (راہ دکھائی) ہر ایک ان میں سے صالح تھا (اسی کے خاندان سے) اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط کو (راستہ دکھایا) ان میں سے ہر ایک کو ہم نے دنیا والوں پر فضیلت عطا کی نیز ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بہتوں کو ہم نے نوازا ہے اور انھیں اپنی خدمت کے لئے چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔

آپ نے بارگاہ الٰہی میں نہایت عاجزی سے یہ دعا کی!

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ - ۲۳

ترجمہ۔ائے میرے رب مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو کے صالحوں میں سے ہو اس دعا کے جواب میں ہم نے اس کو ایک حلیم (بردبار) بیٹے کی بشارت دی۔

روایت میں آتا ہے کے حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 85 برس تھی اور حضرت اسماعیل ان کی پہلی اولاد تھے آپ نے اپنے بیٹے کا عبرانی نام 'اشموئیل' رکھا جو بعد میں کثرت استعمال سے اسماعیل ہو گیا حضرت ابراہیم اپنے بیٹے حضرت اسماعیل سے بے پناہ محبت کرتے تھے لیکن حضرت سارہ کے لئے یہ تمام صورت حال نا قابل قبول تھی اگر چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں بیویوں کے درمیان نا اتفاقی کو ختم کرنا چاہتے تھے لیکن پھر بلا آخر انھوں نے اللہ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور اپنے نو مولود بیٹے حضرت اسماعیل کو وادی ام القریٰ (مکہ مکرمہ) میں چھوڑ آئے قرآن کریم میں اس مقام کو وادی غیر ذی زرع یعنی بنجر اور پتھریلی زمین کہا گیا

تاہم جب حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ نے ان سے پوچھا کے اے اللہ کے مقرب بندے آپ ہمیں کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں؟ جس پر آپ نے فرمایا اللہ کے سہارے پر اس پر حضرت ہاجرہ نے کہا کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟

حضرت ابراہیم نے فرمایا بے شک اللہ ہمارا کفیل ہے وہ ہمیں ضائع نہ کرے گا چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں بسایا پھر بعد میں ان دونوں باپ بیٹوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں بھی حصہ لیا جبکہ حضرت اسماعیل کی نسل میں ہی رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرَاهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا۔ ۲۴ے

ترجمہ۔ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب وحکمت عطا کی اور انھیں ہم نے بڑی سلطنت عطا کی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش: Birth of Isaac:

روایت میں آتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ بیٹے تھے جن کی اولادوں سے عظیم الشان قومیں اور خاندان پیدا ہوئے۔

حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل 1800 ق م میں فلسطین میں پیدا ہوئے آپ کی نسل سے اہل قریش اور رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے، آپ کا مدفن مکہ مکرمہ میں ہے۔

حضرت سارہ جو کے بانجھ تھیں ان سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسحاق سے یعقوب پیدا ہوئے اور ان سے بنی اسرائیل کی وہ عظیم الشان نسل پیدا چلی جس کی

عظمت کے غلغلے صدیوں تک فلسطین وشام میں قائم رہے یہی نہیں بلکہ ان کی اگلی نسلوں میں بنی اسرائیل کے تمام پیغمبر پیدا ہوئے چنانچہ اس اعتبار سے آپ بنی اسرائیل کے تمام پیغمبروں کے جد اعلیٰ تصور کئے جاتے ہیں آپ کے حصے میں فلسطین کی سرداری آئی جبکہ آپ کی پیدائش 'شام' میں ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر سو سال جبکہ حضرت سارہ کی عمر نوے برس تھی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کا قصہ قرآن کریم میں درج ہے کہ جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے غرض سے جا رہے تھے تو انھوں نے سدوم جانے سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں بھی کچھ دیر قیام کیا یہ فرشتے انسانی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کی ضیافت کے لئے بھنا ہوا گوشت پیش کیا لیکن مہمانوں نے اس کھانے کی طرف اپنا ہاتھ نہ بڑھایا جس کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ تشویش لاحق ہوئی کے آخر یہ کون لوگ ہیں؟ پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کے وہ دراصل حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر اللہ کا عذاب لے کر آئے ہیں پھر جب وہ فرشتے جانے لگے تو انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت بھی دی جسے سن کر حضرت سارہ ہنستے ہوئے یہ کہنے لگیں کے اس عمر میں ہمارے یہاں اولاد کیونکر پیدا ہوسکتی ہے؟ حضرت سارہ دراصل اس بشارت پر حیران تھیں جس پر فرشتوں نے یہ کہا!

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۔۲۵

ترجمہ۔(فرشتوں) نے کہا، تمھیں ایک دانش مند بیٹے کی بشارت ہو۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ

عَقِیۡمٌ -۲۶ ۔

ترجمہ۔(فرشتوں کی زبانی اولاد کی بشارت سن کر) سارا بولیں، میں تو بوڑھی بانجھ ہوں بھلا میرے یہاں اولاد کیسے پیدا ہوگی؟

قَالُوۡا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الۡحَكِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ -۲۷ ۔

ترجمہ۔فرشتوں نے کہا) بے شک اللہ کی یہی مرضی ہے بے شک وہ حکیم اور علیم ہے۔

فَبَشَّرۡنَاهَا بِاِسۡحَاقَ وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحَاقَ یَعۡقُوۡبَ -۲۸ ۔

ترجمہ۔پس ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق کی اور اس کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔

اسحاق کے معانی 'ہنستا ہوا' ہے۔

بائبل کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیم کے ایک ملازم الیعر ز تھے جو کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہنے پر ان کے بھائی نحور کے بیٹے 'بیتوایل' کے گھر ان کی بیٹی 'رفقہ' کے لئے حضرت اسحاق کی شادی کا پیغام لے کر گئے اور اس کے ساتھ ہی وہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے ان کے لئے بھیجے گئے تحائف بھی لے کر گئے پھر حضرت ابراہیم کے ملازم نے بیتوایل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام دیا کہ وہ چاہتے ہیں کے آپ کی بیٹی رفقہ کے ساتھ اسحاق کا عقد طے پائے چنانچہ اس پیغام کی پیروی میں بیتوایل نے اپنی بیٹی رفقہ کو کنعان روآنہ کردیا جہاں کچھ عرصے کے بعد حضرت اسحاق کی شادی رفقہ کے ساتھ منعقد ہوگئی، (حضرت اسحاق کی زوجہ حضرت رفقہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کے ان کے شوہر حضرت اسحاق پیغمبر، ان کے سسر حضرت ابراہیم پیغمبر، ان کے جیٹھ حضرت اسماعیل پیغمبر، ان کے بیٹے حضرت یعقوب پیغمبر، ان کے پوتے حضرت یوسف پیغمبر

تھے) تاہم شادی کے وقت حضرت اسحاق کی عمر چالیس برس تھی پھر شادی کے تقریباً بیس برس کے بعد آپ صاحب اولاد ہوئے اور اللہ نے آپ کو جڑواں بچوں کی خوشخبری دی چنانچہ آپ کے دو بیٹے متولد ہوئے، ایک بیٹے عیسو تھے جبکہ دوسرے بیٹے یعقوب تھے آگے چل کر یعقوب کا لقب اسرائیل پڑ گیا۔

جب کنعان میں قحط پڑا تو حضرت اسحاق نے مصر جانے کا ارادہ کیا لیکن وحی الٰہی کے ذریعے انھیں فلسطین کے شہر' جرار' (موجودہ لبنان) کی جانب ہجرت کا حکم ملا چنانچہ آپ 'جرار' کی جانب تشریف لے گئے حضرت اسحاق اللہ تعالی کے ایک برگزیدہ اور جلیل القدر پیغمبر تھے لہٰذا آپ 'جرار' میں آنے کے بعد بھی متواتر اسلام کی تبلیغ وشاعت کی ذمہ داریوں میں مصروف رہے اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہاں زراعت اور گلہ بانی بھی کی اللہ تعالی نے آپ کو برکت دی اور آپ بہت جلد خوشحال ہو گئے آپ کی تبلیغ واشاعت وہاں کے لوگوں پر گراں گزری اور انھوں نے حسب روایت آپ کی تکذیب وتنقید کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا وہ آپ کو طرح طرح سے اذیتیں دیتے لیکن آپ نہایت تحمل اور مستقل مزاجی سے دعوت دین کے کاموں میں لگے رہے لوگوں نے آپ کی مخالفت میں بادشاہ کے کان بھی بھرے جس کی وجہ سے آپ کو شہر بدر کر دیا گیا لیکن آپ نے نہایت اولولعزمی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا آپ نے شہر جرار میں کئی کنویں بھی بحال کئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھدوائے تھے اور جنھیں بعد میں لوگوں نے بھر دیا تھا آپ نے انھیں دوبارہ جاری کروایا اس کے ساتھ ہی آپ نے مسلمانوں کے لئے عبادت گاہ بھی تعمیر کروائی بعد میں جب بادشاہ وقت پر مشکلات اور پریشانیاں آئیں تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے حضرت اسحاق کو دوبارہ شہر جرار میں آنے کی دعوت دی حضرت اسحاق علیہ السلام آخری عمر میں

نابینا ہو گئے تھے آپ نے ایک سو اسی برس کی عمر پائی اور کنعان میں آپ کا انتقال ہوا جبکہ حَبرون کے مقام پر آپ اپنے والد حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کے پہلو میں مدفون ہیں لیکن اب اس علاقے کو 'الخلیل' کہا جاتا ہے۔ ۲۹؎

حضرت یعقوب علیہ السلام: Prophet Jacob:

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام 'رفقہ' تھا آپ کی پیدائش حضرت اسحاق کی شادی کے بیس برس بعد یعنی ۳۴۸۳ (تین ہزار چار سو تراسی) ہبوط میں ہوئی۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ۔ ۳۰؎

ترجمہ۔ بخشا ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب دیا انعام میں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام، بنی اسرائیل پر حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد نبی اور پیغمبر ہوئے آپ کے بھائی 'عیف' کو بادشاہی ملی حضرت یعقوب کا ایک لقب 'اسرائیل' بھی ہے جو کے عبرانی زبان کا لفظ ہے اور 'اسرا' اور 'ایل' سے مل کر بنا ہے اور جس کے معنی اللہ کا بندہ کے ہیں عربی زبان میں اسرائیل کے معنی عبداللہ کے ہیں قرآن کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ 'اسباط' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، سبط عربی زبان میں کئی شاخ دار درخت کو کہتے ہیں اس اعتبار سے بنی اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت یعقوب (اسرائیل) کی اولاد سے ہی ہیں لہٰذا سبط آپ کے لئے انھی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

آپ کے ساتھ آپ کے ایک جڑواں بھائی 'عیسو' بھی پیدا ہوئے تھے عیسو کے جسم پر لمبے بال تھے اور ان کی رنگت سرخی مائل تھی اور ان کا لقب 'ادوم' تھا بعد ازاں عیسو کی

نسل سے ایک بڑا قبیلہ 'بنوادوم' بھی وجود میں آیا تاریخی حوالوں سے یہ بات بھی ثابت ہے کے 'عیسوادوم' کی شادی آپ کی چچا زاد یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیٹی سے ہوئی۔

حضرت یعقوب کی تربیت آپ کے والد حضرت اسحاق کے ہاتھوں کنعان میں ہوئی بعدازاں آپ اپنے ماموں 'لابان' کے پاس 'فاران آرام' چلے گئے جہاں آپ کے ماموں نے آپ سے یہ عہد لیا کے آپ دس سال تک ان کی بکریاں چرائیں گے جس کے بدلے میں وہ اپنی بیٹی 'لیہ' کی شادی آپ سے کریں گے اور یہ دس سالہ مشقت ہی ان کی بیٹی کا مہر ہوگا آپ نے حسب وعدہ دس سال تک اپنے ماموں کی بکریاں چرائیں جس کے بدلے میں انھوں نے دس سال کے بعد آپ کا عقد اپنی بیٹی 'لیہ' کے ساتھ کر دیا لیکن آپ کا رجحان 'لیہ' کی چھوٹی بہن 'راحیل' کی جانب تھا لہٰذا دوسری ماموں زاد 'راحیل' بھی آپ کے نکاح میں آ گئیں (اس دور میں دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لینا شرعاً ممنوع نہ تھا) تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کے آپ کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے دس چار مختلف ازدواج سے پیدا ہوئے لیکن حضرت یوسف اور بن یامین دونوں چھوٹے بیٹے آپ کی زوجہ 'راحیل' سے پیدا ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یوسف سے بے حد محبت کرتے۔ بیس برس تک 'فاران آرام' میں رہنے کے بعد آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ واپس فلسطین یعنی اپنے آبائی وطن آ گئے۔ ۱۳۱؎

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ

كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ قَالُوْا يَآ اَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ
لَنَاصِحُوْنَ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ قَالَ اِنِّيْ
لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ
غَافِلُوْنَ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ فَلَمَّا
ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيَابَتِ الْجُبِّ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ
لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً
يَّبْكُوْنَ قَالُوْا يَآ اَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا
فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ وَجَآءُوْ عَلٰى
قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ
جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ ۳۲؎

ترجمہ۔آپ اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے بے حد محبت کرتے جس کی وجہ سے باقی بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرتے تھے چنانچہ ایک دن سارے بیٹوں نے یہ منصوبہ بنایا کے بہانے سے حضرت یوسف کو اپنے ساتھ لے کر جائیں گے اور انھیں کنویں میں پھینک دیں گے لہٰذا ان سب نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجازت مانگی اگر چہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے ان بیٹوں پر بھروسہ نہ کرتے تھے لیکن پھر بھی انھوں نے اجازت دے دی اور طے شدہ منصوبے کے مطابق سارے بھائیوں نے مل کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اندھے کنویں میں پھینک دیا اور ان کے کرتے پر بھیڑیا کا خون لگا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے آئے اور کہا کے ہم لوگ شکار میں مصروف تھے اور تھوڑی دیر کے لئے ہمارا دھیان یوسف سے ہٹا اور اسی اثناء میں ایک بھیڑیا یوسف کو کھا گیا یہ سن کر حضرت یعقوب نے کہا تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے

ہواب صبر ہی بہتر ہے اور میں خدا سے ہی مدد مانگتا ہوں جس بارے میں تم بیان کرتے ہو۔

ترجمہ۔حضرت یعقوب علیہ السلام ،حضرت یوسف کو یاد کر کے روتے رہتے جس کی وجہ سے آپ کی بینائی زائل ہوگئی آپ کا وصال 130 برس کی عمر میں ہوا جبکہ مصر ہجرت کرنے کے بعد آپ سترہ سالوں تک حیات رہے وفات سے قبل آپ نے اپنے سارے بیٹوں کو بلا کر نصیحت کی!

اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ۔ ۳۳۔

ترجمہ۔ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انھوں نے کہا آپ کے معبود کی اور آپ کے باپ ، دادا ابراہیم اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

حضرت یعقوب کا انتقال مصر میں ہوا اور وہیں آپ کی تدفین بھی ہوئی لیکن آپ نے حضرت یوسف کو وصیت کی تھی کے وہ آپ کا جسد خاکی کنعان (موجودہ فلسطین) میں ان کے والد حضرت اسحاق اور دادی حضرت سارہ کے پہلو میں دفن کریں چنانچہ آپ کے انتقال کے سترہ برس بعد جب حضرت یوسف کنعان گئے تو ان کے جسد خاکی کو ان کی وصیت کے مطابق اپنے ساتھ لے گئے اور انھیں ان کی خواہش کے مطابق حضرت اسحاق اور حضرت سارہ کے پہلو میں دفن کیا۔ ۳۴۔

حضرت یوسف علیہ السلام: Prophet Joseph:

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پر پوتے تھے فلسطین میں حضرت یعقوب کی جائے قیام 'حبرون' (موجودہ الخلیل) کی ایک وادی تھی جہاں حضرت اسحاق اور ان سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام رہا کرتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کی کچھ زمنیں سکم (موجودہ نابلس) میں بھی تھی۔

بائبل کے علماء کی تحقیق کو اگر درست مان لیا جائے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش ۱۹۰۶ ق م کے لگ بھگ زمانے میں ہوئی جبکہ 1890 ق م کے قریبی زمانے میں آپ کو کنوئیں میں پھینکے جانے کا واقعہ پیش آیا تھا اس وقت آپ کی عمر سترہ برس تھی جس کنوئیں میں آپ کو پھینکا گیا وہ بائبل اور تلمود کی روایت کے مطابق! سکم کے شمال میں 'دوتن' (موجودہ دوثان) کے قریب واقع تھا اور جس قافلے نے آپ کو کنوئیں سے نکالا وہ جلعاد (شرق اردن) سے مصر کی جانب آرہا تھا، جلعاد کے کھنڈرات اب بھی دریاے اردن کے مشرق میں وادی الیابس کے کنارے واقع ہیں)۔

مصر میں اس زمانے میں پندرہویں خاندان کی حکومت تھی جو مصری تاریخ میں چرواہے بادشاہوں Hyksos Kings کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ لوگ عربی النسل تھے اور فلسطین وشام سے مصر جا کر 2000 ق م کے لگ بھگ زمانے میں سلطنت مصر پر قابض ہوئے عرب مورخین انھیں 'عمالیق' کے نام سے جانتے ہیں مصر میں یہ لوگ اجنبی حملہ آوروں کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں جبکہ ملکی خانہ جنگی کے سبب انھیں وہاں اپنی بادشاہی قائم کرنے میں مدد ملی بعد ازاں انھی کی حکومت میں اللہ تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں

عروج عطا فرمایا اور اس طرح سے بنی اسرائیل (حضرت یعقوب کا لقب اور ان کی قوم) مصر میں باعزت ہوئے اور ان کی خوب پذیرائی ہوئی جبکہ بادشاہ وقت نے انھیں مصر کے انتہائی زرخیز علاقوں 'جوشن' اور 'عمیس' میں بسایا اور انھیں کئی جاگیریں بھی عطا کیں پھر آہستہ آہستہ یہ بنی اسرائیل وہاں اپنے اثر ورسوخ قائم کرنے میں کامیاب ہوئے جس کی ایک وجہ یہ تھی کے بنی اسرائیل ان غیر ملکی حکمرانوں کے ہم جنس تھے پھر پندرہویں صدی ق م کے اواخر میں تک یہ لوگ مصر پر قابض رہے اور ان کے زمانے میں مصر کا سارا انتظام عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں رہا چنانچہ قرآن کریم اسی دور کی طرف اشارہ کررہا ہے!

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔ ۳۵؎

ترجمہ۔ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم میں نبی پیدا کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا، اور تمہیں وہ دیا جو عالمین میں کسی کو نہیں دیا تھا۔

مفسرین لکھتے ہیں قرآن کریم نے یہ اشارہ بنی اسرائیل کی اسی عظمت گزشتہ کی جانب کیا ہے جو حضرت موسیٰ سے بہت پہلے کسی زمانے میں ان کو حاصل تھی ایک جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف جیسے جلیل القدر پیغمبر اس قوم میں پیدا ہوئے دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کو مصر میں بڑا اقتدار نصیب ہوا بعد ازاں ایک عرصہ دراز تک مصر اور اس کے اطراف میں وہ نہایت طمطراق کے ساتھ حکمرانی کرتے رہے عام طور پر لوگ بنی اسرائیل کے عروج کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور سے شروع کرتے ہیں لیکن قرآن کریم اس بارے میں

وضاحت کرتا ہے کے بنی اسرائیل کا اصل زمانہ عروج حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزر چکا تھا جسے خود حضرت موسیٰ اپنی قوم کے سامنے بطور شاندار ماضی کے پیش کرتے ہیں۔۳۶۔

بنی یعقوب (بنی اسرائیل) کا پیشہ گلہ بانی تھا وہ کئی زرخیز زمینوں کے مالک ومختار تھے یہی نہیں بلکہ قوم بنی اسرائیل بارہ قبائل میں بھی بٹ گئی کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے لہٰذا مصر میں قوم بنی اسرائیل تقریباً 430 برسوں تک حکمرانی کرتی رہی لیکن انھوں نے مصریوں کے مذہب کو نہیں اپنایا بلکہ وہ صرف ایک اللہ کی ہی عبادت کیا کرتے اس کے علاوہ وہ اپنی علیحدہ بستیوں میں رہتے پھر رفتہ رفتہ ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوااور انھوں نے اردگرد کے شہروں میں بھی روزگار کے غرض سے سکونت اختیار کی بعدازاں بنی اسرائیل کی طویل حکمرانی کے بعد مصر میں ایک زبردست قوم پرستانہ تحریک اٹھی جس نے ہکسوس کے اقتدار کا تختہ الٹ دیااور ڈھائی لاکھ کے لگ بھگ عمالقہ بھی ملک بدر کردئے تاہم ایک نہایت متعصب اور قبطی النسل خاندان مصر پر قابض ہوا جس نے عمالقہ کی بیشتر یادگاروں کو تہس نہس کیا جبکہ بنی اسرائیل پر بھی طرح طرح کے مظالم ڈھائے جس کا ذکر آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آئے گا۔

مصری تاریخ کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے ان چرواہے بادشاہوں نے مصری دیوتاؤں کی عبادت کو مسترد کردیا وہ اپنے ساتھ اپنے دیوتا شام سے لے کر آئے تاہم ان کی یہ کوشش تھی کے مصر میں ان کے دیوی دیوتاؤں کی عبادت کی جائے یہی وجہ ہے کے قرآن کریم حضرت یوسف علیہ السلام کے ہم عصر بادشاہ کو فرعون نہیں بلکہ عزیز مصر کہہ کر مخاطب کرتا ہے کیونکہ فرعون مصر کی مذہبی اصطلاح تھی جبکہ یہ نو وارد مصری مذہب کے قائل ہی نہ تھے۔

مورخین اور ماہرین کی یہ رائے ہے کے حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں Apophis (اپوفس) نامی چرواہا بادشاہ ہی دراصل ان کا ہم عصر تھا۔

اس دور میں مصر کا دارالسلطنت ممفس تھا لہٰذا جب حضرت یوسف کو بازار مصر میں بیچا گیا تو اس وقت ان کی عمر اندازاً 17 برس تھی پھر دو تین برس تک وہ عزیز مصر کے یہاں رہے اس کے بعد آٹھ نو برس قید خانے میں رہے چنانچہ 30 برس کی عمر ہونے تک آپ مصر کے فرمانروا ہوئے اور تقریباً 50 برس تک مصر پر بلا شرکت غیرے حکمرانی کرتے رہے پھر اپنے ابتدائی دس سالہ حکومتی دور میں انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور اپنے تمام اہل خانہ کو فلسطین سے مصر بلا کر 'جوشن' یا گوشن میں آباد کیا جو کے دمیاط اور قاہرہ کے درمیان میں واقع ہے۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے دور تک اسی علاقے میں آباد رہے۔

بائبل کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک سو دس برس کی عمر میں وفات پائی آپ نے اپنے ورثاء کو وفات سے قبل یہ وصیت کی کے جب تم اس شہر سے نکلنا تو میری ہڈیاں یہاں سے اپنے ساتھ لے کر جانا اگرچہ حضرت یوسف کا قصہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے وہ بائبل اور تالمود سے مختلف ہے۔۳۶؎

قوم بنی اسرائیل کی قدیم تاریخ

The old History of Israelites

'اسرائیل' کے معنی 'عبداللہ' یا اللہ کا بندہ ہے اور یہ لقب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کیا گیا جو کے حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے ان کی نسل اور قوم کو 'بنی اسرائیل' کہا گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے سام سے جا ملتا ہے لہٰذا یہ تمام

پیغمبران اسلام سامی النسل تھے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِيْمَ ۔۳۷؎

ترجمہ۔بے شک (نوح) کی جماعت میں سے ابراہیم ہے۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبَاقِيْنَ ۔۳۸؎

ترجمہ۔ہم نے (نوح) کی اولاد کو باقی رکھا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرَاهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَّكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ ۔۳۹؎

ترجمہ۔ہم نے نوح اور ابراھیم کو بھیجا تھا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تھی، پس بعض تو ان میں راہِ راست پر رہے، اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔

مندرجہ بالا آیات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کے قوم بنی اسرائیل دراصل جلیل القدر پیغمبروں کی اولادوں میں سے ہیں جن میں اللہ تعالی نے اپنی کتاب اور صحائف نازل فرمائے تاکہ وہ راہ ہدایت اختیار کرتے ہوئے سچائی کے راستے پر چلیں یہی نہیں بلکہ قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالی نے بے شمار دنیاوی نعمتوں سے بھی نوازا جس کا قرآن کریم میں جابجا تذکرہ موجود ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ۔۴۰؎

ترجمہ۔اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہیں دی تھیں اور

میں نے تمہیں جہان پر فضیلت دی تھی۔

یَابَنِیۡ اِسۡرَآئِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ وَاٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ وَلَا تَکُوۡنُوۡۤا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِهٖ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ۔ ۴۱ ؎

ترجمہ۔اے بنی اسرائیل ذرا خیال کرو میری اس نعمت کا جو میں نے تمھیں عطا کی تھی اور میرے ساتھ تمھارا جو عہد تھا اسے تم پورا کرو تو میرا جو عہد تمھارے ساتھ تھا اسے میں پورا کروں گا اور تم مجھ سے ہی ڈرو اور میں نے جو کتاب بھیجی ہے اس پر ایمان لاؤ۔

قوم بنی اسرائیل فلسطین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے آباد تھی اور یہ وہاں ایک طویل عرصہ تک قیام پذیر رہے لیکن جب وہاں ایک شدید قحط پڑا اس وقت نابینا حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر 130 برس تھی دوسری جانب حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مصر میں اختیارات عطا فرمائے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے تمام بھائیوں اور اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو فلسطین سے مصر بلوالیا۔

اس واقعے کو قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

اِذۡهَبُوۡا بِقَمِیۡصِیۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰی وَجۡهِ اَبِیۡ یَاۡتِ بَصِیۡرًا ۚ وَاۡتُوۡنِیۡ بِاَهۡلِکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ وَلَمَّا فَصَلَتِ الۡعِیۡرُ قَالَ اَبُوۡهُمۡ اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ قَالُوۡا تَاللّٰهِ اِنَّکَ لَفِیۡ ضَلٰلِکَ الۡقَدِیۡمِ فَلَمَّاۤ اَنۡ جَآءَ الۡبَشِیۡرُ اَلۡقٰىهُ عَلٰی وَجۡهِهٖ فَارۡتَدَّ بَصِیۡرًا ۚ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَاۤ اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیۡنَ قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ

فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلٰی یُوۡسُفَ اٰوٰۤی اِلَیۡہِ اَبَوَیۡہِ وَقَالَ ادۡخُلُوۡا مِصۡرَ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیۡنَ ۔ ۴۲ ؎

ترجمہ۔(یوسف بولا اپنے بھائیوں سے) جاؤ میرا یہ قمیض لے جاؤ اور میرے والد کے منہ پر ڈال دو اس سے ان کی بینائی لوٹ آئے گی اور اپنے سب اہل وعیال کو میرے پاس لے آؤ جب یہ قافلہ (مصر سے) روآنہ ہوا تو ان کے باپ نے (کنعان) میں کہا میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں تم لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگو کے میں بڑھاپے میں سٹھیا گیا ہوں گھر کے لوگ بولے خدا کی قسم آپ ابھی تک اپنے اسی پرانے خبط میں پڑے ہوئے ہیں پھر جب خوشخبری لانے والا آیا تو اس نے یوسف کا قمیض یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور یکا یک اس کی بینائی واپس آ گئی ۔تب اس نے کہا میں نہ کہتا تھا کے میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔سب بول اٹھے ابا جان آپ ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں واقعی ہم خطا کار تھے تو اس نے کہا کے میں اپنے رب سے تمھارے لئے معافی کی درخواست کروں گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے پھر جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ بیٹھا لیا اور اپنے سب کنبے والوں سے کہا چلو اب شہر میں چلو اللہ نے چاہا تو امن چین سے رہو گے شہر میں داخل ہونے کے بعد اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر اپنے پاس تخت پر بیٹھایا اور سب اس کے آگے بے اختیار سجدے میں جھک گئے ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے تمام اہل خانہ جن کی تعداد 67 بتائی جاتی ہے فلسطین سے ہجرت کر کے مصر آ گئے جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام تقریباً ۱۷ برس تک حیات رہے اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر پر اگلے 50 برسوں تک بلا شرکت غیرے حکمرانی کرتے رہے اور 110 برس کی عمر میں وفات پائی یہ دور بنی اسرائیل کے

عروج اور اقتدار کا دور مانا جاتا ہے لیکن پھر یہ عروج بتدریج زوال کا شکار ہوا مورخین اس حوالے سے جو اعداد و شمار بیان کرتے ہیں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات سے اندازاً ایک صدی سے کچھ زیادہ کا وقت بتاتے ہیں ۔

بنی اسرائیل کا زوال: Downfall of Bani Israel:

حضرت یوسف علیہ السلام کے دنیا سے گزر جانے کے تقریباً ایک صدی بعد بنی اسرائیل کی مصر میں وہ پہلی سی قدر و منزلت باقی نہ رہی چنانچہ بنی اسرائیل بھی رفتہ رفتہ زوال آشنا ہوئے تاریخی شواہد یہ بتاتے ہیں کے مصری قبطیوں نے سب سے پہلے بنی اسرائیل کو ان کی زرخیز زمین، جائیداد اور گھروں سے بے دخل کیا پھر انھیں حکومتی مناصب سے بھی بے دخل کیا پھر رفتہ رفتہ انھیں ذلت و رسوائی کے کاموں میں گھسیٹتے رہے یہی نہیں بلکہ ان سے بغیر معاوضہ مزدوری کرواتے ۔قرآن کریم اس حوالے سے کہتا ہے!

وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ۔ ۴۳

ترجمہ۔انھوں (مصریوں ،قبطیوں) نے تمھیں سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا وہ تمھارے لڑکوں کو ذبح کرتے جبکہ تمھاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے اس حالت میں تمھارے رب کی طرف سے تمھاری بڑی آزمائش تھی۔

اس حوالے سے بائبل کا ایک اقتباس نقل کیا جارہا ہے

تب مصر میں ایک نیا بادشاہ ہوا جو یوسف کو نہیں جانتا تھا اس نے اپنی قوم (قبطی کے لوگوں سے کہا کے دیکھو بنی اسرائیل ہم سے زیادہ قوی ہو گئے ہیں سو آؤ ہم ان کے ساتھ حکمت کے ساتھ پیش آئیں کہیں ایسا نہ ہو جائے کے وہ تعداد میں

ہم سے زیادہ ہوجائیں پھر وہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ مل کر کہیں ہم سے جنگ نہ چھیڑ دیں اور نتیجے میں ہمیں ملک بدر نہ کردیں چنانچہ مصریوں نے بنی اسرائیل پر مظالم اور تشدد کی حکمت عملی تیار کی وہ ان سے سخت مشقت کے کام لیتے، ان سے اینٹیں بنواتے، بیگار لیتے یہی نہیں بلکہ بنی اسرائیل سے محنت مشقت اور جسمانی اذیت پر مبنی کام کاج کروایا جاتا الغرض مصریوں نے بنی اسرائیل کی زندگی اجیرن کردی پھر مصریوں نے بنی اسرائیل کے خلاف اگلی حکمت عملی یہ طے کی کے ان کی تعداد کو گھٹا دیا جائے چنانچہ حکومتی سطح پر مصری دائیوں کو اس بات کا پابند کیا جب بھی بنی اسرائیل میں لڑکے پیدا ہوں تو انھیں کسی طور سے قتل کردو اور ان کی لڑکیوں کو جیتا رکھو۔ ۴۴ے

قبطی: Coptic:

قبطی دراصل قدیم مصری ہیں جن کی اولادوں سے اہل فراعنہ پیدا ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے دنیا سے گزرنے کے بعد ان قبطیوں نے بنی اسرائیل پر مظالم ڈھانا شروع کردیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش تک تو باقاعدہ قبطیوں نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنالیا اور ان پر ظلم کی انتہا کردی پھر جب رومی عیسائیوں نے بہت بعد میں مصر پر قبضہ کیا تو ان قبطیوں نے عیسائیت کو قبول کرلیا مورخین لکھتے ہیں کے یہ قوم مصر سے بنی اسرائیل کے زور کو توڑنے کے لئے سرگرداں تھے لہٰذا انھوں نے بنی اسرائیل کی نسل کشی کے غرض سے ان کے بیٹوں کو نہایت حکمت سے قتل کروایا اور ان کی بیٹیوں کو وہ زندہ چھوڑ دیتے بعد ازاں یہی بنی اسرائیل کی بیٹیاں ان قبطیوں کے تصرف میں آتی گئیں جن سے اسرائیلیوں کے بجائے قبطی نسل پیدا ہونے لگی گوکہ قبطیوں کی جانب سے بنی اسرائیل پر اس ظلم وجبر کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رہا یہاں تک مصر کا وہ فرعون (رعمیس) جس کے

زمانے میں حضرت موسیٰ پیدا ہوئے نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر نجومیوں نے یہ بیان کی بنی اسرائیل میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس سے تمھاری بادشاہت کو شدید خطرات لاحق ہوں گے چنانچہ شاہی محل سے ایک فرمان شاہی جاری کیا گیا کے بنی اسرائیل کے جس گھر میں بھی بیٹے کی پیدائش ہو اس بچے کو فوری طور پر قتل کر دیا جائے جبکہ قبطیوں کی جانب سے عرصہ دراز سے جاری ظلم وستم کا سلسلہ حضرت موسیٰ کی پیدائش کے بعد تک جاری رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: Prophet Moses:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک مشہور عبرانی پیغمبر ہیں آپ مصر کے شہر گوشان میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام عمران جبکہ والدہ کا نام یوکبد تھا موسی کے معنی ہیں 'پانی سے نکلا ہوا' قرآن کریم میں آپ کا ذکر 29 مرتبہ کیا گیا ہے آپ کی پیدائش سے قبل فرعون نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر نجومیوں نے اسے یہ بتائی کے ایک اسرائیلی لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیری حکومت کا خاتمہ ہوگا چنانچہ فرعون نے یہ حکم شاہی اپنی سلطنت کی حدود میں نافذ کر دیا جس اسرائیلی کے یہاں کوئی بیٹی پیدا ہو تو اس کو زندہ چھوڑ دو لیکن اگر ان کے یہاں بیٹا پیدا ہو تو اس کو فوری طور پر قتل کر دیا جائے۔

ذیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کو قرآن نے جس انداز سے بیان کیا گیا ہے یہاں اس کی وضاحت میں زیادہ تر قرآنی آیات کے حوالے ہی پیش کئے جائیں گے۔

ارشادات خداوندی ہے!

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۔۴۵؎

ترجمہ۔ وہ (فرعون) بیٹوں کو ذبح کرواتا اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا بے شک وہ فساد ڈالنے والوں میں سے تھا۔

اسی اثناء میں حضرت موسیٰ کی پیدائش ہوگئی آپ کے والدین آپ کی پیدائش پر بہت فکرمند تھے کسی طرح سے انھوں نے تین ماہ تک آپ کی پیدائش کو چھپائے رکھا لیکن جب یہ ناممکن ہوگیا اور فرعون کے ہرکارے ایک ایک گھر میں گھس گھس کر تلاشی لیتے تو آپ کی والدہ بے حد خوف زدہ اور پریشان ہوگئیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ ۴۶؎

ترجمہ۔ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف حکم بھیجا کے اسے دودھ پلا پھر جب تو اس پر خوف کرے تو اسے دریا میں ڈال دے اور کسی بھی طرح کا خوف اور غم نہ کر ہم اسے پھر تیرے پاس لوٹا کر لائیں گے اور اسے پیغمبر بنائیں گے۔

حضرت موسیٰ کی والدہ کے دل پر اللہ نے سکینت نازل فرمائی اور آپ کے دل کو اللہ نے اپنے حکم سے مطمئن کر دیا تو پھر آپ نے ایک لکڑی کے ایک صندوق میں حضرت موسیٰ کو لٹا دیا اور اس صندوق کو دریائے نیل کے سپرد کر دیا جبکہ آپ کی بہن (مریم) نیل کے کنارے کنارے آپ کے صندوق کو دیکھتی جاتیں تھیں کہ آیا یہ صندوق بہتا ہوا کس طرف جاتا ہے لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کے یہ صندوق بہتے بہتے فرعون کے محل کے کنارے تک جا پہنچا اس وقت فرعون کی بیوی حضرت آسیہ محل کے بام پر کھڑی یہ نظارہ دیکھ رہی تھیں انھوں نے اس صندوق کو نکالنے کا حکم دیا اور جب اس کو کھول کر دیکھا تو آپ حضرت موسیٰ کی معصومیت اور

خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوئیں اور آپ نے فرعون سے آپ کو پالنے کی اجازت طلب کی پھر تھوڑی ردوکد کے بعد بلاآخر فرعون نے حضرت آسیہ کو اس کی اجازت دے دی۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خَاطِئِيْنَ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ ۴۷؎

ترجمہ۔ بلاآخر فرعون کے گھر والوں نے اسے دریا سے نکال ہی لیا تاکہ وہ ان کا دشمن اور باعث غم بنے بے شک فرعون و ہامان اور ان کے لشکر ہی غلطی پر تھے اور فرعون کی عورت بولی یہ میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو شاید کے یہ ہمیں کچھ نفع پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور انجام کی انھیں کچھ خبر نہ تھی اور موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہوگیا وہ تو اس کو ظاہر کرہی دیتی اگر ہم اس کے دل کو ڈھارس نہ بندھاتے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں ہوجائے اور اس نے اس کی بہن سے کہہ دیا کے تو اس کے پیچھے چلی جا سو وہ اسے دور تک دیکھتی رہی اور انھیں خبر بھی نہ ہوئی۔

حضرت آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں، روایات کے مطابق آپ نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی آپ نہایت نیک سیرت خاتون تھیں آپ کی پارسائی ذکر تو قرآن کریم میں بھی موجود ہے یعنی قرآن کریم میں جن چار معزز خواتین کا ذکر آیا ہے ان میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

ا۔حضرت مریم ۔ ۲۔حضرت خدیجہ۔ ۳۔حضرت فاطمہ۔ ۴۔اور حضرت آسیہ ہیں۔

حضرت آسیہ نہایت پاک باز اور خدا پرست خاتون تھیں جب فرعون پر آپ کے ایمان کا حال کھلا تو اس نے آپ پر بے حد مظالم توڑے لیکن آپ صبر وتحمل سے انھیں سہتی رہیں،حضرت موسیٰ،حضرت آسیہ کی آغوش میں پرورش پانے لگے اس زمانے کے دستور کے مطاق بچے کی پرورش کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے مختلف آیاؤں (پرورش کی ذمہ دار خواتین) کا انتخاب کیا جانے لگا لیکن حضرت موسیٰ نے کسی بھی خاتون کا دودھ نہ پیا ایسے میں آپ کی بہن نے کہا کے میں ایک ایسی خاتون کو جانتی ہوں جو اس بچے کی اچھی پرورش کرسکتی ہے چنانچہ آپ کی بہن اپنی والدہ کو اپنے ساتھ لے آئیں اور اس طرح حضرت موسی اللہ کے حکم سے اپنی بچھڑی ہوئی ماں کی آغوش میں دوبارہ آگئے آپ کی ماں کو ملکہ نے آپ کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سپرد کی۔

قرآن کریم میں اس حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔۴۸

ترجمہ۔ہم نے پہلے سے اس پر دائیاں حرام کردیں تو اس کی بہن نے کہا! میں تمھیں ایسے گھر کا پتا بتاؤں کے جس کے لوگ اس کی پرورش کا ذمہ لیں گے اور وہ خیرخواہی سے اسے رکھیں گے اس طرح سے ہم موسی کو اس کی ماں کی طرف پلٹا لائے تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور جان لے کے اللہ کا وعدہ سچا تھا مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ۔ ۴۹ ؎

ترجمہ۔(موسیٰ) ہم نے پھر ایک مرتبہ تم پر احسان کیا یاد کر وہ وقت جبکہ ہم نے تیری ماں کو اشارہ کیا تھا ایسا اشارہ جو وحی کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے کے اس بچے کو صندوق میں رکھ دو اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دو پھر دریا اسے ساحل پر پھینک دے گا اور اسے میرا اور اس بچے کا دشمن اٹھالے گا پھر ہم نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت طاری کر دی اور ایسا انتظام کر دیا کے تو میری نگرانی میں پالا جائے یاد کرو جب تیری بہن چل رہی تھی پھر جا کر کہتی ہے کے میں تمھیں اس کا پتا بتاؤں جو اس بچے کی پرورش اچھی طرح سے کرے؟ اس طرح سے ہم نے تجھے پھر تمھاری ماں کے پاس پہنچا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہو۔

امریکن انسائیکلو پیڈیا اور برٹانیکا اور تفسیر حقانی میں فراعنہ مصر کے احوال کو بیان کیا گیا ہے اور اس تاریخ کے مطابق 3500 ق م سے لے کر اسکندر رومی تک مصر کے حکمرانوں کے تیس (30) خاندان تھے جن کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا جو تقریباً ساڑھے تین ہزار سال تک برسر اقتدار رہے اور ان کی تعداد تقریباً 300 کے قریب تھی۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے جس فرعون کا ذکر کیا گیا

اس کا تعلق انیسویں سلطنت سے بتایا جاتا ہے جس کا آغاز رعمیس اول سے ہوا تھا اس خاندان کا تیسرا بادشاہ رعمیس دوم یا رعمیس اعظم تھا عام خیال کیا جاتا ہے کے حضرت موسیٰ کی پرورش رعمیس دوم کے ہی گھر پر ہوئی جبکہ حضرت موسیٰ کا مقابلہ جس فرعون سے ہوا وہ رعمیس سوم یا منفتہ یا منفتاح تھا اس بیان کی تائید بائیبل اور تالمود کے اس متفقہ بیان سے ہوتی ہے کے حضرت موسیٰ اس کے محل میں چالیس برس تک رہے، حضرت موسیٰ جب جوان ہوئے تو

تو آپ نہایت قوی الجثہ اور بہادر انسان تھے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ۔ ۵۰؎

ترجمہ۔ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور سنبھلا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح سے جزا دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ نے دیکھا کے مصر میں فرعونی ہرکارے، اسرائیلیوں پر بے تحاشا ظلم وستم کرتے ہیں جس کی وجہ سے اسرائیلی نہایت ذلت ورسوائی اور غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے تو آپ کے دل میں بنی اسرائیل کے لئے ہمدردی کے جذبات فزوں تر ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کہیں جا رہے تھے تو آپ نے ایک مصری کو دیکھا جو ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے گھسیٹ کر لے جا رہے تھے اس اسرائیلی نے جب حضرت موسیٰ کو دیکھا تو اس نے آپ کو اپنی مدد کے لئے بلایا حضرت موسیٰ نے اس مصری کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی ظالمانہ حرکت سے باز نہ آیا حضرت موسیٰ نے اس مصری کے منہ پر ایک طمانچہ مارا مصری اس طمانچے کی ضرب کو برداشت نہ کرتے ہوئے مر گیا جبکہ حضرت موسیٰ کا اس مصری

کوقتل کرنے کا قطعاً ارادہ نہ تھا اس پر حضرت موسیٰ بھی اللہ کی بارگاہ میں نادم ہوئے اور آپ نے اللہ سے اپنے اس فعل کی مغفرت طلب کی اور کہا کے ایسا صرف اورصرف نادانستگی میں ہوا یہ خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی دوسرے روز پھر آپ نے اسی اسرائیلی کو ایک دوسرے مصری کے ساتھ دست وگریبان ہوتے دیکھا اس اسرائیلی نے پھر آپ کو مدد کے لئے بلایا حضرت موسیٰ نے اس مصری کو اس ظلم سے باز رہنے کے لئے کہا لیکن نہایت ناگواری سے آپ اس اسرائیلی سے مخاطب ہوئے بے شک تو بھی کھلا ہوا گمراہ ہے تو خواہ مخواہ جھگڑا مول لیتا ہے اور پھر فریاد کرتا ہے' اسرائیلی آپ کی یہ بات سن کر خوفزدہ ہوگیا اور اس نے حضرت موسیٰ سے کہا کے جس طرح سے تو نے کل ایک مصری کو قتل کیا تھا کیا تو آج مجھ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے چنانچہ یہ خبر بھی فرعون کے دربار تک جا پہنچی لہٰذا فرعون نے حضرت موسیٰ کی گرفتاری کا حکم دے دیا لیکن اس سے پہلے کے درباری ہرکارے آپ کو گرفتار کرتے آپ خاموشی سے مدین کی جانب ہجرت کر گئے۔ مدین ایک قبیلے کا نام ہے جو حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے 'مدین' کے نام سے موسوم ہے آپ حضرت ابراہیم کی تیسری بیوی قطورہ سے پیدا ہوئے تھے جبکہ حضرت شعیب علیہ السلام کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا لہٰذا جس خطہ زمین پر یہ قبیلہ آباد تھا وہ مدین کے نام سے مشہور ہوگیا)۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ۔ ۵۱

ترجمہ۔ اے موسیٰ تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے تجھے اس غم سے نجات دلا دی اور ہم نے تجھے کسی قدر آزمائش میں ڈالا۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيَاتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ۔ ۵۲۔

ترجمہ۔ میں نے تجھے خاص اپنے واسطے بنایا، تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں کوتاہی نہ کرو۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يَا مُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النَّاصِحِيْنَ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ ۵۳۔

ترجمہ۔ ایک شخص شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا ائے موسی اہل دربار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کے وہ تجھے قتل کر دیں سو تو یہاں سے بھاگ جا میں تیرا خیر خواہ ہوں یہ خبر سنتے ہی موسی ڈرتا اور سہمتا ہوا شہر سے نکل کھڑا ہوا اور اس نے دعا کی ائے میرے رب! مجھے ظالموں سے بچا۔

حضرت موسیٰ جب مدین پہنچے تو یہاں پہنچنے کے بعد آپ نے حضرت شعیب کے گھر پر دس سال تک قیام کیا اور ان کے حکم کے مطابق ذمہ داریاں انجام دیتے رہے یہاں تک کے ان کی صاحبزادی حضرت صفورا سے آپ کا عقد منعقد ہوا۔

اس حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔

ترجمہ۔ (مصر سے نکل کر) جب موسی نے مدین کا رخ کیا تو اس نے کہا امید ہے میرا رب مجھے ٹھیک راستے پر ڈال دے گا۔ ۵۴۔

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يَّا مُوْسٰى۔ ۵۵۔

ترجمہ۔ پھر تو کئی برس تک مدین کے لوگوں میں رہا یہاں تک کے ائے موسیٰ تو پختگی کی حد کو پہنچ کر (ہمارے حضور) میں آیا۔

روایت میں آتا ہے، ایک سرد رات میں جب آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مدین سے آگے کی طرف نکل گئے سردی کی وجہ سے آگ کی ضرورت محسوس ہوئی لہٰذا سامنے وادی سینا میں آپ کو کوئی شعلہ چمکتا ہوا نظر آیا موسیٰ نے اپنی بیوی سے کہا۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ۔۵۶۔

ترجمہ۔ جب موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے، میں ابھی وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی انگارا سلگا کر لاتا ہوں تا کہ تم سینکو۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یٰمُوْسٰٓی اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔۵۷۔

ترجمہ۔ پھر جب موسیٰؑ وہاں آئے تو آواز آئی کہ جو آگ میں اور اس کے پاس ہے وہ بابرکت ہے، اور اللہ پاک ہے جو تمام جہان کا رب ہے، اے موسیٰؑ! وہ میں اللہ ہوں زبردست حکمت والا۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی

ترجمہ۔ اے موسیٰ میں نے تجھے اپنے کام کا بنالیا ہے جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور دیکھو تم میری یاد میں کوتاہی نہ کرنا جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے اس سے نرمی سے بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔۵۸۔

حضرت موسیٰ کے پاس بکریاں چرانے کی ایک لاٹھی تھی جس سے آپ بکریاں چرایا کرتے تھے اللہ نے آپ کو حکم دیا کے اس لاٹھی کو زمین پر پھینک دو چنانچہ آپ نے حکم

خداوندی کی تعمیل کی جیسے ہی لاٹھی زمین پر پھینکی وہ ایک اژدھا بن کر دوڑنے لگی پھر اللہ نے حکم دیا کے اسے اٹھالو چنانچہ آپ نے اسے اٹھالیا تو وہ اژدھا آپ کے ہاتھ میں آکر پھر لاٹھی بن گیا پھر اللہ نے آپ کو حکم دیا کے اۓ موسیٰ اپنا ہاتھ بغل میں رکھ کر نکال چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا جب ہاتھ نکالا تو وہ بے حد روشن اور چمکتا ہوا تھا۔

ارشادات خداوندی ہیں !

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ۔۵۹؎

ترجمہ۔ بے شک ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں دی ہیں ۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هَارُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يَا مُوْسٰى۔۶۰؎

ترجمہ۔حضرت موسیٰ نے اللہ سے ایک دعا مانگی ،کہا اۓ میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرے کام میں آسانی پیدا فرما اور میری زبان کی گرہ کھول دے کے وہ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کردے اس سے میری کمر مضبوط ہوجائے گی اور میرے کام میں اسے شریک کرتا کہ ہم کثرت سے تیری پاکی بیان کرسکیں اور کثرت سے تجھے یاد کرسکیں بے شک تو ہمیں دیکھ رہا ہے فرمایا اۓ موسیٰ تیری درخواست منظور کی گئی۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيَاتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ۔۶۱؎

ترجمہ۔ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں

کے پاس بھیجا۔

حضرت موسیٰ نے اللہ سے کلام کیا جس میں آپ کو سرکش فرعون کو راہ ہدایت دیکھانے کا حکم ملا پھر اس حکم خداوندی کے مطابق! جب آپ مصر میں داخل ہوئے تو رعمیس دوم یعنی رعمیس اعظم کا بیٹا منفتاح تخت حکومت پر براجمان تھا جس سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا، اسی واقعہ کو قرآن کریم اس طرح سے بیان کرتا ہے!

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۔ ۶۲؎

ترجمہ۔ دونوں نے عرض کیا کئے ہمارے پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کے وہ (فرعون) ہم پر زیادتی کرے گا یا ہم پر پل پڑے گا فرمایا (اللہ نے) ڈرومت میں تمھارے ساتھ ہوں سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں جاؤ اس کے پاس اور کہو کے ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لئے چھوڑ دو اور ان کو تکلیف بھی نہ دو ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانیاں لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہے اس کے لئے جو راہ راست کی پیروی کرے ہم کو وحی کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کے عذاب ہے اس کے لئے جو جھٹلائے اور منہ موڑے۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۚ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ۔ ۶۳؎

ترجمہ۔موسیٰ نے کہا اے فرعون میں کائنات کے مالک کی طرف سے بھیجا گیا ہوں میرا منصب یہی ہے کے اللہ کا نام لے کر کوئی بات حق کے سوا نہ کہوں میں تم لوگوں کے پاس تمھارے رب کی طرف سے صریح دلیل ماموریت لے کر آیا ہوں لہٰذا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يَامُوْسٰى قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۔۶۴ ؎

ترجمہ۔فرعون نے کہا اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی پھر اس کو راستہ بتایا۔ فرعون بولا اور پہلے جو نسلیں گزر چکیں ان کی کیا حالت تھی؟ موسیٰ نے کہا اس کا علم میرے رب کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ ہے میرا رب نہ چوکتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے وہی ہے جس نے تمھارے لئے زمین کا فرش بچھایا اور اس میں تمھارے چلنے کے راستے بنائے اور اوپر سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعے سے مختلف اقسام کی پیداوار نکالی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لئے اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اسی میں ہم تم کو واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۔۶۵ ؎

ترجمہ۔فرعون نے کہا اگر تو کوئی نشانی لایا ہے اور اپنے دعوی میں سچا ہے تو اسے
پیش کر موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا اور وہ یکا یک ایک جیتا جاگتا اژدھا بن گیا اس نے
اپنی جیب سے ہاتھ نکالا اور سب دیکھنے والوں کے سامنے وہ چمک رہا تھا۔ ۶۵ ے

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ
اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا
وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى قَالَ مَوْعِدُكُمْ
يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ
اَتٰى قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ
بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا
النَّجْوٰى قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ
اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ
ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ
تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ
وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ
خِيْفَةً مُّوْسٰى قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ
تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۚ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۚ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ
اَتٰى فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى قَالَ
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ
فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ
النَّخْلِ ۟ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا
جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ۚ اِنَّمَا تَقْضِيْ

هٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا
عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ
جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ
فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۔۷۶ ؎

ترجمہ۔ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں مگر وہ جھٹلائے چلا گیا اور نہ مانا کہنے لگا کے اے موسیٰ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کے اپنے جادو کے زور سے ہم کو ہمارے ملک سے نکال باہر کرے؟ اچھا ہم بھی تیرے مقابلے میں ویسا ہی جادو لاتے ہیں اب طے کرلے کے کب اور کہاں مقابلہ کرنا ہے؟ نہ ہم اس قرارداد سے پھریں گے اور نہ ہی تم اس سے پھرنا موسیٰ نے کہا کے کھلے میدان میں سامنے آجاؤ پھر جشن کا دن طے ہوا اور دن چڑھے لوگ جمع ہوں فرعون نے پلٹ کر اپنے سارے ہتھکنڈے جمع کئے اور مقابلے میں آگیا موسیٰ نے عین موقع پر گروہ مقابل کو مخاطب کرکے کہا اے شامت کے مارو جھوٹی تہمتیں نہ باندھو اللہ پر ورنہ ایک سخت عذاب سے تمھارا ستیاناس کردیا جائے گا اور جس نے بھی جھوٹ گھڑا وہ نامراد ہوا چنانچہ یہ سن کر ان کے درمیان اختلاف رائے ہوگیا اور وہ چپکے چپکے باہم مشورہ کرنے لگے آخر کار کچھ لوگوں نے کہا کے یہ دونوں تو محض جادوگر ہیں ان کا مقصد یہ ہے کے اپنے جادو کے زور سے تم کو تمھاری زمین سے بے دخل کردیں اور تمھارے مثالی طریق زندگی کا خاتمہ کردیں اپنی ساری تدبیریں آج اکھٹی کرلو اور ایک ایک کرکے میدان میں آؤ اور بس یہ سمجھ لو کے آج جو غالب رہا وہی جیت گیا جادوگر بولے موسیٰ تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں؟ اس پر موسیٰ نے کہا کے نہیں تم ہی پھینکو۔

یکا یک ان کی رسیاں اوران کی لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور موسیٰ اپنے دل میں ڈر گیا پھر ہم نے (موسیٰ) سے کہا کے مت ڈرو تم ہی غالب رہو گے اور پھینکو جو کچھ تمھارے ہاتھ میں ہے ابھی ان کی ساری بناوٹی چیزوں کو نگل لے گا یہ جو کچھ بنا کر لائے ہیں یہ تو جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا ہے خواہ وہ کسی بھی شان سے آئے پھر بلا آخر یہی ہوا کہ سارے جادوگر سجدے میں گر پڑے اور پکار اٹھے کے بے شک ہم مان گئے کے ہارون اور موسیٰ کے رب کو فرعون نے کہا کے تم ایمان لے آئے قبل اس کے میں تم کو اس کی اجازت دیتا؟ معلوم ہوگیا کے یہ تمھارا گرو ہے اور اسی نے تمھیں جادوگری سیکھائی تھی اب میں تمھارے ہاتھ پیروں کو مخالف سمت سے کاٹوں گا اور کھجور کے تنوں پر تم کو سولی بھی دوں گا پھر تم کو پتا چلے گا کے ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ دیرپا ہے یعنی میں تمھیں زیادہ سخت سزا دے سکتا ہوں اے موسیٰ اس پر جادوگروں نے جواب دیا کے قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کے ہم روشن نشانیاں سامنے آجانے کے بعد بھی صداقت پر تجھے ترجیح دیں تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کرلے تو زیادہ سے زیادہ بس اس دنیا کی زندگی کا ہی فیصلہ کرسکتا ہے لیکن ہم تو اپنے رب پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہماری ساری خطائیں معاف کردے اور اس جادوگری سے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا درگزر فرمائے اللہ ہی اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے حقیقت یہ ہے کے جو مجرم بن کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوگا اس کے لئے جہنم ہے جس میں وہ نہ جیئے گا اور نہ ہی مرے گا اور جو اس کے حضور مومن کے طور پر آئے گا اور جس نے نیک اعمال کئے ہوں گے ایسے سب لوگوں کے لئے بلند درجات اور سدا بہار جنت کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی

جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ جزا اس شخص کی ہے جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے

فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون مسلسل دین حق کی اشاعت کررہے تھے لیکن وہ اپنے غرور وگھمنڈ میں کچھ اس قدر آگے نکل چکا تھا کہ شاید وہاں سے واپسی اس کے لئے ناممکن تھی اور وہ موسیٰ کے خدا کے آگے بھلا گھٹنے ٹیکتا بھی تو کیسے کیونکہ وہ تو خود خدائی کا دعویدار بن چکا تھا اس کی انھیں دلی کیفیات کو قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَآ أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِيْ فَأَوْقِدْ لِيْ يَا هَامَانُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْ أَطَّلِعُ إِلٰى إِلٰهِ مُوْسٰى وَإِنِّيْ لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔٦٧؎

ترجمہ۔ فرعون نے کہا اے اہل دربار میں تو اپنے سوا تمھارے کسی خدا کو نہیں جانتا ہامان ذرا کچھ اینٹیں پکوا کر میرے لئے ایک اونچی عمارت تو بنواؤ شاید میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں لیکن میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُوْدَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِيْنَ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ۔٦٨؎

ترجمہ۔اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں بغیر کسی حق کے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور سمجھے کے انھیں کبھی ہماری طرف پلٹنا ہی نہیں ہے آخر کار ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا اب دیکھ لو کے ان ظالموں کا کیا انجام ہوا ہم نے انھیں جہنم کی طرف دعوت دینے والے پیرو بنا دیا اور قیامت کے

روز وہ کہیں سے بھی مدد نہ پاسکیں گے ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت
لگادی ہے اور قیامت کے روز وہ بڑی قباحت میں مبتلا ہوں گے۔

حضرت موسیٰ کی ہجرت

The Migration of Moses

اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کے ساتھ ہجرت کا حکم دیا چنانچہ حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور ان کی قوم (بنی اسرائیل) ہجرت کے غرض سے نکلے ہی تھے کے فرعون اور اس کی فوج نے آپ کا تعاقب کیا تا کہ وہ آپ کو اور آپ کی قوم کو قتل کر سکے۔ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم آگے آگے اور فرعون اور اس کی فوج آپ کے پیچھے پیچھے تھی اس اثناء میں حضرت موسیٰ کے سامنے بحیرہ قلزم آ گیا اللہ تعالی نے اس موقع پر آپ کو وحی کی کے اپنا عصا سمندر پر مارئے جب آپ نے اپنا عصا مارا تو سمندر کے بیچ میں ایک راستہ بن گیا اور راستے سے آپ اور آپ کی قوم بحفاظت نکل گئی پیچھے آنے والے فرعون نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے بھی اپنی فوج کو حکم دیا کے اس سمندری راستے سے گزرو اور جیسے ہی فرعون اور اس کی فوج نے سمندر میں آگے بڑھنا چاہا ویسے ہی سمندر کا راستہ ختم ہو گیا اور فرعون اور اس کی فوج اس سمندر میں ڈوب کر مر گئے۔

اس واقعے کو قرآن کریم نے اس طرح سے بیان کیا ہے!

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى۔ ۷۷

ترجمہ۔ اور ہم نے البتہ موسیٰؑ کو وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا پھر
ان کے لیے دریا میں خشک راستہ بنا دے، پکڑے جانے سے نہ ڈر اور نہ کسی خطرہ

کا خوف کھا۔

فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ وَ اَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ وَ اَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَ مَنۡ مَّعَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۔۷۰؎

ترجمہ۔ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کے اپنی لاٹھی سمندر پر مارو تو سمندر پھٹ گیا اور ہر ایک پھاٹک ایسی ہوگئی جیسے بڑا پہاڑ اور وہاں ہم نے دوسروں کو قریب کردیا اور موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو بچالیا اور دوسروں کو ڈبو دیا بے شک اس میں قدرت کی ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں اور بے شک تیرا پرودگار ہی غالب اور مہربان ہے۔

وَ لَقَدۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡ فَاضۡرِبۡ لَہُمۡ طَرِیۡقًا فِی الۡبَحۡرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَکًا وَّ لَا تَخۡشٰی فَاَتۡبَعَہُمۡ فِرۡعَوۡنُ بِجُنُوۡدِہٖ فَغَشِیَہُمۡ مِّنَ الۡیَمِّ مَا غَشِیَہُمۡ ۔۷۱؎

ترجمہ۔ہم نے البتہ موسیٰؑ کو وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا پھر ان کے لیے دریا میں خشک راستہ بنا دے، پکڑے جانے سے نہ ڈر اور نہ کسی خطرہ کا خوف کھا، پھر فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر ان کا پیچھا کیا پھر انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپا۔

آٰلۡـٰٔنَ وَ قَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ وَ کُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ فَالۡیَوۡمَ نُنَجِّیۡکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَکَ اٰیَۃً ؕ وَ اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ عَنۡ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوۡنَ ۔۷۲؎

ترجمہ۔ پہلے تو، تو میری نافرمانی کرتا تھا؟ اور مفسدوں میں سے تھا سو آج ہم

تیرے جسم کو بچا لیں گے تا کہ تو اپنے بعد بھی لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا رہے اور بے شک کئی لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَئِہٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ۔ یَقْدُمُ قَوْمَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَوْرَدَھُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۔۷۳؎

ترجمہ۔(فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر وہ انھیں آگ پر لے جائے گا جو کے نہایت ہی برا گھاٹ ہے جس پر وہ اترے گا۔۷۳؎

وَدَمَّرْنَا مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُہٗ وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ۔۷۴؎

ترجمہ۔ ہم نے تباہ کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم نے بنایا تھا اور جو اونچی عمارتیں وہ بناتے تھے۔

حیات موسیٰ کے ماہ وسال: **Life of Prophet Moses:**

فرعون کی غرقابی کے بعد حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کا قصہ ختم نہیں ہوا بلکہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے خروج کیا۔

۱۔سال ولادت ۔1571 ق م ۔ ۲۔مصر میں قیام ۔531 ق م ۔ ۳۔ مدین میں قیام ۔ 1491 ق م ۔ ۴۔مصر سے بنی اسرائیل کا خروج ۔1491 ق م ۔ ۵۔صحرائے تیہ میں قیام 1491 ۔541 ق م ۔۶۔سفر از تیہ تا کوہ نیبو1454 ۔ 1451 ق م ۔

۷۔وفات ۔1451 ق م ۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق (مصنف کتاب کثیرہ) اپنے ایک مضمون 'فرعون موسیٰ کی لاش' مطبوعہ ماہنامہ میثاق لاہور (مارچ۔اپریل 1978ء کا شمارہ) میں صاحب تفہیم القرآن کے ایک خط (مکتوبہ 20 نومبر 1976ء) کے حوالے سے فرعون موسی کی لاش کے متعلق حقائق

کا انکشاف کرتے ہیں کے مولانا مودودی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں غرق شدہ فرعون کے بارے میں زیادہ تر معلومات مجھے Golding Louis کے سفرنامے In the steps of the Law Giver سے حاصل ہوئی لوئس گولڈنگ اپنے اس سفرنامے میں لکھتا ہے رعمیس دوم وہ تھا کے جس کے زمانے میں حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور تاریخ میں اس کے مظالم بہت مشہور ہیں شاید یہی وجہ ہے کے اس کو فرعون عقوبت بھی کہا جاتا ہے جس فرعون کے زمانے میں حضرت موسیٰ اللہ کی طرف سے تبلیغ واشاعت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے وہ اور جو آگے چل کر سمندر میں غرق بھی ہوا وہ رعمیس دوم کا بیٹا منفتاح (Mineptah) تھا۔۵۷

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے ایک مضمون ممی (Mummy) میں یہ لکھا ہے کے 1906ء میں ایک انگریز ماہر آثار قدیمہ سر گرفٹن ایلیٹ سمتھ نے ممیوں کو کھول کر ان کے حنوط کی تحقیق کی اس نے اپنی اس تحقیق میں 44 ممیوں کا مشاہدہ کیا محقق اپنی تحقیق میں یہ لکھتا ہے 1907ء میں منفتاح کی ممی پر جب وہ تحقیق کر رہا تھا اور اس غرض سے جب اس کے ممی پر لپیٹی گئی پٹیوں کو کھولا گیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کے اس کے جسم پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی ہے جو دوسری کسی بھی ممی کے جسم پر نہ تھی محقق مزید یہ لکھتا ہے کے فرعون بحیرات مرہ یعنی کڑوے پانی کی وہ جھیلیں جو بحیرہ احمر اور بحیرہ قلزم کے مابین واقع تھیں جو کے اب نہر سویز کا حصہ بن چکی ہیں میں غرق ہوا تھا وہ مزید لکھتا ہے کے جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر ایک پہاڑی 'جبل فرعون' کے نام سے مشور ہے اس پہاڑی کے نیچے ایک غار میں گرم پانی کا ایک چشمہ ہے جیسے 'حمام فرعون' بھی کہا جاتا ہے اور سینہ بہ سینہ چلتی ہوئی روایات کے مطابق فرعون کی لاش اسی جگہ سے ملی تھی۔

1977ء میں قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ممیوں میں سے ایک کے بارے میں

یہ انکشاف ہوا کے وہ خراب ہو رہی ہے بعد میں معلوم ہوا کے یہ تو فرعون موسیٰ کی ہی ممی ہے اس کو بڑے اہتمام سے فرانس منتقل کیا گیا جہاں ماہر ڈاکٹرز کے بورڈ نے اس کا میڈیکل چیک اپ کیا اور اس کو آئندہ کے لئے محفوظ کرنے کے مزید اقدامات کئے گئے اس حوالے سے قرآن کریم صدیوں پہلے نہایت وضاحت سے یہ اعلان کر چکا

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ۔٧٦؎

ترجمہ۔ہم (فرعون) تیرے جسم کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد کے لوگوں کے لئے نشانی بن جا، بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔

بنی اسرائیل کی ارض مقدس (فلسطین) کی جانب ہجرت اور ان کا دوبارہ عروج

Migration of Bani Israel to Palestine and their rise

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے دور میں بنی اسرائیل کو ایک مرتبہ پھر عروج عطا فرمایا جس کے لئے قرآن کریم میں متعدد آیات موجود ہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ

فَتَوَكَّلُوٓا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ قَالُوۡا يٰمُوۡسٰٓى اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَهَآ اَبَدًا مَّا
دَامُوۡا فِيۡهَا فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوۡنَ قَالَ رَبِّ
اِنِّىۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِىۡ وَاَخِىۡ فَافۡرُقۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ
قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيۡهِمۡ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً يَتِيۡهُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَلَا
تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ۔۷۷؎

ترجمہ۔ یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کے اۓ میری قوم کے لوگو اللہ کی اس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تمھیں عطا کی تھی اس نے تم میں نبی پیدا کئے، تم کو فرمانروا بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی اور کو نہ دیا تھا اۓ برادران قوم! اس مقدس سرزمین (فلسطین) میں داخل ہوجاؤ جو اللہ نے تمھارے لئے لکھ دی ہے، پیچھے نہ ہٹو ورنہ تم ناکام و نامراد پلٹو گے انھوں نے جواب دیا کے اۓ موسی! وہاں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لئے تیار ہیں ان ڈرنے والوں میں دو اشخاص ایسے بھی تھے جن کو اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا تھا انھوں نے کہا کے ان جباروں کے مقابلے میں دروازے کے اندر گھس جاؤ جب تم اندر پہنچ جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو؟ لیکن انھوں نے پھر یہی کہا اۓ موسی ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک کہ وہ وہاں موجود ہیں بس تم اور تمھارا رب، دونوں جاؤ اور لڑو، ہم یہاں بیٹھتے ہیں اس پر موسی نے کہا اۓ میرے رب! میرے اختیار میں کوئی نہیں مگر یا میری اپنی ذات اور یا پھر میرا بھائی پس تو ہمیں ان نافرمان لوگوں سے الگ کردے اللہ نے جواب دیا کے اچھا تو یہ ملک (فلسطین) چالیس سال تک ان پر حرام ہے، یہ زمین میں مارے مارے پھریں گے اور ان نافرمانوں کی حالت پر تم ہرگز بھی ترس نہ کھاؤ۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ۔۷۸؎

ترجمہ۔ہم نے ان لوگوں کو وارث کر دیا جو اس زمین کے مشرق و مغرب میں کمزور سمجھے جاتے تھے کہ جس میں ہم نے برکت رکھی ہے، اور تیرے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کے باعث پورا ہو گیا، اور ہم نے تباہ کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم نے بنایا تھا اور جو اونچی عمارتیں وہ بناتے تھے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهَارُوْنَ وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغَالِبِيْنَ وَاٰتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِيْنَ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلَامٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهَارُوْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ۔۷۹؎

ترجمہ۔ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا اور ان کو اور ان کی قوم کو کرب عظیم سے نجات دی انھیں نصرت بخشی جس کی وجہ سے وہی غالب رہے ان کو نہایت واضح کتاب عطا کی انھیں راہ راست دکھائی اور بعد کی نسلوں میں ان کا ذکر باقی رکھا سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں درحقیقت وہ ہمارے، مومن بندوں میں سے تھے۔

تاریخی واقعات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) کو ان کے آبائی وطن فلسطین کی جانب ہجرت کا مشورہ دیا۔

قرآن کریم میں اس مقام کے لئے ارشاد خداوندی ہے!

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا۔۸۰؎

ترجمہ۔(بنی اسرائیل) کو اس سرزمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنا دیا جیسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا۔

بائبل میں اس کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

’فلسطین‘ میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی تھیں اور خداوند یہواہ نے وعدہ کیا تھا میں تمھیں فلسطین کی حکمرانی عطا کروں گا۔۸۱؎

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کی بات مانتے ہوئے مصر سے فلسطین کی جانب ہجرت کی اور اپنا ساز وسامان ، مال مویشی ، خیمے، مال وزر سونا اور چاندی وغیرہ لے کر فلسطین کی جانب عازم سفر ہوئے بنی اسرائیل کی تعداد کے بارے میں مورخین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کچھ ماہرین کی رائے ہے کے فلسطین ہجرت کے وقت بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ کے قریب تھی بیشتر محققین کا اتفاق 40,000 پر ہے جبکہ بنی اسرائیل کا مصر سے فلسطین کی جانب ہجرت کا یہ واقعہ تقریباً 12 صدی ق م کا بیان کیا جاتا ہے۔۸۲؎

بائبل کی کتاب گنتی، استثناء اور یشوع میں یہ درج ہے کے حضرت موسیٰ نے دشت فاران سے بنی اسرائیل کے 12 سرداروں کو فلسطین کا دورہ کرنے کے لئے بھیجا تا کہ وہ وہاں کے حالات معلوم کرسکیں چنانچہ یہ سرداران چالیس دن بعد جب اپنا دورہ مکمل کر کے واپس آئے تو انھوں نے اپنی قوم سے کہا واقعی فلسطین میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں لیکن وہاں کے لوگ بے حد زور آور، قوی اور قدآور ہیں اور ہم ان کے مقابلے میں نہایت کمزور ہیں ان سے مقابلہ کرنے سے تو اچھا تھا کے ہم مصر میں ہی مرجاتے اس پر دوسردار یوشع اور کالب نے مجمع میں سے نکل

کر کہا ہمیں بزدلی نہیں دکھانی چاہئے بلکہ ہمیں ایک دم جا کر ان پر تصرف حاصل کر لینا چاہئے پھر انھوں نے مزید کہا اگر خداوند ہم سے راضی ہے تو وہ ہمیں ضرور اس ملک میں پہنچائے گا تم ہرگز خداوند سے بغاوت نہ کرو اور نہ ہی اس ملک کے لوگوں سے ڈرو مگر قوم کے لوگوں نے کہا کے انھیں سنگسار کر دو اس پر خداوند کا غضب بھڑکا اور اس نے یہ فیصلہ کیا سوائے یوشع اور کالب کے اس قوم کا کوئی بھی بالغ مرد اس سرزمین میں داخل نہ ہو پائے چنانچہ قوم بنی اسرائیل چالیس برسوں تک وادی تیہ کے صحرا میں بھٹکتی رہی پھر جب ان کے 20 برس سے زائد عمر کے سارے مرد مر گئے (ایک روایت کے مطابق مورخین ان مرنے والوں کی تعداد تین لاکھ بیان کرتے ہیں) اور ان کی نئی نسل جوان ہوگئی تو انھیں فلسطین میں داخل ہو کر اسے فتح کرنے کا موقع دیا گیا چنانچہ اس فیصلہ خداوندی کے مطابق بنی اسرائیل کو دشت فاران سے شرق اردن تک پہنچنے میں پورے 38 برس لگ گئے اس دوران وہ تمام افراد مر کھپ گئے جنھوں نے اپنی جوانی کی عمر میں مصر سے ہجرت کی تھی لہٰذا شرق اردن کو فتح کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی 120 برس کی عمر میں وفات پا گئے تاہم آپ کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نون کے عہد خلافت میں بنی اسرائیل اس قابل ہوئے کہ وہ فلسطین فتح کر سکیں ۔۸۳۔

مفسرین اور مورخین کی رائے کے مطابق حضرت موسیٰ کا جب ان کی قوم کے ساتھ مصر سے خروج ہوا تو وہ دوبارہ پھر کبھی مصر کی سرزمین پر تشریف نہیں لے گئے بلکہ آپ کی آئندہ کی ساری زندگی وادی سینا، وادی تیہ اور فلسطین میں بسر ہوئی کیونکہ حضرت موسیٰ کی خواہش پر آپ کی حضرت خضر سے ملاقات کے واقعے کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جو روایات بخاری اور دوسری کتب حدیث سے نقل کی ہیں وہ یہ ہیں فرعون کی

ہلاکت کے بعد آپ دوبارہ کبھی بھی مصر کی جانب نہیں گئے بلکہ اپنی بقیہ تمام عمر وادی سینا، تیہ اور فلسطین میں ہی بسر کی بنی اسرائیل کی روزمرہ زندگی ویسی ہی تھی جیسی کے بھیڑ بکریاں پالنے والے مویشی چوپانوں کی دور قدیم میں ہوا کرتی تھی چونکہ قوم بارہ مختلف قبائل میں منقسم تھی اور ہر قبیلہ ایک معاشرتی اور معاشی وحدت کا علمبردار تصور کیا جاتا تھا قبیلے کا سب سے بزرگ اور عقلمند فرد عام طور پر اس کا سردار مقرر کیا جاتا اور اس کے کئے گئے فیصلوں پر سب کا اتفاق بھی ہوتا قبیلے کے ہر فرد پر قبیلے کے اصول وضوابط اور اطاعت واجب ہوتی جبکہ قبیلہ اپنے ہر فرد کی عزت، جان ومال کا محافظ تصور کیا جاتا لیکن قبیلے کے تمام مال مویشی، مال وزر اور دیگر استعمال کی اشیاء تمام قبیلے کی مشترکہ ملکیت تصور کی جاتیں اس اعتبار سے ہر فرد ان اشیاء کا مساوی حق دار ہوتا تھا ۸۴۔

واقعہ یہ ہے کے حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل کا جب مصر سے خروج ہوا تو ایک طویل عرصے کی غلامی نے ان کے دین وایمان کی حالت میں تغیر بپا کر دیا چنانچہ مصریوں کی بت پرستی کے اثرات کو بنی اسرائیل نے بھی قبول کیا لہٰذا جب یہ لوگ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف ساحل کے کنارے کنارے روآنہ ہوئے اس زمانے میں جزیرہ نمائے سینا کا مغربی اور شمالی حصہ مصر کی سلطنت میں شامل تھا جبکہ جنوب کے علاقے میں موجودہ شہر طور اور ابوزخیمہ کے درمیان تانبے اور فیروزے کی کانیں تھیں جن سے اہل مصر بہت فائدہ اٹھاتے اور ان کانوں کی حفاظت کے لئے مصریوں نے چند مقامات پر چھاؤنیاں بھی قائم کر رکھی تھیں۔ انھی چھاؤنیوں میں سے ایک چھاؤنی مفقہ کے مقام پر واقع تھی جہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا مندر تھا جس کے آثار آج تک وہاں باقی ہیں اس کے ہی قریب سامی قوم کا ایک اور چاند دیوی کا مندر بھی موجود تھا غالب امکان یہی ہے بنی اسرائیل جب اس راہ گزر سے گزرے تو انھیں بھی ایک مصنوعی خدا کی ضرورت محسوس ہوئی۔

بنی اسرائیل کی اس ذہنی کیفیت کو قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

وَجَاوَزْنَا بِبَنِیٓ اِسْرَآئِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ ۸۵؎

ترجمہ۔ بنی اسرائیل کو ہم نے سمندر سے گزار دیا پھر وہ چلے اور راستے میں ایک ایسی قوم پر ان کا گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کی گرویدہ بنی ہوئی تھی تو (بنی اسرائیل) کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا معبود بنا دے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں موسیٰ نے کہا تم لوگ بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو یہ لوگ جس طریقہ کی پیروی کرتے ہیں وہ تو برباد ہونے والا ہے جبکہ یہ عمل تو سراسر باطل ہے پھر موسیٰ نے کہا کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمھارے لئے تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھیں عالمین میں فضیلت بخشی ہے۔

محققین کے مطابق بنی اسرائیل نے جب مصر سے فلسطین کی جانب ہجرت کی تو وہ 40 برس تک صحرا میں بھٹکتے رہے جبکہ دشت سین میں ایلیم اور سینا کے مقام پر تو انھیں دور دور تک نا ہی کوئی شجر ملا اور نہ ہی کوئی سایہ پھر اسی اثناء میں بنی اسرائیل کے خوراک کے ذخائر بھی ختم ہو گئے جس کے سبب وہ بھوک سے بے حال ہو گئے اور بلا آخر انھوں نے تنگ آ کر یہ کہنا شروع کر دیا کے اس آزادی سے زیادہ بہتر تو مصریوں کی غلامی تھی جس میں کم از کم ہمیں دو وقت کی روٹی تو مل جاتی تھی اللہ تعالی نے انھیں من وسلویٰ عطا فرمایا یہ 'من وسلویٰ' انھیں فلسطین میں پہنچنے کے بعد بھی اگلے 40 برسوں تک ملتا رہا کہا جاتا ہے 'من' دھنیے کے بیج کی مانند سفید رنگ کی ایک گوند یا دانا تھا جس کا مزہ شہد کی طرح میٹھا تھا یہ 'من' رات بھر آسمان

سے اوس کی طرح گرتی جیسے بنی اسرائیل صبح جمع کر کے اوکھلی میں کوٹ کر پھر ابال کر اس کی روٹیاں بنا کر استعمال کرتے 'سلویٰ' بٹیر جیسے پرندے تھے جس کا گوشت بنی اسرائیل کھاتے اگرچہ اس بے آب و گیاہ بیاباں میں جہاں سخت دھوپ تھی اللہ تعالی نے آسمان کو ایک مدت تک ابر آلود رکھا وگرنہ یہ قوم سخت دھوپ میں ہی ہلاک ہو جاتی جبکہ عالم مہاجرت میں چالیس برس تک ایک بڑی اور متمدن قوم کا بغیر کسی غذائی انتظام کے قیام کسی معجزے سے کم نہ تھا لیکن اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر اپنی رحمت خاص سے نہ صرف بادل کا سایہ قائم رکھا بلکہ ان کی غذائی ضروریات کو بھی ایک طویل عرصہ تک پورا کرتے رہے۔

قرآن کریم اس نعمت کے بارے میں بیان کرتا ہے!

يَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ قَدْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَى -۸٦ ؎

ترجمہ۔ اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے طور کی دائیں طرف کا وعدہ کیا اور تم پر من وسلوٰی اتارا، کھاؤ جو ستھری چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں اور اس میں حد سے نہ گزرو کے پھر تم پر میرا غضب نازل ہوگا، اور جس پر میرا غضب نازل ہوا سو وہ گڑھے میں جا گرا۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ -۸۷ ؎

ترجمہ۔ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا اور من وسلوٰی کی غذا تمھارے لئے فراہم کی اور تم سے کہا کے جو پاک چیزیں ہم نے تمھیں بخشی ہیں انھیں کھاؤ۔

من وسلویٰ: Mon Salwa:

لغات القرآن میں 'من' سے مراد وہ احسان الٰہی ہے کے جس کے حصول میں کوئی مشقت نہ اٹھانی پڑی ہو اسی طرح سے 'من' درختوں پر موجود جمی ہوئی گوند کو بھی کہا جاتا ہے جو کے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بطور غذا اپنی جانب سے ایک نعمت عطا فرمائی تھی سلویٰ تسلی کو کہتے ہیں اس کے علاوہ 'سلوی' ایک سفید رنگ کے پرندے کو بھی کہا جاتا ہے جو بٹیر سے مشابہہ ہوتا ہے جو وادی سینا میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنی اسرائیل کو کھانے کے لئے دیا گیا۔

امام راغب اصفہانی من وسلویٰ سے مراد ہر اس شے کے لیتے ہیں جو کے وجہ تسلی اور اطمینان ہو۔۸۸۔

بائبل میں بنی اسرائیل کی ان کیفیات کا بیان ان الفاظوں میں کیا گیا ہے!

خداوند نے (بنی اسرائیل) پر آسمان سے من کی بارش کی اور موسیٰ نے ان سے کہا یہ وہی روٹی ہے جو خداوند نے تم کو کھانے کے لئے دی ہے سو خداوند کا یہ حکم ہے کے تم اسے اپنے اپنے کھانے کی مقدار کے موافق یعنی اپنے قبیلے میں موجود افراد کی ضروریات کے مطابق فی کس ایک 'اومر' جمع کرنا اور ہر فرد اتنے ہی افراد کے لئے جمع کرے جتنے اس کے قبیلے میں موجود ہوں اور بنی اسرائیل من کو 40 برسوں تک کھاتے رہے۔۸۹۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔۹۰۔

ترجمہ۔ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا اور من وسلویٰ کی غذا تمھارے لئے فراہم کی اور تم سے کہا کے جو پاک چیزیں ہم نے تمھیں بخشی ہیں انھیں کھاؤ۔

اس واقعے کا غور طلب پہلو دراصل بنی اسرائیل کا وہ قبائلی مساوات پر مبنی اصول

تھا کے جس کے مطابق موسیٰ نے ان کے درمیان خداوند کی عطا کردہ نعمت کو تقسیم کیا کیونکہ یہ روٹیاں بنی اسرائیل کی محنت یا جدو جہد کا پھل نہ تھیں کے وہ جتنی چاہے ذخیرہ کر لیتے بلکہ ضرورت کے مطابق انھیں لینے کا حکم دیا گیا چنانچہ جن لوگوں نے لالچ میں آکر زیادہ مقدار میں من وسلویٰ کو جمع کیا ان کے ذخیرہ اناج میں کیڑے لگ گئے ۔۹۱ ۔

بنی اسرائیل کا یہ قافلہ من وسلویٰ سے ۴۰ برس تک اپنا پیٹ بھرتا رہا اور مختلف مقامات سے ہوتا ہوا بلا آخر دریائے اردن کے کنارے تک جا پہنچا اور موآب کے میدانوں میں خیمہ زن ہوا کنعان (موجودہ فلسطین) کی ارض مقدس موجودہ اردن کے اس پار تھی ،قوم بنی اسرائیل من وسلوی کو کھاتے کھاتے بے زار ہوگئی تو انھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا!

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآىٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَاؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْؕ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۔۹۲ ۔

ترجمہ۔ جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے سو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار میں سے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز پیدا کر دے، کہا کیا تم اس چیز کو لینا چاہتے ہو جو ادنیٰ ہے بدلہ اُس کے جو بہتر ہے، کسی شہر میں اُترو بے شک جو تم مانگتے ہو تمہیں ملے گا، اور ان پر ذلت اور محتاجی ڈال دی گئی اور انہوں نے غضب الٰہی کمایا، یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو

ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

بنی اسرائیل کے بارہ چشمے

Tewlve Fountains of Bani Israel

اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو اپنی اور کئی نعمتوں سے بھی نوازا جس کے بارے میں

ارشادات خداوندی ہیں!

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ ۹۳؎

ترجمہ۔ ہم نے تم سے کہا کہ اس بستی میں جاؤ اور جو کچھ جہاں کہیں سے چاہو با فراغت کھاؤ پیو اور دروازے میں سجدے کرتے ہوئے گزرو اور زبان سے حطہ کہو ہم تمہاری خطائیں معاف فرمادیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔

بائبل میں بنی اسرائیل کی اس کیفیت کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

خداوند نے موسیٰ سے کہا بنی اسرائیل سے کہہ دے کے جب تم اردن کو عبور کر کے ملک کنعان میں داخل ہو تو تم اس ملک پر قبضہ کر کے اس ملک میں بس جانا کیونکہ میں نے وہ ملک تم کو دیا ہے تاکہ تم اس کے مالک بنو اور تم قرعہ ڈال کر اس ملک کو اپنے گھرانوں میں میراث کے طور پر بانٹ لینا جس خاندان میں زیادہ افراد ہوں اس خاندان کو زیادہ جبکہ جس میں کم افراد ہوں اس خاندان کو کم میراث دینا اور جس فرد کا قرعہ جس جگہ نکلے وہ اس کو حصے میں ملے چنانچہ تم اپنے آبائی قبائل کے مطابق اپنی میراث لینا۔

پانی کے حصول کے لئے بھی ارشاد خداوندی نہایت واضح تھے!

وَاِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ۔ ۹۴؎

ترجمہ۔جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنے عصا کو پتھر پر مار،سواس سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر قوم نے اپنا گھاٹ پہچان لیا،اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ پیو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

مفسرین لکھتے ہیں بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ کو چٹان پر اپنے عصا کو مارنے کا حکم دیا جس کے مارنے سے اس چٹان میں بارہ پانی کے چشمے پھوٹ پڑے تاکہ پانی کے معاملے میں ان قبائل میں کوئی تنازع پیش نہ آئے۔

ماہرین آثاریات کے مطابق یہ چٹان جزیرہ نمائے سینا میں اب بھی موجود ہے جسے سیاح دور دور سے دیکھنے آتے ہیں اور پتھر سے پانی کا نکل جانا ایک عظیم معجزہ ہے۔

حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر جانا اور تجلی کا دیدار

Moses meets God on mount Sinai

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چالیس روز کے لئے تشریف لے کر گئے اور اپنے پیچھے اپنے سے تین سال بڑے بھائی ہارون کو اپنی قوم کی ذمہ داری سپرد کر گئے تاکہ ان کی غیر موجودگی میں قوم کی اصلاح حضرت ہارون کے ہاتھوں انجام ہوتی رہے اس کیفیت کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے!

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ
اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ
وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ
قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ
اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ
مُوْسٰی صَعِقًا فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُؤْمِنِیْنَ ۔۹۵۔

ترجمہ۔موسیٰؑ سے ہم نے تیس رات کا وعدہ کیا اور انہیں مزید دس سے پورا کیا پھر تیرے رب کی مدت چالیس راتیں پوری ہوگئی، اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں میرے جانشین رہو اور اصلاح کرتے رہو اور مفسدوں کی راہ پر مت چلو، جب موسیٰؑ ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے دکھا کے میں تجھے دیکھوں! فرمایا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا لیکن تو پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تو مجھے دیکھ سکے گا، پھر جب اس کے رب نے پہاڑ کی طرف تجلّی کی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کی کہ تیری ذات پاک ہے میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا یقین لانے والا ہوں۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ
وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔۹۶۔

ترجمہ۔اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر کوہِ طور بلند کیا، جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوط پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو تا کہ تم پرہیزگار رہو

جاؤ۔

قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِينَ۔٩٧؎

ترجمہ۔اے موسیٰ بے شک ہم نے تمھیں لوگوں پر بزرگی عطا کی اور تمھیں چن لیا اپنی رسالت دے کر اور تمھیں ہم کلامی کا شرف بخشا، پس جو کچھ میں نے تجھے عطا کیا ہے، تو شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

تورات: Torah:

تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی الہامی کتاب ہے جس میں شریعت ،حلال حرام، قاعدہ قانون اور دیگر شعبہ زندگی سے متعلق ہدایات موجود ہیں، تورات کی فضیلت سے متعلق قرآن کریم میں کئی آیات ہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ۔٩٨؎

ترجمہ۔بے شک ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے۔

وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ۔٩٩؎

ترجمہ۔ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسانات کئے ہیں اور ان دونوں کو واضح کتاب دی۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَادَةً عِندَهُ مِنَ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔١٠٠؎

ترجمہ۔اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کے پاس خدا کی طرف سے گواہی آئی ہو اور وہ اسے چھپائے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۔۱۰۱ ـ

ترجمہ۔(ہم) نے اس سے پہلے تورات اور انجیل اتاری جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن اتارا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ الْكِتَابَ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۔۱۰۲ ـ

ترجمہ۔ہم نے موسیٰؑ کو ہدایت دی تھی اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کر دیا تھا، جو عقلمندوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتَابُ مُوْسٰى اِمَامًا وَّرَحْمَةً وَهٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۔۱۰۳ ـ

ترجمہ۔اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہے جو رہنما اور رحمت تھی، اور یہ کتاب ہے جو اسے سچا کرتی ہے عربی زبان میں ظالموں کو ڈرانے کے لیے، اور نیکوں کو خوشخبری دینے کے لیے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۔۱۰۴ ـ

ترجمہ۔رہم نے نیکوں پر نعمت پوری کرنے کے لیے موسیٰ کو کتاب دی جس میں ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۔۱۰۵ ـ

ترجمہ۔ہم نے موسیٰؑ کو پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد کتاب دی تھی جو

لوگوں کے لیے بینائی اور ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ سمجھیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهَارُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۔۱۰۶؎

ترجمہ۔ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان اور روشنی اور نصیحت آموز کتاب دی یہ ان پرہیز گاروں کے لئے ہے جو بغیر دیکھے اپنے پروردگار کا خوف مانتے ہیں اور قیامت سے ڈرتے ہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ۔۱۰۷؎

ترجمہ۔بے شک ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے اور اسی کے مطابق پیغمبر جو خدا کے فرمانبردار تھے وہ یہودیوں کو حکم دیتے تھے اور اللہ والے اور عالم بھی اس کے مطابق جو اللہ کی کتاب سے ان کو محفوظ رکھوایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے تو تم لوگوں سے نہ ڈرا کرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرا کرو اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت پر نہ بیچو اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفَاسِقِيْنَ

ترجمہ۔ہم نے اس کو تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، سو انہیں مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنی قوم کو حکم کر کہ اس کی بہتر باتوں پر عمل کریں، عنقریب

میں تمہیں نافرمانوں کا ٹھکانہ دکھاؤں گا۔ ۱۰۸؎

موسوی شریعت کے اصول

Principal of Moses Sharea

مندرجہ بالا آیات کے مطالعے سے تورات کے تقدس کی وضاحت ہوجاتی ہے یہ ایک الہامی کتاب ہے جو کے اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ اوران کے بھائی ہارون کو عطا فرمائی تا کہ وہ اس کی تبلیغ واشاعت کریں اور سرکش فرعون اورقوم بنی اسرائیل کو اللہ کے احکامات سے ڈرائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں جیسا کے ہم جانتے ہیں شریعت الہیہ میں کسی قسم کا تغیر یا تبدل ممکن نہیں چنانچہ جوشرعی احکامات قرآن کریم میں بنی نوع انسانیت کو دئے گئے تقریباً وہی احکامات تورات اورانجیل میں بھی دئے گئے یعنی قتل، چوری، ڈکیتی، زنا تہمت، غیبت، جھوٹ، دھوکہ بازی، ملاوٹ، جھوٹی قسمیں، وعدہ خلافی، والدین کی نافرمانی ہر دور میں ہی گناہ تھی اور قیامت تک رہیں گی چنانچہ تورات ہو یا انجیل اور بعد میں پھر قرآن کریم کی تعلیمات اگرچہ ان تمام الہامی کتب مقدسہ اوران میں موجود آیات اور احکامات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو، تورات، زبور، انجیل اور قرآن کریم کی کل آیات میں اللہ تعالی نے بنی نوع انسانیت کے لئے چار اصولوں کی وضاحت فرمادی جبکہ یہی وہ چار متعین اور مرکزی اصول ہیں کے جن کے گرد تمام اسلامی تعلیمات گھومتی ہیں۔

ذیل میں انھی الہامی تعلیمات کا نہایت اختصار سے ایک جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

ا۔ روحانی پاکیزگی:

جس کے لئے عبادات کا پروگرام دیا گیا تا کہ روحانی بالیدگی اور سرکش نفس انسانی کا تزکیہ ممکن ہو سکے اور جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے تصور احسان یعنی (عبادات میں اللہ کا تصور قائم

رہنا ہی دراصل اس کی قبولیت کی سند ہے) کی اصطلاح استعمال کی ۔ چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کے اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے

بندے کو یہ یقین کامل ہو کے اسے ہر وقت خدا دیکھ رہا ہے ۔

حضرت علیؑ کا قول ہے!

اگر تم یہ دیکھو کے اللہ تمھیں اپنے ذکر سے مانوس کر رہا ہے تو سمجھ لو کے وہ تمھیں دوست رکھنے لگا ہے جبکہ اللہ کو یاد کرنے والا گویا اس کا ہم نشین ہوتا ہے اور یہ کے جس نے اللہ کو یاد کیا گویا اللہ نے اس کو یاد کیا ۔۱۰۹ ۔

۲۔جسمانی پاکیزگی:

جسمانی پاکیزگی اور طہارت انسانی صحت کے لئے بے حد ضروری ہے چنانچہ اس کے لئے شریعت نے غسل ، وضواور تیمم کا حکم دیا تا کہ طہارت کے ذریعے بھی ذہنی یکسوئی حاصل کی جا سکے اور دوران عبادت جب بندہ اپنے مالک کے روبرو ہو تو پاکی کی حالت میں ہو جبکہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کے حالت پاکی میں انسانی طبیعت پر جہاں خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں وہیں فرحت ونشاط اور یکسوئی کی کیفیات بھی تا دیر برقرار رہتی ہیں جس کی وجہ سے انسان کی ذہنی ،نفسیاتی ، دماغی اور جسمانی صحت پر براہ راست اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔

۳۔اخلاقی پاکیزگی:

تمام الہامی شریعت نے اخلاقی پاکیزگی اور طہارت پر بے حد زور دیا ہے یعنی جھوٹ تہمت ،غیبت ، وعدہ خلافی ، ملاوٹ ،جلن ،حسد اور تکبر سے اجتناب کی واضح ہدایات تقریباً تمام کتب مقدسہ میں ہی دی گئی ہیں کیونکہ جب تک اخلاق پاکیزہ نہیں ہوں گے تو ایسا شخص نہ تو دنیا میں دوسروں کے لئے قابل قبول ہوگا اور نہ ہی اللہ تعالی کے یہاں اس کے اعمال قابل قبول ہوں

گے چنانچہ قرآن کریم میں بھی رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا جبکہ بنی نوع انسانیت کو بھی اللہ تعالی نے یہ ہدایت دی کے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے جیسے صالح اخلاق کو اپناتے ہوئے ان کی پیروی کریں اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ فرمایا کے یقیناً میں تم میں سے سب سے زیادہ اخلاق کے بلند مدارج پر فائز کیا گیا ہوں۔

۴۔غذائی پاکیزگی:

غذائی پاکیزگی کا تصور اپنے اندر بے پناہ وسعت رکھتا ہے اس میں پاکیزہ، حلال اور طیب غذا کا حصول تو اپنی جگہ اہم ہے یعنی ان تمام غذاؤں کو اپنی روزمرہ غذائی عادات میں شامل کرنا جو کے اللہ تعالی کی طرف سے بنی نوع انسانیت پر حلال کی گئی ہیں جس میں شامل وہ تمام حلال جانوروں، پرندوں اور سمندری مخلوقات کا گوشت شامل ہے پھل، سبزی، اناج اور حلال مشروبات بھی اس میں شامل ہیں یہ ایک حیران کن تحقیق ہے لیکن اللہ تعالی ہی ہر بات میں انسان کے لئے کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے جس کا ادارک عقل انسانی بسا اوقات نہیں کر پاتی ہے حلال غذاؤں کے حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں !

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔۱۱۰؎

ترجمہ۔کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے حلال اور پاکیزہ دیا ہے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو؟

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا۔۱۱۱؎

ترجمہ۔کھاؤ زمین کی پاک اور حلال چیزوں کو۔

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۤ اِلَيْهِ

تُحْشَرُوْنَ-۱۱۲؎

ترجمہ۔تمہارے لیے دریا کا شکار کرنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے، اور تم پر جنگل کا شکار کرنا حرام کیا گیا ہے جب تک کہ تم احرام میں ہو، اور اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ -۱۱۳؎

ترجمہ۔آج تمہارے واسطے سب پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں، اور اہل کتاب کا کھانا تمہیں حلال ہے اور تمہارا کھانا انہیں حلال ہے، اور (تمہارے لیے حلال ہیں)۔

قابل غور امر یہ ہے کے اللہ تعالی نے بنی نوع انسان کی نفسیاتی اور جسمانی کیفیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے جن غذاؤں کے کھانے کا حکم دیا ہے وہ عین اس کے فطری تقاضوں کے ہم آہنگ ہیں محققین یہ کہتے ہیں کے انسان کی جسمانی کیمسٹری کے ساتھ موافق غذائیں ہی اسے ایک اچھا فرد بننے میں معاون و مددگار ہوتی ہیں اب جہاں تک حرام غذاؤں کا تعلق ہے تو یقیناً ان غذاؤں میں انسانی صحت کے لئے قطعاً کوئی فائدہ مضمر نہیں لہٰذا شریعت نے انھیں حرام قرار دے دیا یہاں ابن خلدون کے مقدمے سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے، ابن خلدون غذائی عادات کے بارے میں کہتے ہیں!

عرب اونٹ کا گوشت نہایت رغبت سے تناول کرتے ہیں لہٰذا ان کے مزاج میں کبر و نخوت، غیرت اور سختی کا عنصر نمایاں ہے۔

ترک گھوڑے کے گوشت کو مرغوب رکھتے ہیں چنانچہ ان میں طاقت، جراءت، اور اکڑ پن نمایاں ہے۔دنیا بھر کے مسلمان گائے، بکرے، بھیڑ، مرغی اور پرندوں کے گوشت

کوشوق سے تناول کرتے ہیں اس لئے ان کے مزاج میں معصومیت، پاکیزگی، سادگی اور حلم وانکساری پائی جاتی ہے، یورپ، امریکہ، انگلینڈ اور فرانس سے تعلق رکھنے والے افراد کو خنزیر اور شراب زیادہ مرغوب ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کے مزاج میں بے حیائی، فحاشی، گندگی اور محرم رشتے داروں کی تمیز باقی نہیں رہتی کیونکہ خنزیر تمام جانوروں میں فطری اعتبار سے سب سے زیادہ بے حیاء جانور ہے اس کی غذا انسان اور جانوروں کے فضلے پر مبنی ہے لہٰذا اس کا گوشت کھانے والوں میں بھی خنزیر کی عادات وخصائل سرائیت کر جاتے ہیں افریقہ کے حبشی بندر کے گوشت اور اس کے کچے بھیجے کو بے حد مرغوب رکھتے ہیں لہٰذا اس اعتبار سے بندروں کے خصائل مثلاً اچھل کود ناچ گانا وغیرہ ان کی عادت ثانیہ میں شامل ہے۔ ۱۱۴۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہیں!

اللہ تعالی پاکیزہ چیزوں کو پسند کرتا ہے اور اسے صفائی اور پاکیزگی پسند ہے ۔۱۱۵۔

بے شک سب سے زیادہ پاکیزہ رزق جو تم کھاتے ہو وہ وہ تمھارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے ۱۱۶۔

لیکن اس میں رزق کو حلال اور جائز ذرائع سے کمانا بھی فرائض میں شامل قرار دیا گیا ہے یعنی چوری، ڈکیتی، سودخوری، ذخیرہ اندوزی، بھتہ خوری، ملاوٹ، رشوت، ناجائز آمدنی، اغوا برائے تاوان، گانا بجانا اور جوا وغیرہ سے گریز کرتے ہوئے اللہ تعالی کے متعین راستے کے ذریعے سے رزق حلال کو کمایا اور حاصل کیا جائے بنی نوع انسانیت پر جتنی بھی کتب یا صحائف کا نزول کیا گیا ان میں انھی چار اصولوں کی پاسداری کا دراصل حکم موجود ہے تاکہ انسان اللہ تعالی کے متعین کردہ قوانین کے اندر رہتے ہوئے اللہ کے قرب اس کے احسان اور

عرفان کو حاصل کر سکے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ ۱۱۷؎

ترجمہ۔ناپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان دار ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۔ ۱۱۸؎

ترجمہ۔اے مومنو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو، اور آپس میں کسی کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ ۱۱۹؎

ترجمہ۔کہہ دو! پاک اور ناپاک برابر نہیں ہیں اگرچہ تمھیں ناپاک کی بہتات اچھی لگتی ہے سوائے عقلمندوں کے اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محنت کی عظمت اور اپنے ہاتھ سے کمانے اور مشقت کو بے حد پسند فرمایا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی تجارت کے پیشے سے وابستہ تھے اور اپنے اہل خانہ کے لئے زمین میں دوڑ دھوپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اس حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے!

گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جن کا کفارہ نماز، روزہ، حج وعمرہ کی ادائے گی سے ممکن نہیں ہے چنانچہ ایسے گناہوں کا کفارہ صرف اورصرف طلب معیشت کی فکر اور اس کی جدو جہد میں ہے جس کے سبب وہ گناہ اللہ تعالی معاف فرمادیتے ہیں۔۱۲۰؎

اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ کو کتاب اور شریعت دی تا کہ وہ اپنی قوم کی رہنمائی کرسکیں چنانچہ وہ جب تک حیات رہے دین اسلام کی ترویج واشاعت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے اللہ تعالی نے واضح طور پر کچھ ہدایات بنی اسرائیل کو دیں تھیں جو کہ درج ذیل آیات میں مذکور ہیں۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔۱۲۱؎

ترجمہ۔ جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا ماں، باپ، رشتے داروں، یتیموں، اور محتاجوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور لوگوں کے ساتھ اچھی بات کرنا اور نماز اور زکوٰۃ دیتے رہنا پھر تم میں سے سوائے چند لوگوں کے باقی سب نے منہ پھیر لیا اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کے آپس میں خونریزی نہ کرنا اور اپنے لوگوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالنا، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود گواہ ہو۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكَاةَ

وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ ۱۲۲؎

ترجمہ۔ بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ نے کہا کے میں تمھارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے، زکوٰۃ دیتے اور میرے رسولوں پر ایمان لائے تو اور ہم نے انھیں قوت دی اور (تم) اللہ کو عمدگی کے ساتھ قرض دیتے رہو تو میں ضرور تمھاری برائیاں تم سے دور کردوں گا اور ضرور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی پھر اس کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا وہ ضرور سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

حضرت موسیٰ نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) کو تمام شرعی اصول وضوابط اور قاعدے قوانین تفصیلاً بار بار سمجھائے اور اپنی قوم کو اس بات کی تلقین کی کے وہ ان اصول وضوابط سے ہرگز بھی منحرف نہ ہو صرف ایک خدا یعنی 'یہواہ' کے سوا کسی کی بھی عبادت نہ کرے۔

بنی اسرائیل اپنی پیداوار میں سے کچھ حصہ لازمی غریب، یتیم، بیواہ اور ضرورت مند افراد کو دے اور ہر سات سال کے بعد اپنے قرض دار کو چھٹکارا دے اس کے ساتھ ہی پڑوسیوں کی خبر گیری، محتاجوں اور مفلسوں کی دیکھ بھال بھی بنی اسرائیل پر لازم قرار دیا گیا یہی نہیں بلکہ اگر کوئی عبرانی مرد یا عورت غلام یا کنیز ہو تو چھ برس تک اس سے خدمت لے کر انھیں ساتویں برس آزاد کر دیا جائے جبکہ انھیں خالی ہاتھ ہرگز رخصت نہ کیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں صادق وامین قاضی کی اہمیت کو بھی بار ہا اجاگر کیا گیا جبکہ حق وانصاف پر مبنی فیصلوں کی اہمیت پر بھی زور دیا گیا۔

اسی طرح سے بنی اسرائیل پر یہ بھی لازم تھا کے وہ دنیا کی مال ومتاع کی محبت میں گرفتار ہوکر بہت زیادہ مال واسباب ، زر و جواہرات ، مال مویشی ،گھوڑے اور عورتیں اپنے قبضے میں نہ رکھیں بلکہ ضرورت سے زائد اسباب کوضرورت مندوں میں تقسیم کردیں اپنے غلام اور کنیزوں سے ہمدردی اور نرمی کا رویہ برتیں جبکہ سورج غروب ہونے سے قبل مزدور کی اجرت عطا کردیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی پیغمبر دنیا میں قوم بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے تشریف لائے وہ سب کے سب اللہ تعالی کی کتاب تورات کے پیروکار تھے اور ان میں سے کوئی پیغمبر بھی کوئی نئ شریعت یا نیا حکم نہ لایا جو تورات کے حکم کی ناسخ ہولہٰذا تورات میں بھی بتوں ، انسانی اور حیوانی مجسموں اور تصاویر کے لئے سختی سے ممانیت موجود ہے اب یہ الگ بات ہے کے قوم بنی اسرائیل دوسری قوموں کے ساتھ رہ کر ان کے معبودوں سے متاثر ہوکر اپنے لئے بھی کوئی پتھر کی مورتی یا مجسمے کی فرمائش کرے یا پھر گزشتہ قوموں کی روش پر چلتے ہوئے اسے بھی گائے سے اس درجہ عقیدت اور محبت ہوجائے کے وہ اس کی عبادت شروع کردیں اسی حوالے سے یہاں تورات میں دئے گئے پیغامات نہایت واضح ہیں جو ذیل میں پیش کئے جارہے ہیں۔

تم اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا اور نہ ہی کسی کی کوئی صورت بنانا جو اوپر آسمان ، زمین یا پانی میں ہو۔ ۱۲۳۔

تم اپنے لئے بت نہ بنانا اور نہ ہی کوئی مورت اور اپنے ملک میں کوئی شبیہ یا پتھر کو بھی سجدہ نہ کرنا۔ ۱۲۴۔

تم کسی بھی مرد یا عورت کی کوئی شبیہ نہ بنانا اور نہ ہی کسی جانور ، پرندے ، زمین پر رینگنے والے جاندار اور مچھلی کی مورت بنانا۔ ۱۲۵۔

انبیاء سابقین جو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے وہ سب کے سب تورات کی شریعت پر ہی عمل کرتے تورات میں بت پرستی اور کسی بھی شبیہ یا شکل وصورت کو بنا کر اس کی پوجا کی سختی سے ممانیت کی گئی تھی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں بھی تصاویر، پتھر کے مجسمے اور شکل وصورت چاہے وہ کسی بھی انسان، جانور یا پرندے کی ہو اس کی سخت ممانیت دیکھتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات حضرت ام حبیبہ اور ام سلمی نے ایک کینسہ دیکھا جس میں تصاویر تھیں اس کی بابت جب سول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! ان لوگوں کا حال یہ تھا کے جب ان میں کوئی صالح شخص مرجاتا تو اس کے مرنے کے بعد وہ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنالیتے اور اس میں تصاویر بھی بناتے یہ لوگ قیامت کے روز اللہ کے سامنے بدترین خلائق ہوں گے۔۱۲۶۔

حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے مصور پر لعنت فرمائی ہے۔۱۲۷۔

تورات کو یہودی عہد نامہ عتیق، عہد نامہ قدیم، عہد نامہ جدید اور بائبل بھی کہتے ہیں عہد نامہ قدیم میں 39 کتب جبکہ عہد نامہ جدید میں 27 کتب شامل ہیں اس طرح سے اس پورے مجموعے کو بائبل کا نام دیا گیا ہے اگرچہ یہودی اس پوری بائبل میں سے صرف 39 حصوں کو ہی مانتے ہیں جبکہ اس 39 میں سے بھی ابتداء کے پانچ حصوں جس کو وہ 'کتاب خامس الخمس' کہتے ہیں اور جس کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے کے یہی وہ پانچ کتب تھیں جو کے حضرت موسیٰ کو اللہ کی جانب سے کوہ طور پر عطا کی گئی تھیں اگرچہ بائبل کی تعلیمات میں قوم بنی اسرائیل کے لئے سخت اصول متعین کئے گئے ہیں عہد نامہ قدیم عبرانی زبان میں ہے وقت

گزرنے کے ساتھ ساتھ تورات میں تحریف کردی گئی اور اہل اقتدار نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر اس میں تحریف وتبدل جیسے گناہ عظیم سے بھی دریغ نہ کیا اور اللہ کی آیات اور اس کے احکامات کو بدلنے کی ناپاک سازش کی چنانچہ قوم بنی اسرائیل کی اس ناپاک کوشش کو قرآن کریم میں اللہ تعالی اس طرح سے بیان کررہے ہیں!

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۔۱۲۸ ؎

ترجمہ۔(اے نبی) کہہ دیجئے کے اس کتاب (تورات) کوکس نے اتارا جیسے موسیٰ لے کرآئے تھے جولوگوں کے لئے ہدایت اورنور تھی لیکن تم اسے پارہ پارہ کرتے ہواس میں سے کچھ کوظاہر کرتے ہواور بہت سے (احکامات) کوتم چھپاتے ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ۔۱۲۹ ؎

ترجمہ۔ بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جس میں اختلاف کیا گیا اور (اے نبی) اگر تیرے پروردگار کی طرف سے پہلے یہ بات طے نہ کی جاچکی ہوتی توضروران کے درمیان ابھی فیصلہ کردیا جاتا اور بے شک وہ اس کی طرف سے قوی شک میں مبتلا ہیں۔

حضرت موسیٰ کی کوہ طور سے واپسی

Moses comes down from mount Sinai

حضرت موسیٰ کی غیر موجودگی میں ان کی قوم گائے پرستی میں مبتلا ہوگئی اور انھوں نے عبادت کے لئے سونے کا ایک بچھڑا بنالیا کیونکہ مصر سے فلسطین کی جانب

ہجرت کے دوران بنی اسرائیل راستے میں موجود منادر اور دیوی دیوتاؤں سے
مرعوب ہوکر حضرت موسی سے کہنے لگی!

قَالُوْا یَامُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ۔ ۱۳۰؎

ترجمہ۔ اے موسیٰ ہمیں بھی کوئی ایسا معبود بنا دو جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں۔

طویل عرصہ تک مصر میں رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل نے اہل مصر کے مذہبی عقائد کو کسی حد تک اپنے دل میں جگہ دی لہٰذا ان خواہشات کو نکلنے کے لئے کسی مناسب وقت کا انتظار تھا جب ہی حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانے کے تیس دن بعد ہی ان کی دبی ہوئی دلی خواہش نے سر اٹھایا اور وہ سامریہ قبیلے کے ایک شخص جیسے قرآن کریم میں سامری کہا گیا ہے کی باتوں میں آ گئے بنی اسرائیل نے اسے اپنے سونے کے زیورات دئے تا کہ وہ اس سونے سے ان کی عبادت کے لئے ایک گائے کا بچھڑا بنا سکے تاہم وہی ہوا جس کا ڈر تھا قوم بنی اسرائیل نے سامری کے کہنے پر زیورات کو آگ میں ڈالا تا کہ سونے کو پگھلا کر بچھڑا بنایا جا سکے لہٰذا سونے سے بچھڑا تیار کیا گیا جس میں سے ایک آواز بھی آتی تھی چنانچہ سامری نے کہا موسیٰ سے غلطی اور بھول ہوگئی کہ وہ خدا کی تلاش میں کوہ طور پر گیا ہے اور تمھارا معبود تو یہ ہے بعد ازاں حضرت موسیٰ جب واپس آئے تو وہ اپنے بھائی اور قوم پر سخت برہم ہوئے اور سامری کی بھی خبر لی اور اس بچھڑے کو جلا کر دریا برد کیا جبکہ اپنی قوم کی دوبارہ راہ ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی اگرچہ بت پرستی اور گائے پرستی کی ایک قدیم عادت انسان کے نفس میں کہیں گہرائی میں پائی جاتی ہے میڈیکل سائنس اسے آباؤ اجداد کے ڈی این اے کی خصوصیات گردانتے ہیں یعنی کسی بھی انسان کے آباؤ اجداد کی عادات وخصوصیات ستر نسلوں

تک منتقل ہوتی رہتی ہیں اور وہ اپنے اثرات انسان کے مزاج پر استوار بھی کرتی ہیں لہٰذا اس اعتبار سے نفس کے اندرون میں کہیں کسی مقدس گائے یا بت کا تصور بھی شاید بنی اسرائیل میں موجود ہو جب ہی وہ فوراً اس جانب متوجہ ہوئے۔

قرآن کریم بنی اسرائیل کی اس ذہنی کیفیت کو اس طرح سے بیان کرتا ہے!

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ښ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ۔ ۱۳۱

ترجمہ۔ موسیٰؑ کی قوم نے اس کے جانے بعد اپنے زیوروں سے بچھڑا بنالیا جو ایک جسم تھا جس میں گائے کی آواز تھی، کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات بھی نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں راہ بتاتا ہے، اسے معبود بنالیا اور وہ ظالم تھے، جب نادم ہوئے اور معلوم کیا کہ بے شک وہ گمراہ ہوگئے تھے، تو کہنے لگے اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو بے شک ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوں گے، جب موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے واپس آئے، تو کہا تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی، کیا تم نے اپنے رب کے حکم (کے آنے) سے پہلے ہی جلد بازی کرلی، اور (موسیٰؑ نے) تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑا اسے اپنی طرف کھینچنے لگا، اس نے کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے، سو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا اور مجھے گناہگار لوگوں میں نہ ملا، کہا اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر، اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، بے شک جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا انہیں ان کے رب کی طرف سے غضب اور دنیا کی زندگی میں ذلت پہنچے گی، اور ہم بہتان باندھنے والوں کو یہی سزا دیتے ہیں، اور جنہوں نے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کی اور ایمان لے آئے، تو بے شک تیرا رب توبہ کے بعد البتہ بخشنے والا مہربان ہے، اور جب موسیٰؑ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے تختیوں کو اٹھایا، اور ان میں جو لکھا ہوا تھا اس میں ان کے واسطے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور موسیٰؑ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدہ گاہ پر لانے کے لیے چن لیے، پھر جب انہیں زلزلہ نے پکڑا تو کہا اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا، کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو ہماری قوموں کے

بے وقوفوں نے کیا، یہ سب تیری آزمائش ہے، جسے تو چاہے اس سے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھا رکھے،تو ہی ہمارا کارساز ہے سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس برسوں تک اپنی قوم بنی اسرائیل میں رہے اور ان کی رہنمائی فرماتے رہے پھر آپ کے ستر سال کے بعد آپ کے خلیفہ اول حضرت یوشع بن نون بنی اسرائیل کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے لیکن بنی اسرائیل کا فطری رجحان کسی نہ کسی کمزور لمحے میں غالب آتا رہا اور وہ بت پرستی یا گائے پرستی کی کی قبیح لعنت میں وقتاً فوقتاً مبتلا رہے۔ ۱۳۲ے

مقدس گائے: Holy Cow:

واقعہ یہ ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص کا قتل ہوگیا اور قاتل کی تلاش میں قوم میں اختلاف وفساد بھی پیدا ہوگیا لہٰذا جب یہ مقدمہ حضرت موسیٰ کے پاس پیش کیا گیا تو آپ نے اللہ تعالی سے رجوع کیا اے اللہ تو علیم وخبیر اور حکیم ہے تو میری مدد فرما۔

اس پر ارشاد خداوندی ہوا!

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔

ترجمہ۔ وہ واقعہ یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ تمھیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے تو وہ کہنے لگے کے کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ موسیٰ نے کہا میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جاہلوں کی سی باتیں نہ کروتو وہ بولے کے اپنے رب سے درخواست کرو کے وہ ہمیں اس گائے کی کچھ تفصیل بتائے موسی علیہ السلام نے کہا اللہ کا ارشاد ہے!

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا
فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ قَالُوا ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا
تَسُرُّ النَّاظِرِينَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ
عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ
تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْآنَ
جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ۔ ۱۳۳؎

ترجمہ۔وہ گائے ہونی چاہئے جو کے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ ہی بچھیا بلکہ اس کی اوسط عمر ہونی چاہئے لہٰذا جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرو وہ پھر بولے کے اپنے رب سے یہ پوچھو کے اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ نے کہا (خدا) فرماتا ہے کے وہ زرد رنگ کی گائے ہونی چاہئے جس کا رنگ ایسا شوخ ہو کے دیکھنے والوں کا جی خوش ہوجائے پھر وہ بولے کے اپنے رب سے صاف صاف پوچھ کر بتاؤ کے کیسی گائے مطلوب ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کے اللہ کہتا ہے کے وہ ایسی گائے ہے کے جس سے خدمت نہ لی جاتی ہو اور نہ ہی وہ زمین جوتی ہو اور نہ ہی وہ پانی کھنچتی ہو، وہ صحیح سالم اور بے داغ ہو، اس پر وہ پکار اٹھے کے ہاں اب تم نے ٹھیک پتا بتایا ہے پھر اسے انھوں نے ذبح کیا ورنہ وہ ایسا کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کی اس ذہنی کیفیت اور گائے سے محبت کو بیان کیا جارہا ہے جو کے ان کے اندر سرائیت کرچکی تھی لہٰذا اس قوم کی آزمائش گائے کے ذبیحہ سے کی جارہی ہے بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ سے مباحثہ اس بات کی دلیل ہے کے وہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں ٹال مٹول سے کام لینا چاہ رہے تھے کیونکہ گائے ان کے اپنے ذاتی عقیدے میں ایک مقدس، محترم اور قابل عبادت جانور کی حیثیت رکھتی تھی چنانچہ انھوں نے اس کے ذبیحہ

کے حکم پر بحث شروع کردی اللہ تعالی بھی اس طرح سے بنی اسرائیل کی آزمائش فرمار ہے تھے چنانچہ طے ہوا کے گائے ذبح کرنے کے بعد اس کے گوشت کے ٹکڑے کو مقتول کے جسم پر لگایا جائے اس طرح سے وہ دوبارہ زندہ ہوجائے گا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسًا فَادّٰرَءۡتُمۡ فِيۡهَا وَاللّٰهُ مُخۡرِجٌ مَّا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا كَذٰلِكَ يُحۡىِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى وَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۔ ۱۳۴؂

ترجمہ۔ تمھیں یاد ہے وہ واقعہ جب تم نے ایک شخص کی جان لی تھی پھر اس کے بارے میں تم جھگڑنے اور ایک دوسرے پر قتل کا الزام تھوپنے لگے تھے لیکن اللہ نے فیصلہ کرلیا تھا کے جو کچھ تم چھپاتے ہو وہ اسے کھول کر رکھ دے گا اس وقت ہم نے حکم دیا کے مقتول کی لاش کو اس کے ایک حصے سے ضرب لگاؤ دیکھو اس طرح اللہ مردوں کو زندگی بخشتا ہے اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا کہ وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت، اور بعض پتھر تو ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں جو پھٹتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے، اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں، اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال: Death of Moses:

حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس برسوں تک اپنی قوم بنی اسرائیل کے درمیان رہے اوران کی ہدایت ورہنمائی فرماتے رہے پھرآپ کے ستر سال کے بعد آپ کے خلیفہ اول حضرت یوشع بن نون بنی اسرائیل کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے لیکن بنی اسرائیل کا فطری رجحان کسی نہ کسی کمزور لمحے میں غالب آتا رہا اور وہ بت پرستی یا گائے پرستی کی جانب متوجہ ہوتے رہے، روایت میں آتا ہے کے حضرت موسیٰ 120 برس تک حیات رہے اور اس کے بعد آپ کا وصال ہوا، آپ کی قبر مبارک کی نشانی کے حوالے سے

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ہے آپ نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو حضرت موسیٰ کی قبر کا نشان دکھاتا وہ سرخ ٹیلے (کثیب احمر) کے قریب مدفون ہیں

ارض مقدس (فلسطین): Palestine:

حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد قوم بنی اسرائیل جب ارض مقدس (فلسطین) میں داخل ہوئے تو یہاں مختلف قومیں آباد تھیں جن میں حتی، اموری، کنعانی، فرزی، حوی، یبوسی اور فلستی شامل تھیں یہ تمام قومیں بدترین شرک میں مبتلا تھیں اور ایک بڑے بت ایل کی عبادت کیا کرتی تھیں جو ان کے عقیدے میں تمام بتوں کا باپ تھا اور جس کی شکل ایک سانڈ جیسی تھی جبکہ ایل کی بیوی 'عشتیا' کی بھی عبادت بڑے خلوص اور محبت سے کی جاتی کیونکہ یہی دونوں میاں بیوی تمام دیوی اور دیوتاؤں جن کی تعداد 70 بتائی جاتی ہے کے ماں باپ تھے جن کی خوشنودی کا حصول بے حد ضروری تھا پھر ان کی اولادوں میں 'بعل' بھی سب سے زیادہ لائق تعظیم سمجھا جاتا کیونکہ وہ زمین وآسمان کا مالک تھا جبکہ بارش برسانے اور زمین کی روئیدگی بھی اسی کے اختیار میں تھی تاہم 'بعل' دیوتا کی بیویاں 'اناث' اور 'عشتارات' بھی عشق ومحبت

اور افزائش نسل کی دیویاں مانی جاتیں الغرض اس سماجی نظام میں ہر ایک کام کی ایک دیوی یا دیوتا ہوتا جو ان لوگوں کی ضروریات اور احتیاج کا خیال رکھتا یہی نہیں بلکہ وہاں دیوی، دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے چھوٹے بچے اور کم سن دوشیزاؤں کو بھی قربان کیا جاتا جبکہ مندر میں دیوتاؤں کے نام پر پروہت اور پجاری کنواری لڑکیوں کی عزتوں سے کھیلتے لہٰذا وہ سماجی نظام نہایت اخلاقی گراوٹ کا شکار تھا تورات میں اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ کو واضح ہدایت دی کے وہ اپنی قوم کے ساتھ جب ارض مقدس (فلسطین) میں داخل ہوں تو وہاں کے رہنے والوں کو قتل کر کے ان کے قبضے سے فلسطین کی سرزمین کو چھین لیں اور ہرگز بھی اس مشرک قوم کے ساتھ رہنے سہنے اور بسنے اور ان کی بودوباش کو اپنانے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ یہ بھی اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جائیں گے یہاں ارض مقدس سے مراد موجودہ فلسطین ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس برس تک صحرانوردی کے بعد داخل کئے گئے اس سرزمین کو 'ارض موعودہ' بھی کہتے ہیں، قرآن کریم میں بھی اس سرزمین کا ذکر متعدد آیات میں آیا ہے جبکہ درج بالا سطور میں بھی ان آیات کے حوالے موجود ہیں۔

یہ ارض مقدس دراصل سرزمین شام میں واقع ہے جس میں فلسطین اور بیت المقدس موجود ہیں جبکہ کچھ محققین ارض مقدس سے دمشق، فلسطین اور اردن کے علاقے مراد لیتے ہیں بائبل میں بھی اس ارض مقدس کو فلسطین ہی بیان کیا گیا ایک روایت کے مطابق بنی اسرائیل کی ایک بڑی تعداد (تین لاکھ کے لگ بھگ) ان چالیس سالوں میں ہلاک ہوگئی اور بیت المقدس میں انھیں داخل ہونے میں 200 برس سے زائد کا عرصہ لگا پھر حضرت موسیٰ کے جانشین حضرت یوشع بن نون کی سرکردگی میں بنی اسرائیل دریائے اردن عبور کر کے یروشلم سے ۰ میل کے فاصلے پر واقع شہر القریہ پہنچے اور وہ اس پر قابض ہوئے پھر 270 ق م میں وہ

ارض مقدس (فلسطین) پر بھی قابض ہو گئے بعد ازاں ان کے بارہ قبائل میں یہ ملک تقسیم ہو گیا لیکن بنی اسرائیل ارض مقدس میں داخل ہوتے وقت اللہ کے اس پیغام کو بھول گئے جو اللہ نے انھیں دیا تھا یعنی مشرکوں کو قتل کر کے اس ارض مقدس پر قابض ہو جاؤ یہاں پر بنی اسرائیل نے بزدلی دکھائی چنانچہ وہ بارہ قبائل اور قبائلی عصبیت میں ہی مبتلا اور منقسم رہے اور ایک بڑی اور مضبوط سلطنت کو بنانے میں ناکام رہے پھر آپس کے تفرقے نے انھیں مزید کمزور کر دیا جبکہ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کے بنی اسرائیل کے ان بارہ قبائل کے درمیان مشرکین کی ایک بڑی تعداد بھی آباد ہے جنھیں بنی اسرائیل باوجود حکم خداوندی کے مسخر نہ کر سکے

بنی اسرائیل کی اس حکم عدولی کی جانب بائبل اس طرح سے اشارہ کرتا ہے کے اس کا پہلا خمیازہ تو بنی اسرائیل کو یہ بھگتنا پڑا کے مشرکین قوموں کے درمیان رہنے کی وجہ سے ان کے اندر بھی شرک داخل ہو گیا نا صرف یہ بلکہ دیگر اخلاقی گراوٹ اور برائیاں بھی ان میں بتدریج سرائیت کرتی چلی گئیں، قوم بنی اسرائیل کو دوسرا نقصان یہ ہوا کے اطراف میں موجود باطل قوتوں نے بھی پیہم کئی حملے کئے حتیٰ کے بنی اسرائیل کا عہد کا صندوق (تابوت سکینہ) ہی اٹھا کر لے گئے تاہم ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اگلے تین سو برس تک بنی اسرائیل ارض مقدس پر حکمرانی کرتے رہے اس درمیان سموئیل نبی بھی آئے اور بلا آخر طالوت بن قیش کو 1020 ق م میں بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا گیا انھوں نے یروشلم میں سکونت اختیار کی اور 1004 ق م تک حکمرانی کے فرائض انجام دئے پھر ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام 1004 ق م سے لے کر 965 ق م تک ارض مقدس پر حکومت کرتے رہے اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام 965 ق م سے لے کر 926 ق م تک یروشلم پر تخت نشین رہے جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل دو حکومتوں یعنی 'یہودہ' اور 'بنی اسرائیل' میں

تقسیم ہوگئی پھر آگے چل کر وہ زوال پذیر ہوگئی حتیٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگیا پھر مسلمانوں نے اس علاقے کو 622ء میں فتح کرلیا جبکہ دور جدید میں یہودی (بنی اسرائیل پھر ارض مقدس کے کچھ حصے پر قابض ہوگئے جیسے انھوں نے مملکت 'اسرائیل' کا نام دیا ہے ۔۱۳۵

حضرت یوشع بن نون: Prophet Yusha Bin Noon:

یوشع بن نون کے بارے میں روایت ہے آپ حضرت یوسف کی اولادوں میں سے ہیں ۔

محققین آپ کے شجرہ نسب اس طرح سے بیان کرتے ہیں!

یوشع بن نون بن فراہیم بن یوسف بن یعقوب بن ابراہیم، آپ حضرت موسیٰ کے نہایت مقرب، شاگرد اور جانشین بھی بتائے جاتے ہیں چنانچہ آپ حضرت موسیٰ کے اکثر سفر میں ان کے ساتھ رہے جس میں سفر خضری اور سفر شام شامل ہیں جبکہ آپ حضرت موسیٰ کے وصال کے بعد ان کے جانشین اور نبی بھی ہوئے اور تمام پیغمبرانہ تبرکات بھی آپ کے تصرف میں آئے جن میں عصا موسوی، پیرھن ہارون اور من کا مرتبان جو کہ ایک صندوق (تابوت سکینہ) میں تھا آپ کے پاس رہا، روایت میں آتا ہے کے آپ نے کفار کے ساتھ تقریباً 31 جنگیں لڑیں ۔ایک دوسری روایت ہے ایک دفعہ دوران جنگ جب سورج ڈھلنے کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اللہ سے دعا کی جس کے نتیجے میں سورج ڈوبتے ڈوبتے رک گیا آپ نے اسی روز اللہ کے حکم سے تمام شام فتح کرلیا اور وہاں کے انتظامات کے لئے اپنے نائب بھی مقرر کردئے اسی طرح سے جب حضرت موسیٰ نے فلسطین کی سرزمین پر بارہ سردار بھیجے تا کہ وہاں کے حالات معلوم کئے جاسکیں تو آپ بھی ان میں سے ایک تھے اور آپ ہی وہ پہلے فرد تھے

کہ جنھوں نے واپس آ کر بہادری سے فلسطین میں داخل ہونے کا مشورہ بنی اسرائیل کو دیا تھا لیکن قوم بنی اسرائیل نے اس وقت سخت بزدلی کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے اس قوم کو اگلے چالیس برس تک صحرا میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا۔

حضرت موسیٰ کی حیات میں ہی آپ کی جانشینی کا فیصلہ کیا جا چکا تھا اور حضرت موسی کو ان کی زندگی میں ہی حضرت یوشع بن نون کی نبوت کی بشارت بھی دے دی گئی تھی، اسی حوالے سے بائبل کا ایک بیان ہے!

خداوند نے موسیٰ سے کہا! یوشع پر اپنا ہاتھ رکھ کیونکہ اس شخص میں روح ہے اور العیزر کاہن (ہارون کا فرزند) اور ساری جماعت کے آگے کھڑا کر کے ان کی آنکھوں کے سامنے اسے وصیت کر اور اپنے رعب و دبدبے سے اسے بہرہ ور کردے تا کہ بنی اسرائیل کی ساری جماعت اس کی فرمابرداری کرے۔۱۳۶

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بھی آپ ان کے معاون اور مددگار رہے اور ان کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین اور نبی مقرر ہوئے تاہم آپ نے شہر اریحا فتح کیا۔تورات میں یہ لکھا ہے اس جنگ میں آپ کے پاس عصا موسیٰ، پیرہن ہارون اور دیگر تبرکات بھی موجود تھے۔ابن اثیر کی روایت کے مطابق حضرت موسیٰ نے یوشع بن نون کو اپنی زندگی میں ہی امیر جیش نامزد اور مقرر کیا تھا۔

تورات میں ہے نون کا بیٹا یشوع دانائی کی روح سے معمور تھا کیونکہ موسیٰ کا ہاتھ ان پر تھا ۱۳۷۔

آپ ہی کی قیادت میں کنعان (فلسطین)، شام اور شرق اردن فتح ہوئے۔

سورہ کہف کی آیت 59 میں بھی آپ کی جانب واضح اشارہ موجود ہے، قرآن کریم نے آپ کا نام نہیں لیا لیکن حضرت موسیٰ کا وہ سفر جس میں آپ حضرت خضر سے ملاقات کے

لئے جا رہے تھے تو آپ کے اس سفر میں آپ کے یہی شاگرد رشید آپ کے ہم سفر تھے آپ نے 110 برس کی عمر میں کفر حاوس کے مقام پر وفات پائی۔۱۳۸؎

ذیل میں حضرت یوشع بن نون کی آخری تقریر کا ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جو انھوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کے سامنے کی۔

تم خداوند کا خوف رکھو اور نیک نیتی اور صداقت کے ساتھ اس کی پرستش کرو اور ان دیوتاؤں کو دور کردو جن کی پرستش تمھارے آباؤاجداد بڑے دریا کے اس پار مصر میں کیا کرتے تھے اگر خداوند کی پرستش تم کو بری معلوم ہوتی ہے تو آج ہی تم اس کو پرستش کے لئے چن لو جس کو تم چاہتے ہو۔۔۔۔اب رہی میری اور میرے گھرانے کی بات تو ہم صرف اور صرف خداوند کی ہی پرستش کریں گے۔۱۳۹؎

مندرجہ بالا تقریر کو پڑھنے کے بعد بنی اسرائیل کی ذہنی کیفیات کا بخوبی اندازا لگایا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان تقریباً چالیس برس تک ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے آپ کے وصال کے بعد حضرت یوشع بن نون 28 برسوں تک بنی اسرائیل کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے لیکن انجام کار قوم بنی اسرائیل کی وہی پرانی روش اور سرکشی قائم رہی۔۱۴۰؎

روایت میں آتا ہے آپ ساڑھے تین سو برس تک بنی اسرائیل پر حکومت کرتے رہے۔

بنی اسرائیل کی پیہم نافرمانیاں اور سرکشی کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّ مَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۔۱۴۱؎

ترجمہ، ہم اپنے رسول لگاتار بھیجتے رہے، جب کوئی رسول اپنی قوم کے پاس آیا وہ اسے جھٹلاتی ہی رہی، پھر ہم بھی ایک کے بعد دوسری کو ہلاک کرتے گئے اور ہم نے ان کو افسانہ بنا دیا، پھر ان لوگوں پر پھٹکار ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

سموئیل نبی: Prophet Samuel:

حضرت سموئیل علیہ السلام کو حضرت یوشع بن نون نے بنی اسرائیل کا قاضی مقرر کیا تھا بعد ازاں آپ منصب نبوت پر بھی فائز ہوئے مورخین کے مطابق آپ کا زمانہ بعثت تقریباً 1100 ق م بیان کیا جاتا ہے اگرچہ آپ کا مستقل قیام آپ کے آبائی شہر 'رامہ' میں تھا لیکن چونکہ آپ منصب قضاۃ پر فائز کئے گئے تھے لہٰذا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے غرض سے آپ کو دوسرے شہروں میں مسلسل سفر کرنا پڑتا آپ تمام عمر لوگوں کی ہدایت و رہنمائی اور ان کے درمیان عدل وانصاف سے فیصلے کرتے رہے۔

حضرت یوشع بن نون کی وفات کے بعد آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے اس دور میں ارض مقدس (فلسطین) کا بیشتر حصہ فتح نہیں ہوا تھا اور قوم بنی اسرائیل بھی شرک و بت پرستی کی معصیت میں مبتلا ہو رہی تھی یہی نہیں بلکہ قرب و جوار کی کئی قومیں بھی ان پر حملہ آور ہو کر غالب آتی جا رہی تھیں مورخین کے مطابق اس دور میں اشدود نامی ایک قوم نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور عہد کا صندوق (تابوت سکینہ) ان سے چھین کر اپنے ساتھ لے گئے جسے انھوں نے اپنے سب سے بڑے دیوتا 'وجون' کے مندر میں رکھ دیا۔

بنی اسرائیل کے لئے یہ واقعہ نہایت اندوہناک اور باعث ندامت تھا ایسے میں سموئیل نبی نے اپنی قوم کو یکجا کر کے انھیں شرک اور بت پرستی سے روکا اور انھیں ایک اللہ کی

عبادت کا درس دیا بائبل میں آپ کی نصیحت کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

سموئیل نے اسرائیل کے سارے گھرانوں سے کہا اگر تم دلجمعی کے ساتھ خداوند کی طرف رجوع کرتے ہو تو اجنبی دیوتا اور عشتا ربت (اہل بابل کا قدیم بت جس سے متاثر ہو کر بنی اسرائیل نے بھی اس کی عبادت شروع کر دی تھی) کو اپنے درمیان سے دور کر دو اور خداوند کے لئے اپنے دلوں کو مستعد کر کے فقط اسی کی عبادت میں اپنے آپ کو وقف کر دو، وہ یقیناً تمھیں فلتیوں کے ہاتھ سے تمھیں رہائی دلوائے گا۔ ۱۴۲؎

بنی اسرائیل نے اپنے گناہوں سے معافی مانگی اور اس روز انھوں نے خداوند کے لئے روزہ بھی رکھا اور اس موقع پر سموئیل نبی بھی اپنی قوم کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرر ہے تھے لہٰذا اللہ نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا پھر جب مشرکین نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا تو بنی اسرائیل نے مشرکین کو بھر پور شکست دی اس جنگ میں مشرکین کے ہزاروں افراد ہلاک ہوئے اور جن علاقوں پر فلستیوں کا قبضہ تھا وہ علاقے بھی دوبارہ بنی اسرائیل کے زیر تسلط آ گئے آخری عمر میں سموئیل نبی جب کافی ضعیف ہو چکے تھے اس وقت بنی اسرائیل نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کے ان کے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیا جائے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْاؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىٕنَاؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ۔ ۱۴۳؎

ترجمہ۔کیا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو موسیٰ کے بعد نہیں دیکھا، جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کردو تا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں، پیغمبر نے کہا کیا یہ بھی ممکن ہے کہ اگر تمہیں لڑائی کا حکم ہو تو تم اس وقت نہ لڑو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہیں لڑیں گے حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بیٹوں سے دور کردیا گیا ہے، پھر جب انہیں لڑائی کا حکم ہوا تو سوائے چند آدمیوں کے سب پھر گئے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

سموئیل نبی، بنی اسرائیل کی فطرت سے بخوبی واقف تھے کے یہ قوم بہت جلد غیروں کی تہذیب وتمدن اور ان کے مذہب سے متاثر ہوجاتی ہے لہٰذا انھیں اس طرح سے بے لگام نہیں چھوڑا جاسکتا چنانچہ آپ نے اپنی قوم کے بے حد اسرار پر حضرت طالوت کو جو کے ایک مفلس ونادار خاندان سے تعلق رکھتے تھے بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کردیا اس کا ذکر بائبل میں اس طرح سے کیا گیا ہے!

(سموئیل نبی) نے کہا خداوند تمھارا بادشاہ ہے لیکن تم نے مجھ سے درخواست کی تھی لو دیکھو خداوند نے تمھارے اوپر ایک بادشاہ مقرر کردیا ہے اگر تم خداوند کی عبادت کرتے رہو گے اور اس سے سرکشی نہ کرو گے تو تم خیر پر رہو گے ورنہ خداوند تمھارے خلاف ہوجائے گا۔ ۱۴۴؎

آپ فرماتے تھے کے تم اللہ کے آگے جھک کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو اللہ کا دربار مایوسی کا دربار نہیں ہے دل کے یقین کے ساتھ اس کی عبادت کرو۔

آپ نے طویل عمر پائی اور آپ کی وفات آپ کے آبائی شہر رامہ میں ہوا جہاں آپ سپرد خاک ہیں۔ ۱۴۵؎

حضرت طالوت علیہ السلام: **Prophet Saul:**

حضرت طالوت علیہ السلام کو سموئیل نبی نے بنی اسرائیل کے اسرار پر 1020 ق م میں ارض مقدس (فلسطین) کا بادشاہ مقرر کیا اور آپ نے تقریباً 1004 ق م تک حکمرانی کے فرائض انجام دیے۔ حضرت طالوت کا تعلق قبیلہ بن یمین سے تھا جو بیت اللحم کے قریب ایک وادی زیفام میں واقع تھا آپ نہایت وجیہ، قدآور، عقلمند، ذہین، علم اور قوت کے مالک تھے لیکن آپ ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اپنے گمشدہ جانور کی تلاش میں تھے کے سرراہ آپ کی ملاقات سموئیل نبی سے ہوگئی اس وقت آپ کی عمر 30 برس تھی انھوں نے آپ سے نہایت گرم جوشی سے ملاقات کی انھیں اپنے سینے سے لگایا، ان کی خاطر مدارات کی، ان کے سر پر مقدس تیل کی مالش کی اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا خداوند نے تجھے مسح کیا تا کہ تو اس کی میراث کا پیشوا ہو سکے لیکن بنی اسرائیل ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والے شخص کو اپنا بادشاہ ماننے میں تامل اور پس وپیش سے کام لے رہے تھے اس زمانے میں 'عمالقہ' نامی قبیلہ جس کا بادشاہ جالوت تھا اور یہ شہر مصر اور فلسطین کے درمیان بحر روم کے قریب آباد تھا وہ بنی اسرائیل کا نا صرف دشمن تھا بلکہ انھوں نے بنی اسرائیل سے ان کے کئی علاقے بھی چھین لئے تھے یہی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے کئی با اثر افراد کو انھوں نے قید کرلیا کئی لوگوں کو انھوں نے اپنا غلام بنالیا اور بقیہ مغلوب افراد سے وہ باقاعدگی سے خراج بھی وصول کیا کرتا۔

قرآن کریم حضرت طالوت کے حوالے سے کہتا ہے!

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ

الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَاۗىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۭ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ تر فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۣ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَاۗءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۔ ۲۴۶ تا ۲۵۱

ترجمہ۔ کیا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو موسیٰ کے بعد نہیں دیکھا، جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو تا کہ ہم اللہ کی راہ میں

لڑیں، پیغمبر نے کہا کیا یہ بھی ممکن ہے کہ اگر تمہیں لڑائی کا حکم ہو تو تم اس وقت نہ لڑو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہیں لڑیں گے حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بیٹوں سے دور کر دیا گیا ہے، پھر جب انہیں لڑائی کا حکم ہوا تو سوائے چند آدمیوں کے سب پھر گئے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے، ان کے نبی نے ان سے کہا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر فرمایا ہے، انہوں نے کہا اس کی حکومت ہم پر کیوں کر ہوسکتی ہے اس سے تو ہم ہی سلطنت کے زیادہ مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی کشائش نہیں دی گئی، پیغمبر نے کہا بے شک اللہ نے اسے تم پر پسند فرمایا ہے اور اسے علم اور جسم میں زیادہ فراخی دی ہے، اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دیتا ہے، اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے، اور بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے کہا کے طالوت کی بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق واپس آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے اطمینان (تسلی) ہے، اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو موسیٰ اور ہارون کی اولاد چھوڑ گئی تھی، اس صندوق کو فرشتے اٹھا لائیں گے، بے شک اس میں تمہارے لیے پوری نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو، پھر جب طالوت فوجیں لے کر نکلا، کہا بے شک اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے، جس نے اس نہر کا پانی پیا تو وہ میرا نہیں ہے اور جس نے اسے نہ چکھا تو وہ بے شک میرا ہے، مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے (تو اسے معاف ہے)، پھر ان میں سے سوائے چند آدمیوں کے سب نے اس کا پانی پی لیا، پھر جب طالوت اور ایمان والے اس کے ساتھ پار ہوئے تو کہنے لگے آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں، جن لوگوں کو خیال تھا کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے وہ کہنے لگے بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوئی ہے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے ہوئے تو کہا اے

رب ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور اس کافر قوم پر ہماری مدد کر، پھر اللہ کے حکم سے مومنوں نے جالوت کے لشکروں کو شکست دی اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا، اور اللہ نے سلطنت اور حکمت داؤد کو دی اور جو چاہا اسے سکھایا، اور اگر اللہ کا بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع کرادینا نہ ہوتا تو زمین فساد سے پُر ہو جاتی، لیکن اللہ جہان والوں پر بہت مہربان ہے۔

تابوت سکینہ یا (عہد کا صندوق): Ark of the Convenant:

تابوت سکینہ جیسے عہد کا صندوق بھی کہا جاتا ہے وہ کیکر کی لکڑی سے تیار کیا گیا ایک صندوق ہے جس کی لمبائی ڈھائی ہاتھ جبکہ اس کی چوڑائی اور اونچائی ڈیڑھ، ڈیڑھ ہاتھ بتائی جاتی ہے اس کے اندر اور باہر سونے کے پترے لگے ہوئے تھے، صندوق کو اٹھانے کے لئے بھی چار سونے کنڈے لگے ہوئے تھے صندوق کے اندر زریں جز دان کے اندر لپٹی ہوئی تورات کا اصل نسخہ، حضرت موسیٰ کے کئی تبرکات جس میں ان کا عصا، پتھر کی وہ تختیاں جو آپ کو کوہ طور پر عطا ہوئیں، حضرت ہارون کا پیرہن اور آسمانی غذا من شامل تھی یہ مقدس تابوت بنی اسرائیل کے لئے نہایت اہمیت کا حامل تھا جیسے دشمن چرا کر بھاگ گئے تھے پھر یوں ہوا کے جس مندر میں یہ تابوت سکینہ رکھا گیا تھا اس مندر کا بت اچانک ایک دن اوندھے منہ گر گیا پھر تو اس قسم کے واقعات روز ہی پیش آنے لگے اور اس مندر کے بت روز ہی اوندھے گرے ہوتے جس کی وجہ سے وہ بت جگہ جگہ سے بری طرح سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار بھی ہو گئے یہی نہیں بلکہ اس شہر میں جہاں کے اس تابوت کو چرا کر رکھا گیا تھا اس میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور آن واحد میں ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن گئے یہ صورت حال دیکھ کر ان کے پنڈت اور پروہتوں نے اس صندوق کو دوسرے شہر عقرون منتقل کر دیا لیکن جیسے ہی یہ صندوق عقرون پہنچا

وہاں بھی مندر میں بت اوندھے منہ گرنے لگے اور شہر میں طاعون کی وباء پھیل گئی یہ صورت حال دیکھ کر تمام لوگ بشمول ان کے مذہبی رہنما سب ہی بے حد خوفزدہ ہوگئے اور انھوں نے یہ طے کیا کے اس صندوق کو ایک بیل پر رکھ کر بنی اسرائیل کے شہر کی طرف روآنہ کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ایک بیل پر تابوت سکینہ کو رکھ کر اس بیل کو بنی اسرائیل کے شہر کی جانب ہانک دیا گیا تاہم یہ بیل چلتے چلتے اللہ کے اذن سے حضرت یوشع بن نون کے کھیت میں جا پہنچا اور اس طرح سے سات ماہ تک تابوت سکینہ دشمنوں کے قبضے میں رہنے کے بعد واپس بنی اسرائیل کو مل گیا یعنی تابوت سکینہ حضرت طالوت کے عہد حکومت میں واپس بنی اسرائیل کے پاس آ گیا جس کی طرف قرآن کریم میں ارشاد ہے!

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۔ [147]

ترجمہ۔ بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے کہا کہ طالوت کی بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق واپس آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے اطمینان (تسلی) ہے، اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو موسیٰ اور ہارون کی اولاد چھوڑ گئی تھی، اس صندوق کو فرشتے اٹھالائیں گے، بے شک اس میں تمہارے لیے پوری نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

ابھی کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کے اشدودی قوم نے اپنے سردار جالوت جو کے ایک ظالم وجابر شخص تھا کی سربراہی میں ایک بار پھر فلسطین اور بنی اسرائیل کو تاراج کرنے کی تیاریاں نہایت زور وشور سے شروع کر دیں چنانچہ حضرت طالوت کو جب خبر ہوئی تو آپ نے اپنی فوج کو صف بستہ کیا اور دشمن سے لڑنے کے لئے جنگی تیاریاں

شروع کر دیں آپ کی فوج میں شامل حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے جو اس وقت کم عمر نوجوان تھے لہٰذا ایک بڑا لشکر دشمن سے مقابلے کے لئے تیار کیا گیا لیکن حضرت طالوت نے اپنے لشکر کے سپاہیوں سے کہا اللہ کی ایک آزمائش تم پر آرہی ہے اور وہ یہ کے راستے میں جو دریا ہے اس سے تم سیر ہوکر پانی نہیں پیو گے ہاں ایک آدھ چلو پانی پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن پیٹ بھر کر پانی نہ پینا ورنہ تم جالوت کے لشکر سے مقابلہ نہ کر پاؤ گے لیکن سوائے چند لوگوں کے لشکر کے تمام لوگوں نے دریا کا پانی سیر ہوکر پیا جس کی وجہ سے ان کے پیٹ میں شدید درد ہوگیا اور انھوں نے جنگ سے معذرت کر لی دوسری جانب حضرت طالوت نے اللہ کے حضور نہایت خشیت سے دعا کی اے ہمارے رب ہم پر صبر کا فیضان کر، ہمارے قدم جما دے، اور اس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب کر۔ ۱۴۸ ؎

جالوت سے جنگ: War with Juliet:

حضرت طالوت کی سر براہی میں بنی اسرائیل کی فوج جس میں حضرت داؤد بھی شامل تھے نے ظالم جالوت (جولیت) کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جالوت نہایت مضبوط جسم وجان اور اونچے قد کاٹھ کا مالک تھا اور اس کا نہایت رعب ودبدبہ اور جاہ وجلال اپنی فوج پر قائم تھا بظاہر اس کو شکست دینا ناممکنات میں سے تھا کیونکہ وہ تنہا ہی بہت سوں پر بھاری تھا لیکن میدان جنگ میں حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور وہ کیفر کردار تک پہنچا اور اس طرح سے بنی اسرائیل کو اپنے دشمن پر اللہ نے فتح ونصرت عطا فرمائی اس کیفیت کو قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ

الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ۔۱۴۹؎

ترجمہ۔ پھر اللہ کے حکم سے مومنوں نے جالوت کے لشکروں کو شکست دی اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا، اور اللہ نے سلطنت اور حکمت داؤد کو دی اور جو چاہا اسے سکھایا، اور اگر اللہ کا بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع کرا دینا نہ ہوتا تو زمین فساد سے پُر ہو جاتی، لیکن اللہ جہان والوں پر بہت مہربان ہے۔

حضرت طالوت کی سر براہی میں بنی اسرائیل نے اور بھی کئی جنگیں لڑیں جن میں اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو کامیابی سے ہم کنار کیا حضرت طالوت علیہ السلام نے ایک طویل عرصہ تک بحیثیت فرمانروا کے بنی اسرائیل کی قیادت کی آپ جب تک بنی اسرائیل کے درمیان موجود رہے مسلسل رشد و ہدایت کی ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے اور شریعت موسوی کے نفاذ کی بھی ہر ممکن کوششیں کرتے رہے آپ نے ہی اپنے دور حکومت میں ایک مضبوط اسرائیلی سلطنت کی بنیاد رکھی اور اس کے وسیع تر مفاد کے لئے آپ مسلسل کوششیں بھی کرتے رہے آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی بہادری اور دانائی سے بے حد متاثر تھے چنانچہ آپ نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ کر دی جو بعد میں بنی اسرائیل کے بادشاہ اور رسول بھی بنے۔

حضرت داؤد علیہ السلام: Prophet David:

حضرت داؤد علیہ السلام یروشلم کے ایک گاؤں بیت اللحم میں رہتے تھے آپ آٹھ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے آپ گلہ بانی کے پیشے سے وابستہ تھے آپ نہایت شیریں سخن، مہذب، باادب خوبصورت اور وجیہ تھے جبکہ آپ کی رنگت سرخ وسفید تھی لیکن آپ پستہ قد تھے لیکن آپ کی بہادری اور جوانمردی کا یہ عالم تھا کے آپ بھیڑ، بکریوں پر حملہ کرنے

والے شیروں اور بھیڑیوں کو مار ڈالتے کہا جاتا ہے کے آپ فلاخن (غلیل) چلانے میں نہایت مہارت رکھتے تھے آپ کا نشانہ اپنے ہدف پر ایسا پڑتا تھا کے وہ شے چکنا چور ہوجایا کرتی آپ کے پاس ہمہ وقت فلاخن اور ایک عصا موجود رہتا آپ بربط اور بانسری بھی بڑی خوبصورتی اور کمال سے بجاتے، حضرت طالوت کے دربار تک آپ کی رسائی تھی لہٰذا آپ نے جالوت کے خلاف جنگ میں بھی حصہ لیا اور اسے میدان جنگ میں ہلاک کیا۔

آپ کے بارے میں روایت مشہور ہے کے سموئیل نبی جب آخری عمر کو پہنچے تو انھیں بذریعہ وحی آپ کی نبوت اور رسالت کی بشارت دی گئی چنانچہ سموئیل نبی بیت اللحم تشریف لائے اور انھوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے ملاقات کی اور انھیں خیر و برکت کی دعا دی حضرت داؤد علیہ السلام ارض مقدس (فلسطین) پر 1004 ق م سے لے کی 965 ق م تک حکمرانی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاٰتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ۔ ۱۵۰؎

ترجمہ۔ ہم نے (داؤد) کو سلطنت اور حکمت دی۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۔ ۱۵۱؎

ترجمہ۔ ہم نے (داؤد) کی سلطنت کو مضبوط کیا، اور ہم نے اسے نبوت دی تھی اور مقدمات کے فیصلے کرنے کا سلیقہ (دیا تھا)۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۔ ۱۵۲؎

ترجمہ۔ بے شک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی دی تھی، اے پہاڑو ان کی تسبیح کی آواز کا جواب دیا کرو اور پرندوں کو تابع کر دیا تھا، اور ہم نے ان کے

لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔

پتھروں کی زبان: Language of Stone:

حضرت داؤد علیہ السلام پتھروں کی زبان کو سمجھ جایا کرتے ایک مرتبہ آپ کسی راستے سے گزر رہے تھے تو ایک پتھر نے آپ سے کہا کے میں حجر موسیٰ ہوں اور میں وہی پتھر ہوں کے جس سے حضرت موسیٰ نے اپنے فلاں دشمن کو مارا تھا یہ سننے کے بعد آپ نے وہ پتھر اٹھا لیا اور اپنے تھیلے میں رکھ لیا تھوڑا آگے چلے تو ایک دوسرے پتھر نے آواز دی کے میں حجر ہارون ہوں چنانچہ آپ نے اسے بھی اٹھا کر اپنے تھیلے میں رکھ لیا ابھی تھوڑا ہی آگے چلے تھے کے ایک اور پتھر نے آپ کو آواز دی کے میں حجر داؤد ہوں (جو خدا کے نبی ہیں) اور اس پتھر سے وہ جالوت کو قتل کریں گے چنانچہ آپ نے وہ پتھر بھی اٹھا کر اپنے تھیلے میں رکھ لیا کہا جاتا ہے کے تھیلے میں جا کر تینوں پتھر یک جان ہو کر ایک پتھر بن گئے ۔

جالوت (جولیت) سے مقابلہ: Battle with Juliet:

جالوت دشمن فوج کا ایک بڑا جانباز، کڑیل، قدآور، ہیبت ناک اور خوفناک سپہ سالار تھا جس کی دہشت سے اچھے اچھے بہادر بھی ڈرتے تھے وہ میدان جنگ میں آہنی زرہ اور خود پہن کر نمودار ہوا اور نہایت تضحیک سے اس نے اپنے مدمقابل کو للکارا اور انھیں مبارزت دی کہا جاتا ہے کے جالوت کی زرہ کا وزن 5000 مثقال تھا جبکہ وہ نہایت جاہ وحشم کے ساتھ میدان جنگ میں اپنے دشمنوں کو للکار رہا تھا چنانچہ حضرت طالوت کے لشکر میں سے کم سن حضرت داؤد بغیر کسی ہتھیار کے جالوت کے سامنے نکل کر آئے آپ کے ہاتھ میں بس ایک عصا، فلاخن اور کندھے پر پتھروں کا ایک تھیلا تھا جالوت کے لئے یہ منظر حیران کن تھا اس نے آپ کا تمسخر اڑایا اور بلند آواز سے قہقہہ لگا اور کہنے لگا !

کیا تو نے مجھے کتا سمجھا ہے کے تو مجھے ڈنڈے سے بھگانے کے لئے آیا ہے۔

کم سن حضرت داؤد نے نہایت سکون اور اطمینان سے اپنے تھیلے میں سے ایک پتھر نکالا اور اسے فلاخن میں رکھ کر جالوت کی سر کی جانب نہایت زور سے پھینکا پتھر سیدھا جالوت کی کھوپڑی کی ہڈی کو توڑتا ہوا سر کو دو حصوں میں توڑتا ہوا اس دیو ہیکل جالوت کو زمین بوس کر گیا پھر حضرت داؤ آگے بڑھے اور انھوں نے جالوت کے سر کو اسی کی تلوار سے قلم کر دیا، کفار کی فوج اپنے سپہ سالار کا یہ حشر دیکھ کر سراسیمہ ہوگئی اور میدان جنگ میں ہر سو ایک خوف و دہشت کی لہر دوڑ گئی جلد ہی دشمن کا شیرازہ بکھر گیا اور ایک بار پھر اللہ تعالی نے زمین پر بنی اسرائیل کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَهَزَمُوْهُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوْتَ۔ ۱۵۳ ؎

ترجمہ۔ پھر اللہ کے حکم سے مومنوں نے جالوت کے لشکروں کو شکست دی اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا۔

کم سن بہادر، نڈر اور وجیہ حضرت داؤد بنی اسرائیل میں اپنی جوانمردی کے باعث بہت تیزی سے مقبولیت حاصل کر گئے بعد ازاں حضرت طالوت نے اپنی بیٹی عینیاہ سے آپ کی شادی کر دی اور ایک ہزار فوجی دستے کی ایک کمان بھی آپ کے سپرد کی آپ نے دشمنوں کی متعدد سازشوں کو فرو کیا اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں نہایت جانفشانی سے مسلسل کام کیا حضرت طالوت کی وفات کے بعد آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ مقرر ہوئے اللہ تعالی نے آپ کو حکمت، علم تدبر، قوت فیصلہ، فہم و فراست، دانش، بادشاہت، نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا اس کے ساتھ ہی آپ کو الہامی کتاب 'زبور' بھی عنایت کی جس میں آپ کی قوم کے لئے

قاعدے قوانین متعین کئے گئے جن کی تبلیغ آپ تا عمر کرتے رہے۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے !

وَّاٰتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا ۔ ۱۵۴؎

ترجمہ۔ہم نے داؤد کو زبور دی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات

Miracles of Prophet David

اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو پرندوں اور پتھروں کی بولیوں کو سمجھنے کا علم عطا فرمایا۔ روایت میں آتا ہے کے جب آپ زبور کی تلاوت فرماتے تو چلتا پانی رک جاتا اور پرندے بھی رک کر آپ کا کلام سنتے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فَاعِلِيْنَ ۔ ۱۵۵؎

ترجمہ۔ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کر دیا جو تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور ہم ہی یہ کرنے والے تھے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَا جِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۖ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۔ ۱۵۶؎

ترجمہ۔بے شک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی دی تھی، اے پہاڑو ان کی تسبیح کی آواز کا جواب دیا کرو اور پرندوں کو تابع کر دیا تھا، اور ہم نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالی نے لوہے کے استعمال پر بھی دسترس عطا فرمائی آپ اپنے ہاتھوں سے لوہے کو جس طرح سے چاہتے موڑ کر ان سے زرہ، بکتر اوزار و ہتھیار اور

کڑیاں بنالیتے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْر ۔۱۵۷؎

ترجمہ۔(داؤد) کے لئے ہم نے لوہے کو نرم کردیا تاکہ وہ اس سے کشادہ زرہیں بنائے اور اندازے سے کڑیاں جوڑے۔

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ ۔۱۵۸؎

ترجمہ۔ہم نے (داؤد) کوتمھارے لئے ایک لباس (جنگ) بنانا سکھایا تاکہ وہ تمھیں تمھاری لڑائیوں کی زد سے بچا سکے تو کیا تم شکر گزار ہو۔

آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے یہ معلوم ہوا ہے کے لوہے کا باقاعدہ استعمال تقریباً 1000 سے 1200 ق م کے درمیانی عرصے میں شروع کیا گیا جبکہ محققین اس دور کو حضرت داؤد کا زمانہ بتاتے ہیں فلسطین کے جنوب میں ادوم کا علاقہ خام لوہے کی دولت سے مالا مال ہے جبکہ ان علاقوں کی حالیہ کھدائیوں اور آثار قدیمہ سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق اس علاقے میں بکثرت لوہا پگھلانے کی بھٹیاں پائی گئی ہیں اب یہ قدرتی امر ہے کے حضرت داؤد علیہ السلام نے سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر اس جدید دریافت کو جنگی اغراض کے لئے ہی استعمال کیا کیونکہ کچھ عرصہ قبل ہی آس پاس کی دشمن قوموں نے انھی ہتھیاروں کے سبب ان کی قوم پر عرصہ حیات تنگ کردیا تھا، یہ اللہ تعالی کی رحمت خاص ہے کے اس نے بنی نوع انسانیت کو علم و ہنر سے بہرہ مند فرمایا اور اپنے منتخب پیغمبروں کو بذریعہ وحی سائنس وٹیکنالوجی کے علوم منتقل فرمائے تاکہ قیامت تک آنے والی نسلیں اپنے معلوم علم کے مطابق اس سے

استفادہ کرتی رہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید تحقیقات اور ایجادات میں کمالات بھی متوقع ہیں۔

لوہا اللہ کی دی ہوئی ایک نہایت مفید اور قابل ذکر دھات ہے اور موجود کائنات کے جس حصہ زمین میں ہم بستے ہیں اس میں بلواسطہ یا بلاواسطہ (ڈائرکٹ، ان ڈائریکٹ) ہمیں لوہا ہر جگہ نظر آتا ہے اور شاید ہی کوئی قابل ذکر شے اس دھات کے اثرات اور سحر سے خارج ہو یہاں نہایت اختصار سے چند ایجادات کا حوالہ پیش کیا جارہا ہے مثلاً سوئی سے لے کر بحری و بری جہاز تک، میزائل، راکٹ، گاڑیاں، بسیں سائیکل، موٹر سائیکلز، ٹریکٹرز، ٹرالرز، اسلحہ، اوزار و ہتھیار، فیکٹریز اور کارخانے کی چھوٹی بڑی مشینیں ان میں موجود آلات، طبی ساز و سامان، آلات جراحی، گھریلو استعمال کی چاقو، چھریاں، برتن، فرنیچر اور عمارتوں کے اندر پلرز اور سریے وغیرہ، دنیا کی چھوٹی بڑی جنگیں، قدیم جنگوں میں زرہ، خود، آہنی لباس، ہتھیار و اوزار، بکتر بند گاڑیاں، ٹینک، بم اور میزائل سب کے اندر لوہا موجود ہے۔

خود انسان بھی لوہے کے بغیر نامکمل اور ادھورا ہے کیونکہ انسان کو اللہ نے مٹی سے پیدا فرمایا چنانچہ مٹی میں جتنے بھی اجزاء پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب جسم انسانی میں بھی کم یا زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں لہٰذا مٹی میں بجا طور پر لوہے کی مقدار موجود ہے اس اعتبار سے انسان کے جسم میں بھی (آئرن) کی مخصوص مقدار کا موجود ہونا صحت کی علامت ہے اگر یہ مقدار کم ہو جائے تو بھی انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے جبکہ اگر یہ مقدار بڑھ جائے تو بھی ایک قسم کا کینسر انسان کو لاحق ہو جاتا ہے یعنی اس کی زیادتی سے بھی انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے اسی طرح سے جانوروں کے گوشت میں، درختوں، پودوں، پھلوں اور خشک میوہ جات میں بھی لوہا (آئرن) بکثرت پایا جاتا ہے اگر فرنیچر لکڑی کا ہے تو لوہے کی باریک کیلوں

نے ہی اسے یہ حسن وشکل عطا کی اگر کتابیں کاغذ کی ہیں تو لوہے کی باریک پنوں کے ذریعے سے ہی اس کے صفحے باہم متحد اور یک جان ہیں اگر لباس کپڑے کا ہے تو یقیناً وہ کپڑا لوہے کی مشینوں سے بن کر اور سل کر ہی ہم تک پہنچا ہے اگر جوتا، بیگ یا بیلٹ چمڑے کی ہے تو وہ یقیناً لوہے کی ہی سوئی سے سلی ہے اور اگر پلاسٹک کی مصنوعات ہیں تو وہ بھی یقیناً لوہے کی ہی کسی ڈائی سے گزر کر اس شکل کو پہنچی ہیں الغرض اللہ تعالی کی طرف سے لوہا اور اس سے حاصل شدہ دیگر اشیاء بنی نوع انسانیت کے لئے کسی تحفہ عظیم سے کم نہیں یہاں اللہ تعالی بنی نوع انسانیت سے مخاطب ہو کر یہ کہہ رہے ہیں!

فَهَلْ اَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ۔۱۵۹؎

ترجمہ۔تو کیا تم (میری اس نعمت لوہے کے دئے جانے پر) شکر گزار ہو؟

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ذاتی اخراجات کے لئے بیت المال سے روپے نہیں لیتے تے بلکہ آپ لوہے کی زرہیں بنا کر ان سے حاصل شدہ اجرت سے اپنے ذاتی اخراجات کو پورا کیا کرتے تھے اسی طرح سے اللہ تعالی نے آپ کو بے مثال قوت فیصلہ اور علم وحکمت سے نوازا رتھا اور آپ لوگوں کے درمیان نہایت عدل وانصاف سے فیصلے کیا کرتے۔

یوم سبت کا تقدس: Holy Saturday:

اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے لئے یہ قانون مقرر کیا تھا کے وہ سبت یعنی (ہفتے کے دن کوئی کام نہیں کریں گے یعنی معاشی، تجارتی یا دنیاوی امور کی انجام دہی سے گریز کریں اس کے علاوہ یوم سبت کو وہ اپنے جانوروں، غلاموں اور کنیزوں سے بھی مشقت نہیں لیں گے بلکہ وہ اس دن صرف اور صرف عبادت اور آرام کریں گے اور جو شخص اس قانون کی خلاف ورزی کرے گا وہ واجب القتل ہوگا قوم بنی اسرائیل کچھ عرصہ تک تو اس قانون پر کاربند رہی

لیکن پھر بتدریج اپنی پرانی روش پر چل پڑی اور سبت کے دن بھی عبادت کے بجائے وہ دنیاوی کام کو ترجیح دینے لگے اور انھوں نے اس حکم الٰہی کی کھلم کھلا خلاف ورزی شروع کردی جبکہ آگے چل کر 'یرمیاہ' نبی کے زمانے میں جو 628 اور 586 ق م کے درمیان کا دور ہے یروشلم کے پھاٹکوں سے لوگ یوم سبت کو مال واسباب لے کر گزرتے اور اپنے اوپر نافذ شریعت کا آزادانہ مضحکہ اڑاتے جس پر یرمیاہ نبی نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو یہ تنبیہ کی کہ اگر تم اپنی روش سے باز نہ آئے تو یروشلم نذر آتش کردیا جائے گا لیکن ان تمام تنبیہات کے باوجود بنی اسرائیل ڈھٹائی سے سبت کے دن کاروباری اور تجارتی سرگرمیوں سے باز نہ آئے ۔۱۶۰ ۔

قوم بنی اسرائیل کی اس روش کی شکایت حزقی ایل نبی بھی کرتے نظر آتے ہیں جن کا دور 595 سے 536 ق م کا ہے ان کی کتاب میں بھی یوم سبت کی حرمت کا تذکرہ موجود ہے اور اس مقدس دن کی بے حرمتی کو ایک بڑا قومی جرم قرار دیا گیا ہے ۔۱۶۱ ۔

قرآن کریم میں بھی اس واقعے کی جانب اشارہ موجود ہے۔

ارشاد خداوندی ہے!

وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ

كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ - ۱۶۲؎

ترجمہ۔ذرا اس بستی کا حال بھی پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی انھیں یاد دلاؤ وہ واقعہ کے وہاں کے لوگ سبت (ہفتہ) کے دن احکامات الٰہی کی خلاف ورزی کیا کرتے تھے اور یہ کے مچھلیاں سبت کے ہی روز ابھر ابھر کر سمندر کی سطح پر آتی تھیں اور سبت کے سوا باقی سارے دن وہ نہیں آتی تھیں یہ اس لئے ہوتا کے ہم ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو آزمائش میں ڈال رہے تھے اور انھیں یہ بھی یاد دلاؤ کے جب ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو؟ جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے تو انھوں نے جواب دیا ہم یہ سب تمھارے رب کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کے لئے کرتے ہیں اور اس امید پر کرتے ہیں کے شاید یہ لوگ اس کی نافرمانی سے پرہیز کرنے لگیں آخرکار جب وہ ان ہدایات کو بالکل ہی فراموش کر گئے جو انھیں یاد کروائی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا پھر جب وہ پوری سرکشی کے ساتھ وہی کام کئے چلے گئے جس سے انھیں روکا گیا تھا تو ہم نے کہا کے بندر ہو جاؤ ذلیل وخوار۔

مندرجہ بالا آیات میں جس مقام کا تذکرہ کیا گیا ہے محققین کی ایک بڑی تعداد کا اس بات پر اجماع ہے یہ مقام 'ایلہ' 'ایلات' یا 'ایلوت' تھا جہاں اب اسرائیل کی یہودی ریاست نے اسی نام سے ایک بندرگاہ بھی بنائی ہے اور جس کے قریب اردن کی مشہور بندرگاہ 'عقبہ' بھی واقع ہے اس کی جائے وقوعہ بحر قلزم کی اس شاخ کے انتہائی سرے پر ہے جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی اور عرب کے مغربی ساحل کے درمیان ایک لمبی خلیج کی صورت میں نظر آتی ہے، بنی اسرائیل کے زمانہ عروج میں یہ ایک بڑا اہم تجارتی مرکز تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بحر قلزم کے جنگی وتجارتی بیڑے کا صدر مقام بھی اسی شہر کو بنایا تھا چونکہ بنی اسرائیل ببانگ دہل مسلسل حکم خداوندی کی حکم عدولی کر رہی تھی لہٰذا اللہ کا غضب ان پر نازل ہوگیا اور اس قوم کے لوگوں کو اللہ نے دنیا وآخرت میں رسوا کن عذاب سے دوچار کرتے ہوئے انھیں بندر کی شکل کا بنا دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجودہ بندر اور خنزیر کیا ان کی نسل سے ہے جن (قوموں) کو مسخ کر دیا گیا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی جس قوم کو ہلاک کرتا ہے یا جس قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو اس کی نسل کو جاری نہیں کرتا اور بندر اور خنزیر تو ان سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ ۱۶۳۔

دوسری روایت کے مطابق جس قوم پر اللہ کا عذاب آتا ہے وہ تین دن کے اندر اندر صفحہ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام ایک طویل عرصہ تک رسالت، نبوت اور بادشاہت کی ذمہ داریاں نبھانے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

Prophet Solomon: حضرت سلیمان علیہ السلام:

حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کے سب سے چھوٹے فرزند تھے جنھیں اللہ تعالی نے نبوت، رسالت اور بادشاہت سے سرفراز فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام کا اصل عبرانی نام سولومون تھا جو کے سلیم کے ہم معنی ہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت یعقوب کے واسطے سے حضرت ابراہیم سے جا ملتا ہے۔

جس کی جانب قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا ہے!

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَؕ كُلًّا هَدَيْنَاۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ
وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَؕ
وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ - ۱۶۴؎

ترجمہ۔ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب بخشا، ہم نے سب کو ہدایت دی، اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی، اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون ہیں، اور اسی طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔

آپ 965 ق م سن 926 ق م تک تقریباً چالیس برسوں تک حضرت داؤد کے جانشینی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مورخین کے مطابق آپ کی سلطنت کی حدود مصر سے فرات، فلسطین، شرق اردن اور شام تک قائم تھی آپ کے دور حکومت کو دور درخشاں بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کے عہد شہنشاہیت میں آپ کی قوم کو اللہ تعالی نے عروج واستحکام اور جاہ جلال عطا فرمایا جس کی مثال تاریخ انسانی میں ملنا محال ہے۔

حضرت داؤد کے اور بھی کئی بیٹے تھے جن میں سے ایک ابوسلوم بھی تھے جنھوں نے حضرت داؤد کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے ایک خونریز جنگ بھی لڑی جس میں لاشوں کے ڈھیر لگا دیےلیکن اس جنگ میں ابوسلوم مارا گی آپ کے عمر کے آخری حصے میں آپ کے ایک دوسرے بیٹے' ادوبیز' نے بھی آپ کا تخت شاہی حاصل کرنے کے لئے آپ کے خلاف فوج کشی کردی لیکن یہ بغاوت بھی فرو ہوئی تاہم ان دونوں بغاوتوں کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنا جانشین بنانے کا اعلان کردیا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنا جانشین بنانے کے پیچھے کئی اسباب تھے جن میں

سرفہرست حضرت سلیمان علیہ السلام کی پیغمبرانہ بصیرت، معاملہ فہمی، عقل مندی، ذہانت، فطانت، درست فیصلہ کی قوت، مستقل مزاجی اور علم ودانش کی بے بہا صلاحیت اور ادراک تھا جس کے سبب آپ کو حضرت داؤد کے جانشین کی حیثیت سے نامزد کیا گیا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ۔١٦٥؎

ترجمہ۔داؤد کا وارث سلیمان ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات

Miracles of Prophet Solomon

اللہ تعالی نے آپ کو بے شمار معجزات اور اشیاء کائنات پر حیران کن اور محیر العقل دسترس اور علم وفہم عطا فرمایا تھا جس کے بارے میں ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ۔١٦٦؎

ترجمہ۔ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا اور انھوں نے شکر ادا کیا ہے اس خدا کا جس نے ہم کو اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی۔

وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ۔١٦٧؎

ترجمہ۔(سلیمان بولا) لوگو ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئیں ہیں بے شک یہ اللہ کا نمایاں فضل ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ۔١٦٨؎

ترجمہ۔(سلیمان) کے لئے جن اور انسان اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے تھے اور وہ پورے (نظم وضبط) میں رکھے جاتے تھے۔

وَدَاوُوْدَ وَسُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُوْدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِيْنَ۔۱۶۹؎

ترجمہ۔داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب دونوں کھیت کا جھگڑا فیصل کرتے تھے جب اس میں رات کے وقت ایک قوم کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ان کا فیصلہ دیکھ رہے تھے پھر ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکم اور علم دیا تھا۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِيْنَ۔۱۷۰؎

ترجمہ۔ہم نے سخت ہوا کو سلیمان کے قابو میں کیا تھا اور وہ اس کے حکم سے زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت دی اور ہمیں ہر چیز کی خبر ہے۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْر۔۱۷۱؎

ترجمہ۔سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کیا صبح کی سیر ایک مہینے کی راہ اور شام کی سیر اس کی ایک مہینے کی راہ تھی۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ۔۱۷۲؎

ترجمہ۔ہم نے ہوا اس کے قابو میں کر دی وہ جہاں پہنچنا چاہتا اس کے حکم سے وہ اسی طرف آہستہ آہستہ چلتی۔

وَمِنَ الشَّيَاطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَه وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ كُنَّا لَهُمْ حَافِظِيْنَ۔۱۷۳؎

ترجمہ۔شیاطین بھی (سلیمان) کے تابع کر دئے وہ سب عمارتیں بنانے والے اور

غوطہ زن اور اس کے سوا دوسرے کام بھی کرتے اور ہم ہی ان کے محافظ تھے۔

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۔١٧٤۔

ترجمہ۔ جنات میں سے وہ جن تابع کئے جو اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے اور ان جنوں میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے پھرے، ہم اسے دوزخ کا عذاب چکھائیں گے۔

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۔١٧٥۔

ترجمہ۔(سلیمان) کے لئے ہم نے پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ جاری کیا۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۔

ترجمہ۔سلیمان کے پاس اس کے لشکر جن اور انسان اور پرندے جمع کیے جاتے پھر ان کی جماعتیں بنائی جاتیں۔١٧٦۔

تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی کے حضرت سلیمان علیہ اسلام نے اپنے دور حکومت میں بہت وسیع پیمانے پر بڑی تجارت کو فروغ دیا تھا یہی نہیں بلکہ آپ وہ پہلے انسان تھے کے جنھوں نے سمندر میں بحری بیڑے اور ان کے راستے مقرر کئے آپ نے اپنے عہد میں سمندری راستوں کو محفوظ بنانے اور تجارتی ساز وسامان کی نقل وحمل کے لئے بہترین اور عمدہ بحری بیڑے بنوائے جنھیں قابل اور ماہر انجینئرز چلاتے جبکہ آپ کا ایک بحری بیڑہ جس کا نام ’ترسیسی بیڑا‘ تھا وہ بحر روم سے مغربی ممالک کی طرف جاتا تھا اور اس کا ایک سفر تین سال میں مکمل ہوتا جبکہ دوسرے بڑے بیڑے ’عصیون جابر‘ سے بحر احمر میں اور یمن سے دیگر جنوبی اور مشرقی علاقوں تک جاتے جو مختلف نوعیت کے تجارتی ساز وسامان سے لیس ہوتا اور جس میں سونا، چاندی، تانبا، ہاتھی دانت، مویشی، اور دیگر اشیاء تصرف وافر مقدار میں موجود ہوتیں تاہم

'عصیون جابر' میں آپ کے زمانے کی ایک عظیم الشان بھٹی بھی ملی ہے جس کی نظیر مغربی ایشیاء اور مشرق وسطی میں بھی نہیں۔

اللہ تعالی نے آپ کے لئے تانبے کے چشمے جاری کردئے چنانچہ تانبے کو پگھلانے کے لئے بےشمار مزدور اور بھٹیاں موجود تھیں جن میں لاکھوں افراد کام کیا کرتے چنانچہ آپ کے ملک کا سب سے بڑا ایکسپورٹ آیٹم تانبا اور لوہا تھا جس کو دیگر مما لک میں بھیج کر زرمبادلہ کمایا جاتا جبکہ ماہرین یہ کہتے ہیں کے 'ادوم' کے علاقے عربہ کی کانوں سے خام لوہا اور تانبا بھی نکالا جاتا جسے بھٹیوں میں پگھلا کر جہاز سازی اور دیگر مصنوعات کی تیاری میں استعمال کیا جاتا جبکہ اللہ تعالی نے آپ کے لئے ہوا کو بھی مسخر کردیا تھا اور آپ ہوا کی رفتار کو کم یا زیادہ کرنے کے علم سے واقف تھے تاہم یہ بھی حقیقت ہے کے بحری سفر کا تمام تر انحصار باد موافق پر ہی قائم ہوتا ہے۔۱۷۷۔

ہیکل سلیمانی بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں تعمیر کیا گیا جس میں تابوت سکینہ اور کئی مقدس تبرکات رکھے گئے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل دوحصوں میں بٹ گئے ناصرف ان میں تفرقہ ہوا بلکہ وہ کئی خباۂیثات کا بھی شکار ہوگئے جس میں عیاشی، شراب نوشی، حرام کاری اور دیگر فواحشات شامل تھے اس کے ساتھ ہی انھوں نے خدا کے کئی شریک بھی ٹھہرا لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے فرزند رجعام بن سلیمان تخت نشین ہوئے لیکن رجعام ایک عیش پرست اور نالائق فرزند تھے انھیں ابھی تخت بادشاہت پر بیٹھے پانچ برس بھی نہ ہوئے تھے لیکن وہ اتنی عظیم سلطنت کا بوجھ نہ اٹھا سکے اور رفتہ رفتہ ان کی غلط حکومتی پالیسیوں کے سبب ملک کمزور ہوتا چلا گیا اور ارد گرد کی دیگر قوتیں اس عظیم سلطنت کے خلاف سر اٹھانے لگیں چنانچہ شاہ مصری شاق نے

یروشلم پر پیش قدمی کی اور بغیر کسی مزاحمت کے شہر میں داخل ہوگیا اس نے ہیکل میں لوٹ مار مچائی اور خزانے اور کئی قیمتی اشیاء کو لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیا۔

حضرت سلیمان کا محل: Solomon's Palace:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصر (محل) بھی اپنی نظیر آپ تھا جس کی اینٹیں سونے اور چاندی کی تھیں جبکہ بیش قیمت زر و جواہرات اور قیمتی پتھر بھی اس میں نصب تھے محل کی چھت زمرد اور یاقوت سے مزین تھی جبکہ آپ کا تخت شاہی لعل، فیروزہ، یاقوت، زمرد اور سچے موتیوں سے مرصع تھا آپ کے تخت شاہی کے اردگرد بلوریں (شیشے جیسے) درخت تھے جن میں رنگ برنگی روشنیاں دور کرتیں جبکہ ان بلوریں درختوں کی ہر شاخ پر پرندے اپنے خوشنما گھونسلوں میں چہچہاتے اور جب یہ پرندے اپنے پر کھول کر پھڑ پھڑاتے تو اس میں سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں آتیں۔ تاہم سارے چرند و پرند جن میں خوش رنگ مور بھی شامل تھے وہ بھی جھوم جھوم کر اللہ کی حمد ثناء بیان کرتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کرتے۔

مورخین لکھتے ہیں آپ کے دربار میں خوشبو کے لئے عود کی لکڑی جلائی جاتی (ایک محتاط اندازے کے مطابق 2002ء میں ایک کلو عود کی لکڑی پانچ لاکھ ساٹھ ہزار روپے کلو تھی) عمائدین اور وزراء و شرفاء کے لئے عالی شان نشستیں ہوا کرتیں جنات بھی آپ کے تابع فرمانبردار تھے لہٰذا وہ آپ کے لئے سمندر کی گہرائی سے مونگے، موتی اور قیمتی اشیاء نکال کر لاتے عظیم الشان عمارتوں کی تعمیرات اور بڑے بڑے ظروف اور دیگیں بنانے میں بھی وہ آپ کے ہر حکم کو بجالاتے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَتَمَاثِيۡلَ وَجِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ

ذّاریَات-۱۷۸

ترجمہ۔ جنات (سلیمان) کے لئے جو وہ چاہتا تھا بناتے تھے قلعے، تصویریں، لگن جیسے تالاب اور دیگیں۔

آپ کے عہد حکومت میں کئی شہر اور چھاؤنیاں تعمیر کی گئیں جبکہ یروشلم کی شہر پناہ بھی بنائی گئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات

Death of Prophet Solomon

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چالیس برس تک حکمرانی کی اور ۶۲ برس کی عمر میں ان کا وصال ہوا قرآن کریم میں آپ کی وفات کے حوالے سے بتایا گیا کے جب آپ ہیکل کی تعمیر کروا رہے تھے تو آپ ایک شیشے کے کمرے میں عصا سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر تعمیراتی کام کی نگرانی کر رہے تھے کے اسی اثناء میں آپ کا وصال ہو گیا لیکن جنات اور شیاطین جو تعمیراتی کام میں مصروف تھے انھیں اس بات کا حساس ہی نہ ہو سکا اور وہ یہی سمجھتے رہے کے آپ اپنی نگرانی میں ہیکل کی تعمیر کروا رہے ہیں چنانچہ وہ نہایت مشقت سے دن رات ہیکل کی تعمیراتی کاموں میں مصروف رہے پھر آپ کے عصا کو دیمک نے کئی ماہ میں چاٹ لیا جب پورا عصا دیمک کھا چکی تو آپ کا جسم خاکی زمین پر آ گرا جس کے باعث وہاں موجود جنات اور شیاطین کو یہ معلوم ہوا کے آپ کا وصال ہو چکا ہے۔

جنات اور شیاطین کی اسی کیفیت کو قرآن کریم نے اس طرح سے بیان کیا ہے!

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا

لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۔۱۷۹؎

ترجمہ۔ جب ہم نے اس پر موت کو مقرر کیا تو جنوں کو اس کی موت کی خبر کسی نہ دی مگر دیمک (گھن) کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھاتا رہا پس جب وہ گر پڑا تو جنوں نے جانا کے اگر وہ غیب جانتے تو کبھی یہ ذلت کے عذاب میں نہ رہتے۔

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۔۱۸۰؎

ترجمہ۔ بے شک (سلیمان) کے لئے ہمارے پاس مرتبہ اور عمدہ مقام ہے۔۔

یروشلم: Jerusalem:

یروشلم کا عربی نام 'القدس' اور 'بیت المقدس' ہے اسے فلسطینیوں کا گھر بھی کہا جاتا ہے یروشلم کے معنی امن کے ہیں عبرانی شلم کو خدا کے معنی میں شمار کرتے ہیں اس کی مقدس حیثیت سے انکار ممکن نہیں کیونکہ یہ شہر مسلمان، یہودی اور عیسائی سب ہی کے لئے مقدس حیثیت رکھتا ہے اگر تاریخی حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس شہر پر متعدد جنگوں کے نشانات بھی موجود ہیں جبکہ یہ تاریخی شہر اسرائیل کے مغربی کنارے کے درمیان واقع ہے اس شہر کی ایک جانب میڈی ٹرینین سمندر جبکہ دوسری جانب بحیرہ مردار ہے یہ شہر یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں سب ہی کے لئے مقدس حیثیت رکھتا ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دور حکومت میں یعنی 1005 ق م میں اس شہر کو جب فتح کیا تو اسے آپ نے اپنا پایہ تخت بنایا یعنی دارالحکومت کو جبرون سے یروشلم منتقل کر کے اسے اپنا دارالخلافہ بنایا ہیکل کو جالوت نے منہدم کر کے اس کا نام ونشان تک مٹا دیا تھا حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کی نشاندھی کروائی ایک روایت کے مطابق آپ نے تعمیرات کا کام شروع کیا لیکن آپ اسے اپنی زندگی میں مکمل نہ کر پائے حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں یعنی 969

ق م میں یہاں ہیکل اول تعمیر کیا گیا جس کی تعمیر آپ کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد حکومت میں شروع ہوچکی تھی روایت میں آتا ہے کے مقدس ہیکل کی تعمیر میں جنات اور شیاطین بھی شریک تھے۔ اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام کو خواب میں 'اللہ کے مستقل گھر' کی طرف بشارت دی گئی اور انھیں یہ بھی بتایا گیا کے یہ گھر ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں مکمل ہوگا چنانچہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام تخت نشین ہوئے تو انھوں نے 1012 ق م میں ہیکل کی تعمیر شروع کی چنانچہ اس عمارت کی تعمیر مسلسل سات سالوں تک جاری رہی اور اندازاً دو لاکھ مزدوروں نے اس میں حصہ لیا بعد ازاں یہ عمارت ہیکل سلیمانی کے نام سے مشہور ہوئی ہیکل سلیمانی کو ماہرین فن تعمیر کا شاہکار قرار دیتے ہیں اس کی لمبائی 90 فٹ، چوڑائی 30 فٹ اور اونچائی 45 فٹ تھی تاہم اس کے اندر وہ مقدس اور پاک جگہ بنائی گئی جہاں تابوت سکینہ (عہد کا صندوق) رکھا گیا ۹۳۰ ق م میں یہ شہر یہوداہ کا دارالحکومت بنا پھر قوم بنی اسرائیل نے جب یرمیاہ نبی کی تعلیمات سے انکار کیا تو انھوں نے قوم بنی اسرائیل کی غلامی کی پیشن گوئی کی بعد ازاں بابل کے جابر بادشاہ بخت نصر 586 ق م میں ارض مقدس پر حملہ کر کے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجاتے ہوئے اسے مکمل تاراج کر دیا یہاں تک مورخین کہتے ہیں کے ہیکل کے آثار تک ختم کر دئے گئے، تورات کے قدیم نسخے جلا کر خاکستر کر دئے جبکہ شہر میں لوٹ مار کے علاوہ قوم بنی اسرائیل کا قتل عام اور باقی ماندہ لوگوں کو قیدی بنا دیا گیا یرمیاہ نبی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کے وہ ہی حضرت خضر ہیں جو آج بھی جنگلوں اور بیابانوں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کی مدد کرتے ہیں پھر ایک طویل عرصہ کے بعد یعنی 538 ق م میں چالیس ہزار بنی اسرائیل کو رہائی ملی کہا جاتا ہے کے ایران کے بادشاہ سائرس اعظم نے بنی اسرائیل کو غلامی سے آزادی دلوائی جب ہی

بنی اسرائیل سائرس اعظم (ذوالقرنین) کونجات دہندہ مانتے ہیں اور ان کی بہت عزت اور تکریم کرتے ہیں بعدازاں یرمیاہ نبی نے 445 ق م میں شہر کی فصیلوں کو دوبارہ تعمیر کیا۔ روایت میں آتا ہے کے یشوع بن یوصدق اور زربابل بن سالتی ایل کی قیادت میں ہیکل سلیمانی کی دوبارہ تعمیر شروع کی گئی اور اس کی تکمیل 516 ق م میں مکمل ہوئی قدیم شہر کے ارد گرد ڈھائی میل لمبی دیوار تھی جبکہ تاریخی اعتبار سے یہ شہر دنیا کے قدیم ترین شہروں میں شمار کیا جاتا ہے اگرچہ کچھ ماہرین آثاریات تو اس شہر کو پتھر کے دور میں شمار کرتے ہیں۔

چوتھی صدی عیسوی میں سکندر اعظم اور 63 ق م میں رومن امپائرز نے یہاں قبضہ کیا جبکہ رومن گورنر پونٹیئس پائلیٹ کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی پھر یہاں باری باری عربوں اور ترکوں کا قبضہ شروع ہوا اور 1099ء میں صلیبیوں کی فتح کے بعد یروشلم کی بادشاہت قائم ہوئی بارہویں صدی میں بالڈون اول اور ان کے جانشینوں نے شہر کو وسعت دی 1187ء میں صلاح الدین ایوبی نے یہاں فتح کے بعد قبضہ کیا ۱۵۳۸ء میں سلیمان عالیشان کی نئے سرے سے تعمیر شدہ فصیلیں اب بھی موجود ہیں، عثمانی عہد 1917ء تک قائم رہا جب انگریزوں نے یروشلم کو پروٹیکٹوریٹ بنایا اور یروشلم کی آبادی نسلی، مذہبی اور قومی بنیادوں پر منقسم ہے بڑی تقسیم یہودی اسرائیلی اکثریت (70 فیصد) اور فلسطینی عرب اقلیت (30 فیصد) کے درمیان ہے مشرقی اور مغربی یروشلم کی مجموعی آبادی 2003ء میں 6.92.300 تھی۔۱۸۱؎

یروشلم کا تاریخی پس منظر

Historical Background of Jerusalem

برطانوی جنرل سرایڈمنڈ ایلن بی کو یروشلم کے تقدس کا اس قدر خیال تھا کے جب

وہ عثمانی فوجوں کوشکست دے کر یروشلم پر قبضے کی غرض سے باب الخلیل کے راستے شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے گھوڑے یا گاڑی پر سوار ہونے کے بجائے پیدل چلنے کو ترجیح دی یہ واقعہ آج سے سو سال قبل 11 ستمبر 1917ء کو پیش آیا امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اس واقعے کے ٹھیک سو سال بعد یہ اعلان کیا یروشلم اسرائیل کا دارالحکومت ہے، حالانکہ دنیا بھر کے ملکوں نے انھیں خبردار کیا ہے اس اعلان سے خطے میں تشدد کی نئی لہر پھوٹ سکتی ہے، یروشلم متعدد بار تاخت وتاراج ہو چکا ہے جبکہ یہاں کی آبادی کو کئی بار زبردستی جلاوطن بھی کیا جا چکا ہے یہی نہیں بلکہ اس کی گلیوں میں کئی خونریز جنگیں بھی لڑی جا چکی ہیں۔

مقدس شہر:

یہ دنیا کا وہ واحد شہر ہے جیسے یہودی، مسیحی اور مسلمان تینوں ہی مقدس جانتے ہیں یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کے اللہ تعالی نے انھیں یہ مقدس سرزمین براہ راست دی ہے جسے وہ ارض موعود یا Promisedn Land بھی کہتے ہیں جبکہ یہودیوں کا یہ بھی ماننا ہے کے یہی وہ جگہ ہے جہاں کائنات کی تخلیق ہوئی اور یہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق کی قربانی اللہ کو پیش کی جبکہ اسی شہر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے یروشلم میں ہی مقدس ہیکل تعمیر کروایا جہاں تابوت سکینہ، تورات کے اصل نسائخ، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے متبرکات اور عصا بھی یہیں موجود تھے۔

مسیحی یہ سمجھتے ہیں کے اس مقدس سرزمین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور آپ کو مصلوب بھی یہیں کیا گی اسی مقدس شہر میں ان کا سب سے زیادہ مقدس کلیسا بھی ہے۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کے پیغمبر اسلام ﷺ نے معراج پر جانے سے قبل اسی

شہر میں واقع مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی جبکہ مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول بھی تھا اور ایک عرصہ دراز تک بذات خود رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان بھی اسی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے رہے ۔ روایت میں آتا ہے کے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد تک یہی قبلہ تھا بعد ازاں خانہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا یہی وجہ ہے کے مسلمان اور مسیحی ایک ہزار برس تک اس شہر پر قبضے کے لئے آپس میں برسر پیکار رہے ۔

صلیبی جنگیں: Crusades

638ء میں حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے بازنطینیوں کو شکست دے کر یروشلم پر قبضہ کیا مسیحی دنیا میں یہ واقعہ ایک عظیم سانحے کی حیثیت رکھتا ہے بلاآخر 1095ء میں پوپ اربن دوم نے یورپ بھر میں یہ مہم چلائی اور مسیحویوں سے یہ اپیل کی کے وہ یروشلم کو مسلمانوں کے قبضے سے آزاد کرائیں اس غرض کے لئے فوجیں اکھٹی کی گئیں نتیجتاً 1099ء میں عوام ، امراء اور بادشاہوں کی مشترکہ فوج یروشلم کو آزاد کروانے میں کامیاب ہوگئی یہ پہلی صلیبی جنگ تھی اکثر فوجی جلد ہی واپس اپنے اپنے وطن سدھار گئے اور بلاآخر سلطان صلاح الدین ایوبی نے 90 برس کے بعد اس شہر کو دوبارہ آزاد کروالیا جس کی وجہ سے ایک بار پھر یورپ میں بے چینی پھیل گئی اور یکے بعد دیگرے چار مزید صلیبی جنگیں اس شہر کی آزادی کے لئے لڑی گئیں لیکن مسیحی یروشلم کو مسلمانوں کے قبضے سے آزاد کروانے میں ناکام رہے ۔

1229ء میں مملوک حکمران الکامل نے بغیر لڑے یروشلم کو فریڈرک دوم کے حوالے کر دیا لیکن صرف پندرہ برس کے بعد خوارزمیہ نے ایک بار پھر شہر پر قبضہ کر لیا جس کے بعد اگلے ۶۷۳ برس تک یہ شہر مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔

1517ء سے 1917ء تک یہ شہر عثمانی سلطنت کا حصہ رہا اور عثمانی سلاطین نے شہر کے انتظام وانصرام کی طرف خاصی توجہ دی۔ انھوں نے شہر کے گرد ایک دیوار تعمیر کی، سڑکیں بنائیں اور ڈاک کا انتظام بہتر بنایا جبکہ 1892ء میں یہاں ریلوے لائین بھی بچھائی گئی۔

شہر کے دو حصے: Two parts of city:

جنرل ایلن کے ہی قبضے کے بعد شہر تین دہائیوں تک برطانوی سلطنت میں شامل رہا اور اس دوران یہاں دنیا بھر سے یہودی آ کر آباد ہوئے بلا آخر 1947ء میں اقوام متحدہ نے اس شہر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی منظوری دی جس کے تحت نا صرف فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا بلکہ یروشلم کے بھی دو حصے کر دئے گئے جن میں سے مشرقی حصہ فلسطینیوں جب کہ مغربی حصہ یہودیوں کے حوالے کر دیا گیا اگلے برس اسرائیل نے آزادی کا علان کر دیا عرب ممالک کے لئے یہ بات نا قابل قبول تھی چنانچہ انھوں نے مل کر حملہ کر دیا لیکن انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اس کے بعد اگلے دو عشروں تک یروشلم کا مشرقی حصہ اردن کے اقتدار میں رہا لیکن 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے اس پر بھی قبضہ کر لیا بین الاقوامی برادری آج تک اس قبضے کو غیر قانونی سمجھتی ہے، اسرائیلی پارلیمان نے 1950ء سے ہی یروشلم کو اپنا دارالحکومت قرار دے رکھا ہے لیکن دوسرے ملکوں نے اقوام متحدہ کی قرارداد کے احترام میں یروشلم کے بجائے تل ابیب میں اپنے سفارت خانے قائم کر رکھے ہیں۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اس روایت کو توڑتے ہوئے یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت قرار دیا ہے لہٰذا امریکہ یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے والا پہلا ملک بن گیا، اسرائیلی شاعر یہودا عیجائی نے لکھا تھا کے یروشلم ابدیت کے ساحل پر واقع ساحلی شہر ہے یہ الگ بات ہے کے یہ سمندر اکثر و بیشتر متلاطم ہی رہا ہے اس کا اندازہ یروشلم کی اس مختصر

ٹائم لائن سے لگایا جاسکتا ہے۔

ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق 7000 ق م میں بھی یروشلم میں انسانی آبادی کے آثار پائے جاتے تھے اس اعتبار سے یہ دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے پھر 1000 ق م میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں یہ شہر فتح ہوا اور انھوں نے یروشلم کو اپنا دارالحکومت بنایا پھر 960 ق م میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے یروشلم میں ایک ہیکل تعمیر کروایا جسے بابلی بادشاہ بخت نصر نے تاراج کیا اس نے یہودویوں کو قتل بھی کیا، انھیں ملک بدر بھی کیا اور انھیں قیدی بھی بنایا لیکن ایران کے بادشاہ سائرس اعظم نے بنی اسرائیل کو اس غلامی سے نجات دلوائی اور یروشلم دوبارہ بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں آ گیا 30 عیسوی میں رومن سپاہویں نے حضرت مسیح کو یہاں صلیب دی ۶۳۸ ء میں مسلمانوں نے یہاں قبضہ کرلیا 691 ء میں اموی حکمران عبدالمالک نے گنبد صخریٰ (ڈوم آف داراک) کو دوبارہ تعمیر کیا 1099 ء میں مسیحی صلیبیوں نے اس پر دوبارہ قبضہ کرلیا 1187 ء میں صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں کو شکست دی اور بیت المقدس پر اپنی حکمرانی قائم کی 1229 ء میں فریڈرک دوم نے بغیر لڑے ہی یروشلم حاصل کرلیا 1244 ء دوبارہ مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا 1517 ء میں سلطان سلیم اول نے یروشلم کو عثمانی سلطنت میں شامل کیا 1917 ء میں انگریز جنرل ایلن بی نے عثمانیوں کو شکست دی اور وہ شہر میں داخل ہو گئے 1947 ء میں اقوام متحدہ نے یروشلم کو فلسطینی اور یہودی دو حصوں میں تقسیم کردیا اور 1948 ء میں اسرائیل کا اعلان آزادی ہوگیا چنانچہ یہ شہر اسرائیل اور اردن میں تقسیم ہوگیا۔ 1967 ء میں عرب جنگ کے نتیجے میں دونوں حصوں پر اسرائیل کا قبضہ ہوگیا۔ (ماخوذ).

مسجد اقصیٰ کی تعمیر: Construction of Al Aqsa Mosque

ابن کثیر نے لکھا ہے کے اہل کتاب کی ایک روایت کے مطابق حضرت یعقوب کا لقب اسرائیل تھا اور ان کا تعلق بھی ارض مقدس (فلسطین) سے تھا لہٰذا انھوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کے لئے یہاں ایک مسجد، معبد یا عبادت گاہ کی بنیاد قائم کی جو بعد میں بیت المقدس کے نام سے مشہور ہوئی۔ ۱۸۲ے

روایات میں یہ تو ملتا ہے کے انھوں نے معبد کی تعمیر کی بعد ازاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں اسی معبد (جو کے اب ایک کھنڈر میں تبدیل ہو چکا ہے) اس پر ہیکل سلیمانی کی تعمیر شروع کی گئی جو کے بعد کے ادوار میں کئی مرتبہ تاراج کیا گیا مسجد اقصیٰ بیت مقدس یعنی یروشلم میں تعمیر کردہ ایک نہایت تاریخی اور قدیم مسجد ہے اسے مسلمانوں کے قبلہ اول ہونے کی وجہ سے بھی نہایت اہمیت حاصل ہے۔

قرآن کریم میں بھی اس مسجد کا ذکر اللہ تعالی نے فرمایا ہے!

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ ۱۸۳ے

ترجمہ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

بیت المقدس کو گنبد اصخراء بھی کہتے ہیں اس کے گنبد کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ ہے حضرت رافع بن عمر المزنی ؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! عجوہ کھجور اور بیت المقدس کا گنبد

(صخراء) دونوں جنت سے آئے ہیں۔ ۱۸۴۔

بیت المقدس کے قبلہ اول ہونے اور اس کی تاریخی حیثیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ تو آپ نے فرمایا مسجد حرام (خانہ کعبہ) پھر میں نے پوچھا اس کے بعد؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسجد اقصیٰ پھر میں نے پوچھا ان دونوں مساجد کے درمیان کتنے عرصے کا فرق ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا 40 برسوں کا۔ ۱۸۵۔

مسجد اقصیٰ کی اہمیت اور تقدیس مسلمان، عیسائی اور یہودیوں میں یکساں ہے

چونکہ یہ مسلمانوں کا قبلہ اول بھی ہے اور اس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی جو کئی دفعہ تباہ و برباد اور پیوند خاک کی گئی چنانچہ مسجد اقصیٰ بظاہر ہیکل سلیمانی کے کھنڈر پر بنائی گئی جبکہ بیت المقدس کی تعمیر صخرہ (چٹان) کے اوپر کی گئی ہے اگر چہ مسجد اقصیٰ ایک بہت بڑے ہال نما کمرے کی مانند ہے لیکن بیت المقدس معروف معنوں میں کوئی مسجد نہیں ہے بلکہ اس کی تعمیر مقبرے جیسی ہے جس طرح سے ہمارے یہاں قبر کے اوپر گنبد بنایا جاتا ہے اسی طرح سے صخرہ کے اوپر ایک گنبد بنایا گیا جس کے اندر باجماعت نماز نہیں ہوسکتی اور اگر کسی موقع پر باجماعت نماز کا اہتمام ہو تو بھی وہ قبہ کے باہر میدان میں جبکہ وہیں نمازیوں کی صف بندی کی جاتی ہے صخرہ سے متعلق یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کے اسی مقام پر 70 سے زائد انبیاء کا قتل کیا گیا حضرت یحییٰ علیہ السلام کا جسد خاکی بھی یہیں مدفون ہے تاہم یہودیوں کا یہ بھی ماننا ہے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اللہ کے حکم سے قربانی بھی مقام صخرہ پر کی تھی یہودیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت اسحاق ہی ذبیح اللہ

ہیں ۔۱۸۶۔

کویت کے ایک میگزین المجتمع میں سعود محمد بن الزعبی نے یہ لکھا ہے 80 سے 99 فیصد مسلمان یہ سمجھتے ہیں کے قبۃ الصخرہ ہی دراصل مسجد اقصیٰ ہے تاہم یہ مسلمانوں کی ایک شدید غلط فہمی ہے جس کا وہ برسوں سے شکار ہیں ۔۱۸۷۔

دونوں مقامات یعنی بیت المقدس (قبۃ الصخرہ) ایک اونچی چٹان پر واقع ہے مسجد اقصیٰ اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک نشیب میں واقع ہے، لہٰذا بیت المقدس یا قبۃ صخرہ ہی دراصل یہودیوں اور مسلمانوں کا قبلہ اول تھا لیکن اس وقت یہ سنہری گنبد سے آراستہ نہ تھا ، رسول اللہ ﷺ ہجرت مدینہ کے بعد بھی تقریباً 18 ماہ تک قبلہ اول کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے ۔قرآن کریم اس حوالے سے بیان کرتا ہے!

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔۱۸۸۔

ترجمہ۔جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس مقام کو (جیسے قبلہ بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں ، جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں مگر ان میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے حق کو چھپا رہا ہے یہ قطعی ایک امر حق ہے تمھارے رب کی طرف سے لہٰذا اس کے متعلق تم ہرگز کسی شک میں نہ پڑو ہر ایک کے لئے ایک رخ ہے جس کی طرف وہ مڑتا ہے پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو جہاں بھی تم ہوگے اللہ تمھیں پالے گا اور اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں مسجد حرام کی جانب اشارہ کیا گیا جس کے بارے میں یہ کہا جارہا ہے کے اہل کتاب اس مقام کو بخوبی پہچانتے ہیں، عربوں میں جب کسی شے کے بارے میں کوئی ابہام نہ ہوتو محاورتاً یہ کہا جاتا ہے کے جس طرح سے انسان اپنی اولاد کو پہچانتا ہے بالکل اسی طرح سے یہاں کہا گیا ہے کے اہل کتاب خانہ کعبہ کو بھی پہچانتے ہیں کیونکہ خانہ کعبہ کی تعمیر تو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے ہاتھوں ہوئی جبکہ خانہ کعبہ کے بننے کے بھی کوئی 1300 برس بعد بیت المقدس (فلسطین، یروشلم) میں مسجد اقصیٰ (ہیکل سلیمانی) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں تعمیر ہوا اور مسجد اقصیٰ انھی کے زمانے میں قبلہ اول قرار پایا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی ازسرنو تعمیر ہوئی لیکن خانہ کعبہ تو اس سے پہلے بھی روئے زمین پر موجود تھا یہاں اس حوالے سے چند حقائق اختصار کے ساتھ بیان کئے جارہے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا! یارسول اللہ ﷺ زمین پر سب سے پہلی مسجد کون سی بنائی گئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! مسجد حرام (خانہ کعبہ)۔۱۸۹؎

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں، اللہ تعالی نے زمین کو بنانے سے 2000 سال قبل بیت اللہ (خانہ کعبہ) بنایا اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

مجاہد کہتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالی نے خانہ کعبہ بنایا پھر اس کے نیچے سے زمین کو پھیلایا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ۔

ترجمہ۔ بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی زیارت کے لئے مقرر کیا گیا ہے

وہ ہے جو مکہ میں ہے ۱۹۰۔

زمین پر حضرت آدم علیہ السلام بھیجے گئے تو انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کی گزشتہ بنیادوں پر تعمیر کی آپ کے بعد آپ کے جانشین بیٹے حضرت شیث علیہ السلام جو کے مکہ میں ہی رہتے تھے انھوں نے بھی خانہ کعبہ کو پتھر اور چکنی مٹی سے بنایا آپ نے تمام عمر رسم حج بھی ادا کی آپ کا انتقال 921 برس کی عمر میں ہوا جبکہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے 'انوش' جانشین ہوئے مسجد اقصیٰ فلسطین کے شہر یروشلم کے مشرقی سمت ایک احاطے میں موجود ہے جسے مسلمان حرم شریف جبکہ یہودی بیت اللحم کے نام سے پکارتے ہیں یہاں کئی مقدس مقامات بھی موجود ہیں یہ حرم چھتیس ایکٹر رقبے پر واقع ہے یہودیوں کی روایت کے مطابق یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہیکل تعمیر کروایا تھا جسے بابل کے بادشاہ بخت نصر نے تاراج کیا بعد ازاں ہیرود اعظم نے اس کی ازسرنو تعمیر کی لیکن 70ء میں رومی حکمران فیطس نے اسے دوبارہ پیوند خاک کر دیا بہت عرصہ کے بعد خلافت راشدہ میں جب حضرت عمر فاروق کا دور خلافت آیا اور آپ کے ہاتھوں فلسطین فتح ہوا تو آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور آپ نے اس جگہ کی تلاش کی جہاں رسول اللہ ﷺ نے معراج کے موقع پر انبیاء کرام کی امامت فرمائی تھی جب وہ جگہ آپ کو مل گئی تو آپ نے فرمایا آؤ اس جگہ کو مسجد کی جگہ بنالیں چنانچہ حضرت بلالؓ حبشی نے یہاں اذان دی اور حضرت عمر فاروقؓ نے یہاں نماز پڑھائی پھر آپ کے حکم پر یہاں مستطیل شکل کی ایک مسجد تعمیر کروائی گئی جسے گنبد صخریٰ بھی کہا جاتا ہے جبکہ کچھ لوگ اسے مسجد عمر بھی کہتے ہیں۔

موجودہ مسجد اقصیٰ کی عمارت کی تعمیر پانچویں اموی خلیفہ عبدالما لک بن مروان نے 690ء میں شروع کروائی لیکن وہ کام مکمل کروانے سے قبل ہی انتقال کر گئے بعد ازاں اس کام

کو ان کے بیٹے ولید بن عبدالمالک نے سات سالہ محاصل کو خرچ کر کے مکمل کیا۔ اس مسجد کے چار مینار تعمیر کروائے گئے اور سونے اور چاندی کی تختیاں اور تین سو کے قریب خدمت گار بھی مقرر کئے گئے پھر 746ء کے زلزلے میں مسجد کی عمارت کو نقصان پہنچا جیسے عباسی خلیفہ المنصور نے دوبارہ تعمیر کروایا 771ء میں ایک اور شدید زلزلے کے باعث پوری عمارت ہی زمین بوس ہوگئی جیسے المنصور کے جانشین المہدی نے دوبارہ تعمیر کروایا۔

14 جولائی 1099ء کو بیت المقدس جب عیسائیوں کے قبضے میں چلا گیا تو انھوں نے مسجد کے صحن میں مسلمانوں کا بے تحاشا خون بہایا یہی نہیں بلکہ انھوں نے مسجد میں کئی تبدیلیاں کر کے اسے رہائش گاہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا پھر صلاح الدین ایوبی نے 1187ء میں اسے عیسائیوں سے واگزار کروالیا اور عمارت کو اس کی گزشتہ تعمیری شکل دی مسلمان اس مسجد کو متواتر سات روز تک عرق گلاب اور قیمتی عطریات سے دھوتے رہے 1938ء سے 1942ء تک مسجد کی مرمت وسیع پیمانے پر کی گئی لیکن اس کے نقشے میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں آئی موجودہ مسجد میں شمال کی جانب سات جبکہ مشرق کی جانب ایک دروازہ ہے۔

1948ء فلسطین برطانیہ کے زیر انتداب رہا اور جب انگریز رخصت ہوئے تو یہودیوں نے بیت المقدس پر اپنا قبضہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی چنانچہ ان کی گولہ باری سے مسجد کی چوبی چھت، کھڑکیاں اور شمالی مغربی دیوار کا ایک اہم حصہ شہید ہوگیا لہٰذا جب جنگ بندی ہوئی تو حکومت اردن نے اس مسجد کی تعمیر نو کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں مختلف اسلامی ممالک سے مسجد کی تعمیر کے لئے چندے بھی وصول کئے گئے بعد ازاں مسجد کی تعمیر شروع ہوئی اور اس کے گنبد پر سیسے کی جگہ المونیم اور پیتل کی آمیزش سے تیار کردہ ایک خول چڑھایا گیا

دوران تعمیر کچھ اور تبدیلیاں بھی کی گئیں لیکن اس کے رقبے اور جائے وقوعہ کو اسی طرح سے رہنے دیا جون 1967ء میں اسرائیل نے پورے بیت المقدس پر اپنا قبضہ جمالیا جبکہ 27 جون کو اسے اسرائیلی حکومت کا ایک جز بھی قرار دیا گیا پھر 17 جولائی کو ایک یہودی بریگیڈیئر شلو موغدرین نے یہ اعلان کیا کے مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے گا چنانچہ اس اعلان کے بعد مسجد سے ملحقہ تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا گیا لیکن 4 جولائی 1967ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل نے ایک قرارداد منظور کی جس کی رو سے بیت المقدس کی سابقہ حیثیت میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

21 اگست 1969ء میں بیت المقدس میں ایک ہولناک واقع پیش آیا اور اس روز تقریباً چار گھنٹوں تک مسجد اقصیٰ میں آگ بھڑکتی رہی جس کی وجہ سے جنوب مشرقی سمت کی چھت کا ایک بڑا حصہ شہید ہوگیا جبکہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا یادگار منبر بھی جل کر خاکستر ہوگیا اسرائیل نے اپنے جرم کو چھپانے کے ایک رومن کو آتش زدگی کے الزام میں گرفتار کر کے اس پر مقدمہ چلایا گیا اور پھر اس کو معمولی سزا دے کر چھوڑ دیا گیا لیکن اس کارروائی میں یہودیوں کے ان عزائم سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا جو وہ ہیکل کی تعمیر نو کے حوالے سے رکھتے ہیں۔۱۹۱ے

ملکہ سباء یا (ملکہ بلقیس): Queen of Sheba:

ملکہ بلقیس کو ملکہ سباء بھی کہا جاتا ہے وہ نہایت ذہین اور خوبصورت خاتون تھیں جن کا تعلق حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد سے تھا وہ یمن کے بادشاہ شراجیل بن مالک کی بیٹی تھیں وہ اور ان کی قوم سورج کی عبادت کرتی جس کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کے ایک پرندے ہدہد نے دی چنانچہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کی

سورج پرستی کی خبر ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے انھیں ایک خط لکھا جس میں انھیں دین اسلام کی دعوت دی۔

قرآن کریم اس واقعے کو اس طرح سے بیان کرتا ہے!

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيْدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ أَحَطتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِيْنٍ إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ أَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۔ ۱۹۲؎

ترجمہ۔(ایک موقع پر سلیمان) نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا کے میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دونگا ورنہ اسے میرے سامنے (اپنی غیر حاضری) کی کوئی معقول وجہ بتانی پڑے گی پھر کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کے (ہد ہد) نے آ کر کہا میں نے وہ معلومات حاصل کر لی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں، میں سبا سے متعلق یقینی معلومات لے کر آیا ہوں، میں نے وہاں ایک عورت دیکھی ہے جو اس قوم کی حکمران ہے اس کو ہر طرح کا سروسامان بخشا گیا ہے اور اس کا تخت بڑا ہی عظیم الشان ہے میں نے یہ دیکھا ہے کے وہ اور اس کی قوم اللہ کے بجائے سورج کے آگے سجدہ کرتی ہے اور شیطان نے ان کے اعمال کو خوشنما بنا دیا ہے اور انھیں (سچے) راستے سے روک دیا ہے اسی وجہ سے وہ سیدھا راستہ نہیں پاتے ہیں کے

وہ اس خدا کو سجدہ کریں جو زمین و آسمان کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور وہ سب کچھ
جانتا ہے جسے تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ اِذْهَبْ بِكِتَابِي هَٰذَا
فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ قَالَتْ يَا أَيُّهَا
الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ
الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ
أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ قَالُوا نَحْنُ
أُولُو قُوَّةٍ وَأُولُو بَأْسٍ شَدِيدٍ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ
قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا
أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ
يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ
خَيْرٌ مِمَّا آتَاكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ
فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ
صَاغِرُونَ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي
مُسْلِمِينَ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ
مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ
أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ
هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ
لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ
أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا
عَرْشُكِ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ
قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ
سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ڛ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ
نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ ۱۹۳؎

ترجمہ۔سلیمان نے کہا ابھی دیکھ لیتے ہیں کے تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں ہے میرا یہ خط لے جا اور اسے ان لوگوں کی طرف ڈال دے پھر الگ ہٹ کر دیکھ کے وہ کیا ردعمل ظاہر کرتے ہیں ،ملکہ بولی ائے اہل دربار میری طرف ایک نہایت اہم خط پھنکا گیا ہے جو سلیمان کی جانب سے ہے، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے نام سے شروع کیا گیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کے میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہوکر میرے پاس حاضر ہو جاؤ خط سنا کر ملکہ نے کہا ائے سرداران قوم ! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو کیونکہ میں کسی معاملے کا فیصلہ تمھارے بغیر نہیں کرتی ہوں تو انھوں نے جواب دیا کے ہم طاقت ور اور لڑنے والے ہیں آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے آپ خود دیکھ لیں کے آپ کو کیا حکم دینا ہے؟ ملکہ نے کہا بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب اور اس کے عزت داروں کو ذلیل کرتے ہیں یہی کچھ وہ کیا کرتے ہیں میں ان لوگوں کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کے میرے ایلچی کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں جب وہ (ملکہ کے سفیر) سلیمان کے یہاں پہنچے تو تو اس نے کہا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو تمھیں دیا ہے تمھارا یہ ہدیہ تمھی کو مبارک ہو (ائے سفیر واپس اپنے بھیجنے والوں کی طرف جا) ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کرسکیں گے اور ہم انھیں ایسی ذلت کے ساتھ وہاں سے

نکالیں گے کہ وہ خوار ہوکر رہ جائیں گے۔

سلیمان نے کہا ائے اہل دربار تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاتا ہے؟ قبل اس کے کے وہ لوگ مطیع ہوکر میرے پاس آئیں جنوں میں سے ایک قوی ہیکل (عفریت) نے عرض کیا میں (اس تخت کو) حاضر کردونگا قبل اس کے آپ اپنی جگہ سے اٹھیں کیونکہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں مگر جس شخص (آصف برخیا) کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بولا کے میں آپ کی پلک کے جھپکنے سے پہلے ہی (ملکہ بلقیس کے) تخت کو لادیتا ہوں اور جونہی سلیمان نے اپنے پاس اس تخت کو اپنے پاس رکھے دیکھا وہ پکار اٹھا یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کے میں شکر ادا کرتا رہوں یا کافر نعمت بن جاؤں اور جوکوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر خود اس کے لئے ہی فائدہ مند ہوتا ہے اور اگر کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے سلیمان نے کہا انجان طریقے سے اس کا تخت اس کے سامنے رکھ دو دیکھیں وہ صحیح بات تک پہنچتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو راہ راست نہیں پاتے ہیں چنانچہ ملکہ جب حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا کے کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ کہنے لگی یہ تو گویا وہی ہے ہم تو پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم نے سر اطاعت جھکا لیا تھا یعنی (ہم مسلم ہوگئے تھے) اس کو ایمان لانے سے جس چیز نے روک رکھا تھا وہ ان معبودوں کی عبادت تھی جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی کیونکہ وہ ایک کافر قوم سے تھی جب اس سے کہا گیا کے محل میں داخل ہوجاؤ اس نے دیکھا تو سمجھی کہے پانی کا حوض ہے جب اس میں اترنے کے لئے اس نے اپنے پائنچے اٹھالئے، سلیمان نے کہا یہ شیشے کا چکنا فرش ہے اس پر وہ پکار اٹھی ائے میرے رب (آج تک) میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی اور اب میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کیا طاعت قبول کرلی۔ ۱۹۳؂

قوم سباء جنوبی عرب کی ایک نہایت قدیم اور بڑی قوم تھی جو چند بڑے بڑے قبائل پر مشتمل تھی جبکہ اس قوم کی تہذیب وتمدن اور نعمتوں کی ناشکری کے نتیجے میں اللہ کے غضب کے نزول کے حوالے سے بھی قرآن کریم میں باقاعدہ ایک سورہ سباء کے نام سے موجود ہے۔

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن عبدالبر اور ترمذی نے رسول اللہ ﷺ سے ایک روایت نقل کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا سباء عرب کے ایک شخص کا نام تھا جس کی نسل سے عرب میں حسب ذیل قبائل پیدا ہوئے جن میں کندہ، حمیر، ازد، اشعرئین، مذجج، انمار، عاملہ، جذام، لخم اور غسان شامل تھے چنانچہ زمانہ قدیم سے ہی عرب کے ان قدیم قبائل کا شہرہ تھا ان قبائل کا اصل وطن جنوبی عرب کا ایک حصہ تھا جو آج یمن کے نام سے جانا جاتا ہے اس قوم کا عروج گیارہ سو برس ق م سے شروع ہوا جبکہ حضرت داؤد اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان کے دور حکومت تک اس قوم کی شہرت دور دراز مقامات تک پھیل گئی یہ قوم سورج کی پوجا کرتی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں ہدہد کی خبر پر اس قوم کی ملکہ بلقیس کو حضرت سلیمان کی جانب سے ایک خط بھی روآنہ کیا جس میں انھیں دعوت دین حق دی گئی جسے تھوڑی پس وپیش کے بعد ملکہ بلقیس اور ان کی قوم نے قبول کرلیا لیکن پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہ قوم دوبارہ شرک وبت پرستی اور اپنے گزشتہ معبودوں کی عبادت میں مشغول ہوگئی جن میں سورج، چاند، ستارے اور دیگر دیوی اور دیوتا شامل تھے جبکہ بادشاہ وقت اپنے آپ کو ان دیوی دیوتاؤں کا سایہ یا ان کی اولاد بتاتے چنانچہ ان بادشاہوں کی بھی پوجا کی جاتی الغرض شرک اور صنم پرستی نے اس قوم کو دوبارہ تباہی کے راستے پر ڈال دیا اگرچہ اللہ تعالی نے اس قوم کو بیش بہا نعمتوں سے نوازا تھا، مورخین بیان کرتے ہیں!

اہل سباء کو اللہ تعالی نے بیش بہا دولت سے نوازا تھا اور ان کا شمار اس دور میں دولت مند ترین اقوام میں کیا جاتا جبکہ یونان اور روم کے لوگ اہل سباء کی دولت اور ثروت کے قصے نہایت رشک وحسد سے بیان کرتا اسٹرابو نامی ایک مورخ تو یہاں تک لکھتا ہے ! اہل سباء سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے جبکہ ان کے مکانوں کی چھت، درو دیوار اور اونچے بالا خانوں میں سونے، چاندی، ہاتھی دانت اور قیمتی پتھر آویزاں تھے۔

پلینی نامی مورخ لکھتا ہے ایسا لگتا ہے، اہل سباء کی جانب روم اور فارس کی دولت بھی کھنچی آرہی ہے یہ قوم اپنے دور کی دنیا کی سب سے زیادہ مالدار قوم شمار کی جاتی تھی اللہ تعالی نے انھیں زرخیز زمینیں اور مضبوط تجارت سے آراستہ کیا تھا۔

آرٹی میڈورس لکھتا ہے اہل سباء نہایت عیش پسند اور تکبر میں مست تھے حتیٰ کے ان کے یہاں عام استعمال کی لکڑی جو جلائی جاتی وہ بھی قیمتی صندل اور دارچینی کی ہوتی جس کی خوشبو کی لپٹوں سے سارا خطہ ہمہ وقت معطر رہتا یہی نہیں بلکہ یہ خوشبوؤں کی لپٹیں دور دراز ساحل سمندر تک بھی جاتیں اور لوگوں اور مسافروں کو اپنی جانب متوجہ کرتیں۔یمن میں آثار قدیمہ کی کھدائی سے کئی ایسے کتبات اور آثار دستیاب ہوئے جن میں ان کے دیوی اور دیوتاؤں کی عبادت کی طرف واضح اشارے موجود ہیں جبکہ یمن کی کھدائی میں جابجا ان کے دیوی دیوتاؤں کے منادر کی باقیات بھی ملی ہیں تاہم آثار قدیمہ کی ایک جدید تحقیق میں یمن سے تقریباً 3000 ایسے کتبات بھی ملے ہیں جو اس قوم کی تاریخ وتمدن اور تہذیب کی جانب معلومات فراہم کرتے ہیں چنانچہ ان دستیاب معلومات کی رو سے اہل سباء کے تاریخی اہم ادوار کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے۔

معلوم علم کے مطابق!

اہل سبا کا پہلا دور:

650 ق م سے قبل کا دور تھا لہٰذا اس زمانے میں ملوک سباء کا لقب مکرب سباء تھا جبکہ اس زمانے میں اس قوم کا پایہ تخت صرواح تھا جس کے کھنڈرات آج بھی مارب سے مغرب کی جانب پائے جاتے ہیں اور خریبہ کے نام سے مشہور ہیں چنانچہ اسی دور میں مارب کے مشہور بند کی بھی بنیاد رکھی گئی جس کی تعمیر وترقی اور وسعت میں دیگر بادشاہوں نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔

اہل سبا کا دوسرا دور:

650 ق م سے 115 ق م تک کا مانا جاتا ہے اس دور میں بادشاہوں نے مکرب کا لقب چھوڑ کر 'ملک' بادشاہ کا لقب اختیار کرلیا جبکہ اس دور میں ملوک سباء نے صرواح کو چھوڑ کر مارب کو اپنا دارالحکومت بنالیا تھا اور اس شہر کو غیر معمولی ترقی بھی دی دیکھا جائے تو یہ شہر سمندر سے 3900 فٹ کی بلندی پر صنعاء سے 60 میل کی دوری پر واقع ہے آج تک اس شہر کے کھنڈرات اس کی گزشتہ عظمتوں کا پتا دے رہے ہیں کھنڈرات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کے قوم سباء نہایت مہذب اور متمدن قوم تھی۔

اہل سباء کا تیسرا دور:

115 ق م سے 300ء تک کا مانا جاتا ہے اس دور میں قوم سباء پر حمیر قبائل کا غلبہ ہوگیا لہٰذا حمیر نے دارالسطنت مارب کو اجاڑ کر پایہ تخت زیدان کو بنالیا جو قبیلہ حمیر کا مرکز بھی تھا بعد ازاں یہ شہر ظفار کے نام سے مشہور ہوا آج بھی اس شہر قدیم کے کھنڈرات موجودہ شہر یریم میں پائے جاتے ہیں لیکن اس تیسرے دور میں ہی اہل سباء کے زوال کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔

اہل سباء کا چوتھا دور:

300ء سے آغاز اسلام کا دور یہ دور قوم سباء کی تباہی اور بربادی کا دور ہے لہٰذا ہم اس دور میں یہ قوم متواتر خانہ جنگیوں کے سبب اپنی قوت اور حمیت کھوتی رہی اور بلا آخر بیرونی قوتوں نے اس قوم کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے تباہی سے ہم کنار کیا اور ان کی زراعت اور تجارت کو مکمل زوال آشنا ہونا پڑا۔

340ء سے لے کر 378ء تک یمن پر حبشی قوم نے اپنا قبضہ جمالیا اور اہل سباء بتدریج ان کی غلامی میں آتے گئے پھر 450ء میں یمن میں ایک عظیم سیلاب آیا اس سیلاب کو قرآن کریم میں سیل العرم کہا گیا، عرم جنوبی عرب کی زبان کے لفظ 'عرمن' سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ 'بند' کے ہیں یمن کی کھدائی کے دوران ملنے والے قدیم کتبوں میں عرمن کے الفاظ بکثرت ملتے ہیں مثلاً 542ء اور 543ء کا ایک کتبہ جو یمن کے بادشاہ ابراہہ کے دور کا تھا جس میں اس عظیم سیلاب کا ذکر بھی موجود تھا جبکہ اس نے سیلاب کے گزر جانے کے بعد اس بند کی مرمت کروائی تھی چنانچہ اس مرمت کے حوالے سے بھی کتبے پر تحریر موجود تھی لہٰذا جنوبی عرب کی گزشتہ زبان میں 'سیل العرم' سے مراد ایک ایسا سیلاب جو بند ٹوٹنے کے سبب آیا، اہل سباء کی مسلسل ناشکریوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک شدید سیلاب سے دوچار کیا جس کے زور سے ان کا مارب کا بڑا بند بھی ٹوٹ گیا اور اس سیلاب نے بڑی تباہی مچائی قوم سباء نے پہاڑوں کے درمیان بند باندھا تھا اور نہریں جاری کیں تھیں تا کہ کاشت کاری میں مناسب آب پاشی کی جا سکے لیکن اس بند کے ٹوٹنے سے آب پاشی کا تمام نظام درہم برہم ہو گیا اور وہ علاقہ جو کبھی جنت نظیر تھا وہ جنگلی جھاڑیوں سے بھر گیا اس سیلاب عظیم کا ذکر قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے۔ارشاد خداوندی ہے!

لَقَدۡ كَانَ لِسَبَاٍ فِيۡ مَسۡكَنِهِمۡ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنۡ يَّمِيۡنٍ وَّشِمَالٍ كُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ سَيۡلَ الۡعَرِمِ وَبَدَّلۡنٰهُمۡ بِجَنَّتَيۡهِمۡ جَنَّتَيۡنِ ذَوَاتَىۡ اُكُلٍ خَمۡطٍ وَّاَثۡلٍ وَّشَىۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِيۡلٍ ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ بِمَا كَفَرُوۡا ؕ وَهَلۡ نُجٰزِىۡۤ اِلَّا الۡكَفُوۡرَ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ الۡقُرَى الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرۡنَا فِيۡهَا السَّيۡرَ ؕ سِيۡرُوۡا فِيۡهَا لَيَالِىَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيۡنَ فَقَالُوۡا رَبَّنَا بٰعِدۡ بَيۡنَ اَسۡفَارِنَا وَظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ وَمَزَّقۡنٰهُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ اِبۡلِيۡسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔ ۱۹۴؎

ترجمہ۔ سباء کے لئے ان کے اپنے ہی مسکن میں ایک نشانی موجود تھی دو باغ دائیں اور بائیں کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور شکر بجا لاؤ اس کا ملک ہے عمدہ اور پاکیزہ اور (تمھارا) پروردگار رہے بخشش فرمانے والا مگر وہ منہ موڑ گئے آخر کار ہم نے ان پر بند توڑ کر سیلاب بھیج دیا اور ان کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انھیں دئے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں بھی یہ تھا ان کے کفر کا بدلہ جو ہم نے انھیں دیا اور ناشکرے انسان کے سوا ایسا بدلہ ہم اور کسی کو نہیں دیتے ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان، جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نمایاں بستیاں بسا دی تھیں اور ان میں سفر کی مسافتیں ایک انداز ے پر رکھ دی تھیں چلو پھرو ان راستوں میں رات دن پورے امن کے ساتھ مگر انھوں نے کہا! اے ہمارے رب! ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا آخر کار ہم نے انھیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انھیں بالکل تتر بتر کر ڈالا یقیناً اس

میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو بڑا صابر اور شا کر ہے ان کے معاملے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انھوں نے اس کی پیروی کی بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھے۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالی نے ایک نافرمان اور ناشکری قوم پر اپنے غضب کی کیفیات کا بیان کیا ہے اگر چہ اگلے ادوار میں ابراہہ نے اس بند کی تعمیر بھی کی لیکن اس علاقے میں موجود قوم سباء جو کئی قبائل پر مشتمل تھی وہ دوبارہ کبھی عروج نہ پا سکی بلکہ تتر بتر ہوکر بکھر گئی اس حوالے سے مورخین لکھتے ہیں اہل سباء کے مختلف قبائل جن میں غسانی بھی تھے وہ اردن اور شام کی جانب چلے گئے قبیلہ اوس اور خزرج نے یثرب میں پناہ لی۔ بنوخزاعہ نے جدہ کے قریب تہامہ کے علاقے میں سکونت اختیار کی، ازد کا قبیلہ عمان میں جا کر آباد ہوا جم، جذام اور کندہ بھی اطراف کے علاقوں میں جا بسے حتیٰ کے قوم سباء کے وجود کو ہی اللہ نے نابود کر دیا اور ان کا ذکر محض افسانہ بن کر رہ گیا۔

مورخین یہ کہتے ہیں، قوم سباء میں کچھ لوگ ایسے بھی جو دین حق کے پیروکار تھے۔

قوم سباء کو اللہ تعالی نے دو بنیادوں پر عروج عطا کیا تھا ایک زراعت اور دوسرا تجارت چنانچہ ان دونوں ہی یعنی زراعت اور تجارت کے لئے اللہ تعالی نے انھیں بہترین جغرافیائی حدود اور زرخیز زمین دی جس سے اس قوم نے بھر پور فائدہ اٹھایا اللہ تعالی نے اس قوم کو ایک ہزار برس تک عروج دیا لہٰذا یہ قوم اپنی تجارت کے سبب مشرق ومغرب کے درمیان تجارت کا واسطہ بنی رہی ایک طرف ان کی بندرگاہوں میں چین سے ریشم، انڈونیشیاء اور مالا بار سے گرم مصالحہ جات، ہندوستان سے کپڑے اسلحہ، جنگی ساز وسامان، مشرقی ایشیاء سے غلام، کئی اقسام کے جانور اور ہاتھی دانت پہنچتے دوسری جانب یہ چیزیں مصر اور شام کی منڈیوں تک بھی یہیں سے سپلائی کی جاتیں تاہم اگلے مرحلے میں یہی سامان تجارت مصر اور شام سے ہوتا

ہوا یونان اور روم پہنچتا۔قوم سباء کے ان علاقوں میں بکثرت لوبان ،عنبر ،مشک ،عود ،مر ،قرفہ اور قصب الذریرہ بھی پیدا ہوتا جنھیں مصر ،شام ، یونان اور روم میں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا لہٰذا اس عظیم الشان تجارت کے دو بڑے بحری اور بری راستے بھی تھے تاہم بحری تجارت کا اجارہ ہزار سال بعد تک بھی انھی سبائیوں کے ہاتھ میں رہا کیونکہ بحر احمر کی موسمی ہواؤں ، زیر آب چٹانوں اور لنگر اندازی کے مقامات کا راز یہی لوگ جانتے تھے دوسری کوئی بھی قوم ان خطرناک بحری راستوں پر سفر کی جراءت نہیں کرسکتی تھی اہل سباء انھی بحری راستوں کے ذریعے اردن اور مصر کی بندرگاہوں تک اپنا مال تجارت بھیجا کرتے بری راستے عدن سے حضر موت سے مارب تک جاتے پھر وہاں سے آگے ایک شاہراہ مکہ ، جدہ ، یثرب ، العلاء ، تبوک اور ایلہ سے گزرتے ہوئے پیٹرا تک پہنچتے جبکہ ایک راستہ مصر کی طرف اور دوسرا راستہ شام کی طرف بھی جاتا چنانچہ اسی بری راستے کی جانب قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا ہے کے یمن سے حدود شام تک سبائیوں کی آبادیاں قائم تھیں جہاں سے دن رات تجارتی قافلے گزرتے ۔

آج بھی اس علاقے میں ان نوآبادیوں کے آثار پائے جاتے ہیں اور ان علاقوں میں سومیری اور حمیری زبان کے کئی کتبات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں ۔

پہلی صدی عیسوی کے لگ بھگ اس تجارت پر زوال آنا شروع ہوگیا مشرق اوسط میں جب یونانیوں اور رومیوں کی طاقت اور سلطنتیں قائم ہوئیں تو شور مچنا شروع ہوا عرب تاجر اپنی اجارہ داری کے باعث مشرق کے اموال تجارت کی من مانی قیمتیں وصول کررہے ہیں اور ضرورت ہے کے ہم خود اس میدان میں آگے بڑھ کر اس تجارت پر قبضہ کرلیں یہی وجہ تھی کے سب سے پہلے مصر کے یونانی الاصل فرمانروا بطلیموس ثانی نے 285۔246 ق م میں اس قدیم نہر کو پھر سے کھولا جو سترہ سو برس قبل فرعون سسوستریس نے دریائے نیل کو بحر احمر سے

ملانے کے لئے کھدوائی تھی اس نہر کے ذریعے سے مصر کا بحری بیڑا پہلی مرتبہ بحر احمر میں داخل ہوا لیکن سبائیوں کے مقابلے میں یہ کوشش زیادہ کارگر ثابت نہ ہوسکی پھر جب مصر پر روم کا قبضہ ہوا تو رومی زیادہ طاقت ور تجارتی بیڑا بحر احمر میں لے آئے اور اس کی پشت پر انھوں نے ایک جنگی بیڑا بھی لا کر کھڑا کیا اس طاقت کا مقابلہ سبائیوں کے بس میں نہ تھا رومیوں نے جگہ جگہ بندرگاہوں پر اپنی تجارتی نو آبادیاں بھی قائم کیں جن میں جہازوں کی ضروریات فراہم کرنے کا انتظام بھی کیا گیا لہٰذا جہاں تک ممکن ہوسکا وہ اپنے فوجی دستے تعینات کرتے چلے گئے حتیٰ کے ایک وقت آیا کے عدن پر رومیوں کا فوجی تسلط قائم ہوگیا اسی سلسلے میں رومی اور حبشی سلطنتوں نے سبائیوں کے مقابلے میں باہم ساز باز کی جس کی وجہ سے اس قوم کی آزادی ختم ہوئی، بحری تجارت ہاتھ سے نکل جانے کے بعد صرف بری تجارت سبائیوں کے ہاتھ میں رہ گئی لیکن کئی وجوہات کی بناء پر بتدریج وہ کمزور ہوتے چلے گئے چنانچہ سب سے پہلے نبطیوں نے پیٹرا سے العلاء تک بالائی حجاز اور اردن کی تمام آبادیوں سے سبائیوں کو نکال باہر کیا پھر ۱۰۶ء میں رومیوں نے نبطی سلطنت کا خاتمہ کیا اور حجاز کی سرحد تک شام اور اردن کے تمام علاقے ان کے مضبوط ہاتھوں میں آگئے اس کے بعد حبش اور روم کی متحدہ کوششیں یہ رہیں کے سبائیوں کی باہمی کشمکش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی تجارت کو بالکل ہی تباہ کر دیا جائے اور ایسا ہی ہوا اور حبشیوں کی بار بار یمن میں دخل اندازی نے بلا آخر پورے یمن کو حبشیوں کے قبضے میں دے دیا اہل سباء کو اللہ تعالی نے بے شمار نعمتوں سے نوازا لیکن ان کے شرک، تکبر اور نافرمانیوں کے سبب ان پر اپنا غیظ وغضب نازل فرمایا اور انھیں رہتی دنیا تک نشان عبرت بنا دیا۔۱۹۵؎

513ء میں یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے نجران کے عیسائیوں پر ظلم وستم کی

ایک نئی تاریخ رقم کی اس کا ذکر قرآن کریم میں 'اصحاب الاخدود' کے نام سے کیا گیا ہے۔

اصحاب الاخدود: People of the Ditch:

قرآن کریم میں اصحاب الاخدود کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ -۱۹۶؎

ترجمہ۔ مارے گئے گڑھے والے (گڑھے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی جبکہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے تھے جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے اور ان اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی اور وجہ سے نہ تھی کے وہ اس خدا پر ایمان لائے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے، جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے، اور وہ خدا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔۱۹۶؎

لغات القرآن میں 'الخذ' کے معنی زمین میں کھودے گئے مستطیل گڑھے کے ہیں جبکہ صاحب محیط نے لکھا ہے کے ذونواس جو بادشاہ یمن تھا اور قوم تبع پر حکمرانی کیا کرتا اس نے اہل نجران (عیسائیوں) کو مجبور کیا کے وہ عیسائیت چھوڑ کر ان کا مذہب اختیار کر لیں لیکن جب اہل نجران نے ذونواس کی بات نہ مانی تو اس ظالم بادشاہ نے ایک گڑھے (خندق) میں آگ بھڑکائی اور اس آگ میں تمام اہل ایمان کو ڈلوا کر جلا دیا۔

صاحب تاج العروس نے لکھا ہے بخت نصر نے خدا پرست یہودیوں کو ایک آگ کے گڑھے میں ڈلوایا تھا جس میں اہل ایمان جل کر مر گئے لیکن قرآن کریم کے سیاق وسباق

سے یہ معلوم ہوتا ہے کے اس سے مراد وہ تمام مخالفین اسلام ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے برسر پیکار تھے اور جنگ کی آگ بھڑکاتے رہتے جن کی تباہی کی خبر قرآن ان آیات میں دے رہا ہے۔ ۱۹۷ے

مفسرین اور مورخین کی رائے میں تھوڑا تضاد بھی پایا جاتا ہے اس حوالے سے متعدد روایات اور واقعات بھی بیان کئے جاتے ہیں جو کے درج ذیل ہیں۔

پہلا واقعہ حضرت صہیب رومیؓ سے مروی ہے، آپ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں! ایک بادشاہ کے پاس ایک ساحر تھا اور بادشاہ یہ چاہتا تھا کے اس ساحر سے اس کا تمام علم سیکھ لیا جائے چنانچہ اس کام کے لئے اس نے ایک لڑکے کا انتخاب کیا جو اس ساحر سے اس کے ساحرانہ علوم سیکھتا تھا لیکن وہ لڑکا ایک راہب (جو غالباً حضرت عیسیٰ کا پیرو کار تھا) اس سے بھی ملتا تھا اور اس راہب کی دین اسلام کی باتوں سے متاثر ہوکر درپردہ مسلمان ہو چکا تھا جب اس بات کی خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے ساحر کو بھی قتل کروادیا اور لڑکے کے قتل کے احکامات بھی جاری کردئے لیکن تمام تر تدابیر کے باوجود بادشاہ کے ہرکارے اس لڑکے کا بال بھی بیکا نہ کرپائے لڑکے نے جب یہ دیکھا تو اس نے بادشاہ سے کہا اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو پھر ایک مجمع عام کو بلواو اور میری جانب جو تیر پھینکو اس تیر کو پھینکنے سے قبل یہ کہو (باسم رب الغلام) یعنی اس لڑکے کے رب کے نام پر اور ایسا ہی کیا گیا اور لڑکے کو قتل کرتے وقت جو تیر اس کی جانب پھینکا گیا اس پر پھینکنے سے قبل باسم رب الغلام کہا گیا لہٰذا تیر کا چلنا تھا کے لڑکا مر گیا یہ دیکھ کر تمام مجمع میں ایک شور بلند ہوا کے ہم اس لڑکے کے خدا پر ایمان لے آئے بادشاہ اور اس کے مصاحب یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے کے جس چیز سے وہ بچنا چاہتے تھے وہی کچھ ہو گیا اور لوگ اس لڑکے کے خدا پر ایمان لے آئے لہٰذا بادشاہ نے ایک حکم شاہی

نافذ کیا جو بھی اس لڑکے کے خدا پر ایمان لائے گا اسے ایک گڑھے جس میں آگ بھڑکائی گئی تھی اس میں ڈال دیا جائے گا۔۱۹۸؎

دوسرا واقعہ حضرت علیؓ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں ایران کے ایک بادشاہ نے شراب پی کر اپنی بہن سے زنا کیا اور ان دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات استوار ہو گئے جب لوگوں میں یہ بات کھلی تو بادشاہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کے خدا نے بہن کے ساتھ نکاح کو حلال کر دیا جب لوگوں نے بادشاہ کی مخالفت کی تو اس نے لوگوں پر مظالم ڈھانا شروع کر دیا اور بلا آخر ایک بڑا گڑھا کھدوایا گیا جس میں آگ بھڑک رہی تھی اس آگ میں اس قانون کے ہر انکاری کو پھینکا جانے لگا۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے اسی وقت سے مجوسیوں میں محرمات سے نکاح کا طریقہ رائج ہو گیا۱۹۹؎ تیسرا واقعہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، اہل بابل نے بنی اسرائیل کو دین موسوی سے پھر جانے پر مجبور کیا لیکن جب بنی اسرائیل نے اہل بابل کی بات نہ مانی تو انھیں آگ سے دہکتے ہوئے گڑھوں میں پھنکا جانے لگا۔۲۰۰؎

چوتھا واقعہ جو سب سے زیادہ مشہور ہے اور اس واقعے کی روایت ابن ہشام،طبری ،ابن خلدون اور صاحب معجم البلدان نے کی ہے، وہ نجران کے عیسائیوں کا ہے یعنی یمن کے بادشاہ ذونواس نے نجران کے عیسائیوں کو مجبور کیا کے وہ ان کا مذہب اختیار کر لیں جس پر نجران کے عیسائیوں نے اس بادشاہ کی بات کو ماننے سے انکار کیا تو اس نے غضب ناک ہو کر ایک بڑا گڑھا جو دہکتی ہوئی آگ سے بھڑک رہا تھا اس میں ان تمام عیسائیوں کو ڈالنا شروع کر دیا جو اس کی بات کا انکار کرتے جبکہ آج برسوں گزر جانے کے بعد بھی نجران میں اصحاب الاخدود کے آثار موجود ہیں چنانچہ حبشی عیسائیوں نے جب نجران پر قبضہ کیا تو انھوں نے یہاں کعبہ کی

شکل کی ایک عمارت بنائی جیسے وہ مکہ کے کعبہ کی جگہ حیثیت دینا چاہتے تھے۔۲۰۱۔

مورخین لکھتے ہیں یمن کے یہودی فرمانروا ذونواس نے نجران کے عیسائیوں پر ظلم و ستم ڈھایا انھیں ان کے مذہب کو نہ تبدیل کرنے کی سزا دیتے ہوئے انھیں آگ سے دھکتے ہوئے گڑھوں میں پھینک دیا اس صورت حال کے پیش نظر حبشہ کی عیسائی سلطنت نے یمن پر حملہ کردیا اور اس طرح حمیری حکومت کا خاتمہ حبشہ کے عیسائیوں کے ہاتھوں ہوگیا اس طرح 525ء میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت کا قیام عمل میں آ گیا اگرچہ یہ ساری کاروائی قسطنطنیہ کی رومی سلطنت اور حبشہ کی حکومت کے باہمی تعاون سے عمل میں آئی کیونکہ حبشیوں کے پاس اس زمانے میں کوئی قابل ذکر بحری بیڑا نہ تھا چنانچہ بحری بیڑا روم نے فراہم کیا اور حبشہ نے اپنی 70,000 افواج کو اسی بحری بیڑے کے ذریعے یمن کے ساحل پر اتارا لہٰذا ابتداء میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کے یہ سب کچھ محض مذہبی جذبات کے تحت نہیں کیا گیا بلکہ اس کے در پردہ معاشی اور سیاسی مقاصد بھی تھے چنانچہ مظلومین کے خون کا انتقام تو ایک بہانہ تھا اصل محرک تو ان علاقوں پر ان کا قبضہ اور غلبہ تھا لہٰذا حبشہ کی عیسائی سلطنت یمن پر انتقاماً حملہ آور ہوئی اور انھوں نے پورا یمن فتح کرلیا۔

رومی سلطنت نے جب مصر و شام پر قبضہ کیا اسی وقت سے ان کی یہ کوشش تھی کے کسی طرح سے مشرقی افریقہ، ہندوستان، انڈونیشیاء اور دیگر اس سے ملحقہ علاقوں پر رومی مقبوضات کے درمیان جس تجارت پر عرب صدیوں سے قابض چلے آرہے تھے اس پر خود قابض ہوجائیں اس کے ساتھ اس کے منافع کے بھی مالک بن جائیں جبکہ عرب تاجروں کا واسطہ درمیان سے از خود ہٹ جائے چنانچہ انھی مقاصد کے حصول کے لئے 24 یا 25 ق م میں قیصر آگسٹس نے ایک بڑی فوج رومی جنرل ایلیس گالوس کی قیادت میں عرب کے مغربی

ساحل پر اتاری تا کہ وہ اس بحری راستے پر قابض ہو جائیں جو جنوبی عرب سے شام کی طرف جاتا ہے لیکن عرب کی پیچیدہ جغرافیائی حالات نے اس مہم کو ناکام کیا لہٰذا اس ناکامی کے بعد رومی اپنا بحری جنگی بیڑا بحر احمر میں لے آئے اور انھوں نے عربوں کی اس تجارت کو ختم کر دیا جو وہ سمندر کے راستے کیا کرتے اب ان کے لئے صرف اور صرف بری راستہ رہ گیا تھا چنانچہ اسی بری راستے پر قابض ہونے کے لئے انھوں نے حبشہ کی عیسائی حکومت سے گٹھ جوڑ کیا اور بحری بیڑے سے ان کی مدد کر کے ان کا قبضہ یمن پر کروایا۔

ابراہہ نامی ایک بااثر شخص حبشہ کی فوج میں موجود تھا جو کہ شاہ حبشہ کی موت کے بعد ان کا نائب یا جانشین مقرر ہوا یونانی مورخین اس کا نام 'ابرامس' اور سریانی مورخین اسے 'ابراھام' کہتے ہیں جبکہ حبشی تلفظ میں اسے 'ابراہہ' کہا گیا ابراہہ نامی یہ شخص رفتہ رفتہ یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا اس شخص کے دو مقاصد تھے۔

۱۔عرب میں عیسائیت کا پرچار۔

۲۔اور اس تجارت پر قابض ہونا جو بلاد مشرق اور رومی مقبوضات کے درمیان عربوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔

ابراہہ نے پہلے مرحلے میں یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک عظیم الشان کلیساء تعمیر کروایا جس کا ذکر عرب مورخین نے بھی کیا پھر اس نے شاہ حبشہ کو ایک خط لکھا کے میں عربوں کا حج اس کلیساء میں موڑے بغیر نہیں رہوں گا چنانچہ وہ اس خطے سے خانہ کعبہ کی مرکزیت کو ختم کرنا چاہتا تھا تاہم اپنے انھی مذموم عزائم کی خاطر وہ دن رات خانہ خدا کی مرکزیت کے خلاف سازشوں میں لگا رہتا اس کے ساتھ ہی اس نے یہ قسم بھی کھائی کے میں جب تک چین سے نہ بیٹھوں گا جب تک میں خانہ کعبہ کو ڈھا نہ دوں۔

چنانچہ قرآن کریم اس حملہ آور گروہ کو 'اصحاب الفیل' کے نام سے بیان کرتا ہے۔

اصحاب الفیل: Ashab e Feel:

'فیل' عربی زبان میں ہاتھی کو کہتے ہیں اسی اعتبار سے ابراہہ کا عظیم الشان لشکر جس میں ہاتھی بھی تھے اور جس کی تعداد 60,000 کے قریب بیان کی جاتی ہے وہ مکہ کی جانب خانہ کعبہ کو ڈھانے کے غرض سے چلا اس لشکر یا فوج کو قرآن کریم میں 'اصحاب الفیل' کے نام سے سورہ الفیل میں بیان کیا جس میں ابراہہ کے مذموم عزائم کو اللہ نے خاک میں ملاتے ہوئے اس کا ذکر کیا۔اس حوالے سے دو روایات بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی روایت محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں ابراہہ کے لوگ اہل قریش کے کچھ جانور لوٹ کر لے آئے جس میں رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے 200 اونٹ بھی تھے۔ ابراہہ نے اپنے ایلچی کے ذریعے اہل مکہ کو یہ پیغام بھیجا کے میں تم لوگوں سے لڑنے نہیں بلکہ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے ارادے سے آیا ہوں اگر تم لوگ مجھ سے نہیں لڑو گے تو میں تم لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کروں گا، ابراہہ کے ایلچی نے یہ پیغام مکہ کے سب سے بڑے سردار عبدالمطلب کو دیا تو انھوں نے جواب دیا ہم ابراہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے یہ اللہ کا گھر ہے وہ چاہے گا تو خود اپنے گھر کی حفاظت فرمائے گا اس پر ایلچی نے کہا آپ میرے ساتھ ابراہہ کے پاس چلیں یہ سن کر حضرت عبدالمطلب ابراہہ سے ملنے کے لئے تیار ہو گئے جب آپ ابراہہ کے پاس پہنچے تو ابراہہ آپ کی شخصیت کے رعب و دبدبے سے بے حد متاثر ہوا اور اس نے آپ کی بڑی پذیرائی کی پھر ابراہہ نے عبدالمطلب سے پوچھا کے آپ کیا چاہتے ہیں؟ جس پر عبدالمطلب نے جواب دیا آپ میرے دوسو اونٹ مجھے واپس لوٹا دیں عبدالمطلب کے منہ سے اونٹ کی بات سن کر ابراہہ حیران رہ گیا س نے کہا آپ کو دیکھ کر میں

بے حد متاثر ہوا تھا لیکن آپ کی بات سن کر آپ کی قدر میری نظر میں کم ہو گئی کیونکہ میں اس گھر کو ڈھانے کے ارادے سے آیا ہوں جو کے آپ کے آباؤ اجداد کا مرجع ہے اس کے بارے میں تو آپ نے کوئی بات ہی نہیں کی ؟ یہ سن کر عبدالمطلب نے کہا میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے میں انھی کی بات کر رہا ہوں اب رہ گیا اس گھر کا معاملہ تو جو اس گھر کا مالک ہے وہ ہی اس کی حفاظت فرمائے گا ابراہہ نے یہ سن کر کہا لیکن وہ مجھ سے اپنے گھر کو کبھی بھی نہ بچا پائے گا، حضرت عبدالمطلب نے کہا آپ جانے اور وہ، یہ کہہ کر حضرت عبدالمطلب، ابراہہ کے پاس سے اٹھ کر واپس آ گئے جبکہ ابراہہ نے ان کے اونٹ بھی انھیں لوٹا دئے۔

دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور وہ اس روایت میں اونٹوں کے مطالبے کا سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کے عبدالمطلب خود ابراہہ کے پاس گئے اور اس سے کہا آپ کو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی ؟ اگر آپ کو کوئی چیز مطلوب تھی تو آپ ہمیں کہلا بھیجتے، ابراہہ نے کہا میں خانہ کعبہ جو کے امن کا گھر ہے میں اس کا امن ختم کرنے اور اسے ڈھانے کے ارادے سے آیا ہوں اور میں اسے منہدم کئے بغیر ہرگز یہاں سے نہ جاؤں گا اس پر عبدالمطلب نے کہا آپ کو جو چیز چاہئے وہ ہم سے لے لیں لیکن اپنے ارادے سے باز رہیں لیکن ابراہہ نے انکار کرتے ہوئے اپنے لشکر کو عبدالمطلب سے آگے بڑھا لیا۔

مورخین بیان کرتے ہیں یہ واقعہ 571ء محرم الحرام کا ہے اس وقت تک رسول اللہ ﷺ پیدا نہیں ہوئے تھے یعنی ابھی آپ ﷺ کی پیدائش میں تقریباً تین ماہ کا عرصہ باقی تھا (رسول اللہ ﷺ کی ولادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی) مفسرین کی اکثریت کی یہ رائے ہے کے اس واقعہ کے 50 دن کے بعد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی جب ہی مورخین

رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کو عام الفیل کہتے ہیں یعنی آپ ﷺ اس سال پیدا ہوئے جس سال ہاتھی والے مکہ پر حملہ آور ہوئے تھے ابراہہ کا60,000 کا عظیم الشان لشکر مکہ سے ایک وادی پہلے وادی محسر میں ٹھہرا ہوا تھا، حضرت عبدالمطلب ابراہہ سے بات کرنے کے بعد خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور انھوں نے خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر یہ دعا مانگی ائے خانہ کعبہ کے رب ! تو اپنے گھر کی حفاظت فرما اور ائے میرے رب میں ابراہہ سے تیرے سوا کسی سے مقابلے کی امید نہیں رکھتا ہوں ائے میرے رب ان سے اپنے حرم کی حفاظت فرما کیونکہ اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے اپنی بستی کو تباہ ہونے سے بچا آپ یہ دعا مانگ کر پہاڑوں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلے گئے اگلے روز ابراہہ نے اپنے سب سے زور آور اور قابل بھروسہ ہاتھی کو چاہا کے وہ مکہ کی جانب پیش قدمی کرے لیکن ہاتھی الٹے قدموں واپس لوٹنے لگا بہت کوششیں کی گئیں لیکن وہ مکہ کی جانب قدم اٹھانے سے گریزاں تھا چنانچہ سب تدابیر جب اکارت ہوگئیں تو اسے مارا پیٹا گیا لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا پھر اچانک آسمان پر چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نمودار ہوئے جن کی چھوٹی سی چونچ میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں اور وہ ان کنکریوں کو اس لشکر پر پھینک رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے سنگریزوں کی بارش شروع ہوگئی اور وہ کنکری جس انسان یا جانور پر پڑتی اس کا جسم گلنا شروع ہوجاتا۔

محمد بن اسحاق اور عکرمہ روایت کرتے ہیں کنکری کے پڑتے ہی وہ شخص یا جانور چیچک کے مرض میں مبتلا ہوجاتا اور اسے اس قدر سخت خارش ہوتی اور کھجاتے کھجاتے اس جسم سے خون اور پیپ جاری ہوتی اور تھوڑی ہی دیر میں جسم سے گوشت اور کھال بہہ کر گرنے لگتی اور ہڈیاں ظاہر ہوجاتیں چنانچہ بلاد عرب میں سب سے پہلے چیچک اسی سال دیکھی گئی۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کنکری کے جسم پر لگتے ہی گوشت، خون اور پیپ جسم سے بہنے لگتے اور تھوڑی ہی دیر میں جسم کے اندر کی ہڈیاں نمودار ہو جاتیں۔

ابراہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا اور اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہہ گیا افراتفری کے اس عالم میں ان لوگوں نے یمن کی جانب بھاگنا شروع کر دیا کچھ لوگ تو اسی وقت ہلاک ہو گئے کچھ راستے میں جبکہ ابراہہ بلادِ ختعم پہنچ کر جہنم واصل ہوا یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محسر کے مقام پر پیش آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کے مزدلفہ پورے کا پورا ٹھہرنے کا مقام ہے لیکن وادی محسر میں نہ ٹھہرا جائے بلکہ اگر وہاں سے گزر ہو تو اپنی رفتار کو تیز تر کرو۔ ۲۰۲؎

اس واقعے کو قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔ ۲۰۳؎

ترجمہ۔ تم نے نہیں دیکھا تمھارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دئے جو ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھوسا۔

بات اہل سباء کے حوالے سے ہو رہی تھی ابراہہ کے اس واقعہ کے بعد 575ء میں یمن پر ایرانیوں کا قبضہ ہو گیا اور پھر 628ء میں ان کی بچی کھچی حکومت کا خاتمہ بھی ہو گیا جب ایرانی گورنر باذان نے اسلام قبول کر لیا اس طرح سے اللہ نے اپنا غضب قوم سباء پر نازل کیا

اور وہ بتدریج صفحہ ہستی سے مٹتے مٹتے قصہ پارینہ بن گئے ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی صورت حال

Situation of Bani Israel after the death of Solomon

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے بیٹے 'رجعام' نے تخت شاہی پر قدم رنجہ فرمایا لیکن ان میں حکمرانی کی اہلیت نہ تھی ان کے دور میں قوم بنی اسرائیل شدید دنیا پرستی اور ہوس زر کا شکار ہوتے ہوئے تفرقہ میں پڑ گئی جس کی وجہ سے ان کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔

پہلی شمالی فلسطین اور شرق اردن کی سلطنت اسرائیل تھی جس کا دارالحکومت 'سامریہ' قرار پایا دوسری سلطنت بیت المقدس، جنوبی فلسطین اور ادوم کے علاقے آل داؤد کے قبضے میں رہے اور یہ سلطنت یہودیہ کے نام سے قائم ہوئی جس کا پایہ تخت 'یروشلم' بنا، ان دونوں ہی سلطنتوں میں رقابت اور شدید کشمکش روز اول سے روز آخر تک قائم رہی یہ دونوں حکومتیں باہم دست وگریبان رہتیں جبکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کے یہودیہ کی ریاست نے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف دمشق کی ارامی سلطنت سے مدد مانگ لی اس پر خدا کے حکم سے 'حنانی نبی' نے یہودیہ کے فرمانروا 'آسا' کو سخت تنبیہ کی مگر 'آسا' نے اس تنبیہ کو قبول کرنے کے بجائے خدا کے پیغمبر کو قید کر دیا۔ ۲۰۴ ۔

میلا (موجودہ لبنان) کے بت پرست بادشاہ کی بیٹی ایزابل سے اسرائیل کے بادشاہ 'اخی اب' کی شادی ہوگئی اور اس کے بعد ملک میں فسق وفجور اور بت پرستی کا دور دورہ ہوگیا کیونکہ قدیم لبنانی قوم 'بعل دیوتا' کی عبادت کیا کرتی اسی مناسبت سے شہزادی ایزابل جو بت پرست تھی نے اسرائیل کے پایہ تخت سامریہ میں بعل دیوتا کا ایک بڑا مندر اور مذبح تعمیر

کروایا بعد میں سامریہ شہر 'بعلبک' کے نام سے مشہور ہوا جس کی وجہ تسمیہ بھی یہی بت تھا، بنی اسرائیل نے جب یہ دیکھا کے ان کے بادشاہ اور ملکہ دونوں ہی بت پرستی کرتے ہیں اور اسرائیل کے تمام ہی بڑے شہروں میں ان بتوں کے منادر اور مذبح پر علی اعلان بعل کے نام پر قربانیاں دی جاتی ہیں تو بنی اسرائیل بھی گمراہی کی جانب متوجہ ہو گئے اگر چہ گمراہی تو پہلے دن سے ہی ان کی گھٹی میں تھی انھیں تو بس کسی مناسب موقع کی تلاش تھی لہٰذا اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کی گمراہ کن نظریات کی اصلاح کے لئے اپنے ایک پیغمبر حضرت الیاس کو قوم بنی اسرائیل کی جانب ہدایت اور رہنمائی کے لئے بھیجا۔

حضرت الیاس علیہ السلام: Prophet Ilyasa:

حضرت الیاس علیہ السلام کا تعلق حضرت ہارون کی نسل سے ہے قرآن کریم میں آپ کا ذکر دو مقامات پر کیا گیا محققین آپ کے دور کے حوالے سے لکھتے ہیں!

آپ کا زمانہ 875 سے لے کر 850 ق م کا ہے۔ آپ شہر 'جلعاد' کے رہنے والے تھے جو موجودہ اردن کے شمالی اضلاع پر مشتمل ایک شہر ہے اور دریاء یرموک کے جنوب میں واقع ہے بائبل میں آپ کا تذکرہ 'ایلیاہ تشبی' کے نام سے کیا گیا۔

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے!

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ ۲۰۵؎

ترجمہ۔ (ہارون کی اولاد سے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس، سب نیکوکاروں میں سے ہیں۔

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ ۲۰۶؎

ترجمہ۔ الیاس یقیناً مرسلین میں سے تھا۔

اللہ تعالی نے آپ کوقوم بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لئے بھیجا آپ نے اپنی قوم کو دین حق کی تعلیم دیتے ہوئے بادشاہ 'اخی اب' کو بھی دین اسلام اور اللہ کی وحدانیت کا درس دیا لیکن ان کی تمام تدابیر اور دین حق کی راہ میں کی گئی ہر مشقت اور جد وجہد کام نہ آسکی اور بادشاہ وملکہ سمیت پوری قوم بنی اسرائیل اپنے گمراہ کن عقائد پر مضبوطی سے ڈٹی رہی آپ نہایت خندہ پیشانی سے دعوت حق کے مشن پر گامزن رہے لیکن آپ کی قوم مسلسل آپ کو جھٹلاتی رہی لہٰذا آپ نے اپنی قوم سے کہا اگر وہ راہ راست پر نہیں آئیں گے تو پوری قوم خشک سالی کا شکار ہوجائے گی۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ۔۲۰۷؎

ترجمہ۔ یاد کرو جب (الیاس) نے اپنی قوم سے کہا کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟ تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو اس اللہ کو جو تمھارے اگلے پچھلوں اور آباؤ اجداد کا رب ہے مگر انھوں نے اسے جھٹلا دیا سو اب وہ یقیناً سزا کے لئے پیش کئے جانے والے ہیں بجز ان بندگان خدا کے جن کو خالص کرلیا گیا۔

اس بددعا کے بعد یہاں تین برس تک بارش نہ ہوئی اور نہ ہی ایک دانہ اناج کا پیدا ہوا اور اتنا شدید قحط پڑا کے بچے بوڑھے جوان دانے دانے کو ترس گئے لہٰذا اس اندوہناک صورت حال کو دیکھتے ہوئے بادشاہ اخی اب یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا اور اس نے اپنے مصاحبوں کے ذریعے آپ کی تلاش شروع کروادی پھر اس نے آپ سے معافی کی درخواست کی اور بارش کے لئے دعا کی استدعا بھی کی، اس پر حضرت الیاس نے کہا میں اپنے خدا کے

آگے قربانی پیش کرتا ہوں اور تم اپنے بعل کے سامنے قربانی پیش کرو جس کی بھی قربانی قبول ہوگی وہ اپنے معبود سے بارش کی دعا کرے گا اس زمانے میں دیوی دیوتا یا معبود کے سامنے جانوروں کی قربانی پیش کی جاتی جبکہ قربانی کی قبولیت کی یہ نشانی تھی کے ایک آگ آسمان سے آ کر اس قربانی کو جلا دیتی چنانچہ حضرت الیاس کی اس تجویز پر عمل کیا گیا اور 'کوہ کرمل' پر بعل دیوتا کے 900 سو سے زائد پجاریوں نے اپنی قربانی بعل دیوتا کے آگے پیش کی دوسری جانب حضرت الیاس نے تنہا اللہ کے حضور اپنی قربانی پیش کی لہٰذا تھوڑی ہی دیر میں آسمان سے ایک آگ آئی اور اس نے حضرت الیاس کی قربانی کو جلا کر راکھ کر دیا اس منظر کو دیکھ کر بادشاہ اخی اب پر لرزہ طاری ہوگیا اور اس نے حضرت الیاس سے معافی طلب کی اور تمام پجاریوں کو قتل کرنے کا حکم صادر کیا حضرت الیاس نے اللہ کے حضور نہایت عاجزی سے بارش کی دعا کی اور اللہ نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے خوب بارش برسائی اور اس طرح سے قحط سالی ختم ہوئی اور لوگوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی، دوسری جانب بادشاہ اخی اب کی ملکہ ایزابل یہ سب دیکھ کر حضرت الیاس کی جان کی دشمن ہوگئی اور اس نے یہ عہد کیا کے وہ اپنے پجاریوں کی جان کا بدلہ حضرت الیاس سے لے کر رہے گی حضرت الیاس کے لئے یہ صورت حال بے حد پریشان کن تھی چنانچہ آپ نے وہاں سے کوہ سینا کی جانب ہجرت کی اور اللہ کے حضور اس طرح سے دعا گو ہوئے اے خداوند بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا، تیرے مذبحوں کو ڈھایا اور تیرے نبیوں کو بھی قتل کیا لیکن اب میں اکیلا ہی بچا ہوں اور وہ میری جان کے درپے ہیں ۔۲۰۸ ۔

ملکہ ایزابل کی بیٹی کی شادی بیت المقدس کی سلطنت یہودیہ کے فرمانروا کے بیٹے یہورام سے ہوگئی جس کی وجہ سے مشرکانہ عقائد ونظریات بیت المقدس بھی پہنچ گئے اور وہاں

موجود قوم بنی اسرائیل نے ان مشرکانہ عقائد کی پیروی شروع کردی۔

حضرت الیاس کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے یہورام کو ایک خط لکھا جس میں اس کو تنبیہ کی کے وہ شرک اور بت پرستی سے باز رہے، آپ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں

(اگر تم شرک اور بت پرستی سے باز نہ آئے تو) خداوند تمھیں اور تمھاری بیویوں اور مال کو بڑی آفتوں میں گھیرے گا اور تم انتڑیوں کے گلا دینے والے شدید مرض میں مبتلا ہو جاؤ گے۔۲۰۹۔

لیکن یہورام نے ان تنبیہات پر قطعاً کان نہ دھرا اور وہ مسلسل نافرمانی اور شرک کرتا رہا بلا آخر حضرت الیاس کا کہا سچ ثابت ہوا، اس کی سلطنت پر بیرونی حملہ آوروں نے شدید حملہ کیا اور اس کی بیویوں کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گئے اور یہورام بذات خود آنتوں کے ایک نا قابل علاج مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

ایزابل کے بیٹے نے بھی اپنے ماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت الیاس سے دشمنی نبھائی آپ نے اسے بھی شرک سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن وہ نا مانا اور بلا آخر اللہ تعالی نے قوم بنی اسرائیل پر اپنا عذاب نازل کیا اور ایزابل کے خاندان کا ایک ایک فرد متعدی امراض میں مبتلا ہو کر جہنم واصل ہوا۔۲۱۰۔

تورات میں یہ لکھا ہے جب حضرت الیاس کی قوم پر عذاب نازل کیا جا رہا تھا تو اسی دوران اللہ تعالی نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا۔

قرآن کریم اس حوالے سے کہتا ہے!

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلَامٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ۔۲۱۱۔

ترجمہ۔ الیاس کا ذکر خیر ہم نے بعد کی نسلوں میں باقی رکھا سلام ہے الیاس پر ہم

نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں واقعی وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۔ ۲۱۲؎

ترجمہ۔ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا ہم تو ان باتوں کا جن کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو انکار کرتے ہیں اور انھوں نے کہا ہم کثرت مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

مفسرین اور مورخین کے مطابق اسرائیلی حکومت اندازاً 220 برسوں تک فلسطین میں حکمرانی کرتی رہی 220 برسوں میں تقریباً 30 بادشاہوں نے عوام پر حکومت کی۔

روایت میں آتا ہے کے حضرت الیاس علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہوئے اور انھیں بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالی نے مقرر فرمایا۔

حضرت الیسع علیہ السلام: Prophet Elisha:

بائبل کی روایت ہے کے حضرت الیاس جب ہجرت کر کے کوہ سینا چلے گئے تو انھیں کچھ امور کی انجام دہی کے لئے بارگاہ الہیٰ سے واپس فلسطین اور شام کی جانب جانے کا حکم ہوا،ان امور میں سے ایک اہم کام حضرت الیسع سے ملاقات اور ان کی جانشینی بھی تھی چنانچہ جب آپ اذن الہی سے واپس ہوئے تو ایک بستی 'ایبل محولہ' کے ایک کھیت میں آپ کی ملاقات حضرت الیسع علیہ السلام سے ہوئی جو بارہ جوڑی بیلوں سے کھیت جوت رہے تھے آپ نے ان سے ملاقات کی اور اپنی چادر ان کے کندھوں پر ڈالی اور انھیں اپنے ساتھ لے گئے جہاں حضرت الیسع دس برسوں تک حضرت الیاس کے زیر تربیت رہے پھر دس برسوں

کے بعد آپ حکم الہٰی سے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کاموں میں لگ گئے ۔ ۲۱۳ ۔

قران کی آیات میں حضرت الیسع کا ذکر اللہ تعالی اس طرح سے کرتے ہیں !

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔ ۲۱۴ ۔

ترجمہ۔ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی (وہی راہ راست) جو اس سے پہلے نوح کو دکھائی تھی اور اسی کی نسل سے ہم نے داؤد، سلیمان ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت بخشی) اس طرح سے ہم نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں (پھر اسی کی اولاد سے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو (سیدھی راہ دکھائی) ہر ایک ان میں سے صالح تھا (پھر اسی کے خاندان سے) اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط کو (راستہ دکھایا) ان میں سے ہر ایک کو ہم نے تمام دنیا والوں پر فضیلت عطا کی ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بہتوں کو ہم نے نوازا اور انھیں ہم نے اپنی خدمت کے لئے چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے ۔

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ۔ ۲۱۵ ۔

ترجمہ۔ اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کا ذکر کرو۔

مندرجہ بالا آیات کے مطالعے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کے یہ تمام پیغمبر آپس میں رشتے دار اور ایک ہی نسل سے متعلق تھے تاہم ان آیات میں تفکر سے یہ بھی معلوم ہوا کے حضرت الیسع علیہ السلام کا تعلق بھی حضرت الیاس، عیسیٰ، یحییٰ، زکریا سے ہوتا ہوا ہارون، موسیٰ، یوسف، ایوب، سلیمان اور داؤد سے ہوتا ہوا یعقوب، اسحاق اور حضرت ابراہیم سے جاملتا ہے، پچھلی سطور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شجرہ نسب بھی بیان کیا گیا تھا جو حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے۔

حضرت الیاس کے زیر تربیت حضرت الیسع نے تمام علوم وفنون حاصل کئے اور جب حضرت الیاس کی وصال ہوا تو آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

دوسری جانب قوم بنی اسرائیل شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی، حضرت الیسع نے اپنے دور کے مشرک بادشاہ 'یاہو بن یہوسفط بن نسی' کی ہر ممکن اصلاح کی کوششیں کیں لیکن وہ نامانا جبکہ آپ اپنی قوم بنی اسرائیل کی بھی ہدایت کرتے رہے لیکن یہ قوم بھی اپنی روش سے باز نہ آئی آپ کی قوم آپ سے معجزات طلب کرتی مثلاً ایک بے اولاد خاتون کو جب آپ نے اولاد کی دعا دی تو اللہ کے فضل سے وہ صاحب اولاد ہوئی، اسی طرح سے ایک عورت کا جوان بیٹا مر گیا اور وہ روتی پیٹتی آپ کے پاس حاضر ہوئی آپ نے اپنے عصا کو اس کے جسم پر پھیرا تو وہ زندہ ہوگیا، قحط میں جب آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو قحط اور خشک سالی کا خاتمہ ہوا، کم کھانے میں اتنی برکت ہوگئی کے ہزاروں افراد نے اللہ کے فضل سے وہ کھانا تناول کیا اور پھر بھی وہ کم نہ ہوا، اسی طرح سے کھارے پانی کا چشمہ آپ کے حکم سے شیریں پانی میں بدل گیا، ایک عورت قرض میں جکڑی ہوئی تھی لیکن آن واحد میں اس کو

اتنی آمدنی ہوئی کے اس کا سارا قرض چکتا ہوا اور جب دشمن آپ سے برسرِ پیکار ہوئے تو آسمان سے فرشتوں کی فوج نے آپ کی اللہ کے حکم سے مدد کی الغرض آپ اپنی قوم کے اسرار پر معجزات پیش کرتے رہے لیکن قوم تمام معجزات کے مشاہدے کے باوجود بھی راہ راست پر نہ آئی اپنی قوم سے بددل ہو کر آپ نے اللہ تعالی کے حضور یہ دعا کی اے اللہ مجھے آپ اپنی دائمی حضوری میں لے لیجئے آپ کی دعا مقبول ہوئی اور آپ عالم بقا کی جانب تشریف لے گئے آپ کی تدفین آپ کے آبائی گاؤں 'ایبل محولہ' میں ہوئی، آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت ذوالکفل نے نبوت کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور قوم بنی اسرائیل کی ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔

انبیاء کرام کی تکذیب اور انھیں جھٹلانے کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَإِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔۲۱۶؎

ترجمہ۔ اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے بہت سی جماعتیں جھٹلا چکی ہیں، اور رسول کے ذمہ تو بس کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔

حضرت ذوالکفل علیہ اسلام: Prophet Dul-Kifl:

ذوالکفل کے لفظی معنی 'صاحب نصیب' کے ہیں لیکن آپ کا اصل نام 'بشیر' تھا۔

قرآن کریم میں دو مقامات پر اللہ تعالی نے آپ کا ذکر فرمایا ہے۔

کچھ مفسرین کی یہ رائے ہے آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے جو ان کے بعد منصب رسالت پر فائز ہوئے۔

وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِيْنَ وَاَدْخَلْنَاهُمْ

فِيْ رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُمْ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ ۔۲۱۷؎

ترجمہ۔اسماعیل ادریس اور ذوالکفل یہ سب صبر کرنے والے تھے اور ہم نے انھیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا یقیناً وہ نیک بندوں میں سے تھے۔

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ۔۲۱۸؎

ترجمہ۔یاد کرو اسماعیل ،الیسع اور ذوالکفل کے واقعات کو یہ سب نیک بندے تھے

جب حضرت الیسع علیہ السلام ضعیف ہو گئے تو انھوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا میں تم سے اپنا ایک جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ ایسا شخص ہو جو دن بھر روزہ رکھے ، رات بھر شب بیداری کرے اور کبھی غصہ نہ کرے یہ سن کر مجمع سے حضرت ذوالکفل نکل کر سامنے آئے اور حضرت الیسع کے زیر تربیت علوم کے مختلف مدارج طے کرنے لگے آپ نہایت عبادت گزار اور نرم طبیعت کے مالک تھے دو پہر میں بہت کم وقت کے لئے آپ استراحت فرماتے جبکہ آپ اپنی قوم پر نہایت شفقت فرماتے اور ان کی بیشتر کمزوریوں سے صرف نظر کرتے آپ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کی ہدایت اور رہنمائی فرمائی اور نہایت صبر وسکون سے ان کے مظالم بھی سہے۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَأُوْذُوْا حَتّٰى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَإِ الْمُرْسَلِيْنَ ۔۲۱۹؎

ترجمہ۔اے نبی بے شک تم سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے جھٹلائے جانے اور ستائے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی ،اور اللہ کے فیصلے کوئی بدل نہیں سکتا، اور تمہیں پیغمبروں کے حالات کچھ پہنچ چکے ہیں۔

قوم بنی اسرائیل کی دو مرتبہ تباہی

Tow time downfall of Bani Israel

قوم بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انھیں یہ وعید سنائی کے انھیں دو مرتبہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سخت ہزیمت اٹھانا پڑے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے قوم بنی اسرائیل کی ان نافرمانیوں کے حوالے سے ارشادات خداوندی

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۱-۲۲۰ ؎

ترجمہ۔ ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر متنبہ کر دیا تھا کے تم دو مرتبہ زمین میں فساد عظیم بپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے آخر کار جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا، تو اے بنی اسرائیل ہم نے تمھارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمھارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا اس کے بعد ہم نے تمھیں ان پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمھیں مال و اولاد سے مدد بھی دی اور تمھاری تعداد پہلے سے زیادہ بڑھا دی دیکھو تم نے بھلائی کی تو وہ

تمھارے اپنے ہی لئے بھلائی تھی اور برائی کی تو وہ تمھاری اپنی ذات کے لئے برائی ثابت ہوئی پھر جب دوسرے وعدے کا وقت قریب آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا تا کہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے وہ اسے تباہ کر دیں ہوسکتا ہے اب تمھارا رب تم پر رحم کرے لیکن اگر تم نے اپنی سابقہ روش نہ بدلی تو ہم پھر اپنی سزا کا عادہ کریں گے۔

بنی اسرائیل کی پہلی تباہی

First downfall of Bani Israel

بائبل کے مجموعہ کتب مقدسہ میں بنی اسرائیل کو دی گئی تنبیہات مختلف مقامات پر درج ہیں بنی اسرائیل کی پہلی تباہی کی تنبیہات کا صراحت سے ذکر زبور، یسیعاہ، یرمیاہ اور حزقی ایل میں موجود ہے بنی اسرائیل کی دوسری تباہی کا ذکر حضرت عیسیٰ نے کیا جس کی تفصیل متی اور لوقا کی اناجیل میں موجود ہے۔

ذیل میں ان دونوں ہی کتب سے اقتباسات پیش کئے جارہے ہیں تا کہ قرآن کریم کے اس بیان کی مکمل تصدیق ہوسکےقوم بنی اسرائیل نے زمین پر فساد کیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انھیں تباہی سے ہمکنار کیا اور ان پر ظالم وجابر اقوام کو مسلط کر دیا لہٰذا اس سلسلے کی پہلی پیشن گوئی حضرت داؤد علیہ السلام نے ان الفاظ میں کی (بنی اسرائیل) نے ان قوموں کو ہلاک نہ کیا جیسا کے خداوند نے انھیں حکم دیا تھا بلکہ (بنی اسرائیل) بھی ان قوموں کے ساتھ مل گئے اور ان کے بتوں کی پرستش شروع کر دی جو ان کے لئے پھندا بن گئے یہی نہیں بلکہ انھوں نے اپنی بیٹیوں کو بھی شیاطین کے نام پر قربان کیا اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا

ناحق خون بہایا اس لئے خداوند کا قہران پر نازل ہوا چنانچہ (بنی اسرائیل) کو ایسی قوموں کے قبضے میں کر دیا گیا جو ان سے عداوت رکھتے تھے اور وہ ان پر حکمران بن گئے ۔۲۲۱۔

خداوند یوں فرماتا ہے دیکھو شمالی ملک سے ایک بڑی قوم برانگیخت کی جائے گی وہ بڑے سنگدل اور بے رحم ہوں گے جو تیر اندازی اور نیزہ بازی کریں گے اور ان کے نعروں کی صدا سمندروں جیسی ہوگی وہ گھوڑوں پر سوار ہوں گے پھر وہ جنگی مردوں کی مانند صف آرا ہوں گے اس وقت ہمارے ہاتھ ڈھیلے ہوں گے اور ہم زچہ کی مانند مصیبت اور درد میں گرفتار ہوں گے۔ ۲۲۲۔

جس طرح آگ بھوسے کو کھاتی ہے اور وہ جل کر پھونس اور اس کی جڑ بوسیدہ ہو جاتی ہے بنی اسرائیل نے رب کی شریعت کو ترک کیا اور خداوند قدوس کے کلام کو حقیر جانا اس لئے خدا کا قہران پر بھڑکا اور پہاڑ کانپ گئے اور ان کی لاشیں بازاروں میں غلاظت کی مانند پڑی ہیں۔ ۲۲۳۔

خداوند یوں فرماتا ہے یروشلم یہی ہے میں نے اسے قوموں اور مملکتوں کے درمیان رکھا لیکن اس نے میرے احکام کی خلاف ورزی کی میرے آئین کو توڑا اور دیگر قوم کے مقابلے میں زیادہ شرارت کی چونکہ تم آس پاس کی اقوام سے زیادہ فتنہ انگیز ہو اس لئے میں تمھارا مخالف ہوں اور تمھیں سب قوموں کی آنکھوں کے سامنے سزا دوں گا۔ ۲۲۴۔

اس قوم کی لاشیں ہوائی پرندوں اور زمینی درندوں کی خوراک ہوگی اور یہ ملک ویران ہو جائے گا۔ ۲۲۵۔

شرارت آگ کی طرح جلا دیتی ہے اور جنگل کی گنجان جھاڑیوں کو خس و خاک کی مانند شعلہ زن کر دیتی ہے۔ اور رب الافواج کے قہر سے یہ ملک جلا دیا گیا اور اس کے لوگ

ایندھن کی مانند جلا دئے گئے ۲۲۶۔

ان پر افسوس جو بے انصافی سے فیصلے کرتے ہیں مسکینوں اور محتاجوں کو عدالت سے محروم رکھتے ہیں محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں کا حق چھینتے ہیں تو اگر ایسے لوگ قیدیوں اور مقتولوں کے نیچے بھی چھپ جائیں گے تو بھی خداوند کے قہر سے ہرگز نہ بچ پائیں گے ۔۲۲۷۔

مندرجہ بالا تنبیہات جو کتاب مقدس سے اقتباس کی گئی اس میں بڑی وضاحت سے بنی اسرائیل کے پیغمبر اپنی قوم کو ان کی سرکشی کے نتیجے میں اللہ کے غضب کی وعید سنا رہے ہیں تاریخ اس بات کی گواہ ہے کے جب بھی اللہ کی زمین پر ظالم کا ظلم بڑھا تو اللہ تعالی نے اسے مٹا کر مقام عبرت بنا دیا۔

حضرت الیاس، حضرت الیسع اور حضرت ذوالکفل متواتر اپنی قوم بنی اسرائیل کی اصلاح کرتے رہے لیکن قوم نے شرک اور سرکشی کی روش ہرگز ترک نہ کیا لہٰذا اللہ کا غضب قوم بنی اسرائیل پر اشوریوں کی شکل میں ٹوٹا اور نویں صدی ق م سے فلسطین پر اشوریوں کے مسلسل حملے شروع ہو گئے۔

اس دور میں بھی قوم بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیئے عاموس نبی اور ہوسیع نبی نے 747 سے 735 ق م تک متواتر اپنی کوششوں کو جاری رکھا اور بنی اسرائیل پہ مستقل تنبیہات کا سلسلہ جاری رکھا لیکن اس کے نتیجے میں شاہ اسرائیل نے عاموس نبی پہ نا صرف مظالم ڈھائے بلکہ انھیں ملک بدر بھی کر دیا اس واقعہ کے بعد سلطنت اسرائیل پر قوم اشور کالی آندھی کی مانند چھا گئے 721 ق م میں اشور کے سخت گیر اور ظالم بادشاہ سارغون نے سامریہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور بنی اسرائیل کو سخت ہزیمت اور شکست سے دوچار کیا اشوری ایک ظالم، جابر،

سخت گیراور طاقتور قوم تھی وہ اپنے دشمنوں کے لئے کسی قہر سے کم نہ تھے ان کے یہاں سزائیں بھی نہایت اذیت ناک تھیں وہ اپنے دشمنوں کی کھال کھنچواتے ، ان کی زبانیں تالو سے کاٹ کر الگ کر دیتے ، زندہ جلانا ،سولی پر لٹکانا ، ہاتھ پیرون کومخالف سمت میں کاٹ دینا ،گردن اڑانا وغیرہ ان کا معمول تھا۔ تاہم قوم بنی اسرائیل کے ساتھ بھی یہی ہوا اشوریوں نے ہزاروں بنی اسرائیلیوں کوتہہ تیغ کیا۔

27000افراد کو قیدی بنا کر انھیں اپنے ملک کے دیگر حصوں میں تتر بتر کر دیا اورانھیں غیر اسرائیلیوں کے ساتھ بسایا تا کہ یہ کہیں بھی جمع ہوکر طاقت حاصل نہ کر سکیں اشوریوں کے ان اقدامات کے نتیجے میں قوم بنی اسرائیل کی رہی سہی تہذیب وتمدن کا بھی جنازہ نکل گیا اور وہ بالکل ہی مفلوک الحال اور قابل رحم ہو گئے اللہ تعالی نے انھیں یہ سزا زمین پر ان کی مسلسل سرکشی ،شرک اور پیغمبروں کی نافرمانی کے باعث دی قوم بنی اسرائیل کی دوسری ریاست جو کے ’یہودیہ‘ کے نام سے مشہور تھی اور جیسے آل داؤد بھی کہا جاتا اس کا پایہ تخت یروشلم تھا یہ بیت المقدس ، جنوبی فلسطین اور ادوم کے علاقے میں قائم تھی یہ سلطنت اسرائیل کے مقابلے میں نسبتاً کم سرکش تھی اور اس کا اخلاقی زوال بھی سست تھا اس لئے انھیں مزید مہلت مل گئی سلطنت اسرائیل کی طرح اشوریوں نے سلطنت یہودیہ پر بھی پے در پے حملے کئے ، ان کے شہروں کو تباہ و برباد کیا یہاں تک کے ان کے پایہ تخت کا محاصرہ بھی کیا لیکن اس کے باوجود ریاست یہودیہ اشوریوں کے ہاتھوں مکمل تباہی یا ختم ہونے سے بچی رہی بلکہ یہ ریاست اشوریوں کی باج گزار ہوگئی ایسے میں حضرت یسیعاہ اور یرمیاہ نبی نے اپنی قوم بنی اسرائیل کی ہدایت اور رہنمائی کا بیڑا اٹھایا اور انھیں شرک اور بت پرستی سے روکا لیکن کچھ لوگوں کے سوا تمام لوگ ان نبیوں کی نافرمانی کرتے رہے یرمیاہ نبی نے بنی اسرائیل کی غلامی

کی پیشن گوئی کی تاہم نبیوں کی مسلسل نافرمانی کی سزا میں اللہ تعالی نے بابل کے سخت گیر اور ظالم وجابر بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کو تاراج کردیا بخت نصر قوم بنی اسرائیل پر کسی آفت ناگہانی کی مانند ٹوٹا اور دیکھتے ہی دیکھتے ارض مقدس، ہیکل سلیمانی اور بنی اسرائیلیوں کے کئی مقدس مقامات کو تہہ خاک کرتا چلا گیا۔

بخت نصر کے باپ نے جدید بابلی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی وہ 625ء ق م سے اشوریوں کی طرف سے بابل کا گورنر تھا اسی سال اس نے اشوریوں کی کے خلاف حکمت عملی کو طے کرنا شروع کیا 606 ق م میں جب نبو پلاسر کی وفات ہوئی تو اس کے بعد وہ بابل کا بلا شرکت غیرے حکمران مقرر ہوا بخت نصر کلدانی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

مورخین اس کے بارے میں یہاں تک کہتے ہیں کے وہ حضرت سلیمان اور ملکہ سبا کی نسل سے تھا اس کی شادی ماد کی ایک شہزادی 'اموہیا' سے ہوئی بخت نصر نے اپنی تخت نشینی کے بعد سے ہی بابل کے استحکام کے لئے متعدد اقدامات شروع کئے وہ بہت جلد اردگرد کی کئی سلطنتوں کو تاخت وتاراج کرنے میں بھی کامیاب ہوگیا اس نے اسرائیل اور یہودہ کی سلطنتوں پر بھی کئی کامیاب حملے کئے 598 ق م میں اس نے یروشلم سمیت پوری سلطنت یہودہ پر قبضہ کرلیا یہودہ کا بادشاہ صدقیاہ اس کا قیدی بنا 587 ق م میں بخت نصر نے ایک اور حملہ کیا اور یہودہ کے تمام شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی نا صرف یہ بلکہ یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو بھی اس طرح سے پیوند خاک کیا جیسے کے وہ وہاں کبھی تھے ہی نہیں مورخین بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم اور فلسطین کی تباہی کے حوالے سے یہ لکھتے ہیں کے بابلی افواج نے شہر میں وہ درندگی اور تباہی پھیلائی کے کوئی دیوار اپنی جگہ پر کھڑی نہ رہ سکی اور سارا شہر ہی پیوند خاک ہوگیا یہی نہیں بلکہ تورات کے تمام نسخے جلا دئے گئے اور چن چن کر ایسے تمام لوگوں کو بھی قتل

کردیا گیا جن کے سینوں میں تورات کا کچھ حصہ محفوظ تھا بابلی، یہودیوں کی ایک بڑی تعداد کو قیدی بنا کر بھی اپنے ساتھ لے گئے (انھی قیدیوں میں حضرت عزیر علیہ السلام بھی تھے جن کے بارے میں اگلی سطور میں بیان کیا جائے گا)۔

قرآن کریم میں یہودیوں کی سرکشی کے نتیجے میں ان کے اوپر ایسے ظالم حکمرانوں کے حوالے سے یہ ارشاد ہوا ہے!

وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى ٱلْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُو۟لِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا۟ خِلَٰلَ ٱلدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا -۲۲۸

ترجمہ۔ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتلا دی تھی کہ تم ضرور ملک میں دو مرتبہ خرابی کرو گے اور بڑی سرکشی کرو گے، پھر جب پہلا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے بندے سخت لڑائی والے بھیجے پھر وہ تمہارے گھروں میں گھس گئے، اور اللہ کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔

بخت نصر نے 561 ق م میں وفات پائی، بائبل میں بخت نصر کا ذکر تقریباً 100 مرتبہ آیا ہے۔ کتب تاریخ میں یہ لکھا ہے کے اس نے ایک تقویم (کلینڈر) کا بھی آغاز کیا تھا بعد کے ادوار میں البیرونی اور مسعودی نے اس تقویم کی مدد سے کئی زمانی مشکلات کو سلجھانے کی کوششیں بھی کیں، مسعودی نے اس تقویم کے ذریعے دیگر تقویموں کی کی تطبیق بھی کی۔

مورخین کی یہ رائے ہے کے حضرت آدم سے لے کر بخت نصر کی سلطنت تک کا درمیانی عرصہ تقریباً 4800 سال کا ہے، رسول اللہ ﷺ کی ولادت بخت نصر کے آغاز حکومت سے 317 سال بعد ہوئی جبکہ آپ ﷺ کی بعثت بخت نصر کے آغاز حکومت کے 1357 سال بعد ہوئی۔

Prophet Ezra: حضرت عزیر علیہ السلام:

بابلی بادشاہ بخت نصر نے بنی اسرائیل کے بے شمار لوگوں کو قیدی بنایا انھی بے شمار قیدیوں میں کم سن حضرت عزیر علیہ السلام بھی شامل تھے جو حالت اسیری میں حضرت دانیال علیہ السلام کے زیر تربیت رہے اہل یہود آپ کو عزرا یعنی اپنے دین کا مجدد بھی مانتے ہیں آپ کے دور کے حوالے سے یہ اتفاق ہے کے وہ 450 ق م کا تھا آپ ایک عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں اٹھاتے رہے پھر بخت نصر نے بنی اسرائیل کے قیدیوں میں سے چند اہل علم و دانش حضرات کو دربار شاہی میں طلب کیا لہٰذا اس کی نظر انتخاب چار افراد پر پڑی جن میں حضرت دانیال، خنیاہ، میسا ایل اور حضرت عزیر شامل تھے، وہ ان حضرات کی شخصیت اور عالمانہ گفتگو سے بے حد متاثر ہوا چنانچہ اس نے انھیں دربار سے منسلک کر کے ان کے بیش بہا علم سے فائدہ اٹھانا چاہا اور ان کی بے حد عزت و تکریم بھی کی۔ بخت نصر، حضرت عزیر کی قابلیت سے کافی مرعوب ہوا اور انھیں بابل کا گورنر بنادیا لیکن بابل میں ہر جانب شرک اور بت پرستی کا بول بالا تھا اور جگہ جگہ منادر اور اصنام پرستی کی جاتی تھی آپ نے گورنر بنتے ہیں باطل رسم ورواج اور اصنام پرستی کے خلاف ایک مہم کا آغاز کیا۔ ابتدائی مرحلے میں آپ نے تمام لوگوں کو دین حق کی تعلیم دی اور انھیں بتایا کے ان جھوٹے خداؤں کی عبادت سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا ہم دین و دنیا دونوں ہی جگہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائیں گے لیکن حسب سابق بابلی قوم نے بھی آپ کی شدت سے نافرمانی کی اور ان سب نے آپ کے خلاف ایک محاذ بنالیا جب یہ خبر بخت نصر تک پہنچی تو وہ یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہوگیا اور اس نے حضرت عزیر علیہ السلام کو آگ میں ڈلوانے کا ارادہ کیا اس مقصد کے لئے ایک بڑی آگ روشن کی گئی جس میں آپ کو ڈلوادیا گیا لیکن اللہ کی قدرت یہ ہوئی کے آپ آگ میں سے صحیح سلامت نکل

آئے یہ دیکھ کر بخت نصر چلا اٹھا عزیر کا خدا مبارک ہو جس نے اپنا فرشتہ بھیج کر عزیر کو رہائی دلوائی اور واقعی عزیر کے خدا کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں لہٰذا اس معجزہ کے بعد حضرت عزیر کو دوبارہ بابل کا گورنر بنادیا گیا اور آپ دین اسلام کی دعوت وتبلیغ میں منہمک ہو گئے ،ایک روایت یہ بھی ہے کے اللہ تعالی نے آپ کو حکم دیا کے تم یروشلم کو دوبارہ جا کر آباد کرو تو آپ کے دل میں یہ خیال آیا کے ایک ویران اور غیر آباد بستی بھلا کیسے آباد ہو سکتی ہے؟ آپ اسی خیال میں محو تھے آپ کے کھانے پینے کا سامان اور آپ کا گدھا بھی آپ کے ساتھ تھا چنانچہ چلتے چلتے راستے میں ایک مقام پر آپ ستانے کے لئے لیٹ گئے اور گہری نیند سو گئے یہاں تک کے آپ سو برس تک سوتے رہے ۔

اس واقعہ کو قرآن کریم اس طرح سے بیان کر رہا ہے !

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔۲۲۹؎

ترجمہ۔اس شخص کو دیکھو جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھیں اس نے کہا یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی بھلا اسے اللہ تعالی کس طرح سے دوبارہ زندگی بخشے گا ؟ اس پر اللہ نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ سو برس تک مردہ پڑا رہا پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا کے بتاؤ کتنی مدت پڑے رہے؟ اس نے کہا ایک دن یا چند گھنٹے ،فرمایا تم سو برس اسی حالت

میں رہے،اب ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھواس میں ذرا تغیر نہیں آیا دوسری طرف ذرا اپنے گدھے کو بھی دیکھو(اس کا پنجر تک بوسیدہ ہوگیا ہے)اور یہ ہم نے اس لئے کیا ہے تاکہ ہم تمھیں لوگوں کے لئے نشانی بنادیں پھراس ہڈی کے پنجر کو دیکھو ہم کیسے اٹھا کر گوشت پوست چڑھاتے ہیں اس طرح سے جب حقیقت اس کے سامنے بالکل نمایاں ہوگئی تو اس نے کہا میں جانتا ہوں اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

علماء باطن اس آیت کی تفسیر میں کئی پوشیدہ حقائق کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں وقت کا تعلق چونکہ حرکت سے ہے لہٰذا وقت کی حرکت کو اگر کئی سو گنا کم کر دیا جائے مثلاً ایک شخص اگر ایک منٹ میں اٹھارہ مرتبہ سانس لیتا ہے جو کہ یقیناً نارمل ہے لیکن اگر وہ شخص ایک منٹ میں اٹھارہ کے بجائے صرف ایک سانس لے تو پھر یقیناً وقت اٹھارہ گنا کم ہوجائے گا حضرت عزیر علیہ السلام کے اس واقعے میں یہی ہوا یعنی انھوں نے ایک سو سالوں میں صرف اتنی سانس لی جتنی سانس ایک انسان ایک پورے دن میں لیتا ہے ایک نارمل انسان ایک دن میں چوبیس ہزار نو سو بیس مرتبہ سانس لیتا ہے اس اعتبار سے وہ ایک سو سال تک اندازاً نو ارب مرتبہ سانس لے گا دوسری جانب ان کا کھانا اور پانی تو ان اشیاء پر وقت سست رفتاری سے گزرا لیکن ان کا گدھا ان سو سالوں میں ہڈی کا ڈھانچہ بن گیا جس پر وقت اپنی نارمل رفتار سے گزرا یعنی ایک ہی جگہ پر وقت کی رفتار الگ الگ ہونے کی وجہ سے یہ حیرت پیدا ہوئی لیکن اللہ تعالی کی ذات چونکہ قادر مطلق ہے لہٰذا اس کے لئے سب کچھ ممکن ہے ۔۲۳۰

مورخین لکھتے ہیں فارس کے شہنشاہ اردشیر کے دور میں جب دوبارہ ازسرنو بیت المقدس کی تعمیر ہونے لگی تو حضرت عزیر علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر میں خود بھی حصہ

لیا تاہم اس تعمیر پر ہونے والے اخراجات شاہ فارس نے ادا کئے چنانچہ بیت المقدس کی تعمیر میں حضرت عزیر نے اپنا شاہی اثر ورسوخ کو بھی استعمال کیا اور اس سلسلے میں بنی اسرائیل کی مدد بھی کی، کہا جاتا ہے کے بنی اسرائیل بابل میں اپنی 70 سالہ طویل اسیری کے دوران اپنی اصل زبان عبرانی تک بھول گئے جبکہ تہذیب وتمدن اور شریعت وروایات تو اس کے سوا ہیں لیکن حضرت عزیر علیہ السلام نے واپس یروشلم آنے کے بعد ناصرف مقدس ہیکل کی تعمیر میں معاونت کی بلکہ تلف شدہ تورات کو بھی ازسرنو لکھوایا۔ اس حوالے سے بائبل کی روایت ہے!

آسمان سے دوشہاب اترے اور حضرت عزیر کے سینے میں جا کر سما گئے۔ اس کے بعد آپ نے تورات لکھوانی شروع کیبنی اسرائیل کی نظر میں حضرت عزیر علیہ السلام کی قدرو منزلت میں بے حد اضافہ ہوا کیونکہ عزیر یا عزرا نے عہد نامہ کو دوبارہ مدون کیا اور شریعت موسوی کی تجدید بھی کی اس کے ساتھ ہی حضرت عزیر نے بنی اسرائیل کے تمام اہل خیر کو جمع کر کے ایک مضبوط نظام کی بنیاد ڈالی، قوانین شریعت کو نافذ کر کے ان کے اعتقادی اور اخلاقی برائیوں کو بھی دور کیا بنی اسرائیل کے نکاح میں جتنی مشرک عورتوں تھیں ان سب کو طلاق دلوائی جبکہ قوم بنی اسرائیل سے ازسرنو آئین کی پیروی اور میثاق کی پیروی کا عہد بھی لیا لیکن شمالی فلسطین اور سامریہ کے بنی اسرائیلیوں نے حضرت عزیر کی تعلیمات سے استفادہ نہ کیا بلکہ انھوں نے بیت المقدس کے مقابلے میں اپنا ایک الگ مذہبی گروہ اور مرکز 'کوہ جرزیم' میں قائم کیا جس کو انھوں نے قبلہ اہل کتاب بنانے کا بھی ارادہ کیا جس کے نتیجے میں یہودیوں اور سامریوں میں دوریاں مزید بڑھ گئیں دوسری جانب بنی اسرائیل کی حضرت عزیر سے تعظیم اس قدر بڑھی کے انھوں نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کردیا۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۔۲۳۱؎

ترجمہ۔ یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کی منہ کی باتیں ہیں، وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔

بنی اسرائیل کی پرانی روش اور ان کا مزاج جو شرک، توہم پرستی اور بت پرستی سے عبارت ہے اس مقام پر بھی وہ باز نہ آئے، حضرت عزیر نے نا صرف شریعت موسوی کی تجدید کی بلکہ آئین وقوانین اور بنی اسرائیل کے اعمال واقوال کی بھی اصلاح فرمائی لیکن اتنی جدو جہد کے بعد بھی نتیجہ صفر۔

ایک روایت کے مطابق 445 ق م میں نحمیاہ بن حکلیاہ نبی نے اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کی سلطنت یہودیہ کے منتشر اور جلا وطن افراد کو باہم متحد کیا اور انھیں واپس یروشلم لائے، شاہ ایران نے نحمیاہ نبی کو یروشلم کا حاکم مقرر کیا تو آپ نے اپنی بکھری ہوئی قوم بنی اسرائیل کو یکجا کیا اور پھر یروشلم میں ایک شہر پناہ تعمیر کی اس طرح تقریباً ڈیڑھ سو سالوں کے بعد بیت المقدس ایک بار پھر آباد ہو گیا جو یہودی مذہب اور تہذیب کا مرکز بنا لیکن سکندر اعظم کے ہاتھوں ایرانیوں کے زوال اور یونانیوں کے عروج سے بنی اسرائیل کو دھچکا پہنچا اور سکندر اعظم کی وفات کے بعد جب سلطنت تین حصوں میں منقسم ہوئی تو شام کا علاقہ جس کا پایہ تخت انطاکیہ تھا اس کے فرمانروا انٹیوکس ثالث نے 198 ق م میں فلسطین پر قبضہ کر لیا یہ لوگ سخت

ظالم، جابر، مشرک اور یہودیوں سے شدید نفرت کرتے انھوں نے ان کے رسم وراج، تہذیب وتمدن، مذہب، رہن سہن اور لباس ومعاشرت الغرض تمام شعبہ حیات سے نا صرف اختلاف کیا بلکہ ان کی جگہ اپنی تہذیب وتمدن کو فروغ دیا لہٰذا اس خارجی مداخلت نے یہودیوں میں مزید تفرقہ ڈالا جس کے نتیجے میں یہودیوں کے ایک گروہ نے یونانی رسم ورواج اور تہذیب ومعاشرت کو اپنایا جبکہ دوسرے گروہ نے یونانیوں کی طرز معاشرت کی مخالفت کی ۱۷۵ ق م میں اینٹوکس چہارم جب تخت نشین ہوا تو اس نے پورے جبر اور غضب کے ساتھ اپنی مکمل طاقت کے استعمال سے یہودیوں اور ان کے مذہب وتہذیب کی بیخ کنی کی اور بنی اسرائیل کے مقدس ہیکل میں زبردستی بتوں کو نصب کر کے یہودیوں کو ان کے آگے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا یہی نہیں بلکہ یہودی جس جگہ قربانی کرتے اس جگہ سے زبردستی ان کی قربانی ختم کروا کر انھیں مشرکانہ مقامات پر قربانی کا پابند کیا اس ظالم بادشاہ نے تمام تورات کے نسخے بھی جلا دئے اور جن لوگوں کے پاس اس کے نسخے موجود تھے انھیں بھی قتل کروا دیا اور یوم سبت کی تکریم کے احکامات بھی منسوخ کرتے ہوئے ایسے تمام افراد کو سرے عام پھانسی لگانے کے احکامات بھی جاری کردئے، اگرچہ یہودیوں کا ایک طبقہ حضرت عزیر کے دین الٰہی اور شریعت موسوی پر عمل پیرا تھا اس نے بادشاہ وقت کے خلاف ایک تحریک 'مکابی بغاوت' کے نام سے چلائی تاہم بادشاہ وقت اور اس کے ہرکاروں نے اپنی پوری سرکاری قوت کو استعمال کرتے ہوئے اس تحریک کو دبانے کی کوششیں کیں اور ان کے ساتھ وہ یہودی بھی پیش پیش تھے

جنھوں نے یونانی اثرات اور طرز معاشرت کو بخوشی قبول کیا لیکن مکابی بغاوت کی تحریک ہر گزرتے دن کے ساتھ بجائے دبنے کے بڑھتی گئی اور بلا آخر اس حد تک بڑھی کے انھوں نے یونانیوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا اور اپنی ایک الگ آزاد ریاست قائم کی جو کے بتدریج بڑھتے بڑھتے ان تمام پرانے رقبے پر حاوی ہوگئی جو کبھی یہودیہ اور اسرائیل کی ریاست کی حدود میں واقع تھے یہی نہیں بلکہ فلستیہ کا بھی علاقہ بنی اسرائیل کے قبضے میں آ گیا جو کے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بھی فتح نہیں ہوا تھا تاہم بنی اسرائیل کی یہ ریاست تقریباً 67 ق م تک قائم رہی۔ ۲۳۲۔

بنی اسرائیل کی دوسری تباہی

Second downfall of Bani Israel

مکابیوں کی تحریک بتدریج کمزور ہوتے ہوتے بلا آخر دم توڑ گئی اور اس کی جگہ خالص دنیا پرستی نے لے لی پھر اس قوم بنی اسرائیل میں مزید پھوٹ پڑ گئی اور انھوں نے خود ہی رومی فاتح پومپی کو فلسطین آنے کی دعوت دی پومپی نے ۶۳ ق م میں بیت المقدس پر قبضہ کرلیا اور اس طرح وہاں موجود یہودیوں کو شکست ہوئی اور وہ رومیوں کے غلام ہو گئے لیکن رومیوں کی ملکی پالیسی کا ایک حصہ یہ بھی تھا کے وہ مفتوحہ علاقوں پر براہ راست اپنے تسلط کے بجائے اپنا نظم و نسق تو قائم کرتے تھے لیکن مقامی حکمرانوں کے ذریعے وہ اپنے تمام کام بالواسطہ طور پر نکلوا لیتے چنانچہ انھوں نے فلسطین میں اپنے زیر سایہ ایک ایسی ریاست قائم کی جو بلا آخر ۴۰ ق م میں ایک ہوشیار اور نہایت موقع شناس یہودی 'ہیرود' کے قبضے میں آ گئی یہ شخص آگے چل کر ہیرود اعظم کے نام سے مشہور ہوا جس کی فرمانروائی پورے فلسطین اور اردن

پر ۴۰ سے ۴ ق م تک قائم رہی اس نے ایک جانب یہودیوں کو خوش کرنے کے لئے مذہبی پیشواؤں کی سرپرستی کی دوسری جانب رومی تہذیب وثقافت کو بھی فروغ دیا۔

ہیرود اعظم اول: The Great Herods 1:

ہیرود اعظم (74 ۔ 4 ق م) یہ رومنوں کا حمایت یافتہ فلسطین کا ایک فرمانروا تھا جو جنوبی فلسطین میں پیدا ہوا، اس کے باپ اینٹی پیٹر کو جولیس سیزر نے 47 ق م میں یہودیہ کا پراکیوریٹر بنایا تھا پھر 39 میں رومن سینیٹ نے اسے ہسمونیوں کا بادشاہ تسلیم کرلیا جب ہی اس نے ہسمونیائی نسل کی ایک شہزادی سے شادی کرکے یہودیوں کو اپنا حامی بنالیا لیکن روایت میں آتا ہے کے ہیرود اعظم نے اپنے باپ اینٹی پیٹر کو قتل کیا اس کے بعد وہ رومن سینیٹ کی جانب سے یہودیوں کا بادشاہ منتخب ہوا ہیرود کی حکومت کے ابتدائی سال سدوسی اور فریسی یہودیوں کے مابین تفرقے اور تنازعات سے پر رہے اس کے دور کا ایک بڑا حصہ خوشحالی کا تھا اس نے اپنے دور اقتدار میں یروشلم میں کئی تعمیراتی کام بھی انجام دئے لیکن اس کا آخری دور محلاتی سازشوں سے عبارت ہے جب ہیرود اعظم کی وفات ہوئی تو بادشاہت اس کے تینوں بیٹوں ۔۱۔ ہیرود اینٹی پاس۔

۲۔آرکیلاس۔

۳۔اور ہیرود فلپ۔

میں تقسیم ہوگئی اگرچہ وہ ایک سچا یہودی تھا لیکن یہودی اسے رومنوں کا دوست گردانتے اور اسے سخت ناپسند کرتے، متی انجیل کے مطابق ہیرود اعظم نے اپنے دور حکمرانی میں بیت اللحم میں لاکھوں نومولود بچوں کو قتل کروایا جبکہ اس قتل کے پیچھے دراصل شیرخوار عیسیٰ ابن مریم کو ہی ہلاک کرنے کی اصل سازش تیار کی گئی تھی۔ ۲۳۳؎

ہیرود کی وفات کے بعد اس کے بیٹے اس کے جانشین مقرر ہوئے۔

۱۔ ارکیلاس:

ہیرود کا ایک بیٹا ارکیلاس (خلاؤس) سامریہ یہودیہ اور شمالی ادومیہ کا فرمانروا منتخب ہوا لیکن ۶ء میں قیصر آگسٹس نے اس کو معزول کر کے اس کی پوری ریاست کو اپنے گورنر کے ماتحت کر دیا تھا جس کا انتظام ۴۱ء تک اسی کے ہاتھوں میں رہا یہی وہ زمانہ تھا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اٹھے اور یہودیوں کے تمام مذہبی پیشواؤں نے مل کر ان کی مخالفت کی اور رومی گورنر پونٹس پیلاطس سے ان کو سزا موت دلوانے کی بھی کوشش کی۔

۲۔ ہیرود اینٹی پاس:

یہ ہیرود اعظم کا دوسرا بیٹا تھا جو کے گلیلی اور شرق اردن کے علاقے کا حکمران مقرر ہوا اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنی بھانجی ہیرود یاس سے شادی کر لی جس کی وجہ سے سینٹ جان ہائپسٹ نے اسے ملعون قرار دیا چنانچہ اس کی بیوی ہیرود یاس نے اپنی بیٹی سلومی سے کہا کے تم اینٹی پاس کی سالگرہ کے موقع پر جب رقص کرو تو اپنے سوتیلے باپ (ہیرود اینٹی پاس) سے جان (یوحنا) یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر تحفے میں مانگ لو چنانچہ طے شدہ منصوبے کے تحت ایسا ہی ہوا اور جب سلومی نے ہیرود اینٹی پاس سے یوحنا کے سر کی فرمائش کی تو اسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر قلم کر کے پیش کر دیا گیا بعد ازاں حضرت عیسیٰ کو بھی گرفتار کر کے اسی شخص کے سامنے پیش کیا گیا لیکن یہ آپ کے خلاف کوئی فیصلہ نہ دے سکا اور اس نے آپ کو یہودیہ کے گورنر کے پاس بھجوا دیا لیکن انجام کار ہیرود اینٹی پاس کو بھی بلا آخر جلا وطن ہونا پڑا۔ ۲۳۴؎

۳۔ ہیرودفلپ:

ہیروداعظم کا تیسرا بیٹا تھا جیسے کوہ حرمون سے دریائے یرموک تک کی بادشاہت ملی یہ شخص اپنے باپ اور دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں رومی اور یونانی تہذیب وتمدن کا نہایت دلدادہ تھا اور اس کی سلطنت کی حدود میں تو کلمہ حق کے پہنچنے کی ہرگز اور قطعاً کوئی گنجائش نہ تھی۔

۴۔ ہیرودا یگر یپا اول:

یہ ہیروداعظم کا پوتا تھا جو ۱۴ء میں ان تمام علاقوں کا فرمانروا مقرر ہوا جو اس کے دادا ہیروداعظم کے زمانے میں ان کے قبضے میں تھے اس نے تخت شاہی پر قدم رکھتے ہی حضرت عیسیٰ کے تمام حواریوں اور ان کے پیروکاروں پر سخت مظالم ڈھائے اور حضرت مسیح کی تمام تحریک حق کو کچلنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا اس دور میں بنی اسرائیل کی سرکشی کی پرانی روش اور ان کے مشرکانہ عقائد اور اخلاقی زوال کی تمام تر کیفیات اپنے انتہائی عروج پر تھیں جن کا اندازہ ہم اناجیل میں حضرت مسیح کے خطبات کو پڑھ کر بخوبی لگا سکتے ہیں جس میں وہ قوم بنی اسرائیل کے قومی اور اخلاقی زوال کے حوالے سے بیان کررہے ہیں اس دور پرفتن میں معصوم حضرت یحییٰ کا سرقلم کردیا جاتا ہے جس پر ایک آواز بھی نہیں اٹھتی۔ پھر چند لوگوں کے سوا پوری قوم بنی اسرائیل حضرت مسیح کی سزائے موت کا مطالبہ کرتی ہے لیکن بدبخت قوم میں سے کسی نے بڑھ کر حق کا ساتھ نہ دیا جبکہ اللہ تعالی کی طرف سے اس قوم پر اس طرح سے حجت قائم کی گئی کے مجمع عام میں پونٹس پیلاطس قوم بنی اسرائیل سے جب یہ پوچھا کے آج تو تمھاری عید کا دن ہے اور قاعدے کے مطابق سزائے موت کے مجرموں میں سے میں کسی ایک مجرم کی سزا معاف کردوں تو اب تم مجھے یہ بتاؤ کے میں یسوع مسیح کو معاف کروں یا ڈاکو برابا کو

معاف کروں؟ اس پر اس بد بخت اور ملعون زدہ قوم نے ڈاکو کی معافی اور حضرت عیسیٰ کی سزائے موت پر اتفاق کیا، اس بات کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کے یہودیوں (قوم بنی اسرائیل) پر رومیوں نے سخت مظالم ڈھانے شروع کئے جس کے نتیجے میں 64ء سے 66ء میں یہودیوں نے رومیوں کے خلاف کھلی بغاوت کردی جس کو رومیوں نے انتہائی سختی سے کچل دیا اور ٹیٹس نے 70ء میں بزور شمشیر پورے یروشلم کو فتح کیا اور قوم بنی اسرائیل کا قتل عام بھی کیا جس میں اندازاً ایک لاکھ تینتیس ہزار بنی اسرائیل مارے گئے 67000 افراد کو قیدی بنا کر مختلف شہروں اور جنگلوں میں بھیج دیا گیا تا کہ وہ مشقت کریں ان میں سے بھی بے شمار افراد کو جانوروں نے چیر پھاڑ ڈالا جبکہ کئی افراد شدید مظالم سہتے سہتے ہی اس دار فانی سے کوچ کر گئے جبکہ بنی اسرائیل کی خوبرو نوجوان لڑکیوں کو انھوں نے آپس میں بانٹ لیا اور یروشلم اور مقدس ہیکل کو بھی تاراج کیا چنانچہ اس ہزیمت اور انتہائی تباہی کے بعد تقریباً دو ہزار سالوں تک بنی اسرائیل (یہودیوں) دوبارہ کبھی سر نہیں اٹھا پائے یروشلم کا مقدس ہیکل بھی پھر دوبارہ کبھی تعمیر نہ ہوسکا عرصہ بعد قیصر ہیڈ ریان نے اس شہر کو دوبارہ آباد کیا لیکن اب اس شہر کا نام 'ایلیا' تھا اگرچہ یہاں ایک طویل عرصے تک قوم بنی اسرائیل کے داخلے پر شدید پابندی اور پہرہ تھا۔ ۲۳۵ے

قرآن کریم کی رو سے یہ وہ دوسری سزا تھی جو قوم بنی اسرائیل کو زمین پر فساد، انبیاء کے ساتھ ناروا سلوک اور ان کے قتل میں معاونت اور شرک و بت پرستی کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے دی گئی۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ

الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا۔۲۳۶

ترجمہ۔ جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کردیا تا کہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اس طرح سے گھس جائیں جس طرح سے پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے وہ اسے تباہ برباد کر کے رکھ دیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام: Prophet Zechariah:

حضرت زکریا کا سلسلہ نسب حضرت ہارون سے ملتا ہے اور آپ انھی کی اولاد وں میں سے ہیں آپ کے والد کا نام برخیاہ بیان کیا جاتا ہے۔۲۳۷

آپ اللہ کے ایک نہایت برگزیدہ پیغمبر تھے جنھیں قوم بنی اسرائیل کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بھیجا گیا لیکن ان کی قوم بنی اسرائیل میں ان کی درست حیثیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کے قوم بنی اسرائیل کے نظام کہانت یعنی Priesthood کو اچھی طرح سے سمجھ لیا جائے فلسطین پر قابض ہونے کے بعد بنی اسرائیل نے ملکی انتظامات کو منظم کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے یہی بارہ بیٹوں اور ان کی اولادیں آگے چل کر بنواسرائیل کے نام سے جانی گئیں جو بعد ازاں بارہ قبائل میں منقسم بھی ہوئیں قوم بنی اسرائیل نے انھی بارہ قبائل میں تمام ملکی نظام کو تقسیم کردیا جو مختلف ملکی انتظامات اور ذمہ داریوں کی ادائے گی کے پابند بھی تھے ان بارہ قبائل کی تفصیل کچھ یوں ہے!

1۔ بنوروبن۔2۔ بنوشمعون۔3۔ بنو یہودہ۔4۔ بنوزبولون۔5۔ بنواشکار۔6۔ بنودان۔ 7۔ بنوجد۔ 8۔ بنوآشر۔9۔ بنونفتالی۔10۔ بنو یوسف۔11۔ بنوبن یامین۔12۔ بنولادی

بنو لادی بن یعقوب کا گھرانہ مذہبی خدمات کے لئے مخصوص تھا جبکہ یہ خاندان بنی لادی بھی 24 مختلف خاندانوں پر مشتمل تھا اور ان 24 خاندانوں میں بھی ایک 'ابیاہ' نامی خاندان جس کے سردار حضرت زکریا تھے اس خاندان کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری ہیکل کی خدمت، اس میں بخور (خوشبودار لکڑی) جلانے، ہیکل کی مقدس متبرکات کی صاف صفائی ، ان کی دیکھ بھال، سبت کے دن اور عید کے موقع پر قربانی اور ہیکل کی نگرانی کرنا تھا خاندان بنی لادی کا تعلق حضرت ہارون کے خاندان سے تھا لہٰذا ہیکل کی خدمت بھی انھی 24 خاندانوں میں گردش کرتی اور اپنی باری کے دنوں میں یہ لوگ بخوشی مقدس ہیکل میں مذہبی امور کی انجام دہی کیا کرتے اور بقیہ وہ تمام افراد جن کا تعلق بنی لادی سے تھا وہ ہیکل کے صحن یا باہر کوٹھریوں میں صاف صفائی یا خدمت انجام دیتے۔۲۳۸؎

بائبل میں بنی لادی کی خدمات کے حوالے سے کہا گیا ہے!

اور اس نے لادیوں میں سے بعض کو مقرر کیا تا کہ وہ خداوند کے صندوق کے آگے خدمت کریں اور خداوند کا ذکر، شکر اور اس کی حمد کریں۔۲۳۹؎

حضرت زکریا قوم بنی اسرائیل میں قبیلہ بنو لادی اور پھر اس کے بھی خاندان ابیاہ سے تعلق اور اس کے سردار ہونے کی بناء پر نہایت قابل احترام مانے جاتے آپ اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر ہونے کے ساتھ ہی نہایت متقی، عبادت گزار، شب بیدار اور راست گو شخصیت کے مالک تھے آپ کی پارسائی کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ۔۲۴۰؎

ترجمہ۔ زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس یہ سب نیک لوگوں میں سے ہیں۔

آپ پیشے کے اعتبار سے بڑھئی تھے آپ کی زوجہ الیشع (Elizabeth) اور

حضرت مریم کی والدہ حنہ Anne دونوں آپس میں سگی بہنیں تھیں چنانچہ اس رشتے کی رو سے آپ حضرت مریم کے خالو تھے اس کے علاوہ آپ مقدس ہیکل کے مجاور اور خدمت گار بھی تھے اور حضرت مریم کی والدہ کی مانی ہوئی نذر کے مطابق جب حضرت مریم جوان ہوئیں تو انھیں مقدس ہیکل کی خدمت کے لئے حضرت زکریا کی نگرانی میں ان کی والدہ نے وقف کر دیا جہاں وہ شب وروز عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں اکثر حضرت زکریا ان کی خیریت دریافت کرنے جب ان کے حجرے میں جاتے تو بے موسم پھلوں کو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے جب وہ حضرت مریم سے استفسار کرتے کے یہ بے موسم کے پھل یہاں کون لایا؟ تو آپ فرماتیں اللہ مجھے کھلاتا ہے حضرت مریم کے مقام ومرتبہ اور بے موسم پھلوں کو دیکھ کر آپ کے دل میں بھی یہ خواہش بیدار ہوئی کے آپ کو بھی اللہ تعالی اپنی رحمت خاص سے نیک وصالح اولاد عطا فرمائے کیونکہ ابھی تک آپ اولاد کی نعمت سے محروم تھے آپ خود کافی بوڑھے تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے کے اس وقت تک آپ کی عمر 120 برس تھی اور آپ کی زوجہ الیشع بانجھ تھیں آپ نے اللہ کے حضور نہایت عاجزی سے دعا کی!

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ۔

ترجمہ۔ زکریا کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کے اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔۲۴۱

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔۲۴۲

ترجمہ۔ اے میرے رب اپنی طرف سے مجھے پاک اولاد بخش بے شک تو دعاؤں کو سنتا ہے۔

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ
الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ
وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ
مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۔ ۲۴۳؎

ترجمہ۔جب اس نے اپنے رب کو ہلکی آواز سے پکارا، اے میرے رب میرے جسم کی ہڈیاں سست ہوگئی ہیں اور بڑھاپے سے میرا سر سفید (مثل آگ) ہو گیا ہے، میرے رب میں تجھ سے دعا کرکے کبھی محروم نہیں رہا اور میں اپنے بعد وارثوں سے ڈرتا ہوں میری بیوی بانجھ ہے سو تو اپنی طرف سے مجھے ایک وارث بخش دے جو میرا اور اولاد یعقوب کا بھی وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر۔

یٰزَكَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰ اسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ
سَمِیًّا ۔ ۲۴۴؎

ترجمہ۔اس دعا کو اللہ تعالی نے شرف قبولیت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا ہم نے اس نام کا کوئی شخص اس سے پہلے پیدا نہیں کیا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ
الْكِبَرِ عِتِیًّا قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ
قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْـًٔا قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ
النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی
اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ۔ ۲۴۵؎

ترجمہ۔زکریا نے کہا اے میرے رب بھلا میرے یہاں بیٹا کیسے پیدا ہوگا جبکہ

میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہوکر سوکھ چکا ہوں؟ جواب ملا کے ایسا ہی ہوگا تیرا رب فرماتا ہے کے یہ تو میرے لئے ایک ذرا سی بات ہے آخر اس سے پہلے میں تجھے بھی تو پیدا کر چکا ہوں جب کے تو کوئی چیز نہ تھا زکریا نے کہا اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے، فرمایا تیرے لئے نشانی یہ ہے کے تو پیہم تین روز تک لوگوں سے بات نہ کرنا چنانچہ وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آیا اور اشارے سے ان کو ہدایت کی کہ صبح وشام تسبیح کرو۔

حضرت زکریا کا صاحب اولاد ہونا

Zechariah Become a Father

حضرت زکریا نے جب اللہ کے حضور خشوع وخضوع سے دعا کی تو اللہ تعالی نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمائی اور انھیں اس بات کی ہدایت بھی کی کے تین دن تک کسی سے بات نہ کی جائے بلکہ صرف اور صرف عبادت الٰہی میں مصروف رہا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت زکریا نے اپنے حواریوں کے ساتھ اللہ کے حضور دعا کی اور متواتر تین دنوں تک اللہ کے حضور یکسوئی کے ساتھ یہ دعا کرتے رہے اگر چہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے لیکن میں اللہ تعالی کی قدرت کاملہ سے مایوس نہیں کیونکہ تمام تر بشری کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کے وہ مجھے اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

اہل علم اور اہل روحانیت کی نظر میں یقین اور اس کے پیٹرن کا کسی بھی انسانی وجود کے اندر قائم ہوجانا بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ یقین ایک مثبت توانائی ہے جس کا حصول مکمل یکسوئی اور مراقبہ کے ذریعے کیا جاسکتا ہے تاہم اس کے ثمرات سے ہر صاحب روح استفادہ کرسکتا ہے روح امر رب ہے تاہم یقین کی تکمیل کے ساتھ جب بھی کوئی فرد اپنے ذہن کو کسی

ایک نکتے پر مرکوز کرتا ہے تو اس فرد کے اندر امر رب حرکت کرتا ہے اور جو کچھ اس کے ارادے میں ہوتا ہے اللہ کے قانون کے مطابق اس کے ارادے کی تکمیل اللہ کی رحمت سے مکمل ہو جاتی ہے۔

اسی حوالے سے حضرت علیؓ کے اقوال ہیں!

یقین کے ذریعے بلند ترین مقاصد اور دیرینہ خواہشات کا حصول ممکن ہے پختہ یقین کی قوت سے تم اپنے غم واندوہ کو دور کرو۔

یقین کامل ایمان کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے جس شخص کا ذہن صاحب بصیرت ہو جاتا ہے اس پر حکمت الٰہیہ واضح ہو جاتی ہے۔

جب بھی تم میں سے کوئی یقین کے مرحلے میں پہنچے تو اس کے بعد وہ کوئی اقدام کرے۔۲۴۶

حضرت زکریا علیہ السلام تین دن جس میں دن اور رات دونوں شامل تھے اور جس کا دورانیہ اندازاً چار ہزار تین سو بیس منٹ تھا آپ مسلسل یقین کامل سے اللہ کے حضور دعا کرتے رہے جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت عطا فرمائی اور جس کے نتیجے میں خود ان کے بڑھاپے کی کمزوری اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کو دور فرماتے ہوئے انھیں صاحب اولاد کیا اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ۔۲۴۷

ترجمہ۔ ہم نے (زکریا) کی پکار سنی اور اسے یحیٰی بخش دیا اور اس کی بیوی کو اس کے واسطے

ٹھیک کردیا یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے آگے جھکتے تھے۔

حضرت زکریا کا قتل: Assassination of Zechariah:

حضرت زکریا اللہ کے حکم سے قوم بنی اسرائیل کی اصلاح اور ہدایت فرماتے آپ کے دور میں بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والا ایک بادشاہ ہیرود اعظم جو کے رومیوں کا ایک ہرکارہ اور ان کا منظور نظر تھا وہ صاحب اقتدار تھا چنانچہ اس نے شریعت موسوی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے رومیوں اور یونانیوں کے عقائد و نظریات کا پرچار شروع کردیا اس کے بیٹے ہیرود اینٹی پاس نے اپنی محرم بھتیجی ہیرودیاس سے نکاح کرلیا جس کے خلاف حضرت زکریا اور ان کے صاحبزادے حضرت یحییٰ سینہ سپر ہوگئے کیونکہ یہ شرعی اعتبار سے حرام فعل تھا چنانچہ آپ دونوں باپ بیٹے نے بادشاہ کی اپنی بھتیجی سے شادی کی نہایت سختی سے تردید اور مخالفت کی جس کے نتیجے میں بادشاہ اور ملکہ غضب ناک ہوگئے اور انھوں نے ان دونوں کے قتل کے احکامات صادر کردئے جب حضرت زکریا کو بادشاہ کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو آپ نے ایک جنگل میں پناہ لی لیکن شاہی ہرکارے وہاں بھی آپ کو تلاش کرتے ہوئے پہنچ گئے جب آپ نے انھیں اپنے بہت قریب محسوس کیا تو آپ نے ایک درخت کے اندر پناہ لے لی لیکن ملعون بنی اسرائیل کے لوگوں نے اس درخت کو ہی آرے سے کٹوا دیا اور اس طرح سے آپ کی شہادت ہوئی۔اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا

عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ-۲۴۸؎

ترجمہ۔(بنی اسرائیل) پر ذلت اور محتاجی کی مار پڑی ہے اور وہ اللہ کے غضب میں آگئے یہ اس لئے کے! انھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور وہ پیغمبروں کو ناحق قتل کیا کرتے تھے۔

اکثر یہودیوں نے آپ کی حضرت مریم کے ساتھ ناجائز تعلقات کی تہمت بھی عائد کی جس کی بناء پر ان کا ایک گروہ آپ کی شدید مخالفت پر اتر آیا اور آپ کی جان کا دشمن بنا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام: Prophet John:

حضرت یحییٰ حضرت، حضرت زکریا کے بیٹے تھے جو اپنے والدین کے طویل انتظار کے بعد اللہ کی طرف سے عطا کئے گئے جس کی طرف خود قرآن کریم یہ اشارہ کر رہا ہے!

يَازَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ ِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا-۲۴۹؎

ترجمہ۔اے زکریا ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا اس سے پہلے ہم نے کوئی شخص اس نام کا پیدا نہیں کیا۔

فَنَادَتْهُ الْمَلَآئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ-۲۵۰؎

ترجمہ۔پھر فرشتوں نے اس کو آواز دی جب وہ حجرے کے اندر نماز میں کھڑے تھے کہ بے شک اللہ تجھ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک حکم کی گواہی دے گا اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور صالحین میں سے نبی ہوگا۔

آپ کا نام اللہ تعالی نے 'یحییٰ' تجویز کیا جو عبرانی لفظ ہے اور جس کو عبرانی تلفظ میں 'یوحنا' بھی کہا جاتا ہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت داوٗد علیہ السلام سے جاملتا ہے آپ کو بھی آپ کے والد کی طرح قوم بنی اسرائیل میں مبعوث کیا گیا تا کہ آپ بگڑی ہوئی قوم کی ہدایت اور اصلاح کی ذمہ داریاں ادا کرسکیں آپ جس دور میں مبعوث ہوئے اس دور میں آپ کے ساتھ دو اور پیغمبران اسلام رشدو ہدایات کی ذمہ داریاں ادا کرر ہے تھے جن میں سے ایک آپ کے والد حضرت زکریا جبکہ دوسرے حضرت عیسیٰ ابن مریم تھے یعنی اس دور میں بیک وقت تین پیغمبران اسلام بنی اسرائیل کی اصلاح فرمارہے تھے حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ بڑے تھے اور حضرت عیسیٰ کے بارہ حواریوں میں آپ کا شمار بھی کیا جاتا ہے چنانچہ جب آپ کی عمر 30 برس ہوئی تو اللہ تعالی نے آپ کو نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا اور قوم بنی اسرائیل کی جانب بھیجا روایت میں آتا ہے، جب آپ کو منصب رسالت پر فائز کیا گیا تو آپ بیت المقدس کے مقدس ہیکل میں تشریف لائے اور مجمع سے فرمایا اللہ تعالی نے مجھے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے۔ ا۔توحید۔ ۲۔نماز۔ ۳۔روزہ۔ ۴۔زکوۃ۔
۵۔اور اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالانا جس کی پابندی ہمیں دن رات کرنی ہے۔

روایات میں آتا ہے کے آپ اپنی ابتدائی عمر سے ہی نہایت عقل مند، زیرک، درست فیصلہ کرنے والے، عمدہ قوت ارادی کے مالک، پاک باز، عبادت گزار، متقی و پرہیز گار اور راست باز تھے جبکہ آپ کو کتاب (صحائف) بھی عطا کئے گئے۔

اس حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔۲۵۱

ترجمہ۔ اےیحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہ اور ہم نے اسے بچپن سے ہی

قوت فیصلہ عطا فرمائی۔

رینان اپنی کتاب Life of Jesus میں یہ لکھتا ہے کے یحییٰ (یوحنا) کی تعلیمات کا مرکز (Judea) تھا لیکن ان کی مقبولیت زبان زد عام تھی وہ مزید لکھتا ہے حضرت عیسیٰ اور یحییٰ نے فلسطین کے صحرا میں اپنی عمدہ تعلیمات سے ایک عظیم نقلاب بپا کر دیا تاہم دوسری روایت میں یہ بھی آتا ہے کے آپ نے شرق اردن کے علاقے میں دعوت تبلیغ اسلام کی ابتداء کی یہودیہ اور یروشلم کے بے شمار لوگ آپ کے معتقدین تھے اور آپ کے پاس جا کر وہ اپنے گناہوں کی معافی اور اس کے بعد بپتسمہ لیا کرتے، آپ نہایت عبادت گزار اور عالم باعمل تھے، آپ نے ساری زندگی شادی نہیں کی جبکہ آپ کی زندگی کا بڑا حصہ صحرا نوردی اور جنگل و بیابان کے سفر میں گزری آپ دور دراز کا سفر کرتے اور اللہ کے حکم سے لوگوں کی ہدایت فرماتے آپ دوران سفر جنگلی پھل اور شہد کا ستعمال کرتے جو آپ کو باآسانی ان گزرگاہوں سے مل جاتا جبکہ آپ کی پوشاک کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کے وہ اونٹ کی کھال سے بنی ہوئی ایک موٹی کھردری پوشاک تھی چونکہ آپ بے حد عبادت گزار تھے چنانچہ دوران عبادت آپ پر گریہ وزاری کی کیفیات طاری ہوجاتی جبکہ آپ کی اشاعت دین کی ذمہ داریوں کے حوالے سے انجیل لوقا میں یہ لکھا ہے زکریا کے بیٹے، یوحنا (یحییٰ) پر جب اللہ کا کلام نازل ہوا تو وہ دریائے یرون کے گردونواح میں اس کی تبلیغ کرتا اور لوگوں کو بپتسمہ (گناہوں سے پاک) دیتا پھر یوحنا نے گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی بپتسمہ کی منادی کردی۔ ۲۵۲۔

مرقس کا بیان ہے آپ لوگوں سے ان کے گناہوں کی توبہ کرواتے تھے اور توبہ کرنے والوں کو بپتسمہ دیتے تھے یہاں بپتسمہ سے مراد توبہ کے بعد کیا جانے والا غسل

طہارت تا کہ انسان کے جسم کے ساتھ اس کی روح بھی پاکیزہ ہوجائے یہی وجہ ہے کے آپ اپنی قوم بنی اسرائیل میں 'یوحنا بپتسمہ دینے والے' یعنی (John The Baptist) کے نام سے مشہور ہوگئے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ ابن مریم ،حضرت یحییٰ کے حوالے سے ایک جگہ فرماتے ہیں ! یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ۲۵۳؎

میں بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں کے تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ ۲۵۴؎

آپ جنگلات اور صحرا میں جاتے اور دوران عبادت بے حد گریہ فرماتے ،تو ایک دن حضرت زکریا آپ کو تلاش کرتے کرتے جب آپ تک پہنچے تو انھوں نے کہا کے بیٹا ہم تو تمھاری تلاش میں مضطرب ہورہے ہیں اور تم یہاں اس حال میں ہو؟ تو آپ نے فرمایا جنت اور دوزخ کے درمیان ایک لق دق میدان واقع ہے اور اس میدان کو اللہ کے لئے گریہ وزاری کے بغیر عبور نہیں کیا جاسکتا ہے یہ سن کر حضرت زکریا بھی آب دیدہ ہوگئے قرآن کریم آپ کے مناقب اس طرح سے بیان کرتا ہے !

وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ۔ ۲۵۵؎

ترجمہ۔ہم نے (یحییٰ) کو اپنے پاس سے شفقت اور ستھرائی دی وہ پرہیزگار تھا۔

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ۔ ۲۵۶؎

ترجمہ۔وہ اپنے ماں باپ سے نیک برتاؤ کرتا تھا،وہ سرکش نافرمان نہ تھا۔

بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۔ ۲۵۷؎

ترجمہ۔(یحییٰ) اللہ کے کلمہ (عیسیٰ ابن مریم) کا مصدق اور سید ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل: Assassination of John:

آپ کے قتل کے حوالے سے تین روایات مشہور ہیں۔

ا۔اول:

اس وقت کا فرمانروا ہیرودا ینٹی پاس جو کے رومیوں اور یونانیوں کی تہذیب وتمدن کا معتقد اور دلدادہ تھا اس نے اپنے بھائی کی بیوی جبکہ ایک دوسری روایت میں بھائی کی بیٹی یعنی اپنی سگی بھتیجی ہیرودیاس سے شادی کرلی جب اس غیر شرعی فعل کی خبر حضرت یحییٰ کو ہوئی تو آپ نے اس کے خلاف شدید مزاحمت کی جس کے جرم میں ہیرودا ینٹی پاس نے آپ کو قید کردیا لیکن ملکہ ہیرودیاس آپ کی جان کی دشمن ہوگئی اور آپ کو قتل کروانے کی منصوبہ بندی کرنے لگی چنانچہ ہیرودا ینٹی پاس کی سالگرہ کے موقع پر ملکہ ہیرودیاس نے اپنی بیٹی سلومی کو یہ کہا تم اس خوشی کے موقع پر جب شاہی محل میں رقص کروتو رقص کے اختتام پر ہیرودا ینٹی پاس سے تحفے میں یحییٰ کا قلم شدہ سر مانگ لینا چنانچہ طے شدہ منصوبے کے مطابق ہیرودیاس کی بیٹی سلومی نے اپنے سوتیلے باپ ہیرودا ینٹی پاس سے تحفے میں حضرت یحییٰ کا سر مانگا لہٰذا بادشاہ اپنی محبوبہ کی بیٹی کی اس خواہش کو رد نہ کرسکا اور حکم دیا کے قیدی یحییٰ کا قلم شدہ سر ایک تھال میں رکھ کر حاضر کیا جائے چنانچہ فرمان شاہی پر عمل کرتے ہوئے حضرت یحییٰ کا سر ایک تھال میں پیش کیا گیا روایت میں آتا ہے آپ کا قلم شدہ سر ملکہ ہیرودیاس سے مسلسل یہی کہہ رہا تھا کے تو بادشاہ کے لئے حلال نہیں ہے۔۲۵۸۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت یحییٰ کو قتل کروانے کے بعد اچانک زمین پھٹی اور ملکہ ہیرودیاس اس میں سما گئی۔

دوسری روایت میں آتا ہے کے حضرت یحییٰ کے سر سے خون فوارے کی شکل میں

نہایت تیزی سے جاری تھا جو کسی طور رکنے میں نہیں آتا تھا یہاں تک کے بخت نصر نے دمشق فتح کرلیا اور 70, 0000 بنی اسرائیلیوں کو تہہ تیغ کر دیا جب بھی خون رکنے کا نام نہ لیتا پھر حضرت یرمیاہ نبی نے آپ کے خون سے مخاطب ہو کر کہا اے خون کیا تو اب بھی ساکن نہ ہوگا؟ جبکہ کتنی مخلوق خدا قتل کی جا چکی چنانچہ اس کے بعد خون ساکن ہوا۔ ۲۵۹ ؎

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ ۲۶۰ ؎

ترجمہ۔ (بنی اسرائیل) پر ذلت اور محتاجی کی مار پڑی ہے اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے یہ اس لئے تھا کے وہ اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کیا کرتے تھے نیز اس لئے بھی کے وہ اللہ کی نافرمانی کیا کرتے تھے۔

۲۔ دوم:

یہ کے آپ کو آپ کی قوم بنی اسرائیل نے ہی قتل کروایا۔

۳۔ سوم:

یہ کے ہیرودا ینٹی پاس اپنی کسی محرم خاتون بہن یا بھتیجی سے شادی کرنا چاہتا تھا جس کے خلاف حضرت یحییٰ نے فتویٰ دیا کے یہ فعل غیر شرعی ہے جس پر اس نے پہلے تو آپ کو قید کیا پھر بعد ازاں آپ کا قتل بھی کیا حضرت یحییٰ کی زندگی اور آپ کی شہادت کے حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ ۲۶۱ ؎

ترجمہ۔ (یحییٰ) پر سلام جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرا اور جس دن وہ اٹھایا جائے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۔ ۲۶۲ ۔

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ کے احکامات اور ہدایات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کے درپے ہوتے ہیں جو خلق خدا میں سے عدل وراستی کا حکم دینے کے لئے اٹھیں ان کو دردناک سزا کی خوشخبری سنا دو یہ وہ لوگ ہیں کے جن کے اعمال دنیا وآخرت دونوں میں ضائع ہو گئے اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے موقع پر حضرت جبرائیل کے ساتھ جب مختلف آسمانوں پر تشریف لے جا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت یحییٰ علیہ السلام دونوں سے ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سلام کیا جس کے جواب میں انھوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کا جواب عرض کیا اور کہا کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آنا مبارک ہو ۔ائے ہمارے نیک بھائی اور نیک پیغمبر۔ ۲۶۳ ۔

حضرت مریم السلام علیہ: Mary:

حضرت مریم کی پیدائش فلسطین میں ہوئی ،آپ کے والد کا نام عمران بن ماثان تھا لیکن مسیحی روایات کے مطابق آپ کے والد کا نام 'یوآنیم' بیان کیا جاتا ہے جو نہایت عبادت

گزار اور پارسا انسان تھے آپ اپنے زہد و عبادت کے باعث نماز کی امامت بھی فرماتے آپ کی والدہ کا نام حنہ تھا جو بے حد نیک خاتون تھیں آپ کے والدین کا سلسلہ نسب اور تعلق حضرت سلیمان سے ہوتا ہوا حضرت داؤد تک پہنچتا ہے جبکہ انجیل لوقا کی روایت کے مطابق حضرت مریم کی والدہ، حضرت ہارون کی نسل سے تھیں۔ ۲۶۴ ۔

حضرت مریم کی والدہ اور حضرت یحییٰ کی والدہ دونوں آپس میں سگی بہنیں تھیں لہٰذا اس اعتبار سے حضرت یحییٰ اور حضرت مریم آپس میں خالہ زاد بہن بھائی ہوئے۔

حضرت یحییٰ کے والد حضرت زکریا، حضرت مریم کے خالو تھے تاہم یہ معزز لوگ اپنی نیک نامی کے سبب قوم بنی اسرائیل میں عزت و تکریم کی نظر سے دیکھے جاتے لیکن ان کے یہاں کوئی اولاد نہ تھی جبکہ دونوں ہی اولاد کے شدید خواہش مند تھے چنانچہ حضرت مریم کی والدہ نے اللہ سے نیک و صالح اولاد کی دعا کی جس کو اللہ تعالی نے شرف قبولیت عطا کیا لہٰذا جب وہ حاملہ ہوئیں تو انھوں نے یہ نذر مانی کے میں اپنے پیدا ہونے والے بیٹے کو مسجد اقصیٰ (ہیکل) کی خدمت اور عبادت کے لئے وقف کروں گی اگر چہ حضرت مریم کی پیدائش سے قبل آپ کے والد عمران انتقال فرما گئے جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو ایک طرف آپ کی والدہ کو اولاد کی خوشی تھی تو دوسری جانب وہ اپنی نذر کے حوالے سے پریشان تھیں کے نذر تو بیٹے کیلیے مانی تھی لیکن اب بیٹی ہوگئی اور اس بیٹی کو ہم کس طرح سے ہیکل میں خدمت کے لئے چھوڑ سکتے ہیں۔

حضرت مریم کے خاندانی افتخار اور پیدائش کے بعد ہیکل کی خدمت کے معاملے کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی

الْعَالَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اِذْ قَالَتِ
امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ
اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فَلَمَّا وَضَعَتْھَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُھَآ اُنْثٰی
وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُھَا مَرْیَمَ
وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ فَتَقَبَّلَھَا رَبُّھَا
بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَھَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ کَفَّلَھَا زَکَرِیَّا کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْھَا
زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا قَالَتْ
ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ ۲۶۵ ؎

ترجمہ۔ اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح (فضیلت) دے کر (اپنی رسالت کے لئے) منتخب کیا ہے یہ سب ایک ہی سلسلے کے لوگ تھے، جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (وہ اس وقت بھی سن رہا تھا) جب عمران کی عورت یہ کہہ رہی تھی اے میرے پروردگار اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لئے وقف ہوگا تو میری اس پیش کش کو قبول فرما تو سننے اور جاننے والا ہے پھر جب وہ بچی اس کے یہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا اے میرے مالک میرے یہاں تو بیٹی پیدا ہوگئی حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا خیر، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول فرمایا اور اسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا، جب زکریا اس کے پاس حجرہ میں آتے تو اس کے پاس کچھ کھانے کی چیز پاتے کہتے اے مریم! تیرے پاس یہ چیز

کہاں سے آئی ہے، وہ کہتی یہ اللہ کے ہاں سے آئی ہے، اللہ جسے چاہے بے قیاس رزق دیتا ہے۔

حضرت زکریا، حضرت مریم کے خالو اور مقدس ہیکل کے مجاور اور خدمت گار تھے لہٰذا حضرت مریم جب سن شعور کو پہنچیں تو ان کی والدہ نے اپنی نذر کے مطابق اپنی بیٹی کو ہیکل کی خدمت کے لئے اپنے بہنوئی حضرت زکریا کے سپرد کر دیا جو نہایت نیک، پارسا اور عبادت گزار انسان تھے انھوں نے حضرت مریم کے لئے مقدس ہیکل سے متصل ایک حجرہ مخصوص کر دیا جہاں حضرت مریم معتکف رہا کرتیں اور دن رات طویل عبادات اور مجاہدات میں مصروف رہتیں اور جو خدمت مقدس ہیکل کے حوالے سے انھیں دی گئی تھی وہ اسے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔۲۶۶؎

ترجمہ۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم بلاشبہ اللہ نے تجھ کو بزرگی دی اور پاک کیا اور دنیا کی عورتوں پر تجھ کو فضیلت دی تو اے مریم تو اپنے پروردگار کے سامنے جھک جا اور سجدہ ریز ہو جا اور نماز قائم کرنے والوں کے ساتھ نماز قائم کر۔

اکثر و بیشتر جب کبھی حضرت زکریا ان کے حجرے میں ان کی خیریت دریافت کرنے تشریف لاتے تو وہ موسم اور بے موسم کے پھلوں کو دیکھتے لہٰذا ایک مرتبہ انھوں نے حضرت مریم سے دریافت کیا مریم تمھارے پاس یہ بے موسم کے پھل کہاں سے آتے ہیں؟ جس پر حضرت مریم نے انھیں جواب دیتیں۔

زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔٢٦٧؎

ترجمہ۔جب زکریا (مریم) کے پاس حجرہ میں آتے تو ان کے پاس کچھ کھانے کی چیز پاتے کہتے اے مریم! تیرے پاس یہ چیز کہاں سے آئی ہے، وہ کہتی یہ اللہ کے ہاں سے آئی ہے، اللہ جسے چاہے بے قیاس رزق دیتا ہے۔

یہ جواب سن کر حضرت زکریا سمجھ گئے کے مریم کا اللہ کے یہاں خاص مقام و مرتبہ ہے جبکہ اللہ کی طرف سے انھیں موسم و بے موسم کی بے شمار نعمتیں عطا کی جاتیں ہیں جسے دیکھ کر آپ کے دل میں بھی یہ خواہش بیدار ہوئی کے اللہ تعالی قادر مطلق ہے لہٰذا وہ مجھے بھی اس بڑھاپے میں نیک وصالح اولاد کی نعمت سے مشرف فرمائے اگر چہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے لیکن اللہ کی وسعت اور رحمت بے انتہاء ہے لہٰذا انھوں نے اللہ کے حضور نہایت عاجزی سے دعا کے لئے اپنے ہاتھ پھیلا دئے اور اس دعا کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انھیں حضرت یحییٰ جیسے نیک اور صالح اولاد عطا فرمائی۔

حضرت مریم کے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت

Marry and the birth of Jesus:

ایک روز حضرت مریم مقدس ہیکل میں عبادت میں مصروف تھیں کے ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوا جیسے دیکھ کر مریم خوفزدہ ہوگئیں اور آپ نے فرمایا میں تجھے خدائے رحمن کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ چاہتی ہوں یہ سن کر فرشتہ بولا کے مریم خوفزدہ نہ ہو میں انسان نہیں ہوں بلکہ اللہ کا بھیجا ہوا ایک فرشتہ ہوں اور تجھ کو ایک بیٹے کی بشارت دینے کے لئے آیا ہوں مریم نے جب یہ سنا تو نہایت تعجب

سے فرشتے سے بولیں کے بھلا میرے یہاں بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے تو آج تک کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے کیونکہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ ہی میں زانیہ ہوں اس پر فرشتے نے جواب دیا کے میں تو تیرے پروردگا کا قاصد ہوں اس نے مجھ سے اسی طرح سے کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کے یہ میں اس لئے کر رہا ہوں کے مریم اور اس کے بیٹے کو اس کائنات کے لئے ایک نشانی بنادوں اور یہ لڑکا میری جانب سے ایک رحمت ہو جبکہ میرا یہ فیصلہ اٹل ہے مریم اللہ تعالی تجھے ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتا ہے جو کے اس کا کلمہ ہوگا اور اس کا لقب مسیح ہوگا جبکہ اس کا نام عیسیٰ ہوگا وہ دنیا اور آخرت میں باعظمت ہوگا اور وہ اللہ کے مقربین میں سے ہوگا اور شیر خوارگی (گہوارے) میں ہی لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ بڑھاپے کا بھی کچھ دور پائے گا تا کہ اللہ کی طرف سے دی گئی رشد وہدایت کی ذمہ داری کو پورا کر سکے اور یہ سب ضرور ہوگا کیونکہ یہی اللہ کا قانون اور اس کی مرضی ہے جب بھی وہ کسی شے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے کن یعنی ہوجا تو وہ چیز اسی طرح سے ہوجاتی ہے جس طرح سے سے اس نے چاہا ہوتا ہے اللہ تعالی عیسیٰ کو کتاب عطا کرے گا اور اسے حکم سیکھائے گا اور بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لئے اسے نبی اور رسول بنائے گا قرآن کریم نے اس پورے واقعے کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے!

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔۲۶۸؎

ترجمہ۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ نے تجھے پسند کیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور سارے جہان کی عورتوں پر تجھے برگزیدہ کیا ہے۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔۲۶۹؎

ترجمہ۔اے مریم تو اپنے رب کی اطاعت کر اور سجدہ کر اور نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھا کر۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَه كُنْ فَيَكُوْنُ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔۲۷۰؎

ترجمہ۔جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوشخبری دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، اور وہ دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں اس کا شمار کیا جائے گا وہ لوگوں سے گہوارے میں بات کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ ایک مرد صالح ہوگا یہ سن کر مریم بولی پروردگار میرے یہاں بچہ کہاں سے ہوگا؟ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے جواب ملا کے ایسا ہی ہوگا اللہ جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے اور وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرلیتا ہے تو بس کہتا ہے کے ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے (فرشتوں نے پھر اپنے سلسلہ کلام میں کہا) اللہ اسے کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول مقرر کرے گا۔

پھر وہ اللہ کے حکم سے حاملہ ہوگئیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔۲۷۱؎

ترجمہ۔بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے اس کو اللہ نے

مٹی سے بنایا اور کہا کے ہوجا اور وہ ہوگیا۔

وَالَّتِیٓ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَآ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۔۲۷۲۔

ترجمہ۔(مریم) کا معاملہ جس نے اپنی پاک دامنی کو قائم رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس کے بیٹے (عیسیٰ) کو عالمین کے لئے ایک نشان بنایا

وَمَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیٓ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَصَدَّقَتۡ بِکَلِمٰتِ رَبِّهَا وَکُتُبِهٖ وَکَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ ۔۲۷۳۔

ترجمہ۔مریم عمران کی بیٹی (کی مثال بیان کرتا ہے) جس نے اپنی عصمت کومحفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو سچ جانا اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھی۔

وَاُمُّهٗ صِدِّیۡقَة ۔۲۷۴۔

ترجمہ۔(عیسیٰ کی ماں مریم) صدیقہ تھی۔

حضرت مریم پر ایک اضطراری کیفیت طاری تھی جیسے جیسے وقت ولادت قریب آتا گیا وہ حقیقت حال کے انکشاف سے پریشان تھیں بلا آخر وہ بدنامی کے خوف سے بچنے کے لئے یروشلم سے نومیل دور ایک پہاڑ' کوہ سراہ (ساعیر) کے ایک ٹیلے پر چلی گئیں (کوہ سراہ ایک علاقہ ہے جو اب' بیت الحم' کے نام سے مشہور ہے) جب آثار ولادت قریب آئے تو وہ ایک کھجور کے درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔

وَاُمُّهٗ صِدِّیۡقَةٌ فَنَادٰىهَا مِنۡ تَحۡتِهَآ اَلَّا تَحۡزَنِیۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِیًّا وَهُزِّیۡۤ اِلَیۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَیۡكِ رُطَبًا جَنِیًّا فَکُلِیۡ وَاشۡرَبِیۡ وَقَرِّیۡ عَیۡنًا فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا فَقُوۡلِیۡۤ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُکَلِّمَ الۡیَوۡمَ اِنۡسِیًّا ۔۲۷۵۔

ترجمہ۔(مریم) بڑے دکھ سے یہ کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اورلوگ میری ہستی کوفراموش کر چکے ہوتے قریب ہی سے ایک فرشتے نے انھیں اللہ کے حکم سے آگاہ کیا اے مریم تو غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے ادھر ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا تیرے اوپر تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں اپنے بچے کے نظارے سے ٹھنڈی کر پھر اگر کوئی آدمی نظر آئے تو، تو اس سے کہہ دینا کے تو نے رحمن کے لئے روزے کی نذر مانی ہے اس لئے آج میں کسی سے بات نہیں کروں گی۔

حضرت مریم فرشتے کی اس تسلی سے کافی مطمئن ہوگئیں اور بعد از ولادت اپنی گود میں حضرت عیسیٰ کو لے کر اب وہ بیت المقدس کی جانب روآنہ ہوئیں جب وہ شہر میں پہنچیں تو لوگوں نے انھیں دیکھ کر انھیں گھیر لیا اور ان سے کہنے لگے! اے مریم یہ تو نے کیا بھاری تہمت کا کام کیا ہے؟ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن عورت تھی پھر تو یہ کیا کر بیٹھی؟ مریم نے حکم الٰہی کی تکمیل میں اشارے سے یہ بتایا کے انھوں نے رحمن کے نام کے روزے کی نذر مانی ہے لہٰذا جو کچھ پوچھنا ہے اس بچے سے پوچھ لو تاہم لوگوں کے لیے یہ بات نہایت حیران کن تھی کے بھلا یہ شیر خوار بچہ بول کیسے سکتا ہے؟ لیکن اگلے ہی لمحے قوم بنی اسرائیل کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اذان الٰہی سے ماں کی گود میں بولنا شروع کر دیا آپ نے قوم بنی اسرائیل سے کہا

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ۖ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ ۡ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۔۲۷۶ ۔

ترجمہ۔ اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے مبارک بنایا خواہ وہ کسی حال میں اور کسی جگہ پر ہو اور جب تک میں زندہ ہوں اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے اور میرے پروردگار نے مجھ کو میری ماں کا خدمت گزار بنایا ہے خودسر اور نافرمان نہیں بنایا ہے اور پھر اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کے میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں پھر زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

ان تمام واقعات کو قرآن کریم اس طرح سے بیان کر رہا ہے!

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۖ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۔۲۷۷؎

ترجمہ۔ (مریم) کو اس کے بیٹے کا حمل ٹہر گیا اور وہ لوگوں سے الگ ہو کر دور چلی گئی پھر اسے دردزہ کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا تو اس نے کہا کے کاش

میں اس سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور میری ہستی کو لوگ یک دم بھول چکے ہوتے اس وقت اسے نیچے سے ایک فرشتے نے پکارا غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے تلے ایک نہر جاری کردی ہے اور کھجور کے درخت کا تنا پکڑ کے اسے اپنی طرف ہلا تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے کھاؤ، پیو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی رکھو اگر کوئی آدمی نظر آئے تو کہہ دینا کے میں نے خدائے رحمن کے حضور روزے کی منت مانگ رکھی ہے میں آج کسی آدمی سے بات چیت نہیں کروں گی پھر ایسا ہوا کے وہ اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی اس کا بیٹا اس کی گود میں تھا تو لوگ بول اٹھے اے مریم! تو نے تو عجیب ہی بات کر دکھائی؟ اور تو، تو بڑی تہمت کا کام کر گزری؟ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی اس پر مریم نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیا لوگوں نے کہا کے بھلا اس سے ہم کیا بات کریں؟ جو ابھی گود میں بیٹھنے والا شیر خوار بچہ ہے؟ مگر لڑکا بول اٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے خواہ میں کسی حال یا کسی بھی جگہ پر ہوں اور جب تک میں زندہ ہوں اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے میرا یہی شعار ہوگا اور میرے پروردگار نے مجھ کو میری ماں کا فرمانبردار بنایا ہے، خودسر اور نافرمان نہیں بنایا ہے اور پھر اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن پھر میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

بے شک قوم بنی اسرائیل کے لئے گہوارے میں کسی شیر خوار کا کلام کسی معجزے سے کم نہ تھا پھر یہ کے حضرت مریم کی پاکبازی، ان کی عبادت و ریاضت اور ان کے خاندانی حسب نسب سے بھی چونکہ سب لوگ واقف تھے قوم بنی اسرائیل کے اہل ایمان حضرات تو

صدق دل سے اس معجزے پر ایمان لے آئے لیکن جن کے دل میں ٹیڑھ تھی وہ متواتر اعتراضات اٹھاتے رہے اور جلن وحسد میں مبتلا ہو کر کوئی نہ کوئی سازش تیار کرتے رہے وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا اور حضرت عیسیٰ کی پرورش کے انتظامات اللہ تعالیٰ فرماتے رہے کیونکہ آپ اللہ کے منتخب کردہ نبی اور رسول تھے آگے چل کر آپ کو قوم بنی اسرائیل کی ہدایت ورہنمائی کی کٹھن ترین ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برا ہونا تھا چنانچہ آپ اپنی نیک سیرت والدہ کے زیر تربیت علمی مراحل طے کرتے رہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ۔۲۷۸؎

ترجمہ۔ہم نے عیسیٰ ابن مریم اور اس کی اس کی ماں کو ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کے لئے ایک بلند مقام پر ٹھکانہ بھی بنایا جو سکونت کے قابل اور چشمے والا ہے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم: Prophet Jesus:

حضرت عیسیٰ ابن مریم جب پیدا ہوئے تو اس وقت فلسطین پر ہیرود اعظم کی سلطنت قائم تھی اس کا تعلق قوم بنی اسرائیل سے تھا لیکن اس کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں یہی وجہ تھی کے اسے قوم بنی اسرائیل سخت ناپسند کرتے تھے کیونکہ اس نے رومیوں کی تہذیب وتمدن، اخلاق ومعاشرت کو بھرپور انداز سے بڑھایا اور پھیلایا حضرت عیسیٰ ابن مریم کی پیدائش سے قبل کئی نشانیوں کا ظہور ہوا انھی میں سے آپ کے وقت ولادت ایک روشن ستارہ بھی رونما ہوا اہل علم حضرات اس روشن ستارے کو دیکھ کر مسرور تھے اور وہ اسے اپنے اور اپنی قوم کے لئے خوش بختی شمار کررہے تھے ایسے میں بادشاہ ہیرود اعظم کو اس کے درباری نجومیوں نے ایک

عظیم روحانی شخصیت کی آمد کی خوشخبری سنائی جو ملک شام میں پیدا ہوئی اور مستقبل میں اس کی بادشاہت کے لئے خطرہ بھی ثابت ہوسکتا ہے لہٰذا بادشاہ نے اپنے کچھ لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ صحیح خبر لے کر آسکیں اس معاملے کی تفتیش کے لئے جب سرکاری ہرکارے قوم بنی اسرائیل میں پہنچے تو انھیں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی خبر ملی جو کسی معجزے سے کم نہ تھی جبکہ قوم بنی اسرائیل کے نیک دل لوگ حضرت مریم اور عیسیٰ کی بے حد تکریم بھی کرتے تھے، شاہی ہرکاروں نے بادشاہ ہیرود اعظم کو ان معاملات کی اطلاع دی تو ایک روایت کے مطابق اس نے اپنے دل میں حضرت عیسیٰ کے خلاف بغض، جلن اور حسد محسوس کی اور مستقبل میں آپ کی ذات سے ہونے والے اقدامات کو اس نے اپنے لئے خطرہ جانا اور اس نے آپ کے قتل کے احکامات جاری کردئے، دوسری روایت کے مطابق! ہیرود اعظم نے قوم بنی اسرائیل کے کئی نومولود بچوں کو قتل بھی کروایا اور وہ آپ کو بھی قتل کروانا چاہتا تھا لہٰذا مسیحی روایات کے مطابق حضرت مریم اپنے نومولود بیٹے کی جان کی حفاظت کے غرض سے دو مرتبہ اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئیں پہلی مرتبہ ہیرود اعظم کے عہد میں آپ اپنے عزیزوں کے یہاں مصر تشریف لے گئیں پھر جب حضرت عیسیٰ 13 برس کے ہوگئے تو وہ آپ کو واپس بیت المقدس لائی دوسری مرتبہ آپ نے ہیرود اعظم کے بیٹے ارکیلاس کے دور میں گلیل کے شہر میں پناہ لی۔۲۷۹۔

ترجمہ۔حضرت عیسیٰ ابن مریم نہایت خوبصورت، وجیہ اور نیک و پارسا نوجوان تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے! معراج کی شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت یحییٰ سے ملاقات کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! عیسیٰ ابن مریم میانہ قد، سرخ سفید رنگت کے تھے اور

آپ کا جسم مبارک اتنا صاف وشفاف تھا کے ایسا معلوم ہوتا تھا کے آپ ابھی حمام سے نہا کر تشریف لائے ہیں۔ ۲۸۰۔

اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو قوم بنی اسرائیل کی طرف نبی، رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا آپ کو کتاب (انجیل) اور کئی معجزات عطافرمائے۔

انجیل مقدس: Gospels:

حضرت عیسیٰ ابن مریم پر نازل کردہ الہامی کتاب کا نام انجیل ہے جس کے لفظی معنی خوشخبری، انعام اور بشارت کے ہیں انجیل یونانی زبان کا لفظ ہے اور اس کی یونانی شکل انجلیون ہے جبکہ اس کو Gospels یا عہد نامہ جدید بھی کہا جاتا ہے اور عام طور پر عیسائیوں کے گرجا گھروں میں سروس کے دوران ان کتب مقدسہ کے اقتباسات پڑھے یا گائے جاتے ہیں انجیل متی اور انجیل لوقا میں یسوع مسیح کے کئی اقول کو مجموعے کی شکل میں منضبط کیا گیا جبکہ بقیہ دو اناجیل جس میں لوقا اور یوحنا شامل ہیں ان میں بھی حضرت مسیح کی تعلیمات اور ان کے زندگی کے مختلف پہلوؤں کی جانب اشارے ملتے ہیں، مورخین کے مطابق حضرت عیسیٰ ابن مریم کی مادری زبان آرامی تھی اور آرامی زبان سامی زبان کے خاندان سے تعلق کی بناء پر عبری اور عربی سے بھی قریب ترین ہے کیونکہ یونانی زبان آرین سلسلہ کی زبان ہے جو آرامی سے بہت مختلف ہے لہٰذا یسوع مسیح کا پیغام یا ان پر بھیجی جانے والی کتاب کا نام شاید انجیل نہیں ہوگا بلکہ اس کا نام بشرہ یا بشریٰ ہوسکتا ہے کیونکہ عہد نامہ قدیم میں بھی یہ لفظ بار بار استعمال کیا گیا ہے لیکن حضرت مسیح کے اس دنیا سے جانے کے تقریباً 150 برس کے بعد آپ کے اوپر بھیجی گئی کتاب کے لئے لفظ انجیل کا استعمال کیا گیا اور یہ بھی کے حضرت عیسیٰ ابن مریم اپنے پیچھے کوئی ایسی کتاب چھوڑ کر نہیں گئے جس کی اشاعت ان کے بعد ان کے حواری کرتے۔

اس حوالے سے قرآن کریم آپ پر اتاری گئی کتاب کے بارے میں یہ کہہ رہا ہے

وَاَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۔۲۸۱؎

ترجمہ۔ہم نے تورات اور انجیل اتاری جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۔۲۸۲؎

ترجمہ۔اللہ،عیسیٰ کو کتاب وحکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔

التَّوْرَاةِ وَاٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْر ۔۲۸۳؎

ترجمہ۔ہم نے اسے (عیسیٰ) کو انجیل دی،اس میں ہدایت اور نور ہے۔

بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ ۔۲۸۴؎

ترجمہ۔رسولوں کے پیچھے ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل دی۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ ۔۲۸۵؎

ترجمہ۔(عیسیٰ نے کہا) میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۔۲۸۶؎

ترجمہ۔(عیسیٰ نے کہا) بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں،مجھے (اللہ) نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔۲۸۷؎

ترجمہ۔ جب اللہ کہے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! میرا احسان یاد کر جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہوا ہے، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی، تو لوگوں سے بات کرتا تھا گود میں اور ادھیڑ عمر میں، اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی، اور جب تو مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے بناتا تھا پھر تو اس میں پھونک مارتا تھا تب وہ میرے حکم سے اڑنے والا ہو جاتا تھا، اور مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا، اور جب مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس نشانیاں لے کر آیا پھر جو ان میں کافر تھے وہ کہنے لگے کہ یہ تو بس صریح جادو ہے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ ۲۸۸؎

ترجمہ۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تجھ کو ایک بات کی اپنی طرف سے بشارت دیتا ہے، اس کا نام مسیح عیسیٰ (وہ) بیٹا مریم کا ہوگا، دنیا اور آخرت میں مرتبے والا اور اللہ کے مقربوں میں سے ہوگا۔

الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ ۲۸۹؎

ترجمہ۔ عیسیٰ ابن مریم دنیا میں عزت والے مقربین میں سے ہیں۔

وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا۔ ۲۹۰؎

ترجمہ۔ مجھے مبارک کیا گیا ہے جہاں کہیں میں ہوں اور جب تک میں زندہ ہوں

مجھے نماز وزکوۃ کا حکم دیا گیا ہے۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ ۲۹۱؎

ترجمہ۔ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح معجزات دے کر بھیجا اور ہم نے اس کی روح پاک کو (جبرائیل) کے ذریعے قوت وتائید عطا کی کیا جب تمھارے پاس پیغمبر ایسے پیغامات لے کر آیا جن پر عمل کرنے کو تمھارا دل نہیں چاہتا تھا تو کیا تم نے غرور کو اپنا شیوہ نہیں بنالیا تھا؟ پس تم (بنی اسرائیل) پیغمبروں کی ایک جماعت کو جھٹلاتے رہے جبکہ ایک جماعت کو تم نے قتل بھی کیا پھر تم یہ بھی کہتے ہو کہ ہمارے دل قبول حق کے لئے غلاف میں ہیں ان کے رب نے انھیں ان کے کفر کرنے پر ملعون قرار دیا جبکہ ان میں بہت کم لوگ ایسے تھے جو ایمان لائے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم نے 13 برس کی عمر میں اعلان نبوت کیا اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں آپ نے دن رات ایک کردئے آپ کے حواری جنھیں ہم آپ کے انصار یا صحابہ بھی کہہ سکتے ہیں وہ بھی آپ پر ایمان لائے عام طور پر حواری کا مطلب 'دھوبی' کے ہوتا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ شہر شہر، گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ گھوم پھر کر اور طویل سفر اختیار کر کے لوگوں تک دین اسلام پہنچاتے تھے لہٰذا آپ کسی دھوبیوں کی بستی میں بھی گئے اور ان دھوبیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اس اعتبار سے وہ آپ کے انصار یا صحابہ ہی تھے لیکن حواریوں کے نام سے مشہور ہوئے یہ حواری آپ پر اپنی جان چھڑکتے اور دین اسلام کے احکامات پر نہایت خشوع وخضوع سے عمل بھی کیا کرتے انھی حواریوں کے حوالے سے

ارشادات خداوندی بھی ہیں!

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۔۲۹۲؎

ترجمہ۔ جب میں نے حواریوں کی طرف وحی بھیجی کے مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انھوں نے کہا کے ہم ایمان لائے ۔ اور تو گواہ رہ کے ہم مسلمان ہوئے ۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۔۲۹۳؎

ترجمہ۔ جب عیسیٰ کو ان کا (بنی اسرائیل کا) کفر معلوم ہوا تو اس نے کہا کے اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہوگا؟ تو حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور تو گواہ ہو کے ہم مسلمان ہیں ۔

پچھلی کتب مقدسہ کی طرح سے آپ کے بعد آپ کی کتاب اور تعلیمات میں بھی ترمیم و اضافہ کیا گیا بے شمار جعلی اناجیل بھی آئیں کئی لوگوں نے تو جھوٹی نبوت کا دعویٰ تک کر دیا جس کا اعتراف پولس نے بھی کیا ۔

انجیل کی تدوین: Compilation of Gospel:

مسیحی فرقوں کے اصولی اختلاف اور انتشار کی وجہ سے جعلی اناجیل نویسی کا رواج عام ہو گیا تھا جس کے لئے قسطنطین اعظم نے 300 پادریوں کی ایک کونسل بلوائی تا کہ صحیح اور اصل انجیل اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے حقیقی عقائد کا فیصلہ کیا جا سکے چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے تاریخی اور عقلی دلائل کی روشنی میں اصل انجیل اور حضرت یسوع مسیح کے درست عقائد و تعلیمات کے تعین کے لئے ایک عجیب و غریب طریقہ وضع کیا اور تمام اناجیل کو

انھوں نے ایک گرجا گھر کے کمرے میں بڑی سی میز کے نیچے بے ترتیب رکھ دیا پھر انھوں نے خداوند سے یہ دعا کی کے ان میں سے جو بھی درست اور الہامی نوشتے ہیں وہ میز پر آجائیں اور جتنے بھی جعلی نسخے ہیں وہ سب میز کے نیچے رہ جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چار اناجیل (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا) میز کے اوپر آگئیں جبکہ بقیہ تمام میز کے نیچے ہی رہ گئیں پھر اس کے بعد قسطنطین اعظم نے چار کے سوا باقی تمام اناجیل کو سپرد آتش کیا۔

جعلی اناجیل کے نسائخ اگر کسی بھی شخص کے پاس سے دستیاب ہوجاتے تو وہ بھی بے دردی سے قتل کر دیا جاتا اگرچہ بادشاہ کے یہ اقدامات سخت ظالمانہ تھے لیکن ایسا ایک عرصہ تک ہوتا رہا۔ ۲۹۴ ۔

عیسائیوں کے یہاں انجیل متی اور انجیل مرقس کو سب سے زیادہ قدیم تصور کیا جاتا ہے جبکہ انجیل لوقا، انطاکیہ کے ایک طبیب نے مرتب کی جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے! وہ یسوع مسیح کے حواریوں میں سے ایک تھا۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم کے معجزات

The Miracles of Prophet Jesus

اللہ تعالی نے آپ کو کئی معجزات عطا فرمائے تاہم آپ کی پیدائش بذات خود ایک معجزہ اور اللہ کی ایک عظیم نشانی ہے آپ پیدائشی نابینا افراد کی آنکھوں پر جب اپنا دست مسیحائی پھیرتے تو ان کی بینائی واپس لوٹ آتی، کوڑھ کے مریضوں کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تو ان کا مرض ختم ہوجاتا، مردہ شخص کو اللہ کے اذن سے زندہ فرمادیتے، مٹی کے پرندے میں اگر پھونک مارتے تو وہ جیتا جاگتا ہوکر اڑنے لگتا، جس شخص نے جو کھانا کھایا ہوتا آپ اس کے بارے میں بھی بتادیا کرتے اسی طرح سے کس کے گھر میں کیا کیا سامان ہے وہ بھی آپ

بتا دیتے۔اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ۔۲۹۵؎

ترجمہ۔خدا سکھاتا ہے اس (عیسیٰ) کو کتاب وحکمت، تورات اور انجیل اور بنی اسرائیل کی جانب (عیسیٰ) کو رسول بنا کر بھیجا وہ کہتا ہے کے بے شک میں تمھارے پاس تمھارے رب کی جانب سے ایک نشانی (معجزہ) لے کر آیا ہوں اور وہ یہ ہے کے میں تمھارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر میں اس میں پھونک مار دیتا ہوں اور وہ خدا کے حکم سے زندہ ہوجاتا ہے اور پیدائشی اندھے کو میں بینا کر دیتا ہوں اور جذامی کو اچھا کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہوں اور تم کو بتا دیتا ہوں جو تم کھا کر آتے ہو اور جو تم گھر میں ذخیرہ کرتے ہو اگر تم حقیقی ایمان رکھتے ہو تو بلاشبہ ان امور میں پوری نشانی ہے اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں تا کہ بعض ان چیزوں کو جو تم پر حرام کی گئی ہیں میں تمھارے لئے حلال کر دوں میں تمھارے لئے پرودگار ہی کے پاس سے نشانی لایا ہوں پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمھارا مددگار ہے تم اس کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔

آپ جس دور میں مبعوث ہوئے تو اس دور میں یونانیوں اور رومیوں کے علم طب کا ہر جانب بڑا غلغلہ تھا۔ بڑے بڑے نامی گرامی اطباء اور حکماء اپنے ان علوم پر غرور و فخر بھی کیا کرتے اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ کو وہ معجزات عطا فرمائے جن کو دیکھ کر مخالفین کی عقل دنگ رہ گئی کیونکہ مردے کو زندہ کرنا، مٹی کے پرندے کو جیتا جاگتا کرنا، جذامی اور پیدائشی نابینا کو بینا کرنا وغیرہ اچھے اچھے اہل علم کے لئے کسی چیلنج سے کم نہ تھے۔

علمی قابلیت اور طبی کمالات پر بے جا فخر و غرور جو اس قوم میں سرائیت کر چکا تھا اس کا عقلی توڑ بھی ضروری تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عیسیٰ ابن مریم کے مردے کو زندہ کرنے کے حوالے سے بیان کرتے ہیں آپ نے اللہ کے حکم سے چار افراد کو ان کے مرنے کے بعد زندہ فرمایا۔

ا۔ آپ کا وفادار غلام عازر کی تشویشناک حالت کی جب آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ تین دن کی مسافت کو طے کر کے جب وہاں پہنچے تو اس غلام کی وفات کے بعد تدفین ہو چکی تھی پھر آپ اس کی قبر پر گئے اور قبر پر جا کر آپ نے اس کی زندگی کی دعا اللہ کے حضور فرمائی اور وہ قبر سے زندہ ہو کر نکل آیا پھر ایک طویل عرصہ تک دنیا میں حیات رہا اس کی شادی ہوئی اور وہ صاحب اولاد بھی ہوا۔

۲۔ ایک بوڑھی عورت کے اکلوتے بیٹے کی جب وفات ہوئی تو اس بوڑھی عورت نے آپ سے اپنے بیٹے کی زندگی کا سوال کیا تو آپ نے اس کے لئے بھی دعا فرمائی اور وہ بھی اللہ کے حکم سے جیتا جاگتا ہو گیا۔

۳۔ ایک نوجوان لڑکی کی وفات پر بھی جب اس کے اہل خانہ نے آپ سے استدعا

کی تو آپ نے اس کے لئے بھی دعا فرمائی اور وہ بھی اذن الٰہی سے زندہ ہوئی۔

۴۔سام بن نوح جن کے انتقال کو ہزاروں برس بیت چکے تھے لوگوں نے آپ سے کہا انھیں بھی زندہ کر دیں چنانچہ آپ نے لوگوں کی بتائی ہوئی قبر کے پاس جا کر انھیں بھی زندہ ہونے کا حکم دیا تاہم وہ بھی آپ کے حکم سے زندہ ہوگئے لیکن وہ سمجھے کے شاید قیامت قائم ہوگئی ہے لہٰذا قیامت کے خوف سے ان کے سر کے سارے بال سفید ہو گئے پھر وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم پر ایمان لائے انھوں نے حضرت عیسیٰ سے درخواست کی کے اب انھیں دوبارہ موت کی تکلیف سے نہ گزارا جائے چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کا دوبارہ انتقال ہوگیا۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم کا شمار اللہ تعالیٰ کی ان قدسی نفس فرد میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں نظام تکوین یعنی Adminstration کے امور میں شامل ہیں آپ فرماتے ہیں کے میرا دیا ہوا پانی جو پیئے گا پھر وہ ابد تک کبھی پیاسا نہ ہوگا بلکہ وہ اس میں ایک چشمہ بن جائے گا جو ہمیشہ جاری رہے گا۔۲۹۶؎

حضرت عیسیٰ ابن مریم اپنی قوم بنی اسرائیل کو پیغام الٰہی سناتے اور انھیں بتاتے!

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔۲۹۷؎

ترجمہ۔(عیسیٰ نے اپنی قوم سے کہا) اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔۲۹۸؎

ترجمہ۔بے شک اللہ جو میرا رب ہے وہ تمھارا رب بھی ہے سو تم سب اسی کی عبادت کرو۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۔۲۹۹؎

ترجمہ۔ میں توارت کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں تاکہ تمھارے لئے بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئیں تھیں اور میں تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی نشانی لے کر آیا ہوں پس تم اللہ کا خوف کرو اور میری پیروی کرو بلاشبہ اللہ میرا اور تمھارا پروردگار ہے پس اس کی عبادت کرتے رہو یہی سیدھی راہ ہے اور جب عیسیٰ نے ان (بنی اسرائیل) سے کفر محسوس کیا تو فرمایا کے اللہ کے لئے کون میرا مددگار ہے؟ تو اس کے شاگردوں نے کہا کے ہم اللہ کے دین کے لئے (آپ) کے مددگار ہیں۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۔۳۰۰؎

ترجمہ۔ میں نے جب حواریوں کی طرف وحی بھیجی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انھوں نے کہا! ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم نے ساری عمر شادی نہیں کی اور نہ ہی آپ نے اپنا گھر بنایا آپ شہر شہر، گاؤں گاؤں جا کر احکامات الٰہی کی تبلیغ واشاعت فرماتے جب رات ہوتی تو زمین پر ہی سوجاتے اور جب دن ہوتا تو دین حق کی تبلیغ فرماتے اور لوگوں کی رہنمائی فرماتے آپ نہایت پاکیزہ طبیعت کے مالک تھے لہٰذا آپ جس جگہ سے گزرتے لوگوں کا ایک ہجوم آپ کے آس پاس جمع ہوجاتا جو اپنی اپنی حاجات بیان کرتے چنانچہ آپ مخلوق خدا کی حاجت روائی فرماتے اور ان کے اذہان وقلوب کی اصلاح بھی کرتے لیکن حاسدین آپ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوفزدہ تھے لہٰذا قوم کے ملعون لوگوں نے آپ کے خلاف سازشوں کا

جال بنا شروع کردیا چنانچہ آپ کے خلاف سازشیں اس قدر بڑھیں کے قوم بنی اسرائیل نے بادشاہ وقت سے یہ مطالبہ کیا کے آپ کو سولی پر چڑھادیا جائے اگرچہ سازشی ٹولہ کسی ایسے ہی وقت کا منتظر تھا جب آپ تنہا ہوں تاکہ آپ کو باآسانی گرفتار کیا جاسکے کیونکہ مجمع میں آپ کی گرفتاری کا یہ مطلب تھا کے حکومت کے خلاف عوام اور آپ کے حواریوں کا شدید ردعمل ظاہر ہوسکتا تھا جو کے حکمرانوں کی مشکلات میں اضافے کا سبب بن سکتا حضرت عیسیٰ ابن مریم اپنے خلاف اپنی قوم کی ہر سازش کو بخوبی سمجھ رہے تھے۔

ایسے ہی موقع کے لئے ارشاد خداوندی ہے!

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ-۳۰۱؎

ترجمہ۔ایک خفیہ چال انھوں نے چلی اور ایک خفیہ چال اللہ نے چلی اور اللہ ہی سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۔۳۰۲؎

ترجمہ۔جس وقت اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں، جو تیرے منکر ہیں پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہوگا پھر میں تم میں فیصلہ کروں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم کا آسمان پر اٹھائے جانا

Jesus ascended towords the sky

قوم بنی اسرائیل کے سازشی ٹولے نے آپ کے خلاف ہر ممکن زور لگالیا مورخین یہ کہتے ہیں ! چند لوگوں کے سوا پوری قوم بنی اسرائیل حضرت مسیح کی سزائے موت کا مطالبہ کررہی تھی لیکن بدبخت قوم میں سے کسی نے بھی آگے بڑھ کرحق کا ساتھ نہ دیا لیکن اللہ تعالی کی طرف سے اس قوم پر اس طرح سے حجت قائم کی اور مجمع عام میں پونٹس پیلاطس (گورنر) نے جب قوم بنی اسرائیل یہ پوچھا کے آج تو تمھاری عید کا دن ہے اور قاعدے کے مطابق میں سزائے موت کے مجرموں میں سے کسی ایک مجرم کی سزا موت کو معاف کرنے کا اختیار رکھتا ہوں تو اب تم مجھے یہ بتاؤ کے میں یسوع مسیح کو معاف کروں یا ڈاکو برابا کو معاف کروں ؟ اس پر اس بدبخت اور ملعون قوم نے ڈاکو کی معافی اور حضرت عیسیٰ کی سزائے موت پر اتفاق کیا اور آپ کو ۳۴ برس کی عمر میں سولی چڑھادی گئی آپ کا نبوت کا دورانیہ 20 برسوں پر محیط ہے۔

قرآن کریم اس واقعہ کو اس طرح سے بیان کرتا ہے !

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔ ۳۰۳ ؎

ترجمہ۔ وہ اپنے اس قول پر کے ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم پیغمبر خدا کو قتل کردیا حالانکہ انھوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ ہی اس کو سولی پر چڑھایا تھا بلکہ اصل

معاملہ ان پر مشتبہ ہوکر رہ گیا اور جو لوگ اس کے قتل کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں بلاشبہ وہ اس کی جانب شک میں پڑے ہوئے ہیں جبکہ ان کے پاس حقیقت حال کے بارے میں گمان کی پیروی کے سوا علم کی روشنی نہیں اور انھوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی جانب اٹھالیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۔ ۳۰۴؎

ترجمہ۔اے نبی جس طرح سے یہ لوگ تمھارے دشمن ہیں اسی طرح سے ہم نے گناہ گاروں میں سے ہر نبی کے دشمن پیدا کردئے اور ہدایت اور مدد کے لئے تیرا پروردگار کافی ہے۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کے حضرت عیسیٰ ابن مریم قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے تمام باطل قوتوں کی سرکوبی اور ان کی بیخ کنی فرمائیں گے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ان اقدامات کے نتیجے میں دنیا میں ہر طرف امن وسکون قائم ہوجائے گا پھر آپ اپنی ذمہ داریوں کو مکمل کر کے اس دار فانی سے کوچ کر جائیں گے۔

قیامت سے قبل ظہور عیسیٰ ابن مریم

The arrival of Jesus before Doomsday

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کے حضرت عیسیٰ ابن مریم قیامت سے قبل دنیا میں تشریف لائیں گے اور باطل قوتوں کی بالخصوص دجال کا قتل فرمائیں گے اور پوری دنیا میں اسلام اور امن وسلامتی کا دور دورہ ہوگا ہر جانب امن وسکون، پیار ومحبت اور بھائی چارہ کی ایک فضاء قائم ہوجائے گی جبکہ دنیا مسلمانوں سے بھر جائے گی اور دیگر مذاہب کے پیروکار بھی جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہوں گے اور اس طرح دنیا میں ہر سو مسلمانوں کا ہی ڈنکا

بجے گا احادیث ﷺ کی رو سے حضرت عیسیٰ ابن مریم چالیس برس تک دنیا میں رہیں گے اور اس کے بعد آپ اپنی طبعی موت مرجائیں گے اور خالق حقیقی کے ساتھ آپ کا وصال ہوجائے گا جبکہ احادیث مبارکہ ﷺ میں آپ کی تدفین کے مقام کی طرف بھی اشارہ موجود ہے دراصل حضرت عیسیٰ ابن مریم کی پیدائش بھی اللہ کا ایک معجزہ (نشانی) تھا اور آپ کا دنیا سے آسمان کی طرف اٹھائے جانا اور قبل قیامت آپ کا ظہور یہ سب اللہ تعالی کی جانب سے کسی بھی معجزے (نشانی) سے کم نہیں اللہ تعالیٰ کے لئے انسان کی پیدائش کسی بھی صورت میں ممکن ہے اگرچہ وہ موت پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

اسی حوالے سے ذیل میں ارشادات خداوندی اور احادیث مبارکہ ﷺ پیش کئے جارہے ہیں تاکہ بات وضاحت سے سمجھ میں آجائے۔

وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوۡنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ۔۳۰۵؎

ترجمہ۔عیسیٰ تو قیامت کی نشانی ہیں سوتم اس پر شک نہ کرو اور میرے تابع ہوجاؤ ۔یہی سیدھی راہ ہے۔

نزول عیسیٰ ابن مریم اور ان کے فتنہ دجال کو ختم کرنے کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی کچھ احادیث درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے عیسیٰ ابن مریم حاکم اور عادل بن کر تمھارے درمیان ضرور اتریں گے پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گیا ور خنزیر کو ہلاک کردیں گے اور جنگ کا خاتمہ کردیں گے جبکہ ایک دوسری روایت میں جنگ (حرب) کے بجائے جزیہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور مال کی وہ کثرت ہوگی کے اس کا قبول کرنے والا

کوئی نہ رہے گا اور حالت یہ ہوجائے گی کے لوگوں کے نزدیک خدا کے حضور ایک سجدہ کر لینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔۳۰۶۔

ایک اور روایت جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی ہے جب تک عیسیٰ ابن مریم نازل نہ ہوجائیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے پھر وہ خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے اور ان کے لئے نماز جمع کی جائے گی اور وہ اتنا مال تقسیم کریں گے کے اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور وہ خراج ساقط کردیں گے اور روحاء کے مقام (جو مدینہ سے 35 میل کی دوری پر واقع ہے) پر منزل کر کے وہاں سے حج یا عمرہ کریں گے یا پھر دونوں کو ہی جمع کرلیں گے (راوی کو اس میں شک ہے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کون سی بات یعنی حج یا عمرہ کیا کہا؟)۔۳۰۷۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، (دجال کے خروج کا ذکر کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) اس اثناء میں کے مسلمان (دجال) سے لڑنے کی تیاری کریں گے اور وہ صفیں باندھ رہے ہوں گے جبکہ نماز کے لئے تکبیر اقامت کہی جاچکی ہوگی ایسے میں حضرت عیسیٰ ابن مریم نازل ہوئیں گیا اور وہ نماز میں مسلمانوں کی امامت فرمائیں گے اور اللہ کا دشمن (دجال) انھیں دیکھتے ہی اس طرح سے گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو اسی حال میں چھوڑ دیں گے تو وہ اپنے آپ ہی گھل کر مرجائے گا مگر اللہ اس (دجال) کو (حضرت عیسیٰ) کے ہاتھوں قتل کروائے گا اور وہ اپنے نیزے سے اس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔۳۰۸۔

حضرت نواسؓ بن سمعان کلابی قصہ دجال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، دجال کی

فتنہ انگیزیوں کے سبب اللہ، حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا اور وہ (عیسیٰ) دمشق کے مشرقی حصے میں سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے پھر جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کے (پانی) کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب وہ سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے ہوئے نظر آئیں گے ان کی سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی وہ زندہ نہ بچ پائے گا پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور اسے 'لد' کے دروازے پر جا پکڑیں گے اور قتل کردیں گے۔۳۰۹؎

'لد' جیسے Lydda بھی کہتے ہیں یہ فلسطین کی ریاست میں اسرائیل کے دارالسلطنت 'تل ابیب' سے چند میل کے فاصلے کی دوری پر واقع ایک شہر ہے جہاں یہودیوں نے ایک ہوائی اڈہ بھی بنا رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں، کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال میری امت میں نکلے گا اور وہ ان میں چالیس دن، مہینے یا سال رہے گا پھر اللہ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجیں گے جبکہ ان کے حلیہ کا ایک صحابی رسول ﷺ (حضرت عروہؓ بن مسعود) سے مشابہہ ہوگا (حضرت عیسیٰ) دجال کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کردیں گے۔

پھر سات سال تک لوگ اس حال میں رہیں گے کے دو آدمیوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہوگی۔۳۱۰؎

حضرت حذیفہؓ بن اسید الغفاری کہتے ہیں، کے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہماری مجلس میں تشریف فرما تھے اور ہم لوگ آپس میں بات چیت کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا! کیا بات ہو رہی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا! قیامت ہرگز قائم نہ ہوگی جب تک اس

سے قبل دس نشانیاں ظاہر نہ ہوجائیں ۔ ا۔ دھواں ۔ ۲۔ دجال ۔ ۳۔ دابۃ الارض ۴۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ ۵۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول ۔ ۶۔ یاجوج ماجوج ۔ ۷۔ تین بڑے خسف (شگاف یا زمین کا دھنس جانا) ایک مشرق میں ۔ ۸۔ دوسرا مغرب میں ۔ ۹۔ تیسرا جزیرہ عرب میں ۔ ۱۰۔ اور سب سے آخر میں یمن میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہنکاتی ہوئی میدان محشر تک لے کے جائے گی ۔ ۳۱۱ ۔

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا ہے ۔

ا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا ۔ ۲۔ دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوگا۔ ۳۱۲ ۔

ابو امامہ باہلی کی ایک طویل حدیث صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں، عین اس وقت جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوگا ۔

عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوگا امام پیچھے پلٹے گا تا کہ حضرت عیسیٰ آگے بڑھیں مگر حضرت عیسیٰ (امام) کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کے نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ کیونکہ یہ تمھارے لئے ہی کھڑی ہوئی ہے چنانچہ وہی امام نماز پڑھائیں گے، سلام پھیرنے کے بعد حضرت عیسیٰ کہیں گے کے دروازہ کھولو چنانچہ جب دروازہ کھولا جائے گا تو باہر دجال 70,000 مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا اور جونہی (دجال) کی نظر حضرت عیسیٰ پر پڑے گی وہ اس طرح سے گھلنے لگے گا جس طرح سے پانی میں نمک گھلتا ہے اور وہ بھاگ نکلے گا حضرت عیسیٰ کہیں گے کے میرے پاس تیرے لئے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ نہ سکے گا پھر حضرت عیسیٰ اسے لد کے دروازے پر ہی جالیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہرا دے گا

اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھرتا ہے اور تمام دنیا والوں کا کلمہ ایک ہوگا اور دنیا میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ ۳۱۳؎

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۔ ۳۱۴؎

ترجمہ۔اہل کتاب میں سے کوئی نہیں جو (عیسیٰ) کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان سب پر گواہ ہوگا۔

سمرہؓ بن جندب سے ایک طویل حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں! پھر صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ ابن مریم آجائیں گے اور اللہ دجال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا یہاں تک کے دیواریں اور درختوں کی جڑیں بھی پکار اٹھیں گی اے مومن یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہوا ہے تم یہاں آؤ اور اسے قتل کردو۔ ۳۱۵؎

عمران بن حصین سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر قائم اور مخالفین پر بھاری رہے گا یہاں تک کے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے گا اور عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوجائے گا۔ ۳۱۶؎

حضرت عائشہؓ، دجال کے فتنے سے متعلق روایت کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! پھر عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوگا اور وہ دجال کو قتل کردیں گے اس کے بعد حضرت عیسیٰ چالیس برس تک زمین پر ایک امام، عادل حاکم اور منصف کے طور پر رہیں گے۔ ۳۱۷؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک آزاد کردہ غلام 'سفینہ' دجال کے حوالے سے ایک طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ دجال کو 'افیق' کی گھاٹی کے قریب

ہلاک کرے گا۔۳۱۸؎

مفسرین اور مورخین 'افیق' کی گھاٹی کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کے آج کل اسے 'فیق' کہتے ہیں اور یہ شہر شام اور اسرائیل کی سرحد پر موجود ریاست شام کا آخری شہر ہے اس کے آگے مغرب کی جانب چند میل کے فاصلے پر طبریہ نامی ایک جھیل ہے جس میں سے دریائے اردن نکلتا ہے اور اس کے جنوب مغرب کی طرف پہاڑوں کے درمیان ایک نشیبی راستہ ہے جو تقریباً ڈیڑھ دو ہزار فیٹ تک گہرائی میں اتر کر اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں سے دریائے اردن طبریہ میں سے نکلتا ہے اسی پہاڑی راستے کو عقبہ افیق یا 'افیق' کی گھاٹی کہتے ہیں

> حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اور (حضرت عیسیٰ) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ اترنے والے ہیں پس جب تم ان کو دیکھنا تو پہچان لینا ان کا قد میانہ ہے اور رنگت سرخی مائل سفید اور انھوں نے زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے، ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے جیسے ابھی ان میں سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہیں ہوں گے وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے اور صلیب کو پاش پاش کر دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو مٹا دے گا اور مسیح، دجال کو ہلاک کر دیں گے اس کے بعد وہ زمین میں چالیس برس تک ٹھہریں گے اور پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔۳۱۹؎

حضرت ابوبکر صدیقؓ روایت کرتے ہیں، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کے انبیاء کرام جس جگہ انتقال کرتے ہیں انھیں اس جگہ دفن کیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ میرا یہ گمان

ہے کے میں آپ ﷺ کے بعد بھی زندہ رہوں گی تو کیا آپ مجھ کو یہ اجازت دیتے ہیں کے میں آپ ﷺ کے پہلو میں دفن کردی جاؤں؟ تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمھارے لئے وہاں کہاں جگہ ہے اس جگہ صرف میری قبر ہوگی اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبر ہوگی اور عیسیٰ ابن مریم کی قبر ہوگی۔

اس حوالے سئے ارشاد خداوندی ہے!

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۔۳۲۰؎

ترجمہ۔ مجھ پر سلام جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں جی اٹھوں گا یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔

عیسیٰ ابن مریم کو خدا کا بیٹا کہنے والے

People who called Jesus son of The God

عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ ابن مریم سے متعلق ایک عقیدہ تو یہ ہے کے وہ خدا کے بیٹے ہیں جس کے حوالے سے قرآن کریم نے مشرکوں کو قرآن کریم میں منہ توڑ جواب دیا!

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔۳۲۱؎

ترجمہ۔ یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کی منہ کی باتیں ہیں، وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحَانَهٗ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ ۳۲۲؎

ترجمہ۔ اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے، وہ پاک ہے، جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف اسے کن کہتا ہے پھر وہ ہو جاتا ہے۔

عقل انسانی چونکہ نہایت محدود ہے اس لئے وہ ہر چیز کو دنیاوی مثالوں کے ذریعے سمجھتی ہے انسان یہ سمجھتا ہے کے جس طرح سے انسانوں کے والدین اوران کی اولادیں ہوتی ہیں تو شاید اسی طرح سے نعوذ باللہ من ذالک اللہ کا خاندان، والدین یا اولادیں بھی ہوں لیکن اگر وہ قرآن کریم اور حقیقت کائنات کا مطالعہ کرے تو اس کی یہ غلط فہمی دور ہوسکتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں انسان کی پیدائش کے چار طریقے بیان کئے ہیں۔

ا۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش:

اللہ تعالی نے آدم کا مٹی سے پتلا بنایا اور اس میں اپنی روح پھونک دی اور آدم جیتے جاگتے ہو گئے آدم کے ماں باپ نہیں ہیں اور نہ ہی انھوں نے بچپن اور لڑکپن کا دور دیکھا بلکہ وہ پیدا ہی جوان کئے گئے اور اللہ تعالی نے انھیں اپنے اذن سے تام علم الاسماء بھی سیکھائے

ارشاد خداوندی ہے!

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ۔ ۳۲۳؎

ترجمہ۔ جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کے میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ ۳۲۴؎

ترجمہ۔ اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں

کے سامنے پیش کیا پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

۲۔حضرت حوا کی پیدائش:

حضرت حوا کی پیدائش آدم کے ہی وجود سے ہوئی بائبل اس بارے میں کہتا ہے کے آدم جنت میں تنہائی محسوس کرتے تھے پھر ایک دن جب وہ گہری نیند سو گئے تو ان کے الٹے طرف کی تیرہویں پسلی سے حضرت حوا پیدا ہوگئیں چنانچہ جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو انھوں نے اپنے پہلو میں ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی کو بیٹھے دیکھا جبکہ قرآن کریم حضرت حوا کی پیدائش کی تفصیل تو فراہم نہیں کر رہا ہے بلکہ صرف اتنا کہہ رہا ہے!

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۔۳۲۵؎

ترجمہ۔اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

قابل غور امر یہ ہے کے آدم کی طرح حوا کے بھی والدین نہ تھے اگر چہ وہ حضرت آدم کے وجود سے پیدا ضرور ہوئیں لیکن آدم ان کے باپ نہیں بلکہ شوہر تھے پھر وہ بھی آدم کی طرح جوان پیدا کی گئیں لیکن روحانی مفسرین اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھتے ہیں کے کائنات کی ہر شے دو رخوں پر قائم ہے چنانچہ ہر مرد کے باطن میں ایک عورت جبکہ ہر عورت کے باطن میں ایک آدھا ادھورے مرد کا وجود پوشیدہ ہے چنانچہ اسی ادھورے پن کی وجہ سے دونوں جنسوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت، ہم آہنگی، تعلق اور ایک دوسرے کے لئے فطری میلان اور رجحان پایا جاتا ہے جس کی اصل وجہ انسان کے اندرون کا وہ ادھورا پن ہے جس کی

فطری تکمیل ایک مرد یا عورت سے اس بات کا تقاضا کرتی ہے کے وہ دونوں یک جان ہوسکیں لہٰذا اسی فارمولے کے تحت حضرت آدم کے وجود سے حضرت حوا کے وجود کا ظہور ہوا جن کا بعد میں نکاح بھی ہوگیا اوران سے دنیا میں نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم کی پیدائش:

حضرت عیسیٰ ابن مریم کو اللہ تعالی نے بغیر باپ کے پیدا کیا لیکن حضرت عیسیٰ حضرت مریم کے بیٹے ہیں جبکہ قرآن کریم میں جب بھی آپ کا ذکر کیا تو آپ کو عیسیٰ ابن مریم کہہ کر مخاطب کیا گیا آپ کی پیدائش کے حوالے سے قرآن یہ کہتا ہے!

اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ۔ ۳۲۶ے

ترجمہ۔ بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے اللہ نے اس کو مٹی سے بنایا اور پھر کہا ہوجا اور وہ ہوگیا۔

مندرجہ بالا تینوں پیدائش کے طریقے اوران کی مثالیں صرف اورصرف ایک ہی ہیں اور پوری دنیا میں آدم، حوا اور عیسیٰ ابن مریم کی طرح کوئی بھی دوسرا انسان نہیں پیدا کیا گیا

عام انسانوں کی پیدائش:

اگر اللہ تعالی چاہتے تو تمام انسانوں کو آدم، حوا یا عیسیٰ ابن مریم کی طرح بھی پیدا کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالی نے تمام انسانوں کے لئے اس بات کو پسند کیا کے ان کے والدین ہوں اور پھران کی اولادیں ہوں چنانچہ اسی چوتھے طریقہ پیدائش سے تمام انسان اس دنیا میں آئے اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً۔۳۲۷؎

ترجمہ۔لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورتیں دنیا میں پھیلائیں۔

عقل انسانی محدود ہے اس لئے شاید انسان یہ گمان کرتا ہے کے اللہ کے لئے بھی خاندان یا آل اولاد کا ہونا ضروری ہے جبکہ قرآن ایک نہیں بلکہ کئی مقامات پر صراحت سے اس بات کا اعلان کرتا ہے!

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّه كُفُوًا اَحَدٌ۔۳۲۸؎

ترجمہ۔کہو کے اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ ہی اس کا کوئی بیٹا ہے اور اس کا کوئی بھی ہم سر نہیں۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّه شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّه وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔۳۲۹؎

ترجمہ۔کہہ دو سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا سلطنت میں شریک ہے اور نہ کوئی کمزوری کی وجہ سے اس کا مددگار ہے، اور اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۔

اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ سُبْحَانَه اَنْ يَّكُوْنَ لَه وَلَدٌ ۘ لَّه مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔۳۳۰؎

ترجمہ۔ بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے اس کی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کارساز کافی ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَه بَنِيْنَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ سُبْحَانَه وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔۳۳۱؎

ترجمہ۔مشرکوں نے اس کے لئے جنوں میں شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی نے انھیں پیدا کیا ہے اور بے علمی سے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں اور وہ ان اوصاف سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۔۳۳۲؎

ترجمہ۔پرودگار کی عزت بہت بلند ہے اس نے نہ تو بیوی اختیار کی اور نہ ہی اولاد۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوا کے حضرت عیسیٰ ابن مریم محض اللہ کے ایک بندے، نبی اور رسول تھے جو اللہ کی ایک نشانی تھے جنھیں دیکھ کر اہل ایمان کے ایمان مضبوط ہوئے لیکن جن کے دلوں میں کجی تھی وہ انھیں دیکھ کر اور ان سے متعلق مشرکانہ باتیں پھیلا کر جہنمی ہوئے پھر بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ آپ کی قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی تھے جو کے حضرت عیسیٰ اور آپ کی والدہ مریم کو خدا مانتے تھے چنانچہ قرآن کریم نے اس گمراہ کن نظریے کی بھی واضح انداز سے بیخ کنی کی۔

حضرت عیسیٰ اور مریم کو خدا ماننا

The people who called Jesus and Marry are God

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۔۳۳۳؎

ترجمہ۔بے شک وہ کافر ہیں جو مسیح ابن مریم کو اللہ کہتے ہیں۔

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۔۳۳۴؎

ترجمہ۔وہ دونوں (عیسیٰ اور مریم) کھانا کھاتے تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ

وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ۔۳۳۵؎

ترجمہ۔ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے تھے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَاسْاَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ۔۳۳۶؎

ترجمہ۔ہم نے تم سے پہلے انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے جن پر ہم وحی کرتے تھے اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو اور ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کے وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ ہی وہ ہمیشہ جینے والے تھے۔

مندرجہ بالا دونوں آیات میں نہایت وضاحت سے اس گمراہ کب عقیدے کو رد کیا گیا ہے دراصل قرآن کریم کا ایک اسلوب ایجاز بھی ہے جس میں نہایت مختصر الفاظ کا سہارا لیتے ہوئے انتہائی گہری بات کردی جاتی ہے جبکہ وہ مختصر اور جامع آیت اپنے اندر کسی وسیع سمندر کی مانند گہرے معانی لئے ہوتی ہے عیسائی اپنے عقدیے کے مطابق حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا جبکہ حضرت مریم کو خدا کی بیوی مانتے ہیں تاہم ان دونوں ہستیوں کو بھی وہ خدائی کے درجے تک لاتے ہیں جو عقیدہ توحید کے بالکل برعکس ہے۔قرآن کریم نے اس کے لئے کوئی لمبی چوڑی بحث نہیں کی بلکہ نہایت مختصر الفاظ میں یہ کہا!

وہ دونوں بھی کھانا کھاتے تھے،اب اگر اس آیت کا تجزیہ کیا جائے تو خالق کی یہ صفت ہے کے اسے نہ نیند آتی ہے، نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی اسے بھوک اور پیاس لگتی ہے جبکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا الغرض خالق ان تمام احتیاجات سے سے پاک ہے جو کے

انسانوں کو درپیش ہیں دوسری جانب انسان سوتا اور جاگتا ہے، اسے بھوک، پیاس، سردی، گرمی، دکھ، درد، تکلیف اور راحت سب ہی کچھ محسوس ہوتی ہے اور سب سے اہم بات یہ کے وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کی بھی موت واقع ہوجاتی ہے اس اعتبار سے عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم چونکہ دونوں بشر یا انسان تھے چنانچہ وہ بھی دیگر انسانوں کی طرح کھانا کھاتے لہٰذا جس شخص کو بھوک یا پیاس لگے گی تو وہ یقیناً زمین و آسمان کی ہر شے کا محتاج بھی ہوگا مختصر پیرائے میں اللہ تعالی نے ایک گھمبیر نکتے کی وضاحت فرمادی اگرچہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس بات کی بھی دوٹوک انداز سے وضاحت کی گئی ہے کے تمام انبیاء کرام بشر یعنی انسان تھے۔

تمام انبیاء کرام بشر تھے

All Prophets were human being they are not God

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى
۔۳۳۷۔

ترجمہ۔ اے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں وہ بستیوں کے رہنے والے انسان ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ اَزۡوَاجًا وَّذُرِّيَّةً‌ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ۔۳۳۸۔

ترجمہ۔اے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور انھیں بیویاں اور اولادیں بھی دیں اور کسی رسول سے یہ نہ ہوسکا کے وہ بغیر اللہ کے

حکم کے کوئی نشانی لے آئے، ہر زمانے کے مناسب احکام ہوتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔۳۳۹ ؎

ترجمہ۔ہم نے جو رسول بھی بھیجا وہ اپنی قوم کی بولی بولتا تھا تا کہ وہ ان سے بیان کرے پھر اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جیسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے وہی غالب حکمت والا ہے۔

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۔۳۴۰ ؎

ترجمہ۔کیا رسولوں کا ذمہ سوائے کھول کر بیان کرنے کے سوا بھی کچھ ہے؟

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۔۳۴۱ ؎

ترجمہ۔ہم رسولوں کو محض خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجتے ہیں اور بس۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ ۔۳۴۲ ؎

ترجمہ۔بے شک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۔۳۴۳ ؎

ترجمہ۔کچھ رسول تو ایسے ہیں جن کا قصہ ہم تم سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور کچھ رسول ایسے بھی ہیں جن کا قصہ ہم نے تم سے بیان نہیں کیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۔۳۴۴ ؎

ترجمہ۔اے نبی! جس طرح سے یہ لوگ تمھارے دشمن ہیں اسی طرح سے ہم نے گناہگاروں میں سے ہر نبی کے دشمن پیدا کر دئے ہدایت اور مدد کے لئے تیرا

پروردگار کافی ہے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم کی بعثت دراصل قوم بنی اسرائیل کے لئے اللہ کی جانب سے آخری حجت تھی بنی اسرائیل نے اپنے تئیں حضرت عیسیٰ ابن مریم کو پھانسی پر چڑھا دیا کچھ عرصہ قبل وہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کو بھی قتل کر چکے تھے لہٰذا اللہ کی طرف سے اس آخری حجت کے قائم ہوجانے کے بعد تباہی اور بربادی قوم بنی اسرائیل کا مقدر بنی۔

132ء۔ 135ء میں رومن شہنشاہ ہیڈریان نے یروشلم پر قبضہ کر کے قوم بنی اسرائیل کو فلسطین سے نکال باہر کیا۔

رومن شہنشاہ ہیڈریان: Roman Emperer Hadrian:

بیشتر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کے ہیڈریان کا شمار عظیم ترین رومن شہنشاہوں میں کیا جاتا ہے اس نے اپنے دور حکومت میں رومن سلطنت کو منظم اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا اور اسے عروج پو پہنچایا اس کے عہد حکومت میں کئی کامیاب فتوحات ہوئیں لیکن ان میں قابل ذکر 132ء۔135ء میں یہودیوں (بنی اسرائیل) کی سرکشی اور بغاوت کی نہایت سختی سے سرکوبی کی جاتی اس نے فلسطین کے مقدس شہر یروشلم پہ قبضہ کیا جہاں سے چن چن کر یہودیوں کو شہر بدر کیا، انھیں غلام بنایا جبکہ اس بغاوت کے نتیجے میں سینکڑوں یہودی مارے بھی گئے شہنشاہ ہیڈریان اس معاملے میں نہایت جابر اور سخت گیر تھا

313ء میں رومن شہنشاہ قسطنطین اعظم نے فلسطین میں کئی اصلاحات کیں۔

رومن شہنشاہ قسطنطین اعظم: The Great Constantine:

رومن شہنشاہ قسطنطین اعظم کے بارے میں کہا جاتا ہے کے یہ وہ پہلا رومن شہنشاہ تھا جس نے سب سے پہلے عیسائیت کو قبول کیا اس سے قبل وہ سورج دیوتا کی عبادت کرتا اور

زمین پر اس دیوتا کو خدا کا مظہر خیال کرتا لیکن پھر ایک رات اس نے خواب میں حضرت مسیح کو دیکھا جو اسے ہدایت دے رہے تھے کہ تم اپنے سپاہیوں کی ڈھالوں پر (XP) کندہ کرواؤ حسب ہدایت ایسا ہی کیا گیا جس کے نتیجے میں قسطنطین اعظم کی فوج کو پے در پے فتوحات حاصل ہوئیں اس نے ان کامیابیوں کو حضرت یسوع مسیح کی جانب سے تحفہ سمجھتے ہوئے اور حضرت مسیح سے عقیدت میں اپنے پرانے مذہب کو ترک کرتے ہوئے عیسائیت کو قبول کرلیا شہنشاہ کے اس اقدام کے نتیجے میں فلسطین میں موجود عیسائیوں پر ظلم وستم میں بے حد کمی آ گئی اور کلیساء کو بھی قانونی حقوق حاصل ہوگئے شہنشاہ قسطنطین نے ہی چوتھی صدی کے اختتام پر عیسائیت کی حتمی فتح کے لئے ماحول کو سازگار بنانے میں ایک اہم کردار ادا کیا جدید محققین تو اسے مسیح کے نام پر حکومت کرنے والے اولین شہنشاہ کی حیثیت میں قرون وسطیٰ اور عیسائی یورپ کی تعمیر میں ایک اہم شخصیت گردانتے ہیں اس نے اپنے ملک کے نظم ونسق کو منظم اور مضبوط بنیادوں پر استوار کیا جبکہ قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کی بنیاد بھی اسی کے عہد حکومت میں رکھی گئی بعد ازاں قسطنطنیہ سمیت کئی شہر بھی تعمیر کئے۔ ۳۴۵ ؁

اس کے عہد حکومت میں فلسطین کی تعمیر و ترقی کے لئے کئی اقدامات کئے گئے اگرچہ عوام میں بے شمار لوگوں نے اپنے قدیم مذاہب کو ترک کرتے ہوئے عیسائیت یا ہیلینیائی مذاہب کو اختیار کیا۔ 29۔614ء میں فارسی اقتدار نے ایک مختصر تعطل پیدا کیا لیکن پھر بہت جلد ہی اہل عرب نے یہاں اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑے اور اگلے 1300 برسوں تک وہ یہاں بلاشرکت غیرے نہایت طمطراق سے حکمرانی کرتے رہے۔

عہد صدیقی میں فوجی فتوحات

Military Conquests of Sidique's Era

حضرت ابوبکر صدیق 633ء۔634ء تک مسند خلافت پر براجمان رہے اگرچہ آپ کی خلافت کا عرصہ خاصا مختصر تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے دور خلافت میں ملکی انتظامات اور اطراف کی شورش پر قابو پانے کی کوششیں کیں اسی طرح سے رومی جارحیت کی سرکوبی بھی کی چنانچہ آپ نے ۔ا۔حضرت عبیدہؓ بن جراح کو حمص ، ۔۲۔حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان کو دمشق ، ۔۳۔حضرت شرجیلؓ بن حسنہ کو اردن اور ۴۔حضرت عمرو بن العاصؓ کو فلسطین کی جانب روآنہ کیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کو آپ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا، رسول اللہ ﷺ نے پہلے تمھیں بنو قضاعہ کی مہم پر روآنہ کیا تھا، اس کے بعد تم کو عمان کا والی مقرر کیا پھر میں نے تمھیں دوبارہ بنو قضاعہ کی سرکوبی کے لئے روآنہ کیا اس کے بعد عمان کی ولایت پر دوبارہ بھیج دیا لیکن اب اے ابوعبداللہ میں تمھارے سپرد وہ کام کرنا چاہتا ہوں جو دین ودنیا دونوں میں ہی تمھارے لئے بہترین ہیں۔۳۴۶۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس مکتوب کے جواب میں لکھا!

میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں اور آپ تیر انداز ہیں چنانچہ جس جانب آپ کو خطرہ محسوس ہو آپ بلا تامل مجھے اس سمت چلا سکتے ہیں آپ دیکھیں گے کے یہ تیر جگر کو پاش کرتا ہوا اس پار نکل جائے گا۔۳۴۷۔

یہ مکتوب جیسے ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو موصول ہوا آپ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو عمان سے طلب فرما کر انھیں فلسطین کی جانب مہم جوئی کے لئے روآنہ کیا

اور انھیں یہ بھی کہا کے اگر تمھیں مزید فوج چاہئے تو اس کا بھی انتظام ہوجائے گا ۔۳۴۸ ۔

آپ نو ہزار فوجی دستے کے ساتھ فلسطین کی جانب روآنہ ہوئے ۔۳۴۹ ۔

حضرت عمرو بن العاص ؓ کی زیر سرپرستی مسلمانوں کے لشکر نے رومیوں کی ایک لاکھ فوج کا نہایت بے جگری سے مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں فلسطین کے دیگر علاقے جن میں نابلس ، لد، عمواس، اور بیت جبرین شامل تھے باآسانی فتح ہوئے اس جنگ میں 15000 رومی مارے گئے جبکہ 130 مسلمان شہید ہوئے لیکن ابھی مرکزی شہر بیت المقدس فتح نہیں ہوا تھا تاہم عہد فاروقی میں مسلمانوں کے ہاتھوں بیت المقدس بھی فتح ہوگیا۔

عہد فاروقی میں بیت المقدس (فلسطین) کی فتح

Concored of Palestine in the period of Umer Farooq

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ 634ء میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے آپ کی خلافت کا دورانیہ ساڑھے دس سالوں پر محیط ہے یعنی آپ 645ء تک خلافت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے آپ کا دور خلافت دنیا کی تاریخ میں سنہری دور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جبکہ آپ کے عہد خلافت میں آدھی سے زیادہ دنیا یعنی عرب و عجم کا بڑا حصہ جس میں سندھ سے لے کر ایران اور جنوبی افریقہ تک کے بیشتر علاقے آپ کے زیر نگیں آچکے تھے جبکہ مورخین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کے اگر آپ کچھ عرصہ اور حیات رہتے تو آپ کے ہاتھوں پوری دنیا ہی فتح ہوجاتی چنانچہ آپ نے رجب سن 637ء میں حضرت عمر بن العاص کو بیت المقدس کے محاصرے کا حکم دیا اور بیت المقدس کا محاصرہ کیا

گیا عیسائی قلعہ بند ہو گئے لیکن زیادہ عرصہ تک وہ مزاحمت نہ کر سکے اور بلا آخر وہ صلح کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن انھوں نے ایک شرط رکھی کے امیر المومنین بذات خود آ کر صلح نامہ اور معاہدہ لکھیں امیر المومنین حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی گئی اور آپ خود بیت المقدس تشریف لائے اور مقام جابیہ پر آپ کا استقبال کیا گیا۔

معاہدے کے مندرجات ذیل میں نقل کئے جا رہے ہیں۔

یہ وہ امان ہے جو اللہ کے غلام امیر المومنین عمر کی جانب سے ایلیا کے لوگوں کو دی جا رہی ہے یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذاہب کے پیروکاروں کو دی جا رہی ہے کے نہ تو ان کے گرجاؤں میں سکونت اختیار کی جائے گی اور نہ ہی وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ہی ان کو اور ان کے احاطوں کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ہی ان کی صلیبوں اور ان کی مال واملاک میں کچھ کمی کی جائے گی مذہب کے بارے میں ان پر کسی قسم کا کوئی جبر ہرگز نہ کیا جائے گا اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے لہٰذا ایلیا والوں پر دوسرے شہریوں کی طرح یہ لازم ہے کہ وہ جزیہ کی ادائے گی کریں اور یونانیوں کو اپنے یہاں سے نکال دیں تاہم جو یونانی اس شہر سے نکلیں گے ان کی جان اور مال محفوظ ہے جب تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائیں ان میں سے جو لوگ ایلیا میں ہی سکونت اختیار کرنا چاہیں ان کے لئے بھی امن ہے لیکن انھیں بھی ایلیا والوں کی طرح جزیہ دینا ہوگا لیکن ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ نکل جانا چاہے تو وہ نکل جائے ان کے گرجے اور صلیب بھی محفوظ ہیں یہاں تک کے وہ اپنی اصل جائے پناہ تک نہ پہنچ جائیں۔

اس تحریر پر اللہ، اس کے رسول ﷺ، خلفائے اور دیگر مسلمانوں کا ذمہ ہے

بشرطیکہ یہ لوگ پابندی سے جزیہ کی ادائے گی کرتے رہیں (اس معاہدے کے گواہان میں خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان شامل تھے جبکہ یہ معاہدہ سن 18 ھ بمطابق 639ء میں تحریر کیا گیا) عہد فاروقی میں فلسطین مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا دیگر خلفاء راشدین کے دور خلافت میں بھی فلسطین میں موجود عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ روادارانہ پالیسی جاری رکھی گئی دور بنوامیہ اور بنوعباسیہ میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مسلمان حکمرانوں کا فراخدلانہ رویہ برقرار رہا۔

عباسی سلطنت کے بعد مسلمانوں کی جانب سے یہ نرم پالیسی پوری طرح سے باقی نہ رہ سکی اس کی ایک وجہ مصر کے فاطمی خلیفہ تھے جنھوں نے 1515ء میں عیسائیوں کے مقدس مقامات کو ڈھانے کی دھمکی دی۔ اسی ضمن میں کچھ ناخوشگوار واقعات بھی ہوئے کیونکہ عیسائی جوق در جوق اپنے مقدس مقامات کی زیارات کیا کرتے لیکن سلجوقی دور سلطنت یعنی ۱۰۷۱ء میں مسلمان حکمرانوں کی جانب سے عیسائی زائرین کے لئے ان کے مقدس مقامات کے راستے بند کر دئے گئے جس کے باعث ان کے مذہبی طبقے میں ہیجان بپا ہو گیا پھر بات بڑھتے بڑھتے یورپ کے دیگر حکمرانوں تک پہنچی اور انھوں نے مسلمانوں سے القدس (یروشلم) پر مسیحی قبضہ بحال کرنے کی جدوجہد شروع کی جس کے نتیجے میں ایک طویل صلیبی جنگ (کروسیڈس) شروع ہوگئی اگرچہ اس جنگ کے نتیجے میں عارضی طور پر مسیحیوں نے یروشلم پر اپنا قبضہ بحال تو کر لیا لیکن یہ صورت حال زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکی اور عیسائیوں کا قبضہ یروشلم پر محض 1099ء۔1187ء تک قائم رہا اس کے بعد صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کے اس قبضے کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ لڑی۔

صلاح الدین ایوبی: Salah Uddin Ayubi:

صلاح الدین ایوبی (1193ء۔1138ء) یہ اسلامی تاریخ کے ایک مشہور اور طاقتور حکمران، جرنیل اور رہنما کے طور پر جانے جاتے ہیں ان کا پورا نام صلاح الدین بن یوسف ابن ایوب تھا آپ نسلاً کرد تھے اور تکریت میں پیدا ہوئے آپ کے والد بھی ایک نڈر سپہ سالار تھے جو کہ ترکی شامی بہادر جرنیل نورالدین زنگی کی سپاہ میں پیش پیش تھے جب صلاح الدین ایوبی جوان ہوئے تو انھوں نے نے بھی اپنے والد کی طرح نورالدین زنگی کی فوج میں شمولیت اختیار کی بعدازاں اپنی بہادری، جراءت، بے مثال شجاعت اور معاملہ فہمی کی بدولت فوج کے اعلیٰ عہدے تک جا پہنچے چنانچہ 1164ء میں ہونے والی جنگ جس میں نور الدین زنگی کی سپاہ مصر سے عیسائیوں کو بے دخل کر رہی تھی اس میں صلاح الدین ایوبی بھی اپنی شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے یہ جنگ چار سال تک جاری رہی جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی ابھی کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ نورالدین زنگی کا انتقال ہو گیا جس کے بعد فوج کی مکمل کمان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ میں آ گئی، صلاح الدین ایوبی نے مصر پر اپنا مکمل کنٹرول حاصل کر لیا جبکہ 1174ء میں انھوں نے مصری حکومت کا مکمل خاتمہ کر کے اپنی سلطنت یعنی 'سلطنت ایوبیہ' کی بنیاد رکھی، صلاح الدین ایوبی ایک نیک دل اور عبادت گزار انسان تھے انھوں نے بے مثال ملکی نظم و نسق قائم کیا اور اپنی فوج کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا جبکہ اپنے بحری بیڑے کو بھی مستحکم کرنے کی ہر ممکن کوششیں کیں یہی نہیں بلکہ ساری مشرقِ وسطیٰ کو اپنے ماتحت لانے کے لئے بھی کئی موثر اقدامات اور کامیاب فوجی کاروائیاں کیں لہٰذا مورخین لکھتے ہیں کے 12 برس تک مختلف فوجی کاروائیوں کے نتیجے میں صلاح الدین ایوبی نے عراق اور شام کو فتح کر لیا پھر 1186ء میں انھوں نے فلسطین میں صلیبی ریاستوں کے سوا

مصر سے بغداد تک کا سارا خطہ اپنا مطیع کرلیا پھر عیسائی اور صلیبی حملہ آوراں کے خلاف اعلان جہاد کیا اور 1187ء میں اپنی 20,000 تربیت یافتہ اور جدید اسلحہ سے لیس فوج کو لے کر فلسطین

(ارض مقدس) کی اینٹ سے اینٹ بجادی اگرچہ ابتداء میں چھوٹی چھوٹی کامیابیاں ملیں لیکن 1187ء میں ان کی فوج یروشلم کے محاصرے میں کامیاب ہوئی اور اس طرح سے صلاح الدین ایوبی صلیبیوں سے بیت المقدس (فلسطین) کو 78 برس کے بعد آزاد کروانے میں کامیاب ہوگئے پورے فلسطین پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا، مورخین لکھتے ہیں کے جب صلاح الدین ایوبی نے یروشلم کو فتح کرلیا تو انھوں نے دیکھا کے مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ میں بکثرت صلیب، تماثیل اور کئی قابل اعتراض اشیاء موجود ہیں یہاں تک کے خنزیر تک آزادانہ گھوم رہے تھے چنانچہ انھوں نے مسجد اقصی اور قبۃ الصخرہ اور تمام مقدس مقامات کی صفائی کا حکم دیا اور تمام قابل اعتراض اشیاء کو صاف کیا۔

صلاح الدین ایوبی چونکہ ایک نیک دل حکمران تھے انھوں نے عیسائیوں کے ساتھ رویے میں نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انھیں ان کے مقدس مقامات کی زیارات کی اجازت دے دی وہ جب تک حکمران رہے متعدد جھڑپیں ہوتی رہیں لیکن وہ ان تمام سازشوں کی سرکوبی کرتے رہے اور 65 برس کی عمر میں 1193ء میں آپ کا انتقال ہوا آپ کا مدفن دمشق کی ایک بڑی جامع مسجد کے قریب ہے ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹوں اور پوتوں نے ملک کے انتظامات کو کامیابی سے چلایا۔

صلاح الدین ایوبی ایک ہر دل عزیز حاکم تھے جن کی قدر و منزلت اپنے تو اپنے غیروں نے بھی کی۔ ۳۵۰ے

تاریخی روایات میں آتا ہے کے بارہویں صدی عیسوی میں یہودیوں نے فلسطین کو مسلمانوں کے قبضے سے آزاد کروانے کی کے لئے مشہور صلیبی جنگیں لڑیں لیکن اس کے باوجود فلسطین مسلمانوں کے پاس ہی رہا گو کے تھوڑے تھوڑے وقفے سے چند انقلابات آتے رہے لیکن اس علاقے پر مسلمانوں کا مکمل کنٹرول قائم رہا۔

1517ء میں عثمانی سلطان سلیم اول نے یہاں ترک حکومت قائم کی جو مسلسل 400 سالوں تک باقی رہی سلطنت عثمانیہ میں بھی یہ علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں رہا۔

1917ء میں فلسطین پر جنرل ایلن بی کی قیادت میں انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اگرچہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کے فلسطین اپنی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر تاریخ کے مختلف ادوار میں فاتحین کی جنگ آزمائیوں کا میدان بنا رہا۔ انیسویں صدی کے آغاز تک یہودیوں کی فلسطین میں آبادی نہ ہونے کے برابر تھی لیکن 2 نومبر 1917ء میں اعلان بالغور کے ذریعے فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کا اعلان ہوا جو کے استعماری طاقتوں میں بٹنا شروع ہو گیا اور غریب مقامی آبادی سے زمینیں خرید کر اپنے قدم جماتے گئے اب فلسطین کی حکومت انگریزوں کی زیر نگرانی آ گئی پھر یکم جولائی 1902ء کو انگریز ہائی کمشنر کے تحت ملکی حکومت کے قیام کا فیصلہ ہوا اور اس حکومت کے تحت فلسطین کو اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا جنوبی ضلع (یافہ) اور شمالی ضلع (حیفہ) 1926ء میں یروشلم اور اس کے اردگرد کے علاقے کو یافہ سے الگ کر کے ایک خاص ضلع بنا دیا گیا۔

برطانوی اقتدار کے تحت علاقے کا رقبہ 263000 مربع کلومیٹر 1931ء میں اس کی آبادی دس لاکھ تھی یکم ستمبر 1922ء کے دستور سیاسی کے مطابق اور 4 مئی 1923ء میں دستور میں کی گئی ترامیم کے مطابق برطانوی ہائی کمشنر سب سے اعلی فوجی اور ملکی اقتدار کا حامل

تھا وہی مجلس عاملہ کا صدر بھی تھا جبکہ مختلف ممالک سے یہودی چھپ کر فلسطین میں داخل ہونے لگے اور انگریزوں کی مدد سے انھوں نے اپنی آبادیاں بھی قائم کرلیں 1930ء میں ان کی آبادی بڑھ کر 6 لاکھ سے متجاوز ہوگئی جبکہ یہاں بسی ہوئی دیگر عرب آبادی کے لوگوں سے ان یہودیوں کے تضادات اور اختلافات بھی شروع ہوگئے جس نے 1928ء، 1929ء، 1933ء اور 1939ء میں شدید خونریزی اور فسادات کی شکل اختیار کرلی۔

1939ء میں لندن میں ایک گول میز کانفرنس ہوئی لیکن اس کے باوجود اہل عرب اور یہودیوں کے مابین ہرگز کوئی مفاہمت نہ ہوسکی جبکہ یہودیوں کی تشدد پسند تنظیموں نے اپنے مذموم عزائم کے تحت نظام حکومت کو بھی معطل کرنا شروع کردیا چنانچہ اس صورت حال کے پیش نظر حکومت کو عرب اور اسرائیل دو علیحدہ ریاستوں کے قیام کا اعلان کرنا پڑا۔

فلسطین میں 1948ء میں برطانوی اقتدار ختم ہوگیا جبکہ 14 مئی 1948ء میں یہودیوں نے اپنی ایک آزاد اور خودمختار ریاست اسرائیل کے قیام کا بھی اعلان کردیا لیکن اسرائیلیوں نے کئی عرب علاقوں پر اپنا قبضہ جمایا بالآخر 5 جون، 1967ء میں اسرائیل نے باقاعدہ اپنے ہمسایہ عرب ممالک پر زوردار حملے شروع کردئے جس کے نتیجے میں اسرائیل نے کئی عرب علاقوں پر اپنا غاصبانہ قبضہ جمالیا لہٰذا اس جھڑپ میں اہل عرب کو مصر کی غزہ کی پٹی، جزیرہ نمائے سینا، اردن کے دریائے اردن کے کچھ حصے اور یروشلم جبکہ شام قنطیرہ اور جولان کی پہاڑیوں سے محروم ہونا پڑا 1973ء میں عرب ممالک اور اسرائیل کے درمیان ایک اور جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں عرب ممالک اپنے کئی مقبوضہ علاقے اسرائیلیوں سے واپس لینے میں کامیاب ہوگئے۔ مصر کے لئے نہر سویز کے استعمال کی راہ بھی ہموار ہوگئی دوسری جانب فلسطینی مسلمان اپنے مقبوضہ علاقے اور بیت المقدس کو یہودیوں کے قبضے سے آزاد کرانے

کے لئے ایک طویل جدو جہد میں ابھی تک مصروف ہیں۔ تنظیم آزادی فلسطین کی قیادت یاسر عرفات ایک طویل عرصہ تک کرتے رہے تاہم یاسر عرفات کی انتھک محنت کے نتیجے میں 1988ء میں ریاست فلسطین کی آزادی کا اعلان کیا گیا1993ء میں ناروے میں فلسطینی مسلمانوں اور اسرائیلی حکومت کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ ہوا جس کو'اوسلو معاہدہ' بھی کہا جاتا ہے جس کے تحت پانچ سالوں کے اندر اندر مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی کے فلسطینیوں کو حکومت اور خود اختیاری مل جائے گی 13 ستمبر 1993ء میں یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیر اعظم رابن نے'اصولوں کی قرار داد' پر دستخط کئے چنانچہ اس معاہدے کی رو سے اسرائیل نے 1994ء میں غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے کے علاقے کو خالی کر دیا فلسطینی اتھارٹی نے منتخب رہنما یاسر عرفات کی قیادت میں تمام حکومتی اختیارات سنبھال لئے لیکن فلسطینیوں کا یہ خیال ہے کے حکومت خود اختیاری مکمل آزادی کا نعم البدل نہیں ہے اس لئے امن کے مذاکرات گاہے بگاہے ہوتے رہنے چاہیے دنیا کی استعماری طاقتیں یہودیوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں تا کہ فلسطینیوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھا جا سکے۔ دنیا کی عظیم طاقتیں اسرائیل کی تمام تر غنڈہ گردی کو نہ صرف ہوا دے رہی ہیں بلکہ اسے جدید اسلحے سے بھی لیس کیا جا رہا ہے یہی نہیں بلکہ وہ ایٹمی قوت اور جدید دفاعی قوت بھی بن چکا ہے جبکہ دوسری جانب عرب ممالک اور مسلمان جو کہ تعداد میں کہیں زیادہ ہیں لیکن وہ منتشر ہیں لہٰذا آج تک مسئلہ فلسطین ہنوز سلجھنے کے بجائے ہر گزرتے دن کے ساتھ الجھتا ہی جا رہا ہے۔ ۳۵۱ے

یہودیت: Judaism:

یہودا (Judah) حضرت یعقوب علیہ السلام کے چوتھے فرزند کا نام تھا جن کی والدہ 'لیاہ' تھیں یہودا عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی 'اللہ تعالی کی تعریف' کے ہیں

حضرت یعقوب کے یہ فرزند خاندانی معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے بعد ازاں یہ اپنے والد کے ساتھ مصر بھی منتقل ہوئے جبکہ حضرت یعقوب نے انھیں برکت کی دعا بھی دی پھر مصر سے خروج کے وقت ان کے قبیلے میں مردوں کی تعداد 74 ہزار بتائی جاتی ہے، یہودا زرد رنگ کے لباس پہنا کرتے شاید اسی وجہ سے یہودیوں میں بھی زرد رنگ ایک امتیازی نشان کی حیثیت اختیار کر گیا۔

یہودی یا بنی اسرائیل کی قدیم مذہبی ثقافت دراصل یہودیت کہلاتی ہے، یہودی خدا کے ساتھ ایک معاہدے یا خصوصی تعلق کے تصور کی بنیاد پر ایک جداگانہ شناخت قائم رکھنے والے لوگوں کا ایک گروہ ہے جبکہ یہ گروہ تاریخ کے قدیم ترین معلوم لوگوں میں سے ہیں جن کا ماخذ اندازاً 3000 ق م سے بھی پہلے کا ہے یہودی دنیا کے کم وبیش ہر خطے میں پائے جاتے ہیں انھوں نے اپنے مذہبی اور ثقافتی اثرات بھی کئی اقوام پر مرتب کئے چنانچہ یہودیوں یا یہودیت کی درست تاریخی حیثیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کے لفظ Jew کو اچھی طرح سے سمجھ لیا جائے لفظ Jew پانچویں صدی ق م میں یہودیہ یا قوم بنی اسرائیل کے لوگوں کے لئے استعمال ہونے والا ایک عبرانی زبان کا لفظ ہے جو کے یونانی زبان کے لفظ Ioudaios (یہودیائی) سے ماخوذ ہے لہٰذا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ لفظ تبدیل ہوکر یہودی بن گیا لیکن ان کا اصل وطن یہودیہ ہی تھا یہ قوم حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسحاق کی اولادوں میں سے ہیں جن کی اصلاح کے لئے سب سے زیادہ پیغمبر مبعوث کئے گئے۔

اہل یہودا اپنے آپ کو خدائے واحد یہودہ کے ساتھ خصوصی معاہدے میں اپنے آپ کو شریک سمجھتے ہیں ان کا یہ خیال ہے کے یہودہ نے انھیں نا صرف شریعت اور قاعدہ قانون بتایا بلکہ انھیں ایک الگ خطہ اسرائیل بھی دیا گیا جہاں وہ رہ سکیں لیکن قوم بنی اسرائیل

کی مسلسل نافرمانیوں، سرکشی، اپنے انبیاء کرام کی تکذیب اوران کے قتل کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انھیں ظالم حکمرانوں کے ذریعے سے دنیا میں نا صرف پامال کیا بلکہ ان کا بے دردی سے قتل عام اور انھیں ملک بدر بھی کیا گیا جبکہ ان کے مقدس ہیکل، تابوت سکینہ اور تورات کے نسائخ بھی تاراج کردئے گئے اگرچہ ان کے کچھ علماء کرام جو تورات کے کچھ حصوں کے حفاظ تھے انھیں بھی نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا۔

یہودیت کا آغاز سرزمین اسرائیل (موجودہ فلسطین) سے ہوا ہے جو مختلف وجوہات اور فاتحین کے حملوں کے باعث تتر بتر ہوئے آج دنیا میں ان کی آبادی دو یا ڈھائی کروڑ کے لگ بھگ ہے ان کی بڑی تعداد اسرائیل، امریکہ، فرانس، روس، یوکرائین، برطانیہ ،کینیڈا جنوبی افریقہ اور ارجنٹینا میں رہتی ہے یہودیت کی تمام صورتوں کی جڑیں عبرانی بائبل میں ہیں لیکن یہودیت کو محض عہد نامہ عتیق کا مذہب سمجھ لینا درست نہیں معاصر یہودیت ابتدائی مسیحی صدیوں کے دوران فلسطین اور بابل میں ربانی تحریک کا نتیجہ ہے اسے ربانی یہودیت کہتے ہیں ارامی زبان میں ربی کا مطلب 'میرا استاذ' کے ہیں اسی اعتبار سے یہودی اولیاء ربی کہلائے جو صحائف کے مطالعے کے ماہر تصور کئے جاتے انھوں نے یہ بھی کہا کے خدا نے کوہ سینائی پر موسیٰ کو تحریری تورات کے علاوہ ایک زبانی تورات بھی دی جو اساتذہ سے ان کے شاگردوں میں سینہ بہ سینہ منتقل ہوئی ربیوں کی نظر میں مشنہ (حفظ شدہ) زبانی تورات پر مشتمل ہے جبکہ ربانی ادب کی قدیم ترین دستاویز مشنہ تیسری صدی عیسوی کے دوران فلسطین میں ایڈٹ کی گئی بعد ازاں فلسطین اور بابل میں مشنہ پر ربانی تحقیق سے دو تالمود (مطالعہ کردہ) پیدا ہوئیں جنھیں ارامی زبان میں Gemera بھی کہا جاتا ہے یہ مشنہ کی تشریحات وتفاسیر ہیں جو چھٹی صدی عیسوی کے دوران تالیف کی گئیں بابلی تالمود ربانی یہودیت کی اساسی دستاویز

بنی، مذہبی یہودی کے لئے اس کی ساری زندگی مسلسل عبادت ہے روایتی طور پر یہودی دن میں تین مرتبہ عبادت کرتے ہیں۔

ا۔صبح (شحرت)۔

۲۔دوپہر (منخر)۔

۳۔شام (معرب)۔

یہ اوقات یروشلم کے ہیکل میں قربانی دینے کے اوقات سے وابستہ اور مشروط ہیں لہٰذا ان عبادات کی ادائے گی کے لئے کم از کم دس افراد کی موجودگی ضروری ہے کھڑے ہوکر دعا کرنا یہودی مذہب میں عبادت کا ایک لازمی جز تصور کیا جاتا ہے اسی طرح سے راسخ العقیدہ یہودی صبح کی عبادت کے دوران اپنے کندھوں پر ایک چادر (تلت) اوڑھتے ہیں اس کے ساتھ ہی وہ اپنی دعائیہ کتب والا ڈبہ (ٹفلن) بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور اپنے سر پر ایک چھوٹی سی ٹوپی (کپاہ) بھی پہنتے ہیں جبکہ ربانی یہودیت میں تورات کی تلاوت بھی عبادت کا لازمی جز ہے اور روزآنہ کی عبادت میں تورات، مشنیٰ اور تالمود کے اقتباسات بھی ضرور پڑھے جاتے ہیں یہودی اپنے کھانے پینے کے آداب میں نہایت محتاط ہیں ان کے گھر میں کھانے کی میز کو خداوند کے دسترخوان کی حیثیت حاصل ہے یہودی حرام جانور کے گوشت سے اجتناب کرتے ہیں شراب نوشی ان کے یہاں حرام ہے اسی طرح سے ان کے یہاں گوشت اور دودھ سے بنی غذائیں ایک ساتھ استعمال نہیں کی جاتیں یہودیوں کے اہم تہواروں میں پیساک، شبوت، سوکوت، حنوکہ اور روش ہشناہ شامل ہیں یہودی مذہب کو اختیار کرنے کے حوالے سے متضاد بیانات ہیں کیونکہ کٹر یہودیوں کا یہ ماننا ہے کے یہودی ماں اور باپ کی اولاد ہی یہودی ہیں کوئی دوسرا شخص اس مذہب کو اختیار نہیں کرسکتا لیکن دیگر لوگ بھی

اس مذہب میں داخل ہوئے اور اس داخلے کی ایک باقاعدہ تقریب بھی کی جاتی ہے جیسے 'بامتزواہ' کہا جاتا ہے۔

حنوکہ: Hanukka:

حنوکہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کو کچھ لوگ چنوکہ بھی کہتے ہیں اس کے لفظی معنی 'وابستگی' یا بھگتی کے ہیں یہ یہودیوں کا ایک سالانہ تہوار ہے جیسے یہ لوگ مسلسل آٹھ روز تک مناتے ہیں اگرچہ اس تہوار کا آغاز یہودیوں کے کلینڈر کے تیسرے ماہ اور 35 تاریخ سے ہوتا ہے جو کے جارجئین کلینڈر کے مطابق 25 دسمبر ہے یہ روشنیوں کا تہوار ہے جو کے حنوکہ 165 ق م میں یروشلم کے معبد کو دوبارہ منسوب کرنے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ ۳۵۲ ؎

دیوارگریہ: Wailing Wall:

یروشلم میں واقع مقدس ہیکل کو یوں تو مختلف شہنشاہوں نے تاراج کیا لیکن قوم بنی اسرائیل نے اپنے دیگر نبیوں اور پیغمبروں کے ساتھ مل کر اس کی مختلف اوقات میں تعمیر کی اس مقدس ہیکل کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں کی گئی جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے لیکن اب اس ہیکل کی صرف باقیات موجود ہیں بالخصوص اس کی مغربی دیوار جس کو یہودی 'دیوار گریہ' کہتے ہیں۔

یوبل: Jubilee:

قدیم یہودیوں کے عقیدے کے مطابق !ایک غیر معمولی سبت کا سال جو ہر پچاس سال کے بعد منایا جاتا ہے چنانچہ یوبل کے سال میں زمین کو مکمل آرام کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے سبت کے عام سال تو ہر سات سال کے بعد منائے جاتے ہیں لیکن یوبل ہر پچاس برس

کے بعد منایا جاتا ہے اس میں یہودی تمام مقروضوں کے قرضوں کو معاف کر دیتے ہیں زمینیں بھی ان کے اصل مالکان کو واپس لوٹادی جاتی ہیں اگر کوئی مفلس یہودی ہے جو اپنی مالی کمزوری کے سبب کسی جگہ غلامی کرتا ہے تو اسے بھی آزاد کر دیا جاتا ہے اسی ضمن میں عیسائی کلیساؤں میں بھی معافی کے ایک سال کا تصور دیکھنے میں آتا ہے جو کے یہودیوں سے مستعار لیا گیا ہے تاہم سلور جوبلی اور گولڈن جوبلی کا تصور بھی یہیں سے آیا ہے۔ ۳۵۳ ؎

عبرانی ادب: Hebrrew Literature:

عبرانی ادب قوم بنی اسرائیل (یہودیوں) کا تخلیق کردہ ادب ہے جس کو ان کے محققین، دانشوروں اور علماء کرام نے مرتب کیا قدیم یہودی ادب زیادہ تر عبرانی بائبل پر مشتمل ہے جیسے عہد نامہ عتیق بھی کہتے ہیں یہی عہد نامہ عتیق بعد کے عبرانی ادب کا اصل ماخذ بنی اس میں تقریباً سب ہی اصناف موجود ہیں جس میں بیانیہ، کہانی، شاعری اور قانون شامل ہیں ابتدائی عیسوی صدی کے دوران بدلتے ہوئے تاریخی حالات نے عبرانی قانون اور مذہبی نظریات میں مزید بہتری کی ضرورت کو پیدا کیا لہٰذا عبرانی بائبل کی تکمیل اور الہام کے ختم ہونے کے بعد خدا کی مرضی صرف صحیفے کی تعبیر کے ذریعے معلوم کی جاسکتی تھی چنانچہ ربی نامی مذہبی (پیشواء) یا اساتذہ کا ایک نیا طبقہ سامنے آیا تاہم یہ ربانی دور 500 عیسوی تک جاری رہا ان ربیوں نے تورات کو زبانی یاد کر کے اس کی تعلیمات پر عبور حاصل کیا تاہم وہ اسے قانون اور تفاسیر کی کتاب خیال کرتے اگر چہ زبانی تورات کی دو مرکزی صورتیں ہیں 1.Haggada.2. Halakhah لہٰذا200ء کے قریب فلسطین میں مرتب کردہ مشنہ ایک مختصر ضابطہ قانون ہے جو زبانی تورات کے فیصلوں کو چھ عنوانات کے تحت پیش کرتا ہے جس میں ۔ا۔ زراعت ۔ ۲۔تہوار ۔ ۳۔سول قانون ۔ ۴۔خواتین ۔ ۵۔طہارت ۔ ۶۔اورقربانی

شامل ہیں تاہم بائبلی شریعت کی طرح مشنہ محض قانون کا ریکارڈ نہیں ہے بلکہ ایک مثالی مقدس دنیا کا نقشہ بھی دیتی ہے مشنہ کے بارے میں مباحث کو تالمود کی صورت دی گئی فلسطینی تالمود 500ء میں مکمل ہوئی اور بابلی تالمود 600ء میں مشنہ کے برعکس تالمود ایک تفسیر ہے جو مشنہ کے فیصلوں کی تہہ میں موجود استدلال کو سامنے لاتی ہے بابلی تالمود عالمی یہودیت کا قبول کردہ مستند متن بن چکی فلسطین کی عرب تسخیر کے ایک ہزار سال بعد تک عبرانی ادب پھلتا پھولتا رہا اگرچہ اس کی تمام تر توجہ شریعت اور تفاسیر پر ہی مرکوز رہی لیکن عبرانی ادب کی شاخیں تخلیقیت کے نت نئے شعبوں کا التزام کرتی رہیں ابتدائی ترین عبرانی عبادتی کتب 880ء کے قریب مرتب ہوئیں اور تالمود کی پہلی لغت 900ء میں لکھی گئی اگرچہ تالمود کی تفاسیر اس دور میں دانشورانہ سرگرمیوں کا مرکز رہیں اور نئے شرعی ضابطے بھی لکھے گئے ان میں سے مستند ترین تحریریں بارہویں صدی کے میمونائیڈز اور سولہویں صدی کے جوزف کارد کی ہیں فلسفے کے حوالے سے یہودیت کی نئی تفسیر پیش کرنے والی ممتاز شخصیت اور موسس میمونائیڈز تھا جس نے پریشان حال لوگوں کے لئے ہدایت نامہ 1190ء میں لکھا اگرچہ یہ عربی زبان میں تحریر کیا گیا لیکن بعد میں اس کا عبرانی ترجمہ بھی کیا گیا دیگر نمایاں یہودی فلسفیوں میں اسحاق اسرائیلی، سعدیہ بن جوزف، ہسدائی بن ابراہام، سائمن بن زیماخ، جوزف البواور یہوداہ حلیوی قابل ذکر ہیں اسی طرح سے یہودیت تصوف کی اولین تحریر (کتاب جلال) ہے فلسطین میں صوفیانہ تخلیقیت کی دوسری لہر سولہویں صدی میں اٹھی جب یہودیوں کو اسپین سے نکالا گیا چنانچہ ربی اسحاق لوریا کی تعلیمات نے قبالہ کو دوبارہ ایک ازلی کائناتی حادثے پر مرکوز کر دیا اس کا یہ ماننا تھا کے باطنی زہد و ریاضت کا اصل مقصد نور کی بکھری ہوئی کرنوں کو دوبارہ مجتمع کرنا ہے بعد ازاں لوریا کے بے شمار شاگردوں نے اس کے ان نظریات کی تشہیر دنیا بھر کی یہودی

آبادی میں کی پھر اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں مشرقی یورپ کی ہاسدی تحریک کے دوران لکھی گئی کئی تحریریں باطنی تھیوری کے ساتھ ساتھ لوک داستان میں بھی اضافہ کا ایک سبب بنیں ۔عبرانی زبان میں کی گئی شاعری کے مراکز چھٹی تا دسویں صدی عیسوی میں فلسطین اور مشرق قریب جبکہ دسویں تا تیرہویں صدی میں اسپین اور جرمنی تھے اسی طرح سے فلسطین کا الیعز ر بابل کا سعدیہ بن جوزف، اسپین کا جوزف ابن پکوڈا، سلومن ابن گابریول، یہوداحلیوی اور ابراہام ابن عزرا اور جرمنی کا یہودا مشہور شاعر گزرے ہی 1700ء کے عشرے میں جرمن یہودی فلسفی موسس مینڈل سوہن نے وسطی یورپ کے یہودیوں کو مغربی ثقافت سے روشناس کروایا اور روشن خیالی نامی ایک تحریک کو شروع کیا مینڈل سوہن اور اس کے پیروکاروں نے عبرانی زبان کی بحالی اور اس کی اہمیت پر زور دیا اسی طرح سے یورپی ادبی اصناف عبرانی زبان میں اختیار کی گئیں جیسے یہودی نفس مضمون کے ساتھ ملا دیا گیا بعد ازاں فلسطین میں جب یہودی دوبارہ بسے تو عبرانی زبان کو دوبارہ ایک نئی تقویت اور سمت حاصل ہوئی اگرچہ اولین مہاجر نثر نگار اب بھی ماضی کے ساتھ وابستہ تھے۔ 1948ء میں ریاست اسرائیل کے قیام کے بعد مصنفین کی جوان نسل کو یہ امتیاز حاصل ہے جو نئی سرزمین میں پلے بڑھے تھے اور مشرقی یورپ کی یہودی زندگی سے متعلق بہت کم جانتے تھے۔ بیسویں صدی کے اواخر میں اسرائیل کی نسلی اقلیتوں کو بھی دیسی زبانوں کے علاوہ عبرانی میں جگہ ملنے لگی ۔ ۳۵۴ ۔

عبرانی زبان: Hebrew:

عبرانی ایک سامی زبان ہے جو عبری یا اسرائیلی لوگوں کی سرزمین کنعان (فلسطین میں دریائے اردن کے مغرب کی طرف) پر تصرف پاتے وقت اختیار کی اس زبان کو کنعانی اور یہودیائی زبان بھی کہتے ہیں بائبل میں استعمال کی گئی قدیم عبرانی کی جگہ تیسری صدی ق م

کے قریب مشنہ کی عبرانی نے لی جدید عبرانی انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران قدیم زبان سے نکلی عہد نامہ عتیق کی اصل زبان بارہویں تا دوسری صدی ق م میں بولی جاتی رہی ماہرین کا یہ خیال ہے کے ابتدائی عبرانی زبان شاید فینیقی زبان جیسی ہی ہوتا ہم اپنی شاخ سے متعلق دیگر زبانوں کے مقابلے میں عبرانی زبان کو زیادہ اہمیت حاصل ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کے اسی زبان میں تورات کے قدیم نسائخ موجود تھے اور دیگر رسومات، مذہبی اور مقدس تحریروں اور رسومات میں بھی اسی زبان کا استعمال بکثرت جاری رہا اگر چہ تیسری صدی ق م میں فلسطین کے یہودی اپنی سیکولر تحریروں میں آرامی زبان کو استعمال کرنے لگے، اصل عبرانی زبان کے حروف تہجی صرف اصوات اور Vowel کی علامات پر مشتمل ہیں تاہم بائبلی عبرانی کا ذخیرہ الفاظ قلیل ہے۔

جدید عبرانی "Ivrit" کو 1948ء میں اسرائیل کی قومی اور سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا اس زبان کو بائیں سے دائیں جانب لکھا جاتا ہے اور یہ 22 حروف تہجی پر مشتمل ہے جب کے اس کے ذخیرہ الفاظ کی بنیاد بائبلی عبرانی پر اور سینٹکس کی بنیاد مشنہ کی عبرانی پر ہے ۔۳۵۵

یدش زبان: Yiddish:

یدش زبان، اشکنازی یہودیوں کی مقامی بولی ہے جو مشرقی وسطی یورپ کے رہنے والے یا وہاں کے نسلی لوگ بولتے ہیں یہ زبان جرمن زبانوں میں سے ایک ہے جو کے عبرانی حروف تہجی میں لکھی جاتی ہے۔ یدش کے لفظی معنی 'یہودی' کے ہیں یہ زبان نویں تا بارہویں صدی کے دوران جنوب مغربی جرمنی میں ظہور پذیر ہوئی جو کے جرمن لہجوں کی بدلی ہوئی ایک شکل تھی اگر چہ اصل جرمن زبان میں بھی کئی ایسے عبرانی الفاظ شامل کر دئے گئے جو یہودی

مذہبی زندگی سے تعلق رکھتے تھے بعدازاں جب زیادہ تر یہودی مشرق کی جانب سلاوی بولنے والوں کے علاقے میں ہجرت کر گئے تو کچھ سلاوی اثرات بھی اس میں شامل ہو گئے۔

یدش زبان کے ذخیرہ الفاظ میں 85 فیصد جرمن، 10 فیصد عبرانی اور 5 فیصد سلاوی کے الفاظ شامل ہیں اسی طرح سے یو ایس اور دیگر انگلش مما لک کی یدش زبان میں انگریزی زبان کے بھی کئی الفاظ شامل اور مستقل طور پر اس کا جز بھی بن چکے تاہم اب یہ زبان کافی حد تک متروک ہو چکی بالخصوص دوسری جنگ عظیم کے دوران جب نہایت بے دردی سے یہودیوں کی نسل کشی کی گئی لیکن 1984ء میں روسی یدش لغت یو ایس ایس آر سے شائع ہوئی بعدازاں روسی یہودیوں نے یدش زبان میں کئی ناول بھی تحریر کئے۔

اسرائیل میں عبرانی زبان کو اولین اور یدش زبان کو ثانوی حیثیت حاصل ہے اگرچہ وہاں بڑی عمر کے بزرگ اپنی روزمرہ بول چال میں زیادہ تر یدش زبان کا ہی استعمال کرتے ہیں بہت کم اسرائیلی شاعر بھی یدش زبان کو سخن میں استعمال کرتے ہیں، عام طور پر یدش زبان یروشلم کی عبرانی یونیورسٹی اور کچھ امریکی اسکولوں میں بھی پڑھائی جاتی ہے تاکہ اسے مٹنے سے بچایا جا سکے۔۳۵۶؎

کنعانی: Canaanite:

قدیم شام اور فلسطین کی سامی زبانوں کا ایک گروہ جس میں عبرانی، فینیقی اور دیگر زبانیں شامل اور اس سے منسلک ہیں فینیقی زبانوں میں قدیم ساحلی ریاستوں کے لہجے شامل تھے۔عبرانی زبان دو بڑی کیٹیگریز میں آتی ہیں ا۔شمالی یا اسرائیلی۔ ۲۔جنوبی یا یہودیائی۔ تاہم آس پاس کی دیگر اقوام بھی کنعانی بولنے والی پٹی سے منسلک تھیں جس میں سرزمین موآب کے باشندے شامل تھے۔۳۵۷؎

Holocaust: ہالوکاسٹ:

ہالوکاسٹ کی اصطلاح یہودیوں کی مکمل نسلی تباہی کے حوالے سے کی جاتی ہے جو کے یورپ میں دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمن نازیوں نے یہودیوں کی نسل کشی کی ویسے تو جرمن قوم نے دیگر اقوام کے ساتھ بھی ظالمانہ رویہ اختیار کئے رکھا لیکن بالخصوص یہودی اس کا خاص شکار تھے جس کے نتیجے میں لاکھوں یہودی اور دیگر رنگ و نسل کے لوگوں کو نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا ایک اندازے کے مطابق ہالوکاسٹ کے نتیجے میں تقریباً 60 لاکھ یہودیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

قرآن کریم میں یہودیوں کے تا قیامت قتل عام اور ان کی تباہی کے حوالے سے نہایت دوٹوک انداز سے یہ کہا گیا!

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔۳۵۸۔

ترجمہ۔ یاد کرو جب تمھارے رب نے اعلان کر دیا کے وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے۔ یقیناً تمھارا رب سزا دینے میں تیز تر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے!

یقیناً اللہ تعالی اپنے دین کی خدمت غیر متقی انسانوں سے بھی لے لیتا ہے ۔۳۵۹۔

ہالوکاسٹ یونانی زبان کا لفظ ہے جس میں 'ہالو' کے معنی مکمل اور 'کاسٹوس' کے معنی جلا ڈالنے کے ہیں خود ہٹلر اپنے اس اقدام پر مطمئن اور مسرور تھا وہ ایک جگہ کہتا ہے آج مجھے برا بھلا کہا جا رہا ہے لیکن ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب دنیا میرے اس فیصلے سے اتفاق

کرے گی کیونکہ میں نے ۹۰ فیصد یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور صرف ۱۰ فیصد کو عبرت کا نشان بنا دیا تا کہ بعد میں آنے والے یہ سمجھ سکیں کے میں نے بقیہ 90 فیصد کو قتل کیوں کیا۔

یہودی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں کہ وہ اللہ تعالی کے مقرب ترین بندے ہیں اگر چہ یہ بات بالکل درست ہے کہ! اللہ نے سب سے زیادہ انبیا کرام قوم بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے ان میں مبعوث فرمائے لیکن اس کے باوجود وہ اپنی نافرمانی کی روش سے نہ ہٹے دوسری جانب انھوں نے اپنے پیغمبروں کی تضحیک وتذیل اور قتل جیسے سنگین اقدامات سے بھی گریز نہ کیا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ یہ سمجھتے ہیں کے چاہے ہم دنیا میں کتنی ہی سرکشی کیوں نہ کرلیں لیکن آخرت کی کامیابی ہر حال میں ہمارا مقدر بن کر ہی رہے گی۔

قرآن کریم میں خود ذات باری تعالی ،قوم بنی اسرائیل (یہودیوں) کی اس سوچ کی عکاسی ان الفاظ میں کر رہے ہیں!

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَغَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔۳۶۰۔

ترجمہ۔ (یہودی) کہتے ہیں کے ہمیں ہرگز آگ نہیں لگے گی مگر چند دن گنتی کے، اور ان کی اپنی بنائی ہوئی باتوں نے انہیں دین میں دھوکہ دیا ہوا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓـؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُم ۔۳۶۱۔

ترجمہ۔ یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کے ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے دوست ہیں تو پھر ان سے کہو کے (اللہ) تمھیں تمھارے گناہوں کے بدلے میں عذاب کیوں دیتا ہے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۔ ۳۶۲ ؎

ترجمہ۔ یاد کرو جب تمھارے رب نے یہ اعلان کر دیا کے وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے یقیناً تمھارا رب سزا دینے میں تیز تر ہے۔

حوالہ کتب:

۱۔سورہ انعام۔آیت۔ ۷۴۔

۲۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔ ۴۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۵ء۔

۳۔سورہ الحدید۔آیت۔ ۲۶۔

۴۔سورہ الصفٰت۔آیت۔ ۸۳۔

۵۔سورہ الصفٰت۔آیت۔ ۱۱۱۔

۶۔سورہ مریم۔آیت۔ ۵۰۔

۷۔سورہ النساء۔آیت۔ ۱۲۵۔

۸۔سورہ ہود۔آیت۔ ۷۵۔

۹۔سورہ مریم۔آیت۔۴۱۔

۱۰۔سورہ مریم۔آیت۔۵۰۔

۱۱۔سورہ انعام۔آیت۔۱۶۱۔

۱۲۔سورہ نحل۔آیت۔۱۲۰۔

۱۳۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب پیدائش۔۱۷۔۵۱۔مرتب۔بائبل سوسائٹی لاہور۔

۱۴۔تفہیم لقرآن۔سید ابوالاعلی مودودی۔ج۔۱۔حاشیہ۔ ۲۹ سورہ البقرہ۔ص۔ ۱۹۸۔ادارہ ترجمان القرآن۔لاہور۔۲۰۰۷ء۔

۱۵۔۔تفہیم لقرآن۔سید ابوالاعلی مودودی۔ج۔۱۔ص۔ ۵۵۵۔ادارہ ترجمان القرآن۔لاہور۔۲۰۰۷ء۔

۱۶۔سورہ انعام ۔آیت ۔ ۷۴۔۸۰۔

۱۷۔سورہ الانبیاء ۔آیت ۔۵۱۔

۱۸۔سورہ ص ۔آیت ۔۲۹۔

۱۹۔سورہ الانبیاء ۔آیت ۔ ۵۲۔۷۰۔

۲۰۔سورہ العنکبوت ۔آیت ۔۲۶۔۲۵۔

۲۱۔ عہد نامہ قدیم وجدید ۔(کتاب مقدس) ۔کتاب پیدائش ۔ باب ۱۳ ۔آیت ۱۴ ۔۱۸۔مرتب ۔ بائبل سوسائٹی ۔لاہور ۔سن ندارد۔

۲۲۔سورہ انعام ۔آیت ۔ ۸۴۔۸۸۔

۲۳۔سورہ الصفٰت ۔آیت ۔ ۱۰۱۱۰۔

۲۴۔سورہ النساء ۔آیت ۔ ۵۴۔

۲۵۔سورہ الذاریات ۔آیت ۔۲۸۔

۲۶۔سورہ الذاریات ۔آیت ۔۲۹۔

۲۷۔سورہ ذاریات ۔آیت ۔۳۰۔

۲۸۔سورہ ہود ۔آیت ۔۷۱۔

۲۹۔ محمد رسول اللہ ﷺ ۔ خواجہ شمس الدین عظیمی ۔ ج۔ سوم ۔ص۔ ۱۷۴۔ الکتاب پبلی کیشنز کراچی ۔۲۰۰۳ء۔

۳۰۔سورہ الانبیاء ۔آیت ۔ ۷۲۔

۳۱۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود ۔جلد ۔دوم ۔ص ۔ ۱۵۸۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۲۔سورہ یوسف ۔آیت ۔۸۔۱۸۔

۳۳۔سورہ البقرہ ۔آیت ۔ ۱۳۳۔

۳۴۔محمد رسول اللہ ﷺ ۔خواجہ شمس الدین عظیمی ۔ج۔سوم ۔ص۔ ۱۷۷۔الکتاب پبلی کیشنز کراچی ۔

۳۵۔سورہ المائدہ ۔آیت ۔۲۰۔

۳۶۔تفہیم القرآن ۔سید ابوالاعلیٰ مودودی ۔جلد ۔دوم ۔ص۔ ۳۸۲۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۔۲۰۰۷ء

۳۷۔سورہ الصفٰت ۔آیت ۔ ۸۳۔

۳۸۔سورہ الصفٰت ۔آیت ۔۷۷۔

۳۹۔سورہ الحدید۔آیت۔۲۶۔

۴۰۔سورہ البقرہ۔آیت۔۴۷۔

۴۱۔سورہ البقرہ۔آیت۔۴۰۔۴۱۔

۴۲۔سورہ یوسف۔آیت۔ ۹۳۔۹۹۔

۴۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۴۹۔

۴۴۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب خروج۔باب۔۱۔آیت۔۸۔۱۶۔مرتب۔ بائبل سوسائٹی۔لاہور۔سن ندارد۔

۴۵۔سورہ القصص۔آیت۔۴۔

۴۶۔سورہ القصص۔آیت۔۷۔

۴۷۔سورہ القصص۔آیت۔۸۔۱۱۔

۴۸۔سورہ القصص۔آیت۔۱۱۔۱۳۔

۴۹۔سورہ طہ۔آیت۔۳۷۔۴

۵۰۔سورہ القصص۔آیت۔۱۴۔

۵۱۔سورہ طہ۔آیت۔۴۰۔

۵۲۔سورہ طہ۔آیت۔۴۱۔۴۲۔

۵۳۔سورہ القصص۔آیت۔۲۰۔۲۱۔

۵۴۔سورہ القصص۔آیت۔۲۲۔

۵۵۔سورہ طہ۔آیت۔۴۔

۵۶۔سورہ نمل۔آیت۔۷۔

۵۷۔سورہ نمل۔آیت۔۸۔۹۔

۵۸۔سورہ طہ۔آیت۔۴۱۔۴۴۔

۵۹۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۱۰۱۔

۶۰۔سورہ طہ۔آیت۔۲۵۔۳۶۔

۶۱۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۰۳۔

۶۲۔سورہ طہ۔آیت۔۴۵۔۴۸۔

۶۳۔سورہ اعراف ۔آیت ۔ ۱۰۴۔۱۰۵۔

۶۴۔سورہ طہٰ۔آیت ۔۴۹۔۵۵۔

۶۵۔سورہ اعراف ۔آیت ۱۰۶۔ ۱۰۸۔

۶۶۔سورہ طہٰ۔آیت ۔۵۶۔۶۷۔

۶۷۔سورہ القصص ۔آیت ۔۳۸۔

۶۸۔سورہ القصص ۔آیت ۔۳۹۔ ۴۲۔

۶۹۔سورہ طہٰ۔آیت ۔۷۷۔

۷۰۔سورہ الشعراء۔آیت ۔۶۳۔۶۸۔

۷۱۔سورہ طہٰ۔آیت ۔۷۸۔۷۷۔

۷۲۔سورہ یونس ۔آیت ۔۹۱۔۹۲۔

۷۳۔سورہ ہود۔آیت ۔۹۸۔۹۷۔

۷۴۔سورہ اعراف ۔آیت ۔۱۳۷

۷۵۔ماہنامہ میثاق لاہور(مارچ۔اپریل ۱۹۷۸ءکا شمارہ)۔

۷۶۔سورہ یونس ۔آیت ۔۹۲۔

۷۷۔سورہ المائدہ۔آیت ۔۲۰۔۲۶۔

۷۸۔سورہ اعراف ۔آیت ۔۱۳۷۔

۷۹۔سورہ الصٰفٰت ۔آیت ۔ ۱۱۴۔ ۱۲۲۔

۸۰۔سورہ اعراف ۔آیت ۔۱۳۷۔

۸۱۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب استثناء۔باب ۔۱۳۔مرتب ۔ بائبل سوسائٹی لاہور۔

۸۲۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب خروج۔باب ۔۱۲۔مرتب ۔ بائبل سوسائٹی لاہور۔

۸۳۔تفہیم القران ۔سید ابوالاعلیٰ مودودی۔جلد۔۱۔المائدہ۔آیت ۲۷۲۔ص۔۴۶۱ ادارہ ترجمان القرآن

۸۴۔ Max Beer, Social Struggles in Antiquity (London 1922) P ,20

۸۵۔سورہ اعراف ۔آیت ۔۱۳۸۔۱۴۰۔

۸۶۔سورہ طہٰ۔آیت ۔۸۰۔۸۱۔

۸۷۔سورہ البقرہ۔آیت ۔۵۷۔

۸۸۔لغات القرآن ۔غلام پرویز۔ص ۔۸۹۸۔۱۵۶۵۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور ۔۱۹۹۸ء۔
۸۹۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب خروج۔باب ۔۱۲۔مرتب ۔بائبل سوسائٹی لاہور۔
۹۰۔سورہ البقرہ۔آیت۔۵۷۔
۹۱۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب خروج۔باب ۔۱۲۔مرتب ۔بائبل سوسائٹی لاہور۔
۹۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۶۱۔
۹۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۵۸۔
۹۴۔سورہ بقرہ۔آیت۔۶۰۔
۹۵۔سورہ بقرہ۔آیت۔۱۴۲۔۱۴۳۔
۹۶۔سورہ البقرہ۔آیت۔۶۳۔
۹۷۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۴۴۔
۹۸۔سورہ المائدہ۔آیت۔۴۴۔
۹۹۔سورہ الصفٰت۔آیت۔۱۱۷۔
۱۰۰۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۴
۱۰۱۔سورہ آل عمران۔آیت۔۳۔
۱۰۲۔سورہ المومن۔آیت۔۵۴۔
۱۰۳۔سورہ احقاف۔آیت۔۱۲
۱۰۴۔سورہ انعام۔آیت۔۱۵۴۔
۱۰۵۔سورہ القصص۔آیت۔۴۳۔
۱۰۶۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۴۸۔۴۹۔
۱۰۷۔سورہ المائدہ۔آیت۔۴۴۔
۱۰۸۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۴۵۔
۱۰۹۔تجلیات حکمت ۔مولف۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی ۔مترجم ۔سید قمر عباس۔مطبع ۔دفتر تبلیغات اسلامی تہران ۔۲۰۰۳ء۔
۱۱۰۔سورہ نحل۔آیت۔۱۱۴۔
۱۱۱۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۶۸۔

۱۱۲۔سورہ المائدہ۔آیت۔۹۶۔

۱۱۳۔سورہ المائدہ۔آیت۔۵۔

۱۱۴۔مقدمہ ابن خلدون ۔علامہ عبدالرحمن ابن خلدون المغربی ۔مترجم۔مولانا سعد حسن خان ۔مکتبہ۔میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب کراچی۔

۱۱۵۔الجامع الکبیر ۔ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی(متوفی ۲۷۹ھ)۔رقم الحدیث۔ ۲۷۹۹۔دارالغرب اسلامی بیروت ۔اشاعت ودم ۱۹۹۸ء۔

۱۱۶۔سنن ابن ماجہ۔ابوعبداللہ محمد بن یزید القزونی (متوفی ۲۷۳ھ)۔دارالکتب العلمیہ بیروت ۔۱۹۹۸ء۔

۱۱۷۔سورہ اعراف ۔آیت۔۸۵۔

۱۱۸۔سورہ النساء۔آیت۔۲۹۔

۱۱۹۔سورہ المائدہ۔آیت۔۱۰۰۔

۱۲۰۔المعجم الاوسط۔ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)۔دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۲۱۔سورہ البقرہ ۔آیت۔ ۸۳۔۸۴۔

۱۲۲۔سورہ المائدہ۔آیت۔ ۱۲۔

۱۲۳۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب خروج۔باب ۔۱۲۔ایت ۔۴۔مرتب ۔بائبل سوسائٹی ۔

۱۲۴۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب احبار۔باب ۔۲۶۔آیت ۔۱۔مرتب ۔بائبل سوسائٹی ۔

۱۲۵۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب استثناء ۔باب ۔۴۔آیت ۔۱۶۔۱۸۔مرتب ۔بائبل

۱۲۶۔الجامع الصحیح البخاری ۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔دارالاسلام ریاض ۔۱۹۹۹ء۔

۱۲۷۔الجامع الصحیح البخاری ۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔دارالاسلام ریاض ۔۱۹۹۹ء۔

۱۲۸۔سورہ انعام ۔آیت ۔۹۱۔

۱۲۹۔سورہ حم السجدہ ۔آیت۔ ۴۵۔

۱۳۰۔سورہ اعراف ۔۱۳۸۔

۱۳۱۔سورہ اعراف ۔آیت۔۱۴۸۔۱۵۵۔

۱۳۲۔تفہیم القران ۔سید ابوالاعلی مودودی ۔ جلد۔ دوم ۔سورہ اعراف ۔ آیت ۔۱۴۰ ۔ص۔۷۵۔ادارہ ترجمان القرآن ۔لاہور۔۲۰۰۷ء۔

۱۳۳۔سورہ البقرہ ۔آیت۔۶۷۔۷۱۔

۱۳۴۔سورہ البقرہ۔آیت۔ ۲۷۔ ۷۴۔
۱۳۵۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول۔ص۔۱۸۷۔ الفیصل پبلیشرز۔لاہور۔
۱۳۶۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب گنتی۔باب۔۲۷۔مرتب۔بائبل سوسائٹی لاہور۔
۱۳۷۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب استثناء۔باب۔۳۴۔آیت۔۱۔مرتب۔بائبل سوسائٹی
۱۳۸۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔جلد۔دوم۔ص۔۱۵۸۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۳۹۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب یشوع آیت۔ ۲۴۔ ۱۴۔۱۵۔مرتب۔بائبل سوسائٹی۔
۱۴۰۔تفہیم القران۔سید ابوالاعلی مودودی۔جلد۔دوم۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۴۰۔ص۔۷۵۔ترجمان القرآن۔لاہور۔۲۰۰۷ء۔
۱۴۱۔سورہ المومنون۔آیت۔ ۴۴۔
۱۴۲۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب سموئیل۔باب۔۱۔آیت۔۷۔مرتب۔بائبل سوسائٹی
۱۴۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔ ۲۴۶۔
۱۴۴۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔کتاب سموئیل۔باب۔۷۔آیت۔۶۔مرتب۔بائبل سوسائٹی
۱۴۵۔محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔جلد سوم۔ص۔۲۷۶۔۲۸ الکتاب پبلی کیشنز۔کراچی
۱۴۶۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۴۶۔۲۵۱۔
۱۴۷۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۴۸۔
۱۴۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۵
۱۴۹۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۵۱۔
۱۵۰۔سورہ البقرہ۔آیت ۲۵۱۔
۱۵۱۔سورہ ص۔آیت۔۲۰۔
۱۵۲۔سورہ سبا۔آیت۔۱۰۔
۱۵۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۵۱۔
۱۵۴۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔ ۵۵۔
۱۵۵۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۷۹۔
۱۵۶۔سورہ سبا۔آیت۔۱
۱۵۷۔سورہ سبا۔آیت۔۱۱۔

۱۵۸۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۸۰.

۱۵۹۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۸

۱۶۰۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب یرمیاہ۔باب۔۱۷۔آیت۔۲۷۔۲۱۔مرتب۔
بائبل سوسائٹی لاہور۔سن ندارد۔

۱۶۱۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔کتاب حزقی ایل۔باب۔۱۷۔آیت۔۲۴۔مرتب۔
بائبل سوسائٹی لاہور۔سن ندارد۔

۱۶۲۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۶۳۔۱۶۶۔

۱۶۳۔ الجامع الصحیح مسلم ۔ ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (متوفی۲۶۱ھ) رقم الحدیث۔ ۲۶۶۳۔
مکتبہ۔دارالسلام الریاض۔۲۰۰۰ء۔

۱۶۴۔سورہ انعام۔آیت۔۸۴۔

۱۶۵۔سورہ نمل۔آیت۔۱۶۔

۱۶۶۔سورہ نمل۔آیت۔۱۵۔

۱۶۷۔سورہ نمل۔آیت۔۱۶۔

۱۶۸۔سورہ نمل۔آیت۔۱۷۔

۱۶۹۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۷۸۔۷۹۔

۱۷۰۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۸۱۔

۱۷۱۔سورہ سبا۔آیت۔۱۲۔

۱۷۲۔سورہ ص۔آیت۔۳۶۔

۱۷۳۔سورہ الانبیاء۔۸۲۔

۱۷۴۔سورہ سبا۔آیت۔۱۲۔

۱۷۵۔سورہ سبا۔آیت۔۱۲۔

۱۷۶۔سورہ نمل۔آیت۔۱۷۔

۱۷۷۔تفہیم القرآن۔سیدابوالاعلی مودودی۔جلد۔سوم۔ص۔۱۷۶۔ادارہ ترجمان القرآن۔لاہور۔

۱۷۸۔سورہ سبا۔آیت۔۱۳۔

۱۷۹۔سورہ سبا۔آیت۔۱۴۔

۱۸۰۔سورہ ص۔آیت۔۴۰۔
۱۸۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۲۲۸۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۸۲۔البدایہ والنہایہ۔حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی (متوفی ۴۷۷ھ)۔ج۔۱۔ص۔۱۶۲۔
مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ۔
۱۸۳۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۱۔
۱۸۴۔سنن ابن ماجہ۔ابوعبداللہ محمد بن یزید القزونی (متوفی ۲۷۳ھ)۔دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۱۸۵۔الجامع الصحیح البخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔دارالاسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔
۱۸۶۔البدایہ والنہایہ۔حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی (متوفی ۴۷۷ھ)۔جمطبوعہ دار الفکر۔
۱۸۷۔المجتمع۔اشاعت۔یکم اگست۔۱۹۹۵ء۔
۱۸۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۴۶۔۱۴۸۔
۱۸۹۔الجامع الصحیح البخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔دارالاسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔
۱۹۰۔سورہ آل عمران۔آیت۔۹۶۔
۱۹۱۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔۲۵الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۹۲۔سورہ نمل۔آیت۔۲۰۔۲۵۔
۱۹۳۔سورہ نمل۔آیت۔۲۷۔۴۴۔
۱۹۴۔سورہ سبا۔آیت۔۱۵۔۲۰.
۱۹۵۔تفہیم القرآن۔سید ابوالاعلی مودودی۔سورہ سبا۔جلد۔چہارم۔ص۔۱۹۸۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔
۱۹۶۔سورہ البروج۔آیت۔۴۔۹۔
۱۹۷۔لغات القرآن۔غلام پرویز ۔ص۔۵۸ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔
۱۹۸۔المسند۔ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (متوفی۔۲۴۱ھ)۔داراحیاء التراث العربی بیروت۔
۱۹۹۔تاریخ الامم والملوک۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) مطبوعہ دار القلم بیروت۔
۲۰۰۔ تاریخ الامم والملوک۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) مطبوعہ دار القلم بیروت۔
۲۰۱۔تفہیم القرآن۔سید ابوالاعلی مودودی۔جلد۔۶۔ص۔۲۹۶۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔۲۰۰۷ء۔
۲۰۲۔الجامع الصحیح مسلم۔ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (متوفی۲۶۱ھ) مکتبہ۔دارالسلام الریاض۔
۲۰۳۔سورہ الفیل۔آیت۔۱۔۵۔

۲۰۴۔ بائبل کتاب تاریخ۔ باب۔ ۱۷۔ آیت۔ ۷۔ ا مرتب۔ بائبل سوسائٹی لاہور۔ سن ندارد۔
۲۰۵۔ سورہ انعام۔ آیت۔ ۸۵۔
۲۰۶۔ سورہ الصفٰت۔ آیت۔ ۱۲۳۔
۲۰۷۔ سورہ الصفٰت۔ آیت۔ ۱۲۴۔ ۱۲۸۔
۲۰۸۔ کتاب سلاطین۔ باب۔ ۱۹۔ آیت۔ ۱۰
۲۰۹۔ بائبل کتاب تاریخ۔ ۲۔ باب۔ ۱۲۔ آیت۔ ۱۵۔ مرتب بائبل سوسائٹی لاہور۔ سن ندارد۔
۲۱۰۔ تفہیم القرآن۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ جلد۔ چہارم ص۔ ۳۰۲۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔
۲۱۱۔ سورہ الصفٰت۔ آیت۔ ۱۲۹۔ ۱۳۷۔
۲۱۲۔ سورہ سبا۔ ۳۴۔ ۳۵۔
۲۱۳۔ کتاب سلاطین۔ باب۔ ۲۔ آیت۔ ۱۵۔ ۱۶۔
۲۱۴۔ سورہ انعام۔ آیت۔ ۸۴۔ ۸۸۔
۲۱۵۔ سورہ ص۔ آیت۔ ۴۸۔
۲۱۶۔ سورہ العنکبوت۔ آیت۔ ۱۸۔
۲۱۷۔ سورہ الانبیاء۔ آیت۔ ۸۶۔ ۸۵۔
۲۱۸۔ سورہ ص۔ آیت۔ ۴۸۔
۲۱۹۔ سورہ انعام۔ آیت۔ ۳۴۔
۲۲۰۔ سورہ بنی اسرائیل۔ آیت۔ ۴۔ ۸۔
۲۲۱۔ زبور۔ باب۔ ۱۰۶۔ آیات۔ ۳۴، ۴۱۔
۲۲۲۔ عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔ کتاب یرمیاہ۔ مرتب۔ بائبل سوسائٹی لاہور۔ سن ندارد۔
۲۲۳۔ عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔ کتاب یسیعاہ۔ باب۔ ۲۵۔ آیت۔ ۵۔ ۶۔ مرتب۔ بائبل سوسائٹی لاہور۔ سن۔ ندارد۔
۲۲۴۔ عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔ کتاب حزقی ایل۔ باب۔ ۹۔ ۱ آیت۔ ۵۔ ۹۔ مرتب۔ بائبل سوسائٹی لاہور۔
۲۲۵۔ عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔ یسیعاہ۔ آیت۔ ۳۳۔ ۳۴۔ مرتب۔ بائبل سوسائٹی لاہور۔
۲۲۶۔ عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔ یسیعاہ۔ باب۔ ۱۸۔ آیت۔ ۱۹۔ مرتب۔ بائبل سوسائٹی۔

۲۲۷۔عہد نامہ قدیم وجدید (کتاب مقدس)۔یسیعاہ۔باب۔ا آیت۔۲۔۳۔مرتب۔بائبل سوسائٹی۔
۲۲۸۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۴۔۵۔
۲۲۹۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۵۹۔
۲۳۰۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ج۔۳۔ص۔۳۲۔الکتاب پبلی کیشنز کراچی ۲۰۰۳ء
۲۳۱۔سورہ توبہ۔آیت۔۳۰۔
۲۳۲۔تفہیم القرآن۔سید ابوالاعلیٰ مودودی۔تفسیر سورہ بنی اسرائیل۔ص۔۶۰ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔
۲۳۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۲۲۶ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۳۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۲۲۶۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۳۵۔تفہیم القرآن۔سید ابوالاعلیٰ مودودی۔تفسیر سورہ بنی اسرائیل۔جلد۔دوم۔ص۔۶۰۲۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔۲۰۰۷ء۔
۲۳۶۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۷۔
۲۳۷۔تاریخ الامم والملوک۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) مطبوعہ دارالقلم بیروت۔
۲۳۸۔تفہیم القرآن۔سید ابوالاعلیٰ مودودی۔تفسیر سورہ مریم ۔جلد۔سوم۔ص۔۵۷۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔۲۰۰۷ء۔
۲۳۹۔بائبل۔کتاب تواریخ۔باب۔۲۴۔آیت۔۴۔ص۔۳۹۵۔مرتب۔بائبل سوسائٹی۔لاہور۔
۲۴۰۔سورہ انعام۔آیت۔۸۵۔
۲۴۱۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۸۹۔
۲۴۲۔سورہ آل عمران۔آیت۔۳۸۔
۲۴۳۔سورہ مریم۔آیت۔۳۔۶۔
۲۴۴۔سورہ مریم۔آیت۔۷۔
۲۴۵۔سورہ مریم۔آیت۔۸۔۱۱۔
۲۴۶۔تجلیات حکمت۔مولف۔آیت اللہ سید اصغر زادہ ناظم زادہ قمی۔ص۔۵۱۲۔مطبع۔انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی تہران.
۲۴۷۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۹۰.
۲۴۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۶۱۔

۲۴۹۔سورہ مریم۔آیت۔۷۔
۲۵۰۔سورہ آل عمران۔آیت۔۳۹۔
۲۵۱۔سورہ مریم۔آیت۔۱۲۔
۲۵۲۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔انجیل لوقا۔باب۔۳۔مرتب۔بائبل سوسائٹی لاہور۔
۲۵۳۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔انجیل متی۔باب۔۱۱۔مرتب۔بائبل سوسائٹی لاہور۔
۲۵۴۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔انجیل یوحنا۔باب۔۲۳۔مرتب۔بائبل سوسائٹی لاہور۔
۲۵۵۔سورہ مریم۔آیت۔۱۳۔
۲۵۶۔سورہ مریم۔آیت۔۱۴۔
۲۵۷۔سورہ آل عمران۔آیت۔۳۹۔
۲۵۸۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔متی۔باب۔۱۴۔آیت۔۱۳۔۱۴۔۔مرقس۔باب۔۶۔
آیت۔۱۷۔۲۹۔نجیل۔لوقا۔باب۔۳۔آیت۔۱۹۔۲مرتب۔بائبل سوسائٹی لاہور۔سن ندارد۔
۲۵۹۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔جلد۔دوم۔ص۔۱۵۷۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۶۰۔سورہ البقرہ۔آیت۔۶۱۔
۲۶۱۔سورہ مریم۔آیت۔۱۵۔
۲۶۲۔سورہ آل عمران۔آیت۔۲۱۔۲۲۔
۲۶۳۔الجامع الصحیح البخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی ۲۵۶ھ)۔دارالاسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔
۲۶۴۔۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔انجیل لوقا۔باب۔۱۔آیت۔۵۔مرتب۔بائبل سوسائٹی۔
۲۶۵۔سورہ آل عمران۔آیت۔۳۳۔۳۷۔
۲۶۶۔سورہ آل عمران۔آیت۔۴۲۔۴۳۔
۲۶۷۔سورہ آل عمران۔آیت۔۳۷۔
۲۶۸۔سورہ اال عمران۔آیت۔۴۲۔
۲۶۹۔سورہ اال عمران۔آیت۔۴۳۔
۲۷۰۔سورہ آل عمران۔آیت۔۴۵۔۴۸۔
۲۷۱۔سورہ آل عمران۔آیت۔۵۹۔
۲۷۲۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۹۱۔

۲۷۳۔سورہ تحریم۔آیت۔۱۲۔

۲۷۴۔سورہ مائدہ۔آیت۔۷۵۔

۲۷۵۔سورہ مریم۔آیت۔۲۳۔۲۶۔

۲۷۶۔سورہ مریم۔آیت۔۳۰۔۳۳

۲۷۷۔سورہ مریم۔آیت۔۲۲۔۳۳۔

۲۷۸۔سورہ المومنون۔آیت۔۵۰.

۲۷۹۔۔عہد نامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔انجیل متی۔باب۔۲۔آیت۔۱۳۔۲۳۔مرتب۔بائبل سوسائٹی لاہور۔سن ندارد۔

۲۸۰۔الجامع الصحیح البخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی ۲۵۶ھ)۔دارالاسلام ریاض۔

۲۸۱۔سورہ آل عمران۔آیت۔۳۔

۲۸۲۔سورہ اال عمران۔آیت۔۴۸۔

۲۸۳۔سورہ مائدہ۔آیت۔۴۶۔

۲۸۴۔سورہ الحدید۔آیت۔۲۷

۲۸۵۔سورہ اال عمران۔آیت۔۵۰.

۲۸۶۔سورہ مریم۔آیت۔۳۰.

۲۸۷۔سورہ مائدہ۔آیت۔۱۱۰۔

۲۸۸۔سورہ آل عمران۔آیت۔۴۵۔

۲۸۹۔سورہ آل عمران۔آیت۔۴۵۔

۲۹۰۔سورہ مریم۔آیت۔۳۱۔

۲۹۱۔سورہ البقرہ۔آیت۔۸۷۔۸۸۔

۲۹۲۔سورہ مائدہ۔آیت۔۱۱۱۔

۲۹۳۔سورہ آل عمران۔آیت۔۵۲۔

۲۹۴۔دیباچہ۔ص۔۱۴۔The Apocyphal New Testamen

۲۹۵۔سورہ آل عمران۔آیت۔۴۸۔۵۱۔

۲۹۶۔عہدنامہ قدیم وجدید(کتاب مقدس)۔انجیل یوحنا۔باب۔۴۔آیت۔۱۵۔مرتب۔بائبل سوسائٹی۔

۲۹۷۔سورہ آل عمران ۔آیت ۔۵۰.
۲۹۸۔سورہ زخرف ۔آیت ۔ ۶۴۔
۲۹۹۔سورہ آل عمران ۔آیت ۔ ۵۲۔۵۰۔
۳۰۰۔سورہ مائدہ ۔آیت ۔۱۱۱۔
۳۰۱۔سورہ آل عمران ۔آیت ۔ ۵۴۔
۳۰۲۔سورہ اال عمران ۔آیت ۔ ۵۵۔
۳۰۳۔سورہ النساء۔آیت ۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔
۳۰۴۔سورہ الفرقان ۔آیت ۔ ۳۱۔
۳۰۵۔سورہ زخرف ۔آیت ۔ ۶۱۔
۳۰۶۔الجامع الصحیح البخاری ۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔کتاب احادیث انبیاء ۔باب نزول عیسیٰ ابن مریم ۔دارالاسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔
۳۰۷۔الجامع الصحیح مسلم ۔ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ) ۔مکتبہ۔دارالسلام الریاض۔
۳۰۸۔مشکوۃ ۔امام ولی الدین تبریزی (متوفی ۷۴۲ھ) ۔کتاب الفتن ۔مطبوعہ اصح المطابع ۔دارارقم ۔
۳۰۹۔سنن ابن ماجہ ۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی (متوفی ۲۷۳ھ) دارالکتب العلمیہ بیروت ۔۱۹۹۸ء۔
۳۱۰۔الجامع الصحیح مسلم ۔ ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ) ک مکتبہ۔دارالسلام الریاض۔
۳۱۱۔الجامع الصحیح مسلم ۔ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ) مکتبہ۔دارالسلام الریاض۔
۳۱۲۔سنن نسائی۔ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی (متوفی ۔ ۳۰۳ھ) ۔داراسلام ۔الریاض۔۱۹۹۹ء۔
۳۱۳۔سنن ابن ماجہ ۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی (متوفی ۲۷۳ھ) دارالکتب العلمیہ بیروت ۔۱۹۹۸ء۔
۳۱۴۔سورہ النساء۔آیت ۔ ۱۵۹۔
۳۱۵۔المسند ۔ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (متوفی ۔۲۴۱ھ) ۔داراحیاء التراث العربی بیروت ۔
۳۱۶۔المسند ۔ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (متوفی ۔۲۴۱ھ) ۔داراحیاء التراث العربی بیروت ۔
۳۱۷۔المسند ۔ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (متوفی ۔۲۴۱ھ) ۔داراحیاء التراث العربی بیروت ۔
۳۱۸۔المسند ۔ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (متوفی ۔۲۴۱ھ) ۔داراحیاء التراث العربی بیروت ۔
۳۱۹۔سنن ابی داؤد ۔سلیمان بن اشعث السجستانی (متوفی ۔۲۷۵ھ) ۔دارالجیل بیروت ۔ ۱۹۹۲ء۔
۳۲۰۔سورہ مریم ۔آیت ۔ ۳۳۔

۳۲۱۔سورہ توبہ۔آیت۔۳۰.

۳۲۲۔سورہ مریم۔آیت۔۳۵۔

۳۲۳۔سورہ ص۔آیت۔۱۷۔

۳۲۴۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۱۔

۳۲۵۔سورہ النساء۔آیت۔۱۔

۳۲۶۔سورہ آل عمران۔آیت۔۵۹۔

۳۲۷۔سورہ النساء۔آیت۔۱۔

۳۲۸۔سورہ اخلاص۔آیت۔۱۔۵۔

۳۲۹۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۱۱۱۔

۳۳۰۔سورہ النساء۔آیت۔۱۷۱۔

۳۳۱۔سورہ انعام۔آیت۔۱۰۰.

۳۳۲۔سورہ جن۔آیت۔۳۔

۳۳۳۔سورہ مائدہ۔آیت۔۷۲۔

۳۳۴۔سورہ مائدہ۔آیت۔۷۵۔

۳۳۵۔سورہ الفرقان۔آیت۔۲۰.

۳۳۶۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۷۔۸۔

۳۳۷۔سورہ یوسف۔آیت۔۱۰۹۔

۳۳۸۔سورہ رعد۔آیت۔۳۸۔

۳۳۹۔سورہ ابراہیم۔آیت۔۴۔

۳۴۰۔سورہ نحل۔آیت۔۳۵۔

۳۴۱۔سورہ کہف۔۵۶۔

۳۴۲۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۵۵۔

۳۴۳۔سورہ النساء۔آیت۔۱۶۴۔

۳۴۴۔سورہ الفرقان۔آیت۔۳۱۔

۳۴۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۱۵۶۱الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۴۶۔ تاریخ الامم والملوک۔ابوجعفرمحمد بن جریر اللطبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔ج۔۴۔ص۔۲۸۔دارالفکر بیروت۔۱۹۷۹ء۔

۳۴۷۔ تاریخ الامم والملوک۔ابوجعفرمحمد بن جریر اللطبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔ج۔۴۔ص۔۲۸۔دارالفکر بیروت۔۱۹۷۹ء۔

۳۴۸۔ تاریخ الامم والملوک۔ابوجعفرمحمد بن جریر اللطبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔ج۔۴۔ص۔۸۲۔دارالفکر بیروت۔۱۹۷۹ء۔نیز الکامل فی التاریخ۔ابن اثیر۔جلد۔دوم۔ص۔۱۹۵

۳۴۹۔الطبقات الکبریٰ۔کاتب۔محمد بن سعد بن منیع الواقدی (متوفی۔۲۳۰ھ)۔جلد۔اول۔ص۔۹۔دالفکر بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۳۵۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۱۳۳۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۵۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۱۲۷۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۵۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۹۱۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۵۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۲۲۹۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۵۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۱۳۷۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۵۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۱۳۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۵۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۲۲۸۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۵۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۱۶۲۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۵۸۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۶۷۔

۳۵۹۔۔الجامع الصحیح البخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔دارالاسلام ریاض۔

۳۶۰۔سورہ آل عمران۔آیت۔۲۴۔

۳۶۱۔سورہ المائدہ۔آیت۔۱۸۔

۳۶۲۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۶۷۔

باب (۱۲):

چینی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

Chinese Civilization And Its Historical Background

چین اپنی تاریخ و تہذیب کے اعتبار سے خاصا قدیم اور متنوع مانا جاتا ہے ماہرین آثاریات کو یہاں سے ایسے انسانی ڈھانچے دستیاب ہوئے ہیں جو کے دس لاکھ سال سے بھی زیادہ قدیم بتائے جاتے ہیں ایک حالیہ تحقیق کے مطابق چین میں عنبر پتھروں کی کھدائی کے دوران 99 ملین سال قدیم ڈائنوسار کی دم کی باقیات بھی دستیاب ہوئی ہیں پھر یہی نہیں بلکہ 1978ء میں چین کے ایک صوبے سے 'شانژی' کے علاقے سے ملنے والی ایک انسانی کھوپڑی کے ڈی این اے کے بعد ماہرین اس نتیجے پر پہنچے کے یہ کھوپڑی اندازاً دولاکھ بیس ہزار سال قدیم ہے اس کھوپڑی کو ماہرین نے Dali Skull کا نام دیا ہے بیشتر ماہرین کی یہ رائے ہے کے یہ کھوپڑی انسان کے ارتقاء کی ایک نئی تاریخ رقم کرے گی ماہرین آثاریات کی ایک بڑی تعداد کا اس بات پر اتفاق ہے کے جدید دور کا انسان دولاکھ سال قبل افریقہ میں پھلنا پھولنا شروع ہوا اور ان کی یہ رائے ان علاقوں سے دستیاب انسانی فوسلز کی بنیاد پر تھی جبکہ جدید انسان کے ڈی این اے کے نمونوں کے جائزے سے یہ بات ثابت ہوئی کے ہم سب ایک واحد گروپ کی نسل سے ہیں جو ایک لاکھ بیس ہزار سال قبل افریقا سے دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کے ہماری جین میں افریقا میں موجود افراد سے بھی قبل کے

انسان کے جین موجود ہیں ماسوائے ان کے جنھوں نے یہ جین 'نینڈ رتھل' اور دیگر انسانوں کے درمیان ہونے والے ملاپ سے حاصل کئے ماہرین اس بات پر بھی حیرت کا اظہار کر رہے ہیں چین سے ڈھائی لاکھ سال قبل پائی جانے والی یہ انسانی کھوپڑی اپنی مکمل حالت میں موجود ہے 1979ء میں ماہرین نے یہ رائے پیش کی کے ممکنہ طور پر یہ کھوپڑی جدید دور کے انسانوں (ہوموسیپیئنز) کے بجائے قدیم دور کے انسانوں (ہومواریکٹس) کی ہوسکتی ہے۔ا۔

اس تحقیق کے بعد محققین نے یہ رائے قائم کی کے کرہ ارض کے ابتدائی عہد کے انسان چین میں ہی آباد تھے اگر چہ شمالی چین کے میدانوں میں دریائے زرد کی وادی قدیم انسانی تہذیب کا گہوارہ مانی جاتی ہے جس کے تہذیبی اثرات خاصے منفرد، انوکھے اور عالیشان ہیں ولادت مسیح سے 3000 سال قبل چین دنیا کا متمدن اور مہذب ترین ملک سمجھا جاتا تھا۔

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہے کے چین کے قدیم قبائل یاجوج، ماجوج کی ذریت میں سے ہیں۔سطور بالا میں حضرت نوح کے بیٹے یافث کے حوالے سے بتایا گیا تھا کے وہ اور ان کی آل اولاد چین، جنوبی ایشیاء، روس، افغانستان، ایران اور ہندوستان کی جانب بڑھے اور پھلے پھولے بعد ازاں سائبریا میں موجود چنگیز خان نے جب آدھی دنیا کو فتح کیا تو چین بھی اس کی دہشت اور فتح سے نہ بچ سکا پھر بعد میں چنگیز خان کے بیٹے تولائی خان کو چین کی حکمرانی سونپی گئی تاہم دوسرا بیٹا چغتائی خان ایران، افغانستان سے ہوتا ہوا موجودہ ہندوستان تک پہنچا اور یہی منگول جب ہندوستان پہنچے تو ان کا نام منگول سے بگڑ کر مغل ہوگیا جس پہلا فرمانروا ظہیر الدین بابر تھا جس نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی یہاں یہ تفصیل بتانے کا اصل مقصد چنگیز خان کی نسل سے اس کی اولادوں کا چین، ہندوستان، افغانستان اور روس وغیرہ میں اپنے اقتدار کو قائم کرکے وسیع سلطنت کے قیام کو بتانا مقصود ہے۔

قدیم وقتوں میں چین مشرقی ایشیاء کی غالب تہذیب تھا دیگر معاشروں بالخصوص جاپانی، کوریائی، تبتی اور ویتنامی چین کی اقدار سے خاصے متاثر ہوئے۔چینی آرٹ، کھانے، مادی ثقافت، فلسفہ، حکومت، ٹیکنالوجی اور تحریری زبان کے انداز اپنائے گئے ساتویں سے چودہویں صدی تک چین دنیا کی ترقی یافتہ ترین تہذیب تھی یہاں کاغذ، چھاپے، بارود، پورسلین، ریشم اور قطب نما ایجاد ہو چکے تھے جبکہ یہ ایجادات دنیا کے دوسرے ممالک تک بھی پہنچ چکی تھیں چین کی سیاسی طاقت مشرقی ایشیاء میں یورپی سلطنتوں کی توسیع کے باعث خطرے کا شکار ہوئے۔

چین کی تاریخ میں پہلی حقیقی سلطنت جس کے نام سے چین کا نام منسوب ہے اس سلطنت کی بنیاد 221 ق م میں چن شیہوانگ دی (چن شیہ ہوانگ تی) نے رکھی یہ سلطنت چن ریاست کا ہی تسلسل تھی جو کے موجودہ شین سی صوبے میں آٹھویں صدی ق م سے موجود تھی اگرچہ یہ حکومت صرف پندرہ برس قائم رہی لیکن یہی وہ حکومت تھی کے جس نے چین کو دراصل حقیقی معنوں میں متحد اور منظم کیا جبکہ بعد کی چینی حکومتیں اور شہنشاہت نے جو دساتیر اور ادارے قائم کئے اس کی اصل بنیاد چن حکومت نے ہی قائم کی لہٰذا تاریخ میں چن حکومت کو یہ اعزاز حاصل ہے کے انھوں نے سب سے پہلے ایک مضبوط طرز حکومت، سول عسکری ادارے اور فعال بیوروکریسی کی ابتداء کی جن میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مضبوطی اور استحکام آتا گیا۔

چن شیہوانگ دی ۲۱۰ ق م میں فوت ہوا تو ولی عہد (چاؤ کاؤ) نے سازش کی اور اقتدار پر قابض ہوا لیکن چن شیہوانگ کے جانشین اس عظیم حکومت کو سنبھال نہ سکے اور جس تیزی سے اس حکومت نے عروج پایا اسی تیزی سے زوال اس کا مقدر ٹھہرا۔ ۲۔

تاریخی کتب میں چین کے جس بادشاہ کا ذکر تفصیلاً موجود ہے اس کا نام خوہی تھا جو

کے 2852ق م سے 738ق م تک حکمرانی کرتا رہا یہی نہیں بلکہ وہ چینی عوام کے دیوتا کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے اس کے بعد یکے بعد دیگرے تین شہنشاہوں کا ذکر بھی ملتا ہے جن کی حکومت ۲۴ صدی ق م تک قائم رہی ان کے بعد یاؤ اور رس آئے جن کو چینیوں نے پہلے صحیح حکمران قرار دیا۔

2205ق م میں ہسیا خاندان تخت شاہی پر براجمان ہوا اگرچہ اس کے بارے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس بات پر سب ہی متفق ہیں کے چین میں سب سے پہلے شنگ یا ین خاندان نے حکومت کا آغاز کیا اس خاندان نے 1766 تا 1523 ق م تک حکمرانی کی 1122 ق م میں ریاست 'چو' کے حکمران ود نے اس خاندان کا تختہ الٹ کر اپنی حکومت قائم کی یہ پہلا حکمران خاندان تھا جس کے بارے میں تاریخ میں تفصیلی معلومات موجود ہیں یہ خاندان چین پر تین سو سال تک حکمرانی کرتا رہا۔

600 سے 300 ق م کے عرصے میں چین میں تین مشہور فلاسفر پیدا ہوئے جنھوں نے چینی زندگی کو بے حد متاثر کیا یہ۔ ا۔ لاوزو۔ ۲۔ کنفیوشس۔ ۳۔ اور ہسانزو تھے ان میں کنفیوشس کے فلسفے نے چینیوں کو بے حد متاثر کیا اس کی تعلیمات میں سے اہم نکات یہ ہیں کے ایک اچھا لیڈر عمدہ حکمرانی، نرم دلی، عدل وانصاف کی فراہمی اور نیک نیتی سے عوام کی خدمت کرتے ہوئے نا صرف ان کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے بلکہ معاشرے میں ایک اچھی مثال بھی قائم کر سکتا ہے لہٰذا کنفیوشس کے ان نظریات نے دنیا بھر میں بہت مقبولیت حاصل کی۔

256ق م میں چاؤ خاندان ختم ہوا اور 249ق م میں چی ان خاندان اقتدار پر براجمان ہوئے 141ق م میں ووتی حکمران کے عہد میں چین اس قدر مضبوط ہو گیا کے اس کی

قدیم سرحدوں کو وسعت حاصل ہوگئی۔

ہان سلطنت (206 ق م تا 220ء) یہ ایک چینی شاہی سلطنت ہے جس نے چین کو چن سلطنت (206 ۔ 221 ق م) کے زوال کے بعد متحد کیا ہان سلطنت کو چینی فلسفے کا عہد زرین مانا جاتا ہے ہان نے اپنی 426 سال طویل تاریخ کے دوران بہت سے دساتیر تخلیق کئے جو چین کی پہچان بنے انھوں نے ریاست کی حدود کو وسعت دے کر انھیں موجودہ چین والی جگہ پر پہنچا دیا کنفیوشس ازم کو ریاستی اور سرکاری فلسفیانہ مذہبی نظام کا رتبہ دیا گیا۔

بدھ مت ہندوستان سے یہاں آیا اور ایک اہم مذہب کی حیثیت اختیار کر گیا اس دور میں ادب اور فنون نے بہت اہمیت حاصل کی زراعت کو فروغ ملا آبادی میں بھی اضافہ ہوا ہن حکمرانوں کے عہد میں چین معاشی لحاظ سے بہت خوشحال تھا یہی نہیں بلکہ مرکزی حکومت ایک پیچیدہ اور فعال بیوروکریسی کے ذریعے نظام چلاتی رہی جو بیسویں صدی تک جاری رہا چن عہد کے بہت سے سخت گیر قوانین کو منسوخ بھی کیا گیا ٹیکس گھٹائے گئے اور تقریباً سارا ہان علاقہ براہ راست بادشاہ کے ماتحت آ گیا جبکہ آج بھی ہان کی اصطلاح چینی نسل کو دیگر گروہوں سے ممتاز اور ممیز کرتی ہے پھر 8ء میں حکومت کے ایک عہدے دار وانگ پینگ نے حکومت پر قبضہ کر لیا لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد ہن خاندان نے اس سے حکومت واپس لی پھر 220ء میں آخری ہن حکمران کی وفات ہوئی اس کے بعد پونے چار سو سالوں تک چین پر چھ مختلف خاندانوں نے حکمرانی کی 550ء میں سوئی خاندان کی حکومت قائم ہوئی لیکن سوئی خاندان کے ہی ایک افسر اعلیٰ نے سوئی خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا اس کے بعد تین سو سالوں تک تیانگ خاندان حکمرانی کرتا رہا 800ء میں اندرونی انتشار اور خلفشار کے باعث ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا 900ء میں فریغوں نے چین سے منگولیا، منچوریا اور کوریا کے علاقے چھین لئے

گئے اس کے بعد سنگ خاندان کی حکومت قائم ہوئی یہ خاندان960ء سے 1279ء تک حکمران رہا1260ء میں قبلائی خان جو کے چنگیز خان کا پوتا تھا نے یوآن خاندان کی بنیاد رکھی اور یہ خاندان 1368ء تک چین پر برسر اقتدار رہا1382ء میں منگ خاندان نے اپنی حکومت کا آغاز کیا انھوں نے اصل چین یا چین کے باشندوں کو نکال باہر کیا ۱۴۰۰ء میں منگولوں کے پاس اس ملک کا صرف مغربی اور کچھ شمالی علاقہ رہ گیا1421ء میں منگ خاندان کے بادشاہ نیگ وہم نے پیکنگ کو اپنا دارالحکومت بنالیا۔

آخری خاندان کے جس نے چین پر حکمرانی کی وہ مانچھ، چنگ، چی انگ، کنگ یا منچو خاندان تھا اس خاندان کا دورحکومت 1644ء سے 1911ء تک تھا یہ چین کی آخری شہنشاہی سلطنت تھی جس میں چین نے اقوام عالم میں بے انتہاء طاقت اور اثر ورسوخ حاصل کرتے ہوئے اپنے منتہاء کو پہنچ گیا یہ سلطنت تین سو سالوں تک قائم رہی جبکہ اس سلطنت نے چین کی سرحدوں کو کسی بھی سابقہ دور سے زیادہ وسعت دی یہی نہیں بلکہ اس حکومت نے چینی شہنشاہی نظام کو کامل اور مستحکم بنیادوں پر بھی استوار کیا اٹھارہویں صدی میں چنگ سلطنت اس قدر مضبوط اور خوشحال تھی کے فرانسسی فلسفی ولتیئر نے اسے تاریخ عالم کی منفرد اور منظم حکومت قرار دیا جبکہ یورپی مفکرین چنگ حکمرانوں کو روشن خیال حکمران کہتے ہیں انھوں نے اپنے بادشاہوں کو بھی چینی طرز حکومت پر عمل کرنے کے مشورے دئے مگر بہت سے پیچیدہ نظاموں کی طرح یہ بھی غیر لچک دار اور سخت گیر بن گئی یہ انیسویں صدی کے اواخر میں پیش آنے والے نئے مسائل سے نبٹنے میں ناکام رہی خراب فصلوں، جنگ وجدال، بغاوتوں، آبادی میں بے تحاشہ اضافے اور غیر ملکی سامراجیت نے سلطنت کے انہدام میں اہم کردار ادا کیا۔ پھر 1911ء کے ماہ اکتوبر میں ایک انقلاب بپا ہوا جس کی وجہ سے 1912ء میں کمسن

شہنشاہ ژوانگ تونگ (ہوان تنگ/ ہنری یوی) اپنی حکومت سے دستبردار یا معزول ہوا۔

چنگ سلطنت کے ساتھ ہی وہ نظام حکومت بھی اپنے اختتام کو پہنچا جس کی ابتداء 221ق م میں چن سلطنت سے شروع ہوئی تھی۔ ۳۔

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

جمہوریہ چین بننے سے قبل چین میں ایک طویل شہنشاہی نظام قائم تھا جہاں مختلف بڑے بڑے خاندانوں نے ایک عرصے تک اپنی بادشاہت قائم رکھی قدیم چین میں ویسے تو بادشاہ کا کہا ہوا حرف آخر ہوتا لیکن اس کے باوجود ان کے یہاں قاعدے قوانین کی عمل داری بھی موجود تھی ابتداء میں پنچائتی نظام پایا جاتا تھا جہاں لوگوں کے درمیان فیصلے کئے جاتے تاہم مقدمات کو جلد از جلد نبٹانے کی روایت موجود تھی قدیم چینی معاشرے میں وکیلوں کا وجود نہ تھا بلکہ ناظر یا رجسٹرار ہی مدعی یا مدعا علیہ کی جانب سے بیان تیار کیا کرتا جبکہ پنچائیت کا سربراہ دونوں طرف کے دلائل سننے کے بعد فیصلہ کرتا جس پر کسی کو اعتراض نہ ہوتا۔

چین کے دور جاگیریت میں با قاعدہ مجموعہ قوانین وضع کیا گیا لیکن اس مجموعہ قوانین میں عوام اور خواص کی تفریق رکھی گئی لہٰذا عوام اس قانون کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے اور انھوں نے اس کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے چنگ کے دارلسلطنت کو آگ لگادی جس کے نتیجے میں حکومت وقت کو سوچنا پڑا اور فیصلہ عوام کے حق میں آیا اس قانون کو ملک کے صرف بڑے بڑے معاملات تک ہی محدود رکھا گیا جبکہ عوامی اور روزمرہ زندگی کے امور اور معاملات کو قدیم رسم ورواج کے مطابق ہی حل کیا جانے لگا۔

یہی وجہ تھی کے تانگ خاندان کے زمانے میں مجموعہ قوانین کو دوبارہ کئی ترامیم کے بعد مرتب کیا گیا لیکن یہ مجموعہ قوانین صرف اور صرف فوجداری معاملات تک ہی محدود تھا جبکہ

دیوانی معاملات کے لئے معاشرت سطح پر قدیم رسومات کے مطابق ہی عدل قائم کیا جاتا۔

فوجداری قوانین کی سزائیں خاصی سخت تھیں جیسے کے سزائے موت، کوڑے مارنا، بال کاٹ دینا، شہر بدر کر دینا اور امراء کو ان کے قصور پر خودکشی کی اجازت دینا وغیرہ چین کے نظام عدل میں بادشاہ وقت بھی عدل وانصاف کے دائرے سے باہر نہ تھے اگرچہ انھیں بھی سزائیں دی جاتیں لیکن ان کی سزائیں عوام کی بہ نسبت تھوڑی کم یا ہلکی ہوتیں بظاہر ایسا معلوم ہوتا کے قانون سب کے لئے برابر ہے۔

سرکاری قوانین کی کمزوریوں اور رسومات کی برتری کے باوجود بادشاہ وقت خدا کا نائب یا بیٹا تصور کیا جاتا اور اس کو سب پر فوقیت حاصل تھی کیونکہ وہ دوسرے انسانوں کے مقابلے میں سماج میں بلند تر مانا جاتا تھا بادشاہ کے لئے ضروری تھا کہ وہ نیکی، ایمانداری، سچائی، نرم دلی، ہمدردی اور نیک نیتی سے عوام کے درمیان رہتے ہوئے ان کی ترقی اور فلاح کے لئے کام کرتا رہے کیونکہ اسے خدائی طاقت کی وجہ سے یہ بادشاہت ملی ہے چنانچہ اس کے لئے ضروری تھا کے اس کے تمام فیصلوں پر عوام من وعن عمل کریں تاہم بادشاہ کے کئے گئے فیصلوں کے خلاف کسی کو اپیل کا حق نہ تھا جبکہ اس کے تمام احکامات حرف آخر ہوتے۔

بادشاہ وقت ملک کا نظم ونسق چلاتا اس کے ساتھ ہی اس کو مذہبی سربراہ کی حیثیت بھی حاصل تھی وہ وزراء اور سرکاری افسران کا انتخاب کرتا جبکہ اعلی عہدوں پر فائز کرنے کے لئے امیدواروں سے امتحانات بھی لئے جاتے جس میں کامیاب ہونا لازمی تھا یعنی جس طرح آج کل سرکاری نوکری کے حصول کے لئے سول سروسز کے امتحانات دینا ضروری ہوتے ہیں بالکل اسی طرح سے قدیم چین میں بھی یہی قاعدہ موجود تھا۔

بادشاہ اپنا جانشین بھی مقرر کرتا لیکن اس کے لئے بھی ان کی مروجہ رسومات کو ملحوظ

رکھنا ضروری ہوتا کیونکہ اپنی خاندانی رسومات سے انحراف تو بادشاہ کے لئے بھی ناممکن تھا بادشاہ کے بعد جو دوسری شخصیت سب سے زیادہ لائق تعظیم تھی وہ محتسب اعلیٰ کی تھی جس کی سب سے زیادہ اہم ذمہ داری بادشاہ کے عمال اور وزراء کے کاموں کی نگرانی تھی کے آیا وہ امور سلطنت کی انجام دہی ایمانداری سے کر رہے ہیں یا نہیں جبکہ اس کام کے لئے ایک بورڈ بھی بنایا گیا جس کے اراکین ان تمام عمال اوران کی کارکردگی کی رپورٹ کو نا صرف دیکھتے بلکہ اعلیٰ عہدے داران تک یہ رپورٹ پہنچائی جاتی اس کے علاوہ چھ وزراء پر مشتمل ایک کونسل تھی جو ولی عہد کے زیر انتظام تھی جسے ملک کے اندرونی اور بیرونی معاملات کی نگرانی اور ملکی مفاد میں مختلف پالیسیاں بنانے کی ذمہ داری سونپی جاتی اگرچہ مشیروں کی بھی ایک جماعت تھی جن کے قیمتی مشورے ملکی انتظامات کے لئے ضروری خیال کئے جاتے دشمن کے حملوں سے ملک کو محفوظ بنانے کے غرض سے ملکی دفاع کا ادارہ بھی قائم تھا جو کے سرحدوں کی نگرانی، افواج کی تربیت، اسلحہ سازی اور ملک کی اندرونی اور سرحدوں کے حالات پر نظر رکھنے کے لئے متعین تھا سلطنت کئی صوبوں میں تقسیم تھی تا کہ ملکی انتظامات میں آسانی ہو اور ہر صوبے کی آبادی کے اعتبار سے اس کی ضروریات کا لحاظ بھی رکھا جا سکے تاہم چین میں پانچویں خاندان کی حکومت میں سلطنت میں صوبوں کی تعداد 18 کے قریب تھی جبکہ ہر صوبے میں علیحدہ گورنر، محتسب، جسٹس اور اعلی افسران تعینات تھے جو صوبائی انتظامات کی دیکھ بھال اور رعایا کی خدمت پر مامور تھے عام طور پر یہ صوبے خود مختار تھے اس کے علاوہ محصول کی وصولی کا بھی با قاعدہ نظام موجود تھا تاہم حکومت ان محصولاتی آمدنی کو عوام کی فلاح و بہبود اور ملک کی ترقی پر خرچ کرتی۔ [۴]

مذہب: Religion:

چین میں روایتی مذاہب سے قبل چینی مظاہر پرست اور ارواح پرست تھے وہ آسمان کی بجلی، ہوا، درخت، پہاڑ، اژدھے، اور مختلف جانوروں کی عبادت کرتے اس کے علاوہ ان کے یہاں موسم بہار میں ایک تہوار منانے کی بھی روایت موجود تھی جس میں یہ دیوی ماں کی پوجا کرتے مرد وعورتیں ناچ گا کر اپنی خوشیوں کا اظہار کرتے ان کے یہاں جادو وسحر کو بھی بڑی اہمیت حاصل تھی اور نجومیوں کی پیشن گوئیاں ہر خاص وعام کے لئے اہمیت کا سبب ہوتیں اور ان نجومیوں اور ساحروں کو مذہبی اعزاز دیا جاتا اور ان کی بڑی عزت وتکریم کی جاتی یہ مذہبی رہنما آگ میں ہڈیاں جلا کر لوگوں کو ان کے مستقبل سے متعلق آگاہ کرتے چینی عوام اپنی اور ملک کی سلامتی کی خاطر نذر نیاز اور چڑھاوے بھی چڑھاتے تاکہ آسمانی اور زمینی بلاؤں سے محفوظ رہ سکیں ان چڑھاوں میں عام طور پر پھل، مٹھائیاں، غلہ، روپیہ پیسہ اور جانور قربان کئے جاتے جبکہ شانگ خاندان کے زمانے میں دیوتاؤں کے سامنے انسانی قربانیاں بھی پیش کی جاتیں کیونکہ ماہرین آثار قدیمہ کو قربان گاہوں سے انسانی ہڈیاں اور دانت بھی ملے ہیں یہی نہیں بلکہ چینی قوام اپنے آباؤ اجداد کی روحوں کی پوجا اور انھیں نذرانے بھی پیش کرتے تھے۔

چین کے روایتی مذاہب میں کنفیوشس مت، تاؤمت اور بدھ مت شامل ہیں جبکہ لوگ ان تین بڑے مذاہب کے علاوہ مقامی اعتقادات اور دیگر مذاہب کی بھی پیروی کرتے اگرچہ اسلام اور عیسائیت جیسے بڑے، باقاعدہ اور منظم مذاہب بھی چین میں موجود ہیں اور لوگوں کی اکثریت ان دو مذاہب کی پیروی بھی کرتی ہے 1949ء میں اقتدار کے حصول کے بعد چینی کمیونسٹ پارٹی نے سرکاری طور پر منظم مذہب کو ختم کیا لہٰذا سی پی کے اس اقدام

کو عوامی طور پر بہت کم مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ کنفیوشس مت کافی حد تک سیکولر ہے تاہم زیادہ تر چینی ان تین بڑے مذاہب کے ہی پیروکار ہیں اس اعتبار سے وہ کسی ایک مذہب سے مضبوط تعلق نہیں رکھتے ہیں پھر بدھ مت، تاؤمت، اسلام اور عیسائیت کے بیشتر معبد، مٹھ اور مکاتب کو سیکولر مقاصد میں استعمال کیا جانے لگا 1978ء کے آئین کے ذریعے ہی چین میں باقاعدہ مذہبی ترویج کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی آئین میں یہ بھی کہا گیا کے چینی عوام کو کوئی بھی مذہب نہ رکھنے 'الحاد پرستی کا پرچار کرنے' کا حق ہوگا جبکہ 1982ء کا آئین (جو تازہ ترین ہے) شہریوں کو مذہبی آزادی دیتا ہے اور ریاست کی متعین کردہ جائز مذہبی سرگرمیوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے 1982ء کے بعد سے چین میں گرجے، کلیسا، مساجد دوبارہ کھول دی گئیں اس کے علاوہ شہر میں عیسائی فرقے زیادہ سرگرم ہو گئے اسی درمیان ایک خفیہ عیسائی تحریک بھی ابھری تاہم یہ عیسائی گروپ سرکاری طور پر جائز قرار دیا گیا مذہبی سرگرمیوں کے زمرے سے باہر ہونے کے بعد بعض جماعتوں کے خلاف قانونی کاروئی بھی ہوئی آئینی ترمیم سے قبل بھی نسل پرست چینی مسلمان اور اوئی غور، قازق اور کرغیز وغیرہ نے اسلام کو نہ چھوڑا اگرچہ مسلمان اب زیادہ آزادی سے اپنے مذہب پر عمل کر سکتے ہیں لیکن حکومت ان کی مذہبی سرگرمیوں کے حوالے سے شکوک کا شکار رہتی ہے کیونکہ نسل پرست اقلیتیں اسلام سے وابستہ ہیں تبت میں چینی حکومت نے تبتی بدھ مت پر پابندی عائد کئے رکھی مثلاً ہر حلقے میں مذہبی رہنماؤں اور عبادت گاہوں کی ایک حد مقرر ہے۔۵۔

دنیا کی (1.3) ارب آبادی چین میں ہے ان میں 90 فیصد سے زائد نسل پرست ہان چینی ہیں لیکن لیکن چین میں 55 قومی اقلیتوں کو بھی شناخت کیا گیا ہے بشمول تبتی، منگول، اوئی غور، ژوانگ، میاؤ، لی اور متعدد دیگر۔

ہان قوم کے درمیان بھی علاقائی اور لسانی فرق موجود ہے۔

کنفیوشس مت: Confuianism:

کنفیوشس مت کو چین میں ایک اہم نظام فکر کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ کنفیوشس (497۔ 571 ق م) جو کے چین کا ایک بڑا مفکر اور دانش ور تھا اور اس کی اور اس کے شاگردوں کی تعلیمات نے چین کے عوام پر گہرے اثرات مرتب کئے پھر یہی افکار و نظریات جس کا تعلق روزمرہ کی زندگی سے تھا جس میں ادب، اخلاقیات، نیکی کی ترغیب، بہتر سماجی تعلقات پر زور اور زندگی گزارنے کا ڈھنگ پر بات کی گئی تھی وہ آہستہ آہستہ مذہبی صورت اختیار کر گئی اسی نظام فکر جس کو کنفیوشس مت کہا جاتا ہے نے آگے چل کر چینی سیاسی نظریات اور دساتیر کا پس منظر بھی فراہم کیا اسی فکری نظام نے چین سے نکل کر جاپان، کوریا اور ویتنام پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کئے اور مغربی مفکرین کو بھی اپنی جانب متوجہ کیا بیشتر مفکرین کی کنفیوشس کے بارے میں یہ رائے ہے کے جو اثرات سقراط نے مغربی دنیا پر مرتب کئے ویسے ہی اثرات کنفیوشس نے چین اور اردگرد کے علاقوں پر مرتب کئے بعد میں یہی کنفیوشس مت، چینی ریاست کی آئیڈیولوجی بھی بنا لیکن ان سب کے باوجود یہ مذہب کبھی بھی کلیسا اور مذہبی طبقے کا حامل نہیں رہا چینی دانشوروں نے کنفیوشس کو ایک عظیم استاد، انسان اور ولی کامل کی حیثیت دی لیکن کبھی بھی اس کو دیوتا نہیں بنایا لیکن بذات خود کنفیوشس نے بھی کبھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا پھر یہ بھی دیکھنے میں آیا کے مسیحی کلیساؤں کے برعکس کنفیوشس کے اعزاز میں بنائے گئے معبد کو وہ حیثیت حاصل نہ تھی کے لوگ جوق در جوق جا کر وہاں عبادت کرتے لیکن یہ ضرور تھا کے سالانہ مذہبی عبادات کے موقع پر وہاں سب جمع ہوتے اور مذہبی رسومات کی ادائے گی کرتے بالخصوص کنفیوشس کے یوم پیدائش کے

موقع پر اس کے معبد میں چینیوں کا ایک جم غفیر امڈ آتا۔

کنفیوشس مت کے رہنما اصول قدیم چینی کتب میں موجود ہیں جنھوں نے زبردست فلسفیانہ سرگرمی کے ادوار کا مقابلہ کیا ان تحریروں کو ماہرین نے دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے پانچ کلاسکیس ہیں (دو چنگ) اور چار کتابیں۔

ا۔ پی چنگ (تبدیلیوں کی کتاب)۔ ۲۔ شو چنگ (تاریخ کی کتاب)

۳۔ شی چنگ (گیتوں کی کتاب) ۴۔ لی چی (رسومات کی کتاب)۔ ۵۔ چن چیو

(موسم بہار اور خزاں کے روز نامچے) جبکہ اس کے علاوہ ایک موسیقی پر مبنی کتاب کو بھی کنفیوشس کلاسیک میں شامل کیا گیا پھر چار کتب ایسی بھی ہیں جو کے کنفیوشس اور مینئسیس کے اقوال وافعال کا مجموعہ ہیں ان میں ا۔ گلدستہ تحریر۔ ۲۔ عظیم سبق۔ ۳۔ درمیانہ راستہ۔ ۴۔ کتاب مینئسیس شامل ہیں اگر چہ کنفیوشسی تعلیمات کا بنیادی عنصر 'رین' ہے جس کا ترجمہ محبت، نیکی، انسانیت اور انسانی ہمدردی ہے یہی نہیں بلکہ 'رین' کو چینی معاشرے میں انسانیت کی معراج اور اوج کمال تصور کیا جاتا ہے کنفیوشس کے سنہری اصول جو کے ان کے مذہب کی بنیاد ہے اس میں نیکی، راست گوئی، ایمان، پاکیزگی، رواداری، فرزندانی سعادت مندی اور فرض شناسی شامل ہیں تاہم ایسے ہر سلوک کی ممانیت ہے جسے انسان اپنے لئے ناپسند کرے کنفیوشس نے سیاسی طور پر ایک پدری حکومت کی حمایت کی جس میں بادشاہ فیاض، سخی، عادل اور عوام مطیع اور وفادار ہوں اس کا یہ بھی ماننا تھا کہ تعلیم سب کا بنیادی حق ہے لہٰذا اس کے حصول کی سب کو کوشش کرنی چاہئے چین کی دیگر سلطنتیں جن میں ہان سلطنت، تانگ سلطنت اور سونگ سلطنت میں اس مذہب کو سرکاری سرپرستی حاصل رہی اور اس کی ترویج واشاعت کھل کر ہوئی۔ ۶؎

تاؤمت: Taoism:

تاؤمت چین کا ایک فلسفیانہ اور مذہبی نظام ہے اس کا آغاز چوتھی صدی عیسوی میں ہوا دیسی چینی مکتبہ ہائے فکر میں تاؤمت کا اثر صرف کنفیوشس مت سے کم ہے اساسی تاؤ پسند فلسفیانہ اور باطنی عقائد لاوزے (49۔570 ق م) سے منسوب کردہ تصنیف تاؤ تے چنگ راستہ اور اس کی طاقت میں ملتے ہیں غالباً یہ کتاب تیسری صدی ق م میں اس کے شاگردوں نے مرتب کی کنفیوشس مت نے فرد کو ایک مثالی سماجی نظام کے معیار پر پورا اترنے پر زور دیا بلکہ تاؤمت کے مطاقب! فرد کو معاشرے کے تقاضے نظر انداز کر کے صرف اور صرف کائنات کی تہہ میں موجود نقش (تاؤ) کے ساتھ مطابقت اختیار کرنی چاہئے جیسے الفاظ اور سوچ میں لانا ناممکن ہو تاؤمت نے عوامی سطح پر پذیرائی حاصل کی جبکہ اس میں جنز منتر اور سحر کے ذریعے لافانیت کو حاصل کرنے کی مشق بھی کراوئی جاتی ہے اگرچہ مختلف اوقات میں تاؤ مذہب کو سرکاری حیثیت حاصل رہی ہے۔ے۔

چینیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

Chinese view of life after death and Funeral

قدیم چینیوں کا یہ نظریہ تھا کے زمین و آسمان ایک ہی کائنات کے دو حصے ہیں اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ اور منسلک ہیں مرنے بعد انسان کی روح آسمان پر چلی جاتی ہے جہاں ایک دنیا آباد ہے جس میں ان کے آباؤاجداد کی ارواح ایک ساتھ رہتی ہیں لہٰذا ان سے عقیدت و محبت کرنا اور ان کی ارواح کو چڑھاوے چڑھانے سے ہمیں ان کی خوشنودی حاصل رہے گی اور وہ ارواح ہمارے لئے اچھی یا بری قسمت کا بھی سبب بن سکتی ہیں انھوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کے منادر بھی بنوائے جہاں وہ ان کی پوجا، ان سے دعائیں

اوران کے آگے سجدہ ریز بھی ہوتے ہیں عام طور پر یہ عقیدت میں رکوع اور سجدہ کی حالت میں کئی بار جھکتے ہیں قدیم چینیوں کا یہ بھی ماننا تھا کے تمام دنیا میں ہر طرف اچھی اور بری ارواح موجود ہیں جو ہم انسانوں کو نفع یا نقصان بھی پہنچا سکتی ہیں لہٰذا ہمیں جادو، سحر اور عبادات کے ذریعے ان سے مقابلہ کرنا چاہئے

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

قدیم چین کی تاریکیوں میں اگر جھانکیں تو ہمیں کئی گھریلو صنعتوں کا پتا ملتا ہے جبکہ شہروں میں بھی تجارت پھلتی پھولتی نظر آتی ہے اگر چہ چینی ریشم کا کپڑا بڑی نفاست اور مہارت سے تیار کرتے تھے اور اس غرض کے لئے وہ ریشم کے کیڑوں کی باقاعدہ افزائش بھی کرتے جبکہ ان تمام امور کی انجام دہی عام طور پر وہاں کی خواتین ہی کرتیں چین میں عمدہ ریشمی کپڑا کئی ہزار سالوں سے ہی بنایا جارہا ہے تاہم ماہرین کا یہ خیال ہے کے اندازاً 2000 ق م سے بھی پہلے چینیوں نے اس فن میں کمال حاصل کرلیا تھا چنانچہ چین سے یہ فن دنیا بھر کے دیگر مما لک تک پہنچا اور انھوں نے بھی اس سے نا صرف فیض حاصل کیا بلکہ اس فن سے وابستہ افراد اور ادارے بعد میں بام عروج کو پہنچے اگر چہ ابتداء میں چینیوں نے گھریلو سطح پر اس کام کا آغاز کیا تھا لیکن آگے چل کر یہ با قاعدہ ایک صنعت بن گئی اور یہ کام بڑے شہروں اور کارخانوں میں بھی منتقل ہوا جبکہ تین سو سال ق م کے قریب شہروں میں باقاعدہ صنعتی انجمنوں کا قیام بھی عمل میں آیا تھا تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بازاروں میں تاجروں اور خریداروں کا جم غفیر بھی بڑھتا گیا۔

مارکو پولو چین کی صنعت حرفت کے بارے میں لکھتا ہے کے چین میں دستکاری کے ہزاروں کارخانے موجود تھے جہاں بے شمار مزدور کام کرتے یہاں صنعتی انجمنیں بھی قائم تھیں

جو کے مزدوروں کے کام کے اوقات، بدعنوانیوں کے خلاف اقدامات، مال کی درست قیمتوں کا تقرر، مالکان اور مزدوروں کے درمیان تنازعات کا خاتمہ اوران کا بہتر حل اور باقی معاملات کی دیکھ بھال کرتیں جبکہ یہ بھی معلوم ہوا کے مالکان اور مزدوروں کے درمیان معاملات نہایت خوش اسلوبی سے طے پاجایا کرتے عام طور پر ہڑتال کی نوبت نہیں آتی تھی چین میں ریشم سازی کے بعد دوسری بڑی صنعت ظروف (برتن) سازی کی تھی جس کو چین کا آرٹ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ برتن پر نقاشی اوران پر خوبصورت رنگوں وڈیزائن کی ابتداء بھی غالباً یہیں سے ہوئی اور یہاں کے نفیس چینی کے برتنوں نے آگے چل کر پوری دنیا میں بھی بڑی پذیرائی حاصل کی یہ چینی کے برتن ایک خاص قسم کی سفید چکنی مٹی اور سنگ مروہ کو باریک پیس کر اور پانی سے گوندھ کر پھر انھیں ہاتھ سے بنایا جاتا بعد کے ادوار میں یہ برتن مشینوں کے ذریعے تیار کئے جانے لگے ماہرین کے مطابق چین میں برتن سازی کا فن بہت پرانا ہے ماہرین آثاریات کے مطابق اس کی قدامت آج سے تقریباً 3000 ق م ہے کیونکہ ہانان اور کانسو کی کھدائی کے دوران 3000 ق م کے جو برتن دستیاب ہوئے انھیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کے اس دور میں چینی قوم اس فن میں بڑے مشاق اور ماہر تھے۔شنگ خاندان کے زمانے میں برتنوں کے کچھ نمونے دستیاب ہوئے جو کے بہت قدیم تھے اسی طرح سے تانگ خاندان کے دور حکومت میں فن کوزہ گری نے مزید کمال حاصل کیا جبکہ سمارا (میسوپوٹامیا) کی کھدائی کے دوران بھی چینی کے برتنوں کے کچھ ٹکڑے دستیاب ہوئے جس سے یہ اندازا لگایا جاسکتا ہے کے چین اور سمارا کے درمیان شاید چینی برتنوں کی تجارت ہوتی تھی تاہم سلطان صلاح الدین ایوبی نے سلطان دمشق کو تحفے میں 41 چینی کے نفیس برتن بھجوائے اہل یورپ نے چینی کے برتنوں کا استعمال عربوں سے سیکھا۔

سنگ خاندان کے عہد حکومت کو چین کا کلاسیکی عہد مانا جاتا ہے اس عہد میں 'چنگ ٹی چن' کے اندر بڑے بڑے ظروف سازی کے کارخانے قائم کئے گئے جن میں بڑے پیمانے پر چینی کی پلیٹیں، پیالے، مرتبان، گلدان، شطرنج کی بساط، شراب کے پیمانے، شمع دان اور کئی آرائشی اشیاء تیار کی جاتیں پھر منگ خاندان کے دور حکومت میں حکمرانوں نے چین کے اس قدیم فن کو مزید نکھارنے کی کوشش کی اور اس میں مزید نئی تکنیک کا بھی اضافہ کرتے ہوئے اس فن کو نئی جلا بخشی اسی عہد میں شیشے پر رنگ اور مینا کاری کی بنیاد بھی پڑی اور رنگوں سے مزین چینی کام اپنی بلندی پر پہنچا جبکہ منگ خاندان کے بادشاہ 'وانگ لی' (یاشین تسنگ) کے عہد میں چینی کے نیلے اور سفید پیالے چاندی کا حاشیہ دے کر بنائے جاتے اس فن کو ظروف سازی کا شاہکار دور بھی کہا جاتا ہے اس عہد کا ماہر ظروف کاریگر 'ہاؤشی چیو' گزرا ہے جو کے نہایت ہلکے اور مضبوط و نفیس برتن بنانے میں لاثانی تھا جبکہ وہ نہایت ہلکے جام بنانے میں بھی اپنی مثل آپ تھا۔

شی ہوانگ اور قبلائی خان کے ودر میں پتھروں کی بڑی بڑی سلوں کو جوڑ کر عمدہ اور چوڑی سڑکیں اور گزرگاہیں تعمیر کیں جبکہ چین میں دریاؤں اور نہروں کی زیادتی کی وجہ سے اس پر پل بھی تعمیر کئے گئے جس کی وجہ سے سامان تجارت کی ترسیل آسان ہوئی چین کی سب سے بڑی نہر چھ سو پچاس میل لمبی تھی جس کی تعمیر 300ء میں شروع ہوئی اس نہر کی تکمیل قبلائی خاں کے عہد میں ہوئی اس نہر کو دیوار چین کے بعد چینی انجینئرز کا سب سے بڑا کمال بھی کہا جاتا ہے چینی تاجر اپنا سامان تجارت جس میں ریشم، چائے، کاغذ بارود، پھل (آڑو، شفتالو اور خوبانی) شامل تھے انھیں ہندوستان، ایران، عراق اور روم میں بھیجا کرتے اگرچہ یہ تجارت بری اور بحری دونوں ہی راستوں کے ذریعے ہوتی وہ اپنے ان

تجارتی سامان کے بدلے میں دوسرے ممالک سے تمبا کو، افیون اور گاجر وغیرہ خریدتے یہ تجارتی لین دین سکوں اور جنس کے بدلے جنس یا پھر ادھار بھی ہوتی تاہم سودی کاروبار بھی ہوتا پانچویں صدی ق م میں دھات کی کرنسی بھی وجود میں آئی اور چن خاندان کے عہد حکومت میں حکومتی سطح پر یہ طے ہوا کے آج سے سونے کی قیمت کو ہی معیاری سمجھا جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ٹن اور دھات کے سکے اور چھوٹی بڑی لین دین بھی رائج تھی جبکہ شہنشاہ 'ووٹی' کے عہد میں چاندی کے سکوں کا اجراء ہوا لیکن چاندی کے سکوں کی وجہ سے حکومت کو سخت نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ بازار میں نقلی سکے رواج پا گئے تاہم 970ء میں جب چین میں چھاپے خانے کی ایجاد عمل میں آئی تو یہاں کاغذ کی کرنسی کا رواج عمل میں آیا۔۸۔

اہل چین اپنے گھر اور منادر کی آرائش وزیبائش کا بڑا ذوق رکھتے اس لئے انھوں نے کئی آرائشی اشیاء کو ایجاد کیا جس سے وہ اپنے گھر اور مندروں کو سجاتے یہ آرائشی اشیاء دھات ،لکڑی، کاغذ، بانس، ہاتھی دانت، ریشم اور مٹی سے تیار کی جاتیں جس میں فرنیچر، میز، کرسی، پنکھے، گلدان، منقش مرتبان، پینٹنگز اور دستکاری کی چیزیں شامل تھیں الغرض قدیم چین میں لوگ محنت کش اور تخلیقی ذہن کے مالک تھے انھوں نے نت نئی چیزیں ایجاد کیں اور اپنے ملک کو ترقی کے بام عروج پر پہنچا دیا اور دور قدیم سے لے کر آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

چین مشرقی ایشیاء کا ایک ملک ہے جو کے آبادی کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے اور رقبے میں یہ امریکہ کے برابر ہے۔شمال میں واقع بیجنگ چین کا دارالحکومت ہے اور ثقافتی، اقتصادی اور مواصلاتی مرکز بھی ہے جبکہ یانگ تزے کے قریب واقع شنگھائی سب سے زیادہ گنجان آباد شہر ہونے کے ساتھ ہی سب سے بڑا تجارتی مرکز اور چین کی مین لینڈ بندرگاہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے 1949ء میں کمیونسٹ حکومت نے اقتدار سنبھالنے کے بعد

زراعت اور صنعت کو ریاستی کنٹرول میں لینا شروع کر دیا تاہم 1970ء کی دہائی کے اواخر میں حکومت نے معاشی اصلاحات نافذ کیں جس کی وجہ سے کچھ سابقہ پالیسیاں ختم کر دی گئیں اگرچہ چین عالمی معیار کے مطابق ایک غریب ملک ہے لیکن اس کی معیشت نے 1980 اور 1990ء کی دہائی کے دوران ڈرامائی انداز میں ترقی کی 1997ء میں ہانگ کانگ برطانیہ سے چین کو مل گیا جبکہ پرتگال نے مکاؤ کو 70ء کی دہائی کے آخر میں چینی علاقہ تسلیم کیا اور بعد میں اسے چین کے اختیار میں دینے کا ہی معاہدہ بھی کیا۔

چین کا شمار دنیا کے کامیاب ترین اور ترقی یافتہ ممالک میں کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کی اقتصادی پالیسیز نے ملک اور صنعت کو نا صرف مضبوط کیا ہے بلکہ اسے دوام بھی بخشا ہے لہٰذا دنیا میں چین کی قدر و منزلت میں بھی اضافہ ہوا ہے اس کے علاوہ اس کی اقتصادی گزر گاہیں جن میں سے ایک اقتصادی راہداری (CPEC) کا گزر پاکستان سے بھی ہورہا ہے جس پر دن رات کام جاری ہے اور اس کے بننے کے بعد خود پاکستان کی بھی اقتصادی اعتبار سے دنیا میں ایک مضبوط پوزیشن سامنے آئے گی۔

جنوری 1960ء میں ایک مجلس میں حضور قلندر بابا اولیاء نے فرمایا! چینی قوم کے لئے فرشتے ایک لاکھ ترغیبی پروگرام انسپائر کرتے ہیں یہ ایک محب وطن قوم ہے جو ایک پروگرام بھی رد نہیں کرتی ہے اور سب کی سب انسپائریشن کو قبول کرتی ہے قدیم چینی قبائل یاجوج ماجوج کی ذریت میں سے ہیں اور ایک وقت ایسا آئے گا جب چین پوری دنیا پر حکمران ہو جائے گا اور ٹیکنالوجی اور اقتصادی ترقی کی بناء پر اقوام عالم چین کے زیر تصرف آجائے گی۔۹؎

جمہوریہ چین: Republic of China:

1914ء میں چین میں پہلی مرتبہ جمہوری تحریک کو کامیابی حاصل ہوئی ڈاکٹر سن یات سن جمہوریہ چین کے پہلے منتخب صدر تھے پھر ان کے انتقال کے بعد چیانگ کائی شیک برسر اقتدار آئے انھوں نے چین میں انقلابی تحریکوں کو کچلنے کی کوششیں کیں پھر 1935ء میں ماوزے تنگ نے چین میں انقلابی تحریکوں کی قیادت کی جبکہ چیانگ کائی شیک اقتدار سے محروم ہوکر فارموسا بھاگ گیا یکم اکتوبر 1949ء کو عوامی جمہوریہ چین کا پرچم سارے ملک پر لہرانے لگا۔۱۰؎

چین دنیا میں آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہے رقبے کے اعتبار سے یہ امریکہ کے برابر ہے چینی اپنے ملک کو "Zhongguo" یعنی وسطی ملک یا وسطی بادشاہت کہتے ہیں 'چین' غیر ملکیوں کا دیا ہوا نام ہے اور غالباً "Qin" یا چن (تیسری صدی ق م کی چینی سلطنت) کی بگڑی ہوئی شکل ہے چین متنوع اور وسیع صحراء، بلند و بالا پہاڑی سلسلوں بلند سطح مرتفع، چوڑے میدانوں اور کئی دریاؤں پر مشتمل ایک خوبصورت ملک ہے جس کا دارالخلافہ بیجنگ ہے جو اس کے شمال میں واقع ایک خوبصورت شہر ہے یہ ایک ثقافتی اقتصادی اور مواصلاتی مرکز بھی ہے چین میں 90 فیصد سے زائد افراد نسل پرست ہان چینی ہیں لیکن اس کے علاوہ تقریباً 55 فیصد قومی اقلیتوں کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے جن میں تبتی، منگول، اوئی غور، ژوانگ، میاؤ، ، پی اور دیگر متعدد قومیتیں شامل ہیں قدیم ادوار میں چین مشرقی ایشیاء کی غالب تہذیب میں شمار کی جاتی تھی جبکہ ساتویں صدی سے لے کر چودھویں صدی تک چین دنیا کی غالب ترین اور ترقی یافتہ ترین تہذیب کے طور پر بھی جانی جاتی یہی نہیں بلکہ بے شمار ایجادات کا سہرا بھی چینیوں کے سر ہے جن میں کاغذ، چھاپے، بارود، پورسلین، ریشم اور قطب

نما شامل ہیں جن سے بعد میں دنیا نے استفادہ کیا چین کا کل رقبہ 95.71.300 مربع کلومیٹر ہے اس کے شمال میں روس، منگولیا اور شمالی کوریا، مغرب میں پاکستان، افغانستان، تاجکستان، کرغیزستان، اور قازقستان ہیں، جنوب میں ہندوستان، نیپال، بھوٹان، میانمار (برما) لاؤس اور ویتنام ہیں جبکہ مشرق میں بحرالکاہل ہے موسمی حالات کے تنوع کے لحاظ سے چین کی آب وہوا زیادہ تر امریکہ جیسی ہے تاہم اس میں نسبتاً شدت پائی جاتی ہے اس کے ساتھ ہی ایشیائی مون سون بھی اس کی آب وہوا پر فیصلہ کن اثرات مرتب کرتے ہیں چین کے روایتی مذاہب میں کنفیوشس مت، تاؤمت اور بدھ مت شامل ہیں عام طور پر لوگ ان مذہب کی پیروی کے ساتھ ساتھ مقامی اعتقادات پر بھی عمل پیرا نظر آتے ہیں چینی قوم بے حد محنت اور جدوجہد کرنے والی ایک سادہ مزاج قوم ہے ان کا انداز زندگی بھی صحت مندانہ اور صاف ستھرا ہے ۔اا۔

چینی ادب: Chinese Literature:

چینی ادب کو یونانی ادب کے بعد سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے کیونکہ چینیوں کا سب سے بڑا اور قابل فخر کارنامہ ان کا دب اور فلسفہ ہے جو بعد میں ان کی پہچان بنا اگرچہ وہ اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں یہی نہیں بلکہ چینی فلاسفرز اور اہل دانش کو بلا جھجک یونانی اور ہندوستانی فلاسفرز کے مدمقابل کھڑا کیا جاسکتا ہے اگرچہ مصری اور بابلی اقوام نے دوسرے کئی میدانوں میں ترقی کے جھنڈے لگائے لیکن فلسفہ وادب میں قدیم چینیوں کا کوئی مدمقابل نہیں اگرچہ چینی ادب کا قابل فخر سرمایہ تاریخ کے موضوع پر گرانقدر تحقیق اور اس سے متعلق تصانیف ہیں اور کوئی دوسرا ملک چین جتنے قابل مورخ اور مصنف پیدا بھی نہ کرسکا تاہم ان مورخین نے علم تاریخ پر قیمتی تصانیف کا ڈھیر لگادیا جب ہی دنیا میں چین

کو مورخین کی جنت کہا جاتا ہے ابتداء میں بادشاہوں اور شہنشاہوں کے درباری مورخین ہوا کرتے تھے اور وہ بادشاہوں کے ساتھ سفر، جنگوں اور دیگر اہم مواقعوں جس میں تہوار اور مذہبی رسومات شامل اور موجود رہتے ہوئے ان واقعات کو سپرد قلم کیا کرتے یہی وجہ ہے کے مورخین کا عہدہ ہر دور اور ہر دور حکومت میں نا صرف قائم رہا بلکہ یہ شعبہ دیگر شعبوں کی بہ نسبت شہنشاہوں کی سرپرستی میں رہنے کی وجہ سے خاصا اہمیت اختیار کر گیا اگر چینی تاریخ اور ادب کا مطالعہ کیا جائے تو بعض تاریخی کتب دو سو انیس جلدوں پر مشتمل ہیں جو کے بجا طور پر ایک ضخیم کلیکشن ہے جن میں چین کے ۲۴ حکمران خاندانوں کا تفصیلی احوال دستیاب ہے سب سے مشہور مورخ 'سزما چائن' تھا جو دوسری صدی ق م میں گزرا وہ ایک بہت بڑا مورخ ہونے کے ساتھ ہی ایک بڑا منجم بھی تھا اسی نے سب سے پہلے چینی کلینڈر میں اصلاحات کیں جیسے اس نے نہایت سادہ اور مفصل انداز میں پیش کیا اس کی لکھی ہوئی تاریخ میں بادشاہوں کے نام، ان کے ادوار، ان کے کارنامے، جنگیں، عوامی خدمات، ملکی رسم ورواج، محلاتی سازشیں، موسیقی، مذہبی رسومات، ملکی اقتصادی اور مالی معاملات، امراء وشرفاء اور وزراء کے حالات وغیرہ درج ہیں چنانچہ اس کی لکھی ہوئی تاریخ کے تجزے سے ہمیں چین کی گزشتہ 3000 سال قبل کے احوال کا علم ہوتا ہے 'سزما چائن' نے اس تاریخ کو لکھنے میں اپنی تمام عمر صرف کر دی لہٰذا آج چین میں اس کی لکھی گئی اس تاریخ کو ادبی کے بجائے سائنسی درجہ حاصل ہے۔

چینی زبان میں قدیم ترین تحریر تقریباً 1400 سال ق م کی ہے تاہم ابتدائی ترین ادبی تخلیقات 200 ق م 200 عیسوی کے درمیان کی ہیں یہ کنفیوشس کلاسک تھیں کنفیوشس اور اس کے شاگردوں کے لکھے ہوئے ہدایت ومباحث نامے ان کے مرکزی موضوعات شاعری، فلسفہ، تاریخ، رسوم اور طرز عمل ہیں انھوں نے چینی طرز فکر اور موجودہ انداز سخن پر عمیق

اثر ڈالا غالباً سب سے پرانی کتاب 'پی چنگ' (تبدیلیوں کی کتاب) ہے 'شو جنگ' (دستاویزات کی کتاب' میں کنفیوشسی فکر کے سیاسی پہلوؤں پر بات کی گئی ہے 'شیہہ جنگ' (کتاب الغزلات) میں شامل گیتوں میں سے کچھ ایک تو دسویں صدی ق م کے بھی ہیں جبکہ بقیہ کلاسیکس میں سے تاریخی 'ژوژوان' (گلدستہ ٹھریر کنفیوشس کے اقوال ونصائح کا مجموعہ) اور کتاب 'مینیسیئس'، کو مشہور ترین شمار کیا گیا چین کے پہلے معلوم شاعر 'چویوآن' کی تصنیف ایک طویل نظم ہے چن اور ہان سلطنتوں (221 ق م تا 220 عیسوی) کے دوران شاعری کی ترقی کو 133 ق م میں یوفو (میوزک بیورو) کی وجہ سے فروغ ملا اس بیورو کا مقدس لوک گیتوں کو اکھٹا کرنا تھا بدھ مت کے زیر اثر شاعری انفرادیت پسندانہ ہوتی چلی گئی اور تانگ سلطنت (906۔618ء) اس کا عہد عروج تھی، لی بو، دوفو اور بودھی وانگ وی (759۔699ء) نمائندہ شعراء تھے جبکہ ہان یو (824۔768ء) نے نثر کے نئے انداز کی طرح ڈالی اس کو چین میں ادب کا شہزادہ بھی کہا جاتا ہے وہ چین کے علاوہ دنیا بھر میں بھی ایک بڑے ادیب کی حیثیت سے جانا جاتا ہے اور بقول چینیوں کے جو شخص بھی ہان یو کی لکھی گئی تصانیف کو پڑھنا چاہتا اسے چاہئے کے وہ پہلے اپنے ہاتھوں کو گلاب کے پانی سے دھوئے اور اس کے بعد اس کی تصانیف کو چھوئے 'ہان یو' چونکہ ایک نہایت قابل اور ذہین انسان تھا چنانچہ وہ بہت جلد اعلیٰ حکومتی عہدوں تک پہنچ گیا وہ کنفیوشس مت کا بہت بڑا حامی اور بدھ مذہب کا شدید مخالف تھا جس کی وجہ سے اس کو تنزلی کا منہ بھی دیکھنا پڑا چین کا سنگ خاندان جو کے علم وداب کا نشاۃ الثانیہ کہلاتا ہے چینی ادب ااس دور میں اپنی معراج کو پہنچا چونکہ اس عہد میں چھاپہ خانہ بھی ایجاد ہو گیا تھا چنانچہ اس ایجاد نے چینیوں کی زندگی میں ایک انقلاب بپا کر دیا اور کاغذ کی ایجاد دوسری صدی عیسوی میں ہوئی، کاغذ کا موجد 'تسائی لن' تھا اس نے 105ء میں شہنشاہ

وقت کو مطلع کیا کے اس نے ایک نئی اور سستی لکھنے کی چیز کو ایجاد کیا ہے چنانچہ بہت جلد اس فن نے ایک صنعت اختیار کر لی اور چین سے باہر بھی اس ایجاد کو نا صرف بے حد پذیرائی حاصل ہوئی بلکہ اس ایجاد نے دنیا کو ترقی کے بام عروج تک پہنچا دیا بالخصوص علمی دنیا میں تو بلا شبہ ایک تہلکہ مچ گیا۔

یوآن (منگول) سلطنت کے دوران میوزیکل ڈرامہ مرکزی ادب تھا اور پیشہ ور قصہ گوؤں کی چھپی ہوئی کہانیوں سے جنم لینے والا ناول منگ سلطنت (1644۔1368ء) میں بہت مقبول ہوا اس دور کے دو اہم ناول "Romance of the three Kingdoms" اور "The Water Margin" ہیں اور ان دونوں کا مصنف لوگوان ژونگ (۱۴ویں صدی) کو بتایا جاتا ہے کاؤ چان کا "The dream of the red chamber" زیادہ حقیقت پسندانہ اور جزواً سوانحی تھا چنگ یا منچو سلطنت (1911ء۔1644ء) کا کوئی بھی ادب پارہ قابل ذکر نہیں لیکن انیسویں صدی کے دوران تراجم کے ذریعے مغربی اثرات مرتب ہوئے اور بیسویں صدی میں مغربی نظریات مثلاً (رومانویت اور علامتیت) سے وابستہ متعدد اہل قلم ممتاز ہوئے ۱۹۱۱ء میں جمہوریہ کے قیام کے بعد ہوشی (1926ء۔1891ء) ممتاز ترین شاعر اور طنز نگار لوشن سرکردہ نثر نگار تھا 1930ء کی دہائی کے بعد سے ادب کافی حد تک سیاسی نظریہ پرستی کا خدمت گار بن کر رہ گیا اگرچہ فنون کی حالیہ سرپرستی نے اہل قلم کی ایک بڑی تعداد پیدا کی ہے مگر چین سے باہر ابھی تک ایک بھی مصنف کو قابل قدر شہرت حاصل نہیں ہوئی۔ ۱۲؎

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

ابتدائی چینی آرٹ (1550۔480 ق م) لارجو اور کانسی کی ساحرانہ علامتی اور

رسوماتی اشیاء پر مشتمل ہے ہان سلطنت (206 ۔ 220ء) کے دوران ان کی جگہ سنگ تراشی اور پینٹنگ نے لی جبکہ ان دونوں فنون پر بدھ مت کی چھاپ بآسانی پہچانی جاسکتی ہے قبروں پر سرامک آرٹ کو فروغ ملا جبکہ نقش ونگاری میں انسان ، جانور ، پرندے اور دیگر روزمرہ استعمال کی اشیاء کی بھی نقول بنائی گئیں اگرچہ مصوری کو چینی ادب میں شروع سے ہی بہت اہمیت حاصل رہی کیونکہ چینیوں کے خیال کے مطابق فن مصوری کی موجد ایک عورت 'لئی' جو شہنشاہ شن کی بہن تھی جبکہ ہان خاندان کے زمانے میں فن مصوری کو کافی ترقی ہوئی اس دور میں کئی مصور پیدا ہوئے لیکن چین میں اس فن نے بدھ مت کے آنے بعد بڑی ترقی کی اس دور میں چین میں بڑے نامی مصور پیدا ہوئے دراصل بدھ مت کی آمد سے چینی مصوری پر ہندوستانی اثرات غالب آئے چین میں 'کوئی کائی چھی' کو عظیم مصور مانا جاتا ہے اس نے فن مصوری پر تین رسالے تصنیف کئے جن میں سے کچھ حصہ آج بھی دستیاب ہے اس کے خیال میں انسان کی تصویر بنانا سب سے مشکل ہے جبکہ دوسرے درجے پر مظاہر کائنات اور جانوروں کی تصاویر ہیں وہ مصور کے علاوہ ایک بڑا فلاسفر بھی تھا۔

تانگ سلطنت (906۔619ء) نے قبروں پر حفاظتی مجسمے بنائے بالخصوص حقیقت پسندانہ گھڑسوار اور جنگ جو وغیرہ لیکن بودھی شخصیات کے مجسمے ان سب پر غالب رہے اس دور کا حقیقت پسندانہ نکتہ نظر لینڈ اسکیپ اور پینٹنگ میں بھی جھلکتا ہے چونکہ تانگ خاندان اور ان کے شہنشاہوں کو علم وادب سے خاصی دلچسپی تھی اور وہ فنون لطیفہ کی سرپرستی بھی کیا کرتے اس عہد میں بھی بے شمار نامی گرامی مصور پیدا ہوئے اس کے بعد آنے والی سونگ سلطنت 1279ء۔ 960ء عہد زرین تھا جب قدیم فن خطاطی کے ساتھ ساتھ خواب نما لینڈ اسکیپ ، جانوروں اور پرندوں نے مقبولیت حاصل کی پھر حقیقی تخلیقیت اس دور کے ساتھ ہی ختم ہوگئی

ایک مصور 'چانگ یواان' نے نویں صدی عیسوی میں چین کے 370 مصوروں کے حالات اور ان کے فن پر ایک کتاب تصنیف کی جس میں اس نے ان چینی فنکاروں کے کارناموں اور شاہکاروں کا تذکرہ کیا لیکن 756ء میں منگولی حملہ آوروں نے چین کے دارالحکومت چانگ پر حملہ کر کے تانگ خاندان کی تمام دولت اور مصوری کے شاہکاروں کو تباہ و برباد کر دیا اگرچہ تانگ خاندان کے عہد حکومت میں ایک اور بڑا مصور 'لی سوہسن' بھی گزرا ہے جس نے زمینی مناظر کو کینوس پر منتقل کیا اور معرکتہ الآرا تخلیقات پیش کیں وہ مصور ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شاعر بھی تھا اور اس کا یہ ماننا تھا کہ! ایک اچھا آرٹ اسی وقت تخلیق ہو سکتا ہے جب مصور ایک اچھا شاعر بھی ہو تانگ خاندان کے ہی عہد حکومت میں ایک دوسرا بڑا مصور 'ووتاؤ تزی' بھی گزرا ہے اس کائناتی مناظر کو اپنا موضوع بنایا چنانچہ اس نے انسان، خدا، دیوی، دیوتا، بھوت، پریت، جانور، پرندے اور بلند و بالا عمارات کو کینوس پر منتقل کیا اس نے کینوس کے علاوہ ریشمی کپڑے اور دیواروں پر آرٹ تخلیق کیا اس نے گوتم بدھ کی بھی 300 سے زائد تصاویر بنائیں اس مصور اور اس کے کام کو چین میں وہی حیثیت حاصل ہے جو کے یورپ کے آرٹ میں "Last Iusgmeut" and " Last Supper" کو حاصل ہے تاہم اس کے مرنے کے چار سو سال کے بعد تک اس کی تصاویر اور شاہکار شاہی دربار کی زینت بنے رہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے فن کے اثرات مٹتے چلے گئے اس کے فن کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ! اس کی بنائی ہوئی تصاویر بولتی ہیں۔

سنگ خاندان کے زمانے میں فن مصوری نے ایک نئی کروٹ لی کیونکہ شہنشاہ 'ہوئی تسانگ' بذات خود ایک اچھا مصور تھا چنانچہ اس نے اس فن کی بالخصوص سرپرستی کی اور ایک بڑا آرٹ میوزیم بھی بنوایا جہاں اس نے کئی نادر تصاویر کو جمع کیا اس کے ساتھ ساتھ اس نے فن

مصوری کو سیکھانے کے لئے کئی آرٹ اسکول بھی کھولے جہاں اس فن کے ماہرین اس فن کو اگلی نسلوں میں منتقل کرتے اس شہنشاہ نے اس فن کو ایک خاص مقام پر لا کھڑا کیا لیکن گردش زمانہ اور تاتاریوں کے سفاکانہ حملوں سے اس دور کی کوئی چیز نہ بچ سکی تاتاریوں نے نہایت بیدردی سے نا صرف میوزیم کو جلا کر خاکستر کیا بلکہ تمام نادر نمونوں کو بھی تاراج کر دیا اور بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ تاتاری اپنے ساتھ شہنشاہ 'ہوئی تسانگ' کو بھی لے گئے اور اس کو پابند سلاسل کر دیا جہاں وہ نہایت کسمپرسی کے عالم میں ہلاک ہو گیا پھر جب یوآن سلطنت کا آغاز ہوا تو منگول ذوق آرٹ پر غالب رہا ماسوائے چند مشتنثیات کے منگ اور چنگ سلطنت

(چودہویں تا بیسویں صدیوں) کے دوران سرامک آرٹ اپنے اوج پر پہنچا جس کی مشہور ترین مثال سفید اور نیلے پورسلین ہیں منگ عہد سے قبل چینی عمارات زیادہ تر لکڑی کی تعمیر کی جاتیں جن میں سے چند ایک ہی سلامت ہیں تاہم پینٹنگز سے پتا چلتا ہے کے ابتدائی چینی عمارات تانگ سلطنت کے پیگوڈا ہیں اگرچہ منگ عمارات وسیع وعریض ہیں جیسا کہ شاہی شہر اور پیکنگ کا ممنوعہ شہر وغیرہ۔

تاتاریوں کے حملوں اور ان کی آمد کے بعد چین میں فن مصوری کو زوال آیا تاہم وہاں تانگ اور سنگ خاندان کے عہد حکومت میں کئی نامور مصور پیدا ہوئے اور انھوں نے نہایت شاہکار آرٹ تخلیق کیا لیکن علم وادب کی تاریخی سفاکانہ تاراجی کے بعد اگلے ادوار میں کوئی ان جیسا پیدا نہ ہو سکا۔ ۱۳؎

چینیوں نے فن تعمیر میں مصریوں کی طرح کوئی کارہائے نمایاں انجام نہیں دئے اگرچہ چین میں بلند وشاندار عمارتوں کی کمی ہے لیکن بارہویں صدی میں کچھ عظیم عمارتیں بھی تعمیر کی گئیں جن میں کچھ قابل ذکر منادر ہیں لیکن ان منادر کو دوسرے ممالک مثلاً ہندوستان یا مصر

کی تعمیرات کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا ہے البتہ چین کے فن تعمیر کا سب سے خوبصورت نمونہ پیکنگ کا بدھ مندر ہے لیکن چین کے تقریباً ہر قصبے اور ہر شہر میں پگوڑے (مخروطی شکل کے مندر) ہیں تاہم ان پگوڈوں کا اصل مقصد عبادت نہیں بلکہ دھیان گیان، جنتر منتر اور مستقبل سے متعلق پیشن گوئیاں کرنا تھا جبکہ عوام الناس کا یہ ماننا تھا کہ ان پگوڈوں کی تعمیر سے وہ آسمانی، زمینی اور اطراف کی وباؤں اور بلاؤں سے محفوظ رہ سکیں گے اور یہ ان کی خوشحالی کا بھی ایک سبب ہے ان پگوڈوں کی تعمیر ہشت پہلو مینار کی شکل میں کئی منزلہ کی گئی ہے چین کا سب سے قدیم پگوڈا 523ء میں صوبہ ہونان میں پہاڑ سنگ شان کے اوپر تعمیر کیا گیا۔

اس کے علاوہ چین میں قدیم شاہی محلات اور امراء وشرفاء کے مکانات بھی ہیں جو کے سادگی اور نفاست سے بنائے گئے ان مکانات کے چاروں اطراف باغات بھی ہیں جس سے ان مکانات اور محلات کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا ان محلات کے اندرونی دیواروں پر نقش ونگار بنائے گئے اور اس کی چھت سے لالٹین بھی لٹکائی جاتی تا کہ روشنی کا مناسب انتظام رہے۔

20ء کی دھائی کے دوران چینی نشاۃ الثانیہ میں چینی نقوش یورپی عمارات پر چھا گئے جبکہ جدید پیکنگ میں نو منزلوں کی حد مقرر ہے لیکن اس حد کے اندر رہتے ہوئے بھی زیادہ تر اسٹائل جدید ہیں [۱۴]۔

دوسری اقوام کی طرح چینیوں نے بھی حضرت عیسیٰ کے دنیا میں آنے سے قبل ہی ریشم، ظروف سازی، چینی کے برتن، رنگ روغن، اور کاغذ تیار کر لیا تھا اس کے علاوہ وہ علم جغرافیہ حساب، جیومیٹری اور تاریخ کے علوم پر بھی کافی دسترس رکھتے تھے اور ان موضوعات پر انھوں نے سینکڑوں کتب بھی تصنیف کیں الجبرا کا علم انھوں نے ہندوستانیوں سے سیکھا لیکن

جیومیٹری کی ایجاد انھوں نے خود کی، چانگ تسانگ جیسا ماہر حساب دان بھی انھی کا ہے چینیوں نے نفی کی مقدار کا تعین کیا جبکہ اعشاریہ ہندسوں کی درست قدر و قیمت بھی متعین کی یہی نہیں بلکہ چانگ ہنگ نے ۱۳۲ء میں زلزلہ پیما بھی ایجاد کیا ان کے یہاں کے نجومی چاند اور سورج گرہنوں کے صحیح اوقات کا تعین کر لیا کرتے نیز انھوں نے شمسی کلینڈر بھی مرتب کیا قدیم چینیوں نے علم طب اور غذائیت کے موضوعات پر بھی بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں چانگ چنگ ننگ جو کے کئی کتب طب کا مصنف تھا اس کے لکھے گئے رسالے اور کتب ایک ہزار سال تک بطور سند کے مختلف درسگاہوں میں پڑھائے جاتے رہے جبکہ تیسری صدی عیسوی میں ہواٹو نے علم جراحی پر کتب تصنیف کیں اور آپریشن سے قبل بے ہوشی کے لئے ایک مخصوص قسم کی شراب ایجاد کی جو کے آپریشن کے مریضوں کو بے ہوش کرنے کے کام آتی تاہم سنگ خاندان کے دور اقتدار میں سیک میڈیکل کالج بھی کھولا گیا قدیم چینی انسانی نبض کی رفتار سے بھی بیماریوں کی تشخیص کیا کرتے۔

موسیقی: Music:

ماہرین چینی موسیقی کے آغاز کو شہنشاہ 'فوہزی' سے منسوب کرتے ہیں اگرچہ کنفیوشس کے عہد تک فن موسیقی اپنی قدیم اور ابتدائی شکل میں موجود تھی لیکن کنفیوشس نے اس میں کئی اصلاحات کیں اس کے خیال میں موسیقی انسان کے لئے لازم وملزوم حیثیت رکھتی ہے اور اس کے درست استعمال سے کسی بھی انسان کے کردار اور اعمال کی اصلاح کی جاسکتی ہے جس کے سبب وہ ایک اچھے شہری بن کر معاشرے میں ایک کارآمد کردار ادا کر سکتے ہیں پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چینی موسیقی پر منگولی اثرات بھی غالب آگئے چینی موسیقی میں بانسری، باجے، ڈھول، گھنگھرو، مجیرے، جھانجھ، طنبورا، ستار، دف، بگل اور وائلن کا استعمال

کیا جاتا تھا۔۱۵۔

قدیم دستاویزات سے ثابت ہے کے اہل چین موسیقی کے لئے ڈھول کا استعمال بھی کرتے تھے کیونکہ ڈھول تقریباً 6000 ق م سے استعمال ہو رہا ہے اہل چین کے یہاں فطری طور پر موسیقی کے آٹھ ماخذ کا ذکر ملتا ہے جس میں ۔۱۔ دھات ۔ ۲۔ پتھر ۔ ۳۔ ریشم ۔ ۴۔ بانس ۔ ۵۔ قلاباش ۔۶۔ ٹیرکوٹا ۔ ۷۔ کھال ۔ ۸۔ لکڑی

چینی زبان: Chinese Language:

چینی زبان دنیا کی مشکل ترین زبانوں میں سے ایک ہے ماہرین کی یہ رائے ہے کے دنیا کی کوئی دوسری زبان شاید اتنی پیچیدہ اور دقیق نہ ہو جتنی کے چینی زبان ہے چینیوں نے کبھی بھی اپنی زبان کی گرامر اور حروف تہجی کو مرتب کرنے کی باقاعدہ کوشش نہیں کی ماہرین یہ بتانے سے بھی قاصر ہیں کے چینی زبان کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی ۔ چینیوں کا قدیم دور تاریکیوں میں چھپا ہوا ہے لہٰذا اس سے متعلق حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے ۔

چینی زبان دراصل مشرقی ایشیاء میں بولی جانے والی ایک زبان ہے جس کا تعلق تبتی خاندان سے بھی ہے چینی زبان میں شامل مختلف لہجے اور بولیاں ایک دوسرے سے ناقابل تمیز ہیں مثلاً مینڈاران ،من ،کان ، ہکا ، ہسیانگ ، وداور کینٹونیز وغیرہ تاہم مینڈاران کو بنیاد بنا کر دوعشرے قبل چین میں بولیوں کو ہم آہنگ اور معیاری بنانے کی کوششیں کی گئیں چینی زبان میں حروف اصوات کے بجائے الفاظ کی نمائندگی کرتے ہیں جس کے باعث کسی بھی لہجے کے لوگ اسے سمجھ لیتے ہیں چینی زبان کے تقریباً 40, 000 حروف ہیں جن میں سے 10,000 حروف عام طور پر استعمال کئے جاتے ہیں جبکہ خواندگی کے لئے 2000 حروف کی شناخت ضروری ہے۔۱۶۔

اسکولوں میں بطور ذریعہ تعلیم اور عوامی میڈیا میں پتونگوآ زبان استعمال کی جاتی ہے لیکن مقامی بولیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تمیز کرنا تقریباً ناممکن ہے تاہم اصوات کے بجائے الفاظ کی نمائندگی کرنے والے حروف پر مشتمل رسم الخط تمام چینی بولیوں کو ایک انداز سے لکھنا ممکن بناتا ہے۔

چینی تبتی زبانیں: Sino-Tibetan Languages:

چین، جنوب مشرقی ایشیاء کے کچھ علاقوں اور ہمالیہ کے ساتھ ساتھ کے علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں کا ایک خاندان ہے یہ بولی بولنے والوں کی تعداد کے لحاظ سے دنیا کا دوسرا سب سے بڑا (ہند یورپی خاندان کے بعد) لسانی خاندان ہے چینی تبتی زبانوں کی تعداد 200 کے لگ بھگ ہے جبکہ اس کی دو ذیلی شاخیں بھی ہیں چینی زبانیں اور تبتی برمی زبانیں، تبتی برمی زبانوں میں چینی ذیلی شاخ کی نسبت زیادہ زبانیں شامل ہیں لیکن چینی زبان بولنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اگرچہ ان سب کے لکھنے کا انداز اور نظام ایک ہی جیسا ہے لیکن تھوڑی بہت متنوع شکل اور لہجوں کے فرق کے تاہم ماہرلسانیات ان مختلف صورتوں کو ذخیرہ ہائے الفاظ اور تلفظ کی بناء پر الگ الگ زبانیں قرار دیتے ہیں یہ فرق بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ فرانسسی، اطالوی اور ہسپانوی کے درمیان ہے۔۱۷

چینی رسم الخط: Chinese mode of writing:

ماہرین یہ بتانے سے تو قاصر ہیں کے چینی زبان کے رسم الخط کی ابتداء کب اور کہاں سے ہوئی لیکن یہ امکان ہے کہ شاید اس زبان کے لکھنے کی ابتداء مصری یا بابلی تحریر کی طرح سے ہوئی ہو پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے صوتی رسم الخط کی صورت اختیار کی تاہم ہان خاندان

کے عہد حکومت میں چینی رسم الخط میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں اور اس نے ایک نئی صورت اختیار کی جو آج تک قائم ہے قدیم چین میں لوگ اپنا مدعا بیان کرنے کے لئے 55,000 سے 40,0000 مختلف حروف یا نشانات کے ذریعے اپنی بات کہتے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کئی حروف اور نشانات متروک ہوگئے تاہم خواندگی کے لئے 20,000 حروف یا نشانات کی پہچان ضروری خیال کی جاتی ،تحریر اور بولی جانے والی زبان میں فرق پایا جاتا ہے اگرچہ بولی جانے والی زبان کی بہ نسبت تحریری زبان زیادہ صوتیانہ ہے شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کے مذہبی پروہتوں نے اپنے طلسمی اصولوں کی خاطر ایسے نشانات یا اشکال کی بنیاد ڈالی۔

چینی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ

The Social Status of Chines Women's in thir Society

چین میں لڑکیاں اپنے والدین پر عام طور پر ایک بوجھ خیال کی جاتیں تھیں کیونکہ ان کی پرورش ،تعلیم وتربیت اور ان کی شادی کی صورت میں دوسروں کے سپرد کرنا جیسے معاملات قدیم چین میں اگر کسی گھر میں زیادہ بیٹیاں ہوتیں تو باپ تنگ دستی کے خوف سے اپنی سب سے کم سن بچی کو کہیں دور چھوڑ آتا تاکہ وہ سردی کی شدت سے مرجائے یا پھر اسے کوئی جانور کھالے لڑکیوں کو سات سال کی عمر تک غیر مردوں سے دور رکھا جاتا جبکہ صاحب حیثیت گھرانوں میں لڑکوں کی تعلیم کے انتظامات کئے جاتے لیکن لڑکیوں کے لئے تعلیم کی ضرورت محسوس نہ کی جاتی بیس برس کی عمر میں عام طور پر لڑکیوں کی شادی کردی جاتی یہ شادیاں زیادہ تر ان کے اپنے قبائل میں ہی کی جاتیں شادی کے موقع پر لڑکیوں کو بھاری جہیز بھی دیا جاتا اور شادی کے بعد شوہر اور بیوی اپنے علیحدہ گھر میں رہتے بیوی سے اس کی ساس

اور شوہر کی اطاعت کی توقع کی جاتی اور جو خواتین اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برانہ ہوتیں انھیں سماج میں کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا قدیم چین میں مرد عام طور پر ایک ہی عورت سے شادی کرتے لیکن کہیں کہیں ایک سے زائد بیویوں کی مثالیں بھی موجود ہیں عام طور پر ایک سے زائد شادیاں صاحب حیثیت لوگ ہی کرتے جبکہ اکثر اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیویاں خود ہی اپنے شوہروں کو دوسری شادی کی اجازت دے دیا کرتیں لیکن یہ دوسری بیویاں عام طور پر داشتائیں ہوتیں یا پھر ان کی حیثیت کسی کنیز کی ہوتی جبکہ ودسری بیوی کی موجودگی میں پہلی بیوی کے حقوق اور اختیارات پر کوئی اثر نہ پڑتا زیادہ تر پہلی ہی بیوی کے ہاتھ میں گھریلو اور خاندانی اختیارات رہتے شادی کی ناکامی صورت میں طلاق بھی ہوجاتی جس کے لئے کسی معقول وجہ کا ہونا ضروری نہ تھا تاہم قدیم چین میں طلاق کی شرح بہت کم تھی اس معاشرے میں صرف مرد طلاق کا حق رکھتے اور خواتین چاہتے ہوئے بھی خلع نہیں لے سکتیں بہت برے ازدواجی تعلقات کی صورت میں عورت اپنے والدین کے گھر واپس آجایا کرتی لیکن بہرطور وہ اپنے شوہر کے اختیار میں ہی رہتی عام طور پر لوگوں کی یہ کوشش ہوتی کے وہ بادشاہ کے حرم میں اپنی خوبصورت بیٹیوں کے لئے کوئی جگہ بناسکیں۔

کنفیوشس کے دور سے قبل چینی معاشرے میں عورت کو عزت اور بلند مقام حاصل تھا عام طور پر لوگ اپنی ماؤں کی بہت تکریم کرتے لیکن دور جاگیریت میں چینی معاشرے میں عورت کی جگہ مرد کی بالادستی قائم ہوگئی اور عورتوں کی حیثیت کنیزوں جیسی ہوگئی وہ مردوں سے دور مکان کے پچھلے حصوں میں رہا کرتیں، ان کا صرف ایک منصب باقی رہ گیا کے انھیں صرف مردوں اور اپنی اولادوں کی خدمت کے لئے ہی تخلیق کیا گیا ہے جبکہ مالی پریشانی کے وقت مرد اپنی بیوی اور بچوں کو بھی فروخت کرنے کا اختیار رکھتا اس قدیم معاشرے

میں سن بلوغ کو پہنچنے والے بچوں کی منگنیوں کا بھی رواج تھا قدیم چینی معاشرے میں لڑکیوں کی عصمت اور عفت کو بہت اہمیت حاصل تھی اگر چہ ناجائز جنسی تعلقات کو شدید نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا اس لئے ان کے سماج میں لڑکیوں پر کڑی نظر رکھی جاتی تا کہ کوئی ان کی عزت کو نقصان نہ پہنچا سکے اگر چہ کہیں کوئی عصمت فروشی کا معاملہ بھی ہو جاتا تو ایسی لڑکیوں کے لئے زندہ رہنے سے زیادہ مرجانا پسند کیا جاتا یہی نہیں بلکہ یہاں تک سختی کی جاتی کے کوئی غیر محرم انھیں اتفاق سے بھی نہ چھو سکے دوسری جانب مردوں کی جنسی تسکین کے لئے قحبہ خانے موجود تھے۔ ان قحبہ خانوں کو چلانے کے لئے حکومت سے اجازت ضروری تھی یعنی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کے چینیوں کے قدیم معاشرے میں مردوں کے لئے اتنے سخت قواعد مرتب نہ تھے تاہم بعد کے ادوار میں ناچنے گانے والی حسین لڑکیوں کی حوصلہ افزائی کی گئی جو کے وزراء امراء اور سفراء کا دل بہلاتیں۔

چینی سماج میں مرد و عورت کا آزادانہ میل جول قطعاً پسند نہ کیا جاتا چنانچہ پسند کی شادی کا تصور بھی محال تھا لہٰذا والدین اپنی مرضی سے اپنے بچوں کی شادیاں طے کرتے مردوں کا کنوارا رہنا سماج میں بداخلاقی کی علامت تھا جبکہ ایسے مرد اپنے آباؤ اجداد، حکومت اور نسل کے مجرم اور معاشرے میں کم وقعت تصور کئے جاتے تاہم مذہبی رہنما بھی انھیں مستثنٰی ہی تصور کرتے قدیم چین میں حکومتی سطح پر ایسے عہدے داروں کی بھی موجودگی کا پتا چلتا ہے جن کی ذمہ داری یہ تھی کے وہ اپنے اردگرد نوجوانوں پر نظر رکھیں اور یہ دیکھیں کے کوئی تیس برس کا نوجوان کنوارا تو نہیں چین میں دور جاگیریت کے بعد ایک ایسا دور بھی آیا جب خواتین کو دوبارہ عزت و منصب حاصل ہو گیا انھیں تعلیم کا حق، پسند سے شادی کرنے کا حق، بچوں کی تعلیم و تربیت کا حق، قانونی چارہ جوئی کا حق اور اہم خاندانی معاملات میں مشورے کا حق بھی

حاصل ہوگیا۔۱۸۔ مجموعی طور پر صرف چند خامیوں کے سوا چینی سماج میں گھر کا ماحول نہایت پرسکون تھا ملک میں ہر جانب امن وآشتی ، پیار ومحبت اور انسانی ہمدردی کا ماحول تھا لوگ اپنے بیوی بچوں سے محبت کرتے اور ان کے بہتر مستقبل کی فکر بھی کرتے یہی نہیں بلکہ چینی قوم میں عاجزی ، انکساری ، اخوت اور میل جول کے عمدہ اوصاف پائے جاتے عام طور پر لڑائی جھگڑوں کا تصفیہ ہوجایا کرتا اگرچہ روپے پیسوں کی کمی کی وجہ سے گھریلو مسائل پیدا ہوتے جس کی وجہ سے حصول دولت کو چینی معاشرے میں نہایت اہمیت حاصل تھی بلکہ کہیں کہیں تو دولت کی دیوی کی پوجا بھی کی جاتی الغرض دیگر تہذیب کے مقابلے میں چین میں قتل وغارت گری ، دہشت گردی اور جنگ وجدل جیسے معاملات نہ ہونے کے برابر ہیں ۔

حوالہ کتب:

۱۔روزنامہ جنگ ۔اشاعت ۔۲۰،نومبر، ۲۰۱۷ء۔

۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۸۶۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۸۶۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۴۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔ سید سراج السلام ۔ص۔ ۱۹۷۔انٹرنیشنل پریس کراچی ۔ ۱۹۵۹ء۔

۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۸۸۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۱۶۲۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۷۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔ سید سراج السلام ۔ص۔ ۱۹۷۔انٹرنیشنل پریس کراچی ۔ ۱۹۵۹ء۔

۹۔محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔خواجہ شمس الدین عظیمی ۔ جلد۔سوم ۔ص۔ ۳۶۴۔ الکتاب پبلی کیشنز ۔کراچی ۔

۱۰۔سلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ سید قاسم محمود ۔جلد۔اول ۔ص۔ ۸۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۸۸۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۸۸۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۳۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔ سید سراج السلام ۔ص۔ ۲۱۹۔انٹرنیشنل پریس کراچی ۔ ۱۹۵۹ء۔

۱۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۸۸۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۵۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج السلام ۔ص۔ ۲۱۵۔انٹرنیشنل پریس کراچی ۔ ۱۹۵۹ء۔
۱۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۸۸۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۸۸۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔ یاسر جواد۔جلد۔اول ۔ص۔ ۲۳۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

باب(۱۳):

جاپانی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

Japenese Civilization And Its Historical Background

محققین کے خیال میں چینی اور جاپانی تہذیبیں مشرق بعید کی ایک ہی تہذیب ہے جبکہ کچھ کی نظر میں جاپان اور چین کی تہذیبیں الگ شناخت رکھتی ہیں لیکن وہ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کے جاپانی تہذیب دراصل چینی تہذیب کی ہی پیداوار ہے جو کے 100ء سے لے کر 400ء کے درمیانی عرصے میں وجود میں آئی۔

محققین عام طور پر جاپان کی تاریخ کو دارالحکومت کی مطابقت میں مختلف ادوار میں بانٹتے ہیں جیسے ہیان عہد(1185۔1603ء)،موروماچی عہد(1333-1603)اورٹوکوگاوا عہد(1868ء۔1603ء)وغیرہ ساتویں صدی عیسوی سے ایک شہنشاہ جاپان پر حکمرانی کر رہا تھا تاہم فوجی حکمران شوگن بارہویں صدی میں سامنے آئے جو تقریباً600 سال تک شہنشاہوں کے ساتھ اقتدار میں شریک رہے پھر سترہویں صدی میں ایک طاقت ورفوجی حکومت نے ملک کی سرحدیں تمام غیر ملکیوں کے لئے بند کر دیں جاپان ایک خوشحال معیشت اور مستحکم مرکزی حکومت کے ساتھ انیسویں صدی میں داخل ہوا لیکن یہ بقیہ دنیا سے الگ تھلگ اور ٹیکنالوجی اور فوجی طاقت میں مغربی اقوام سے بہت پیچھے تھے پھر انیسویں صدی کے وسط میں جب جاپان کے ساتھ تجارت کے خواہش مند مغربی ممالک نے اپنی سرحدیں جاپان کے

لئے کھولیں تو ایک سازش کے تحت جاپان کے شوگن کو معزول قرار دے کر شہنشاہ کو بحال کردیا گیا، میجی شہنشاہ (1912ء۔1868ء) کے دور حکومت میں جاپان نے جدیدیت اور صنعت کاری کا ایک ہنگامی پروگرام مرتب کیا اور کوریا، چین اور ایشیاء کے دیگر علاقوں میں بھی نوآبادیاتی توسیع اختیار کی بیسویں صدی کے اوائل میں جاپان نے دنیا کی عظیم طاقتوں میں سے ایک نمایاں حیثیت حاصل کی جاپان نے دوسری جنگ عظیم میں ایکسز قوتوں کا ساتھ دیا پھر جاپان کی شکست پر جنگ ختم ہونے تک ملک کی زیادہ تر صنعتی سہولیات اور مواصلات کے نام اور شہری سہولیات تباہ ہوچکی تھیں، جاپان اپنی نوآبادیاتی بھی کھو چکا تھا1945ء سے 1952ء تک امریکہ اور اس کے حلیفوں نے جاپان پر عسکری قبضہ کئے رکھا اور اس کی حکومت کا نظام چلایا جبکہ نظر ثانی شدہ آئین کے تحت شہنشاہ نے ملک کی جاپانی بادشاہت میں بطور ریاستی سربراہ ایک علامتی کردار اختیار کیا لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد جاپان نے اپنی تباہ حال معیشت کو ازسرنو بحال کیا پھر ۱۹۷۰ء کی دہائی کے وسط میں ملک نے امریکہ اور متعدد دیگر ممالک کے ساتھ نہایت منافع بخش تجارت قائم کی یہی وجہ ہے کہ آج جاپان کا شمار دنیا کی اعلیٰ ترین مضبوط معیشتوں میں کیا جاتا ہے۔

جاپان مشرقی ایشیاء کا ایک ایسا ملک ہے جو جزائر پر مشتمل ہے اس کے قابل ذکر چار جزائر جن میں۔ا۔ہونشو۔۲۔ہوکائیدو۔۳۔کیوشو۔۴۔اورشی کوکو شامل ہیں اہل جاپان اپنی سرزمین کو 'نپون' یا چڑھتے سورج کی سرزمین بھی کہتے ہیں جاپان کی زمینی سرحد کسی بھی ملک سے نہیں ملتی لیکن جاپان سے قریب مشرق بعید میں روس، جنوبی اور شمالی کوریا، چین اور تائیوان واقع ہیں ٹوکیو جاپان کا دارالخلافہ اور ایک بڑا شہر ہے جاپان میں پہاڑوں نے تقریباً 75 فیصد سے زائد حصے کو اپنے حصار میں لے رکھا ہے لیکن محنت کش جاپانیوں نے ان

پہاڑوں کو کبھی اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیا انھوں نے ان پہاڑوں کو کاٹ کر رہ گزر راور سرنگیں بنائیں جس سے آمدورفت کا خلل دور ہوا تاہم جاپان کے بیشتر افراد آج بھی میدانوں اور دریائی وادیوں میں رہتے ہیں جبکہ آبادی کا تقریباً 45 فیصد حصہ ٹوکیو میں رہائش پذیر ہے اگرچہ ملک کا کل رقبہ جو رہنے کے قابل ہے وہ صرف 17 فیصد ہے لہٰذا جاپان کا شمار دنیا کے گنجان آباد ملکوں میں کیا جاتا ہے۔قدیم جاپانی روایت کے مطابق جاپانی جزائر کو دیوتاؤں نے تخلیق کیا لیکن آج کی جدید سائنسی ریسرچ کے مطابق جاپانی جزائر زیر سمندر پہاڑوں کے ایک مہیب سلسلے کی باہر کی جانب نکلی ہوئی چوٹیاں ہیں جاپان میں تواتر سے زلزلے آتے ہیں اور ایک اندازے کے مطابق! ایک سال میں ان زلزلوں کی تعداد تقریباً 1500 کے قریب ریکارڈ کی گئی ہے یہی نہیں بلکہ سب سے خوفناک زلزلہ جاپان میں 1923ء میں آیا اور اس کی وجہ کانتو آتش فشاں کا پھٹنا بتایا جاتا ہے اس زلزلے میں

40,000 افراد لقمہ اجل بنے تاہم جاپان میں موجود 188 میں سے 40 آتش فشاں پہاڑ نہایت فعال تصور کئے جاتے ہیں جاپان دنیا کا نواں سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے جس کے فی مربع کلومیٹر میں 323 افراد رہتے ہیں تاہم ٹوکیو کو نہایت گنجان آباد قرار دیا جہاں فی مربع کلومیٹر افراد کی تعداد تقریباً 13000 کے قریب بتائی جاتی ہے یہاں کے ہر شہری کو بلند معیار زندگی اور اعلی طبی سہولیات آسانی سے دستیاب ہیں جاپان میں معمر افراد کی تعداد کافی زیادہ ہے جبکہ یہاں کی اوسط عمر 85 سال کے لگ بھگ ہے۔

مذہب: Religion:

جاپان ایک سیکولر معاشرہ ہے جہاں مذہب کو لوگوں کی زندگی میں مرکزی اہمیت حاصل نہیں لیکن پھر بھی جاپان کا غالب مذہب بدھ مت اور شنٹو ہیں اس کے ساتھ ساتھ مذہبی

روایات اور دساتیر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔شنٹو مذہب کو جاپان کا دیسی مذہب مانا جاتا ہے جس میں کوئی مقدس صحیفہ،تاریخی بانی یا اخلاقی ضابطہ موجود نہیں بلکہ اس میں فطرت اور اجداد پرستی اور مقدس ارواح کی عبادت پر زور دیا جاتا ہے 1868ء سے لے کر 1945ء تک شنٹو مذہب کو جاپان کے سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل تھی پھر یہ کے بدھ مذہب چھٹی صدی ق م میں چین،کوریا اور ہندوستان کے راستے جاپان پہنچا جبکہ بعد کے ادوار میں کئی بدھی فرقوں نے جاپان میں اپنی جڑیں ہموار کیں اگرچہ یہاں شنٹو اور بدھ مت دونوں ہی مذاہب کو ملا جلا کر اس کی پیروی کی جاتی ہے جیسے کے نئے سال، پیدائش اور شادی بیاہ کی رسم ورواج کے لئے شنٹو مذہب کی جبکہ دیگر مواقعوں پر بدھ مت کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کی عبادت گاہوں کا رخ کیا جاتا ہے اسی طرح سے کنفیوشس مذہب اور تاؤ مذہب کو بھی جاپان میں خاص اہمیت حاصل ہے جبکہ دو کروڑ جاپانی دیگر نئے مذاہب کے بھی پیروکار ہیں۔

شنٹو: Shinto:

جاپانی زبان میں شنٹو سے مراد 'دیوتاؤں کا راستہ' ہے جاپانی مذہب اور مسلک جس کا آغاز قبل از تاریخ ادوار میں ہوا اور جاپان کی تاریخ میں طویل عرصے تک اہم قومی حیثیت کا حامل رہا اپنے ابتدائی دور میں شنٹو نامی مذہبی اعتقادات اور دساتیر کے نظام کا کوئی نام نہ تھا اور نہ ہی اس میں کوئی طے شدہ اخلاقی اصول یا صحائف تھے اگرچہ پوجا روحوں (کامی) کے وسیع وعریض معبدوں تک مرکوز تھی فطری دنیا کے مجسم پہلوؤں مثلاً آسمان، زمین، اجرام فلکی اور طوفانوں کی شبیہوں کی پوجا کی جاتی جبکہ رسومات میں شکرانے کی عبادات، قیمتی اشیاء (تلواریں، زرہ اور بالخصوص کپڑوں) کی بھینٹ اور گناہ وآلودگی سے تطہیر کی تقاریب شامل تھیں چھٹی صدی عیسوی میں جاپان کے دیسی مذہب کو بدھ مت اور

کنفیوشس مت سے ممیز کرنے کی خاطر شنٹو کا نام دیا گیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے شنٹو پر نہایت تیزی سے بدھ مت نے غلبہ پالیا اور دیسی دیوتاؤں کو بالعموم بدھ کے سابقہ جنموں کی حالتیں قرار دیا گیا جبکہ بودھی پروہت شنٹو زیارت گاہوں کے امین بن گئے اور اپنی مورتیاں اور رسومات متعارف کروائیں پھر آٹھویں صدی کے آخر اور نویں صدی کے آغاز میں مشہور جاپانی استاد کوکائی (کوبوائیشی) نے بدھ مت اور شنٹو کو ملا کر ریوبوشنٹو (دو اقسام کا امتزاج) نامی عقیدہ متعارف کروایا اس نئے مذہب میں بدھ مت شنٹو پر غالب تھا جبکہ اس نئے مذہب میں کنفیوشس مت سے بھی کچھ عناصر مستعار لئے گئے پھر رفتہ رفتہ شنٹو پروہت فال گیر اور ساحر بن گئے اٹھارہویں صدی کے اوائل میں کئی اہم محققین کی تحریروں اور تعلیمات کی بدولت شنٹو ایک اہم قومی مذہب کے طور پر بحال ہوا کئی لوگوں نے بدھ مت کو چھوڑ کر شنٹو مذہب کو اختیار کیا 1867ء میں شوگن نظام ختم کیا گیا اور شہنشاہ دوبارہ حکومت کا سربراہ بن گیا بحال شدہ شنٹو عقیدے کے مطابق شہنشاہ کی حاکمیت الوہی حق تھی کیونکہ شہنشاہ کو سورج دیوی اماتیرا سوامیکامی کی اولاد مانا جاتا ہے لہٰذا جاپانیوں کو دیوتاؤں کی نسل سے ہونے کے باعث دیگر لوگوں سے افضل مانا جاتا ہے تاہم یہ شہنشاہ ساری دنیا کا حکمران بھی تصور کیا جاتا ہے۔

1990ء کی دہائی کے وسط میں 11 کروڑ جاپانی مختلف شنٹو فرقوں میں شامل تھے لیکن شنٹو کو اپنا واحد مذہب ماننے والوں کی تعداد صرف 34 لاکھ تھی، شنٹو فرقوں میں تقریباً 90,000 پجاری یا پروہت ہیں اس کے علاوہ ان کی زیارت گاہوں کی تعداد تقریباً 81,000 بتائی جاتی ہیں۔[1]

معیشت اور ترقی: Ecomomics and Development:

دنیا بھر میں جاپان کو ایک مضبوط اقتصادی قوت کے طور پر جانا جاتا ہے یہی نہیں بلکہ جاپان امریکہ کے بعد دنیا کی سب سے بڑی معیشت ہے 2002ء میں ملک کی مجموعی قومی پیداوار 3.99 کھرب ڈالر تھی یہاں کی کرنسی ین کہلاتی ہے 2002ء میں امریکہ کے ایک ڈالر کی قیمت 25 ین کے برابر تھی جاپان کی کامیاب معیشت کا دارومدار اعلیٰ معیار کی اشیائے سرف ہیں جو جدید ترین ٹیکنالوجی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بنائی جاتی ہیں جاپانی مصنوعات میں کاریں، کیمرے، الیکٹرانک کی اشیاء، کمپیوٹرز، ٹیلی وژن، ساونڈ سسٹم اور کئی جدید ایجادات شامل ہیں جاپان کا شمار دنیا کے انتہائی تعلیم یافتہ قوم میں کیا جاتا ہے یہاں ابتدائی تعلیم لازمی اور مفت ہے اگرچہ جاپان میں پارلیمانی جمہوری نظام قائم ہے لیکن یہاں ماضی میں کبھی شہنشاہیت بھی رائج تھی اور آج بھی اس کا تسلسل کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے یعنی شہنشاہ کو ریاست کے سربراہ کی حیثیت حاصل ہے اور آئین کے مطابق اس کا سرکاری درجہ جاپانی قوم اور عوام کی علامت ہے ملک کا آئین 1947ء میں بنایا گیا تاہم یہاں کی عسکری اسٹیبلشمنٹ مشرقی ایشیاء میں نہایت ٹیکنالوجیکل اور ترقی یافتہ مانی جاتی ہے اگرچہ ملک کے دفاعی اخراجات کسی بھی پڑوسی ملک سے کہیں زیادہ ہیں لیکن امریکہ کے مقابلے میں نصف ہیں تاہم جاپان کا آئین اسے اقوام متحدہ کی عسکری اور امن ساز کاروائیوں میں حصہ لینے سے روکتا ہے۔ ۲؎

جاپانی ادب: Japenese Literature:

جاپانی ادب کی دستیاب تاریخ آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر موجودہ عہد تک کی ہے 1800ء کی دہائی سے جاپانی تحریریں بیرون ملک حد درجہ مقبول ہوئیں جاپان کی اپنی

تاریخ کی طرح اس کا ادب بھی بیرونی دنیا سے علیحدہ رہا صدیوں تک جاپانی ادب کا ایک مستقل عنصر عمومی طور پر اشرافیہ کی روایت پسندانہ اقدار اور عام لوگوں کی ثقافت کی پیدا کردہ اختراعی تحریکات کے درمیان تناؤ رہا دونوں دھڑوں نے ایک دوسرے کو متاثر کیا اور جاپان کی ادبی تاریخ میں اپنا کردار ادا کیا جاپان کی ادبی تاریخ کو سمجھنے کے لئے ماہرین نے اس کے دیگر تہذیبی ادوار کو بھی اہمیت دی جس کا مطالعہ اسی تناظر میں کیا اگرچہ روایتی اور جدید دور کو جدا کرنے والی لائن عموماً 1868ء کی میجی بحالی کو قرار دیا گیا جس نے جدیدت اور مغربیت کے ساتھ تعلق کے ایک نئے عہد کی بنیاد رکھی تاہم زیادہ تر تاریخ کے دوران جاپانیوں نے چینی اور جاپانی دونوں زبانوں میں شاعری اور نثر کو تخلیق کیا۔

ذیل میں صرف جاپانی زبان میں تحریر کئے گئے ادب پر ہی بات ہوگی۔

جاپان کی اولین دور کی ادبی تحریریں ابتدائی نارا عہد کی قدیم ترین کتب کوجیکی (713ء) اور نیہونشوکی (720ء) میں موجود ہیں وسطی نارا عہد میں مینوشو (دس ہزار صفحات کا مجموعہ) کی تدوین ہوئی جو ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی کے دوران لکھی گئی 4500 نظموں کا ایک مجموعہ ہے ان میں سے زیادہ تر نظمیں درباریوں نے لکھیں جن میں سے اکثریت نظمیں پانچ سطور پر مشتمل ہیں مشہور ترین شاعر کا کینوموتونو ہیتو مارو نے ایک طویل نظم بھی منظوم کی کچھ نظمیں علاقائی واقعات کی مدح سرائی میں بیان کی گئیں جیسے تاجپوشی یا شاہی شکار کی مہمات وغیرہ لیکن اس ابتدائی عہد میں جاپانی شاعری بنیادی طور پر شخصی تھی اس کے دو مرکزی موضوعات میں فطرت کا حسن اور جنس مخالف سے محبت کے شدید جذبات تھے، ہیان عہد میں درباری شعراء نے بالخصوص وا کا انداز اپناتے ہوئے شاعرانہ موضوعات کی وسعت کو کم کیا قدیم اور جدید نظموں کے مجموعے 'کوکنشو' (905ء) نے آئیندہ کے لئے تمام درباری شاعری

کے لئے ایک معیار مقرر کیا علاقائی انداز تحریر کی ایجاد نے جاپانیوں کو اپنی زبان پہلی مرتبہ آزادی سے لکھنے کے قابل بنایا (قبل ازیں چینی زبان کا استعمال ہی عام تھا) اس کے ساتھ ہی نثری ادب کو بھی مہمیز ملا درباری خواتین نے بھی نثر لکھنے میں قیادت کی اور خیالی ڈائری جیسی صورتیں استعمال کیں ہیان عہد کے دو عظیم ترین ادب پارے درباری خواتین کے لکھے ہوئے ہیں "Makura no Soshi" یا "Pillow Book" از شوبا گون اور

"Genji monogwtan" یا "Tale of Genji" (1010ء) از موراسا کی شیکیپو، موخر الذکر ایک طویل ناول ہے جس میں وسطی عہد کی درباری زندگی کو پیش کیا گیا ابتدائی کاماکورا عہد میں دو عظیم ادب پارے سامنے آئے ا۔شن کونشو (یہ درباری شاعری کا ایک عمدہ مجموعہ تھا) اسی طرح سے 1220ء میں "The Halke monogatan" جس کو (Tale of Halke) بھی کہا جاتا ہے نے ہیکی قبیلے اور مینا موتو قبیلے کے دوران بارہویں صدی میں ہونے والی ایک لڑائی کا احوال پیش کیا۔قبل ازیں موجودہ دور میں عظیم جاپانی نثر میں اس کا درجہ Genji کہانیوں کے بعد آتا ہے اس کہانی میں جنگجو اور اشرافیہ کی زندگی کا واضح انداز میں نقشہ کھنچا گیا البتہ یہ کہانی چودہویں صدی میں جا کر مکمل ہوئی وسطی اور موروماچی عہد کی اہم ترین ادبی کاوشوں میں سے ایک کا تعلق نثری شاعری سے تھا۔کلاسیکی واکا میں نثری تخلیقی قوائیت ختم ہوجانے پر نثر (رینگا) نے بے پناہ مقبولیت حاصل کی اسی طرح سے ٹوکوگاوا عہد میں عظیم شہروں اور قصبوں کے حالات پر مبنی ادب تخلیق کیا جبکہ ہائیکو جذباتی بصیرتوں کے اظہار کا ذریعہ بنی اگرچہ آج بھی ہائیکو جاپان میں ایک مقبول صنف سخن کے طور پر مقبول ہے یہی نہیں بلکہ حالیہ برسوں میں غیر جاپانیوں نے بھی اس صنف سخن کو اپناتے ہوئے ہائیکو میں طبع آزمائی کی، سترہویں صدی کے آخر اور اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ثقافتی

ترقی کا دور "Genroku" آیا اس میں توجہ کا اصل مرکز بڑے بڑے شہر کے تفریحی علاقے تھے اگرچہ جدید عہد میں شاعری نے بے پناہ پذیرائی حاصل کی لیکن ناول نگاری نے بہرحال مقبولیت کے نئے معیار مقرر کئے جاپانی مصنفین نے عمدہ ناول نگاری کی اور معاشرتی وسماجی مسائل کو عمدگی سے پیش کیا انھی ناول نگاروں میں تائی زاکی تھا جس نے 48۔1943ء میں "Sasameyuki" تحریر کیا جو کے دوسری جنگ عظیم کے تکلیف دہ واقعات اور حقائق پر مبنی تھی جس نے بے پناہ مقبولیت حاصل کی یہی نہیں بلکہ ایک اور مصنف کاواباتا یسوناری نے روایتی طرز سخن کو استعمال کیا اور بعد میں اسے نوبیل پرائز برائے ادب سے بھی نوازا گیا جبکہ بیسویں صدی عیسوی کے نمایاں اہل قلم میں دوسرا نوبیل پرائز برائے ادب کے مستحق دو جاپانی ادیبوں "Oe Kenzaburo" اور "Abe Kobo" ہیں۔

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture :

جاپان کا قدیم ترین دیسی آرٹ ہاتھ سے بنائے ہوئے کچے مٹی کے برتن ہیں یہ تقریباً 10,000 ق م میں تخلیق کئے گئے لیکن اس کا تسلسل موجودہ عہد میں بھی جاری ہے پھر اسی فن نے سرامک سازی کا بھی آغاز کیا۔ کوفون عہد (552۔؟300ء) میں سنگ تراشوں نے مٹی کی مورتیاں بنائیں جو انسان، جانور، عمارات اور کشتیوں کی نمائندگی کرتی ہیں ان مورتیوں کو جاپانی حکمرانوں کے مقبروں میں رکھا جاتا لیکن جب بدھ مت جاپان میں متعارف ہوا تو اس کے فن تعمیر اور آرٹ پر گہرے اثرات مرتب ہوئے، ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں تعمیر کیا گیا "Horyuji" معبد دنیا کی قدیم ترین لکڑی کی عمارات پر مشتمل ہے نارا عہد (784۔552ء) میں شہر کے اندر اور اردگرد متعدد نئے نئے معبد تعمیر کئے گئے جن میں سے مشہور ترین "Todaji" ہے جہاں عظیم بدھ کا ۵۳ فٹ طویل لکڑی کا مجسمہ رکھا ہے اونچے

چبوترے نما فرش اور گھاس پھولوں والے چھتوں کی دیسی روایات کی بنیاد پر شنٹو نے جمالیاتی لحاظ سے عمدہ عمارتیں بنائیں Ise اور Izumo کی زیارت گاہ ۷۹۴ء میں شہنشاہ کا دربار Heian.kyo منتقل ہوجانے کے بعد بدھ مندروں کی تعمیر جاری رہی اور دور دراز علاقوں میں فطری ماحول کے ساتھ ہم آہنگ معبد ڈیزائین کئے گئے موخر ہیان عہد

(794ء۔1185) کے بیانیہ تصویر طومار شاہی طبقے کی رہائش گاہیں پیش کرتے ہیں ان طوماروں کو ایما کی مونو کہا جاتا تھا یہ جاپان میں مقامی ،سیکولر مصوری کی اولین صورت تھے گیارہویں صدی کی نثری رزمیہ داستان Tale of Gengji کا تصویری وژن اس کی ایک مثال ہے ابتدائی Kamakura عہد (بارہویں تا چودھویں صدی) میں نارا عہد کی حقیقت پسندانہ مجسمہ سازی کی روایات نے ایک نئی لہر پیدا کی لیکن کاماکورا آرٹ کی بہترین پیداوار بیانیہ تصویر طومار ہی تھی ،فن تعمیر کے لحاظ سے Muromachi عہد

(1338ء۔1573ء) اپنے زرین منادر کی تعمیر کے لئے یادگار ہے اس کی قابل ذکر مثالوں میں کیوٹوک 'پانچ پہاڑی' مندر شامل ہیں ان مندروں نے ڈرائی لینڈ اسکیپ باغات کی بنیاد مہیا کی جو موروماچی عہد میں تعمیر کئے گئے۔مصوری میں موروماچی عہد اپنی مونوکروم انک انداز کی وجہ سے مشہور ہے جس کا آغاز سونگ سلطنت کے دوران چین میں ہوا شوبن اور سیشو جیسے اساتذہ کی لینڈ اسکیپ پینٹنگز میں مخصوص جاپانی انداز کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے ٹوکوگاوا عہد (1630ء۔1867ء) دور میں مصوری کے بہت سے مکاتب فکر سامنے آئے جبکہ ہوکوسائی اپنی "The Wave" (۱۸۳۱ء) کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہوا جس میں فیوجی پہاڑ کا ایک منظر ایک دیو قامت اور بل کھاتی ہوئی لہر میں سے دیکھایا گیا ہے اسی طرح سے ٹوکوگاوا عہد کے عظیم ترین تعمیراتی شاہکاروں میں سے ایک کتسوراٖمحل تھا جو سترہویں

صدی میں بنایا گیا اس کے جیومیٹرک اور تیکھے خدوخال نے دوسری عالمی جنگ کے بعد بیرونی ممالک میں رہائشی تعمیرات کے ڈیزائن پر گہرے وراثرات مرتب کئے اس کے برعکس نیکو کے مقام پر شوگن ٹوکوگاوا یاسو کا مقبرہ (جو اسی عہد میں بنا) مسجع اور مقفع ہے جاپان کے مشہور ترین جدید معماروں میں تانگے کینز وشامل ہیں اس کی عمارت نے بین الاقوامی سطح پر شہرت حاصل کی ہیروشیما میں ایک یادگاری ہال اور 1964ء کی ٹوکیو اولمپیکس کے لئے اسپورٹس اسٹیڈیم بھی ہے۔ ۳؎

جاپانی زبان: Japanese:

جاپانی زبان دراصل جاپان کی سرکاری زبان ہے جو وہاں کے تمام باشندے بولتے ہیں اس کے علاوہ ہوائی امریکہ اور دیگر جگہوں پر بھی جاپانی زبان کے بولنے والے لوگ آباد ہیں یہ چینیوں اور کوریاؤں کی ثانوی زبان ہے جو بیسویں صدی کے نصف اول کے دوران جاپان کے ماتحت رہے اپنی زیادہ تر تاریخ کے دوران جاپانی زبان نے بالکل علیحدگی میں ہی نشونما پائی چنانچہ جاپانی زبان کے اجزاء کے درمیان رابطہ تلاش کرنا مشکل ہے روایت کے مطابق جاپانی کو اوپر سے نیچے کی سمت میں لکھا جاتا ہے اور سطریں صفحے کے دائیں جانب سے شروع ہوتی ہیں تاہم اب انگلش کی طرح بائیں سے دائیں جانب افقی انداز سے بھی لکھے جانے کا رواج پیدا ہوگیا ہے تاہم جاپانی کے کئی لہجے بھی مروج ہیں۔ ۴؎

حوالہ کتب:

۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔دوم۔ص۔۱۳۰۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔اول۔ص۔۷۷ الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔اول۔ص۔۲۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد۔اول۔ص۔۲۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

باب (۱۴):

ایرانی تہذیب اوراس کا تاریخی پس منظر

Persian Civilization And Its Historical Background

آج سے تقریباً ساڑھے تین ہزار ق م کے قریب جب مصر ابھی دور اہرام سے گزر رہا تھا اور اہل سومیر پر عکادیوں کے حملے جاری تھے لگ بھگ اسی دور میں وسطی ایشیاء اور جنوبی یورپ کے کوہستانی علاقوں میں رہنے والی آریائی قوم نے ایشیاء اور یورپ کی جانب نقل مکانی کی گوان اقوام کی ہجرتوں کا ایک طویل سلسلہ تاریخ میں صدیوں پر محیط ہے اس آریائی قوم کی نقل وحرکت نے انسانی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا اور اسی قوم نے آگے چل کر کئی عظیم الشان اور طاقتور حکومتوں کی بنیاد ڈالی لہٰذا جنوب میں سب سے پہلے اس قوم کی ایک شاخ نے ایشیائے کوچک میں داخل ہوکر ایک مستحکم حکومت کی داغ بیل ڈالی تاریخ میں آریائی نسل کی یہ شاخ 'حتیوں' (Hittites) کے نام سے جانی گئی۔

حتی: Hittites:

عبرانی زبان میں حتی کو حطیم بھی کہا جاتا ہے یہ قوم ایشیائے کوچک اور مشرقی وسطی کی ایک نہایت قدیم قوم مانی جاتی ہے جبکہ اس قوم کے بیشتر افراد موجودہ اناطولیہ، ترکی اور شمالی شام کے بھی کچھ علاقوں میں رہتے تھے یہ قوم ہند یورپی زبان بولا کرتی جبکہ اس قوم نے 1900 ق م کے قریب مختلف خطوں پر حملے بھی کئے اور حتی نامی قبیلے کی نسبت سے حتی کہلائے

حتیوں کی پہلی معلوم آبادی 'نیسا' (موجودہ قیصری، ترکی) تھا پھر 1800 ق م کے کچھ بعد انھوں نے Hattusas نامی ایک قصبہ فتح کیا سترہویں صدی ق م میں پرانی حتی سلطنت کی بنیاد رکھی اس کا دارالحکومت Hattusas بنا، مورخین کے مطابق ایک حتی بادشاہ 'لا بارنا' نے تقریباً سارا وسطی اناطولیہ فتح کیا اور اپنی حکومت کو سمندروں تک وسعت دی اس کے جانشینوں نے اس کی حکومت کو شام تک وسعت دی بنیادی طور پر حتی کئی چیزوں اور دیوی دیوتاؤں کی عبادت کرتے ان کا یہ ماننا تھا کے بادشاہ زمین پر آسمانی دیوتا کا ایک نمائندہ ہے تاہم ان کے سماج میں جاگیردارانہ نظام اور لوگوں کو غلام بنانے کا رواج موجود تھا اگرچہ ان کی بولی جانے والی زبان اب معدوم ہو چکی لیکن خط میخی پر مبنی کچھ تحریریں آج بھی اس قوم کی بودوباش اور رسم و رواج کا پتا دیتی ہیں۔ا

حتوساس: Hattusas:

حتوساس دراصل حتی سلطنت (132 ـ 1700 ق م) کا ایک قدیم دارالحکومت ہے جو کے موجودہ وسطی ترکی میں 'بوغازکوئی' کے مقام پر واقع ہے جس کے کھنڈرات اور مہیب فصیلوں کے نشانات آج بھی اس کی عظمت گزشتہ پر محو قصیدہ ہیں اس کے کھنڈرات سے ملنے والی کئی الواح اور تختیوں پر کندہ تحریروں سے اس دور کی سفارت کاری اور رسومات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔۲

حتی بہت جلد مغربی ایشیاء میں ایک اہم طاقت بن کر ابھرے اور عرصہ دراز تک یہ مصریوں، اشوریوں اور دوسری طاقتوں سے نبرد آزما بھی رہے اسی طرح سے حتی قوم کے چند قبائل جن میں میڈی اور پارسی (فارسی) شامل تھے وہ بابلی بادشاہ حمورابی کے عہد حکومت میں یا اس سے کچھ قبل موجودہ ایران کے مغربی اور شمالی علاقوں جن میں ہمدان، کردستان آذربائی

جان اور مشرقی ایران کا موجودہ صوبہ فارس شامل ہے اس میں جا بسے تاہم اسی قوم نے آگے چل کر دنیا کی کئی عظیم الشان اور طاقتور سلطنت کی بنیاد رکھی ۔

مورخین اور ماہرین بشریات کے مطابق اسی قوم کی ایک شاخ ہندوستان میں داخل ہوئی جس نے آگے چل کر ہندوستانی تہذیب کو وسیع بنیادوں پر استوار کیا۔

ماہرین کے مطابق یہ قوم اپنے اصل ماخذ میں 'آریائی' تھی جو کے نہایت جفاکش، محنتی ،جنگجو، زراعت پیشہ اور شہسوار تھی تاہم ماہرین کی اکثریت اس بات پر بھی متفق ہے کے جب یہ قوم ایران میں داخل ہوئی تو اس نے یہاں کے قدیم باشندوں کو یا تو مغلوب کیا یا پھر ان کے ساتھ مل کر بہت جلد اس علاقے پر اپنی برتری قائم کی اور دو حکومتوں کی بنیاد کو بھی استحکام دیا جن میں سے پہلی کا مرکز 'اکبیتانا' (موجودہ ہمدان) دوسری کا مرکز 'پاسارگاڈ' تھا بعدازاں میڈیوں نے مغربی اور شمالی ایرانی علاقوں پر اپنے قدم مضبوطی سے جمائے اور بہت جلد وہ اردگرد کے کئی علاقوں پر بھی اپنی دھاک بیٹھانے میں کامیاب ہو گئے ۔

میڈی: Medi:

کچھ ماہرین بشریات میڈیوں کو آریائی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن اکثریت ایسی بھی ہے جو کے میڈیوں کو آریائی تسلیم کرتے ہیں ماہرین میڈیوں کا تعلق ایران کے شمالی علاقے سے جوڑتے ہیں کیونکہ 'میڈیا' ایشیاء کا ایک قدیم ملک تھا جو کے شمالی ایران میں واقع تھا اسی حوالے سے یہاں کے باشندے میڈی کہلائے یہ لوگ ہندی ایرانی زبان بولا کرتے جو قدیم فارسی سے مشابہہ تھی تاریخی حقائق یہ بتاتے ہیں 835 ق م کے قریب میڈیائی قبائل اشوریوں کے ماتحتی میں آنے لگے 715 ق م ایک میڈیائی سردار Dayaukku (ہیروڈٹس کا ڈیوسس) نے اشوری بادشاہ ساغون دوم کے خلاف ایک ناکام بغاوت کی بعدازاں میڈیا کے

بعد کے حکمرانوں نے Dayaukku کو ہی اصل میں میڈیائی سلطنت کا اولین بانی تصور کیا پھر ایک اور سردار Khshathrita (دورِ حکومت 653۔675 ق م جس کو یونانی Phraories کہتے ہیں) نے میڈیائی قبائل کو متحد کیا اور اشوریوں کو ملک بدر کیا لیکن Khshathrita شمالی مغربی حملہ آور سیکتھیوں کے ہاتھوں مارا گیا پھر اس کے بیٹے سائیکسارس (Cyaxares) (دورِ حکومت 585۔625 ق م) نے اکباتانا (موجودہ ہمدان) شہر کو اپنا دارالحکومت بنالیا 625 ق م میں اس نے سیکتھیوں کو میڈیا سے نکال باہر کیا اور اہل فارس کو اپنا مطیع کیا بعد ازاں وہ اشوریوں پر بھی قہر بن کر ٹوٹا اور 614 ق م میں اس نے اشور پر اپنا تسلط قائم کیا 612 ق م میں نو آزادی یافتہ بادشاہت بابل کے ساتھ متحد ہوگئی اور اس نے نینوا شہر پر اپنا قبضہ قائم کرتے ہوئے اشوری سلطنت کو ختم کیا اس کے بعد Cyaxares نے اپنی سلطنت کو وسعت دیتے ہوئے سارے اناطولیہ پر اپنا قبضہ جمالیا سائیکسارس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا استیاجیس (دورِ حکومت 55۔584 ق م) اس کا جانشین مقرر ہوا سائرس اعظم کی ماتحتی میں اہل فارس نے 550 ق م کے قریب 'استیاجیس' کے خلاف ایک بغاوت کی جبکہ 'ہرپاگس' نامی ایک سردار کی ماتحتی میں میڈیائی فوج کے ایک بڑے حصے نے 'اکباتانا' پر قبضہ جمایا اور میڈیائی بادشاہ کو معزول کرتے ہوئے اہل میڈیا سیاسی طور پر فارس کی اطاعت گزاری میں آگیا تاہم اہل فارس نے میڈیوں کو مساوی قرار دیتے ہوئے اپنے جیسا ہی تصور کیا۔ ۳؎

میڈیوں نے اپنے کارناموں کی کوئی تاریخ نہیں چھوڑی اور نا ہی انھوں نے تہذیب کے میدان میں کوئی نمایاں ترقی کی لیکن دوسری اقوام کی تاریخی حوالوں میں میڈیوں کا ذکر موجود ہے البتہ ان کے عہد میں آریائی زبان پورے ملک میں پھیل گئی اس کے علاوہ یہ

قوم لکھنے پڑھنے کے فن سے بھی آراستہ تھی۔

ایرانی شہنشاہیت (ہخامنشی خاندان)

کیمبائسس اول: Cambyses i:

مورخین کے مطابق کیمبائسس اول چھٹی صدی ق م میں اکیمینیائی سلطنت کا فارسی بادشاہ تھا جس نے فارس پر قابض اور غالب میڈیوں کے باج گزار کی حیثیت سے انشان (موجودہ بغداد) پر حکومت کی اس کا دور حکومت اندازاً 559۔660 ق م بیان کیا جاتا ہے یہ سائرس دوم اعظم کا باپ تھا جس نے فارسی سلطنت کی بنیاد رکھی یونانی مورخ ہیروڈوٹس کے مطابق کیمبائسس نے میڈیوں کے بادشاہ استیاجیس کی بیٹی سے شادی کی ہے۔[۴]

سائرس دوم اعظم: Cyrus ii The Great:

سائرس دوم اعظم (53 ؟600 ق م) کو تاریخ میں (کیخسرو، خرس، کوردوش، سائرس اور ذوالقرنین) بھی کہا جاتا ہے سائرس دوم اعظم ایک عظیم جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ سلطنت فارس کا بانی اور قدیم ترین دور کا واحد بااثر فوجی جرنیل بھی تھا۔ مورخین اس کو نہایت قوی، منظم، جنگجو اور میدان جنگ کا شہسوار مانتے ہیں۔ چھٹی صدی ق م میں اس نے اہل لیڈیا، اہل میڈی اور اہل بابل کو شکست فاش دے کر ان تمام علاقوں کو باہم متحد کر کے ایک بڑی سلطنت کی شکل دی جس کی حدود ہندوستان سے لے کر میڈی ٹرینین سمندر تک پھیلی تھی اس نے ایران میں ایک عظیم سلطنت کی بنیاد ڈالی جس نے اگلے دوسو سالوں تک نہایت کامیابی اور طمطراق سے حکمرانی کی۔

مورخین کے مطابق سائرس 600 یا پھر 585 ق م کے دوران پیدا ہوا اس کا باپ کیمبائسس اول اکیمینی سلطنت کا ایک بادشاہ تھا۔ ہیروڈٹس کے مطابق سائرس کو بچپن میں جلاوطن کر کے پہاڑوں میں بھیج دیا گیا جہاں وہ ایک گڈریے کے یہاں بھیڑ بکریوں کے دودھ پر پلا اور پرورش پائی۔

الہامی کتب تورات اور قرآن کریم میں بھی سائرس یا ذوالقرنین کا ذکر موجود ہے تاریخی شواہد اور قرائین کے مطالعے سے مورخین کی ایک بڑی تعداد کا اس بات پر اتفاق ہے کے سائرس اعظم ہی دراصل ذوالقرنین تھے جن کا ذکر قرآن کریم کی سورہ کہف میں کیا گیا۔

سائرس دوم اعظم

Cyrus ii The Great

مورخین کے مطابق شہنشاہ کیخسرو (خرس یا سائرس) ہے اور اس کی دو سلطنتوں سے مراد میڈیا اور فارس کی دو عظیم الشان سلطنتیں ہیں جن پر وہ حکمرانی کرتا تھا سو برس قبل اصطخر کے کھنڈرات سے شہنشاہ سائرس (خرس) کا ایک مجسمہ برآمد ہوا جس کے سر پر مینڈھے کی طرح کے دو سینگ تھے

(Sir Percy Sykes نے اپنی کتاب A History of Persis کی جلد اول کے ابتداء میں Cyrus کے اسی مجسمے کا فوٹو دیا ہے) اس لئے ایران میں مملکت کو قرن یعنی سینگ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تاریخی شواہد سے یہ بات ثابت ہے کے یہی وہ شہنشاہ تھا جس نے یہودیوں کو بابل کی المناک اسیری سے نجات دلوائی اور جس کے ہاتھوں دانیال، یسعیاہ اور یرمیاہ کی نبی ہونے کی پیشن گوئیاں سچ ثابت ہوئیں جبکہ یہ پیشنگوئیاں تورات میں آج بھی موجود ہیں دانیال نبی نے ایک خواب دیکھا کے ایک مینڈھا ہے اور اس کے دو بڑے سینگ

ہیں اس پر جبرائیل نے انھیں اس خواب کی یہ تعبیر بتائی کے یہ میڈیا اور فارس کی دوسلطنتوں کا شہنشاہ ہوگا جس کے ہاتھوں یہودیوں کو اہل بابل کی غلامی سے نجات ملے گی تاہم یہ نجات دہندہ یہودیوں کے یہاں ذوالقرنین کے نام سے مشہور ہوا۔

یسعیاہ نبی کی پیشن گوئی کے مطابق اس دوسینگوں والے کا نام خرس ہے چنانچہ جب خرس نے بابل کو فتح کر کے یہودیوں کو آزادی دلوائی تو دانیال نبی نے اسے یسعیاہ نبی کی پیشن گوئی دکھائی جو اس واقعہ سے ڈیڑھ سو سال قبل کی تھی۔۵

(شہنشاہ خورس) کے حوالے سے تاریخی بیان میں یہ کہا گیا کے وہ ایک ایرانی فرمانروا تھا جس کا عروج 549 ق م کے قریب زمانے میں شروع ہوا اس نے چند سال کے عرصے میں میڈیا (الجبال) اور لیڈیا (ایشیائے کوچک) کی سلطنت کو مسخر کرنے کے بعد 539 ق م میں بابل کو بھی فتح کیا جس کے بعد کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو اس کے راستے میں مزاحمت کرتی اس کی فتوحات کا سلسلہ سندھ اور صغدر (موجودہ ترکستان) سے لے کر ایک طرف مصر اور لیبیا تک دوسری جانب تھریس اور مقدونیہ تک وسیع ہوگیا اور شمال میں اس کی سلطنت قفقاز (کاکیشیا) اور خوارزم تک پھیل گئی عملاً اس وقت کی پوری مہذب دنیا اس کی تابع وفرمان تھی۔

اب جہاں تک غروب آفتاب کا تعلق ہے تو اس کے حوالے سے ابن کثیر لکھتے ہیں کے اقصیٰ ما یسلک فیہ من الارض من ناحیۃ المن بہ نہ کہ آفتاب غروب ہونے کی جگہ سے مراد ہے کے وہ مغرب کی جانب ملک پر ملک فتح کرتا ہوا خشکی کے آخری سرے تک جا پہنچا جس کے آگے سمندر تھا یعنی وہاں غروب آفتاب کے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کے سورج سمندر کی سیاہی مائل گدلے پانی میں ڈوب رہا ہے اگر فی الواقع ذوالقرنین سے مراد خورس ہی ہو تو وہ

ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل ہوگا جہاں بحر ایجین چھوٹی چھوٹی خلیجوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس قیاس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کے قرآن یہاں بحر کے بجائے عین کا لفظ استعمال کر رہا ہے جو سمندر کے بجائے جھیل یا خلیج پر زیادہ صحت کے ساتھ بولا جاسکتا ہے خورس مسلسل فتوحات کرتا ہوا مشرق کی جانب ایسے علاقوں تک پہنچ گیا جہاں مہذب دنیا کی سرحد یں ختم ہوتی ہیں اور آگے ایسی وحشی قوم اور ان کے علاقے ہیں جو عمارتیں بنانا تو درکنار خیمے تک بنانا نہیں جانتی پھر آیت میں آگے ذکر ہوا کے دونوں پہاڑوں کے اس طرف یاجوج ماجوج کا علاقہ تھا اس لئے لامحالہ ان پہاڑوں سے مراد کاکیشیا کے وہ پہاڑی سلسلے ہی ہوسکتے ہیں جو بحر حزر (کیسپین) اور بحر اسود کے درمیان واقع ہیں ۔

558 ق م کے ایک مستند تاریخی حوالے کے مطابق سائرس اپنے باپ کے بعد فارس کے ایک علاقے 'اشان' (موجودہ بغداد) کا حکمران بنا پھر رفتہ رفتہ اس نے اپنی فوجی قوت کو منظم اور مستحکم کیا اور میڈی سلطنت کے خلاف برسر پیکار ہوتے ہوئے اس نے میڈیز کو شکست فاش دی لیکن سائرس نے میڈیز کے ساتھ رحم دلانہ برتاؤ کیا اور انھیں اپنے ساتھ ہی اپنی سلطنت اور حکومت میں شامل کیا نا صرف یہ بلکہ اہل میڈیا کے کئی قاعدے قوانین اور انتظامی طور طریقوں کو بھی اپنایا اور 'پارساگاڈ' کو اپنا دارالحکومت بنایا بعدازاں سائرس کو اگلا بڑا چیلنج ایشیاء کوچک میں لیڈیا کے بادشاہ 'کوروسس' کی جانب سے پیش آیا جس نے 546 ق م میں فارس پر حملہ کیا جواباً سائرس نے بھی بھرپور مقابلہ کیا اور ایک طویل تعاقب اور کئی چھوٹی بڑی جھڑپوں کے بعد بلا آخر لیڈیا کے بادشاہ 'کوروسس' کو پسپا کرنے میں کامیاب ہوگیا لیکن سائرس فطرتاً رحم دل اور عفو درگزر سے کام لیتا چنانچہ اس نے کوروسس کی جان بخشی کی اور اہل لیڈیا کے ساتھ بھی نرم سلوک روا رکھتے ہوئے اس دشمنی کو دوستی میں بدل دیا انجام کار اہل لیڈیا

بھی سائرس کی عظیم فوج کا ایک حصہ بن گئے۔

سائرس اعظم نے اپنے 30 سالہ دور حکومت میں فارسی سلطنت کو وسعت دیتے ہوئے فارس کے مشرق میں دریائے سندھ، شمال میں ارال، کاسپیئن اور بحر اسود جبکہ مغرب میں میڈی ٹرینین (بحر روم یا ابیض المتوسط) تک پھیلاتے ہوئے فارس کو مہذب دنیا کی سیاست اور ثقافت کا ایک اہم ترین مرکز بناتے ہوئے فارس کو دنیا کا پہلا طاقتور ترین ملک بھی بنادیا سائرس نے دنیا میں جن علاقوں کو بھی فتح کیا اس میں رہنے والے لوگوں کو ان کے مذاہب پر عمل کرنے کی مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی اس نے کبھی بھی کسی مندر، معبد یا ہیکل کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ وہ نہایت وسعت قلبی اور رواداری کے ساتھ مفتوحہ علاقے کی اقوام کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، سائرس کی سلطنت وسیع وعریض، پرامن، بیرونی خطرات سے محفوظ و مامون اور معاشی اعتبار سے خوشحال تھی وہ اپنی سلطنت کی حدود کو مزید وسعت دینے کا خواہش مند تھا لیکن 530 ق م میں وسط ایشیاء میں بحیرہ کیسپین کے مشرق میں آباد ایک خانہ بدوش قبیلے کے ایک گروہ 'مساگیتے' نے لڑائی کے دوران اسے قتل کردیا دوسری جانب مساگیتے کی ملکہ نے اس کے ایک طشت میں سائرس کے خون آلود سر کو دیکھتے ہوئے یہ کہا! '
فارسی بادشاہ اب جتنا چاہے خون پی لے'

مورخین یہ لکھتے ہیں کے فارس کی فوج سائرس کی لاش بھی بازیاب نہ کرواسکی لیکن سائرس اپنے پیچھے اپنے جانشینوں کے لئے ایک منظم اور مستحکم حکومت اور فوج چھوڑ گیا۔

کیمبائسس دوم (کیوجہ): Cambyses ii:

سائرس کے بعد اس کا نیم دیوانہ بیٹا کیمبائسس دوم (522۔530 ق م) المعروف کیوجہ یا (کیمبوجہ) تخت نشین ہوا اس نے اہل فارس کو مساگیتے پر فتح دلوائی اور

اپنے باپ کی لاش کو بازیاب کروانے کے بعد اس کی تدفین بھی کی کیمبائسس اپنے باپ کے اصولوں کے برخلاف تھا چنانچہ اس نے مفتوحہ علاقوں پر ظلم و جبر کیا بعد ازاں اس نے مصر اور یونان پر بھی پیش قدمی کی اور اپنے دشمنوں پر قہر کی طرح ٹوٹا وہ اپنے دشمنوں پر انتقامی کاروائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا اس نے اپنے عہد حکومت میں فارس کی سلطنت کی حدود کو وسعت دی۔

مورخین لکھتے ہیں کے اس نے ایتھوپیا پر بھی ایک حملہ کیا جس میں اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ہیروڈوٹس کے مطابق کیمبائسس دوم ایک ظالم، جابر اور متکبر حاکم تھا جس پر اکثر دیوانگی کے دورے پڑتے کیمبائسس دوم کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کے اس نے خودکشی کی اس کی موت کے بعد 522 ق م میں کاہنوں کی ایک جماعت نے ’گوماتا‘ نامی ایک شخص کو غاصبانہ انداز سے تخت نشین کرنے کی سازش کی تخت نشین شخص نے اپنے آپ کو کیمبائسس دوم کا بھائی سمیردیس بتایا لہٰذا دارا اول یا داریوش نے اس ’گوماتا‘ نامی شخص کو شکست فاش دی اور تخت فارس پر بحیثیت حکمران کے اپنا اقتدار قائم کیا۔

دارا اول اعظم یا داریوش: Darius i:

دارا اول یا داریوش (عہد حکومت 486۔522 ق م) یہ فارس کے امیر ہستاسپس کا بیٹا اور شاہی فارسی خاندان اکیمینیائی یا آچمنی کا ایک معتبر فرد تھا چونکہ تخت نشینی سے پیشتر ہی اس کا واسطہ اندرونی سازشوں اور بغاوتوں سے رہا جو کے اگلے دو سالوں تک بدستور اندرونی اور بیرونی بغاوتوں کی شکل میں جاری رہا سب سے پہلی اور اہم بغاوت بابل کی تھی اس بغاوت سے نبٹنے کے بعد اس نے فارس کے داخلی اور خارجی انتظام و انصرام پر اپنی خاص توجہ مرکوز کرتے ہوئے فارس کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے خاطر خواہ انتظامات بھی کئے اس کے

ساتھ ہی اس نے عظیم فارس کی حکومت کو 20 صوبوں (ستراپیوں) میں تقسیم کیا لہٰذا اس کے دور حکومت میں ڈاک کا نظام منظم ہوا ملکی کرنسی کی اصلاح کرتے ہوئے سونے چاندی کے سکوں کا اجراء بھی کیا یہی نہیں بلکہ اس کے عہد میں ملکی تجارت کو فروغ ملا اور کئی تعمیراتی منصوبوں پر عمل بھی ہوا چونکہ دارا اول عوام دوستی اور کئی فلاحی کاموں کے حوالے سے جانا جاتا ہے تاہم فارسی عوام میں اس کی مقبولیت بڑھتی گئی یہی نہیں بلکہ تمام مذاہب کے احترام کی وجہ سے یہودی بھی اس کی بڑی عزت کیا کرتے مصری پروہت اعلیٰ اس کے مشیر تھے اس نے اپنے عہد حکومت میں یونانیوں کو ان کی شہری بغاوتوں کو فرو کرنے میں مدد فراہم کی اس کے علاوہ اس نے اپنی سلطنت کی حدود کو مصر، فلسطین، شام فینوشیہ، ایشیاء کوچک، اشوریہ، بابلیہ، میڈیا، افغانستان، بلوچستان، سندھ کا مغربی علاقہ اور کئی وسطی ایشیائی علاقوں تک وسعت دیتے ہوئے اسے منظم اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔

دارا اول 486 ق م میں فارس پر ۳۷ برس حکومت کرنے کے بعد مر گیا اس کی خواہش تھی کے وہ یونان کو فتح کرے اور اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس نے متعدد فوجی دستے بھی ترتیب دئے لیکن اسے یونان کی مہم میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی اس کے عہد حکومت میں اس کے دور کے کارناموں کو ایک پتھر کی بڑی سل پر تفصیلاً کندہ کیا گیا جس کا ترجمہ بعد کے ادوار میں مختلف زبانوں میں کیا گیا۔[٦]

اخسویرس اول: Xerxes i:

اخسویرس اول (465۔519 ق م) اس کو فارسی زبان میں خشیار شا بھی کہتے ہیں یہ داریوش اول اور سائرس اعظم کی بیٹی ایٹوسا کا بیٹا تھا اور اپنے باپ دارا اول کے انتقال کے بعد یہ فارس کی عظیم الشان سلطنت پر براجمان ہوا اس نے اپنے باپ دارا اول کی یونان میں

ناکام مہم جوئی اوراس شکست کا بدلہ لینے کے لئے تقریباً سترہ لاکھ کی ایک عظیم فوجی مہم جو جدید اسلحہ سے لیس تھی کو تیار کیا اس کے ساتھ ہی 1200 بحری جہازوں پر مشتمل ایک بڑے بحری بیڑے کو بھی یونان کی جانب روآنہ کیا تاکہ یونان کو فتح کیا جاسکے اس فوج نے یونانی افواج کا جم کر مقابلہ کیا اور یونانیوں کو شکست سے دوچار کیا لیکن اس جنگ میں فارسی افواج کو بھی ناقابل تلافی نقصانات جھیلنے پڑے اور فارسی افواج کے بھی کئی ہزار سپاہی اس جنگ میں کام آئے بلاآخر فارسیوں کا یونان اوراس کے ملحقہ علاقوں پر قبضہ قائم ہوگیا لیکن یہ قبضہ عارضی ثابت ہوا، اخسویرس کے حکم پر ایتھنز کو جلا کر خاک کردیا لیکن یونانی بھی مسلسل جنگی مزاحمت کرتے رہے اور انھوں نے فارسی بحری بیڑوں کو بھی کافی نقصان پہنچایا اس جنگ سے فارس کی فوجی قوت کو کافی بڑا دھچکا لگا اس کے علاوہ شام کے محاذ پر بھی فارسیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا ان پے در پے شکستوں کے نتیجے میں فارسی افواج تقریباً تباہی کے دھانے پر جا کھڑی ہوئی چنانچہ ایک طویل جنگ اور کئی جھڑپوں کے بعد بلاآخر یونانی اور فارسیوں کے درمیان صلح ہوگئی اوراس صلح نامے کی رو سے تمام یونانی نوآبادیاں فارس کے اثرورسوخ اور اقتدار سے آزاد ہوگئیں اب فارسیوں کے عروج کا دورتقریباً اپنے اختتامی دور میں داخل ہوگیا تھا ان مسلسل جنگوں سے ان کی افواج کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا جس کے سبب وہ بے حد کمزور ہوچکی تھیں پھر حکمران بھی طرح طرح کی عیاشیوں میں پڑ چکے تھے چنانچہ اخسویرس اول کے 20 سالہ عہد حکومت میں جہاں کچھ سلطنت کی حدود میں اضافہ ہوا لیکن فارسی افواج کو ان فتوحات کی کی بھاری قیمت بھی چکانی پڑی بلاآخر اخسویرس اول کو 465 ق م میں اس ہی کے ایک محلاتی گارڈ نے قتل کیا مورخین کا یہ ماننا ہے کے اخسویرس اول کے بعد فارس کی عظمت بھی زوال پذیر ہوئی چنانچہ اس کے بعد اس کا بیٹا تخشستا اول یا (اردشیر اول)۔

(دورحکومت 425۔ 465 ق م) تخت نشین ہوا۔ بائبل کی کتاب آستر میں اخسویرس اول کا ذکر بھی موجود ہے۔ ۷؎

اردشیر اول نے 423 ق م تک فارس پر اپنی حکمرانی قائم رکھی اس کے بعد اردشیر دوم فارس کے تخت پر جلوہ نشین ہوا لیکن چند ہی ہفتوں کے بعد وہ قتل کر دیا گیا چنانچہ اردشیر دوم کے قتل کے چھ ماہ بعد دارا دوم نے فارس کے اقتدار پر اپنا قدم رکھا۔

دارا دوم یا داریوش دوم: **Darius ii:**

دارا دوم (وفات ۴۰۴ ق م) اس کا اصل نام اوکس تھا جو شاہ فارس بناوہ ارتازرکسیز اول کی ناجائز اولاد تھا اسی لئے اس کا یونانی نام 'نوتھوس' یعنی حرام زادہ رکھا گیا اپنے باپ کی وفات کے بعد وہ ہائر کینیا صوبے کا گورنر مقرر رہا اس کا سوتیلا بھائی زرکسیز دوم چند ہفتوں تک بادشاہ رہنے کے بعد قتل ہو گیا ایک اور سوتیلے بھائی 'سوگڈیانس' کو زرکسیز دوم نے قتل کر کے فارس کے تخت و تاج کا مالک بنا اور اس نے اپنا لقب دارا دوم اپنایا۔ اپنی حکومت کے ابتدائی برسوں میں ایتھنز کی طاقت یونانی امور میں مداخلت کا باعث بنی رہی لیکن جب ایتھنز کو 413 ق م میں سیراکیو نے شکست دی تو دارا دوم نے مداخلت کی اور پیلو پونیشیائی جنگ کے بقیہ برسوں میں اس نے سپارٹا کا ساتھ دیا پھر 407 ق م نے اس نے اپنے بیٹے سائز اصغر کو ایشیاء کوچک میں فارس اور سپارٹا کی مشترکہ افواج کی قیادت کے لئے بھیجا اور اس کے تین سال کے بعد اس کی موت واقع ہوئی چنانچہ دارا دوم یا داریوش دوم کا 20 سالہ دورحکومت اندرونی بغاوتوں کو کچلنے میں گزر گیا۔ ۸؎

دارا دوم کے انتقال کے بعد اردشیر دوم تخت فارس پر تخت نشین ہوا اس کے دور اقتدار میں امراء اور وزراء کی عیش پرستی کے سبب فارس مزید کمزور ہوا اور مفتوحہ علاقوں پر بھی

ان کا کنٹرول بحال نہ رہ سکا چنانچہ مفتوحہ علاقے بھی ایک ایک کر کے آزاد ہونا شروع ہو گئے اور بادشاہ میں اتنی سکت باقی نہ رہی کے وہ ان بغاوتوں کو کچل سکے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فارس کی حکومت زوال سے قریب تر ہو گئی حتیٰ کے زرتشی مذہب کی جگہ دیگر قدیم مذاہب نے لی۔ اردشیر دوم نے 45 برس تک فارس پر حکمرانی کی لیکن وہ اس عرصے میں کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دینے میں ناکام رہا اور وہ کوئی ایسا قدم بھی نہ اٹھا سکا جو ملک کو منظم اور مستحکم کرنے میں سازگار ہوتا ماسوا اس کے کے وہ محلاتی سازشوں کو ناکام کرنے کی کوششوں میں لگا رہا تاہم اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا 'اوخسس' تخت نشین ہوا جس نے فارس پر 20 برس تک حکمرانی کی اور اپنے ہی جنرل 'باغوس' کے ہاتھوں قتل ہوا باغوس نے 'اوخسس' کے دوسرے بیٹوں کو بھی بے دردی سے قتل کیا لیکن ایک بیٹے 'آرسس' کو باقی رکھا اور اسی کو فارس کا تخت و تاج منتقل کر دیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد 'آرسس' بھی قتل ہوا۔ 'آرسس' کے قتل کے بعد ایک شخص 'کوڈومانس' (دارا سوم یا داریوش سوم) نے اقتدار پر قبضہ کیا۔

دارا سوم یا داریوش سوم: Darius iii:

دارا سوم (330۔336 ق م) کا اصل نام 'کوڈومانس' تھا اور یہ دارا دوم کا پڑپوتا تھا اور یہ آرسس کے قتل کے بعد تخت نشین ہوا تھا اس نے چھ برس تک فارس پر حکمرانی کی اور اس کی کے دور میں جب سکندر اعظم نے 330 ق م میں فارس کے ایک شہر اربیلہ پر چڑھائی کی تو اس نے دارا سوم نے اس کا مقابلہ بھی کیا لیکن سکندر اعظم کے ہاتھوں اسے شکست ہوئی پھر فرار ہوتے ہوئے وہ اپنے ہی ایک گورنر کے ہاتھوں مارا گیا چنانچہ سکندر اعظم (یونانی) نے فارس کی جنگ میں ایرانی ہخامنشی شہنشاہیت کا خاتمہ کیا۔۹؎

یہ تمام فارسی شہنشاہ نہایت کامیابی سے فارس پر تقریباً دوسو سال تک حکمرانی کرتے

رہے اور ایران کے طول وعرض میں امن وسلامتی اور خوشحالی کا دور دورہ قائم رہا لیکن انجام کار جب سکندر اعظم نے ایران پر حملہ کیا اور اپنی سلطنت قائم کی تو اس وقت بھی سائرس اعظم کے قلمرو کے باقی ماندہ حصے مزید اگلے بارہ سو سالوں تک فارسی اختیار میں ہی رہے۔

دیگر عظیم سلطنتیں جن میں رومن، برطانوی اور چینی سلطنتیں شامل ہیں انھوں نے آنے والے وقتوں میں ابھی قائم ہونا تھا اور دنیا کی تاریخ اور اس کی نشونما پر اپنے دوررس نتائج بھی مرتب کرنا تھے لیکن فارس کی عظیم الشان سلطنت صرف اور صرف سائرس کی قیادت کے سبب وجود میں آئی اور معلوم دنیا کے زیادہ تر حصوں پر قابض رہی آج بھی ایران (فارس) میں سائرس اعظم کو ایک عظیم جرنیل اور انصاف پسند وصلح جو حکمران کے طور پر جانا جاتا ہے۔

سکندر اعظم ((323-356ق م) Alexander the Great:

سکندر اعظم ایک یونانی سپہ سالار تھا جس کی زیر قیادت فوج نے اپنے سے کہیں زیادہ بڑی افواج کے ساتھ گیارہ برس تک خونریز جنگیں لڑیں لیکن کبھی شکست کا منہ نہ دیکھا سکندر اعظم اپنے طور پر اس معلوم دنیا کو فتح کرنے نکلا تھا اس کا دشمن پر حملہ کرنے کا انداز نہایت مرتب اور منظم تھا جس کی وجہ سے فتوحات نے اس کے قدم چومے سکندر مقدونیہ کے بادشاہ فلپ دوم اور ملکہ اولمپیاس کے یہاں پیدا ہوا بچپن میں اس نے مشہور یونانی فلسفی ارسطو سے تعلیم حاصل کی جبکہ اس نے اپنے باپ سے فن حرب کو سیکھا اور اس میں کمال حاصل کیا اس نے ۱۶ برس کی عمر میں پہلی مرتبہ کسی جنگ میں حصہ لیتے ہوئے فوج کی قیادت کی پھر دو ہی برس کے بعد یعنی 338 ق م میں اس نے اپنی ہی فوج کے ایک بڑے حصے کی کمانڈ سنبھال لی جس نے کیرونیا کی جنگ جیت کر سارے یونان کو مقدونیہ کے زیر نگیں کیا سکندر کا باپ بادشاہ

فلپ سلطنت فارس کو فتح کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا قتل ہو گیا لیکن سکندر نے اپنے باپ کے خواب کو پورا کرتے ہوئے 330 ق م میں فارس کو فتح کیا جہاں اس کا مقابلہ داریوش سوم سے ہوا، مورخین یہ لکھتے ہیں کے داریوش اور سکندر کی فوج کا بظاہر کوئی مقابلہ نہ تھا بلکہ سکندر کی فوج کی تعداد داریوش کی فوج سے کہیں کم تھی لیکن سکندر نہایت عظم و استقلال سے اپنے دشمنوں سے نبرد آزما تھا گھمسان کی اس جنگ میں سکندر اعظم کو فتح ہوئی اس کے بعد سکندر مصر کی مہم پر روآنہ ہوا جہاں کے عظیم مصری منادر کے دورے کے بعد وہ خود اپنے آپ کو بھی الوہی سمجھنے لگا دوسری جانب اس کی افواج بھی اس کی بہترین قائدانہ صلاحیتوں کی معترف تھیں جو اس کو دیوتا کی طرح پوجتیں 331 ق م میں سکندر اعظم نے دوبارہ فارس کی جانب مہم جوئی کا ارادہ کیا اور دریائے دجلہ وفرات کو عبور کرتے ہوئے یکم اکتوبر (اس روز چاند گرہن تھا اس لئے یہ تاریخ مصدقہ ہے) نے سکندر نے اپنے سے کہیں زیادہ بڑی اور طاقتور فارسی فوج کو دوبارہ شکست سے ہم کنار کیا یہی نہیں بلکہ کچھ ہی عرصہ کے بعد اس نے فارس کے دارالحکومت پر بھی قبضہ کرتے ہوئے شاہی خزآنے کو لوٹ لیا چنانچہ 330 ق م کے اختتام تک سکندر اعظم سارے ایشیاء کوچک اور فارس کا مختار کل بن چکا تھا جبکہ پانچ سال کے مختصر عرصے میں اس نے آدھی سے زیادہ دنیا کو فتح کرنے کے بعد تاریخ عالم کی سب سے بڑی سلطنت بھی قائم کی وہ اپنے باپ کے تمام منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے بعد بھی مطمئن نہ تھا آئندہ تین برسوں میں اس نے افغانستان، وسطی ایشیاء اور شمالی ہندوستان پر بھی حملہ کیا اس تمام تر مہم جوئی میں سکندر نے ایک بھی جنگ نہ ہاری مشرق اور مغرب میں ایک اچھے تعلق کے قیام کے غرض سے اس نے اپنے ماتحت 10,000 فوجی افسران کی شادیاں فارس کی خواتین سے کروائیں تاہم اس نے خود بھی ایک شادی فارسی عورت سے کی لیکن اس نے فارس کو اپنا گھر نہ بنایا مورخین کے

مطابق سکندر 323 ق م میں بابل میں ملیریا کے باعث بیمار پڑا اور صرف 33 برس کی مختصر عمر میں اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔۱۰؎

سیلوکس اول: Seleucus i:

سیلوکس اول دراصل سکندر اعظم کا ایک مقدونیائی ماتحت جرنیل تھا جو کے آگے چل کر سیلوسی سلطنت کا بانی اور شام کا بادشاہ بنا 321 ق م میں یہ بابل کا صوبہ دار مقرر ہوا 312 ق م میں یہی بابل کا حکمران بنا 302 ق م میں یہ مقدونیا کے خلاف اتحاد میں شامل ہوا اور اگلے سال بادشاہ اینٹی گونس اول کی شکست پر مال غنیمت میں سب سے بڑا حصہ حاصل کیا جس میں سارا شام اور ایشیائے کوچک کا بڑا حصہ شامل تھا سیلوکس اول نے متعدد شہر تعمیر کروائے بشمول انطاکیہ جبکہ کئی شہروں کے نام اس نے اپنے ہی نام پر رکھے سکندر اعظم کے بعد ایران پر سیلوکس حاکم ہوا جس کی حکومت 185 ق م تک قائم رہی اپنے عہد حکومت کے آخر میں اس نے مقدونیہ کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا لیکن اس اعلان کے بعد اس کا قتل ہو گیا۔۱۱؎

249 ق م میں خراسان میں اشکانی خاندان کے مورث اعلیٰ ارشک اول نے اشکانی سلطنت کی بنیاد رکھی لگ بھگ پانچ سو سال کے بعد اس سلسلے کے آخری فرمانروا اردوان کو ساسانیوں کے اردشیر بابک نے 220ء میں شکست دی اور ساسانی عہد کی بنیاد رکھی گئی۔

پارتھیا: Parthia:

پارتھیا ایشیاء کی قدیم سلطنت میں شمار کی جاتی ہے جس میں اب ایران اور افغانستان واقع ہیں۔ پارتھیائی لوگ سیکھتی نسل سے تعلق رکھتے تھے انھوں نے میڈیائی لباس اور آریائی بولی اختیار کی وہ بلا کے ماہر تیر انداز اور گھڑسوار تھے وہ میدان جنگ میں اکثر الٹی

جانب سے بھاگنے کا دکھاوا کر کے اپنے دشمن کو گمراہ کرتے جبکہ اپنی تیراندازی کی بے پناہ صلاحیتوں کے سبب وہ میدان جنگ میں اپنے دشمنوں کو پچھاڑ کر رکھ دیتے اہل پارتھیا یکے بعد دیگرے اشوری، میڈی، فارسی اور مقدونیوں کے ماتحت بھی رہے لیکن بلا آخر ۲۵۰ ق م میں وہ اپنی ایک خود مختار حکومت کو قائم کرنے میں کامیاب ہوئے جو پہلی صدی ق م میں دریائے فرات سے دریائے سندھ اور دریائے جیجون (آمو دریا) سے بحر ہند تک پھیلی تھی جبکہ 224ء میں فارس کے بادشاہ اردشیر اول نے پارتھیا کو فتح کر کے ساسانی سلطنت کی بنیاد قائم کی۔ ۱۲؎

ساسانی: Sasanians:

ساسانی قدیم فارس کے ایک شاہی خاندان کا نام ہے جو اپنے آپ کو ہخامنشی بادشاہ دارا (داریوش) کی اولاد بتاتے ہیں ان کا (عہد حکومت 651۔224 ق م) تھا جو کے اردشیر سے شروع ہو کر یزدگرد سوم پر ختم ہوا ساسان اردشیر اول کے ایک جد امجد کا نام تھا چنانچہ ساسانی سلطنت میں ایران و عراق کے علاوہ خراسان، آرمینیا، جارجیا، افغانستان، ترکستان، شام، مصر عرب اور شمال مغربی ہندوستان کے کچھ علاقے شامل تھے۔ یہ سلطنت رومی اور بازنطی سلطنتوں کی بڑی مدمقابل تھی اور ہتھیاروں سے مسلح نوجواں کے ذریعے جنگ کرنے کی حامی تھی۔

ساسانی سلطنت، اشکانی سلطنت (250۔224 ق م) سے ترقی پا کر بنی ساسانی سلطنت کئی چھوٹی بڑی سلطنتوں کی وفاق تھی جن پر ان کے اپنے موروثی بادشاہ حکومت کرتے تاہم ان سب بادشاہوں کے اوپر شہنشاہ حکمران تھا چنانچہ ہر بادشاہت کئی ریاستوں اور جاگیروں پر مشتمل تھی۔

ساسانی ایک اصلاح یافتہ زرتشی مسلک اور خالص ایرانی تہذیب کے علمبردار تھے۔ دوسری تہذیب اور مذاہب کے ساتھ ان کا رویہ خاصا دوستانہ اور رواداری پر مبنی تھا ان کے جانشین شاہ پور اول نے 258ء میں ایشیاء کوچک پر چڑھائی کر کے انطاکیہ فتح کیا اور قیصر روم کو گرفتار کیا اس خاندان کے بادشاہوں کے نام جدید فارسی میں درج ذیل ہیں۔

۱۔اردشیر۔(226ء۔241ء)۔

۲۔شاہ پور اول۔241۔272ء۔

۳۔ ہرمز اول۔272۔273ء۔

۴۔ بہرام اول۔ 273۔276ء۔

۵۔ بہرام دوم۔276۔293ء۔

۶۔ بہرام سوم۔ 293ء۔

۷۔نرسی۔ 293۔303ء۔

۸۔ ہرمز دوم۔ 303۔310ء۔

۹۔آذر نرسی۔310ء۔

۱۰۔ اردشیر دوم۔379۔383ء۔

۱۱۔شاہ پور سوم۔383۔388ء۔

۱۲۔ یزدگرد اول۔399۔420ء۔

۱۳۔ بہرام پنجم۔420۔438ء۔

۱۴۔ یزدگرد دوم۔438۔457ء۔

۱۵۔ ہرمز سوم۔ 457۔459ء۔

۱۶۔ فیروز۔459-484ء۔

۱۷۔ بلاش۔484۔488ء۔

۱۸۔قبادِاول۔488۔531ء۔

۱۹۔خسرواول۔531۔579ء۔

۲۰ ہرمز چہارم۔579۔590ء۔

۲۱۔خسرودوم۔590۔628ء۔

۲۲۔قباددوم۔628۔

۲۳۔اردشیرسوم۔628۔630ء۔

۲۴۔متعددمختصرمدت کےحکمران۔630۔632ء۔

۲۵۔ یزدگردسوم۔632۔651ء۔ ۱۳؎

بہرام اول: Bahram i:

بہرام اول ساسانی خاندان کا چوتھا فرمانروا تھا اور ہرمز کا بیٹا تھا273ء میں یہ ایران کے تخت پر جلوہ افروز ہوااور تین سال تین ماہ تک حکمرانی کرنے کے بعد 276ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔تاریخ میں بہرام اول کے بارے میں کم واقعات مرقوم ہیں لیکن اس کے عہد حکومت کا سب سے زیادہ اہم اور مشہور واقعہ مصور مانی کا قتل تھا۔

کہا جاتا ہے کے اس نے زرتشت مذہب کے پیشواؤں کو مانی کے خلاف کل اختیارات سونپ دئے تھےلیکن مجموعی طور پر بہرام اول ایک نرم، فیاض، اور رعایا سے محبت کرنے والا بادشاہ تھا۔ ۱۴؎

بہرام ثانی: Bahram ii:

بہرام ثانی، بہرام اول کا بیٹا تھا جو کے اپنے باپ کے مرنے کے بعد 276ء میں تخت نشین ہوا اس کے دور حکومت میں روم اور ایران میں جنگ چھڑ گئی اس نے رومیوں سے صلح کی خاطر آرمینیا اور عراق کا علاقہ ان کے سپرد کردیا اپنے بھائی کشان شاہ کو گورنر خراسان کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے متوجہ کیا بہرام ثانی کا دور اقتدار سترہ سالوں پر محیط ہے۔ ۱۵؎

بہرام ثالث: Bahram iii:

بہرام ثالث، اپنے باپ بہرام ثانی کے مرنے کے بعد 293ء میں فارس کے شاہی تخت پر تخت نشین ہوا اس کے تایا نے اس کی مخالفت کی اور اس کے خلاف سازش کرکے اسے شکست بھی دی اور پھر اس کے بھائی نرسی کو اس کی جگہ تخت پر بیٹھایا بہرام ثالث نے کل چار ماہ تک حکومت کی۔ ۱۶؎

خسرو اول: Khosrow i:

خسرو اول (عہد حکومت 571-579ء) یہ شہنشاہ فارس تھا اور اسے ایک طویل سماجی بے چینی کے بعد اقتدار حاصل ہوا اس کا واحد سنگین حریف بازنطینی شہنشاہ اسے خراج دینے پر مجبور ہوا یہ اپنی دشمنی پر قائم رہا سخت گیر خسرو پرویز کی حکومت دریائے جیجون (آمو دریا) سے لے کریمن تک قائم تھی یہ عہد ساسانی طاقت کا عہد عروج مانا جاتا ہے اس نے اپنے عہد حکومت میں کئی اصلاحی اقدامات کئے اور فارسی سلطنت کی حدود کو وسعت دینے کے ساتھ ساتھ اس نے ملک فارس کو منظم اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا اس کے عہد کو ساسانی

عہد کا دورِ عروج بھی کہا جاتا ہے۔

مکتوب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (571ء۔633ء) بنام خسرو اول شہنشاہ فارس

خسرو اول ہی وہ شہنشاہ فارس تھا کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن ٦ ھ میں اپنے ایک مکتوب کے ذریعے دعوت اسلام دی لیکن اس بدبخت نے اقتدار کے نشے میں اس مکتوب کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے فضاء میں بکھیر دئے۔١٧؂

تاریخ نے اس منظر کو بھی نگاہ عبرت سے دیکھا جس طرح سے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب کو فضاء میں بکھیرا عین اسی طرح اس کی حکومت بھی بکھر کر رہ گئی اس واقعے کے چند روز بعد خسرو پرویز قتل ہوا پھر اس کا بیٹا شیرویہ تخت نشین ہوا اور تخت نشینی کے فوراً بعد اپنے سارے بھائیوں کو اس نے چن چن کر قتل کر ڈالا ابھی اس کی حکومت کو آٹھ ماہ ہی گزرے تھے کے ایک سازش میں وہ بھی قتل ہوا پھر اس کا چھوٹا بیٹا تخت نشین ہوا جسے ایک درباری نے سازش سے قتل کر ڈالا اور خود حکمران ہوا چند دنوں کے بعد اس کو بھی دیگر درباریوں نے قتل کر ڈالا اور جوان شیر تخت نشین ہوا ایک سال کے بعد یہ بھی مارا گیا اس وقت شاہی خاندان میں صرف ایک چھوٹا بچہ یزدگرد باقی بچا شاہی خاندان کی ایک عورت بوران دخت کو اس شرط پر تخت نشین کیا گیا کے یزدگرد کے سن شعور کو پہنچنے کے بعد بادشاہ بنا دیا جائے گا۔١٨؂

حضرت ابوبکر صدیقؓ (633ء۔634ء) کا دور خلافت

Abu Bakar's Caliphate

عرب اور عجم میں عرصہ دراز سے ایک قدیم رقابت چلی آ رہی تھی اور اہل فارس

ہمیشہ سے ہی اہل عرب کو نہایت حقارت سے دیکھا کرتے تاہم جب خسرو اول نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب مبارک کی تحقیر کی لیکن تاریخ عالم اس بات کی بھی گواہ ہے کے خسرو اول بھی اپنے اس گستاخانہ فعل پر دنیا وآخرت میں مقام عبرت بنا

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اپنے مختصر سوا دو سالہ عہد میں آپ نے ملکی انتظام کی جانب توجہ فرمائی آپ نے اپنے عہد خلافت میں فوج کی تقسیم کو قبائل اور دستوں پر کرتے ہوئے ان سب کے اوپر علیحدہ علیحدہ امیر عسکر مقرر فرمایا شام کی فوج کشی میں خالد بن ولید، یزید بن ابی سفیان، ابو عبیدہ بن جراح اور عمرو بن عاص بحیثیت امیر العسکر اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے لیکن انھوں نے اپنے عہد حکومت میں ایران کی جانب پیش قدمی نہ کی بلکہ ملکی انتظامات کی اصلاح کے کاموں میں لگے رہے۔

حضرت عمرؓ (634ء۔645ء) کا دور خلافت

Umer's Caliphate

سن 13 ھ میں حضرت عمر مسند خلافت پر متمکن ہوئے اسی سال یزدگرد 16 سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اس وقت مدائن ایران کا دار السلطنت تھا حضرت عمرؓ مسلمانوں کو ایران اور عرب کے درمیان حائل دریا کے خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے چنانچہ ایران پر پیش قدمی سے قبل آپ اکثر یہ فرمایا کرتے کے کاش ہمارے اور فارس کے درمیان کوئی ایسی روک ہوتی جس کی وجہ سے نہ وہ ہماری جانب بڑھ سکتے اور نہ ہی ہم ان کی جانب جا سکتے آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا اسلامی آئین کے مطابق پہلے سفیروں کے ذریعے یزدگرد کے سامنے صلح کی شرائط پیش کی جائیں چنانچہ اسلامی سفیر مدائن میں یزدگرد تک فرمان فاروقی

لے کر پہنچے لیکن یزدگرد نے نہایت کبر ونخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سفیران اسلام سے حقیرانہ رویہ روا رکھا اور ان کی تضحیک کرتے ہوئے کہا کے اگر قاصدوں کا قتل کرنا خلاف آئین نا ہوتا تو میں تم سب کو ابھی قتل کروا دیتا پھر اس نے اسلامی وفد کو اپنی سرزمین کی مٹی کا ایک ٹوکرا تحفے میں دیا جسے اسلامی وفد بخوشی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس لے کر لوٹا اور کہا مبارک ہو یزدگرد نے خود ہی اپنی زمین ہمارے حوالے کر دی بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کے اس مٹی کے ٹوکرے میں فی الواقعہ ایران کی ساری زمین ہی سمٹ کر مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی۔

عہد فاروقی ۱۴ھ یعنی 635ء میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی قیادت میں اس وقت کی عظیم الشان قوت یعنی فارس فتح ہوا اور یزدگرا اپنی جان بچاتا ہوا دربدر پھرتا رہا دراصل وہ اپنی موروثی دولت لے کر چین جانا چاہتا تھا لیکن اہل فارس نے اسے روکا اور کہا کے وہ مسلمانوں سے صلح کر لے لیکن وہ نہ مانا جب اہل فارس نے یہ دیکھا کے ان کے ملک کا خزآنہ بھی ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے تو انھوں نے یزدگرد سے تمام دولت زبردستی چھینی اور اس طرح یزد گرد ناکام ونامراد ہو کر ترکستان چلا گیا جہاں اس نے مسلمانوں کے خلاف مختلف ناکام سازشیں کیں بعد ازاں وہ جہنم واصل ہوا یزدگرد کے ملک بدر ہو جانے کے بعد ایرانیوں نے احنف کے پاس جا کر ان سے صلح کر کے فارس کا کل خزآنہ ان کے حوالے کر دیا جبکہ مسلمانوں نے بھی اہل فارس کے ساتھ اس قدر حسن سلوک کیا کے وہ بھی اپنی بادشاہت بھول گئے مسلمانوں سے مصالحت کے بعد ان کو جو راحت اور فارغ البالی نصیب ہوئی اس کی گزشتہ کوئی نظیر نہ تھی۔۱۹؎

عہد فاروقی میں مسلمان ایک جانب رومن امپائرز جبکہ دوسری جانب پرشین

ایمپائرز (ایرانی) کے مقابل تھے جب حضرت عمر کو فارس کی فتح کی خوشخبری دی گئی تو آپ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا! آج مجوسیوں کی حکومت فنا ہوچکی اب وہ اپنے ہی ملک میں ایک چپہ زمین کے بھی مالک نہ رہے مسلمانو اللہ تعالی نے تمھیں مجوسیوں کی زمین، مجوسیوں کی مملکت اور مجوسیوں کے مال ومنال کا مالک بنایا ہے لہٰذا اب تم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تم وہاں اللہ کا نظام قائم کرتے ہوئے عدل وانصاف کا بول بالا کرو خبردار رہنا اگر تم ایسا نہ کر سکے تو پھر اللہ تم سے یہ مملکت چھین کر کسی دوسری قوم کے حوالے کردے گا۔ ۲۰

حضرت عثمان غنیؓ (645ء۔656ء) کا دور خلافت

Usman's Caliphate

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد اسلامی سلطنت کی حدود اور متعدد علاقوں میں بغاوتیں پھوٹ پڑیں لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے نہایت مستعدی سے ان بغاوتوں کا استحصال کیا ان بغاوتوں میں ایران کے متعدد صوبے بھی باغی ہو گئے جن میں خراسان، آرمینیا اور آذر بائی جان شامل تھے اس کے ساتھ ہی مصر اور اسکندریہ میں رومیوں نے بغاوت کردی اور قیصر روم نے اس وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسکندریہ پر چڑھائی کردی الغرض سلطنت کی حدود میں بدنظمی اور خلفشار بپا ہوگیا لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے باغیوں کی سرکوبی فرمائی اور بروقت ان کے خلاف کاروائی کی جس کے سبب بغاوتیں فرو ہوئیں، عہد فاروقی میں ایران کی فتح کے بعد یزدگرد ترکستان بھاگ گیا تاہم وہ مسلسل ایران میں بغاوت کی سازشیں کرتا رہا لیکن اس کو کامیابی حاصل نہ ہوسکی حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد یزدگرد اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا اور 29ھ میں فارس اور کرمان سے لے کر خراسان تک سارے عجم میں بغاوت

کے شعلے بھڑک اٹھے، حضرت عثمان غنیؓ نے فوراً اس جانب توجہ کی اور عبید اللہ بن معمر کو فارس کی مہم پر مامور کیا لیکن وہ ناکام ہوکر مارے گئے ان کے قتل کے بعد عامر والی بصرہ نے اس مہم کو سر کرنے کا بیڑہ اٹھایا وہ بصرہ سے فارس پہنچے، اہل فارس نے پوری قوت اور شجاعت سے عامر کا مقابلہ کیا لیکن عامر نے انھیں بھرپور شکست دیتے ہوئے دوبارہ فارس پر اپنا قبضہ جما لیا

حضرت علیؓ (656ء۔661ء) کا دور خلافت

Ali's Caliphate

حضرت علیؓ کا پورا عہد حکومت خانہ جنگیوں کی نظر ہوگیا آپ کو اپنے عہد خلافت میں ایک دن بھی ان اندرونی جھگڑوں سے فرصت نہ ملی اس اعتبار سے آپ کی بیرونی فتوحات کی جانب توجہ کم رہی لیکن اس کے باوجود آپ کو سیستان اور کابل میں فتوحات حاصل ہوئیں ملک میں اندرونی خلفشار شدت اختیار کر گیا چنانچہ اس صورت حال سے اہل فارس نے فائدہ اٹھایا اگرچہ کرمان اور فارس کے کئی صوبے باغی ہوگئے جبکہ بقیہ علاقوں میں بھی بغاوت کے آثار ظاہر ہونے لگے لیکن حضرت علیؓ نے تمام اندرونی دشواریوں کے باوجود زیاد بن ابیہ کو اس مہم پر مامور کیا جنھوں نے ان بغاوتوں کو فرو کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

حضرت علیؓ کے عہد میں ایرانیوں نے عربوں کی خانہ جنگی میں بھرپور حصہ لیا مگر امیر معاویہ کے دور اقتدار میں مسلمان ایک بار پھر ایرانیوں پر حاوی ہوگئے وہ اس دور میں افغانستان تک جا پہنچے تاہم ایرانیوں کے ساتھ مسلمانوں کا طرز سلوک نہایت منصفانہ تھا معاہدے کی رو سے ادائے خراج کی صورت میں ان کے مال اور ذاتی املاک کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمان قبول کرتے ایران میں قائم آبادی کو مکمل مذہبی حقوق حاصل تھے اگرچہ وہاں مقیم لوگوں میں کم ہی لوگوں نے اسلام قبول کیا جبکہ بیشتر کا تعلق زرتشی مذہب سے تھا ایرانی

شہروں میں صرف مسلمان فوجی دستے اپنے فرائض انجام دیتے پہلے وہ مساجد کی تعمیر کرتے اور پھر وہاں سکونت اختیار کرتے یہاں تک کے حجاج بن یوسف کے عہد تک یہاں کی سرکاری زبان پہلوی فارسی ہی رہی بعد کے ادوار میں دفتری زبان عربی قرار پائی اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دور خلافت میں یہاں کے مسلمان اور غیر مسلمان آپس میں باہم شیر شکر ہوئے۔

عباسی دور خلافت

The Abbasid Caliphate

ابومسلم خراسانی کو مورخین عباسی عہد کا مبلغ اعظم مانتے ہیں اسی کی وجہ سے عباسی تحریک کا غلغلہ سارے خراسان میں بلند ہوا ابومسلم خراسانی ایک عجمی النسل پارسی نژاد نومسلم تھا جو اصفہان میں پیدا ہوا اور کوفہ میں عباسی داعیوں کے دامن میں اس کی نشونما ہوئی۔ ابومسلم نہایت عالی دماغ، زیرک، عقل مند، ہونہار اور دانشمند تھا ابومسلم عجمی تھا اور عجمیوں کے دلوں سے ابھی مسلمانوں کی فتح اور اپنی شکست کے داغ نہ مٹنے پائے تھے جبکہ اہل عجم کے دماغ میں ہمیشہ ہی عربوں سے اپنی شکست کا انتقام لینے کی خواہش بیدار رہتی لیکن ان میں اعلانیہ مقابلے کی ہمت نہ تھی لیکن اہل عجم مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی تمام خفیہ سازشوں میں ہمیشہ شریک اور پیش پیش رہتے مسلمانوں کے خلاف یا انھیں نقصان پہنچانے والی اکثر تحریکیں یہیں سے شروع ہوئیں خلافت کے بارے میں اہل بیت اور غیر اہل بیت کے مسئلے کو بھی سب سے زیادہ عجمیوں نے ہی بڑھاوا دیا اور اس مسئلے نے اسی سرزمین میں پرورش پائی اہل بیت کے زیادہ تر تعلقات شیعہ عجم سے تھے، ویسے تو عجمی اہل عرب کے سخت مخالف اور ان سے نفرت میں پیش پیش تھے لیکن بنوامیہ سے ان کی مخاصمت وعناد کچھ زیادہ ہی تھا شاید اس کی وجہ بنو امیہ کا خالص عرب ہونا تھا جب ہی مسلمانوں کی آپس کی خانہ جنگیوں میں جب بنوامیہ کمزور

ہوئے تو اہل عجم نے انتقامی کاروائی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابو مسلم خراسانی نے اہل عرب کے خلاف محاذ کھول دیا 129ھ یعنی 747ء میں ابو مسلم خراسانی نے بغاوت کی اور نیشا پور پر قابض ہوا بعد کے ادوار میں عباسی خلافت کے قائم ہوجانے کے بعد زرتشی روایات نے زور پکڑا اور دین اسلام میں عجمی اثرات نے اپنی جڑیں گہری کیں جس کے اثرات آج صدیاں بیت جانے کے باوجود قائم ہیں اگرچہ ابو مسلم خراسانی کی بغاوت کے بعد ایران میں موجود زرتش مذہب کے پیروکاروں کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایران میں کئی فکری تحریکوں اور جھوٹی نبوت کے دعوے داروں نے بھی سر اٹھایا ان ہی جھوٹے مدعیان نبوت میں شامل سنباذ مجوسی (137ھ/755ء) استادسیس (149ھ/766ء)، المقنع (161ھ/777ء) بابک خرمی (201ھ/816ء) ہیں۔

خلیفہ ہارون رشید نے ان کی سرکوبی کی کوششیں کیں لیکن اس کا بیٹا خلیفہ مامون رشید بذات خود اور اس کے اساتذہ مجوسی اور زرتشی افکار کے زیر اثر تھے خلیفہ مامون رشید کا ایک سپہ سالار طاہر بن الحسین (205ھ/820ء) تک خراسان کے والی کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیتا رہا جبکہ طاہر کے جانشین طاہریہ یا آل طاہر کے نام سے خراسان سے لے کر رے تک 205ھ/820 سے لے کر 259ھ/872ء تک نیم خودمختار حکمران کی حیثیت سے حکومت کی باگ دوڑ میں نمایاں رہے، آل طاہر کے بعد ایران پر صفاریہ خاندان کی حکومت قائم ہوئی جنھوں نے بغداد پر پیش قدمی کی لیکن عباسیوں نے انھیں 295ھ میں زبردست شکست دی جس کے فوراً بعد ایران میں کامل خودمختار حکومتوں کا قیام عمل میں آنا شروع ہوا جن میں دلفیہ، رودینی اور زیاریہ قابل ذکر ہیں جبکہ زیاریہ حکومت نے 316ھ سے

لے کر 434ھ تک رے، اصفہان اور راہواز پر حکمرانی کی لیکن آخر میں یہ سمٹ کر طبرستان اور جرجان تک رہ گئی اس کے فوراً بعد آل بویہ نے عروج حاصل کیا اس خاندان نے 320ھ میں بغداد کو خراج دینا بند کیا جبکہ انھی کے خاندان کے ایک رکن احمد بن بویہ 334ھ میں بغداد پر قابض ہوا جبکہ اس کے بھائی عضدلدولہ اور اس کا بیٹا بہاء الدولہ 403ھ تک عراق، فارس (ایران) اور کرمان پر حکومت کرتے رہے اسی زمانے میں شمالی اور مغربی ایران پر ساجدیہ، مسافریہ، شدادیہ اور روادیہ خاندانوں کی حکمرانی بھی قائم رہی۔

سامانی خاندان (874-1000ء) Samanid Empire:

سامانی خاندان اسلامی دور میں اہل فارس کا تیسرا موروثی حکمران خاندان ہے جس نے قلیل مدت میں ماوراءنہر، خراسان اور سیستان کو 'رے' کی حدود تک تسخیر کرلیا اس خاندان کی وجہ تسمیہ اس کے بادشاہوں کے سامان خذاۃ سے نسبت ہے جو بنوامیہ کے عہد میں بلخ کا حاکم تھا اگرچہ ابتداء میں وہ زرتشی آئین کا پیروکار تھا لیکن بعد میں اس نے اسلام قبول کیا اس کا سلسلہ نسب بہرام 24 سے جاملتا ہے جبکہ سامان کی اولادوں نے ہارون الرشید اور مامون الرشید کے عہد خلافت میں خوب ترقی کیا سد بن سامان کے فرزند مامون الرشید کے عہد خلافت میں سمرقند، فراغانہ، چاچ اور خراسان کے علاقوں پر حاکم رہے سامانی حکومت کا اصل بانی اسماعیل ہے جس نے عمرو بن لیث کو شکست دے کر خراسان فتح کیا اور ایران کے بیشتر حصوں پر حکمرانی کی سامانیوں کے زوال کی اصل وجہ ان کے آپس کے اختلافات تھے جو ابتداء سے ہی ان کے اور امراء کے درمیان واقع تھے بلا آخر سلطان محمود نے اس خاندان کو اکھاڑ پھینکا تاریخ میں سامانی حکومت کی اہمیت ایک تو اس اعتبار سے زیادہ سمجھی جاتی ہے کیونکہ وہ خود ایران کے ایک قدیم خاندان سے تعلق رکھتے تھے انھوں نے اپنے عہد حکومت میں اپنی قدیم رسومات اور

تہذیب وتمدن کو بھی خوب فروغ دیا اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے شعروادب اور مختلف علوم کی ترویج واشاعت میں بھی اپنا کردار ادا کیا تاہم علماء، شعراء اور فصحاء کو بھی ان کے عہد میں خوب پذیرائی حاصل ہوئی انھوں نے کئی کتب خانے تعمیر کئے جبکہ ان کے عہد کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ انھوں نے مختلف مذاہب اور فرقوں جن میں شیعہ، پارسی اور عیسائی شامل تھے انھیں اپنے مذہب کی پیروی کی مکمل اور یکساں آزادی دی اسی لئے مورخین سامانی عہد کو ادبیات، فکرو اظہار اور تمدن اسلام کے پھیلاؤ کا درخشاں عہد گردانتے ہیں اس دور میں سمرقند و بخارا اسلامی تہذیب اور علوم وفنون کے عالی شان مراکز بنے۔۲۱؎

غزنوی سلاطین(874۔1000ء) Ghaznavid Sultanate:

غزنوی سلاطین دراصل ترک تھے ان کا عہد حکومت (1186۔ 977ء) تاریخ میں تقریباً دوسو سال سے زائد بتایا جاتا ہے جب یہ خراسان، افغانستان اور شمالی ہندوستان پر حکمران رہے 961ء میں سامانی امیر عبدالملک کی وفات پر خراسان میں سامانی فوجوں کے ترک غلام سپاہ سالار ا؛پتگین (وفات 963ء) نے اقتدار حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی بعدازاں وہ مشرقی افغانستان میں غزنہ کی جانب چلا گیا لہٰذا یہاں سامانی سلطنت کے کناروں پر ہندوستان کی بت پرست سرزمین کے سامنے ترک غلام سپہ سالاروں کا ایک سلسہ قائم ہوا جو 977ء میں سبکتگین کی وفات تک سامانیوں کے نام پر حکومت کرتے رہے اور دولت وغلام حاصل کرنے کے لئے وہ ہندوستان کے میدانوں پر حملے کرتے رہے لیکن سبکتگین کا بیٹا محمود غزنوی مکمل خودمختار تھا جو ساری مسلم دنیا میں بت شکن کے نام سے مشہور ہوا وہ گنگا متھرا اور کنوج سے آگے جزیرہ نما کاٹھیاواڑ تک گیا اور سومناتھ کے مشہور مندر پر حملہ آور ہوا دوسری جانب شمال میں اس نے دریاے جیجون کو

قراخانیوں کی مخالف طاقت کے ساتھ اپنی سرحد مقرر کیا اور خوارزم کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مغرب میں خراسان کا سابق سامانی صوبہ قراخانی حملوں کے سامنے ڈٹا رہا محمود غزنوی اپنی زندگی کے آخری ایام میں مغربی فارس کے شہر ’رے‘ اور ’ہمدان‘ کی جانب گیا اور انھیں بویئوں سے چھین لیا بعد ازاں محمود غزنوی (388ھ تا 421ھ) کو خراسان میں ایک خود مختار حکومت کے قیام کا موقع مل گیا بعد ازاں یہ آدھے سے زائد ایران پر قابض ہوا جس پر خلیفہ بغداد نے اسے یمین الدولہ کا خطاب دیا اس کے دور حکومت میں ایران میں علمی وتہذیبی روایات کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملا یہی نہیں بلکہ بوعلی سینا، البیرونی اور فردوسی جیسے علمی شخصیات کا تعلق اسی کے دور سے تھا اور یہ تمام شخصیات اسی کے دربار سے وابستہ تھیں 420ھ میں ترکوں نے آکر ایران میں بسنا شروع کر دیا ان کے سلجوقی سردار طغرل نے 429ھ میں ایران پر حملہ کیا۔ یہ بغداد سے اپنی حکومت منوالی طغرل کا خاندان 552ھ تک سنجر کے عہد تک آل سلجوق یا سلاجقہ کے نام سے ایران پر حکمران رہا ان کے دور میں بھی اہل سنت والجماعت کی روایات برقرار رہیں نظام الملک طوسی اور امام غزالی آل سلجوق کی ہی سرپرستی میں کام کرتے رہے یہ وہی دور تھا جب قلعہ الموت میں حسن بن صباح جیسے اسماعیلیوں نے قوت پکڑی جیسے دبانے کی تمام کوششیں ناکام رہیں آل سلجوق کے بعد ایران کے مختلف علاقوں پر خوارزم شاہ اور غوری خاندان حکمرانی کرتے رہے، چنگیز خان 615ھ کے بعد ماورائے نہر پر قابض ہوا تاتاری چونکہ ایک اجڈ اور گنوار قوم تھی لہذا ان کے حملوں کے بعد اسلامی، عربی، فارسی تہذیب وتمدن کے بہت سے آثار مٹ گئے 656ھ میں بغداد اور اسماعیلی فرقوں کی قوت کا خاتمہ ہوا جبکہ سارے ایران پر تاتاری حکمران قابض ہوئے یعنی اب ایران پر ایلخانی برسر اقتدار تھے جنھوں نے نئے سرے سے اسلامی علوم

وفنون کی ترویج میں دلچسپی لی۔

ایلخانیوں کے بعد 713ھ سے لے کر 789ھ تک فارس اور کرمان کے علاقوں پر ان کے ملازم مظفری خاندان کی حکومت رہی اس خاندان کا خاتمہ چنگیز خان کی نسل سے تعلق رکھنے والے حکمران تیمور نے کیا772ھ سے 789ھ تک اس نے یکے بعد دیگرے بلخ ،خراسان ،سیستان ، مازندران ،آذربائیجان ،عراق وعجم اور بلاآخر فارس پر قبضہ کیااس نے خراسان ،سیستان کی حکومت اپنے بیٹے شاہ رخ اور آذربائیجان کی حکومت اپنے بیٹے میران شاہ کے سپرد کی باپ کے بعد بیٹوں میں حصول تخت کے لئے جنگ چھڑ گئی جس سے مغرب سے آنے والے قرہ قویونلو خاندان نے بہت فائدہ اٹھایا اس خاندان نے 780ھ سے 469ھ تک ایران کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کیا864ھ سے 912ھ تک ایران پر مشہور تیموری سلطان حسین بالقیرا حکمران رہا اس کا پایہ تخت ہرات میں تھا اور وہ خراسان ،سیستان اور جرجان پر حکومت کرتا رہا۔

قرہ قویونلو خاندان کے قرہ یوسف نے 809ھ میں تبریز فتح کر کے اپنی حکومت قائم کی اس کے جانشینوں نے اس شہر کو اپنا پایہ تخت بنایا ان میں سے ایک جہان شاہ تھا جسے آق قویونلو خاندان کے سردار اوزون حسن نے 874ھ میں شکست دے کر ایران پر قبضہ کیا جبکہ آخری تیموری بادشاہ ابوسعید کو بھی شکست دے کر پورے ایران پر قابض ہوگیا۔

اوزون حسن کے جانشینوں کا تصادم صفوی خاندان کے پیشواؤں سے ہوا تاہم ایران پر یہ خاندان قابض ہوتا چلا گیا شاہ اسماعیل صفوی اول نے مستحکم حکومت قائم کی اور اہل تشیع کی حمایت اور اہل سنت کی زبردست مخالفت کی۔صفوی خاندان نے 1148ھ یعنی

1736ء تک حکومت کی اس خاندان نے اپنے طویل دورحکومت میں ایران کو مذہبی اورتہذیبی اعتبار سے دیگر مسلمانوں سے الگ تھلگ رکھا،عباس اول 985ھ تا 1038ھ کے زمانے میں شاہی فوج کوتشکیل دیا اورشیعی مسلک کی زبردست حمایت کی یہی وجہ ہے کہ صفوی دور کا فارسی ادب بقول براؤن کے بالکل بے مایہ ہوکر رہ گیا، اس کے عہد میں ایران نے پہلی بار مغربی ممالک برطانیہ،نیدرلینڈ اورفرانس سے سفارتی تعلقات قائم کئےعباس کے دیگر بہت سے کارناموں نے افغانوں کے اندر ایک خاص طرح کا ردعمل پیدا کیا جو بلاآخر مملکت افغانستان کی صورت میں نمودار ہوا۔

1135ھ میں میرمحمود کی افغان فوج نے اصفہان فتح کیا جسے آٹھ برس بعد صفوی جانشین نادرقلی نےختم کیا 1148ھ میں نادرشاہ کے نام سے وہ ایران کا بادشاہ بنا۔

مشہور افغان حکمران احمد شاہ درانی اسی کا جانشین اور سپہ سالار تھا 1160ھ میں نادر شاہ کاقتل ہوا۔اوراصل طاقت شیراز کے کریم خاں زند کے ہاتھ آ گئی اس نے ایران کوایک متحد حکومت بنایا لیکن اس کے بیٹے نااہل تھے تاہم استرآباد کے قاچار قبیلے کے آغا محمد خان نے پوری سلطنت پر قبضہ جمالیا 1210ھ میں وہ تخت نشین ہوا اور 1211ھ یعنی 1797ء میں مارا گیا 1925ء تک یہ خاندان ایران پرحکمران رہا۔

ایران پرترکیہ اورروس کے حملے اکثر ہوا کرتے جنھیں نادرشاہ نے کئی مرتبہ پسپا بھی کیا جبکہ آغامحمد خان نے انھیں کئی ضربیں بھی لگائیں لیکن اس کے بعد انگلستان اورفرانس کی باہمی کشمکش نے ایران کو الجھا کر رکھ دیا نپولین ہندوستان پرحملہ کرنے کے لئے ایران سے دوستی چاہتا تھا جبکہ یہ انگریزوں کے مفاد کے خلاف تھا 1814ء میں انگلستان نے ایران کے ساتھ عہد نامہ طے کیا دوسری جانب روس کے ساتھ ایران کی جنگ شروع ہوئی 1244ھ یعنی

1828ء میں صلح نامہ ترکمان چای کی رو سے ایران کو دریائے ارس کے شمال میں پورے علاقے سے ہاتھ دھونا پڑے 1856ء میں ایران نے ہرات پر قبضہ کرلیا تو برطانیہ نے ایران کے خلاف اعلان جنگ کردیا 1857ء میں ان کے مابین صلح ہوئی جس کی رو سے ایران کو ہرات چھوڑنا پڑا رفتہ رفتہ روسی اثر اتنا بڑھ گیا کے ایران کے بہت سے علاقے روس کے ہاتھ میں چلے گئے۔

ناصر الدین قاچار کے عہد میں (1848ء تا 1896ء) میں ایران کے حالات پرسکون رہے مگر مظفر الدین کے عہد میں روس اور برطانیہ کی مداخلت معاہدہ ۱۹۰۷ء کی صورت اختیار کرگئی جس کی رو سے ایران دو حصوں شمالی اور جنوبی میں بٹ گیا۔

ایران کے شیعی مسلک نے بہت سی راہیں نکالیں یہاں بہت سے شیعی فرقے نمودار ہوئے ان میں شیخیہ اور بابی بہت اہم ہیں اس کے ساتھ ہی اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تحریکوں نے جنم لیا مظفر الدین کے ہی عہد میں جمال الدین افغانی نے تحریک اتحاد اسلامی کی داغ بیل ڈالی جس کے نتیجے میں عوامی سیاست بیدار ہوئی جس کے دباؤ کے تحت 1906ء میں بادشاہ کو دستوری حکومت کا افتتاح کرنا پڑا انقلابی تحریکیں اپنے عروج کی طرف بڑھنے لگیں تو حکومت کو مجبوراً غیر ملکیوں کی مدد کرنا پڑی پہلی عالمی جنگ میں ایران غیر جانبدار رہا 1917ء میں جب روسی طاقت کمزور ہوئی تو برطانوی افواج خلیج فارس میں اتر گئیں جنگ کے خاتمے پر ایران مجلس اقوام کا رکن بن گیا۔

1919ء میں برطانیہ کے ساتھ ایران کا معاہدہ ہوا اور اس سال سے ایران میں برطانوی سیادت قائم ہوئی دوسری جانب انقلابی قوتیں بھی تیز تر ہوئیں بلاآخر سید ضیاء الدین اور رضا خان نے طاقت کے بل پر حکومت پر قبضہ کیا رضا خان وزیر جنگ بنا 1932ء میں

اسے وزیراعظم منتخب کیا گیا اکتوبر 1925ء میں مجلس ملی نے احمد شاہ قاچار کو معزول کیا اور 13 دسمبر 1915ء کو رضا خان نے پہلوی کا لقب اختیار کر کے شہنشاہ ایران کا اعلان کر دیا۔

انقلاب ایران: Iranian Revolution:۔

قوموں کی زندگیوں میں انقلابات اچانک رونما نہیں ہوتے بلکہ ایک طویل عرصہ کے جبر واستبداد کو سہنے کے بعد جب اقوام میں اپنے حقوق کے حصول کا شعور بیدار ہوتا ہے جس کے بعد وہ بوسیدہ نظام کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے ہیں بالکل ایسا ہی ایران میں بھی ہوا اگرچہ رضا شاہ پہلوی نے جب اپنے بیٹے محمد رضا شاہ پہلوی کو اقتدار منتقل کیا تو ابتداء میں معاملات اتنے سنگین نا تھے۔

رضا شاہ پہلوی کے دور حکومت میں ایران نے خاطر خواہ ترقی کی اور جدیدیت کی طرف ٹھوس قدم اٹھایا سابقہ تمام معاہدات منسوخ کر دئے ملکی صنعت کو ترقی دی گئی قومی بینک قائم کئے گئے اور آمدنی کے ذرائع قومیا لئے گئے 8 جولائی 1937ء کو سعد آباد کے معاہدے کی رو سے ایران، ترکی اور افغانستان کا اتحاد قائم ہوا۔

16 دسمبر 1941ء کو رضا شاہ پہلوی اپنے بیٹے محمد رضا شاہ پہلوی کے حق میں تخت سے دستبردار ہو گیا اس وقت دوسری عالمی جنگ چھڑ چکی تھی اور 26 اگست سے روسی اور برطانوی فوجیں ایران میں داخل ہو گئیں ایران نے اپنی سالمیت اور تحفظ کی ضمانت پر اتحادیوں کو ملک کے تمام ذرائع مواصلات سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی مارچ 1946ء میں برطانوی اور امریکی فوجیں رخصت ہوئیں مگر روسی اڑے رہے بلاآخر سلامتی کونسل کے فیصلے کی رو سے مئی 1946ء میں وہ بھی یہاں سے رخصت ہوئے۔

اپریل 1951ء میں محمد رضا شاہ پہلوی نے تیل کی صنعت کو قومیانے کا فیصلہ

کیااس وقت ڈاکٹر مصدق وزیر اعظم تھے بہت جلد دونوں کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے ڈاکٹر مصدق نے شہنشاہ کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا لیکن 1953ء میں ڈاکٹر مصدق نے استعفیٰ دیا اور شہنشاہ نے انتظامات خود سنبھالے۔

1963ء میں خواتین کوحق رائے دہندگی دیا گیا۔

1971ء میں خلیج فارس سے برطانیہ کے نکل جانے پر امریکہ اور برطانیہ نے ایران کے لئے ایک ارب ڈالر کا دفاعی پروگرام بنایا۔

1978ء میں شاہ نے دو جماعتی نظام منسوخ کیا۔

1978ء میں شاہ کے جبر واستبداد کے خلاف عوام کی بغاوت شروع ہوئی۔

1979ء میں شاہ، ڈاکٹر مصدق کے پرانے دوست شاہ پور بختیار کو وزیر اعظم مقرر کر کے ملک سے فرار ہو جاتے ہیں۔

آیت اللہ خمینی پیرس میں سترہ برس کی طویل جلا وطنی کے بعد فاتحانہ انداز سے ایران میں داخل ہوتے ہیں 1979ء کا سال ایران کی تاریخ میں ایک عظیم الشان انقلاب کی نوید لے کر آتا ہے عوام ظلم و جبر واستبداد کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی مانند ڈٹ جاتے ہیں عوامی بغاوت کے نتیجے میں شاہ پور بختیار کی حکومت کا خاتمہ ہوتا ہے اور ڈھائی ہزار سال کی قدیم بادشاہت جس کا آغاز سائرس اعظم سے اور خاتمہ محمد رضا پہلوی کے ہاتھوں ہوا اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچی محمد شاہ پہلوی جس کو تاریخ ایک ظالم اور جابر شہنشاہ کے نام سے یاد رکھے گی کو امریکہ کی زبردست حمایت اور مدد حاصل تھی لیکن جب اس پر مشکل وقت آیا تو سب ہی نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ حالت جلا وطنی میں 27 جولائی 1980ء میں مصر کے ایک اسپتال میں نہایت کسمپرسی کے عالم میں کینسر کے مرض میں مبتلا ہو کر اس دار فانی سے کوچ

کر گیا یہی نہیں بلکہ اسے اپنے ملک میں دفن ہونے کے لئے دو گز زمین بھی نہ ملی۔

بقول شاعر!

لوح مزار دیکھ کر جی دنگ رہ گیا ہر ایک سر کے ساتھ فقط سنگ رہ گیا

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

فارسیوں (ایرانیوں) نے دنیا کی سب سے پہلی وسیع اور عظیم الشان شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی جس کا ودرانیہ ڈھائی ہزار سال پر محیط ہے اس سلطنت کا پہلا شہنشاہ سائرس اعظم اور آخری رضا شاہ پہلوی تھا فارس کے شہنشاہ اپنے لئے 'کسریٰ' کا لفظ استعمال کرتے چنانچہ ان کا دور شاہی طویل اور ہزاروں سالوں پر پھیلا تھا جس کی نظیر تاریخ میں محال ہے یہی نہیں بلکہ فارس کی سلطنت کی حدود یونان سے مشرق میں دریا سندھ تک وسعت اختیار کر چکی تھی عام طور پر شہنشاہ مطلق العنان ہوتا اور اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر حرف ایک قانون کی حیثیت رکھتا وہ تمام ملکی، قومی، خاندانی اور ذاتی نوعیت کے فیصلوں میں آزاد سمجھا جاتا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے کئی وزیر اور مشیر بھی ہوتے جو اس کی حدود سلطنت میں کئی امور کی انجام دہی میں اس کی معاونت کرتے ہیں ماسواء چند انتہائی قریبی اور خاص وزراء کے جو کبھی کبھار شہنشاہ کے کسی فیصلے سے اختلاف کی جراءت کرتے ہیں اور عوام کو شہنشاہ کے تمام احکامات پر صرف اپنا سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے عام طور پر یہ امراء اور وزراء اونچے نسب اور نمایاں سماجی حیثیت کے مالک ہوتے ہیں جبکہ شہنشاہ انھیں کئی مراعات، وظائف، تحائف
اور جاگیروں سے بھی نوازتے ہیں تاہم ان قیمتی اشیاء کے عوض یہ سرکاری عہدے دار شہنشاہ کو بوقت ضرورت سپاہ، رسد اور سامان جنگ بھی مہیا کرتے تھے عام طور پر یہ امراء ٹیکس سے بری الذمہ ہوتے قدیم فارسی تاریخ کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے ایران میں لامحدود قسم کی

استبدادیت قائم تھی چنانچہ اس اعتبار سے ہر شخص شہنشاہ کا غلام تصور کیا جاتا اور وقت ضرورت شہنشاہ کسی بھی شخص کی جان لینے میں بھی آزاد تصور تھا شہنشاہ بڑے طمطراق سے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوتا جبکہ امراء، وزراء اور دیگر درباری اس کی قدم بوسی اور اس کے آگے سجدہ بجا لاتے اگرچہ امور سلطنت میں شہنشاہ کی معاونت عام طور پر اس کے خاندان کے قریبی افراد اور رفقاء کرتے جبکہ حکومتی سطح پر سات ادارے اہم سمجھے جاتے جن میں۔

1۔جج۔2۔منجم (ماہر نجوم)۔3۔ترجمان۔4۔ساقی (شراب پلانے والا)۔

5۔کماندار ۔6۔نقیب۔7۔اور عصابردار شامل تھے اس کے علاوہ دربار اور شاہی محلات میں بے شمار خواجہ سرا بھی اپنی خدمات انجام دیتے چنانچہ اس غرض کے لئے ہر سال بابل سے پانچ ہزار خواجہ سرا بطور زر خرید کر منگوائے جاتے گو کہ یہ خواجہ سرا ویسے تو کوئی امور کی انجام دہی کیا کرتے لیکن درباری اور محلاتی جاسوسی میں ان کے کردار سے انکار ناممکن ہے جب ہی ماضی میں کی گئی کئی سازشوں میں ان خواجہ سراؤں کا اہم کردار تھا بادشاہ کو اپنے جانشین اور ولی عہد کو چننے کا مکمل اختیار حاصل تھا ویسے تو حسب روایت بادشاہ کی موت کے بعد تخت شاہی کے حصول کے لئے عام طور پر خانہ جنگی کی روایت خاصی مستحکم تھی جس میں باپ، بیٹے یا بھائیوں کا قتل تو معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

شہنشاہ کا شاہی دستہ چاق وچوبند جوانوں پر مشتمل ہوتا جو کے کئی فنون کے ماہر ہوتے اس کے ساتھ ہی وہ دشمنوں سے لڑنے کی بھی بھرپور صلاحیتوں کے حامل ہوتے یہ شاہی دستہ عام طور پر زرق برق لباس زیب تن کرتے چنانچہ دوران سفر شہنشاہ اپنے اسی خاص دستے کے جلو میں چلتا۔

موسم سرما اور موسم گرما کے دارالحکومت عام طور پر علیحدہ تھے آمدورفت کے لئے

کشادہ گزرگاہیں اور پختہ سڑکیں بھی تھیں، مورخین کے مطابق سب سے بڑی سڑک جو فارس کے حدود میں قائم تھی اور جو'سوسہ' اور 'ساروس' کو آپس میں ملاتی اس کی لمبائی اندازاً 337 میل تھی اس کے علاوہ ڈاک کا نظام بھی موجود تھا اگرچہ تیز رفتار گھوڑوں کی مدد سے پیغام رسانی کا کام انجام دیا جاتا اس کے علاوہ مسافروں اور دیگر راہ گیروں پر کڑی نظر رکھی جاتی تاکہ کسی بھی قسم کی سازش سے بروقت نبٹا جاسکے جبکہ فارس کے طول وعرض میں جگہ جگہ فوجی چوکیاں بھی قائم تھیں تاکہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت بخوبی انجام دی جاسکے۔

فارس کی مملکت کئی صوبوں (سطراپین) میں منقسم تھی جبکہ ہر صوبے کے لئے شہنشاہ کی جانب سے ایک گورنر بھی مقرر تھا جس کا تعلق عام طور پر شاہی خاندان سے ہوتا تاکہ وہ اس صوبے کے انتظامی امور کی نگہداشت کرسکے عام طور پر یہ گورنر بھی صوبائی سطح پر مطلق العنان ہوتے اور کسی میں انھیں روکنے ٹوکنے کی جراءت نہ ہوتی ماسواء شہنشاہ وقت کے اگر یہ گورنر وفادار ہوتے تو ان سے قطعاً کوئی تعرض نہ کیا جاتا لیکن 'دارا اول' نے ان گورنر پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے غرض سے ہر صوبے میں ایک فوجی عملہ بھی قائم کیا تھا تاکہ ان کی نقل وحرکت پر نظر رکھی جاسکے یہ فوجی افسران فوج کے اثرورسوخ سے بالاتر ہوتے اس کے علاوہ ہرصوبے میں جاسوسی کا مکمل نظام موجود ہوتا جو کے بادشاہ وقت کو پل پل کی خبر سے آگاہ رکھتے عام طور پر یہ جاسوس بادشاہ کے آنکھ اور کان تصور کئے جاتے چنانچہ اسی خفیہ جاسوسی کی وجہ سے کئی گورنروں کو بغیر کسی وجہ کے ان کے عہدوں سے فارغ کردیا جاتا یا شاہی حکم پر انھیں خفیہ طور پر زہر دیا جاتا لیکن تاریخی مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کے جب کبھی بادشاہ کمزور ہوتا اس کی اس کمزوری سے سب سے زیادہ فائدہ امراء وزراء اور یہی گورنر ہی اٹھایا کرتے اور اس کے خلاف کسی بھی سازش سے دریغ نہ کرتے بادشاہ وقت اکثر اپنے

صوبائی اہلکاروں اور گورنروں کے دوسرے شہروں میں تبادلے بھی کیا کرتے تاکہ کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے سے یہ لوگ کسی سازش میں شریک نہ ہو جائیں ان گورنروں اور صوبائی اہلکاروں کی تنخواہوں کی ادائے گی عام طور پر عوام کے ہی پیسوں سے کی جاتی اس کے علاوہ ہر گورنر کے دیگر فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی تھا کے وہ بادشاہ وقت کو محصول کی مقررہ رقم کی بروقت ادائی گی کرے چنانچہ ہر صوبے کے گورنر سال میں ایک بار بادشاہ کے سامنے دیگر تحائف کے علاوہ ان محصولاتی رقم کو بھی لے کر جاتے لہٰذا تمام ملکی وسائل سے حاصل شدہ آمدنی اور محصولات کی کل آمدنی بھی بادشاہ کے تصرف میں آتی اور شہنشاہ اس آمدنی کا مختار کل تصور کیا جاتا اس کے علاوہ غلہ، اناج، مال وزر، مال مویشی، غلام اور کنیزیں بھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کی جاتیں تاہم یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کے اتنی بڑی تعداد میں بادشاہوں کو تحائف روآنہ کرنے کے لئے سال بھر گورنر کے کارندے عوام کا خون چوستے رہتے اگر چہ ان گورنروں کے شاہانہ ٹھاٹ باٹ بھی بادشاہ سے کم نہ تھے وہ خود بھی پر آسائش محلات میں نہایت عیش وعشرت سے زندگی بسر کرتے اس کے علاوہ کئی غلام وکنزیں ہمہ وقت ان کی خدمت گزاری کے لئے موجود ہوتیں اگر دشمن جنگ مسلط کرتا یا کوئی سازش ہوتی تو اس صورت میں یہی گورنر اپنے اپنے صوبوں سے سپاہ روآنہ کرتے چنانچہ زرکسیز نے جب یونان پر حملہ کیا تو فارس کے تمام صوبوں سے گورنروں نے سپاہ اور تازہ دم فوجی دستوں کا انتظام کیا الغرض ملک فارس پر مطلق العنان بادشاہوں کی طویل بادشاہت ہزاروں برس تک قائم رہی جبکہ یہ شہنشاہ کبھی بھی اپنے عوام کے لئے عادل وانصاف پسند ثابت نہ ہو سکے اور نہ ہی انھوں نے عوامی سطح پر اپنی عوام کے لئے فلاحی کام کئے لیکن جب یہ شہنشاہ کمزور ہوئے تو اسی کمزور عوام نے ان ظالموں کو اٹھا کر پٹخ دیا اور فارس سے ڈھائی ہزار سالہ دور شہنشاہت اپنے انجام

کو پہنچا۔ ۲۲؎

قدیم فارس کا فوجی نظام خاصا مضبوط اور منظم تھا فارس کی حدود میں رہنے والے ہر نوجوان جس کی عمر 15 ۔ 50 برس ہوتی اسے لازمی فوج میں شمولیت اختیار کرنا پڑتی اس اعتبار سے فارس کے پاس ایک بڑی فوج تھی جو جنگوں میں بے جگری سے لڑتی لیکن امن میں وہ اپنی چھاونیوں، بیرکوں اور قلعوں میں رہا کرتے یہ فوج مختلف دستوں میں منقسم تھی فوج کا مرکزی دستہ ’دائمی‘ دس ہزار پیدل فوج پر مشتمل تھا اور اس کی تعداد ہمیشہ یکساں ہی رہتی اور اگر کبھی کمی واقع ہوتی تو بہت جلد اس کمی کو پورا کرلیا جاتا اس کے علاوہ ہر مفتوحہ علاقے کی فوج علیحدہ ہونے کے ساتھ ساتھ علیحدہ وردی پہنا کرتی اس اعتبار سے فارسی فوج کا یونیفارم بھی الگ ہوتا جبکہ مفتوحہ علاقے کے فوجی اپنے وہ ہتھیار جس کو چلانے میں ان کی مہارت اور تربیت ہوتی عام طور پر جنگوں میں اسی کا استعمال کرتے شہنشاہ وقت میدان جنگ میں ایک بڑے آراستہ رتھ پر سوار ہوتا جس کے اطراف وزراء، امراء اور شاہی خاندان کے اعلیٰ عہدے داران کے علاوہ چاق و چوبند فوجی دستہ بھی ہوتے۔ فارسی فوج اپنے دشمن کے خلاف تلوار، نیزے، تیر و کمان، برچھیاں ڈھالیں اور خنجر استعمال کرتے اس کے علاوہ میدان جنگ میں گھوڑوں اور ہاتھیوں پر بھی سواری کی جاتی اگرچہ شاہی دستے کے ساتھ کاتب، نقیب، پیغام رساں، خواجہ سرا، کنیزیں، غلام، داشتائیں اور طوائفیں بھی فوجیوں کی تفریح طبع کے لئے موجود ہوتیں مطلق العنانیت کا دور دورہ تھا چنانچہ بادشاہ کے منہ سے نکلا ہوا ہر حرف اپنے اندر ایک قانون کا درجہ رکھتا بادشاہ وقت ملک میں حکومت کے علاوہ اپنی ذات میں ایک چیف جسٹس بھی تھا لیکن وہ اپنے یہ اختیارات اکثر اہل علم کو تفویض کردیا کرتا، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرسکیں ملک میں ایک بڑی عدالت عالیہ (سپریم کورٹ) تھی جبکہ دیگر شہروں

میں کئی ہائی کورٹس اور چھوٹی عدالتیں بھی تھیں تاہم فارس کی قدیم تاریخ میں عام طور پر مذہبی پروہت یا پیشوا ہی جج کے فرائض انجام دیتے بعدازاں اگلے ادوار میں دوسرے اہل علم حضرات کے ساتھ ساتھ مرد وعورتیں بھی جج کے فرائض انجام دینے لگیں اس ضمن میں مقدمے کی سماعت کا دن اور تاریخ متعین کی جاتی اور قانونی مشیران کی بھی ایک جماعت مقدمے کی کاروائی کے دوران اپنی خدمات پیش کرتیں کوشش کی جاتی کے فیصلہ انصاف پر مبنی ہواور اس سلسلے میں رشوت یا روپے پیسے کے زور پر فیصلہ پر اثر انداز ہونے کوسخت معیوب اور جرم تصور کیا جاتا رشوت سے متعلق کوئی بات سامنے آتی تو اس شخص کوسخت سزا سے گزرنا پڑتا ناانصاف ججز کی زندہ کھال کھینچ لی جاتی ۔سزاؤں میں عام طور پر قتل کرنا، موت کے گھاٹ اتارنا، سولی چڑھانا، پھانسی دینا، سنگسار کرنا، زندہ گاڑ دینا، دو بڑے پتھروں کے درمیان سر کو کچل دینا، گلا گھوٹنا، کوڑے مارنا، زہر دینا، آنکھیں نکال کر اندھا کر دینا، زبان کھینچ لینا، قید کرنا، جسم کے کسی حصے کو گرم دھات سے داغنا، یا ہاتھ پیروں کو مخالف سمت میں کاٹ دینا شامل تھا اگرچہ معمولی جرائم میں سخت سزاؤں سے گریز کیا جاتا اگر کوئی بڑا جرم سرزد ہوجاتا جس میں قتل، زنا، چوری، ڈکیتی، اغلام پرستی، بادشاہ کی خلوت میں مداخلت یا اس کی داشتاؤں کی جانب کسی دوسرے کا متوجہ ہونا، بادشاہ کی ذاتی اشیاء کو چھونا یا اس کے تخت پر بیٹھ جانے کی گستاخی کی سزا عام طورر پر موت کی شکل میں دی جاتی

شہنشاہیت کے اپنے دستور سہی لیکن مورخین نے فارس کی شہنشاہیت کو دنیا کی کامیاب ترین اور پہلی عظیم حکومتوں میں شمار کیا ہے شہنشاہوں کے لئے یہ ضروری تھا کے وہ اپنا رعب ودبدبہ قائم رکھیں تا کہ لوگ ان سے خائف رہیں جبکہ رعایا سے نرمی ان کے لئے نقصان دہ ہوتی کیونکہ شہنشاہوں کی نرم دلی کی وجہ سے بغاوتیں اور سازشیں جنم لیتیں چنانچہ ماضی میں

شہنشاہوں کی نرم پالیسیز کے نتیجے میں اکثر انھیں شدید نقصانات اٹھانا پڑے، فارس کے اکثر شہنشاہوں نے اپنی رعایا کو مکمل مذہبی آزادی دی جس کی وجہ سے عوام کو مذہبی اطمینان اور سکھ حاصل رہا نیز عوامی سطح پر زبان اور رسم ورواج پر بھی کوئی پابندی نہ تھی، ایرانی شہنشاہیت کا نظم و ضبط اور اس کی عظمت وعروج کا مقابلہ صرف اور صرف یونانیوں نے کیا۔ مورخین سائرس اعظم اور داریوش کو عظیم شہنشاہوں میں شمار کرتے ہیں۔ ۲۳؎

اہل فارس کے بارے میں عام رائے یہ ہے کے وہ نہایت جابر، سفاک اور ظالم تھے اگر چہ شہنشاہوں کی حد تک تو یہ بات قابل قبول ہے کیونکہ ان کی ملکی ذمہ داریاں اور دشمن پر ان کی دھاک قائم کرنے کے لئے انھیں ایسا کرنا پڑا لیکن عوام الناس کے لئے شہنشاہ عام طور پر فیاض، رحم دل اور مہربان ہوتے تھے جبکہ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کے کسی ملک سے صلح کی صورت میں اس ملک اور ان کی عوام سے بھی انتہائی رواداری برتی جاتی جبکہ معاہدوں کو توڑنا نہایت معیوب اور بداخلاقی تصور کیا جاتا چنانچہ شہنشاہ فارس اپنے قول وفعل کی پاسداری کا بڑا خیال رکھا کرتے اور اس پر وہ بجا طور پر فخر بھی کرتے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس پر اہل فارس کے سر یقیناً فخر سے بلند ہیں کے انھوں نے کبھی بھی اپنے دشمنوں سے ساز باز کر کے اپنے ملک کا سودا یا کسی بھی قسم کی سازش یا اسے نقصان نہیں پہنچایا چنانچہ وہ ہمیشہ اپنے ملک وملت کے وفادار اور خیر خواہ رہے۔

عوامی سطح پر اگر بات کی جائے تو اہل فارس نہایت گرم جوش، مہمان نواز، علم دوست، بامروت، پرخلوص اور باادب تھے وہ اپنی نجی محافل میں اپنے بزرگوں کی تعظیم کرتے، بچوں سے شفقت جبکہ مہمانوں کی دل کھول کر میزبانی کرتے بعد ازاں ایران کے مطالعے سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کے وہ نہایت علم دوست اور عبادت گزار واقع ہوئے اور اپنے روز

آنہ کے معمولات میں کافی وقت علم اور عبادت پر صرف کرتے، اگر چہ مرد وعورت دونوں میں یہی رجحان پایا جاتا ان کے یہاں پاکی اور صفائی کا بھی بہت خیال رکھا جاتا وہ اپنے گھر، لباس اور شہر صاف رکھتے جبکہ کوڑا کرکٹ پھیلانا ان کے یہاں نہایت معیوب تصور کیا جاتا اس کے ساتھ ہی وہ سادہ طرز زندگی کو پسند کرتے عام طور پر نمود ونمائش اور بے جا اسراف بھی ان کے یہاں ناپسند کیا جاتا وہ اپنے بچوں سے محبت اور مہربانی سے پیش آتے تاہم سماج میں موجود کمزور، بے سہارا اور مساکین کی امداد بھی دل کھول کر کرتے اہل فارس تہوار کے مواقع پر عام طور پر سفید لباس زیب تن کیا کرتے۔

مذہب: Religion:

قدیم اہل فارس ابتداء میں آریہ قبائل کی طرح کئی دیوی دیوتاؤں کی عبادت کرتے، مورخین کی یہ رائے ہے کے قدیم فارسیوں کی مذہبی حالت وید کے زمانے کے ہندوؤں جیسی تھی وہ سورج دیوتا کے علاوہ کئی جانوروں کی بھی عبادت کرتے تھے۔

سورج پرستی: Sun Worship:

قدیم فارس میں سورج دیوتا 'متھرا' کی بھی عبادت کی جاتی شاید اس کی وجہ یہ تھی کے سورج کے طلوع ہوتے ہی ہر منظر صاف، روشن اور چمکدار اور ہر سو اجالا پھیل جانے کے ساتھ ہی حرکت، حرارت، سکون، اطمینان، خوشی اور روشنی کا احساس اجاگر ہوجاتا لیکن سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ہی قدیم انسان اندھیرے، خوف، تاریکی، سکوت، تمام دلفریب مناظر کا نگاہوں سے اوجھل ہوجانے اور ساری کائنات پر ایک سناٹے کا راج کے قیام کے سبب ہمیشہ سے ہی خوفزدہ رہا لہٰذا قدیم انسان نے سورج کی حرارت اور روشنی کی وجہ سے اس کی عبادت شروع کی اگر چہ یہ بتانا ناممکن ہے کے اس نے سورج کی عبادت کیوں کی لیکن

قرائین یہی بتاتے ہیں کے اس کی ممکنہ وجوہات یہی تھیں۔

آتش پرستی: Fire Worship:

زمانہ قدیم سے آگ کی پوجا بھی کی جاتی ہے آگ کی پرستش قدیم فارس میں اپنی مکمل شکل میں موجود تھی جہاں ایک عرصہ قدیم سے آگ کے شعلوں کو سنبھال کر رکھنے کو زرتشی مذہب کا خاصا مانا جاتا تھا لہذا آگ کو دیوتا کی زمینی تجسیم اور آسمانی نور سمجھا جاتا لیکن زرتشی صحائف میں پروہت کے لئے استعمال ہونے والی اصطلاح 'اتھرون' کا مطلب ہی آگ سے متعلقہ ہے، تاریخ میں فارس کے آتش کدے میں ہزاروں سال سے روشن آگ کے بڑے تذکیرے موجود ہیں جو کے رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں آمد کے موقع پر بجھ گئی تھی پھر اہل فارس نے جب ہندوستان کی جانب ہجرت کی تو وہ اپنے ساتھ مقدس آگ کو بھی لے گئے جبکہ بے گناہ انسان کو اپنی بے گناہی کے ثبوت کے طور پر آگ پر بغیر جلے چل کر اپنی بے گناہی کو ثابت کرنے کی رسم بھی اہل فارس اپنے ساتھ ہندوستان لے گئے بعد ازاں اس قدیم رسم نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی شکل بدلی اور یہ رسم آج مسلمانوں کے کئی قبائل میں بھی رائج ہے۔ ۲۴؎

زرتشت: Zoroaster:

زرتشت (اندازاً 628 ق م سے 551 ق م) کو قدیم فارس میں ایک عظیم مصلح زرتش مذہب کا بانی اور پیغمبر مانا جاتا ہے جبکہ زرتشت کو زرتشی یا پارسی مذہب کا بانی بھی تصور کیا جاتا ہے یہ مذہب ابتداء میں فارس کے مظاہر پرستی کی ایک اصلاح شدہ صورت ہے لیکن اس پر ثنویت کے بھی غالب اثرات تھے زرتشت کی تعلیمات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے اس کے یہاں بھی خدا کی وحدانیت کا تصور پایا جاتا تھا چنانچہ زرتشت دیوی دیوتاؤں

کی عبادت کی مخالفت کیا کرتا اگرچہ زرتشت کی زندگی پر حاصل شدہ معلومات کا بڑا حصہ قیاس پر مبنی ہے زرتشتی روایات کے مطابق زرتشت سکندر اعظم سے تقریباً 258 سال قبل گزرا تھا۔

سکندر اعظم نے ایکمینیوں کا دارالحکومت پرسی پولس 330 ق م میں فتح کیا لہٰذا اسی دور کو بنیاد بنا کر اگر یہ مان لیا جائے کے زرتشت نے 588 ق م میں وشتاسپ (جو بحیرہ ارال کے جنوبی علاقے کوراسمیا کا بادشاہ تھا) کا مذہب تبدیل کیا روایت کے مطابق اس موقع پر زرتشت کی عمر 40 برس تھی لہٰذا اس کی تاریخ پیدائش 628 ق م متعین کی جاتی ہے اس کا تعلق شہسواروں کے ایک خاندان سے تھا جبکہ وہ تہران کی ایک نواحی بستی 'رے' میں پیدا ہوا کہا جاتا ہے کے زرتشت کی پیدائش کے وقت ساری فطرت نے خوشیاں منائیں اگرچہ اس کا تعلق جس علاقے سے تھا وہ ایک غیر ترقی یافتہ علاقہ تھا جہاں کے لوگوں کی گزر بسر بھیڑ بکریوں کے دودھ پر تھی اس کے علاقے میں اکثر خانہ بدوش حملے کرتے اور لوٹ مار مچاتے چنانچہ زرتشت نے ان حملہ آوروں کو 'جھوٹ کا پیروکار' کہا۔

زرتشت ایک پروہت تھا جو 'اہوار مزدا' (دانا آقا، خدائے واحد، نیکی کے خدا) کی عبادت کا درس دیا کرتا اس کے مطابق اہورامزدا ہی تمام دیوتاؤں کا سردار ہے جس کی ہمیں عبادت کرنا چاہئے چنانچہ جب اس نیکی کے خدا کی جانب سے زرتشت پر الہامات ہونے شروع ہوئے تو اس نے اپنے آپ کو الوہی صداقت کا پیامبر خیال کرنا شروع کر دیا حسب روایت زرتشت کی تعلیمات جو کے کسی حد تک حق پر مبنی تھی اس کی مخالفت شروع کر دی گئی زرتشت پیغمبر نے اپنی تعلیمات میں یہ کہا کے 'اہورامزدا' ہی عبادت کے لائق ہے جو ایک فیاض، مہربان، دانا اور سچائی کا خدا ہے جبکہ 'اہورامزدا' ہی تمام انسانوں کو شیطان کے شرانگیزی اور اس کے تمام ناپاک منصوبوں سے بچاتا ہے اس کے برعکس ایک برائی کا خدا 'اہرمن' بھی

ہے جو کے شر کی قوتوں پر کنٹرول رکھتا ہے اور اس کا کام لوگوں کو گمراہ کرنا اور ان سے برے کام کروانا ہے۔

زرتشت مت کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے جس طرح سے نیکی کا ایک خدا 'اہورامزدا' ہے بالکل اسی طرح سے اسی کا ہم پلہ ایک برائی کا خدا 'اہرمن' بھی ہے ان دونوں نے مل کر اس کائنات کو تخلیق کیا چنانچہ دنیا میں جتنے اچھے کام ہوتے ہیں وہ 'اہورامزدا' کی وجہ سے ہوتے ہیں اور برائی کے تمام کاموں کا سہرا 'اہرامن' کے سر ہے کچھ لوگ 'اہورامزدا' اور 'اہرامن' کو بھائی بھی کہتے ہیں یعنی اہورامزدا نے نیکی، زندگی، سچ اور اچھائی تخلیق کی تو اس کے بھائی اہرامن نے بدلے میں بدی، موت، جھوٹ اور برائی کو تخلیق کیا۔ ۲۵ے

زرتشت نے اپنی تعلیمات میں یہ بتایا کے ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب دنیا سے اہرامن کا خاتمہ ہوجائے گا اور اس دنیا میں صرف اور صرف نیک انسانوں کی حکومت قائم ہوجائے گی زرتشت نے آگے چل کر مردہ انسان کے دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدے کو بھی اپنایا ہے۔

روایت کے مطابق زرتشت 77 برس تک زندہ رہا۔ زرتشت نے کئی قوموں سے خطاب کیا اور اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت بھی کی اس نے مقدس آگ روشن کی اور ایک مقدس جنگ بھی لڑی چنانچہ زرتشت کو پروہتوں، جنگجوؤں، کسانوں، دستکاروں، کے لئے ایک رہنما کی حیثیت سے جانا جاتا ہے اور اس کو شفا دہندہ بھی کہا جاتا ہے۔

زرتشت مذہب کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کی جانے لگی تاہم ہخامنشیوں کے عہد میں اس مذہب نے بہت عروج پایا لیکن جب سکندر اعظم نے فارس پر حملہ کیا تو اس نے اس مذہب کو بہت نقصان پہنچایا لیکن پھر دوبارہ ساسانیوں کے عہد میں زرتشت کی تعلیمات کو

عروج حاصل ہوا زرتشی مذہب کی ایک شاخ آفتاب پرستی بھی ہے لہٰذا آج بھی ایران میں 'گبر' اور ہندوستان میں 'پارسی' اس مذہب (زرتشی تعلیمات) کو زندہ رکھے ہوئے ہیں ایک اندازے کے مطابق ایران میں اس وقت 'گبروں' کی تعداد 20,000 ہزار ہے ہندوستان میں 'پارسیوں' کی تعداد اٹھارہ لاکھ بتائی جاتی ہے، بمبئی شہر میں پارسیوں کی تعداد زیادہ ہے پارسیوں کی مذہبی کتاب 'اوستا' ہے جو کے زرتشت کے فرمودات پر مشتمل ایک مذہبی اور مقدس کتاب کا درجہ رکھتی ہے پارسیوں کے یہاں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ مذہبی اعتبار سے پارسی ہوتا ہے کوئی دوسرا شخص اپنے پرانے مذہب کو تبدیل کر کے پارسی مذہب اختیار نہیں کرسکتا ہے آج بھی اہل مغرب پر زرتشت کی تعلیمات کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں جبکہ یونان کے اہل علم نے بھی زرتشت کے نظریات کے گہرے اثرات قبول کئے جن میں افلاطون، ارسطو، اور فیثا غورث شامل ہیں جبکہ دیگر یونانی اور رومن مصنفین نے بھی زرتشت کو مغربی دانش اور سحر کا بانی پیغمبر بتایا ہے پھر بعد میں یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی اس کے افکار کو اپنے یہاں جگہ دی۔

اوستا: Avesta:

اوستا یا زنداوستا زرتشت مت کی ایک دعائیہ مقدس کتاب ہے جو کے پیغمبر زرتشت نے تحریر کی۔ موجودہ دور میں پارسی کہلانے والے زرتشتیوں کی مقدس کتاب اسی پر مشتمل ہے لہٰذا دنیا بھر کے تمام پارسی جن کی بڑی تعداد ایران، ہندوستان اور پاکستان میں رہتی ہے وہ اسی مقدس کتاب کی پیروی کرتے ہیں اگرچہ ان کے پجاریوں کے اصل صحائف کا قدیم ترین وطن فارس تھا کیونکہ اس قدیمی مذہب کے عقائد اور فارسی تاریخ کے ابتدائی دور کی روایات کا ریکارڈ 'اوستا' میں محفوظ ہے چھٹی صدی ق م میں نشونما پانے والے زرتشت مت (جس کا اظہار

اوستا سے ہوتا ہے) اکیمینا ئیوں کا مذہب رہا ہوگا اکیمینیائی سلطنت فارس کے بادشاہوں سائرس اعظم ، دارا اول اور زرکسیز اول پر مشتمل تھی ۔ چوتھی صدی ق م میں سکندر اعظم کے ہاتھوں جب فارس کی فتح ہوئی تو اس نے ان مقدس صحائف کو جلا ڈالا اور اس مذہب کے پیرو کاروں کو بھی قتل کر دیا بعد ازاں مسلم فاتحین نے فارس کی جانب پیش قدمی کی تو ان کے دور حکومت میں زرتشت مت کا مکمل زوال عمل میں آیا چنانچہ مسلم فاتحین کے دور میں کئی زرتشتیوں نے اسلام قبول کیا لیکن متعدد نے ہندوستان میں پناہ لی وہ اپنے ساتھ اپنی مقدس کتاب لے جانے میں کامیاب ہوگئے چنانچہ انھوں نے اپنے مذہب پر عمل کیا لیکن بیشتر راسخ العقیدہ زرتشتی قدیم فارس میں رہ گئے تاہم یہی وہ پارسی تھے جنھوں نے اپنی مقدس کتاب کی حفاظت کی ۔۲۶؎

پارسیوں کا مذہبی اور اخلاقی عقیدہ کافی حد تک 'اوستا' کی تعلیمات پر مبنی ہے ان میں پروہت کا عہدہ موروثی مانا جاتا ہے عام طور پر پروہت مرکزی معبدوں میں مسلسل ایک مقدس آگ کو جلائے رکھتا ہے جبکہ ان کے تمام تہواروں میں دعائیں اور قربانی کی روایت بھی موجود ہے ۔

فارسیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

Persians view of life after death and Funeral

قدیم فارس کے زرتشت مت کے پیروکاروں کے یہاں کسی بھی انسان کی دنیاوی حالت کو دیکھ کر اس کی اخروی حالت کا پتا چلایا جاسکتا ہے جیسے اگر کوئی شخص اہورامزدا (نیکی کے خدا) کی عبادت اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتا ہے تو وہ یقیناً مرنے کے بعد 'اہورامزدا' کے حکم کے مطابق ابدی مسرت اور نور کی سلطنت میں داخل کر دیا جائے گا

جہاں اس کو ابدی سکون اور بے حد انعامات سے نوازا جائے گا جبکہ 'اہرامن' کی تعلیمات پر عمل کرنے والے شخص کو مرنے کے بعد خوف اور ظلمت کی سلطنت میں داخل کر دیا جائے گا جہاں وہ تکلیف اور درد محسوس کرے گا۔

قدیم اہل فارس جو کے مقدس آگ کی پوجا کرتے تھے یعنی پارسیوں کے یہاں انسان کی موت کے بعد اس کے جسم کو آگ یا مٹی کی آلودگی سے بچانے کے لئے اونچے مینار تعمیر کئے گئے جن کے اوپر یہ اپنے مردے رکھ دیتے تا کہ گدھ، مردار خور جانور اور دیگر پرندے اس مردے کو کھالیں چنانچہ مینار کے اوپر چوڑی جالیاں ہوتی ہیں جن پر مردے کے جسم کو رکھ دیا جاتا اور جب یہ مردہ ہڈی بن جاتا ہے تو از خود اس مینار کے نیچے ٹوٹ کر گر جاتا۔

قدیم اہل فارس بیماریوں کی اصل وجہ بدروحوں کو سمجھتے ان کے عقیدے کے مطابق یہ بدروحیں کسی بھی انسان کے جسم میں داخل ہو کر اسے بیمار کر دیتی ہیں چنانچہ ان بیماریوں کی تعداد ان کے حساب سے تقریباً 99.999 تھی چنانچہ ابتداء میں ان بیماریوں سے نجات کے لئے جادو ٹونا، جنتر منتر اور روحانی طاقت کے ذریعے صحت کے حصول کی کوششیں کی جاتیں لیکن بعد ازاں طبیبوں، جراحوں اور حکیموں سے بھی علاج میں مدد لی جانے لگی تاہم یہ طبیب غیر ملکیوں اور غیر زرتشیوں کا علاج کرتے کیونکہ عام طور پر انھیں ناتجربہ کار سمجھا جاتا اس لئے احتیاطاً زرتشی ان سے علاج سے گریز کرتے۔۲۷؎

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

قدیم فارسی زراعت کے پیشے کو ایک معزز پیشہ تصور کرتے کیونکہ زرتشت نے اس پیشے کو دیگر پیشوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر قرار دیا عام طور پر زمین پر کاشت کاری کسان اور مزدور کرتے بسا اوقات زمینیں ٹھیکے پر بھی دی جاتی جبکہ کچھ لوگ اپنی ذاتی حیثیت میں بھی

کاشتکاری کرتے جبکہ کاشتکاروں کو فصل کا ایک حصہ بطور اجرت بھی دیا جاتا لیکن کچھ زمینیں غیر فارسیوں کے پاس بھی تھیں چنانچہ قدیم کھدائی میں لکڑی اور دھات کے ہل بھی ملے ہیں جن میں بیل جوت کر کھیتی باڑی کی جاتی لیکن آب پاشی کا نظام غیر موثر ہونے کی وجہ سے کھیت کھلیانوں تک پانی بڑی مشکل سے پہنچتا گیہوں اور جوار کی خاص پیداوار تھی جبکہ اہل فارس کی مرغوب غذا گوشت اور شراب تھی شہنشاہ، امراء، وزراء، اعلیٰ فوجی افسران سے لے کر عوام وخواص تک شراب نوشی کو بہت پسند کرتے اور یہ ان کی زندگی کے معمولات میں داخل وشامل تھی چنانچہ ایک خاص شراب جس کا نام 'ہوما' تھا وہ مذہبی تقریبات اور دیوی دیوتاؤں کے تہوار کے موقع پر بکثرت استعمال کی جاتی، قدیم اہل فارس شراب نوشی کے نہایت عادی اور اس کو بے حد پسند کرتے تھے۔

قدیم فارس میں کاشتکاری کے علاوہ تجارت بھی کی جاتی لیکن اہل فارس اس پیشے کو دل سے پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کے بازار اور تجارتی مراکز میں جھوٹ اور بددیانتی کی جاتی ہے چنانچہ یہ سماج کی بری جگہیں ہیں لیکن اس کے باوجود ایک طبقہ تجارت اور اس کی سرگرمیوں سے بھی منسلک تھا لیکن تجارتی سرگرمیاں اور اشیاء کا تبادلہ اہل فارس نے اہل بابل، اہل یہود اور اہل فینوشیوں سے سیکھا تھا تاہم تجارتی اشیاء کی نقل وحمل کے لئے وہ کشادہ گزرگاہیں اور سڑکیں جو مختلف شہنشاہوں کے ادوار میں تعمیر کی گئیں تھیں انھیں استعمال کرتے اسی طرح سے اہل فارس کے پاس تجارتی سامان کی درآمدات وبرآمدات کے لئے اپنا کوئی بحری بیڑہ نہ تھا چنانچہ اس غرض کے لئے وہ فینوشیوں اور یونانیوں کے بحری بیڑوں سے استفادہ کرتے ہوئے اس کے ذریعے سامان کی ترسیل کرتے دارا اول نے اپنے دور حکومت میں ایک بڑی نہر تعمیر کروائی لیکن بعد میں آنے والوں نے اپنی لاپرواہی کے سبب

اسے بند کر دیا اسی طرح سے زرکیسز نے اپنے عہد میں ایک بحری بیڑے کو قائم کیا جسے افریقہ بھی بھیجا گیا لیکن اس کے نتائج بھی خاطر خواہ حاصل نہ ہو سکے اگلے ادوار میں ایرانی تجارتی قافلے دیگر مما لک میں بھی سامان تجارت لے کر جانے لگے جس میں انھیں کامیابی ہوئی گو کہ ابتداء میں لین دین بصورت جنس (سامان کے بدلے سامان) ہوا کرتی لیکن دارا اعظم کے دور حکومت میں سکوں کے اجراء کے بعد لین دین کے معاملات میں کرنسی استعمال ہونے لگی سکے بنانے کا خیال اہل فارس نے اہل لیڈیا سے لیا کیونکہ اہل لیڈیا نے ساتویں صدی ق م میں سونے اور چاندی کے سکے بنا لئے تھے اور وہ اسے لین دین اور کاروباری مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے اس کے علاوہ اہل لیڈیا کے یہاں ناپ تول کے لئے اوازن کا استعمال بھی جاری تھا گزشتہ سطور میں اوزان کی ایجاد کا سہرا حضرت ادریس علیہ السلام کے سر باندھا گیا تھا چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام کو وحی الٰہی کے ذریعے متعدد علوم تفویض کئے گئے جن میں اوزان کا استعمال اور ایجاد بھی شامل تھی تاہم اہل فارس نے اہل لیڈیا سے مہر شدہ سکے بنانے کا فن سیکھا بعد ازاں اہل فارس سے یہ ہنر اور فن اہل یونان نے بھی سیکھا۔

اہل فارس نے کئی کشادہ گزرگاہیں اور سڑکیں تعمیر کیں جو کے تمام بڑے شہروں سے متصل اور جڑی ہوئی تھی جس کی وجہ سے آمدورفت میں آسانی پیدا ہوئی ان گزرگاہوں پر ہر چار فرلانگ کے بعد پولیس کی چوکیاں قائم کی گئیں تاکہ سفر کو محفوظ بنانے کے ساتھ ہی مسافروں اور تجارتی قافلوں کو بھی تحفظ فراہم کیا جا سکے چنانچہ ان حکومتی اقدامات کے سبب دشوار گزار سفر آسان ہوئے چوکیوں پر مستعد اور برق رفتار گھوڑے بھی ہوتے جو کے وقت ضرورت کام میں آتے یہی نہیں بلکہ ایک مستند ڈاک کا نظام بھی موجود تھا جو کے نہایت سرعت کے ساتھ پیغام رسانی کے فرائض انجام دیتا اس کے ساتھ ساتھ ان گزرگاہوں کے آس پاس

سرائے (مسافروں کے ٹھہرنے کے ہوٹل) بھی بنوائے گئے تاکہ مسافروں کوسفر کی تھکاوٹ اور بھوک پیاس کی تکلیف سے بچایا جاسکے، اہل فارس نے دریاؤں پر پل بھی تعمیر کئے جس کی وجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام پر آنا جانا آسان ہوا تاہم عام لوگوں کے علاوہ فارسی افواج بھی ان راستوں کو استعمال کرتے ہوئے دشمنوں پر قہر کی طرح ٹوٹتی تھی۔۲۸؎

اسلامی جمہوریہ ایران: Islamic Republic of Iran:

ایران کی وزارت کا سہرہ مہدی بازرگان کے سرسجتا ہے اور وہ جمہوریہ ایران کے وزیراعظم منتخب ہوتے ہیں مہدی بزرگان ریفرنڈم کرواتے ہیں 98 فیصد ووٹ اسلامی جمہوریہ کے حق میں پڑتے ہیں مجاہدین امریکی سفارت خانہ کے عملے کو یرغمال بنالیتے ہیں اور یہ شرط عائد کرتے ہیں کے جب تک امریکہ شاہ ایران کو مقدمہ چلانے کے لئے واپس ایران نہیں بھیجے گا اس وقت تک یرغمالیوں کو رہانہیں کیا جائے گا امریکہ، ایران کا بارہ ارب ڈالر کا سرمایہ منجمد کردیتا ہے جبکہ ایک خصوصی استصواب کے ذریعے نیا آئین منظور کیا جاتا ہے 980ء میں ابوالحسن بنی صدر کو صدر مملکت منتخب کیا جاتا ہے اور صدارت کے عہدے کو فقیہ اور مجتہد یعنی آیت اللہ خمینی کے ماتحت رکھا جاتا ہے، امریکہ ایران سے شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ایران کی برآمدات پر پابندی عائد کردیتا ہے دوسری جانب امریکی فضائیہ اپنے امریکی یرغمالیوں کو چھڑانے کے لئے فضائی کاروائیاں بھی کرتی ہے لیکن اس مشن میں امریکہ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تاہم اس کاروائی کے نتیجے میں آٹھ امریکی فوجی ہلاک ہوتے ہیں۔

مئی میں 'مجلس' کے انتخابات ہوتے ہیں اور اسلامی جمہوریہ پارٹی اکثریت سے جیت جاتی ہے محمد علی رجائی وزیراعظم منتخب ہوتے ہیں 53 یرغمالیوں میں سے ایک کو رہائی ملتی ہے 22 دسمبر کو عراق ایران پر حملہ کرتا ہے جبکہ اس جنگ کی شدت میں 1982ء میں اضافہ

ہوجاتا ہے مارچ میں ایران عراق پرزبردست حملہ کرکے اپنے وہ سرحدی علاقے چھڑالیتا ہے جن پر 1980ء میں عراق نے قبضہ کیا تھا بلاآخر 20 اگست 1988ء کوایران عراق جنگ کا خاتمہ ہوجاتا ہے اس جنگ کے خاتمے کے اگلے ہی سال جون 1989ء میں آیت اللہ خمینی بھی انتقال کرجاتے ہیں ان کے انتقال کے بعد ان کی جگہ آیت اللہ خامنہ آئی اقتدارسنبھالتے ہیں۔

1991ء میں صدررفسنجانی معیشت کی بحالی کے لئے اقدامات کرتے ہیں اور سیاسی امور ومعاملات میں اعتدال وتوازن پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

1997ء مئی کے صدارتی انتخابات میں سابقہ وزیرثقافت اور اعتدال پسند رہنما محمد خاتمی صدرمملکت منتخب ہوتے ہیں لیکن آیت اللہ خامنہ ای سے ان کے اختلافات روز بروز بڑھتے چلے جاتے ہیں کیونکہ یہ معاشرتی، سیاسی اور مذہبی آزادی کے زبردست حامی تھے۔

فروری سن 2000ء میں ایران میں قومی انتخابات منعقد ہوتے ہیں جس میں اعتدال پسند تنظیم 'شرکت اسلامی فرنٹ' نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی اس سیاسی جماعت کے قائد، ایران کے صدرڈاکٹرسید محمد خاتمی کے بھائی محمد رضا خاتمی ہیں اوران کے صف اول کے رہنماؤں میں ایران کے رہبراعلی علی خامنہ ائی کے بھائی ہادی خامنہ آی بھی شامل ہیں 1979ء میں جب ایران میں قدیم شہنشاہیت کے بعد اسلامی انقلاب آیا تو پہلی بار ایران کی سیاسی فکر میں تشدد کے بجائے اصلاح واعتدال کی لہر دوڑ گئی۔

ایران پندرہ صوبوں (استانوں) میں منقسم ہے۔

جن میں ۔ا۔گیلان (صدرمقام رشت) ۲۔ مازندران (ساری)۔

۳۔مشرقی آزربائی جان (تبریز)۔ ۴۔مغربی آذربائی جان (رضائیہ)۔

۵۔کرمان شاہ (کرمان شاہ)۔۶۔خوزستان (اہواز)۔۷۔فارس (شیراز)۔

۸۔کرمان (کرمان)۔۹۔خراسان (مشہد)۔۱ اصفہان (اصفہان)۔

۱۱۔کردستان (سندج)۔۱۲۔سیستان۔۱۳۔بلوچستان (زاہدان)۔

۱۴۔تہران (تہران)۔۱۵۔سمنان (سمنان) شامل ہیں تمام صوبے ڈویژنز میں منقسم ہیں جنھیں شہرستان کہا جاتا ہے ہر شہرستان پر فرمانروا حکومت کرتا ہے۔

ایران کا سرکاری مسلک شیعی اثناءعشریہ ہے تمام مساجد اور مزار محکمہ اوقاف کے ماتحت ہیں اور تمام مدارس محکمہ تعلیم کے ماتحت ہیں جولائی 1943ء میں لازمی پرائمری تعلیم نافذ کی گئی تھی 1972ء میں تقریباً 80 فیصد بچے اسکول جاتے تھے جبکہ انقلاب ایران 1979ء کے وقت شرح خواندگی کی شرح 36 فیصد تھی جو 2016ء میں 99 فیصد تک پہنچ چکی ہے تہران یونیورسٹی ایران کا ایک بڑا تعلیمی ادارہ ہے۔

ایران نے سائنسی شعبے میں بھی بہت ترقی کی ہے وہ اسٹیم سیل اور کلوننگ ریسرچ میں دنیا کے دس ملکوں میں شامل ہے، نینوٹیکنالوجی، کیمسٹری، میڈیسن، کمپوٹر، سائنس اور ریاضی میں اس کا شمار دنیا کے 20 بڑے ملکوں میں کیا جاتا ہے یہی نہیں بلکہ ایران کا شمار دنیا کے ان نو بڑے ملکوں میں بھی کیا جاتا ہے جن کی اپنی اسپیس ٹیکنالوجی ہے اور جس نے مدار میں کامیابی سے سیٹلائیٹ کا تجربہ کیا ہے جبکہ ایران آئی بائیو ایمپلانٹ کرنے والا پہلا ملک ہے۔

اس نے اپنی فوج کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا ہے تعلیم، صحت، صاف پانی، کشادہ گزرگاہیں، بہترین سرمایہ کاری الغرض تمام شعبہ جات میں ایران نہایت کامیابی سے ترقی کے منازل طے کر رہا ہے کسی زمانے میں ایران تیل پیدا کرنے والا دوسرا بڑا ملک تھا

سن 2011ء میں اس کی تیل کی پیداوار یومیہ 36 لاکھ بیرل تھی جواب تقریباً 28 لاکھ بیرل یومیہ ہے جبکہ ایران یومیہ گیارہ لاکھ بیرل تیل ایکسپورٹ بھی کر رہا ہے۔

فروری 2012ء میں امریکی صدر باراک اوباما کے حکم پر ایران کے حکومتی اور مالیاتی اداروں کے تمام منجمد اثاثوں جن کی مالیت 100 ارب ڈالرز سے زائد تھی انھیں اسے واپس کردئے گئے اگرچہ انقلاب ایران کے بعد ایران میں قدامت پسند اور ترقی پسند دونوں ہی قیادتیں موجود رہیں لیکن ایران نے اس کے باوجود عالمی طاقتوں کو نا صرف چیلنج کیا بلکہ بہترین سفارت کاری کے ذریعے ایک باوقار انداز سے ان کے ساتھ مفاہمت بھی پیدا کیا امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے ایران کے ساتھ تعلقات بھی اب بھی کشیدہ ہیں، دوسری جانب ایران اپنے جوہری ہتھیار کے باعث ہمیشہ پابندیوں کی زد میں رہتا ہے۔

فن تحریر: Mode of writing:

فارسی رسم الخط کے حوالے سے مورخین کی یہ رائے ہے کے اہل فارس نے اہل بابل کے خط میخی اور خط پیکانی کو اپنایا تھا پھر بدستور اس رسم الخط میں گزرتے ادوار میں ترمیم واضافہ بھی ہوتا گیا چنانچہ بعد میں اہل فارس نے بہت سی اشکال کی جگہ صرف 14 اشکال کو ہی قائم کیا جو بعد میں حروف ابجد بنیں۔۲۹؎

فارسی ادب: Persian Literature:

قدیم میڈیوں کے احوال اوران کے دور کے کتبوں کی غیر موجودگی کے سبب وثوق سے اس دور کے ادب کے حوالے سے کچھ نہیں کہہ سکتے ماسوا چند یہودی اور اشوری کتبات میں موجود حقائق کے لیکن ہیروڈوٹس اور ہروسس (جو کہ کامدانی کاہن تھے) انھوں نے سکندر اعظم اور اس کے قریبی جانشینوں کے ادوار کا مطالعہ کرنے کے بعد کچھ روایات ضبط قلم

کی ہیں پھر ابھی تک مورخین اہل میڈیا کی زبان کا بھی تعین نہیں کر سکے۔

کچھ کا یہ خیال ہے کے اہل میڈیا قدیم فارسی زبان بولا کرتے تھے جبکہ ماہر مورخ پروفیسر براؤن اپنی کتاب Literary history of Persia میں لکھتے ہیں کے ہمدان کے گردونواح کی زمین کی جب کھدائی کی گئی تو وہاں سے حاصل شدہ سکوں اور خطوط سے اہل فارس کے اجداد کی اصل زبان کا تعین کیا گیا جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق زرتشت کا شہر چونکہ 'رے' یا آذربائی جان' تھا یہی وہ شہر تھا جہاں سے اہل میڈیا کی اصل زبان کا تعین ممکن ہوا کیونکہ زرتشت کی لکھی گئی کتاب 'اوستا' اہل میڈیا کی ہی زبان میں تصنیف کی گئی قرائین اور قدیم شہادتوں سے ماہرین اس نتیجے پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں کے 'اوستا' مجوسیوں کی تصنیف کردہ کتب ہے 'ژند' قدیم اہل میڈیا کی تصنیف ہے اس اعتبار سے یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کے ژند ہی دراصل ژندی زبان تھی جس زبان میں 'ژند' تصنیف کی گئی تاہم ان نظریات کی روشنی میں قدیم فارس کی زبان کی ابتداء میڈوی عہد میں ہو چکی تھی۔

سلاطین ہخامنشی کے دور میں ان کے محلات، ستونوں، چٹانوں، کتبات اور اردگرد کی کئی عمارتوں پر صاف، سہل اور آسان تحریریں کندہ ہیں جنھیں پڑھنا اور سمجھنا مشکل نہیں چنانچہ ماہرین اس تحریر کو قدیم فارسی تحریر کہتے ہیں، مورخین نے ان کتبات کے مطالعے کے بعد ہخامنشی دور کی پوری تاریخ مرتب کی اگرچہ ان سلاطین کا عروج وزوال، ملک کی بگڑتی ہوئی صورت حال، جنگی کارنامے، فتوحات، شہنشاہوں کے کارنامے مختلف جرائم کی سزائیں اور اندازِ حکمرانی ان کتبات میں تفصیلاً درج ہیں۔

فارسی ادب کا بڑا حصہ شاعری پر مشتمل ہے یہ ادب صرف فارس کی حدود تک محدود نہ رہا بلکہ فارس کی حدود وقیود کو توڑ کر ترکی اور شمالی ہندوستان میں بھی تخلیق ہوا فارسی ادب کی

شاعرانہ اور نثری روایات ایک ہزار سال تک نہایت مضبوط بنیادوں پر استوار رہیں بیسویں صدی کے بعد سے مغربی ثقافتی اثرات کی وجہ سے ادب میں نئے رجحانات پیدا ہوئے لہٰذا قدیم اور وسطی فارسی میں لکھے گئے قبل از اسلام فارسی ادب (650 ق م۔650ء) میں اوستا (وسطی فارسی صحائف اور دربار میں گائی جانے والی رزمیہ داستانیں شامل ہیں بعد ازاں ساتویں صدی عیسوی میں اسلامی تسخیر کے بعد جدید فارسی آہستہ آہستہ ایک ادبی زبان بن کر ابھری اور عربی ذخیرہ الفاظ سے بہت کچھ لینے کے علاوہ عربی رسم الخط بھی اپنایا سامانی دور (نویں تا دسویں صدی) میں ایک نیا ادبی عہد شروع ہوا اور فارس کی قدیم روایات اسلامی ثقافت میں مدغم ہوگئیں اس کے ساتھ ہی فارسی ادب نے اسلام کو صرف عربی کے ساتھ تخصیصی تعلق سے آزاد کرتے ہوئے اسے ہمہ گیر بنانے میں کافی اہم کردار ادا کیا۔عربی ہیئت اختیار کرنے والی فارسی شاعری کا پرجوش آغاز نویں صدی میں ہوا اس کی چار مرکزی صنف ہائے سخن یہ ہیں۔

۱۔داستان۔ ۲۔قصیدہ۔ ۳۔مثنوی۔ ۴۔غزل۔

دسویں صدی عیسوی میں فارسی ایک پختہ اور غنائی وسیلہ اظہار بن چکی تھی جیسا کے بابائے فارسی شاعری Rudaki کے کام سے عیاں ہے اس کی موت سے چند سال بعد فارسی رزمیہ داستان کی روایت (جس کا ماخذ اوستا اور وسطی فارسی تحریریں تھیں) کا آغاز ہوا پہلا رزمیہ شاعر 'مرواضی' تھا جس نے 910ء میں ایک شاہ نامہ تخلیق کیا اس کے بعد دسویں صدی کے شاعر دقیقی (وفات تقریباً 980ء) کا ایک نسبتاً زیادہ مشہور شاہ نامہ آیا لیکن فردوسی کا شاہ نامہ مشہور ترین ہے فردوسی نے تقریباً ۳۵ برس اپنے اس کام پر صرف کئے چنانچہ شاہنامہ فردوسی میں 60,000 اشعار لکھے گئے ہیں جو 1010ء میں مکمل ہوا شاہ نامہ فردوسی قدیم

عہد سے لے کر 651ء میں آخری ساسانی بادشاہ کی موت تک فارسی بادشاہوں کی ایک مرتب تاریخ ہے جس میں مختلف شہنشاہوں کے عروج وزوال اور ان کی انتظامی صلاحیتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جبکہ تغیرات زمانہ کو بھی ضبط تحریر کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ مختلف جنگی مناظر کو بھی صراحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے چونکہ فردوسی ایک باکمال قصہ گو بھی تھا جس کے کرداروں میں سورما اور دیوشامل تھے لیکن اس کی زبان مبالغہ آرائی سے پاک تھی قصیدہ، داستان سے ایک مختلف صنف ہے اور پہلی بار اسے 'رودکی' نے استعمال کیا قصائد دراصل ایک قسم کی مدح سرائی ہے لیکن کبھی کبھار اس میں دکھ اور ناصحانہ رنگ بھی جھلکتا ہے نیز قصائد میں فلسفیانہ اور سوانحی ادب کا رنگ بھی اکثر اوقات جھلکتا ہے چنانچہ سارے قصیدے میں ایک ہی قسم کا ردیف اور قافیہ کی پابندی کی جاتی ہے جبکہ اس کی اوسط طوالت 100 ۔160 اشعار تک ہوتے ہیں لیکن 200 اشعار پر مشتمل قصائد بھی دستیاب ہیں اس صنف میں فردوسی کے معاصرین مندرجہ ذیل ہیں۔

عنصری (وفات 1049ء)، اسجدی اور فرخی (انھیں غزنی میں سلطان محمود کے دربار میں 400 جید شعراء میں عظیم ترین قرار دیا گیا تھا) اسی طرح سے فارسی ادب کی طویل ترین تاریخ میں متعدد قصیدہ نویسوں میں سے انوری کو اولین حیثیت حاصل ہے فلسفیانہ قصائد کا ایک موقر مصنف ناصر خسرو (وفات اندازاً 1072ء) جس کی تصانیف میں سے ایک کا ترجمہ انگریزی زبان میں بھی کیا گیا ہے خسرو کا ہی ایک ہم عصر عمر خیام، رباعیات کا عظیم ترین مصنف تھا اس نے چار مصروں پر مشتمل خوبصورت رباعیات تخلیق کیں تیرہویں صدی کے نصف آخر اور چودھویں صدی کے نصف اول کو فارسی شاعری کا عہد زریں کہا جاتا ہے منگول حملوں کے دوران اس عہد میں فارسی کے تین عظیم ترین شعراء موجود تھے سعدی، رومی اور

حافظ اور ان سب نے غزل میں ایک سے بڑھ کر ایک کمالات دکھائے جو قصیدہ کی طرح ایک ہی ردیف میں قافیہ میں چلتی ہے عام طور پر غزل میں پانچ سے پندرہ اشعار ہوتے ہیں اور اس کے برعکس طویل بیانیہ نظم مثنوی رزمیہ اور رومانوی کہانیاں یا باطنی اور فلسفیانہ موضوعات کے لئے موزوں ہیں اگر چہ طویل ترین مثنویاں صوفیاء کی لکھی ہوئی ہیں ان میں پہلی طویل صوفیانہ مثنوی حکیم سنائی کی 'حدیقۃ الحقیقۃ' ہے اس کے بعد صوفیانہ مسالک کے شارح عطار اور رومی مثنویاں آتی ہیں ان میں رومی کی مثنوی معنوی چھ ابواب اور 30,000 اشعار پر مشتمل ہے جبکہ اس کا بنیادی موضوع محبت اور عشق ہے تاہم رومی کی توجہ کا اصل مرکز انداز زندگی، اس کا مقصد اور خدا کے ساتھ انسان کی روحانی وصال کی آرزو ہے مثنوی معنوی اپنے قاری پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے چنانچہ اہل علم مثنوی معنوی کو اسلامی ادب کا شاہکار مانتے ہیں بعد ازاں رومانوی مثنوی بھی لکھی گئی جس میں نظامی کی 'خسرو وشیرین' ہے جو مخمص میں لکھی گئی ہے پھر رفتہ رفتہ چودھویں صدی میں شاعرانہ انحطاط شروع ہوا اور اس ترتیب کا آخری عظیم کلاسیکی شاعر جامی تھا جس نے نظم ونثر دونوں ہی میدانوں میں کمالات دکھائے اور داد وصول کی دوسری جانب ہندوستان میں بھی فارسی شاعری وادب نے ترقی پائی چنانچہ اس دور میں امیر خسرو نے اعلی درجے کی رومانوی مثنوی تخلیق کی جبکہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کے انھوں نے اپنی شاعری میں نظامی سے اثرات قبول کئے پندرہویں صدی اور بالخصوص سولہویں صدی میں متعدد فارسی شعراء ہندوستانی شاہی دربار کی جانب کھنچے چلے آئے ہندوستانی مکتبہ کا انداز واپس فارس پر اثر انداز ہوا اور صفوی (سولہویں تا اٹھارہویں صدی) شاہان کے دور حکومت میں مرزا اسد اللہ خان غالب کی شکل میں ایک معیار کی شکل اور حیثیت میں سامنے آئی ان کے انداز کو ہندوستان میں سبق ہندی کے نام سے جانا جاتا ہے

اس کا عظیم ترین شارح صائف تھا جس کی نظمیں اپنی تمثیلات کی وجہ سے مشہور ہوئیں ابتدائی دانشور اور ماہرین الہیات میں سے زیادہ تر نے اپنی تحقیقات عربی زبان میں لکھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ فارسی نثر بھی موجود رہی جبکہ فارسی نثر کے قدیم ترین دستیاب نمونوں میں سے ایک شاہ نامہ فردوسی کا دیباچہ (978ء) ہے جبکہ عرب مورخ طبری کی تفسیر القرآن کا ترجمہ 960ء اور 977ء کے درمیان محققین کے ایک گروپ نے کیا پھر عہد سلجوق

(12۔11 صدی) میں خوشگوار انداز کا حامل نثری ادب پروان چڑھا جس کی مقبول ترین صنف Mirror for Princes تھی عملی ذہانت اور طرز عمل کی ہدایت پر مبنی کتابچے ابتدائی آئینوں میں گرگان کے حکمران کیکاؤس ابن اسکندر کا تحریر کردہ 'قابوس نامہ' (1082ء) پرکشش ترین ہے تاہم بعد کی ناصحانہ تحریروں میں عظیم ترین نثری استاد سعدی تھا جس نے 'گلستان' (1218ء) میں محاورے جمع کئے جبکہ کلاسیکی فارسی ادب میں ڈرامے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی اور تعزیے ادبی معیار پر پورا نہ اترتے تھے لیکن وہ قومی شعور میں گہری جڑیں رکھتے تھے پھر انیسویں صدی میں انھیں نہایت مقبولیت حاصل ہوئی اگرچہ اٹھارہویں صدی کے آخر میں مغرب کے ساتھ تعلق سمیت متعدد اثرات فارسی ادب میں تبدیلی لانے لگے انیسویں صدی کے عظیم ترین فارسی مصنف قائم مقام کی Mon Sha'at خطوط نویسی کے فن کی جانب ایک نئے نکتہ نظر کی نمائندگی کرتی ہے انیسویں صدی کے نصف آخر میں فارسی نثر کا بارہویں صدی سے چلا آرہا مسجع انداز سادگی کی جانب مائل ہونے لگا اور اس کے نفس مضمون میں کچھ تبدیلیاں بھی آئیں پھر سماجی اور سیاسی برائیوں کے متعلق ایران میں متعدد تحریریں بھی لکھی گئیں اگرچہ اس صدی کے اختتام پر صحافت نے بھی زور وشور سے نشونما پائی لیکن حب الوطنی کے جذبات سے معمور ہوکر کچھ ڈرامے بھی لکھے گئے ان تمام

سرگرمیوں کے نتیجے میں قومی بیداری عمل میں آئی جو کے 1905ء کے آئینی انقلاب پر منتج ہوئی 1919ء میں فارسی افسانوں کا پہلا مجموعہ سامنے آنے کے بعد پھر اس صنف سخن نے فارسی مصنفین کی توجہ اپنی جانب مبذول کی ان مشہور ترین افسانہ نگاروں میں ایم اے جمال زادہ، صادق ہدایت، بزرگ علوی، صادق چوبک اور جلال آل احمد شامل ہیں جبکہ ہدایت کی حقیقت پسندانہ تحریروں نے نوجوان اہل قل کو گہرائی میں متاثر کیا چنانچہ بعد میں اسے ایران کے اہم ترین مصنفین میں شمار کیا جانے لگا پھر عالمی جنگ کے بعد شاعری نے ایک نئی قوائیت حاصل کی اور کچھ جدید شعراء نے نیما یوشج کی پیروی میں روایت سے تعلق توڑا اور نظم معریٰ میں تجربات کئے۔ مغربی مفہوم میں ڈرامے کا آغاز انیسویں صدی میں ہوا اور مشہور ڈرامہ نگار ملکام خان اور سعیدی ہیں۔ ۳۰

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

قدیم اہل فارس فن تعمیر میں کسی کے دست نگر نہ تھے بلکہ ان کا اپنا طرز فن تعمیر تھا جو انھیں دوسروں سے ممتاز کرتا چنانچہ قدیم اہل فارس پکی اینٹوں سے تعمیرات کے فن سے آشنا تھے انھوں نے عظیم الشان محلات، بلند و بالا عمارتیں، منادر، مقابر اور سرکاری عمارتیں مختلف شہروں میں بنوائیں جن میں پرسی پولس، پارسارگاد، سوسہ اور ایکبتانہ شامل ہیں مختلف شہنشاہوں نے اپنے دور اقتدار میں تعمیرات کی جانب خصوصی توجہ دی جس کی وجہ سے جگہ جگہ عظیم الشان یادگاریں قائم ہوئیں جو اہل فارس کی عظمت رفتہ کی ایک مثال ہے اہل فارس اپنی عمارتوں پر نفیس نقش و نگاری کرتے چنانچہ زرکسیز، دارا، خسرو، اور سائرس کے دور اقتدار میں کئی یادگاریں تعمیر کی گئیں جبکہ سائرس اعظم کے حوالے سے تو مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کے اس نے پارسارگاد میں ایک عظیم الشان مقبرہ تعمیر کروایا جو آج بھی موجود ہے جبکہ اکثر ایرانی اسے

حضرت سلیمان کی مسجد سے بھی ماخوذ کرتے ہیں سائرس اور دارا کے مقابر کی تعمیر بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے دارا کا مقبرہ دور سے ہندو مندر جیسا معلوم ہوتا ہے جس کے درمیان میں ایک بڑا چبوترا ہے جس پر تصویر بنی ہوئی اور اس تصویر میں دارا کو چاند کی پرستش کرتے دکھایا گیا ہے اسی طرح سے زرکیسز کے محل میں 72 ستون ہیں اور دارا کے محل میں بھی کئی بلند و بالا ستون قائم ہیں جن سے ان محلات کی عظمت اور جلال کا ایک تاثر قائم ہوتا ہے یہی نہیں بلکہ ان ستونوں کے علاوہ سیڑھیاں، چبوترے، دلان، طویل راہداریاں اور بے شمار کشادہ کمرے بھی موجود ہیں قدیم اہل فارس نے کشادہ اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کروائیں جن کے اطراف باغات لگائے جو ان کے باذوق ہونے اور فطرت سے محبت کا ایک ثبوت ہے اہل فارس اپنے کشادہ گھروں کو صاف رکھتے، گھر کے اندرونی حصوں کو نفاست سے سجاتے اور اپنے ہاتھوں کے بنے ہوئے قیمتی قالینوں سے فرش کی زینت میں اضافہ کرتے یہی نہیں بلکہ ان کے یہاں اعلیٰ قسم کا اور عمدہ لکڑی کا بنا ہوا فرنیچر بھی استعمال کیا جاتا۔

محلات کی سجاوٹ بھی نہایت تزک واحتشام سے کی جاتی، بیش قیمت قالین، عمدہ فرنیچر، بلند درودیوار، کشادہ کمرے، راہداریاں، باغات، اونچے بام ودر سونے چاندی اور قیمتی جواہرار سے مزین منبر اور تخت، سونے چاندی اور قیمتی بلوریں کے جام وساغر، قیمتی اور بیش قیمت زیورات، عمدہ اور نفیس گلدان ومرتبان جس میں تازہ پھول سجائے جاتے۔

اہل فارس مرد وعورتیں زیورات پہننے کے بھی شوقین تھے۔بغیر کسی صنفی امتیاز کے دونوں ہی بھاری بھرکم زیورات کا استعمال کرتے جس میں قیمتی زروجواہرات بھی جڑے ہوتے عام طور پر ان زیورات میں ہار، کان کے بندے، بازو بند، انگوٹھیاں، پازیب اور کڑے شامل ہوتے جبکہ شاہی خاندانوں سے وابستہ خواتین سونے کے جوتے جس میں زرو

جواہرات منقش ہوتے وہ بھی بڑے کروفر سے زیب تن کرتیں یہی نہیں بلکہ شہنشاہوں کے تخت وتاج، ان کے محلات کے ستون، کمرے کے فرنیچر، ذاتی استعمال کی اشیاء اور برتن بھی سونے، چاندی اور قیمتی پتھروں سے بنی ہوتیں۔

موسیقی: Music:

فارسی تہذیب کو دنیا کی قدیم تہذیبوں میں شمار کیا جاتا ہے اگر چہ ساتویں صدی ق م میں یعنی اشوری دور سے ہی ایران میں موسیقی نے رواج پانا شروع کر دیا تھا پھر جب سکندر اعظم نے ایران میں اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑے تو ایرانیوں نے یونانیوں کے تہذیبی اثرات کو بھی قبول کرنا شروع کیا،مشہور فارسی شاعر فردوسی کے مرتب شاہنامہ فردوسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کے فارس کی کسی بھی سماجی اور نجی محفل میں موسیقی اور رقص کو خاص اہمیت دی جاتی تھی اور اس محفل کی تکمیل ہی موسیقی پر ہوتی چنانچہ قدیم اہل فارس رقص وموسیقی کے انتہائی رسیا تھے اور ان کی نجی محافل میں اس کا بالخصوص اہتمام کیا جاتا جبکہ شہنشاہوں، امراء اور وزراء کے یہاں تو اس فن کے ماہرین اپنے فنی کمالات دکھاتے اور بادشاہ سے داد اور بیش بہا تحائف بھی وصول کرتے عام طور پر بطور ساز بربط، بانسری، ڈھول،طنبورا، رباط،قنار، مستک، نامی، تبک اور باجوں کا استعمال کیا جاتا۔[۱۳]

ایران پر جب اسلامی سلطنت کا غلغلہ چھایا اور مسلمانوں نے یہاں کی باگ اقتدار کو تھاما تو ایک سماجی، سیاسی،معاشرتی اور تہذیبی تبدیلی بھی رونما ہوئی پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان تہذیبی روایات میں بھی بدلاؤ آیا بعد کے ادوار میں دربار خلافت کی موسیقی کے بعض محقق ایرانی النسل تھے جن میں السرخسی،عبیداللہ بن طاہر (انھیں فلسفہ موسیقی میں ایک بلند مقام حاصل ہے) ابن خردازبہ (علم موسیقی کا مورخ) محمد بن احمد خوارزمی

(مصنف مفتاح العلوم) شامل تھے اوران سب ہی مصنفین نے موسیقی پر عربی زبان میں لکھا ساسانی حکمرانوں کا دور 874ء۔ 899ء تک میں ایران نے علم وادب، موسیقی اور کئی فنون لطیفہ میں بڑی تیزی سے ترقی کی چنانچہ اسی دور میں معروف مغنی رود نے چنگ وبربط نوازی میں کئی کمالات دکھائے ابن سینا سامانی بادشاہ نوح ثانی کا منظور نظر تھا تاہم دربار شاہی میں قابل مغنیوں کا ایک ہجوم لگا رہتا جو اپنے فن کی داد اور قیمتی تحائف کے حق دار ٹھہرتے اسی طرح سے فرخی بھی رود کی طرح شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ چنگ بجانے میں مہارت رکھتا جسے غزنہ کے امراء اور سلاطین اسے نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے کیونکہ غزنہ کے سلاطین ایران وترکستان کے کئی علاقوں پر حکمرانی کرتے تھے لہٰذا بعد میں سلجوقی سلاطین کے دربار سے مشہور عالم مغنی کمال الزماں نے شہرت حاصل کی جبکہ خوارزمی شہنشاہوں کے دور اقتدار میں 1077ء۔ 1231ء میں ایران میں راگ ورنگ عام ہوگیا یہی نہیں بلکہ قبول اسلام کے بعد مغول حکمرانوں نے بھی غنا اور مغنیوں کی سرپرستی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی وہ انھیں نہایت فراخدلی سے نوازتے، ہلاکو خان کے شاہی منجم نصیرالدین طوسی نے بھی فن موسیقی پر ایک رسالہ تصنیف کیا جبکہ طوسی کے شاگردوں نے بھی اپنے استاد کے کام کو ترقی دی چنانچہ مغول حکمرانوں کے عہد یعنی (1254ء۔ 1349ء) میں ایران میں موسیقی کا عروج رہا بعدازاں ترکمان خانوادوں، جلائری سلاطین وشیوخ کے دور حکمرانی میں بھی فن موسیقی اور ماہرین فن کی پذیرائی ہوتی رہی۔ ایران کے صفوی خاندان 1502ء۔ 1893ء میں ایرانی موسیقی کا احیاء مکمل طور پر عمل میں آیا لیکن بعد کے ادوار میں ایرانی موسیقی پر بیرونی اثرات نے غالب ہوئے اگرچہ پرانے آلات موسیقی متروک ہوگئے اوران کی جگہ نئے سازوں بالخصوص یورپی سازوں نے لی لہٰذا اب پیانو، گراموفون، وائلن، گٹار، ریڈیو، ٹیلی وژن اور دیگر کئی ذرائع

اس نئی موسیقی کوفروغ دے رہے ہیں جبکہ ایسے کئی ادارے بھی قائم کئے گئے جو کے یورپی موسیقی کی تعلیم وتربیت میں اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔۳۲؎

فارسی زبان: Persian Language:

فارسی زبان کا تعلق ہند یورپی زبانوں کی ایک ایرانی شاخ سے ہے جو دنیا بھر میں کئی جگہوں پر بولی جاتی ہے یہ ایران (سابق فارس) کی زبان ہے جبکہ یہ افغانستان کے علاوہ تاجکستان وکوہستان اور پامیر میں بھی بولی جاتی ہے ماہرین لسانیات نے ایرانی زبان کے تین ارتقائی مراحل کا تعین کیا ہے۔ا۔پرانی۔

۲۔وسطی۔۳۔جدید۔

ا۔پرانی ایرانی زبان:

اس زبان کی نمائندگی اوستائی اور قدیم فارسی کرتی ہے غالباً قدیم فارس کے شمال مشرق میں بولی جانے والی اوستائی زرتشی صحائف اوستا کی زبان ہے جبکہ احیائے اسلام سے قبل اوستائی کا استعمال صرف اور صرف مذہبی مقاصد کے لئے کیا جاتا جبکہ قدیم فارسی کے ریکارڈ جنوب مغرب میں فارسی سلطنت (331۔550 ق م) کے بادشاہوں کی کندہ تحریروں میں ملتے ہیں بالخصوص دارا اول اور سائیکس ارس اول کے دور کی اگرچہ قدیم فارسی اوستا کا سنسکرت کے ساتھ بھی قریبی تعلق ہے کیونکہ سنسکرت یونانی اور لاطینی کی طرح نہایت بلند آہنگ ہے۔

۲۔وسطی ایرانی:

وسطی ایرانی کی نمائندگی صرف وسطی ایرانی اور پارتھیائی زبان کرتی ہے لیکن وسط ایشیاء کی متعدد زبانیں بھی اس سے منسلک ہیں پارتھیائی زبان، پارتھیائی سلطنت

(؟250ق م ۔224ء) کی زبان تھی اگرچہ ساسانی عہد کے ابتدائی بادشاہوں کی کندہ تحریریں اس زبان کا ریکارڈ ہیں لیکن ساسانیوں کی وسعت حاصل کرنے پر یہ زبان انحطاط کا شکار ہوگئی تاہم اس نے فارسی زبان پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے ساسانی سلطنت (651۔224ء) کی زبان کو بالعموم پہلوی کہا جاتا ہے وسطی فارسی زبان کی گرامر قدیم فارسی زبان کی گرامر سے نسبتاً سہل اور آسان ہے اور اسے عموماً غیر واضح (آرامی سے ماخوذ) رسم الخط میں لکھا جاتا لیکن ساتویں صدی عیسوی میں جب عربوں نے فارس کو فتح کیا تو یہ زبان زوال پذیر ہوگئی اگرچہ زیادہ تر وسطی فارسی ادب عربی زبان میں ترجمہ ہوگیا ہے لیکن زیادہ تر تحریریں اسلامی دور میں ضائع ہوگئیں ساسانی عہد کے فارس یا وسط ایشیاء کے سرحدی خطوں میں دیگر وسطی ایرانی زبانیں بھی بولی جاتیں کھیوا میں خوارزمی، باکتریا میں باکتری ،سوگڈیانا میں سوگڈیانی ،مشرقی ترکستان میں شکا بولی جاتی ہے جبکہ سوگڈیانی میں عیسائی ،بودھی اور سیکولر ادب بھی لکھا گیا اور شکا کا کھوتانی لہجہ اہم بودھی ادب کا وسیلہ بنا لیکن بیشتر خوارزمی تحریریں قبل از اسلام دور کی ہیں، باکتری افغانستان سے دریافت ہونے والی چند ایک کندہ تحریروں سے ملتی ہے۔

۳۔ جدید فارسی:

جدید فارسی کو نویں صدی میں ترقی ملی یہ پارتھیائی اور وسطی فارسی عناصر کی حامل عام زبان تھی اس میں دیگر ایرانی زبانوں نے بھی اپنے اثرات مرتب کئے ہیں۔۳۳؎

فارسی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Social Status of Persian Women's in their Society

قدیم فارس میں خواتین کو کئی سماجی معاملات میں کافی آزادی حاصل تھی جیسے کے وہ بغیر پردہ آزادانہ گھوم پھر سکتیں اپنی پسند کی شادی بیاہ کے فیصلے، جائیداد کا حصول اور اس کے تمام تر مالی معاملات کے انتظامات، اپنے شوہر، بچوں، گھر اور معاشرتی سطح پر صلاح مشورے وغیرہ لیکن شہنشاہ دارا اعظم کے عہد حکمرانی میں شاہی خواتین کے آزادانہ میل جول پر کئی پابندیاں عائد کرتے ہوئے انھیں پردے کا بھی پابند بنادیا گیا لیکن عام اور غریب خواتین ان پابندیوں سے مستثنٰی تھیں بیشتر خواتین اپنے مردوں کے ساتھ باہر کے امور انجام دیا کرتیں بعد ازاں شادی شدہ خواتین اپنے محرم رشتے داروں سے بھی پردہ کرتیں اور غیر مردوں سے بات چیت سے بھی گریز کرتیں، شہنشاہوں کے حرم میں بے شمار داشتائیں تھیں جنھیں محل میں خاص اہمیت اور مقام حاصل تھا جبکہ یہی خواتین اپنے شہنشاہوں کے لئے جاسوسی کے فرائض بھی انجام دیتیں اکثر یہ داشتائیں محلاتی سازشوں میں دیگر خواجہ سراؤں کی طرح اہم کردار ادا کرتیں جبکہ یہی داشتائیں میدان جنگ میں شہنشاہوں اور امراء کی دلجوئی کے لئے بھی موجود ہوتیں۔

امراء، وزراء اور صاحب ثروت افراد کے پاس ہمہ وقت کئی داشتائیں ان کی دلجوئی کے لئے موجود ہوتیں اور یہی داشتائیں اپنے مالک کے حکم پر ان کے مہمانوں کے سامنے بھی پیش کی جاتیں۔

فارس کے مرد ایک سے زائد بیویاں رکھ سکتے تھے جبکہ داشتائیں رکھنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ملکی فوج میں اضافہ کیا جاسکے اور ان داشتاؤں سے لڑکے پیدا ہوں جو آگے

چل کر سپاہ کے امور انجام دے سکیں چنانچہ قدیم فارس میں شادی شدہ افراد کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا اسی طرح سے ان سے پیدا ہونے والے بچے بھی سماجی سطح پر باعزت نگاہ سے دیکھے جاتے تھے بالخصوص وہ شخص جس کے کئی بیٹے ہوتے کیونکہ بیٹوں کو والدین کا سہارا اور کمانے کا ذریعہ خیال کیا جاتا تھا چنانچہ جس شخص کے زیادہ بیٹے ہوتے اسے اس کے خاندان اور سماج میں بلند نگاہی سے دیکھا جاتا اور انھیں حکومتی سطح پر انعامات سے بھی نوازا جاتا کیونکہ یہ بیٹے آگے چل کر ملکی دفاع میں اہم کردار ادا کریں گے اگرچہ سماج میں لڑکیوں کی بھی کسی حد تک تکریم کی جاتی کیونکہ انھیں دوسرے گھروں کی گھرہستی کو سنبھالنا اور اولاد کو پیدا کرنا تھا لیکن اس کے برعکس جو شخص صاحب اولاد نہ ہوتا تو فارسی سماج میں اس کی کوئی توقیر نہ ہوتی سماجی سطح پر زنا قابل معافی جرم تھا جبکہ اسقاط حمل کو قدیم فارس میں نا قابل معافی جرم تصور کیا جاتا تھا اور اس کی سزا موت ہوتی سماجی سطح پر لڑکے لڑکیوں کو اپنی پسند کی شادی کا اختیار حاصل تھا لیکن بیشتر شادیاں والدین کی مرضی سے ہوتیں اور بچوں کے بلوغت کے بعد عام طور پر والدین ان کی بہتر جگہ شادی کے لئے سرگرداں رہتے عام طور پر شادی کے موقع پر جہیز کی کوئی روایت موجود نہ تھی۔

ہیروڈوٹس کے مطابق قدیم فارس میں بیشتر شادیاں بھائی، بہنوں یا باپ بیٹی کے درمیان بھی ہوئیں جس کو سماجی سطح پر معیوب نہ سمجھا جاتا، بچے پانچ برس تک اپنی ماؤں کے زیر تربیت رہتے جبکہ سات برس کی عمر میں وہ اپنے والد کے حوالے کئے جاتے عام طور پر وہ اسی عمر میں مدارس میں بھی حصول تعلیم کے غرض سے داخل کر دئے جاتے لیکن اپنی اولاد کو اچھی تعلیم دلوانا عام طور پر ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ امراء، وزراء اور اعلیٰ عہدے داران ہی اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتے جبکہ مدارس یا اسکول عام طور پر مندروں یا

کاہنوں اور پروہتوں کے گھروں پر قائم ہوتے جہاں یہ بچے تحصیل علم کرتے جبکہ اہل فارس مدارس، اسکول یا کاہن و پروہت کے گھروں کو بازار سے دور کسی پرسکون مقام پر بناتے تا کہ تحصیل علم بھرپور توجہ اور یکسوئی سے کی جاسکے اسی طرح سے دوران تعلیم فرد کے رویے اور اس کے کردار کی خاص تربیت کی جاتی بچوں کو عام طور پر قانون، طب، حساب، جغرافیہ، تاریخ اور دینیات پڑھائی جاتی جبکہ کچھ چیزیں زبانی ازبر بھی کروائی جاتیں عام طور پر یہ تعلیمی دورانیہ ۲۴ سال کی عمر تک جاری رہتا جبکہ دوران تعلیم ان لڑکوں کو گھڑسواری، نیزہ بازی، تیر اندازی اور دیگر فنون حرب کی بھی تربیت دی جاتی اس کے ساتھ ہی اعلیٰ عہدوں پر کام کرنے کے طور طریقے، شاہی محل کے آداب واطوار اور سچ بولنے کی اہمیت کی جانب ضرور توجہ کروائی جاتی قدیم فارس میں اہل یونان کی طرح ہم جنس پرستی کا شوق اور میلان بھی موجود تھا قدیم فارس میں جانوروں کے ساتھ بھی رحم دلانہ رویہ روا رکھا جاتا چنانچہ فارسی سماج میں بیل اور گائے کی تکریم کی جاتی جبکہ کتے کو پالنا اور اس کی گھر میں ایک فرد کی حیثیت سے دیکھ بھال ضروری تصور کی جاتی چنانچہ کتوں کی غذا کا خاص اہتمام کیا جاتا اور انھیں بھوکا رکھنا، ناکافی یا زیادہ گرم غذا دینا جرم تصور کیا جاتا تاہم اس سماج میں ان جرائم کی سخت سزائیں متعین تھیں۔ ۳۴ ؎

حوالہ کتب:

۱۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب۔ یاسر جواد۔ جلد اول۔ ص۔ ۸۹ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب۔ یاسر جواد۔ جلد اول۔ ص۔ ۸۹ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب۔ یاسر جواد۔ جلد دوم۔ ص۔ ۲۰۱۳۔ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۴۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب۔ یاسر جواد۔ جلد دوم۔ ص۔ ۱۶۹ الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۵۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔ص۔۱۳۵۶۔طلوع اسلام ٹرسٹ۔۱۹۹۸ء۔

۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۹۵۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۱۰۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۹۵۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۹۵۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۲۰۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۲۷۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۵۷۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۱۰۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۴۵ا الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۴۵۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۴۵۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۷۔الطبقات الکبریٰ۔کاتب۔محمد بن سعد بن منیع الواقدی (متوفی۔۲۳۰ھ)۔جلد۔۱۔ص۔۱۱۶۔دارالفکر بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۱۸۔اخبار الطوال۔ابوحنیفہ دینوری۔ص۔۱۱۶۔

۱۹۔تاریخ الامم والملوک۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔ج۔۵۔ص۔۲۶۸۸۔مطبوعہ دارالقلم بیروت۔

۲۰۔تاریخ الامم والملوک۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔ج۔۵۔ص۔۲۶۵۲۔مطبوعہ دارالقلم بیروت۔ نیز۔شاہکار رسالت عمر فاروق۔غلام پرویز۔ص۔۱۸۵۔مکتبہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۹۸ء۔

۲۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۰۰۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۲۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۲۵ انٹرنیشنل پریس۔کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۲۳۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۲۵۲۔انٹرنیشنل پریس۔کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۲۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۱ الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۲۷ الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔جلد اول ۔ص۔۱۲۶ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۷۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔سید سراج الاسلام ۔ص۔۲۶۶۔انٹرنیشنل پریس ۔کراچی ۔۱۹۵۹ء۔
۲۸۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔سید سراج الاسلام ۔ص۔ ۲۶۸۔انٹرنیشنل پریس ۔کراچی ۔۱۹۵۹ء۔
۲۹۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔سید سراج الاسلام ۔ص۔ ۲۶۳۔انٹرنیشنل پریس ۔کراچی ۔۱۹۵۹ء۔
۳۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔جلد اول ۔ص۔ ۱۴۲۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۱۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔سید سراج الاسلام ۔ص۔ ۲۶۴۔انٹرنیشنل پریس ۔کراچی ۔۱۹۵۹ء۔
۳۲۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول ۔ص۔ ۱۲۸۴۔الفیصل پبلیشرز۔لاہور۔
۳۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد ۔جلد اول ۔ص۔ ۱۴۲۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۴۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔سید سراج الاسلام ۔ص۔۲۶۷۔انٹرنیشنل پریس ۔کراچی ۔۱۹۵۹ء۔

باب(۱۵):

ہندوستانی تہذیب اوراس کا تاریخی پس منظر

Hindustani Civilization And Its Historical Background

ہندوستان کی تہذیب کا شمار دنیا کی نہایت قدیم تہذیب میں کیا جاتا ہےاس کی طویل تاریخ 170 ۔2500 ق م میں وادی سندھ کی تہذیب سے مل جاتی ہے سینکڑوں برس تک ہندوستان پر عظیم حکمرانوں اور شہنشاہوں کی حکومتیں قائم رہیں اگرچہ یہاں کے لوگوں کو 450 سال پرانی تہذیب ورثے میں ملی جس نے کئی سو سالوں کے دوران بہت سی اقوام اور ثقافتوں کو اپنے اندر جذب کیا چنانچہ یہاں دنیا کے سب ہی مذاہب کے پیروکار پائے جاتے ہیں، ہندوستان کی تہذیبی قدامت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کے ہندوستان میں آرایوں کی آمد اوران کا وادی سندھ، جمنا اور گنگا کی وادیوں میں مقیم ہونے کے ساتھ ساتھ وادی سندھ، ہڑپہ، ٹیکسلا اور موئنجو داڑو کا بھی مطالعہ کیا جائے کیونکہ ان کی قدامت کے ساتھ ہی ہندوستان کی تہذیبی روایات کے سر تال میل کھاتے ہیں۔

آریائی: Aryans:

اس خطے کا تاریخی پس منظر کچھ یوں ہے کے آریاء نسل سے تعلق رکھنے والے قبائل نے ہندوستان 1500 ق م میں حملہ کیا اور یہاں کے موجود قدیم باشندوں 'دراوڑیوں' کو اپنا محکوم بنالیا آریاء دراصل وسط ایشیاء کے خانہ بدوش تھے جو یہاں آنے کے بعد وادی سندھ جمنا اور

گنگا کے بالائی وادیوں میں آباد ہوئے وہ ہند یورپی خاندان کی زبان بولتے اور انھی کے دیوتاؤں کی پوجا بھی کرتے جنھیں بعد ازاں یونانیوں اور یورپیوں نے بھی پوجا، آریاء ہندوستانی تاریخ میں خاص اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ انھوں نے تہذیب وتمدن اور زبان کو متاثر کیا بلکہ یہاں کے مذاہب پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کئے کیونکہ تاریخی حقائق کے مطابق یہی آریاء تھے جنھوں نے ویدوں کی ابتدائی صورتیں تیار کیں اور علاقے میں برہمن مت کا پرچار عام ہوا، اوران کی مذہبی کتب وید، سنسکرت زبان میں لکھی جانے لگیں آریاؤں کا مرکزی مقام ہستنا پور تھا جو کے دہلی کے قریب واقع تھا یہیں سے انھوں نے پورے ہندوستان کو متاثر کیا تقریباً 800 ق م سے لے کر 550 ق م تک آریاء مگدھ تک یعنی موجودہ صوبہ بہار تک پہنچ گئے اس کے ساتھ ہی انھوں نے بیشتر شمالی ہندوستان کے علاقوں پر قبضہ کیا تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوا کے اسی دور میں ویدوں کی شرحیں لکھی گئیں اور اپنشدوں کا بھی آغاز ہوا پھر اسی دور میں ذات پات کا نظام بھی قائم ہوا اور اسی دور میں ہندوستان میں بدھ مت اور جین مت نے جنم لیا جبکہ مقامی درواڑی بھی انھی حکمران آریاؤں کی تہذیب وتمدن میں ڈھلتے چلے گئے اور تمام رسومات کو غیر محسوس طور پر اپنے اندر جذب کرتے چلے گئے، قدیم ویدآریاؤں سے متعلق کافی معلومات فراہم کرتی ہیں ویدک لوگوں کے بڑے دیوتا موجودہ ہندوؤں کے عبادت گاہوں میں بھی موجود ہیں اگرچہ آج بھی ہندوستان میں پیدائش، موت اور شادی بیاہ کی بنیادی رسومات ویدک صورت میں ہی موجود ہیں جبکہ ویدوں میں ہندوستان عظیم رزمیہ ادب اور فلسفیانہ روایات کے بیج بھی موجود ہیں جس کی ایک مثال مہا بھارت ہے پھر آہستہ آہستہ آریاؤں نے نیم خانہ بدوشانہ انداز زندگی کو ترک کیا اور زراعت کے پیشے کو اپناتے ہوئے گنگا میدان سے نکل کر جنوب مشرق کی جانب مقیم ہوئے اس کے ساتھ ہی

انھوں نے اپنا ایک سیاسی اور سماجی ڈھانچہ بھی مرتب کیا جس کی رو سے قبیلے کا سردار جنگجو اور سرداری دونوں ہی عہدوں پر براجمان ہو جبکہ اس کے لوگوں نے موروثی گروہوں میں منقسم ہو کر ذات پات کے نظام کی اساس رکھی ۔جس میں چار ذاتیں ۔

ا۔ برہمن (مذہبی رہنما اور پروہت)۔

۲۔ کشتریہ (جنگ جو)۔

۳۔ ویش (تاجر اور کسان)۔

۴۔ اور شودر (مزدور، دست کار اور معاشرے کا حقیر ترین حصہ جو دوسروں کی نظر میں قابل نفرت بھی ہیں)۔

یہ تمام ذات پات اور اس سے منسلک نظام آج کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود اب تک ہندوستان میں موجود ہیں ۔ا ؎

وادی سندھ کی تہذیب (۱۷۰؟۲۵۰۰ ق م)

Indus Valley Civilization

وادی سندھ کی تہذیب بھی بے حد قدیم بتائی جاتی ہے تاہم جنوبی ایشیاء کی اس تہذیب کو مورخین اتنا ہی قدیم مانتے ہیں جتنی قدیم تہذیب مصر، میسوپوٹامیا اور کریٹ تانبے کے عہد کو مانتے ہیں کیونکہ یہ تہذیب انھی کے ساتھ مشابہت اور مطابقت رکھتی ہے اس تہذیب کی قدیم آبادیوں کے آثار پاکستان کی وادی سندھ، شمالی افغانستان اور شمالی مغربی ہندوستانی ریاستوں میں موجود ہیں، مشہور مورخ گورڈن چائلڈ نے وادی سندھ کی تہذیب کو کانسی کے عہد کی پیداوار بتایا ہے تاہم کانسی کے عہد میں کوئی بھی تہذیب اس قدر وسیع علاقے پر محیط نہ تھی انڈیا کی مشہور مورخ شیریں رتنا گر ماہر علم آثار قدیمہ اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں

تدریس کے فرائض انجام دے رہی ہیں انھوں نے اپنی ایک کتاب 'ہڑپہ کو سمجھنا: عظیم وادی سندھ کی تہذیب

(Understanding Harappa: Civilization in the greater '

Indus Valley) میں یہ لکھا ہے قدیم سندھیوں کا مذہب 'شامان ازم

'(Shamanism)' تھا یہ مذہب کی وہ شکل ہے جو ماقبل تاریخی عہد اور غیر خواندہ سماج میں رائج تھی اس مذہب کی کوئی مقدس کتاب اور مذہبی طبقہ نہ تھا۔

صوبہ سندھ:

'سپتا سندھو' سندھو دیش' کا نام ہندوستان کی قدیم ترین تاریخ میں بھی ملتا ہے تاہم ویدوں میں وادی سندھ کو زرخیز ترین سرزمین قرار دیا گیا ہے سندھ میں پانچ ہزار برس قبل بھی کپڑے کی صنعت قائم تھی، تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کے قدیم سندھ میں تیار کیا گیا سوتی کپڑا اور اس سے متعلق صنعتیں اس دور میں بھی پوری دنیا میں اہمیت کی حامل تصور کی جاتیں تھیں جس طرح قدیم چین اپنے چینی برتنوں کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے بالکل اسی طرح سے قدیم سندھ اپنے سوتی کپڑے کی وجہ سے دنیا بھر میں اپنی ایک الگ شناخت رکھتا سنسکرت اور بابلی زبان میں 'سندھو' (کپاس یعنی روئی) کو کہتے ہیں یونانی زبان میں اسے 'سنڈن'، عربی زبان میں اسے 'ساتن' کہا جاتا، عہد نامہ عتیق میں یہ 'سادن' کے نام سے جانا جاتا ہے اگر چہ قدیم سندھ میں کپاس کے درخت کی کاشت کی جاتی جس کی شہرت دور دور تک پھیلی تھی جب ہی آٹھویں صدی ق م کا ایک آشوری بادشاہ سخارب (Scnnachebib) نے کپاس کے درخت کو سندھ سے درآمد کیا اور اسے کی وسیع پیمانے پر کاشت نینوا میں کی تاہم اس دور میں بھی سوتی ملبوسات نہایت شوق سے مہنگے داموں خریدے جاتے اور انھیں بڑی قدر کی نگاہ

سے دیکھا جاتا مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس کے مطابق! زرکس کے عہد ۴۵۰ ق م میں سوتی کپڑے بہت نادر و نایاب تصور کئے جاتے۔

مغربی ہندوستان کی ایک مشہور پیداوار نیل (Indigo) بھی سندھ کی بندرگاہ کے راستے دنیا کے مختلف ممالک میں بھیجی جاتی تاہم مصر کی قدیم تہذیب میں سوتی کپڑے نیل، تسبیح کے دانے اور قدیم مہریں برآمد ہوئیں ہیں ماہرین ان مہروں کے بارے میں یہ بتاتے ہیں کے اس جیسی مہریں اہل سندھ کے یہاں بھی بکثرت بنائی اور استعمال کی جاتیں تھیں قدیم مصر میں کپڑے کو رنگنے اور بخار کی دوا میں نیل (Indigo) کا استعمال عام تھا ماہرین یہ سمجھتے ہیں کے یہ اشیاء سندھ کی بندرگاہ سے یہاں تجارتی مقاصد کے لئے بھیجی جاتی ہوں گی چھٹی صدی ق م سے قبل سندھ پر کشانوں کی حکمرانی تھی جس کے بعد سندھ پر سفید ہنوں نے اقتدار حاصل کیا اس دور میں ہنوں کے ناروا سلوک کی وجہ سے کئی مقامی لوگ سندھ چھوڑ کر خلیج بحرین چلے گئے۔ ہنوں کا اقتدار زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکا۔ اب سندھ کے اقتدار پر 'رائے' قوم کے افراد قابض ہو گئے ان کے دور حکومت میں سندھ کی سرحدوں کی حدود قیقانی اور کردان کے پہاڑوں تک جبکہ جنوب میں دیبل، مشرق میں کشمیر اور مغرب میں مکران تک جا پہنچی سلطنت کی حدود کو وسعت دینے کے ساتھ ساتھ مال و زر میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا جبکہ رائے قوم نے سندھ کو چار صوبوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ برہمن آباد۔ ۲۔ سیوستان۔

۳۔ اسکلندہ۔ ۴۔ ملتان۔

تاہم ان چاروں صوبوں کے انتظام کے لئے گورنر بھی مقرر کئے گئے سندھ میں چودھویں صدی عیسوی میں 'سمہ' خاندان برسر اقتدار آیا مشہور مورخ نبی بخش بلوچ سمہ نسل کی

سندھ پر خود مختاری کا سن 1350ء قرار دیتے ہیں مورخین کے مطابق سمہ قوم کا تعلق راجپوتوں کے چندر ونسی خاندان سے ہے یہ سندھ کے قدیم باشندے تھے جن کا سلسلہ نسب راجا کرشن سے جاملتا ہے دوارکا کے راجا کرشن کی ساتویں رانی 'جامبوتی' کے بڑے بیٹے 'سامبوُ' کی سندھو ندی کے اطراف ایک وسیع حکومت قائم ہوئی جس کو تاریخ میں 'سندھ سمہ' کہتے ہیں اس حکومت کے راجا کا نام سامبل تھا (جامبوتی کے بطن سے جنم لینے کے سبب اس کا لقب جام تھا) تاہم اسی راجا سامبل کا مقابلہ یونان کے عظیم فاتح سکندر اعظم سے ہوا۔ سمہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے افراد سموں کہلاتے ہیں یہ لوگ بنیادی طور پر ہندو تھے اور ان کا اہم مرکز نواب شاہ تھا لیکن آٹھویں صدی عیسوی میں اس قبیلے کے کئی افراد نے محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے بعد اسلام قبول کیا مورخین یہ لکھتے ہیں کے سندھ میں سب سے پہلے سمہ اور چنہ قبائل نے اسلام قبول کیا۔

1520 سے 1592 تک سندھ پر ارغونوں اور ترخانوں کی حکومت قائم رہی یہ بیرونی حملہ آور تھے جنھوں نے سمہ خاندان کو حکومت سے بے دخل کیا بعد ازاں ترخانوں کو مغلوں نے شکست دی اس طرح سے سندھ مغلوں کی عملداری میں آ گیا اگرچہ شہنشاہ اکبر ایک روشن خیال اور وسیع النظر حاکم تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک امپریلسٹ بھی تھا جس نے اپنی ایک عظیم سلطنت کو قائم کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اس میں ضم کرلیا اٹھارہویں صدی میں جب مغل خاندان زوال سے دوچار ہوا تو 1700ء سے لے کر 1782ء تک سندھ پر کلہوڑا خاندان کا اقتدار قائم ہو گیا لیکن ان کے دور حکومت میں بھی سندھ کو خود مختاری حاصل نہ ہو سکی میاں محمد مراد یاب خان جو میاں نور محمد کلہوڑا کے بڑے بیٹے تھے کے دور میں سندھ دو مرتبہ تاراج ہوا پہلی بار 1740ء میں نادر شاہ کے ہاتھوں اور دوسری بار سندھ

1748ء میں احمد شاہ ابدالی کے قہر کا نشانہ بنا جس کے نتیجے میں سندھ کابل کا باجگزار بنا۔
1759ء سے 1843ء میں جب سندھ پر تالپورز کی حکمرانی قائم ہوئی تو اسی عہد میں سندھ پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہوگیا۔اس بار سندھ کو بمبئی ریذیڈنسی میں شامل کر کے اس کی خودمختار حیثیت کو ختم کردیا گیا۔تالپور حکمرانوں نے کلہوڑا دور کی سندھ کی سیاسی وحدت کو ختم کیا چنانچہ اب سندھ تین حصوں میں تقسیم ہوگیا۔

۱۔حیدرآباد۔ ۲۔میر پور خاص ۔ ۳۔خیر پور۔

اگر چہ یہ بات درست ہے کے تالپوروں نے سندھ کو تقسیم کر کے اسے بے حد کمزور کردیا جس کی وجہ سے سندھ پر انگریزوں نے باآسانی قبضہ کرلیا۔

قدیم وادی سندھ کی کھدائی سے برآمد ہونے والی بستیاں کچی اینٹوں سے بنے گھروں پر مشتمل تھیں آبادیوں میں مرکزی گلیوں والے بڑے شہر جیسے موئنجو داڑو اور ہڑپہ شامل تھے ابتداء میں ان عمارات کو کالج ،منادر، اناج گھروں اور محلات کے طور پر شناخت کیا گیا لیکن بعد کی تحقیق کے مطابق اس رائے سے اختلافات سامنے آگئے یعنی شہر دو الگ الگ حصوں یا بستیوں پر مشتمل تھے جن میں سے ایک بستی فصیل کے اندر واقع تھی وادی سندھ کے دستکاروں کا کام اعلیٰ مہارت کا ثبوت ہے قدیم شہروں کے آثار سے مٹی کے برتن کھلونے، مہریں، دھاتی زیور اور اوزار وغیرہ ملے ہیں لیکن بدقسمتی سے ان شہروں کی سماجی تنظیم کے متعلق خاطر خواہ معلومات میسر نہ ہوسکیں ۔2000 ق م کے بعد کسی دور میں پیچیدہ موسمیاتی تبدیلیوں نے وادی سندھ کے علاقے میں آباد لوگوں کو نقل مکانی کرنے پر مجبور کیا اور تہذیب کا مرکزی دھارا منقطع ہوگیا۔

قدیم وادی سندھ کی تہذیب کو پہلی مرتبہ برطانوی ماہر آثار قدیمہ سر جان مارشل

نے موئن جوداڑو کی کھدائی کے بعد بیان کیا پھر ایم ایس واٹ نے 1920ء کی دہائی کے دوران ہڑپہ کی کھدائی کی1946ء میں برطانوی ماہر آثار قدیمہ سر مورتیمر وہیلر نے ہڑپہ میں با قاعدہ بستیوں کے آثار کا سراغ لگایا جبکہ قریب ہی واقع کوٹ ڈیجی میں دریافتوں سے ثابت ہوا کے ہڑپہ کا تعلق کانسی کے عہد سے تھا یعنی (ماہرین آثاریات کے مطابق کانسی کا عہد تقریباً

3000 ق م کا ہے)1950ء کے بعد ہندوستانی، پاکستانی اور مغربی محققین نے گوٹھ امری، سوتھی، گملا اور دیگر مقامات پر کچھ آثار دریافت کئے جن کا تعلق بھی وادی سندھ کی تہذیب سے جوڑا جاتا ہے۔۲؎

موہنجو داڑو(170 ؟2500ق م): Mohenjo.Daro:

موئن جوداڑو، وادی سندھ کا ایک قدیم شہر ہے جو کے لاڑکانہ کے جنوب میں واقع ہے جس کی دریافت 1920ء میں ایک انگریز ماہر آثار قدیمہ سر جان مارشل

(1958ء۔1876ء) نے کی موہنجو داڑو200 ایکڑ رقبے پر آباد ایک شہر تھا اس کے آثار کانسی کے عہد سے مطابقت رکھتے ہیں اس شہر میں چھوٹے ٹیلے، قلعے اور رہائشی مکانات کے آثار موجود ہیں جبکہ شہر کے گرد ایک فصیل بھی موجود تھی یہاں کی کھدائی کے دوران ہڑپائی دستکاری کے وافر نمونے دستیاب ہوئے ہیں۔۳؎

ہڑپہ: Harappa:

ہڑپہ، دریائے راوی کی ایک خشک گزرگاہ کے بائیں کنارے پر واقع ایک گاؤں جس کا موجودہ نام ساہیوال ہے اس کے قریب واقع ایک قدیم شہر ہے یہ گاؤں ٹیلوں کے ایک مستقل سلسلے پر آباد ہے یہاں 1921ء کے بعد کھدائی کا کام شروع کیا گیا چنانچہ یہاں کی کھدائی سے وادی سندھ کی تہذیب کے اور ایک بڑے شہر کے آثار دریافت ہوئے 400

میل (644 کلومیٹر) جنوب مغرب میں واقع موئنجو داڑو کے بعد ہڑپہ کے آثار وسیع ترین ہیں انگریز ماہر آثار قدیمہ سرجان مارشل نے 1921ء میں یہاں کھدائی شروع کی اور اس کی اسی تحقیق کی بدولت ہمیں ہندوستان کی قدیم تاریخ کا سرا 3500 ق م تک کا حاصل ہوا کھدائی سے یہ پتا چلا کہ ہڑپہ کا نقشہ بھی موئن جوداڑو جیسا ہی ہے جس میں ایک مرکزی قلعہ ہے جو ایک اونچے ٹیلے پر بنایا گیا تھا جبکہ اس کے اطراف میں کئی مکانات تھے قلعے کی فصیل مٹی کی اینٹوں سے بنائی گئیں قلعے اور دریائے راوی کے متروک گزرگاہ کے درمیان مزدوروں کے رہائشی مکانات جیسے آثار بھی دریافت ہوئے ہڑپہ کی کھدائی میں چکی کے پاٹ بھی برآمد ہوئے اناج گھروں کا رقبہ 9000 مربع فٹ سے زیادہ ہے اس شہر کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے ہڑپہ ایک منظم طریقے سے بسا ہوا کافی متمدن شہر تھا۔[۴] اس اعتبار سے ہندوستان کی تہذیب بھی انتہائی قدیم ہے۔

گندھارا: Gandhara

گندھارا قدیم ہندوستان کے شمال مغرب میں (موجودہ شمال مغربی پاکستان) میں واقع ایک قدیم اور تاریخی خطہ ہے گندھارا درہ خیبر کے مشرق میں واقع ہے مغرب سے آنے والے حملہ آور یہیں سے گزرتے تھے گندھارا ہندوستان، یونان اور فارس کے لئے ایک تجارتی اور سفارتی مرکز تھا جس نے چھٹی ق م سے پانچویں صدی عیسوی تک کافی خوشحالی دیکھی۔ چھٹی صدی ق م میں گندھارا سائرس اعظم کی اکیمینائی سلطنت کا ایک سٹراپی یا فارسی صوبہ تھا پانچویں صدی ق م میں یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے اسے نہایت دولت مند علاقوں میں سے ایک بتایا جس نے فارسی بادشاہ زرکسیز اول کو یونانیوں کے خلاف جنگ میں فوج مہیا کی گندھارا فارسی اور ہندوستان کی ویدک روایات کی بھٹی بن گیا اور اس کے دارالحکومت ٹیکسلا

علم وفضل کا مرکز بنا۔سکندر اعظم نے 326 ق م میں گندھارا فتح کیا اور خطے کے ساتھ یونانی تعلقات مستحکم کئے دریاءِ جہلم کے کنارے ہندوستانی راجا پورس کے ساتھ اپنی مشہور آخری جنگ کے بعد سکندر اعظم 325 ق م میں ہندوستان سے چلا گیا دو سال بعد اس کی موت نے مقدونیائی حکومت کو کمزور کر دیا اور 321 ق م میں دیسی راجا چندر گپت موریہ نے علاقے کو یونانی حکومت سے نکال کر موریہ سلطنت کی بنیاد رکھی ۔جس کا دارالحکومت دریائے گنگا کے کنارے شمال مشرقی ہندوستان میں پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) تھا۔

یوں گندھارا مشرق میں فارس اور یونان سے آنے والے مرکزی تجارتی راستے کا حصہ بنا۔ تیسری صدی ق م میں موری سلطنت کا بودھی بادشاہ کچھ عرصہ تک گندھارا کا گورنر رہا پہلی صدی عیسوی کے وسط میں وسطی ایشیاء کے یوچی قبائل میں سے ایک کشانوں نے خانہ بدوش شکوں (سیتھیوں) کو بے دخل کر کے گندھارا میں اقامت اختیار کی کیونکہ وہ چین کی ہان سلطنت کے خلاف جنگ میں ناکام ہوگئے تھے اس کے بادشاہ Kadphises نے کشان سلطنت قائم کی جس نے رومن سلطنت کے ساتھ روابط قائم کئے ۔کشان عہد میں اور بالخصوص بادشاہ کنشک کے دور میں بودھی آرٹ کا انداز ابھرا جسے بعدازاں گندھارا آرٹ کا نام دیا گیا ہیلینیائی اور ہندوستانی اثرات کے اس ملغوبہ آرٹ میں بدھ کو پہلی مرتبہ انسانی صورت میں دکھایا گیا۔اس کے مجسموں کے نقوش یونانی دیوتا اپالو سے ملتے ہیں جبکہ سر کے پیچھے اہل فارس کی شمسی تھالی یا ہالہ نور کو دکھایا گیا تاہم کنشک کے زیر سرپرستی گندھارا بدھ مت کا ایک مشہور مرکز بنا اور صدیوں تک ہندوستانی اور چینی زائرین کے لئے پرکشش بنا رہا۔

200 عیسوی کی دہائی میں گندھارا دارالحکومت ٹیکسلا پر فارسی ساسانی سلطنت نے حملہ کر دیا اگرچہ ٹیکسلا نے اس وقت اس حملے کو سہہ لیا لیکن پانچویں صدی کے اوائل میں سفید ہنوں کی یلغار تباہ کن ثابت ہوئی۔

ٹیکسلا: Taxila:

ٹیکسلا کو 'تکش شلا' بھی کہا جاتا ہے یہ ایک قدیم ثقافتی اور تاریخی مرکز تھا جہاں تحصیل علم بھی کی جاتی تاہم یہ شمالی مغربی ہندوستان کے مشہور گندھارا خطے کا دارالحکومت بھی رہا لیکن موجودہ دور میں یہ پاکستان کے صوبہ پنجاب میں واقع ہے ٹیکسلا برصغیر کے شمال مشرق میں واقع ایک اہم تجارتی گزرگاہ پر واقع ہے جس کے روابط براہ راست مدھرا، یوجین، جنوب مشرقی ایشیاء، چین جبکہ براستہ گندھارا فارس اور یونان کے ساتھ بھی ہے اپنی تاریخ میں یہ فارس اور یونان کے کنٹرول میں رہا جبکہ موریہ سلطنت اور کشانوں کے ماتحت بھی رہا تاہم موریہ سلاطین نے ٹیکسلا اور اپنے دارالحکومت پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) کے درمیان ایک شاہراہ تعمیر کرواکے تجارت میں سہولت پیدا کی یوں ٹیکسلا مشرقی اور مغربی ثقافتوں کا مقام اتصال بنا ہندوستان بھر سے یہاں کاریگر آئے اور وہ یونانیوں اور فارسیوں کے ساتھ مدغم ہوئے ٹیکسلا میں ریشم، کپاس صندل کی لکڑی اور قیمتی پتھروں کی تجارت کی جاتی جبکہ یہ علم وفضل کا بھی ایک معروف مرکز تھا جہاں ویدوں کی تعلیم دی جاتی بالخصوص کشان عہد (پہلی تا تیسری صدی) میں بودھی سوتر اور علوم پڑھائے جاتے تاہم پانچویں صدی میں سفید ہنوں کی آمد کے بعد اس کی اہمیت گھٹ گئی ساتویں صدی عیسوی میں جب چینی سیاح ہوانگ تسانگ یہاں آیا تو اسے یہ ایک اجڑا ہوا برباد شہر نظر آیا۔

ہندوستانی علم الآثار قدیمہ کے بانی سر الیگزینڈر کننگھم نے 64۔1863ء اور 73۔1872ء میں کھدائی کے دوران سرائے کالا نامی جگہ کو ٹیکسلا کے ساتھ شناخت کیا تاہم سر جارج مارشل نے اس کام کو آگے بڑھایا اور تقریباً بیس برسوں میں کئی یادگاریں اور قدیم آثار دریافت کئے گئے۔ ۵۔

سکندرِاعظم (۳۵۶-۳۲۳ق م) :Alexander the Great

سکندراعظم ایک یونانی سپہ سالار تھا جس کی زیر قیادت فوج نے اپنے سے کہیں زیادہ بڑی افواج کے ساتھ گیارہ برس تک خونریز جنگیں لڑیں لیکن کبھی شکست کا منہ نہ دیکھا وہ اپنے طور پر اس معلوم دنیا کو فتح کرنے نکلا تھا اس کا دشمن پر حملہ کرنے کا انداز نہایت مرتب اور منظم تھا جس کی وجہ سے فتوحات نے اس کے قدم چومے، سکندر مقدونیہ کے بادشاہ فلپ دوم اور ملکہ اولمپیاس کے یہاں پیدا ہوا بچپن میں اس نے مشہور یونانی فلسفی ارسطو سے تعلیم حاصل کی جبکہ اس نے اپنے باپ سے فن حرب کو سیکھا اور اس میں کمال حاصل کیا اس نے ۱۶ برس کی عمر میں پہلی مرتبہ کسی جنگ میں حصہ لیتے ہوئے فوج کی قیادت کی اور دو ہی برس کے بعد ۳۳۸ ق م میں اس نے اپنی فوج کے ایک بڑے حصے کی کمانڈ سنبھال لی جس نے کیرونیا کی جنگ جیت کر سارے یونان کو مقدونیہ کے زیرنگیں کیا سکندر کا باپ بادشاہ فلپ سلطنت فارس کو فتح کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا قتل ہوگیا تاہم سکندر نے اپنے باپ کے خواب کو پورا کرتے ہوئے نا صرف 330 ق م میں فارس کو فتح کیا بلکہ پانچ سال کے مختصر عرصے میں اس نے آدھی سے زیادہ دنیا کو فتح کرنے کے بعد تاریخ عالم کی سب سے بڑی سلطنت بھی قائم کی جبکہ آئندہ تین برسوں میں اس نے افغانستان، وسطی ایشیاء اور شمالی ہندوستان پر بھی حملہ کیا۔ مشرق اور مغرب میں ایک اچھے تعلق کے قیام کے غرض سے اس نے اپنے ماتحت 10,000 فوجی افسران کی شادیاں فارس کی خواتین سے کروائیں اور اس نے خود بھی ایک شادی فارسی عورت سے کی تاہم اس نے فارس کو اپنا گھر نہ بنایا، مورخین کے مطابق سکندر 323 ق م میں بابل میں ملیریا کے باعث بیمار پڑا اور صرف 33 برس کی مختصر عمر میں اس جہان فانی سے کوچ کر گیا [۶]۔

سکندرِاعظم کا ہندوستان پر حملہ

Alexander attack on India

327 ق م میں سکندرِ اعظم ہندوستان پر حملہ آور ہوا اس وقت ہندوستان پر راجا پورس (چوتھی ق م کا ہندوستانی راجا جو پنجاب پر سکندرِ اعظم کے حملے 26۔327۔ق م کے وقت دریائے جہلم اور چناب کے درمیانی علاقے پر حکمران تھا) اپنے پڑوسی ٹیکسلا کے راجا امبھی کے برعکس پورس نے سکندِ اعظم سے سخت مقابلہ کیا لیکن ہاتھیوں اور سست رو پیدل فوج کے باعث وہ دریائے جہلم کے کنارے معرکے میں سکندرِ اعظم کے گھڑسواروں اور تیر اندازوں کا مقابلہ نہ کر سکا لیکن سکندر نے پورس کی جنگی حکمت عملی کو سراہا اور اس سے متاثر ہوا اور اسے اپنی بادشاہت کو قائم رکھنے کی اجازت بھی دی جبکہ ایک غالب گمان یہ بھی ہے کے شاید اسے اپنے مفتوحہ علاقے بھی دئے اس کے بعد سے راجا پورس ،سکندرِ اعظم کا حامی اور مطیع رہا اس کے ساتھ ہی اس نے مقدونیائی ماتحتی بھی قبول کی ،راجا پورس کا نام قدیم ہندوستانی ماخذوں میں دستیاب نہیں غالباً یہ پورو یعنی 'پرس کے بادشاہ' کے مفہوم سے جانا جاتا ہے کیونکہ قدیم ہندو ویدک کے مطابق اس خطے میں پرس نامی ایک قبیلہ تھا جو شہرت بھی رکھتا تھا۔ے

موریا سلطنت

Moria Dynasty

چندر گپت موریا: Chandragupta Maurya:

چندر گپت موریا ،موریا سلطنت کا پہلا بادشاہ تھا (286 ق م ؟) اس کو ہندوستان میں مگدھ (موجودہ صوبہ بہار) کی قدیم موریا سلطنت کا اولین بادشاہ (؟۔298۔؟۔321

ق م) کہا جاتا ہے اس نے 326 ق م میں پنجاب کے علاقے میں سکندر اعظم کی حملہ آور فوج کے مقابلے میں ایک فوج کھڑی کی اور کچھ ہی عرصہ کے بعد چندر گپت نے ایک دوسری فوج کو کھڑا کیا جس کے ذریعے مگدھ کو فتح کر کے نندوں کو شکست دی تب اس نے سکندر کی موت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پنجاب کو مقدونیائی قبضے سے آزاد کیا جبکہ اپنے مزید حملوں کے ذریعے اس نے اپنی سلطنت کو مگدھ تک وسعت دی اور انجام کار خلیج بنگال اور بحیرہ عرب کے درمیان کا سارا علاقہ اپنے زیر نگین کر لیا چندر گپت کی طاقت کو شام کے بادشاہ سیلوکس

(سکندر کا جانشین) نے چیلنج کیا اور 305 ق م شمالی برصغیر پر تباہ کن حملے کئے جس کے نتیجے میں اسے شکست کی ہزیمت اٹھانا پڑی چندر گپت نے اپنی اس فتح کے بعد پہلی بار شمالی ہندوستان، کوہ ہندوکش سے شمال کا سارا علاقہ اپنے ہاتھ میں لیا جس میں بلوچستان اور افغانستان بھی شامل تھے اور انھیں متحد کر کے پاٹلی پتر (پٹنہ) کو مرکزی مقام بنایا۔

روایتی بیان کے مطابق چندر گپت سب کچھ چھوڑ کر بھکشو بن گیا اور جنوبی ہندوستان میں بن باس کے دوران فاقوں سے مر گیا۔۸۔

(تاہم اس کے پوتے اشوک نے موریا سلطنت کو بے پناہ وسعت دی)۔

اشوک (۔؟۔232ق م): Ashoka:

اشوک موریا سلطنت کا تیسرا بادشاہ اور چندر گپت موریا کا پوتا تھا اس نے 269 سے لے کر 232 ق م تک سارے برصغیر پر حکمرانی کی اشوک تاریخ عالم کے شہنشاہوں کے درمیان ایک انوکھی حیثیت رکھتا ہے ایک بہت بڑی فوجی مہم میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہ میدان جنگ میں پڑی لاشیں اور تباہی دیکھ کر اس قدر پریشان اور دکھی ہوا کے بلا آخر اس نے عسکریت کی راہ سے کنارا کشی کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے عدم تشدد اور امن کی راہ اختیار

کی جبکہ اس نے اپنی وسیع سلطنت کو منظم رکھنے میں انھی ذرائع کا استعمال کیا اشوک کے دور حکومت کے لئے ریکارڈز کا بڑا ذریعہ وہ فرامین ہیں جو اس نے اپنی سلطنت کے ہر علاقے میں رعایا کو جاری کئے یہ فرامین پتھر کی صقیل شدہ لاٹوں پر کھود کر لکھے گئے ہندوستانیوں کے لئے یونانی اور آرامی زبانوں میں، مورخین نے ان فرامین کی جائے وقوع کے ذریعے اشوک کی سلطنت کی حدود کا تعین کیا ہے ایک فرمان میں اشوک نے اپنے ہم عصر پانچ ہیلینیائی بادشاہوں کے نام گنوائے جن میں سے کچھ کے ساتھ اس کے سفارتی تعلقات بھی تھے یہ تمام چیزیں اس کے عہد کا ایک زمانی حوالہ پیش کرتی ہیں، سری لنکا اور شمالی مغربی ہندوستان میں بھکشوؤں کی لکھی ہوئی بودھی کتب اشوک کی زندگی میں رنگ بھرتی ہے اور اسے بدھ مت (جو اس وقت نسبتاً ایک نیا مذہب تھا) کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم بیان کرتی ہیں اشوک کا انتظامی تجربہ گندھارا پر کنٹرول کے ساتھ شروع ہوا جبکہ ایک دوسرے ماخذ سے وسطی ہندوستان کے شہر اجین سے اشوک کے دادا چندر گپت موریا نے شمالی ہندوستان میں ایک وسیع وعریض بادشاہت کی بنیاد قائم کی تاہم اشوک کے باپ بندوسار (؟۔273۔298 ق م) میں اپنے باپ کی بادشاہت کو مزید وسعت دی اشوک بندوسار کا چھوٹا بیٹا تھا لہٰذا اسے تخت تک پہنچنے کے لئے اپنے بڑے بھائیوں سے لڑنا پڑا اور غالباً اس نے پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) میں کچھ وزراء سے اس سلسلے میں مدد بھی لی تقریباً 269 ق م میں بادشاہ بننے پر اشوک کو ملنے والی سلطنت شمال میں کشمیر سے لے کر جنوب میں کرناٹک اور مشرق میں گنگا ڈیلٹا سے لے کر شمال مغرب میں جنوب اور مشرقی افغانستان تک پھیلی ہوئی تھی اپنی تاج پوشی کے آٹھویں سال اشوک نے کالنگ (موجودہ ریاست اڑیسہ) کو فتح کیا جبکہ اپنی تاج پوشی کے بارہویں سال اس نے فرامین جاری کرنا شروع کر دئے جس میں اس کی پالیسیاں اور انتظامی امور سے متعلق

احکامات درج ہوتے پھر اپنی تاج پوشی کے 27 سال اس نے جو فرامین جاری کئے ان میں سلطنت کی حدود کو صاف ستھرا رکھنا، درخت لگانا، سڑکوں کا جال بچھانے، ہسپتال کا قیام، طبی سہولتوں اور ادویات کے لئے جڑی بوٹیوں کی کاشت اور سرائے تعمیر کروانے سے متعلق تھے جبکہ سڑکوں کی تعمیر سے موریا سلطنت کے تجارتی اور انتظامی پہلوؤں میں حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہوئیں وہ مذہبی اساتذہ، پنڈتوں اور پرہتوں کی بہت عزت وتکریم کیا کرتا اشوک 232 ق م کے مرنے کے بعد صوبے داروں نے اپنے اپنے علاقوں میں آزادی حاصل کی اس کے بعد بھی موریہ حکمران 50 برسوں تک مگدھ پر حکمرانی کرتے رہے لیکن کتب تاریخ میں ان کے نام درج نہیں بلا آخر 183 ق م میں ایک برہمن سپہ سالار پشیہ متر نے آخری راجا برھدرتھ کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا اور شنگ خاندان کی بنیاد ڈالی اور اس طرح سے 183 ق م میں موریا حکومت کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔۹؎

شنگ و کانو سلطنت

Shang and Kano Dynasty

شنگ و کانو سلطنت کی ابتداء 183 ق م میں موریا سلطنت کے مکمل خاتمے کے بعد ہوئی اور باختر کے یونانی حکمران پنجاب پر قابض ہو گئے جبکہ وادی گنگا میں پشی متر جو کے اقتدار پر غاصبانہ قابض تھا نے ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو کے 72 ق م میں اختتام پذیر ہوئی دراصل پشی متر بنیادی طور پر ایک سپہ سالار تھا لہٰذا اپنے دور اقتدار میں اس نے اپنی فوج کو وسعت دینے کے ساتھ ہی اس کی طاقت میں بھی بے پناہ اضافہ کیا اور اپنے دشمنوں کو پیہم شکست سے آشنا کیا یہی نہیں بلکہ اس نے اپنے دور حکومت میں برہمنوں کی عزت وعظمت کو برقرار رکھتے ہوئے وید کے زمانے کی عبادت کے طریقوں کو بھی جاری رکھا پشی متر کے بعد

اس کے بیٹا اگنی متر اور پھر پشی متر کا پوتا واشومتر یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے بھسلہ کے قریب اس عہد کے ایک کتبے سے یہ پتہ چلتا ہے کے پشی متر، اگنی متر اور واشومترا اپنے دور کے طاقتور حکمران تھے جبکہ یہ سلسلہ اقتدار ان کی اگلی نسلوں میں دسویں پیڑی (دسویں راجہ) تک جاری رہا اور اس خاندان کے دسویں راجا دیو بھومی کو اسی کے ایک برہمن وزیر واشودیو کانو نے قتل کر دیا اور خود اقتدار پر قابض ہو گیا۔

شنک حکومت کا خاتمہ ہوا اور کانو حکمران برسر اقتدار ہوئے لیکن کانو حکمران کی حکومت مگدھ تک ہی محدود رہی تاہم کچھ عرصے کے بعد ان سے بھی اقتدار چھین لیا گیا دوسری جانب موریا سلطنت کے زوال کے بعد ہندوستان پر غیر ملکیوں کے حملے شروع ہو گئے ان غیر ملکیوں نے موجودہ مغربی پاکستان، مالوہ، کاٹھیاواڑ، راجھستان، اتر پردیش اور مغربی دکن پر اپنا اقتدار قائم کر لیا ان بیرونی حملہ آوروں میں سب سے پہلے حملہ آور باختر کے یونانی تھے ہنما منشی کے دور حکمرانی سے ہی باختر کے علاقے میں یونانی آباد تھے جنھوں نے سکندر اور سلیوکس کے زمانے میں طاقت حاصل کی تھی تیسری صدی ق م کے درمیانی زمانے میں باختر کے سلیوکسی گورنر نے اپنی آزادی کا اعلان کر کے ایک خودمختار حکومت کی بنیاد ڈالی اگرچہ یہ آزاد حکومت زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی اور دوسری صدی ق م میں باختر پر پارتھیوں نے قبضہ کر لیا اور اس طرح یونانیوں کے پاس صرف افغانستان اور ہندوستانی مقبوضات باقی رہ گئے جبکہ ہندوستان پر نئے قبائل کا حملے شروع ہو گئے اور پہلی صدی ق م کے نصف تک چند دو چار چھوٹی چھوٹی یونانی سلطنتیں ہندوستان میں باقی رہ گئیں اور متھرا نک شک قوم کی ایک طاقتور حکومت قائم ہوئی جس کا سب سے پہلا شک حکمران مایوس (Mowes) بتایا جاتا ہے

پہلی صدی ق م کے اختتام کے قریب ایران کے پہلوی حکمرانوں نے شمالی مغربی

ہندوستان پر قبضہ جمایا ان حکمرانوں میں گونڈو فیرنس قابل ذکر ہے جس کے زمانے میں سینٹ تھامس کے ذریعہ عیسائی مذہب ہندوستان پہنچا پھر کچھ عرصہ کے بعد پہلویوں کے مقبوضات پر یوچی قوم نے قبضہ کیا تاہم ایک صدی یا اس سے زائد عرصہ تک یہ قوم باختر اور اس سے ملحقہ وسطی ایشیاء کے علاقوں پر قابض رہی اس کے بعد یہ چھوٹے چھوٹے قبائل میں تقسیم ہو گئے بلا آخران میں سے کشان قبیلے کے ایک سردار' کوجولا کاوفس اول' نے یوچی قبائل کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو ملا کر ایک حکومت کی بنیاد ڈالی اور کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور دریائے سندھ تک کا علاقہ فتح کرلیا اس کے بعد' کاوفس دوم' اور اس کے بیٹے نے بھی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا پھر کاوفس دوم کے مرنے کے 20 سال بعد کنشک تخت نشین ہوا۔ ۱۰

کنشک سلطنت (58 ق م ۔ 176ء)

Kunshak Dynasty

کنشک ،کشان خاندان کا ایک عظیم بادشاہ گزرا ہے تاہم یہ دوسرا بڑا خاندان ہے جس نے ہندوستان پر ایک وسیع حکومت قائم کی گوکہ اس کی درست تاریخ تخت نشینی پر مورخین کا اختلاف پایا جاتا ہے لہٰذا متضاد نظریات کی بناء پر درست تاریخ کا تعین ممکن نہیں ۔

بانی کنشک نے 78ء میں کابل سے لے کر بنارس تک ایک بڑی سلطنت قائم کی جبکہ جنوب میں اس کی سرحدیں بندھیا چل سے ملتی تھیں کنشک کے عہد کو بدھ مت کی تاریخ کا ایک اہم ترین دور مانا جاتا ہے کیونکہ اس کے دور اقتدار میں شمالی ہندوستان میں بدھ مت کی بڑے زور وشور سے ترویج واشاعت ہوئی جس کے نتیجے میں بدھ مت وسطی ایشیاء اور مشرق بعید تک پھیل گیا جبکہ اس کے ہی عہد میں گندھارا طرز تعمیر کو بھی ترقی ملی جس نے آگے چل کر

مشرق بعید پر بھی اپنے اثرات مرتب کئے ،کنشک عہد کے سکوں سے اس کے بدھ مت سے عقیدت کا پتا چلتا ہے کنشک کے بعد اس کے جانشینوں نے ایک عرصہ دراز تک حکمرانی کی لیکن ان کے عہد حکومت میں ملک کی سرحدیں بھی محدود ہونا شروع ہوگئیں تیسری صدی عیسوی کے نصف کے قریب انھی کے ایک جانشین 'واسودیو' کو ایران کے ساسانی خاندان کے بانی شاہ پور اول نے شکست دیتے ہوئے شمالی مغربی ہندوستان کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کرلیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی حکمران تخت نشین ہوئے لیکن وہ سب بھی سلطنت کے زوال کو نہ روک سکے اس خاندان کے زوال کے بعد کسی قابل ذکر سلطنت کا سراغ نہیں ملتا ہے لیکن یہ بات طے ہے کے اس عرصہ میں بھی کئی نئی حکومتیں ہندوستان میں قائم ہوتی رہیں ۔۱۱۔

گپت یا گپتا سلطنت (؟۔150۔320ء)

Gupta Dynasty

چندر گپت اول(33۔320ق م): Chandragupta i:

چندر گپت اول (33 ۔320 ق م) ہندوستان کا ایک شہنشاہ تھا جس کی تاج پوشی پاٹلی پتر (پٹنہ) میں ہوئی اور اپنی تاج پوشی کے بعد اس نے اپنے پڑوسی لچھوی قبیلے کی شہزادی سے شادی کرلی اور اس کے بعد ہندوستان میں ایک بڑی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ۱۲۔

چندر گپت دوم(415۔375ق م): Chandragupta ii:

چندر گپت دوم ہندوستان کی گپتا سلطنت کا شہنشاہ (415۔380ق م) تھا یہ چندر گپت اول کا پوتا تھا اس نے گپتا سلطنت کی حدود کو بحیرہ عرب تک توسیع دی جبکہ یہ علوم وفنون کا بھی دلدادہ تھا۔کنشک کے مرنے کے بعد شمالی ہندوستان چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں

تقسیم ہوگیا اور کوئی مرکزی حکومت قائم نہ رہ سکی کتب تاریخ میں اس دور کے بہت کم احوال کا ذکر ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کے بدھ مذہب کئی فرقوں میں بٹ جانے کے باعث ماند پڑ گئی اس کے برعکس برہمن مذہب یا ہندومت کو طاقت ملی ایسے میں گپت خاندان نے گپتا سلطنت کی داغ بیل ڈالی دراصل گپتا سلطنت قدیم ہندوستان کے حکمرانوں کے ایک سلسلے کا نام ہے۔تاریخ میں ان کا کردار ملک کو متحد کرنے والوں میں اہم ترین مانا جاتا ہے پانچویں صدی عیسوی میں سلطنت کا ادئرہ اختیار سارے شمالی ہندوستان تک تھا کندہ تحریرں کے مطابق سلطنت کے بانی ایک مقامی حکمران گپتا اور اس کے بھتیجے گھتوت کا چا کو بتاتی ہے اگرچہ پہلا بادشاہ تو چندر گپت (؟۔353۔320ء) تھا۔اس نے لچھیوں کی ایک اعلیٰ قبیلے کی شہزادی سے شادی کی تھی اور پاٹلی پتر (پٹنہ) کو اپنا دارالحکومت بنایا تھا اس کے بیٹے سمدر گپت

(375۔؟۔353ء) نے شروع کی ہوئی ایک مہم کے نتیجے میں جنوبی ایشیاء میں اس وقت کا سب سے بڑا سیاسی یونٹ قائم ہوا اس کی سلطنت آسام سے پنجاب تک وسیع ہوئی اس کی فتوحات کا حال الہ آباد میں نصب اشوک کی ایک لاٹ پر کندہ ہیں یہ نقوش اس کے ایک درباری شاعر ہرسینا نے کندہ کرائے تھے جبکہ راجھستان کے قبائل نے بھی اس کی اطاعت قبول کی اس نے دکن پر بھی حملہ کیا اور بلاس پور اور سرنگا پٹم کے علاقے کے سرداروں کو زیر کرتا ہوا دریائے کرشنا تک پہنچ گیا اس کے عہد کے کتبوں سے مبہم سا یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کے ساکیہ حکومت بھی اس کی مطیع تھی جس کا دارلحکومت اجین تھا اس کے ساتھ ہی مالوہ اور گجرات بھی اس کے زیر اقتدار تھے حتیٰ کے کشانوں اور شگوں جیسی بیرونی طاقتیں اور سنہالہ (سری لنکا) کے حکمران بھی اسے خراج ادا کرتے تا کہ اپنی آزادی برقرار رکھ سکیں سمدر گپت نے سونے کے سکے جاری کئے جس پر اسے بانسری بجاتے ہوئے دکھایا گیا ہے اسے

فن موسیقی اور شاعری سے بھی خاص شغف تھا یہی وجہ تھی کے اس نے اپنے عہد کے سکوں پر اشعار کندہ کروائے اور اپنی شان وشوکت کا اظہار کرنے کے لئے ویدک رسم اشومیدھ انجام دی اگر چہ وہ ہندومت کا پکا پجاری تھا لیکن اس کے دورِ اقتدار میں بدھ مت کے پیروکاروں کے ساتھ بھی رواداری برتی جاتی (؟۔415۔؟۔376ء) میں سمدر گپت کے بیٹے چندر گپت دوم تخت اقتدار پر براجمان ہوا تاریخ میں اس کو ایک باجبروت شہنشاہ کے طور پر جانا جاتا ہے اس نے ساکیوں پر حملہ کر کے انھیں شکست عظیم سے دوچار کیا اور اس علاقے کو بھی اپنی سلطنت کی حدود میں شامل کرلیا اس نے ہندوستان کا مغربی حصہ اور ہندوستان کی موجودہ ریاست گجرات کو فتح کر کے ہندوستان کو گزشتہ پانچ صدیوں میں پہلی مرتبہ اتنی بڑی سلطنت فراہم کی انھی پے در پے فتوحات کی خوشی میں اسے 'وکرمادتیہ' کا لقب بھی دیا گیا جس کے لفظی معنی 'دلیری کا آفتاب' ہے پھر چندر گپت نے اپنی بہن کی شادی وکاٹکوں کے راجا ادرسین سے کی جس کے قبضے میں موجودہ مدھیہ پردیش اور شمالی حیدرآباد تھا لیکن اس کا بہنوئی بہت جلد مر گیا جس کی وجہ سے چندر گپت کا اقتدار ان علاقوں پر بھی قائم ہوگیا اگر چہ اس کی بہن نے اپنے بیٹوں کے جوان ہونے تک خود ہی حکومت کی باگ دوڑ سنبھالے رکھی لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ اس عرصے میں اس پورے علاقے میں چندر گپت کی ہی حکمرانی قائم رہی تاہم پانچویں صدی کے دوران سلطنت میں زوال کے آثار پیدا ہونے لگے 415ء میں چندر گپت کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا کمار گپت اول (455۔؟۔415ء) نے سلطنت کی باگ دوڑ سنبھالی گو کہ کمار گپت کے دورِ حکومت میں اس کی سلطنت نے توسیع حاصل نہیں کی لیکن اس کے آخری برسوں میں ہن قبائل کے حملوں کی وجہ سے اس کی حکومت کمزور پڑ گئی، ہن دراصل وسط ایشیاء کے رہنے والے تھے جبکہ یورپ میں یہ لوگ سفید ہن کے نام سے جانے جاتے

تھے جبکہ بیشتر مورخین کا یہ خیال ہے کے ہندوستان پرحملہ کرنے والے ہن اس ترک منگولی جتھے سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے اسی عہد میں یورپ کو روند ڈالا جبکہ کچھ مورخین کی یہ رائے ہے کے ہندوستان کی طرف آنے والے قبائل اطیلا کی ماتحتی میں یورپ کو تہہ وبالا کرنے والے جتھے کا حصہ تھے اگر چہ کچھ عرصہ قبل ہنوں نے باختر پر قبضہ کیا تھا لیکن وہ ابھی ہندوستان کی جانب نہیں بڑھے تھے لیکن کمار گپت کے آخری عہد میں یہ لوگ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے پھر کمار گپت کے مرنے کے بعد سکند گپت (467-455ء) سلطنت پر قابض ہوا اس کی حکومت کا دورانیہ 455ء سے 467ء تک کا ہے جس میں وہ مسلسل ہنوں سے برسر پیکار رہا وہ ایک بہادر اور عقلمند سپاہ سالار تھا اسکے دور حکومت میں گپت سلطنت کو طاقت ملی اور اس کے آنے کے بعد ملکی خزآنہ بھی بہتر ہوا لیکن ہنوں کے ساتھ بدستور جنگوں کے نتیجے میں آہستہ آہستہ خزآنہ خالی ہوتا گیا پھر 484ء میں ہنوں کے سردار تورمان نے پنجاب، راجھستان اور وسط ہند پر قبضہ کرلیا اب گپت خاندان کی شان وشوکت ختم ہو چکی تھی جبکہ سکند گپت کے جانشینوں میں اب کوئی بھی ایسا نہ تھا جو کے سلطنت کی بدامنی کو دور کرنے کا اہل ہوتا اس کے بھائی پورو گپت (469-467ء) کے عہد کے بعد چاندی کے گپتا سکے معدوم ہوجانے سے اندازہ ہوتا ہے کے زیادہ تر مغربی ہندوستان گپتاؤں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا تخت کے متعدد دعوئے داروں نے سلطنت کو مزید کمزور کر دیا بدھ گپت (495-؟-476ء) نے مختصر عرصے کے لئے انتشار پر قابو پایا لیکن اس کے آنے سے سلطنت کا کنٹرول صرف مگدھ اور بنگال کے خطوں تک رہ گیا چھٹی صدی کے اوائل میں بھانو گپت شمالی وسطی ہندوستان میں غلبے کے لئے ہنوں سے لڑنے کے قابل تھا تاہم گپتا سلاطین 550ء کے بعد زوال سے دوچار ہوتے ہوئے ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے معدوم ہوگئے اگر چہ گپت خاندان کی بہت سی شاخیں مگدھ اور

گجرات پر عرصہ تک حکمران رہیں لیکن تاریخ میں ان کی کوئی اہمیت نہیں گپت سلطنت کے اختتام کے بعد سیاسی اتحاد کا ایک بار پھر جنازہ نکل گیا اور ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا یہی وہ زمانہ ہے جب ہندوستان کی تاریخ میں گرجروں کا نام آتا ہے جنھوں نے وسطی ودر میں طاقتور حکومتیں قائم کیں ہنوں کے پے در پے حملوں نے راجھستان سے قدیم قبائلی فوجی نظام کوختم کر دیا جبکہ اس کی جگہ ایک نئے نظام نے لی۔ ۱۳؎

گپتا بادشاہوں نے اپنے عہد عروج میں فوج، عدل اور مالیات کے نظام کوتقویت دی حاکموں کے ماتحت ہر صوبہ مختلف اضلاع میں تقسیم تھا جبکہ زمین کی پیمائش اور محصول کی وصولی کا ایک منظم نظام بھی موجود تھا کچھ مورخین کے خیال میں گپتا سلطنت جنوبی ایشیاء میں ثقافت کا عہد زرین تھا کیونکہ سکوں پر کندہ اشارے اور شبیہات سے یہ معلوم ہوتا ہے کے وہ فنون کے عظیم سر پرست تھے جبکہ متعدد بادشاہ بذات خود بھی عظیم موسیقار تھے انھوں نے مختلف مذاہب کی سر پرستی بھی کی اور ہندو، بدھ اور جین مت کے لئے متعدد مذہبی ادارے بھی قائم کئے جبکہ آج کا جدید صوبہ بہار میں موجود بودھی یونیورسٹی نالندا اسی عہد میں علم وفضل کا عظیم مرکز تھی۔ چینی سیاح فاہیان بھی گپتا عہد میں ہندوستان آیا تھا اس نے اپنی تصنیفات میں یہاں کے مندروں میں عمدہ سنگ تراشی کے نمونوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ۱۴؎

ہرش؟۔590۔647۔: Harsha: :

ہرش وردھن یا شیلا دتیہ ہندوستان کا آخری اہم ہندو حکمران تھا جس نے شمالی ہندوستان میں وسیع سلطنت پر حکومت کی (647۔606ء) وہ موجودہ دور کی ہریانہ سلطنت میں ایک سلطنت کے حکمران پربھاکرور دھن کا بیٹا تھا جبکہ اس کی چھوٹی بہن کی شادی کے ذریعے ہرش کا خاندان قنوج یا کنوج کے طاقت ورترین خاندان کا حلیف بن گیا جو موجودہ اتر

پردیش ریاست پر حکومت کرتا تھا جب ہرش وردھن کا بہنوئی اور بڑا بھائی دونوں بنگال کی لڑائیوں میں مارے گئے تو ہرش نے متحدہ بادشاہت کا تخت سنبھالا اور اپنی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے بنگال اور شمالی ہندوستان کی تمام بادشاہتوں کو شکست دی اور یوں وہ ماتحت اقالیم کے ایک اتحاد کا حکمران بن گیا اس کی واحد عسکری ناکامی ۶۴۱ء کے قریب مغربی چالوکیہ کی بادشاہت کے پولاکیش دوم کے خلاف تھی دونوں کی افواج دریائے نرمدا کے کنارے آپس میں ٹکرائیں ہرش نے باصلاحیت آرٹسٹوں کو اپنے دارالحکومت قنوج میں بلایا جن میں سنسکرت کا مصنف بانا بھی شامل تھا بانا کی لکھی ہوئی ہرش کی سوانح بادشاہوں اور اس کی سلطنت کا مفصل حال پیش کرتی ہے ہرش خود بھی ایک لکھاری تھا اس سے متعدد ڈرامے، نظمیں اور گرامر کی کتب منسوب کی جاتی ہیں اپنی حکومت کے آخری برسوں میں اس نے چین کے ساتھ چھ سفارتی مشنز کا تبادلہ کیا چینی بودھی سفیر ہواین تسانگ نے اس کی سلطنت میں سفر کیا اور بدھ مت کو متعدد علاقوں میں پھلتے پھولتے ہوئے بیان کیا۔ ہرش کی موت کے بعد ایک غاصب نے تخت پر قبضہ جمالیا اور سلطنت کی طاقت تیزی سے انحطاط کا شکار ہوگئی۔ ۱۵؎

آٹھویں اور نویں صدی میں شمالی ہندوستان کے اندر دو نئی طاقتیں ابھریں یہ بہار اور بنگال کے پال اور قنوج کے گوجر پرتھا تھے جبکہ پالوں کے ایک راجہ (77۔810ء) دھرم پال نے اپنے طویل عہد حکومت میں علم و ہنر کی سرپرستی کر کے علوم وفنون کو خوب ترقی دی اس نے قنوج کو بھی فتح کیا لیکن اس کے آخری عہد میں قنوج کے راجا اندر نے دھرم پال کو شکست دے کر قنوج کو دوبارہ فتح کیا پھر اس نے بنگال پر بھی حملہ کیا دھرم پال کے بعد اس کا بیٹا دیو پال تخت نشین ہوا یہ راجا بھی علم وادب کا دلدادہ تھا دیو پال کے بعد مہی پال اول برسر اقتدار ہوا اس نے اپنی سلطنت کو بنارس تک وسعت دی پھر مہی پال کے بعد رام پال تخت نشین ہوا جس

کے بعد اس خاندان کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کا اثر واقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہوا یہ خاندان تین سو سال تک حکمرانی کرتا رہا تاریخ میں پال خاندان بدھ مت کی ترویج واشاعت، علم وادب اور فنون کی سرپرستی کے لئے مشہور ہیں انھوں نے اپنے عہد حکومت میں بدھ مت کی کئی خانقاہیں بنائیں نیز ان کے دور حکومت میں بدھ مت ترقی کرتے کرتے تبت تک جا پہنچا۔

نویں اور دسویں صدی میں گوجر پرستہار جن کی حکومت کا آغاز راجھستان سے ہوا اور ہوتے ہوتے یہ قنوج کے مالک بن بیٹھے یہ لوگ غیر ملکی نسل سے تعلق رکھتے تھے لیکن مقامی باشندوں میں گھل مل گئے انھوں نے شمالی ہندوستان میں ایک مضبوط حکومت قائم کی جس نے عربوں کو آگے بڑھنے سے روکا لیکن آگے چل کر 712ء میں محمد بن قاسم کی سپہ سالاری میں مسلمانوں کا ایک لشکر سندھ کے راستے ہندوستان میں داخل ہوا اور طویل مزاحمت کے بعد بلا آخر سندھ اور اطراف کے کئی علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوئے۔

محمد بن قاسم :(وفات۔98ھ۔717ء)

Mohammad Bin Qasim

محمد بن قاسم نے 712ء (93ھ) میں سندھ کے راستے ہندوستان میں قدم رکھا یہ پہلے مسلم سپہ سالار تھے جنھوں نے ہندوستان کو فتح کیا چونکہ یہ سندھ کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے اس لئے سندھ کو باب الاسلام بھی کہا جاتا ہے یعنی سندھ کے راستے اسلام ہندوستان میں داخل ہوا اس واقعے کی تاریخ میں بہت اہمیت ہے محمد بن قاسم بنو امیہ کے دور خلافت میں جب ولید بن عبدالملک خلیفہ وقت تھا ۱۷ برس کی عمر میں سندھ پر حملہ آور ہوئے اور راجہ داہر جو ایک ظالم جابر حاکم تھا اس کے خلاف اعلان جنگ کیا اور ارمن بیلہ، پنج گور دیبل، نیرون، سربیدس، راوار، برہمن آباد، ساوندری، سمندرور، بلیمان، سرشت، کیرج اور

ملتان کو فتح کیا جبکہ ملتان میں بدھوں کا مشہور تیرتھ تھا اس لئے یہاں کے مندر میں سونے اور چاندی کا ہن برستا تھا جب محمد بن قاسم کے ہاتھوں ملتان فتح ہوا تو گویا بے انتہاء دولت مسلمانوں کے ہاتھ آئی ۔ بلازری کا قول ہے 18 گز لمبا اور 10 گز چوڑا ایک کمرہ جو کے سونے سے بھرا ہوا تھا اسی لئے مسلمان ملتان کو سونے کی کان کہا کرتے تھے۔'۱۶؎

ایک انتہائی خونریز معرکہ جو کے 20 جون 712ء (93ھ) میں راجہ داہر بھی مارا گیا اور محمد بن قاسم نے سندھ پر اپنی فتح کا جھنڈا لہرا دیا محمد بن قاسم نہایت نرم دل، بہادر، جراءت مند، دانش منداور اچھے اوصاف وکمالات کے مالک تھے لہٰذا ان کے حسن اخلاق سے کئی ہندو متاثر ہوتے ہوئے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام نہایت تیزی سے سندھ کے راستے پورے ہندوستان میں پھیلا ابھی سندھ میں فتوحات کا سلسلہ جاری ہی تھا کے ولید بن عبدالملک کا انتقال ہوگیا اور اس کی جگہ اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت پر براجمان ہوا لیکن سلیمان بن عبدالملک حجاج بن یوسف اور اس کے خاندان کو سخت ناپسند کرتا تھا لہٰذا اس نے سندھ کی مہم سے محمد بن قاسم کو واپس دارالخلافہ بغداد بلایا اور ان کو قید کر کے سخت تکلیف دی جس کے نتیجے میں 717ء (98ھ) میں محمد بن قاسم کا انتقال ہوگیا یہ بات بالکل درست ہے کے 712ء میں محمد بن قاسم نے سندھ کو قطعی طور پر فتح کرلیا تھا جبکہ بعد کی تین صدیوں تک مسلمانوں کا یہ قبضہ سندھ پر بدستور قائم رہا اگر چہ کچھ مسلم آبادیاں اسماعیلی شیعی مبلغوں سے متاثر ہوئے جو اس وقت مسلم دنیا کے بہت سے حصوں (شمالی افریقہ سے لے کر یمن اور ہند کی سرحدوں تک) میں بڑی گرم جوشی کے ساتھ مصروف عمل تھے۔ مسلمان مشرق قریب اور گجرات، ممبئی، ودکن کے ساحلی علاقوں کے مابین تجارتی روابط بھی موجود تھے جیسا کے کلاسیکی ادوار میں بھی ہوتا تھا لیکن ان تعلقات نے برصغیر کی وسیع آبادی کو بمشکل ہی

متاثر کیا۔

محمود غزنوی (1030ء۔971ء)

Mahmood Ghaznavi

محمود غزنوی کا پورا نام یمین الدولہ ابوالقاسم محمود ابن سبکتگین تھا یہ غزنہ کی بادشاہت کا سلطان (1030ء۔998ء) تھا اس کی سلطنت کی حدود میں جدید افغانستان اور شمالی مغربی ایران شامل تھے لیکن اس نے اپنی پے در پے فتوحات سے مغربی ہندوستان اور زیادہ تر ایران کو اپنی اقلیم میں شامل کیا اس نے اپنے دارالحکومت غزنہ کو ایک ثقافتی مرکز بنایا جو بغداد کو دعوت مبارزت دیتا تھا محمود کا باپ سبکتگین ایک ترک غلام تھا جو کے 977ء میں غزنہ کا حکمران بنا محمود غزنوی 27 سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تو اپنی بے پناہ عمدہ انتظامی صلاحیتوں اور جہان بینی کے سبب بہت جلد کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتا چلا گیا وہ اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت دینا چاہتا تھا چنانچہ اس کے لئے اس نے تقریباً 20 سے زائد کامیاب مہمات میں حصہ لیتے ہوئے بے پناہ دولت کے انبار جمع کرتے ہوئے ایک وسیع بادشاہت قائم کی کہا جاتا ہے کے محمود نے ہر سال ہندوستان پر حملہ کرنے کی قسم اٹھائی تھی لہٰذا ہندوستان پر اس کے پے در پے حملوں کی تعداد 17 بتائی جاتی ہے جس کا آغاز 1001ء میں ہوا اور اس کی آخری مہم 1026ء میں ختم ہوئی اس کی ابتدائی مہمات کا ہدف پنجاب، کشمیر اور شمال مشرقی ہندوستان کے علاقے تھے جبکہ اس کی آخری مہم میں وہ گجرات کے جنوبی ساحل سومناتھ تک جا پہنچا شمالی پنجاب میں اس کا مرکزی دشمن راجا جے پال تھا لہٰذا اس نے 1001ء میں راجا جے پال سے پشاور کے مقام پر جنگ لڑی گو کہ مقابلہ جم کر ہوا لیکن آخر میں جے پال ڈر کر بھاگ گیا جس کے نتیجے میں اس کو عارضی فتح ہوئی لیکن اس عارضی فتح کے نتیجے میں اتنا ہوا کے محمود غزنوی کو

ہندوستان کے قلب میں داخل ہونے کا موقع مل گیا 1024ء میں محمود غزنوی اپنی آخری مشہور مہم پر روآنہ ہوا یہ کاٹھیاواڑ کے جنوبی ساحل پر جہاں اس نے سومناتھ کا شہر لوٹا اور 1026ء میں وطن واپس پہنچا محمود غزنوی وہ پہلا مسلمان فرمانروا تھا کہ جس نے اسلام کا جھنڈا ہندوستان کے اندر گاڑا وہ اسلام کا زبردست حامی تھا اگرچہ اسے دنیا بت شکن کے نام سے جانتی ہے لیکن وہ ہرگز متعصب نہ تھا بلکہ اس نے کبھی بھی ہندوستانی اطاعت گزاروں پر سختی نہیں کی اور نہ ہی کبھی ان پر بہ زور طاقت اسلام مسلط کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی اسلام کی قبولیت کو اس کی فوج میں شمولیت کے لئے ضروری قرار دیا گیا اس نے پنجاب پر قبضہ کر کے اسے ہندوستان میں اپنا مستقل اڈہ بنایا اس کے عہد کے اختتام تک لاہور دارالحکومت بن چکا تھا محمود غزنوی کے دور حکومت میں بے مثل محققین اور شعراء جن میں البیرونی اور فردوسی شامل تھے وہ غزنہ میں آکر آباد ہوئے محمود غزنوی کے ہاتھوں شمالی ہندوستان کی تسخیر نے برصغیر اور مسلم دنیا کے درمیان تجارت اور رابطوں کے تبادلے کو بڑھایا جس کے نتیجے میں ہندوستانی ثقافت کو بیرونی دنیا میں تعارف حاصل ہوا اس طرح مسلم ثقافت (جس میں مصری، یونانی، رومن اور شامی عناصر شامل تھے) کو ہندوستان میں جگہ ملی۔ ۱۷؎

معزالدین غوری اور اس کے جرنیلوں کی بارہویں صدی کے آخری اور تیرہویں صدی کے ابتدائی برسوں کے دوران تسخیر ہندوستان کے لئے راہ ہموار ہو چکی تھی وہ آخری غزنوی سے پنجاب لے لینے کے بعد وادی گنگا کی جانب بڑھا اور مقامی راجپوت بادشاہوں سے اس کا سامنا ہوا پہلے اجمیر اور دہلی کے چوہان بادشاہ پرتھوی راج سوم کو شکست دی گئی (1192ء/588ھ)۔ معزالدین کے ترک کمانڈروں میں سے قطب الدین ایبک کو تمام ہندوستانی فتوحات کا نگران بنا دیا گیا اگرچہ محمود غزنوی خراسان میں مصروف تھا اس نے پنجاب

میں غوری مقبوضات اور گنگا جمنا دوآب پر قبضہ قائم رکھا اور گجرات تک حملے کئے جبکہ ایک اور جرنیل اختیار الدین محمد خلجی بہار اور بنگال تک جا پہنچا اور وہاں غور یا لکھنوتی کو بیس بنا کر آسام پر بھی حملہ کیا۔ غوریوں اور ان کے جرنیلوں کے اس دور میں ہی شمالی ہند میں اسلام کو پائیداری ملنا شروع ہوئی وہاں طویل عرصہ سے قائم ہندو بادشاہتوں کو مطیع کیا اور متعدد ہندو سلطنتوں کی بنیاد رکھی دوسری جانب سلطنت دہلی کے سارے دور میں ترک افغان عسکری قبضے کے مراکز سے دور واقع خطوں میں مقامی ہندو اور بالخصوص راجپوت سرداروں کی طاقت بدستور قائم رہی 1206ء/602 معز الدین کی وفات پر ایبک نے فیروز کوہ کے غوری سلطان کی ایماء پر لاہور میں 'ملک' کے طور پر اقتدار سنبھالا اس کے بعد غزنہ اور غوری سلطنت کے افغان حصے ہندوستان سے کٹ کر خوارزم شاہان اور پھر منگولوں (مغلوں) کے پاس چلے گئے۔ ۱۸۔

معز الدین غوری: (1175ء۔1206ء)

Muizz-ud-Deen Mohammad Ghori۔

تاریخ میں معز الدین غوری کو پہلے مرد مجاہد کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جس نے ہندوستان میں صحیح معنوں میں اسلامی حکومت قائم کی اس کا تعلق افغانستان کی ریاست غور سے تھا اس اعتبار سے وہ غوری کہلایا جبکہ اس کا اصل نام محمد تھا لیکن تخت نشینی کے بعد اس نے معز الدین کا لقب اختیار کیا لیکن ایام شہزادگی میں اس کو شہاب الدین بھی کہا جاتا تھا لہٰذا کتب تاریخ میں یہ شہاب الدین غوری کے نام سے جانا جاتا ہے تاہم ہندوستان کی اکثر فتوحات بھی اس دور کی ہیں جب ابھی وہ شہزادہ تھا وہ اپنے بھائی غیاث الدین غوری کے نائب کی حیثیت سے ان جنگوں میں شریک ہوتا اسے شروع سے ہی فتوحات، سپہ سالاری اور امور مملکت سے دلچسپی تھی لہٰذا اس نے اپنی تمام تر توجہ انھی امور پر مرکوز رکھیں وہ ہندوستان میں اسلامی

حکومت کا قیام عمل میں لانا چاہتا تھا اس غرض سے وہ اپنے بھائی غیاث الدین غوری کے ساتھ بحیثیت نائب جنگوں میں باقاعدگی سے حصہ لیتا رہا چنانچہ غزنی کی فتح کے بعد اس نے ملتان اور اوچ پر قبضہ کرلیا پھر اس نے تین مرتبہ پنجاب پر چڑھائی کی اور لاہور کو اپنا صدر مقام بنایا غوری نے غزنی خاندان کی حکومت کو ختم کرکے ان علاقوں پر اپنا اختیار قائم کیا ان دنوں اجمیر پر پرتھوی راج چوہان کی حکومت قائم تھی ،غوری نے 1192ء میں پرتھوی راج کو شکست دی اور دلی اور اجمیر پر قابض ہوا اس جنگ میں پرتھوی راج مارا گیا لیکن جنگوں کا سلسلہ بدستور جاری رہا اس نے قنوج اور ہندوستان کے کافی بڑے حصے پر قبضہ کیا یہ وہی حصے تھے جو آج پاکستان میں شامل ہیں یعنی آج کا پاکستان سارے کا سارا اس کے قبضے میں آچکا تھا اس کے علاوہ راجپوتانہ اور بہار کے حصے بھی غوری سلطنت میں شامل ہوئے اگرچہ اس کو دو دفعہ شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن مورخین اسے محمود غزنوی سے بڑا جرنیل اور حاکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اس میں بعض خوبیاں ایسی تھیں جو محمود غزونی میں نہ تھیں جس کے سبب اس نے ہندوستان میں اسلام کو قائم کیا جبکہ اس کے دور حکومت میں صحیح معنوں میں ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہوئیں وہ ایک مضبوط قوت ارادی ،مستقل مزاج ،آہنی عزائم کا مالک ،نہایت بہادر اور بردبار بادشاہ تھا وہ کبھی بھی شکست کے بعد ہمت نہ ہارتا یہی وجہ تھی کے اس نے جو علاقے بھی فتح کئے وہاں مستقل بنیادوں پر نا صرف امن وامان کا قیام عمل میں آیا بلکہ ان علاقوں میں اسلام بھی استوار ہوا اس کے غلام نہایت جری ،نڈر اور بہادر تھے جبکہ وہ خود ملکی انتظامی معاملات میں طاق تھا اللہ تعالی نے اس کو ملک گیری کی بے پناہ صلاحیتوں سے مالا مال کیا اس کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی ایک مرتبہ ایک سوال میں جب اس سے یہ پوچھا گیا کے آپ کے بعد حکمران کون ہوگا ؟ تو وہ بولا کے میرے غلام میری سلطنت کے وارث ہوں گے کیونکہ

وہ مجھے اپنے بیٹوں کی طرح ہی عزیز ہیں جبکہ حقیقت میں اس کے کہے ہوئے یہ الفاظ حرف بہ حرف درست ثابت ہوئے اور آگے چل کر اس کے غلام ہی اس کے وارث ہوئے اس کی سلطنت اس کے غلاموں میں تقسیم ہوئی جن کی اس نے شہزادوں کی طرح تربیت کی تھی اور ہندوستان کی سلطنت اس کے غلام قطب الدین ایبک کے ہاتھ آئی۔۱۹؎

سلاطین دہلی (15555ء۔1206ء)

Delhi Sultanate

مغلیہ سلطنت کے احیاء سے قبل ہندوستان میں اہم مسلم ریاست جس کی بنیاد 1206ء میں قطب الدین ایبک نے رکھی ایبک اور 1290ء/689ھ تک اس کے جانشین حکمرانوں کے سلسلے کو عموماً 'غلام سلاطین' کہا جاتا ہے تاہم ان میں سے صرف تین۔

۱۔ایبک۔ ۲۔التمش۔اور۔ ۳۔بلبن۔

ہی غلام تھے جبکہ ان سلاطین کا تعلق کسی ایک نہیں بلکہ تین نسلوں سے تھا دہلی میں خودمختار سلطنت کے حقیقی موجد التمش کے دور میں سندھ (جو پہلے معزی جرنیل ناصر الدین قباچہ کے ہاتھوں میں تھا) کو بھی سلطنت دہلی میں شامل کرلیا گیا جبکہ وہ خوارزمیوں کو بھی اپنی مقبوضات سے باہر رکھنے میں کامیاب رہا لیکن منگولوں (مغلوں) 1241ء/639ھ میں پنجاب پر حملہ کر دیا اور لاہور کو تاراج کرتے ہوئے اچ تک چلے گئے۔

سلاطین دہلی دراصل چھ مرکزی سلسلہ ہائے سلاطین پر مشتمل ہیں یعنی۔

۱۔معزی۔ ۲۔خلجی۔ ۳۔تغلق۔

۴۔سادات۔ ۵۔لودھی۔ ٦۔اور سوری یا افغانی خاندان۔

جن کی زمانی ترتیب درج ذیل ہے۔

۱۔معزی یا غلام بادشاہ۔

قطب الدین ایبک (1206ء/602ھ)۔

آرام شاہ (1210ء/607ھ)۔

شمس الدین التمش (1211ء/607ھ)۔

رکن الدین فیروز شاہ اول (1236ء/633ھ)۔

جلالت الدین رضیہ بیگم (1236ء/634ھ)۔

معز الدین بہرام شاہ (1240ء/637ھ)۔

علاءالدین مسعود شاہ (1242ء/639ھ)۔

ناصر الدین محمود شاہ اول (1246ء/644ھ)۔

غیاث الدین بلبن (1266ء/664ھ)۔

معز الدین کیقباد (1287ء/686ھ)۔

شمس الدین کیومرتھ/کیومرث (1290ء/689ھ)۔

رکن الدین ابراہیم ابراہیم شاہ اول (1296ء/695ھ)۔

علاءالدین محمد شاہ اول (1296ء/695ھ)۔

شہاب الدین عمر شاہ (1316ء/715ھ)۔

قطب الدین مبارک شاہ (1316ء/716ھ)۔

ناصر الدین خسرو شاہ کی شورش (1320ء/720ھ)۔

۳۔تغلق۔۔۔غیاث الدین تغلق شاہ اول (1320ء/720ھ)۔

غیاث الدین محمد شاہ دوم (1325ء/725ھ)۔

محمود (1351ء/752ھ)۔

فیروز شاہ سوم (1351ء/752ھ)۔

غیاث الدین تغلق شاہ دوم (1388ء/790ھ)۔

ابوبکر شاہ (1389ء/791ھ)۔

ناصر الدین محمد شاہ سوم (1390ء/792ھ)۔

علاء الدین سکندر شاہ اول (1393ء/795ھ)۔

ناصر الدین محمود شاہ دوم، پہلا دور حکومت (1393ء/795ھ)۔

نصرت شاہ (محمود شاہ دوم کے ساتھ اقتدار کے لئے لڑائی)۔ (1395ء/797ھ)۔

محمود شاہ دوم، دوسرا دور حکومت (1399ء/801ھ)۔

دولت خان لودھی (14۔413ء/826ھ)۔

۴۔سادات۔۔۔۔ظفر خان (1414ء/917ھ)۔

معز الدین مبارک شاہ دوم (1421ء/824ھ)۔

محمد شاہ چہارم (1435ء/838ھ)۔

علاء الدین عالم شاہ۔(51۔1446ء/55۔894ھ)۔

۵۔لودھی۔۔۔بہلول لودھی (1451ء/855ھ)۔

نظام خان سکندر دوم (1489ء/894ھ)۔

ابراہیم دوم (26۔1517ء/32۔923ھ)۔

بابر کی قیادت میں مغل فتوحات۔

6۔سوری یا افغانی۔

شیر شاہ سوری (1540ء/947ھ)۔

اسلام شاہ (1545ء/952ھ)۔

محمد پنجم عادل شاہ (1554ء/961ھ)۔

ابراہیم سوم (1554ء/961ھ)۔

احمد خان سکندر شاہ سوم (1555ء/962ھ)۔

ہمایوں کے ہاتھوں مغلوں کی حتمی فتح۔۲۰

مغلیہ سلطنت (1885ء۔1526ء) یا (1274ھ۔932ھ)

Moghul Dynasty

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی ابتداء 1526ء سے 1885ء تک رہی اور انھوں نے برصغیر پر حکمرانی کی۔

1526ء میں مغل حکمران ظہیرالدین بابر نے پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دی اور اس ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد پڑی بابر مغلیہ سلطنت کا بانی تھا اور اس کا تعلق ایک چغتائی ترک نسل سے تھا جو پانچ پشت قبل ددھیال میں تیمور سے جبکہ ننھیال میں چنگیز خان سے الگ ہوئیں۔

بابر نے راجپوتانہ کے راجا رانا سانگا کو زبردست شکست سے دوچار کیا اور اپنی سلطنت کی حدود کو جونپور تک وسعت دی اس کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں تخت نشین ہوا جس نے مختلف صوبوں کی حکومتوں کو اپنے بھائیوں کے درمیان تقسیم کر کے کالنجر کا محاصرہ کیا پھر باغیوں کی گوشمالی کے لئے جونپور اور چنار گڑھ کی راہ لی جہاں سے وہ شیر شاہ سوری کو مغلوب کر کے واپس آیا پھر 1832ء میں بہادر شاہ والی گجرات سے جنگ آزما ہوا اسی دوران بہار میں شیر

شاہ سوری نے بغاوت کر دی ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر پنجاب اور پھر سندھ کی طرف آیا جہاں امر کوٹ کے مقام اس کا بیٹا اکبر پیدا ہوا شیر شاہ سوری نے سوری خاندان کے نام پر بنگال، بہار، جونپور، آگرہ، دہلی، پنجاب، مالوہ اور راجپوتانہ پر حکومت کی ۱۵۴۰ء میں میں وہ کالنجر کا قلعہ فتح کرتے ہوئے فوت ہو گیا اس کے بعد سلیم شاہ محمد شاہ عادل، ابراہیم سوری اور سکندر سوری حکمران ہوئے۔

1545ء میں ہمایوں ایران سے قندھار آیا اور افغانستان کے اکثر علاقوں کو فتح کرتے ہوئے لاہور پہنچا 1554ء میں اس نے سرہند کے قریب سکندر سوری کو شکست دی اور دہلی اور آگرہ کو فتح کیا 1555ء میں ہمایوں فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین اکبر تخت نشین ہوا اس کے سرپرست اور وزیر بیرم خان نے 1556ء میں پانی پت کے میدان میں ہیمو بقال کو شکست دی اس کے بعد اکبر نے گجرات، بنگال، بہار، کشمیر، قندھار، برار، خاندیش اور احمد نگر کو دوبارہ فتح کر کے مغلیہ سلطنت میں شامل کیا 1605ء میں اس کا بیٹا سلیم جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہوا اس کے عہد میں سلطنت مغلیہ کو استحکام ملا پھر جہانگیر کے بیٹے شاہجہان کے عہد (1628ء۔1658ء) تک سلطنت اسی طرح سے مستقل بنیادوں پر مستحکم رہی لیکن شاہجہان کے بیمار ہوتے ہی اس کے بیٹوں داراشکوہ اور اورنگ زیب کے درمیان حصول تخت کی خاطر جنگ چھڑ گئی گو کے اس جنگ سے سلطنت کے استحکام کو نقصان پہنچا دوسری جانب اورنگ زیب عالمگیر نے 1706ء تک ہندوستان پر اپنی دھاک بیٹھائے رکھی اور حکومت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا لیکن اس کے بعد کے دور میں مغلیہ سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور مغلوں کا اقتدار صرف دہلی تک محدود ہو گیا اورنگ زیب کے بعد جہاں دارا شاہ، فرخ سیر، محمد شاہ، احمد شاہ، شاہ عالم ودم اور اا کبر دوم یکے بعد دیگرے تخت

نشین ہوئے جبکہ 1827ء میں بہادر شاہ ظفر تخت نشین ہوا جو کہ 1857ء تک دہلی پر حکمرانی کرتا رہا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت یعنی1700ء سے ہی ہندوستان میں انگریز راج کا آغاز ہوا جبکہ انگریز تاجروں نے تجارت کے بہانے ہندوستان میں اپنے قدم جمانے شروع کئے اور کالی کٹ اور مدراس میں اپنی تجارتی سرگرمیوں کا آغاز کرتے ہوئے اپنی تجارتی کوٹھیوں کو قائم کیا ان میں ولندیزی فرانسسی اور پھر انگریز تاجر قابل ذکر ہیں ولندیزی تو زیادہ تر مشرق بعید کی جانب متوجہ رہے جبکہ فرانسسی اور انگریزوں نے ملکی سیاست پر نا صرف عملاً دخل اندازی کی بلکہ برصغیر کی تاریخ پر اپنے گہرے اثرات بھی مرتب کئے خصوصاً جنوبی ہند کی ریاستوں دکن میسور اور کرناٹک پر انگریز اپنے مذموم عزائم میں کامیاب رہے اور انھوں نے بنگال پر قبضہ کرنے کے بعد جنوبی ہند کی جانب اپنی تمام توجہ کو مرکوز رکھا۔

ہندوستان میں انگریزوں نے اپنی آمد 1700ء کے بعد سے 1947ء تک یعنی قیام پاکستان اور بھارت کے بعد تقریباً ڈھائی سو سال تک اپنا تسلط قائم رکھا جبکہ کانگریس نے آزادی ہندوستان کے بعد بھی عملاً لارڈ ماونٹ بیٹن کو ہی اپنا گورنر جنرل بنائے رکھا۔۲۱؎

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

ہندوؤں کی قدیم کتب مہا بھارت اور رامائین کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کے ہندوستان میں کئی بڑی سلطنتیں اور دور شہنشاہیت اور بادشاہت گزریں ان بادشاہوں کے عہد حکومت میں سبھائیں بھی قائم تھیں جو انھیں قیمتی مشورے دیا کرتیں جب ہی رام چندر نے سبھا کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے سیتا سے علیحدگی اختیار کی اگرچہ یہ سب باتیں اپنی جگہ لیکن راجا یا بادشاہ اپنا ولی عہد چننے میں خود مختار ہوتا اور اپنے ملک کو جس طرح سے چاہتا اپنے

وارثوں میں تقسیم کرتا لیکن تاریخ میں بعض راجا مہاراجا ایسے بھی تھے جنھیں ہم قطعاً مطلق العنان حکمران کہہ سکتے ہیں انھیں نا تو عوام کی پرواہ تھی اور نا وہ سبھا کے مشوروں کو اہمیت دیتے چنانچہ ان مطلق العنان راجاؤں کے خلاف عوام نے بغاوت کردی جس کے نتیجے میں انھیں اپنے تخت سے دستبردار ہونا پڑا راجاؤں کو ابتداء سے ہی جنگی حکمت عملی اور سپہ گری سیکھائی جاتی کیونکہ آس پاس کے حکمرانوں کے حملے کے خطرات ہر دور میں موجود رہتے جبکہ ان راجاؤں کو ملک کے اندرونی معاملات میں بھی اکثر بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑتا اگرچہ حکمران طبقہ جنگ کا شوق رکھتے جوان کی جراءت اور بہادری میں شمار کیا جاتا اس قدیم ہندوستانی معاشرے میں گھر میں پڑے پڑے مرجانا بےعزتی خیال کیا جاتا کھتریوں کا مشہور مقولہ ہے کے میدان جنگ میں جان دینا بہت بڑے فخر کا مقام ہے جو انسان کو سیدھا بہشت میں لے کر جاتا ہے'۔

راجا، مہاراجا اور بادشاہ اپنے اقتدار کی خاطر اپنے خونی رشتے داروں کا قتل کرواتے یا پھر انھیں شدید قید و بند کی صعوبتوں سے گزارتے الغرض کسی بھی حکمران کے لئے اپنے ملک اور عوام کی حفاظت سب سے زیادہ اہم ذمہ داری سمجھی جاتی پھر رگ وید کے زمانے میں پنچائیت کا نظام بھی قائم ہوگیا قدیم ہندوستانی سماج میں ذات پات کا نظام قائم تھا لہٰذا اونچی ذات کے لوگ برہمن تھے جو کے مذہبی پروہت یا پنڈت ہوا کرتے اور مذہبی رسومات کی ادائیگی ان ہی کی ذمہ داری ہوتی کھتری میدان جنگ میں لڑتے اور دشمنوں سے سرحدوں کی حفاظت کرتے یہ جنگجو نوجوان صنعت و حرفت سے بھی جڑے تھے جبکہ اس سماج میں سب سے کم تر ہندو شودر تھے جو کے معاشرے میں نہایت قابل نفرت تھے ان کی ذمہ داری لوگوں کی خدمت اور غلامی تھی ۔ جہاں تک قانون کی بالا دستی کا سوال ہے تو اونچی ذات کے لوگ

چاہے کتنے بھی جرائم کرتے انھیں اونچے منصب اور ذات کی وجہ سے ہر سزا سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا نچلی ذات کے لوگ جن میں شودر قابل ذکر تھے وہ نا کردہ گناہوں کی سزا بھی پاتے یہاں تک کے اگر کسی شودر کے کان میں منتر کی آواز چلی جاتی تو اس کے کان میں گرم سیسہ پلا دیا جاتا یہی نہیں بلکہ ان کی جوان لڑکیوں اور عورتوں کو کھلے عام اٹھالیا جاتا اور ان کی عصمت دری بھی کی جاتی لیکن اس معاشرے میں ان مظلوموں کے لئے کوئی قانون اور انصاف نہ تھا تاہم اکثر علاقوں میں من مانی پنچائتی نظام رائج تھا۔

مذہب: Religion:

ہندوستان کے بڑے مذاہب میں ہندومت، جین مت، بدھ مت اور اسلام ہیں تقریباً ۸۳ فیصد افراد ہندومت کے پیروکار ہیں ۱۲ فیصد مسلمان (سنی اور شیعہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اس اعتبار سے لکھنو اور حیدرآباد دکن میں شیعوں کی تعداد زیادہ ہے) بقیہ آبادی میں عیسائی، سکھ، بودھی اور جین مت کے پیروکار پائے جاتے ہیں مذہب کو ہندوستان میں گہری، تاریخی اور ثقافتی اہمیت حاصل ہے ہندومت اور بدھ مت دونوں ہی مذاہب کا آغاز یہیں سے ہوا لہٰذا ہندوستان میں 75 فیصد سے زائد ہندو پائے جاتے ہیں ان کے درمیان ذات اور عقائد کی بنیاد پر واضح فرق ہے یہاں کے دو بڑے مذہبی فرقوں میں ویشو بھگوت اور شیو بھگوت شامل ہیں اپنے تمام تر اختلافات کے باوجود ہندو برادری میں کئی چیزیں مشترک ہیں مثلاً تمام ہندو پیدائش، شادی اور موت کی رسومات لازماً برہمنوں سے ہی ادا کرواتے ہیں یہی نہیں بلکہ ان رسومات کی ادائے گی کے دوران سنسکرت زبان کے اشلوک بھی پڑھے جاتے ہیں جو کہ ان کی مذہبی رسومات میں اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے اگرچہ ہندو برہمن کو سماج میں مذہبی امور کی انجام دہی کی ذمہ داری کی ادائے گی کا شرف حاصل ہے ملک بھر کے

تمام ہندو اپنی مخصوص زیارت گاہوں پر بھی ادب سے حاضر ہوتے ہیں تاہم ان کے مقدس ترین چار مقامات ہیں۔

ا۔بدری ناتھ (ہمالیہ)۔ ۲۔رامیشورم (تامل ناڈو)۔

۳۔دوارکا (گجرات کا ساحل) ۴۔اور پوری (اڑیسہ) ہیں۔

جبکہ وارانسی اور بنارس کو بھی مقدس مقامات میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہندومت: Hinduism:

لفظ 'ہندو' دراصل سندھو (دریا) کی بدلی ہوئی شکل کا نام ہے ہندومت میں بے شمار عقائد اور دساتیر شامل ہیں اگر ان کے پرانے عقیدے اور مذہبی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں کہیں کہیں ایک خدا کا تصور بھی پایا جاتا ہے جیسے کے جھوٹے خداؤں کی عبادت صرف کم عقل لوگ ہی کرتے ہیں۔۲۲۔

وہ صرف ایک ہی کسی دوسرے کے بغیر۔۲۳۔

بلاشبہ خدا عظیم ہے ہمیں اس کی چاہت کے گیت گانا چاہئے، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہ بارش بھی برساتا ہے۔۲۴۔

ویدوں کے ابتدائی زمانے میں آریا قوم توحید پر قائم تھی اور وہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے تھے۔البیرونی نے اپنی مشہور کتاب میں لکھا ہے کے خدا کے متعلق ہندوؤں کا یہ عقیدہ تھا کے وہ واحد ہے ازلی ہے جس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی انتہاء وہ اپنے فعل میں مختار ہے وہ قادر ہے حکیم ہے زندہ ہے اور زندہ کرنے والا ہے، اس کا نہ تو کوئی مقابل ہے اور نہ ہی مماثل ہے وہ نہ تو کسی چیز سے مشابہہ ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے شباہت رکھتی ہے۔

ہندوؤں کی ویدانت میں صرف ایک خدا کی عبادت کا حکم موجود ہے تاہم وہ اللہ کو

اپنی زبان میں اوم یا ایشور کہتے ہیں یہی وجہ ہے کے ہندو، ہندومت کو ازلی دھرم (سناتن دھرم) مانتے ہیں ان کے خیال میں یہ دھرم اس لئے ازلی ہے کیونکہ صرف خدا کی ذات حقیقی اور ازلی ہے لہٰذا حقیقت مطلق جو محیط کل ہے کائنات کی فعال اور مادی علت ہے اس اعتبار سے روح انسانی الوہی ہے اور کل کائنات روح مطلق کی تجسیم ہے خدا ہمارے اندر ہے لیکن ہر انسان اس سے واقف نہیں اسی وجہ سے ہر انسان کا اپنا ایک الگ مذہب ہے جو انسانوں کا مذہب 'مانو دھرم' کہلاتا ہے یہ مانو دھرم ازلی مذہب ہے کوئی شخص ہندو ہونے کے باوجود اپنے مذہب سے دور تو رہ سکتا ہے لیکن وہ اپنا مانو دھرم نہیں چھوڑ سکتا ہے ازلی مذہب یا ہندومت عقائد یا مسالک کے کسی مجموعے پر نہیں بلکہ روحانی رفعت کے ذریعے خدائی شعور کے حصول پر یقین رکھتا ہے یعنی مطلق برہما ہونا اور بن جانا ہندومت اس لئے ازلی ہے کیونکہ دیوتا مذہب کا مرکزی دھرم ہوتے ہوئے ازلی ہے ہندومت یا ویدانت مسالک یا عقائد کے ساتھ نہیں بلکہ منطق اور استدلال کے ذریعے آتما کی صحیح فطرت واضح کرتا ہے اپنشد میں کہا گیا کے 'اس آتما کے متعلق سننا، اس پر دھیان دینا اور اسے سمجھنا چاہئے ہندوؤں کے مطابق' آتما (روح) جسم سے آزاد حیثیت میں موجود ہو سکتی ہے یا نہیں اور کیا یہ موجود جسم سے پہلے بھی اپنا وجود رکھتی تھی یا نہیں؟ یہ آزاد ہے یا محدود؟ چنانچہ اس کا تعلق آتما کی لافانیت، ارادے کی آزادی اور پابندی اور قانون کرم پر قائم ہے ہندومت میں موت کے بعد روح ایک نئے جسم کا روپ دھار لیتی ہے جبکہ اس نئے جسم کا تعین اس روح کے گزشتہ کرموں پر منحصر ہوگا لہٰذا روح انسانی اپنے اعمال کے سبب بار بار جنم لیتی رہتی ہے ویدوں میں یہ لکھا ہے کے ہر انسان کو اپنی زندگی میں اپنی گزشتہ زندگی کے کرموں اور اعمال کے نتائج کو بھگتنا ہوگا اگرچہ کوئی آتما (روح) اپنا گیان (خودشناسی) حاصل کرلے تو وہ برہما بن جاتی ہے یہاں برہما

سے مراد لامحدود اور محیط کل کے ہیں جبکہ آتما کی بصیرت حاصل کرنے والے شخص کو 'جیون مکت' کہا جاتا ہے ان کے نظریے کے مطابق موت آزاد روح کو ہراساں نہیں کرسکتی کیونکہ انسانی جسم کی حیثیت محض ایک لباس کی ہے اور آزاد روح ایک جسم میں رہتے ہوئے دکھ، درد، تکلیف، بھوک، پیاس، سردی، گرمی، بیماری اور ضعیفی کا تجربہ کرتی ہے جبکہ آزاد روح لافانیت کے تحت ہمیشہ زندہ رہتے ہوئے مختلف امور سرانجام دیتی رہتی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام: Prophet Nouh:

تمام زندہ مذاہب میں ہندومت قدیم ترین مذہب ہے محققین کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام سرزمین ہندوستان پرآئے اور انھوں نے یہاں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دیا یہ بات لائق ضبط عقل بھی ہے کے دنیا کے تمام خطوں اور اقوام پر اللہ تعالی نے پیغمبروں کو مبعوث فرما کر حجت تمام کی چنانچہ ہندوستان کے ایک بلامبالغہ بہت بڑے دانشور مرحوم شمس الدین عثمانی جو ہندومت کے حوالے سے ایک نابغہ عصر شخصیت مانے جاتے ہیں نے اپنی طویل تحقیق میں تمام بنیادی ماخذ ومراجع ومصادر کوملحوظ رکھتے ہوئے ایک تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کے اللہ تعالی نے قوم ہنود (ہندوؤں) کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، شمس نوید عثمانی نے اپنی تحقیق میں قرآن سنت کے علاوہ ہندو دھرم کے اصل مصادر، وید، گیتا، رامائین، مہابھارت، منودھرم، شاستر اور اپنشد کے تحقیقی حوالوں کے علاوہ نامور ہندو مصنفین وشارحین جن میں سوامی دیانند سرسوتی، شنکراچاریہ، ڈاکٹر تارا چند، درگا شنکر ستیارتھی، مہاتما گاندھی، ڈاکٹر رادھا کرشن اور شری رام شرما شامل ہیں کی تحقیق سے بھی استفادہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کے حضرت نوح علیہ السلام کو ہندوؤں کی مقدس کتب میں منوح اور منو کہا گیا ہے اور ان کتب میں درج ہے کے ایک عظیم سیلاب کے

بعد منو نے بعض نیک انسانوں کو کشتی میں سوار کرلیا تھا اور تمام برے لوگ طوفان میں غرق ہو گئے تھے، شمس نوید عثمانی کے مطابق ہندوؤں کی بڑی اکثریت آریائی قوم سے تعلق رکھتی ہے جو ایرانی قوم کی ایک شاخ ہے اور دوسری قوم ہندوؤں کی دراوڑ ہے جو عہد نبوی میں یمن میں آباد تھی چنانچہ سورہ جمعہ میں آخرین سے مراد قوم ہنود ہے، محققین کے مطابق اگر مان لیا جائے کے طوفان نوح 5000BC میں آیا ہے اور اگر اس طوفان کا محل وقوع وسطی ایشیاء تھا تو اس طوفان کا براہ راست تعلق آریاؤں سے جڑ جاتا ہے جو بعد میں ہندوستان میں داخل ہوئے لیکن کچھ محققین اس طوفان نوح کا تعلق بین النہرین سے جوڑتے ہیں جس کے آثار قدیم وادی سندھ کی تہذیب سے ملتے ہیں تو اس صورت میں بھی بین النہرین تہذیب کی بنیاد وادی سندھ کے لوگوں نے ہی رکھی ہے تاہم دونوں ہی صورتوں میں اس کا تعلق حضرت نوح علیہ السلام سے ہی جڑتا ہے شمس نوید عثمانی اپنی تحقیق میں آگے دلائل سے یہ ثابت کرتے ہیں کے ویدوں کی اصل تعلیمات وہ نہیں جو آج ہندوؤں میں مروج ہے بلکہ ویدک دھرم ایک سادہ عقائد پر مبنی مذہب ہے جس کی درست تعبیر اسلام ہی ہے اور ہندوؤں کا درست مذہب وہی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی حتمی تعلیمات پر مبنی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشخبری

The good news of the arrival of the Prophet(P.B.U.H)

ہندوستان کے ایک سنسکرت زبان کے محقق، مصنف اور استاد پنڈت وید پرکاش جو برہمن ہندو ہیں اور الہ آباد یونیورسٹی میں تدریس سے وابستہ ہیں آپ اپنے شعبے کے ایک مستند محقق کے طور پر پوری دنیا میں جانے مانے جاتے ہیں نے اپنے ایک تحقیقی مقالے میں مستند حوالوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا مژدا سناتے ہوئے اپنی تحقیق کا عنوان ’ کالکی

اوتار یعنی رسول اللہ ﷺ 'تمام کائنات کے رہنما' رکھا ہے جس میں وہ اپنی قدیم مذہبی کتب 'وید' کے حوالے پیش کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کے محمد ﷺ بھگوان کا آخری اوتار (نبی) ہوگا جو ایک جزیرے (جزیرہ عرب) میں پیدا ہوگا ان کے والد کا نام 'وشنو بھگت' یعنی عبداللہ اور والدہ کا نام 'سومانب' یعنی امن (آمنہ) ہوگا وہ اپنی سرزمین کے ایک معزز خاندان (قبیلہ قریش کی شاخ بنو ہاشم) میں پیدا ہوگا وہ پوری دنیا کو سچائی کا راستہ دکھائے گا وہ اپنے قول میں سچا اور دیانت دار ہوگا یعنی (صادق اور امین) اس کو بھگوان ایک خصوصی قاصد کے ذریعے ایک غار (حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے غار حرا میں بذریعہ وحی) میں پڑھائے گا پھر بھگوان اس کالکی اوتار یعنی کل کائنات کے رہنما کو ایک تیز رفتار گھوڑے پر زمین اور آسمان کی سیر کروائے گا یعنی (سفر معراج) بھگوان کالکی اوتار کی خاص مدد کرے گا وہ گھڑ سواری، تیراندازی اور تلوارزنی کا ماہر ہوگا کالکی اوتار بھگوان کا آخری اوتار ہوگا جو پوری دنیا کو سیدھا راستہ دکھائے گا۔

پرفیسر پنڈت وید پرکاش اس تحقیق کے آخر میں اپنے ہندوستانی قوم سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کے کالکی اوتار یعنی (محمد ﷺ) دنیا میں دین اسلام پھیلا چکے ہیں چنانچہ اب ہندوؤں کو مزید کسی اور کالکی اوتار کی آمد کا انتظار نہیں کرنا چاہئے بلکہ صرف اسلام قبول کرتے ہوئے آخری رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلنا چاہئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آریا قوم میں بھی شرک سرائیت کرگیا اور برصغیر میں جو پہلا گروہ داخل ہوا۔ان کا دیوتا 'اندر' تھا جو سب دیوتاؤں کا سردار تھا دیگر مذاہب میں تحریفات کی طرح ہندو مذہب میں بھی اس کا امکان موجود ہے چنانچہ کئی خداؤں کی عبادت ہونے لگی یعنی ذہن انسانی جس چیز سے متاثر ہوا چاہے وہ محبت ہو یا خوف دونوں ہی صورتوں میں ہندوؤں نے ان کی عبادت شروع کردی قدیم

صحائف ہندومت کے سرچشمے ہیں ان صحائف کو چھ عنوانات کے تحت رکھا جاسکتا ہے ۔

ا۔شروتی ۔ ۲۔سمرتی ۔ ۳۔اتہاس۔ ۴۔ پران ۔۵۔آگم ۔اور ۔٦۔درشن ۔

ا۔شروتی:

شروتی کا مطلب ہے' جیسے سنا جائے' عظیم رشی ابدی صداقتوں کو سنتے اور تجربہ کرتے اور لوگوں کی فلاح وبہبود کے لئے اپنے تجربات کوقلم بند کرتے چاروں ویدانھی پر مشتمل ہیں مکاشفات یا الہیات ویدوں کی صداقت ہیں جبکہ یہ مذاہب کا نہایت معتبر منبع تسلیم کئے جاتے ہیں ۔

۲۔سمرتی:

سمرتی کا مطلب ہے' جیسے یاد کیا جائے ،شروتی کے بعد سب سے زیادہ اہمیت ہندومت میں سمرتی کی ہے سمرتی کی بنیاد ویدوں کی تعلیمات پر ہے یہ مذہبی فرائض کی وضاحت اور تشریحات کرتے ہیں اور ضابطہ اخلاق کے قوانین کی وضاحت کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ افراد اور خاندان کو روزمرہ کے امور کی انجام دہی سے متعلق حقوق وفرائض کی تلقین بھی کرتے ہیں ۔

۳۔اتہاس:

اتہاس کے لفظی معانی تاریخ کے ہیں اس اعتبار سے اس میں تاریخ کے مشہور واقعات جو مہابھارت اور رامائین درج ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے ان کتب میں خاصی دلچسپ کہانیاں اور قصے بھی درج ہیں جن کے ذریعے ہندومت کی بنیادی تعلیمات لوگوں کے ذہنوں پر اپنے انمٹ نقوش ثبت کرتی ہیں ان کتب میں فلسفیانہ مباحث کو علامتوں اور استعاروں میں پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ پران:

پران بھی اتہاس کی طرح ہیں اور اس میں بھی تاریخی واقعات درج ہیں لہٰذا انھیں ویدوں کے مذہب کو مقبول بنانے کے لئے تحریر کیا گیا پرانوں کا مقصد ویدوں کی تعلیمات کو اساطیر، کہانیوں، حکایات اور رشیوں و بادشاہوں کی علامتی کہانیاں کے توسط سے ایک ٹھوس شکل دینا ہے پران مذہب کو ٹھوس شکل میں پیش کرتے ہیں پرانوں کی کل تعداد اٹھارہ ہیں ہندوستان میں بھگوت اور وشنو پران کو زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔

۵۔آگم:

آگم بھی عوامی صحائف کی ایک قسم ہیں اگرچہ وہ اپنا استنا ویدوں سے اخذ نہیں کرتے لیکن ان کی تعلیمات کے خلاف بھی نہیں ان میں ہندومت کے مذہبی معاملات، پوجا پاٹ اور عملی زندگی کے اصول پر بات کی گئی ہے لہٰذا شیومت، شکتی مت اور وشنومت کے تین مرکزی فرقوں کی بنیاد آگموں کے عقائد پر ہی قائم ہے ہندوؤں کی تعلیمات اور ان کا مذہب انھیں روحانی اور اخلاقی سچائی کی جانب متوجہ کرتا ہے لیکن وہ اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کے کوئی فرقہ بھی مطلق سچائی کا حامل نہیں ہے اس لئے فرد کو خود ہی منظم اور صداقت کا کھوجی ہونا چاہئے اس وقت دنیا بھر میں کل ہندوؤں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق 90 کروڑ ہے جبکہ صرف ہندوستان میں ان کی تعداد 70 کروڑ سے زائد ہے ہندوستان کے ہندومت سے مزید تین مذاہب اور نکلے۔ ا۔ بدھ مت۔ ۲۔جین مت۔ اور۔ ۳۔سکھ مت۔ ۲۵ ؎

بدھ مت: **Buddhism:**

بدھ مت ایک عالمی مذہب ہے جس کی بنیاد شمال مشرقی ہندوستان میں گوتم بدھ (سدھارتھ) کی تعلیمات پر رکھی گئی اس کا آغاز اس دور کے غالب برہمن روایات کے اندر

ہوا جس نے آگے چل کر ایک جداگانہ شکل اختیار کی گوتم بدھ نے نا صرف ہندو فلسفہ کے نمایاں پہلوؤں کو مسترد کیا بلکہ برہمنوں کی حاکمیت کو بھی چیلنج کیا اس کے ساتھ ہی انھوں نے ویدک صحائف اور ان پر مبنی قربانی کے فلسفے کو بھی ماننے سے انکار کیا یہی نہیں بلکہ بدھ کی نئی مذہبی تحریک میں تمام ذات برادی کے لوگوں کو بھی شامل کیا گیا جس سے ذات پات کے قدیم ہندووٗانہ نظام کو گہری ضرب لگی بدھ مت نہ صرف ہندوستان بلکہ سری لنکا، تھائی لینڈ، کمبوڈیا، میانمر (برما)، لاؤس، چین، جاپان، تائیوان، تبت، نیپال، منگولیا، کوریا اور ویتنام میں بھی خاص اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر میں بودھیوں کی تعداد اندازاً ۱۵ سے ۳۰ کروڑ کے درمیان بتائی جاتی ہے گوتم بدھ زبانی واعظ ونصیحت کیا کرتے لہٰذا انھوں نے اپنے پیچھے کوئی دستاویز یا تحریر نہیں چھوڑی لیکن بعد میں ان کے عقائد کو ان کے بھکشوؤں نے مرتب کیا اس کے علاوہ انھوں نے مرنے سے قبل اپنے شاگردوں کے بے حد اصرار پر بھی اپنا جانشین نامزد نہیں کیا ان کے مطابق بھکشوؤں کو اپنی نجات خود تلاش کرنی چاہیئے بدھ کے مرنے کے بعد صدیوں تک ان کی تعلیمات کو زبانی سینہ بہ سینہ منتقل کیا جاتا رہا بلاآخر پہلی صدی ق م کے قریب انھیں لکھنے کا کام انجام پایا۔

گوتم بدھ نیپال میں پیدا ہوئے وہ ایک جنگجو قبیلے شاکیہ کے سردار کے بیٹے تھے اور بڑے کروفر اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹ کے مالک تھے 29 برس کی عمر میں انھوں نے تخت وتاج کو ٹھوکر ماری اور جنگلوں اور بیابان میں ابدی سچائی کی تلاش میں نکل گئے جس کو حاصل کرنے کے بعد انسان تمام دکھوں اور دنیاوی بندھنوں سے نجات حاصل کرسکتا ہے لہٰذا اسی سچائی کی تلاش میں وہ ہندوستان کے شہر 'گیا' جا پہنچے جہاں انھوں نے چھ برس تک کڑی تپسیا اور کٹھن مشقوں کے ذریعے بلاآخر نروان (بدھ یعنی بصیرت کو) حاصل کرلیا نروان پا لینے کے بعد

انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ دوسروں کو بھی اس کی تعلیم سے آراستہ کریں چنانچہ انھوں نے لوگوں کو اپنا شاگرد بنانا شروع کیا اور بطور نتیجہ آج دنیا بھر میں بدھ مت کے بے شمار پیروکار موجود ہیں۔۲۶۔

جین مت: Jainism:

جین مت کو ہندوستان کے تیسرے بڑے مذہب کی حیثیت حاصل ہے اس کے پیروکار کافی حد تک گجرات، ممبئی، راجھستان اور کرناٹک (میسور) کے علاوہ ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں پائے جاتے ہیں 1990ء کے اعداد و شمار کے مطابق جینیوں کی تعداد چالیس لاکھ کے لگ بھگ تھی لیکن جینی غالب ہندو اکثریت پر اپنا اثر و رسوخ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کے انھیں ہندوستانی مذاہب میں اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے ان کی بڑی تعداد تجارت کے پیشے سے وابستہ ہے، اس مذہب کی بنیاد وردھمان جنتی پتر یا نٹپت مہاویر (527۔599 ق م) عرف جینا (روحانی فاتح) نے رکھی جین مت کافی حد تک بدھ مت سے مشابہہ ہے اور اس کے پیروکار بھی بودھیوں کی طرح ویدوں کے منکر ہیں بدھ مت کی طرح جین مت بھی بنیادی طور پر ملحدانہ ہے تمام جینیوں کے لئے پانچ وعدے پورے کرنا ضروری قرار دئے گئے ہیں۔

۱۔ اہمسا یا اہنسا (کسی جاندار یا جانور کو ہرگز بھی نقصان نہ پہنچانا)۔

۲۔ ستیہ یا (سچ کی تلاش اور اس تشہیر)۔

۳۔ استیہ (یعنی چوری نہ کرنا)۔

۴۔ برہم چاریہ (یعنی جنسی پرہیز گاری)۔

۵۔ اپری گریہ (غیر ضروری تحائف کو قبول کرنے سے گریز کرنا)۔۲۷۔

سکھ مت: Sikhism:

سکھ مت ایک اخلاق پرست اور وحدانی مذہب ہے جس میں ہندومت اور اسلام کے عناصر سموئے ہوئے ہیں اس مذہب کا بانی گرونانک (1539ء۔1469ء) تھے جو کے ایک صوفی کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں نانک کی پیدائش ایک ہندو کھتری خاندان میں ہوئی جو کے شیخوپورہ کے قریب تلونڈی نامی ایک گاؤں میں آباد تھا لگتا ہے کے نانک کی پرورش ایک غیر معمولی ماحول میں ہوئی بھگتی ہندومت اور صوفی اسلام سے متاثر سکھ مت ایک شخصی خدا کی وحدت، صداقت اور تخلیقیت پر زور دیتا ہے یہ مذہب راہبانہ ترک دنیا کے ہندو تصور کے بجائے لوگوں کی سرگرم خدمت کا حامی مذہب ہے اس میں وفاداری اور عدل وانصاف کو خاص اہمیت دی جاتی ہے جبکہ یہ مذہب ہندوؤں کے ذات برادری، برہمن ازم، مورتی پوجا اور یاترا کو بھی مسترد کرتا ہے لیکن اس میں تناسخ، ارواح اور کرم کے ہندو عقائد کو بدستور مانا گیا ہے تمام سکھ گرنتھ پڑھتے ہیں ان کا گولڈن ٹیمپل ایک مقدس عبادت گاہ کے طور پر جانا جاتا ہے سکھوں سے 'خالصہ' میں شرکت کی اپیل کی جاتی ہے جبکہ نئے سکھ جو اس مذہب میں ابھی داخل ہوئے ہیں انھیں 'پاہل' یعنی (بپتسمہ) دی جاتی ہے اس مذہب کے مرد پیروکاروں کے نام کے آگے سنگھ جبکہ خواتین پیروکاروں کے نام کے آگے کور کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے 'خالصہ' کے اراکین پانچ 'ک' کی پابندی بھی کرتے ہیں جن میں شامل۔

۱۔کنگھا۔ ۲۔کیس۔ ۳۔کچھا۔ ۴۔کڑا۔ ۵۔اور کرپان ہیں۔

یہ چیزیں سکھوں کے یہاں لازمی تصور کی جاتی ہیں جبکہ ان کے یہاں بالوں کو کاٹنا بھی منع ہے گرونانک نے پورے ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور بے شمار شاگرد بنائے انجام کار انھوں نے ۱۵۲۰ء میں ہندوستان کے ایک خطے پنجاب میں مستقل سکونت اختیار کی جبکہ اپنی

زندگی کے بقیہ دن انھوں نے لاہور سے شمال کی طرف واقع ایک گاؤں کرتار پور میں بسر کئے جس کے لئے ایک روایت ہے کے یہ گاؤں نانک کے ایک دولت مند بھگت نے تعمیر کروایا غالباً اسی دور میں نانک نے بحیثیت گرو نئی سکھ برادری کی بنیاد رکھی اور ان کے مرنے کے بعد ان کا ایک بھگت انگد ان کا روحانی پیشوا اور جانشین بنا ان کے چوتھے گرو رام داس کے بعد یہ سلسلہ موروثی بن گیا رام ادس ہی وہ گرو ہیں جنھوں نے گولڈن ٹیمپل کی بنیاد رکھی پھر سکھوں کے پانچویں گرو ارجن دیو نے 1604ء میں آدی گرنتھ مرتب کی ۔۲۸۔

ہندوؤں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

Hindu's view of life after death and Funeral

رگ وید کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے جبکہ رگ وید کے ایک اشلوک میں یہ کہا گیا ہے کے مرنے کے بعد انسان کی روح یا تو پانی میں رہتی ہے اور یا پھر پودوں میں جبکہ بعد میں اس عقیدے میں مزید یہ اضافہ ہوا کے مرنے کے بعد انسان کی روح پانی، پودوں، جانوروں اور دوسری اشیاء سے ہوتی ہوئی دوبارہ پھر انسان کا روپ دھار لیتی ہے جبکہ برہمنوں کا نظریہ یہ ہے کے انسانوں کی ارواح دیوتاؤں کے پاس چلی جاتی ہے لیکن پھر ویدوں کے زمانے کے اختتام پر آریاؤں میں آواگون کے نظریے نے تقویت حاصل کی چنانچہ 'برہاد آرنیک اپنشد' میں سب سے پہلے ہمیں تناسخ کے نظریات ملتے ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہے کے جو شخص نیکی اور سچائی کے راستے سے گزرتا ہے اور دیوتاؤں کے ناموں پر قربانی دیتا ہے اس کی روح مرنے کے بعد 'یاما' (جنت) میں چلی جاتی ہے اور وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد وہ روح چاند پر چلی جاتی ہے پھر چاند سے خلاء میں پھر خلاء سے ہوا میں اور پھر بارش کے ذریعے دوبارہ دنیا میں آجاتی ہے اور

کوئی نہ کوئی انسانی روپ دھارتی ہے جبکہ برے انسان کی روح کیڑے مکوڑے یا برے جانوروں کی شکل اختیار کرتی ہے۔

ارتھی جلانا: Cremation:

ارتھی جلانے کی روایت بہت قدیم ہے یورپ بھر سے نوحجری دور کے کچھ ایسے برتن بھی ملے ہیں جن میں استھیاں (انسانی راکھ) موجود تھیں 1400 ق م اور 2000 ق م کے ادوار میں بھی اس کے شواہد دستیاب ہوئے ہیں قدیم ہندوستان میں بھی لوگ لکڑی کی چتا میں اپنے مردے کو لٹا کر اس کو جلا دیا کرتے اور اس کی استھیوں (راکھ) کو سپرد دریا، سمندر اور بیابان کرتے یا پھر اس راکھ کو زیر زمین دفنا یا کرتے چنانچہ ہندو، بودھی اور سکھ بھی اپنے مردوں کو جلانے کے بعد ان کی راکھ کو سمندر میں بہا دیتے عام طور پر مرنے والے کا قریبی رشتہ دار اس کی آخری رسومات کی ادائیگی کرتا جو کے مرکزی ماتم گر ہوتا اسے عموماً 'کرمی دھرمی' یا بھنگی والا' بھی کہا جاتا رسم کو ادا کرنے کے بعد وہ اپنا سر اور داڑھی مونڈھ دیتا اور پندرہ دن تک کاروبار زندگی کو ترک کرتا اس دوران وہ چمڑے کے جوتے پہننے سے بھی گریز کرتا، وہ کم سوتا، کم کھاتا اور کم بولتا اور ایک دن میں کم از کم دو بار نہاتا اور اپنے آپ کو پاک رکھنے کوشش کرتا اگر مرنے والا اعلیٰ ذات کا ہوتا تو اسے سفید کپڑوں میں کفنایا جاتا اس کے ماتھے پر تلک ، گلے میں مالا اور سر پر پگڑی باندھی جاتی جبکہ عورتوں کو سرخ کپڑوں میں اور سہاگن عورت کو زیورات پہنا کر تیار کیا جاتا، تاہم بیوہ عورت کو صرف سرخ کپڑے پہنا کر چتا پر لٹاتے عام طور پر چار قریبی رشتے دار اس ارتھی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر شمشان بھومی تک لاتے پھر اس چتا پر تیل چھڑکا جاتا، گائے کا گوبر ملا جاتا، سات مرتبہ اوم کا نام لکھا جاتا تاکہ بھگوان کی مدد شامل حال رہے۔صندل کی لکڑی بہت متبرک تصور کی جاتی ہے لیکن وہ بہت مہنگی ہے اس لئے اس

لکڑی کا صرف ایک ٹکڑا ہی ارتھی میں رکھا جاتا اور دوسری لکڑی کو چتا کو جلانے کے لئے استعمال کیا جاتا پھر تیل چھڑکا جاتا تاکہ آگ تیزی سے بھڑکے جب کھوپڑی آگ کی شدت سے تڑختی ہے تو پنڈت اس پر پانی چھڑکتا جب چتا جل کر راکھ ہوجاتی تو 'کرمی دھرمی' قریب آتا اور ایک بانس سے مردے کی کھوپڑی کو توڑتا اور کھوپڑی کو توڑنے کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کے انسان کی زندگی چونکہ دس عناصر پر مشتمل ہے لہٰذا موت آنے پر نو عناصر کی کارکردگی تو ختم ہوئی لیکن دسویں عنصر کا تعلق چونکہ انسانی کھوپڑی سے ہے چنانچہ کھوپڑی توڑ کر اس دسویں عنصر کو بھی آزاد کرنا لازمی ہے چنانچہ کھوپڑی پر صندل، کافور اور گھی کا ایک پیالہ انڈیلا جاتا ہے کھوپڑی توڑنے کے اس عمل کو 'کپال کریا' کہا جاتا ہے اس موقع پر عزیز واقارب گریہ وزاری (سیاپا) کرتے ہیں۔۲۹؎

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!
مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ انسان کی ہڈی کو توڑنے کی مانند ہے۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

قدیم ہندوستان میں آریا زراعت پیشہ تھے جبکہ مویشی پالنا ان کے یہاں بہت اہمیت کا حامل تھا کیونکہ ان کی زیادہ تر غذا کا انحصار دودھ، دال، دلیہ اور سبزی اور پھلوں پر تھا ہندوستانی گائے، بھیڑ اور بکریوں سے محبت کرتے اور ان کی افزائش نسل بڑے شوق سے کرتے وہ کھیتوں میں ہاتھ سے ہل چلاتے اور دوران کاشت کاری اتھرو وید کے کئی منتر پڑھا کرتے تاکہ ان کی فصل اچھی ہو اور وہ کیڑے مکوڑوں، بھوت پریت، بلاؤں وباؤں اور موسمی تباہی سے محفوظ رہ سکے عام طور پر کھیت گاؤں کے مختلف لوگوں اور خاندانوں میں تقسیم ہوتے لیکن کھیتوں میں سب لوگ مل کر کام کرتے جبکہ ان کھیتوں کو دوسروں کے ہاتھوں فروخت

کرنے کی اجازت نہ تھی باپ کے بعد اس کا بیٹا ان کھیتوں کا مالک ہوتا۔

آریا قوم نے صنعت وحرفت میں کافی ترقی کی تاہم صنعتی ترقی میں وہ بابلیوں اور مصریوں کے ہم پلہ نہ تھے لیکن اپنے تئیں انھوں نے اس میدان میں کئی ایجادات کیں جن میں کپڑا بنانا، دریاں بنانا، بار برداری کے لئے گاڑیاں بنانا، سونے اور دیگر دھاتوں کے زیورات، چمڑے کی پوشاک، ہتھیار اوزار، برتن، مورتی اور مجسمے، محلات، مندر، گھر، راستے، گزرگاہیں اور نہروں کی تعمیرات وغیرہ جبکہ قدیم ہندوستان میں اشیاء کے بدلے اشیاء کے تبادلے کئے جاتے۔

ہندوستان کی معیشت کا زیادہ تر انحصار اس کی زراعت پر ہے ہندوستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے جس کی زمین زرخیز ہے اور اچھی فصلیں دیتی ہے لیکن آزادی کے بعد سے اس نے زندگی کے تقریباً سارے ہی شعبوں میں بہت ترقی کی اور انھیں اپنے تئیں وسعت بھی دی 1991ء میں معاشی اصلاحات کے نتیجے میں ریاست کی زیر ملکیت اداروں کی نجکاری شروع ہوئی اور مقابلہ بازی وسرمایہ کاری کو کافی فروغ ملا جبکہ ملک کی معاشی توجہ کا مرکز اب خود انحصاری کے بجائے دیگر ملکوں کے ساتھ تجارت پر ہے 1947ء آزادی حاصل کرنے کے بعد ہندوستان نے اپنی معیشت کو جدید خطوط پر استوار کیا اس طرح سے 2002ء میں ہندوستان کی سالانہ مجموعی قومی پیداوار 510 ارب ڈالر تھی 1994ء کے بعد ملک کے ٹیلی مواصلات کے نظام نے بہت تیزی سے ترقی کی ہندوستان کا سب سے بڑا تجارتی مرکز کولکتہ ہے پھر ممبئی، دہلی، بنگلور، حیدرآباد، ناگ پور، لکھنو، جے پور، کانپور، احمد آباد، پونے اور سورت ہیں یہاں بہت سے نسلی اور ثقافتی گروہ بھی آباد ہیں حکومت نے تقریباً 300 سے زائد قبائلی گروہوں کو بھی شناخت کیا ہے اہم قبائل میں گونڈا اور بھیل شامل ہیں جن کی تعداد کروڑوں

سے متجاوز ہے ہندوستان سے تقریباً 44,000 اخبارات (12 فیصد روزنامچے) شائع ہوتے ہیں۔

جمہوریہ ہندوستان: Republic of India:

ہندوستان جنوبی ایشیاء کا ایک ملک ہے جو کے برصغیر پاک وہند میں واقع ہے اس کے شمال میں افغانستان، نیپال اور بھوٹان ہیں مشرق میں بنگلہ دیش، میانمر اور خلیج بنگال ہیں جنوب میں پالک آبنائے اور بحر ہند جبکہ مغرب میں بحیرہ عرب اور پاکستان واقع ہیں ہندوستان 28 ریاستوں اور سات یونین علاقوں میں منقسم ہے نئی دہلی ہندوستان کا دارالحکومت ہے رقبہ کے اعتبار سے یہ دنیا کا ساتوں بڑا ملک ہے جس کا رقبہ 31.65.596 لاکھ مربع کلو میٹر پر محیط ہے یہاں دنیا کے بلند وبالا پہاڑی سلسلے موجود ہیں صحرائے تھر اور گھنے برساتی جنگلات بھی بکثرت پائے جاتے ہیں تاہم زیادہ تر علاقہ زرخیز، دریائی میدانوں اور سطح مرتفع پر مشتمل ہے گنگا، برہم پتر اور سندھ جیسے بڑے دریا ہندوستان سے ہی گزرتے ہیں جو کے کھیتوں کی سیرابی کا ایک بڑا ذریعہ ہیں انھی طاقتور دریاؤں کی وجہ سے یہاں ہزاروں برس سے تہذیب کا سلسلہ جاری ہے۔

ہندوستان میں آبادی تقریباً ایک ارب پچیس کروڑ لوگوں پر مشتمل ہے اس اعتبار ہندوستان بالحاظ آبادی چین کے بعد دنیا میں دوسرے نمبر پر آتا ہے یہاں کے لوگ ثقافتی اعتبار سے خاصے متنوع ہیں اور ان کی زندگی پر مذہب کے گہرے اثرات مرتب ہیں۔

انگریزوں کی آمد جو کے 1700ء میں ہوئی اس کے بعد سے ہی یہاں قوم پرستی نے اپنی جڑیں آہستہ آہستہ مضبوط کیں جس کا نتیجہ 1947ء میں پاکستان کی آزادی کی صورت میں نکلا اور برصغیر دو حصوں یعنی ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم ہوگیا ہندوستان میں جمہوری

نظام رائج ہے جو پچھلے ستر سالوں سے نہایت کامیابی سے اپنے اندرونی اور بیرونی معاملات کو بہ احسن وخوبی نبٹا رہا ہے اور یہی وجہ ہے کے یہ ایشیاء سمیت دنیا بھر میں کافی اثر ورسوخ کا مالک سمجھا جاتا ہے ہندوستان کی حکومت انتظامیہ، پارلیمنٹ اور عدلیہ میں منقسم ہے امریکہ کی طرح یہاں بھی ریاستوں کی یونین موجود ہے مرکزی حکومت کا ریاستوں پر اختیار ہے یہاں کا آئین جو 1950ء میں نافذ ہوا وہ دیگر ملکوں کے آئین سے خاصا مشابہہ ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس میں کافی ردوبدل بھی ہوا ہے یہاں مجموعی طور پر خواندہ افراد کی تعداد 56 فیصد ہے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں ہر سال 94 لاکھ طلباء داخلہ لیتے ہیں یہاں ہر بڑے شہر میں یونیورسٹیز قائم ہیں جہاں اعلیٰ تعلیمی سہولیات بآسانی دستیاب ہیں ہندوستان کی مجموعی قومی پیداوار کا اب نسبتاً کم حصہ دفاع پر صرف ہوتا ہے 2002ء میں یہ شرح 2.7 تھی 2002ء میں فوج ۱۱ لاکھ، بحریہ 55,000 اور فضائیہ 1,70,000 تھی ہندوستان نے سابق یو ایس ایس آر سے وسیع عسکری امداد حاصل کی اس کے ہتھیاروں کے بہت سے نظام اب اندرون ملک ہی تیار کئے جاتے ہیں ہندوستان نے اپنا پہلا ایٹمی دھماکہ 1974ء میں کیا اور پھر 24 برس کے بعد مزید پانچ دھماکے اور بھی کئے اور اس طرح سے وہ دنیا میں ایک ایٹمی ریاست کے طور پر جانا گیا لیکن ان ایٹمی دھماکوں کے جواب میں ایک ہفتے کے اندر اندر ایٹمی دھماکے کر دئے اس طرح سے خطے میں طاقت کا توازن بحال ہو گیا۔۳۰؎

ہندوستانی ادب: Indian Literature:

برصغیر پاک وہند کی زبانوں اور ادبی روایات میں لکھی گئی تحریریں برصغیر میں ہندوستان، پاکستان، اور بنگلہ دیش شامل ہیں ان تینوں ممالک کے درمیان سیاسی تقسیم بیسویں صدی میں ہوئی اس سے قبل سارا خطہ ہندوستان ہی کہلاتا تھا صدیوں تک ہندوستانی معاشرہ

تنوع کا شکار رہا یوں تو ہندوستان میں تقریباً 206 مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن ان بے شمار زبانوں میں 18 بڑی زبانیں ہیں ہندوستان کی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کے مسلسل بیرونی حملوں اور مختلف قوموں کے اثر ورسوخ کے سبب یہاں کا ادب خاصا بھر پور ادب بن کر دنیا بھر میں اپنی ایک الگ شناخت کا حامل ہے اگر چہ ہندوستانی تحریروں پر مذہب نے نہایت گہرے اثرات مرتب کئے لہٰذا ہندوؤں کا مذہبی صحیفہ وید دراصل ان کی ابتدائی ادب کی مثال کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں یہ 1500 سے 100 ق م کے درمیان پرانی سنسکرت یعنی ویدک سنسکرت زبان میں لکھے گئے یہ زبان ہند یورپی لسانی خاندان کی ہندی آریائی شاخ سے تعلق رکھتی ہے تاہم قدیم ہندوستان میں سنسکرت ہی غالب حیثیت میں موجود رہی جس کا استعمال بکثرت فلسفیانہ اور ادبی تحریروں میں ملتا ہے پھر چھٹی صدی ق م میں بدھ مت اور جین مت کے مقبول ہونے پر پالی زبان میں ادب کو فروغ حاصل ہوا۔ سنسکرت کے متعدد لہجے (پراکرت) بھی پیدا ہوئے دریں اثناء دراوڑی زبان تامل جنوب کے علاقے کی اہم زبان بنی دراوڑی زبان کا ریکارڈ شدہ ادب پہلی صدی عیسوی کا ہے یہی نہیں بلکہ تامل ،تلیگو، ملیالم اور کناڈا میں بھی ادب تخلیق کیا گیا پھر دسویں اور اٹھارہویں صدی کے دوران قدیم زبانوں کے نئے لہجے وجود میں آئے اور ہندوستان کی جدید زبانیں تخلیق ہوئیں اس کے ساتھ ہی ادبی اصناف اور موضوعات میں بھی تنوع پیدا ہوا نیز فارسی زبان اور ادب نے بھی ہندوستانی ادب کو متاثر کیا یہی نہیں بلکہ اسلامی فلسفہ اور روایات نے بھی ہندوستانی ادب پر اپنے اثرات مرتب کئے پھر اٹھارہویں صدی میں انگریزی زبان کے اثرات بھی ہندوستانی ادب کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکے۔ سولہویں تا پہلی صدی ق م کے درمیان آریاءوں کا تخلیق کردہ ادب بھی اس میں شمار کیا جاتا ہے وید چونکہ آریائی پروہتوں اور اولیاؤں نے پرانی سنسکرت

میں تحریر کئے یہ ادب بھجنوں اور مذہبی رسوم پر مشتمل تھا گو کہ وید کی تعداد چار ہے۔

۱،۔رگ وید۔ ۲۔ یجر وید۔سام وید۔ ۴۔اتھر وید۔

پھر یہی وید کی روایات پشت در پشت اگلی نسلوں میں منتقل ہوئی کیونکہ ہندوؤں کا یہ ماننا تھا کہ وید کولکھنا اس کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے اگر چہ جدید ہندوستانی پروہت آج بھی اس نظریے کے تحت وید کی صرف تلاوت کرتے ہیں ویدوں کے بعد ہندو پروہتوں نے برہمن مرتب کئے جن میں رسومات کے متعلق معلومات دی گئیں آرنیک اور اپنشد برہمنوں کا اضافہ ہیں تاہم اپنشد کا عہد تصنیف آٹھویں تا پانچویں صدی ق م کا ہے جس میں مذہبی رسومات کی افادیت پر سوالات اٹھائے گئے اور روحانی مسائل بھی قلم بند کئے لہٰذا اپنشد کو ہندوستان کا قدیم ترین مقالہ کہا جاتا ہے جس نے ہندوؤں کے فلسفے کے مرکزی مکاتب فکر کی بنیاد رکھی جبکہ بدھ مذہب کے اہم ترین صحائف تری پٹک (تین ٹوکریاں) نامی مجموعوں میں تالیف کئے گئے پالی زبان کی ان تحریروں میں گوتم بدھ کی تعلیمات شامل ہیں اس کے علاوہ بدھ سے متعلق کہانیاں ’جاتکا‘ کہلاتی ہیں جن میں بدھ کے سابقہ جنموں کی 547 کہانیاں درج ہیں ہندوستان کا تیسرا اہم مذہب جین مذہب ہے جس کی بنیاد مہاویر نے رکھی جبکہ ابتدائی جین ادب پراکرت لہجوں میں پروان چڑھا جبکہ بودھی اور جین مصنفین نے سنسکرت زبان میں بھی کئی کتب تصنیف کیں اس کے بعد ہیروئی یا سورمائی ادب کا دور آیا لہٰذا ہندوستان کی قدیم ترین رزمیہ (عشقیہ) داستانیں ’مہابھارت‘ اور ’رامائین‘ ہیں جو کئی صدیوں تک سنسکرت زبان میں ہی تحریر کی گئیں ان داستانوں میں یہ بتایا گیا کے آریاؤں نے کیسے ہندوستان پر قبضہ کیا مہابھارت کی تحریری صورت کو تو افسانوی شاعر و مولف ویاس سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن اس نے 400 ق م 400 عیسوی کے دوران اپنی شکل اختیار کی مہابھارت دراصل بھارت یا

بھرت قبیلے کی دو شاخوں کے درمیان تنازعہ کی ایک کہانی ہے عظیم جنگ میں سب ہی آریائی قبیلے شامل ہوئے جو بالکل تباہ ہوکر رہ گئے تیسری ق م کے شاعر والمیکی نے رامائین کو لکھا یہ وشنو کے رام اوتار کی کہانی ہے جو اپنی مغوی بیوی سیتا کو آزاد کروانے کے لئے سری لنکا کے بادشاہ راون کے خلاف جنگ کرتا ہے مہا بھارت اور رامائین نے ہندوستانی اور جنوبی ایشیائی زبانوں میں بعد کی ادبی تحریروں کے لئے اہم موضوعات فراہم کئے جبکہ ناٹکوں اور گیتوں نے ان داستانوں کو زندہ رکھا ہندومت کی روحانی تعلیمات بھی مہا بھارت کے ایک حصے پر مشتمل ہے جس کو 'بھگوت گیتا' کہتے ہیں یہ مہا بھارت کا وہ حصہ ہے جہاں وشنو کا اوتار کرشن دیوتا سورما ارجن کو اخلاقی بحران میں درست راہ بتاتا ہے اس نے بے لوث عمل پر زور دیا 320ء میں گپتا سلطنت کو عروج حاصل ہوا اور زیادہ تر شمالی ہندوستان اس کے زیر اثر آئے گپتا سلاطین کی کوششوں کی وجہ سے ہی ہندومت ایک مربوط اور باقاعدہ مذہب بنا ان سلاطین نے بدھ مت کے عناصر کو ہندومت میں ملا لیا اور مذہب کی الہیات اور نوعیت کو اجاگر کیا گپتا عہد میں فلسفہ، علوم اور فنون میں عظیم کارنامے انجام دئے گئے یہ فن پارے ہندوستان کی اقدار کے عکاس بھی ہیں کلاسیکی سنسکرت ادب نے بادشاہوں اور امراؤں کے درباروں میں نشونما پائی چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں جنم لینے والے شاعر کالی داس کو ہندوستان میں ممتاز ترین کلاسیکی شعراء میں شمار کیا جاتا ہے اس کی تحریروں کو بعد میں ڈرامائی شکل میں پیش کیا گیا جس نے عوام میں بڑی پذیرائی حاصل کی پھر گیارہویں صدی عیسوی کے مصنف سوم دیو نے بھی تاجروں اور بادشاہوں کے رزمیہ قصے تحریر کئے جنھیں عوام میں بہت پسند کیا گیا پھر ساتویں صدی عیسوی میں بھرتری ہری اور امارو نے بھی قابل ذکر ادب تخلیق کیا یہی نہیں بلکہ سنسکرت نے درباری ادب کے ساتھ ساتھ 'پرانوں' کی روایت کو بھی پروان چڑھایا ہر ایک پران میں

پانچ موضوعات ہوتے جن میں تخلیق کائنات، کائنات کی تباہی، تخلیق نو، دیوتاؤں اور رشیوں کا نسب نامہ، منوؤں کے ادوار حکومت اور سوریہ و چندر بنسی بادشاہوں کی تواریخ شامل ہے جبکہ بارہویں صدی عیسوی کے بعد کے ہندوستانی ادب میں فارسی، عربی اور اسلامی ادب کے واضح اثرات دیکھنے میں آئے اگرچہ ان زبانوں نے ہندوستانی زبان کی ترقی میں روکاوٹ ڈالی جس کے نتیجے میں اردو زبان کی بنیاد پڑی قرون وسطی کی غنائی شاعری لکھنے والوں کا تعلق بھگتی سے منسلک ہندو تحریکوں کے ساتھ تھا بھگتی سے مراد کسی بھی دیوتا کے ساتھ بے لوث اور والہانہ تعلق کو استوار کرنا لہٰذا بھگتی مصنفین اور اولیاؤں نے اپنی نظموں میں ہندو دیوی، دیوتاؤں (بالخصوص شیو، وشنو، کرشن، رام) کو مخاطب کیا ہے یہی نہیں بلکہ ہر علاقائی زبان میں بھی یہ ادب موجود ہے۔ مشہور بھگتی مصنفین میں باسوا اور مہادیوی شامل ہیں جنھوں نے کناڈا زبان میں ادب تخلیق کیا اس کے علاوہ کبیر، تلسی داس اور سور داس کا شمار بھی بھگتی شعراء میں کیا جاتا ہے دیگر قابل ذکر شاعروں میں میرابائی بھی ہیں جن کا عہد سولہویں صدی عیسوی کا ہے جن کا تعلق راجھستان سے ہے یہ کرشن دیوتا سے بے حد محبت اور عقیدت رکھتیں ان کے انتقال کے بعد ان کا جسم بہہ کر کرشن دیوتا کی مورتی میں سما گیا اگرچہ بھگتی اولیاء کی سوانحات قرون وسطی میں ہندوستانی ادب کا ایک اہم جز ہے مثلاً مراٹھی، زبان میں چکردھارا کی 'لیلاچرتر' 1540ء میں ہندو اساطیر کی بنیاد پر صوفی مسلم شاعر ملک محمد جائسی کی لکھی ہوئی عشقیہ کہانی 'پدمادت' اس عہد کے دوران ہندو اور مسلم ثقافتوں کے درمیان مندمل ہوتی ہوئی حدود کی نمائندہ ہیں جبکہ پنجابی زبان کے اہم شعراء جن میں بابا فرید، گرونانک اور شاہ حسین شامل ہیں ان کی شاعری بھی انھی رجحانات کی عکاسی کرتی ہے اٹھارہویں صدی کے سندھی شاعر شاہ عبدالطیف بھٹائی اور پنجابی شاعر بابا بلھے شاہ نے کافی کی صنف کو فروغ دیا البتہ مغل شہنشاہوں

اکبر، جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگزیب عالمگیر نے فارسی زبان کو انتظامی، تعلیمی اور ثقافتی سطح پر متعارف کروایا جبکہ ان کے دور میں متعدد فارسی اصناف سخن کو ہندوستان میں مقبولیت حاصل ہوئی اس کی ایک اہم مثال اکبر کے درباری ابوالفضل کی لکھی ہوئی سوانح 'اکبر نامہ' ہے جو کو داستان کے انداز کو اپناتے ہوئے تحریر کیا گیا اگرچہ ہندوستانی سیاق وسباق میں فارسی ادب کی اہم ترین صنف غزل ہے جس پر الگ سے بحث کی گئی تاہم مرزا غالب کی کلاسیکی غزلوں کو اعلیٰ ترین مقام حاصل ہے انگریز 1700ء کی دہائی کے اوئل میں ہندوستان آئے اور 1800ء کی اوئل میں زیادہ تر ہندوستان پر قابض ہو گئے جبکہ 1835ء میں انگریزوں نے بالائی طبقے کے ہندوستانیوں کے لئے انگریزی تعلیم متعارف کروائی جس کے باعث ہندوستانیوں کو مغربی خیالات ونظریات، ادبی تحریروں اور اقدار کا علم ہوا اس کے ساتھ ہی انھوں نے ہندوستانیوں کو اپنا ادبی اور ثقافتی ورثہ بھی نئے زاویوں سے منتقل کیا لہٰذا اس قسم کا ایک ترجمہ 1789ء میں ولیم جونز نے شکنتلا کا کیا۔ ہندوستان میں پرنٹنگ پریس کے متعارف ہونے کے بعد اخبارات وجرائد کی اشاعت ممکن ہو سکی لہٰذا ان ذرائع ابلاغ کی بدولت ہندوستانیوں کو لکھنے اور تحریر کو چھپوانے کے نئے مواقع میسر آئے بنگالی نشاۃ الثانیہ اسی دور کی پیداوار ہے ہندوستان میں جدید تحریر کی اولین مثال شاعری تھی مشہور اور نوبل انعام یافتہ شاعر وادیب رابندر ناتھ ٹیگور نے شاعری کی روایتی اصناف میں جدت طرازی سے کام لیا جبکہ خواتین شعراء تورودت اور سروجنی نائیڈو نے انگریزی زبان میں خود کو ممتاز کیا گو کہ تورودت تو اکیس برس کی عمر میں انتقال کر گئیں لیکن سروجنی نائیڈو نے سیاست اور ادب میں کئی کارہائے نمایاں انجام دئے تامل زبان میں جدید شاعری اور نثر لکھنے والا ابتدائی ترین شاعر سبرامنیم بھارتی ہیں دیگر مشہور شعراء سچدآنند واتیسان، سوریہ کانت ترپاٹھی اور مہادیوی ورما ہیں ہندوستانی ادب میں ناول

اور افسانہ دونوں ہی نئی اصناف تھے اور انیسویں صدی کے زیادہ تر ہندوستانی ادیبوں نے انھی میں طبع آزمائی کی نئے اہل قلم کا تعلق انگریزی تعلیم کے حامل ہندوستانی طبقے سے تھا اور بنگالی نشاۃ الثانیہ نے ان پر گہرے اثرات مرتب کئے شاعر رابندر ناتھ ٹیگور نے شاعری کے علاوہ بنگالی ناول اور افسانے میں بھی نام کمایا دیگر مصنفین بھی 1800ء کی دہائی کے آخر میں سرگرم ہونے لگے گجراتی زبان میں گودردھرم کا ناول سرسوتی چندر اور چندہ مینن کی ملیالم اندولیکھا قابل ذکر ہیں ان تحریروں کے مرکزی کردار عموماً خواتین ہیں اگرچہ خانگی زندگی کے مسائل بنگالی ناول نگاروں مثلاً شتر چندر چٹرجی اور اشان پورن دیوی کی تحریروں کا مرکزی موضوع بنے انیسویں صدی کے آخر میں ہندوستانی متوسط طبقے کی خواتین بھی سامنے آئیں مثلاً پنڈتا را مابائی سرسوتی اور رقیہ سخاوت حسین پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کے درمیانی ادوار میں تین تحریکوں نے ہندوستانی تحریر کو مہمیز دلائی اور متاثر کیا موہن داس اور گاندھی کی شروع کی ہوئی عدم تعاون مارکسزم اور سوشل ازم جبکہ راجا راؤ نے انگریزی ناول 'کیٹھ پور' 1938ء میں لکھا ۔ ملک راج آنند کے دو ناول اچھوت اور قلی نے شہرت دوام حاصل کی اسی طرح سے منشی پریم چند کا ناول گئودان 1936ء میں اور بنگالی بندیو پادھیائے کا پتلی کی کہانی 1957ء میں منظر عام پر آیا جس میں سماجی مسائل کی نشاندھی کی گئی تھی جبکہ اسی دور میں اقبال نے اپنی لازوال شاعری سے سوئی ہوئی قوم میں ایک نئی روح پھونکی اور ہر خاص و عام میں بے پناہ مقبولیت حاصل کی پھر جب ہندوستان ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہوا اور پاکستان اور ہندوستان دو علیحدہ ملک بنے تو یہاں قابل ذکر ادیبوں نے ادب کے میدان میں نہایت قابل ذکر کارہائے نمایاں انجام دئے ۔

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

برصغیر پاک و ہند میں تین ہزار ق م سے لے کر جدید دور تک تخلیق کیا گیا آرٹ اور عمارات کے بے شمار قدیم اور عمدہ نمونے دیکھنے والوں کے لئے علم و آگہی کا ایک موثر ذریعہ ہیں ہندوستانی آرٹ حد سے زیادہ سجاوٹی اور شہوانی ہے لیکن ان باتوں کے باوجود اس کی عمدگی پر کوئی شک نہیں ہندوستانی ثقافت میں عام طور پر شہوانی آرٹ کی کھلے عام ترویج و اشاعت ہوئی لیکن ہمیں ہندوستانی آرٹ کو سمجھنے کے لئے وادی سندھ کی نظریاتی، جمالیاتی اور رسوماتی ضروریات کی روشنی میں اسے دیکھنا اور پرکھنا چاہئے اگرچہ اس کی بنیادیں پہلی صدی ق م میں ہی قائم ہو چکی تھیں ہندوستانی آرٹ میں ہندو، بودھی اور جین نظریات کی عکاسی نظر آتی ہے جہاں کائنات تین الگ الگ مگر باہم مربوط حصوں میں بٹ گئی جس میں۔

۱۔حسیات۔ ۲۔جذبات۔ ۳۔روح۔

شامل ہیں جبکہ یہی تینوں عناصر ہمیں فن تعمیر اور سنگ تراشی میں بھی نظر آتے ہیں ہندوستانی آرٹسٹ نے مخصوص اور قدیم علامات کا استعمال کیا ہے جس میں شامل نسوانی جسم، درخت، پانی، شیر اور ہاتھی ہیں لیکن ہندی آرٹ یا فن پارے میں جنسی قوائیت، ارضی پن، عضلاتی توانائی اور ہم آہنگ حرکت نہایت نمایاں ہیں ہندو مندر کی شکل، ہندو دیوی دیوتاؤں کے خدوخال اور ہندوستانی مصوری میں روشنی، سایہ ترکیب اور حجم ان سب کا مقصد زندگی اور موت، وقت اور ابدیت کے درمیان تضاد کے اسرار کو حل کرتے ہوئے اسے رفعت دیتے ہیں سنگ تراشی، مصوری، زیور، برتن سازی، دھاتی کام اور ٹیکسٹائلز میں موجود ہندوستانی آرٹ بدھ مت اور ہندو مت کے ساتھ مشرق بعید تک گئے اور اس فن نے چین، جاپان، میانمر، تھائی لینڈ، کمبوڈیا اور جاوا کے آرٹ پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے لیکن اسلام کی آمد کے

بعد جیومیٹریکل نقش ونگار نے زیادہ اہمیت حاصل کی کیونکہ مسلمانوں کے یہاں شبیہات کو غیر شرعی تصور کیا جاتا ہے لہٰذا مسلم آرٹسٹوں نے ان سے کنارہ کشی اختیار کی صدیوں کے دوران ہندوستانی فن تعمیر، مجسمہ سازی اور مصوری نے مذہبی، ثقافتی اور علاقائی اثرات کے تحت مختلف انداز اختیار کئے جبکہ ان تینوں کی اولین مثالیں بدھ مت میں موجود ہیں پھر دوسری صدی عیسوی میں بدھ کی شبیہات تراشی گئیں مندروں کی دیواروں پر بدھا کی زندگی کے معمولات کو تصویری شکل میں پیش کیا گیا اجنتا اور ایلورا کے مندر اس کی مثال ہیں پانچویں صدی عیسوی کے بعد آرٹ پر بدھ مت کے اثرات بتدریج کم ہونا شروع ہوئے اس کے برعکس ہندومت اور جین مت کے اثرات نے اس کی جگہ لی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندو اور جین کے منادر نے متعدد انداز ہائے فن کو اپنے اندر سمونا شروع کر دیا جس میں مسجع نقش گری، اہرام نما چھتیں، گول زینے اور دیوی دیوتاؤں کی مورتیوں کے نقوش شامل ہیں مجسموں میں اکثر ہندو اور جین مت کے دیوتاؤں کی شبیہات کو پیش کیا گیا پھر مندر کی دیواروں پر تراشے جانے والے مناظر تیرہویں صدی عیسوی تک آتے آتے خاصے واضح ہو چکے تھے وسط ایشیاء اور فارس سے آنے والے مسلم حملہ آوروں نے بھی اس پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے وہ اپنے ساتھ گنبد، مینار موزیک اور منقش رنگ وروغن سے کیا یہ اپنے ساتھ باریک اور دلفریب آرٹ لائے بارہویں صدی عیسوی کے بعد کی متعدد مساجد اور گنبد والے مقابر ابھی تک محفوظ حالت میں موجود ہیں اس کے ساتھ عالیشان قلعے بھی ہندوستانی فن تعمیر کی بہترین مثال پیش کرتے ہیں یہاں تاج محل کی مثال پیش کی جاسکتی ہے جسے دنیا بھر میں فن تعمیر کے حوالے سے نہایت اہم مانا جاتا ہے اور اپنی بے مثل خوبصورتی اور نفاست میں لاثانی ہے اس کی تعمیر 1648ء میں شاہجہاں نے اپنی محبوب بیوی کے بچھڑ جانے کے غم میں کی وہ ایک ایسا مقبرہ بنانا چاہتا تھا جس کی اس

روئے زمین پر کوئی دوسری مثال موجود نہ ہو تاریخ گواہ ہے کے وہ اپنے اس عزم میں کامیاب بھی ہوا ماہرین کے خیال میں ابتدائی ہندوستانی پینٹنگز یقیناً وقت کے تھپیڑے برداشت نہ کر پائی ہو گی کیونکہ انھیں کپڑے یا لکڑی جیسی ناپائیدار شے پر بنایا گیا تھا لیکن ہم تک پہنچنے والی پینٹنگز کی دو اقسام ہیں۔

ا۔ جو درو دیوار پر بنائی گئی ہیں۔ ۲۔منی ایچر پینٹنگز۔

دوسری اور ساتویں صدی عیسوی کے دوران اجنتا اور ایلورا کے غاروں کی دیواروں پر بنائی گئی تصاویر بھی ہندوستانی آرٹ اور فن مصوری کے نادر نمونوں میں شمار کئے جاتے ہیں منی ایچر پینٹنگز کے قدیم ترین نمونے گیارہویں صدی میں کھجور کے تنوں پر بنائی گئی جس میں بدھا کے زندگی کے واقعات کی تصویر کشی کی گئی تیرہویں صدی کے بعد شمالی ہندوستان پر قادر مسلمان سلاطین کے درباروں میں سیکولر موضوعات پر مبنی منی ایچر پینٹنگز نے رواج پایا یہ سجائے ہوئے مسودات سولہویں تا اٹھارہویں صدی کے دوران اپنے عروج کو پہنچے ان پر فارسی آرٹ کا گہرا اثر پایا جاتا تھا ان میں تاریخی مناظر اور پوٹریٹ شامل ہیں انیسویں صدی میں تمام آرٹس پر یورپی اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے بیسویں صدی کے اہم ترین ہندوستانی آرٹسٹوں میں امرتا شیر گل، اینا مولکا اور ایم ایف حسین شامل ہیں جبکہ چارلس کوریا بین الاقوامی جدید انداز میں کام کرنے ولا ایک مشہور ترین ماہر تعمیرات شمار کیا جاتا ہے۔۱۳۱

گنبد(Dome):

فن تعمیر میں گنبد کا استعمال عرصہ قدیم سے ہوتا آرہا ہےاس کی ابتداء میسو پوٹامیا میں ہوئی بعدازاں یونانیوں نے اس کا استعمال اپنے یہاں کے مقابر میں کیا اہل روم نے اپنی عمارتوں میں بکثرت اس کا استعمال کیا لیکن ہندوستان اور پاکستان میں بھی گنبدوں کا استعمال

بکثرت ہوا مسلمانوں کے یہاں گنبد والی مساجد تعمیر کی گئیں آگرہ کا تاج محل جسے شاہجہان نے اپنی بیوی کی یاد میں بنوایا تھا اس کا گنبد بھی اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتا ہے تاہم گنبد کی تعمیر میں لوہے کا استعمال انیسویں صدی میں ہوا۔

موسیقی: Music:

قدیم ہندوستان میں موسیقی، رقص وسرود کو خاص مذہبی حیثیت حاصل رہی ہے چنانچہ اس کا سیکھنا مذہبی عبادت کا درجہ رکھتا موئن جوداڑو کے آثار قدیمہ سے ایک مہر جس پر ڈھولک بنی ہوئی ہے دستیاب ہوئی ایک دوسری مہر پر ایک مرد کی شبیہ ہے جس کے گلے میں ڈھول لٹکتے ہوئے دکھایا گیا ہے قدیم دور میں ڈھول، کھڑتال، بربط، سمیر اور چنگ عام طور پر استعمال کئے جاتے۔

ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کی آمد کے بعد اگرچہ مسلمانوں کے چاروں فقہی مذاہب میں موسیقی ممنوع سمجھی جاتی۔ سلطان شمس الدین التمش نے اپنے دور اقتدار میں فقہاء کے دباؤ میں آکر موسیقی کو ممنوع قرار دیا لیکن اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد وہ دہلی کے چشتی درویشوں کے سماع اور وجد سے اس قدر متاثر ہوا کے اس نے موسیقی پر سے پابندی ہٹا دی برصغیر میں صوفیاء کے اس سلسلے کی بنیاد حضرت معین الدین چشتی نے (533ھ یا 1236ء) میں رکھی اور اس کی مقبولیت ہندوستان بھر میں ہوئی جبکہ صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں! سلطان فیروز شاہ رکن الدین (634ھ یا 1239ء) نے فن موسیقی کی سرپرستی کی پھر غیاث الدین بلبن (686ھ یا 1265ء) کے دربار میں ایک شام شاعروں اور ادیبوں کے لئے مخصوص تھی ایک دوسری شام مغنیون، رقاصوں اور داستان گوؤں کے لئے مقرر تھی سلطان کیقباد (689ھ یا 1290ء) کے عہد میں موسیقی کا چرچا گھر گھر میں ہونے لگا۔

خلجی سلاطین میں سب سے پہلے بادشاہ علاء الدین خلجی (695ھ یا1295ء) نے بھی فن موسیقی کی بہت سرپرستی کی اس کے دربار میں امیر خاصہ اور حمید راجا جیسے بلند پایا مغنی اور محمد شاہ چنگی، نصیر خان اور بہروز جیسے مطرب موجود تھے جبکہ امیر خسرو بھی اسی دربار سے وابستہ تھے، امیر خسرو سلطان غیاث الدین بلبن اور کیقباد کے درباروں سے بھی منسلک رہے خاندان سادات کے زمانے میں موسیقی کو دربار شاہی اور عوام کی زندگی میں بدستور اہمیت حاصل رہی تاریخ مبارک شاہی میں یہ لکھا ہے سلطان مبارک شاہ (837ھ یا1433ء) فن کا بہت بڑا شیدائی تھا پھر لودھی خاندان کے عہد حکومت میں فقہاء کے کہنے پر کچھ عرصہ تک موسیقی پر پابندی برقرار رہی لیکن سلطان سکندر لودھی (م 923ھ یا1517ء) نے خصوصی طور پر اپنے لئے چار ایسے غلام رکھے جو اس کے ذوق موسیقی کی تسکین کے لئے تھے ان غلاموں میں سے ۱۔ یک چنگ ۔ ۲۔ دوسرا قانون ۔ ۳۔ تیسرا طنبورا۔ ۴۔ چوتھا بین بجانے میں کمال رکھتا تھا۔

سوری خاندان کے بادشاہ (حکومت 946ھ یا1539ء تا926ھ یا1554ء) بھی موسیقی کا دلدادہ تھے اسلام شاہ سوری اور عادل شاہ سوری نے فن موسیقی کی خصوصی طور پر سرپرستی کی سلطان عادل شاہ گانے بجانے کے فن میں ایسا ماہر تھا کے موسیقی مشہور اور نامور استاد تان سین بھی سلطان کا شاگرد ہونے پر فخر کیا کرتا تھا دوسری ریاستوں کے حکمران بھی فن موسیقی کی اور فن کاروں کی سرپرستی کیا کرتے تھے، تاریخ فرشتہ میں ان درباروں کے احوال تفصیل سے درج ہیں کشمیر راگوں کے لئے مشہور تھا اور سلاطین کشمیر (735ھ یا1344ء

تا795ھ یا 1587ء) میں سے ایک بادشاہ زین العابدین کے عہد میں موسیقی پر کئی کتب تصنیف کی گئیں۔

دکن میں بہمنی خاندان کے بادشاہوں میں سے تاج الدین فیروز شاہ

(825ھ یا1422ء) کوموسیقی سے بے حد شغف تھا بہمنی خاندان کے دوسرے بادشاہوں میں سے احمد شاہ اول (838ھ) علاء الدین احمد شاہ ثانی (862ھ) محمد شاہ ثانی (887ھ) اورمحمد شاہ ثانی (925ھ) نے اپنے اپنے دربار میں مستقل بنیادوں پر مغنیوں اور ماہر رقاصاوں کو رکھا ہوا تھا پھر بہمنی خاندان کے زوال کے بعد بیجا پور کی ریاست کے بادشاہ یوسف عادل شاہ

(916ھ یا1511ء) کے متعلق تاریخ فرشتہ میں یہ لکھا ہے موسیقی میں ان کا ذوق اور کمال اس درجے کا تھا کے اس دور کے ماہر فن اس سے مات کھا جاتے تھے وہ کئی ساز نہایت خوبی سے بجالیا کرتا تھا اس کے جانشین اسماعیل (941ھ یا1534ء) نے دکن کی موسیقی کے مقابلہ میں ترکی اور ایرانی موسیقی کو ترجیح دی، ابراہیم عادل شاہ اول اور ثانی کے عہد میں بھی موسیقی کو کافی فروغ ملا ابراہیم عادل شاہ ثانی (1035ھ یق1626ء) نے فن موسیقی پر ایک کتاب 'نورس' تصنیف کی۔

مغلیہ دور حکومت میں موسیقی کو بہت عروج حاصل ہوا اس سلطنت کا بانی اور پہلا شہنشاہ ظہیر الدین بابر (932ھ یا1526ء تا936ھ یا1530ء) نے موسیقی کی ہی فضاء میں پرورش پائی تھی اس کے تایا سلطان احمد مرزا کے دربار میں موسیقی کے ماہرین کا جھمگٹا لگا رہتا چنانچہ قیام کابل کے ابتدائی ایام میں بابر کے دربار میں مشہور مطرب علی شاہ نوائی کے تین تربیت یافتہ شاگرد قل محمد عودی، حسین عودی اور شیخ نابی جیسے موسیقار موجود تھے نصیر الدین ہمایوں (م 963ھ یا1556ء) بھی اپنے باپ کی طرح موسیقی کا رسیا تھا اس کے عہد حکومت میں تو موسیقی سے وابستہ افراد اہل مراد تصور کئے جاتے تھے اور ان کے اظہار فن کے لئے دربار میں دو روز مقرر تھے جبکہ اس کے دربار میں میر عبداللہ قانونی، مولانا حاتم قانونی، استاد

شاہ محمد سرنابی، حافظ دوست محمد خوانی (مغنی) اور استاد یوسف مودور (مغنی) جیسے ماہرفن موجود تھے۔

ا مشہور مغل بادشاہ اکبر(1014ھ یا1605ء) کے زمانے کی موسیقی زمانہ ماضی کی موسیقی سے سبقت لے گئی بلکہ اس کے بعد بھی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ابوالفضل نے موسیقی کی نظری اور وملی پہلوؤں پر اپنی کتاب ’آئین اکبری‘ میں سنگیت کے نام سے ایک باب مخصوص کیا آئین اکبری میں ہی اس عظیم مغل بادشاہ کے دربار کی موسیقی کے متعلق تفصیلی احوال کو بیان کیا گیا اس کے موسیقار سات طائفوں میں منقسم تھے اور ہر طائفے کے گانے بجانے کے لئے ایک ایک دن مقرر تھا ابوالفضل نے ان میں سے بیس بیس مطربوں کے نام لکھے یہ سب موسیقار دنیائے اسلام کے مختلف ممالک سے آئے تھے، جہانگیر

(1037ھ یا1627ء) ہرقسم کی موسیقی کا دلدادہ تھا اور اس کا بھائی دانیال ہندی گیتوں کا خاص شائق تھا پھر شہاب الدین شاہجہاں (م1068ھ یا1658ء) کے عہد میں موسیقی تمام درباری اور عوامی جشن اور تہواروں میں تفریح کا ذریعہ بن چکی تھی شاہجہان نے گوالیار کے مشہور شاعر اور سخن طراز بخشو کی تمام تصانیف کا مجموعہ تیار کرنے کا حکم دیا اس مجموعے میں چار راگ اور چھیالیس راگنیاں تھیں پھر اس کے فرزند اورنگ زیب نے حکومت سنبھالنے کے بعد موسیقی کے متعلق سخت روش اختیار کی اس کے عہد میں موسیقی متروک ہوگئی اس نے درباری مطربوں کو بھی موقوف کر دیا اگرچہ درباری سطح پر موسیقی کا فن ممنوع تھا لیکن موسیقی کے علم وفن پر اورنگ زیب کے دور میں کئی کتب تصنیف کی گئیں۔

(1073ھ یا1622ء) میں فقیر اللہ نامی ایک شخص نے

(م1119ھ یا1669ء) نے فارسی میں ’ہرجات سنگیت‘ نامی کتاب لکھی ان

دونوں ہی کتب کا ماخذ سنسکرت موسیقی کی کتب ہی تھیں ۔

مرزا خان محمد بن فخرالدین محمد نے فارسی زبان میں 'تحفۃ الہند' نامی کتاب لکھی، محمد کامل خانی نے ایک کتاب 'رسالہ درعمل بین وٹھاٹھ راگ' لکھی ابوالحسن قیصر نے 'کتاب معرفۃ النغم' اور 'مصباح الشعر' حسن بن خواجہ طاہر نے لکھی اس زمانے میں نظری اور عملی اعتبار سے ایرانی موسیقی کا اثر غالب تھا اورنگ زیب کے جانشین شاہ عالم بہادر اول

(م 1124ھ یا 1712ء) نے موسیقی کو دربار اور گھروں میں دوبارہ مقبول عام بنایا ۔اس کے دربار میں تین ولندیزی مطرب بھی تھے جبکہ اس کے جانشین جہاندارشاہ کے عہد میں مطرب اور رقاص ترقی کرتے کرتے صاحبان منصب بن گئے فرخ سیر

(م 1131ھ یا 1719ء) ناصرالدین محمد شاہ (م 1161ھ) اور شاہ عالم ثانی

(م 1221ھ یا 1806ء) کے زمانوں میں خانہ جنگی کے ہنگاموں اور مغلیہ سلطنت کے روبہ زوال ہونے کے باوجود موسیقی کو فروغ ملا ۔

مشہور فرانسسی فاضل Joanny Grosset جو ہندوستانی موسیقی پر ایک مستند مصنف مانا جاتا ہے لکھتا ہے بارہویں صدی ہجری/اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر سے برطانوی عہد میں ممتاز اور دولت مند خاندانوں کی سرپرستی سے علم موسیقی کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم فنون میں ازسرنو جان پڑ گئی ۔

برصغیر پاک وہند میں موسیقی کے ارتقاء میں مسلمان موسیقاروں کا اہم حصہ ہے برطانوی دور حکومت میں کلاسیکی موسیقی کے تحفظ کے سلسلے میں عبدالکریم خان، مہربان خان، ولایت خان، فیاض خان، عاشق علی خان اور عبدالوحیدی خان جیسے معروف مسلمان موسیقاروں نے نمایاں حصہ لیا کیرانا، پٹیالہ اور شام چوراسی کے گھرانوں نے فن موسیقی کے

مختلف اسالیب کو بنانے سنوارنے میں قابل ذکر کردار ادا کیا ہے ۳۲ ۔

ہندوستانی موسیقی میں طبلہ،طنبورا،شہنائی ، ڈھول بین ، چنگ اور ہارمونیئم بجایا جاتا ڈھول کے بارے میں کہا جاتا ہے کے یہ 6000 ق م میں بھی بجایا جاتا تھا تاہم ہندوستان اور پاکستان میں بالخصوص پنجاب میں ڈھول موسیقی کا لازمی جز ہے، ہندوستان میں موسیقی کے متعدد راگوں کو ساحرانہ یا شفائی قوت کا مظہر جانا جاتا ہے یہ راگ مخصوص اوقات یا موسموں میں چھیڑے جاتے ہیں جن سے مثبت توانائی اور شفاء بخش لہروں کا اخراج ہوتا ہے بصورت دیگر اس کے منفی اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں ۔

ہندوستانی زبانیں: **Indian Languages:**

ہندوستان میں 206 زبانیں بولی جاتیں ہیں جبکہ وہاں کی حکومت ۱۱۲ مادری زبانوں کو شناخت کرتی ہیں اور انھیں بولنے والوں کی تعداد کم ازکم دس ہزار ہے کچھ محققین کی نظر میں یہاں اٹھارہ بڑی زبانیں اور 1000 سے زائد چھوٹی زبانیں اور لہجے مروج ہیں برصغیر میں بولی جانے والی دیسی زبانیں جن کی وسیع اکثریت کا تعلق ہند یورپی زبانوں کی ہندی ایرانی شاخ یا غیر ہندی یورپی دراوڑی خاندان سے ہے جبکہ زبانوں کو شمار کرنے کا انداز ہی ان کی کل تعداد کا تعین کرتا ہے ۔

پاکستان کی سرکاری زبان اردو، ہندوستان کی ہندی اور ان دونوں ممالک میں بہت سا سرکاری اور غیر سرکاری کام انگریزی میں ہوتا ہے تاہم ہندوستان کا آئین تقریباً اٹھارہ زبانوں کو بطور ذریعہ تعلیم شناخت کرتا ہے جن میں آسامی ، بنگالی، گجراتی ، ہندی ، کناڈا، کشمیری کونکی ، ملیالم ،منی پوری میراٹھی ، نیپالی ، اروڑیہ ، پنجابی ،سنسکرت، سندھی ،تلیگو ، تامل اور اردو شامل ہیں پاکستان میں اردو جبکہ بنگلہ دیش میں بنگالی سرکاری زبان ہے، محققین کے مطابق

دوسرے ہزار یے ق م میں ہندی ایراانی لوگ مشرق کی جانب سے آئے اور ایران میں آ کر آباد ہوگئے 1000 ق م کے قریب دولسانی شاخیں ہندی آریائی اور ایرانی الگ ہوگئیں ہندی آریائی زبان شمال مغربی ہندوستان کی زبان بنی اس زبان کو بولنے والوں کوشمالی ہندوستان میں دراوڑی زبان بولنے والوں سے واسطہ پڑا کیونکہ دراوڑیوں کوجنوب کی جانب نقل مکانی کرنی پڑی جہاں وہ آج بھی رہتے ہیں ایک اندازے کے مطابق آج بھی تقریباً 16 کروڑ 90 لاکھ لوگ دراوڑی زبان بولتے اور سمجھتے ہیں یہی نہیں بلکہ چار مرکزی دراوڑی زبانوں کو ریاستی زبانوں کا درجہ بھی حاصل ہے۔

۱۔تامل (تامل ناڈو)۔ ۲۔تلیگو (آندھرا پردیش)۔

۳۔کناڈا (میسور)۔ ۴۔ملیالم (کیرالہ)۔

اگر چہ ان زبانوں کی تاریخ خاصی قدیم ہے جو کے اپنے علیحدہ رسم الخط کی وجہ سے نمایاں ہیں ہندوستان میں سب سے زیادہ تلیگو زبان بولی جاتی ہے تاہم تامل زبان کا دب نہایت بھرپور ہے لیکن دیگر دراوڑی زبان بولنے والوں کی تعداد زیادہ نہیں شمالی مشرقی اور وسطی ہندوستان میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے تقریباً بارہ منڈا زبانیں بولتے ہیں ان میں سے سنہالی اہم ترین ہے دراوڑی زبانوں کی طرح منڈا زبانیں بھی ہندیورپیوں کی آمد سے قبل ہندوستان میں مروج تھیں تبت سے لے کر میانمر تک کی ہندوستانی سرحد پر چند چینی تبتی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ ۳۳؎

ہندی: Indian:

ہندی زبان ہندوستان میں بولی جانے والی ایک زبان ہے جو کے اٹھارہ سرکاری زبانوں میں سے ایک اہم ترین زبان کی حیثیت حاصل ہے اگر چہ ہندی کسی نہ کسی صورت

میں دنیا بھر کے تقریباً ایک ارب افراد کی اولین زبان ہے اگرچہ مشرقی ہندی اور مغربی ہندی کی اصلاحات دو مرکزی لہجوں میں تمیز کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں کچھ محققین کی نظر میں اردو زبان بھی ہندی کی ایک صورت ہے جو کے ہندوستان ، پاکستان ، جنوبی اور مشرقی افریقہ میں بولی جاتی ہے فجی ، ماریشس ، ملائیشیاء اور انڈونیشیاء میں بھی ہندی بولنے والے موجود ہیں ہندی اردو بولنے والوں کا لسانی گروپ دنیا کے سب سے بڑے لسانی گروپ میں سے ایک ہے ایک تحقیق کے مطابق دنیا بھر میں 18 کروڑ سے زائد افراد ہندی کو اپنی مادری زبان قرار دیتے ہیں ۔ ہندی کا دیوناگری رسم الخط سنسکرت ساخت اور ذخیرہ الفاظ لئے ہوئے ہے اس کی بنیاد کھڑی بولی ہے جو دہلی کے شمال اور مشرق کے علاقوں میں بولی جاتی ہے برج بھاشا بھی ہندی کی ایک صورت تھی جو پندرہویں صدی سے اٹھارہویں صدی تک ایک اہم ذریعہ ادب رہی اس کے علاوہ ایک اور ادبی صورت اودھی بھی ہے اس کے علاوہ بگھیلی ، چھتیس گڑھی ، بندیلی اور کنوجی لہجے بھی مروج ہیں ہندی کا صوتی نظام سنسکرت کی بہ نسبت کافی سادہ اور آسان ہے ۔ ۳۴ ۔

پالی: Pali:

پالی تھیرواد بدھ مت کی مقدس زبان ہے جو کے شمالی ہندوستان کی وسط آریائی زبان کہلاتی ہے یہ بہ حیثیت مجموعی پالی پرانی ہند آریائی ویدک سنسکرت لہجوں سے قریبی تعلق رکھتی ہے لیکن بدیہی طور پر ان میں سے کسی کے ساتھ بھی براہ راست منسلک نہیں بودھی شرعی زبان کی حیثیت میں پالی کا استعمال اس لئے شروع ہوا کیونکہ بدھ سنسکرت زبان استعمال کرنے کے خلاف تھا اس کے اقوال کو پہلی صدی ق م کے دوران سائیلون میں پالی زبان میں مرتب کیا گیا انجام کار پالی ایک محترم معیاری اور بین الاقوامی زبان بن گئی یہ زبان اور تھیرواد

،شریعت تری پٹک کی صورت میں میانمر، تھائی لینڈ، کمبوڈیا، لاؤس اور ویتنام میں لائے گئے ادبی زبان کی حیثیت سے پالی برصغیر میں چودھویں صدی عیسوی کے دوران ختم ہوئی لیکن دیگر مقامات پر یہ اٹھارہویں صدی تک قائم رہی۔ ۳۵۔

سنسکرت: Sanskrit:

سنسکرت ہندوستان کے ہندوؤں کی کلاسیکی، مقدس اور ادبی زبان تصور کی جاتی ہے جو کے ہند آریائی زبانوں کی ہند آریائی شاخ سے تعلق رکھتی ہے تقریباً دوہزار سال سے سنسکرت کم وبیش مصنوعی طور پر ہندوستان کے برہتوں، علماء اور اہل علم لوگوں کی ادبی زبان رہی ہے سنسکرت کو بیسویں صدی تک یہ حیثیت حاصل رہی سنسکرت ہندوستان کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے۔ ۳۶۔

دروآڑی: Dravidian:

دراوڑی ہندوستان میں لسانی اعتبار سے منسلک لوگوں کے ایک گروپ کا نام ہے جو کے روایتی نظام اور ذات پات کے تحت پست حیثیت رکھتے مثلاً تامل اورٹوڈ وغیرہ۔

برصغیر کے دیگر لوگوں کے ساتھ باہمی تعلق اور شادیوں کے باوجود دراوڑی زبان نسبتاً مستحکم رہی باہمی تال میل کے باعث معاصر دراوڑی ثقافت نہایت متنوع اور رنگا رنگ تھی 1947ء میں ہندوستان کی آزادی کے بعد سے درواڑی گروپس ہندی زبان کو ہندوستان کی سرکاری زبان بنانے پر بہت احتجاج کیا آج سترہ کروڑ سے زائد افراد یہ زبان بولتے اور سمجھتے ہیں یہی نہیں بلکہ درواڑی کو دنیا کا چوتھا بڑا لسانی گروپ بھی شمار کیا گیا ہے۔ ۳۷۔

ریختہ: Rikhta:

ریختہ ہندوی، گجروی اور دکنی (ایک رائے کے مطابق یہ اردو زبان کے علاقائی معیاروں کے نام تھے اور دکنی اس کی آخری کڑی تھی) کی وہ ارتقائی شکل جس کے ساتھ اردو زبان و بیان نے ملک گیر سطح کا نیا معیار تلاش کیا اردو معلیٰ اور اردو اس کے ارتقاء کی مزید کڑیاں ہیں ریختہ کی تین بنیادی خصوصیات قابل ذکر ہیں۔

ا۔اس نے فارسی کی پیروی کی اور فارسی کے ہی راستے کو اپنایا۔

۲۔بے ساختگی اس کی بنیادی خصوصیت ہے۔

۳۔زبان و بیان کا ایک نیا ملک گیر روپ جو کے عام فہم اور سادہ ہے۔

اس زبان کو بہت جلد ہر خاص و عام میں پذیرائی حاصل ہوئی۔۳۸؂

بنگالی زبان: Bangali:

بنگالی زبان کو بنگلہ یا بانگلہ بھی کہا جاتا ہے یہ ایک ہند آریائی زبان ہے جسے بنگلہ دیش اور ہندوستانی مغربی بنگال میں 8 کروڑ سے زائد افراد بولتے ہیں بنگلہ زبان کی ادبی صورت میں سنسکرت کے متعدد الفاظ شامل ہیں یہ فکشن، ڈراما اور شاعری میں مغربی اصناف اپنانے والی پہلی ہندوستانی زبان ہے39؂

بین الاقوامی زبان: Lingua Franca:

بین الاقوامی سطح پر اور وسیع جغرافیائی علاقوں میں مواصلات کے لئے استعمال ہونے والی زبان کو بین الاقوامی زبان کہا جاتا ہے اس زبان میں ہندی زبان شامل ہے جو برصغیر میں بولی جاتی ہے اس کے علاوہ اردو کو بھی قبولیت عام حاصل ہے۔۴۰؂

دیونا گری رسم الخط: Devanagari:

دیونا گری سنسکرت، ہندی، گورمکھی اور ہندوستان کی کچھ دیگر زبانوں کو لکھنے کے لئے استعمال ہونے والا رسم الخط ہے اس میں 48 حروف ہیں یہ زبان بائیں سے دائیں لکھی جاتی یہ رسم الخط قدیم برہمی سے بنا جو ساتویں یا آٹھویں ق م میں قدیم ارامی سے ماخوذ تھا یوں دیونا گری رسم الخط کا تعلق عبرانی، عربی یونانی اور رومن حروف تہجی سے جڑ جاتا ہے غالباً دیونا گری کے اجداد نے ہی بنگالی، تامل، تلیگو، سنہالی، برمی اور تھائی زبانوں کے رسم الخط کو جنم دیا

ہندوستانی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Social Status of Hindi Women's in their Society

قدیم ہندوستانی تہذیب میں ہندو عورت پاک دامن، سلیقہ شعار، مہذب، شائستہ اپنے گھر اور بچوں سے محبت کرنے والی ستی ساوتری اور وفا کی دیوی ہوا کرتی۔ قدیم ہندو سماج میں خواتین کے لئے بھاگے وان (قسمت والی) اور لکشمی دیوی) دولت کی آمد کی وجہ) جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہندو، عورتوں کو دولت یا گھر میں خیر برکت کی وجہ گردانتے یعنی قسمت والی عورت کے آنے سے گھر میں ہن (دولت) برستا ہے اور گھر میں دولت عورت کی قسمت سے اور بچے مرد کی قسمت سے پیدا ہوتے ہیں لیکن بعد کے سماج میں لڑکوں کی اہمیت بڑھ گئی اور ان کی پیدائش کے لئے مندوروں میں جا کر خصوصی دعائیں مانگی جاتیں اور سماج میں لڑکیوں کی پیدائش کو ناپسند کیا جاتا تاہم آج کے ہندو سماج کا اگر تجزیہ کیا جائے تو وہاں لڑکیوں کو انتہائی بوجھ تصور کرتے ہوئے اسقاط حمل کی کھلے بندوں تمام تر کاروائیوں کو حکومتی سطح پر خاص پذیرائی حاصل ہے باقاعدہ ایک مہم کی صورت میں جگہ جگہ بینرز آویزاں کر کے عوام کو یہ پیغام اور شعور دیا جاتا ہے کے 5000 خرچ

کرو اور 50,0000 کا جہیز بچاؤ کچھ عرصہ قبل ہندوستان کے ایک سرکاری اعداد شمار کے مطابق ہندوستان کے مختلف چھوٹے بڑے اسپتالوں میں ایک کروڑ لڑکیوں کی دنیا میں متوقع آمد کو اسقاط حمل کے ذریعے روکا گیا یعنی والدین نے غربت کے ڈر سے اپنی بیٹیوں کے دنیا میں آنے کے حق کو ان سے چھین لیا زمانہ قدیم میں ہندو خواتین ذات پات کی پابندی کے بغیر اپنی مرضی سے شادی کرنے کا مکمل اختیار رکھتیں اور اگر ان کا شوہر مر جاتا تو وہ دوسری شادی بھی اپنی مرضی سے کرنے کے لئے آزاد تھیں عورت کی دوسری شادی قدیم ہندو سماج میں ہرگز معیوب تصور نہ کی جاتی جیسا کہ! رگ وید میں ایک مقام پر یہ لکھا ہے اے عورت اٹھ اس شخص کے غم میں اپنی زندگی نہ گنوا جس کی زندگی ختم ہو چکی ہے۔ تو دنیا میں آ اپنے مردہ شوہر کو چھوڑ اور اس کا ہاتھ پکڑ جو تجھ سے شادی کا خواہش مند ہے۔

رگ وید کے ان اشلوک سے ہندو سماج میں بیواؤں کی دوسری شادی کی مکمل تصدیق ہوتی ہے۔ بعد کے زمانے میں ارجن نے ایک بیوہ سے شادی کی جس سے اس کا ایک بیٹا اروَن پیدا ہوا جو کے اس کی جائز اولاد تصور کیا جاتا یعنی ویدوں کے زمانے میں شادی ایک انتہائی مقدس بندھن تھا اس کے ساتھ ہی سماج میں سوئمبر کی رسم بھی تھی جہاں ہندو شہزادیاں میلے میں اپنے لئے شوہروں کا انتخاب کرتیں چنانچہ سیتا اور دروپدی کی شادیاں سوئمبر کے ذریعے سے ہوئیں اس قدیم ہندو معاشرے میں فرد کے نیک چال چلن کے لئے شادی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں لڑکیوں کی کم سنی میں شادی کرنے کا رواج عام تھا البتہ شادی بیاہ کے موقع پر لڑکیوں کو جہیز دینے کی روایت موجود تھی لیکن باپ کی وراثت میں ان کا کوئی حق نہ تھا لہٰذا شادی کے موقع پر ان کو جہیز کی صورت میں مال و اسباب دے دیا جاتا لیکن بعد کے ادوار میں اس جہیز نے بھاری بھرکم شکل وصورت اختیار کر لی اور موجودہ دور میں تو فرمائشی جہیز مانگنے

کا رواج مضبوط تر ہوگیا قدیم ہندوسماج میں مرد ایک سے زائد شادیاں کرتے اس دور میں لڑکیوں کو بیچنا معیوب تصور کیا جاتا تاہم ہندوستانی سماج میں خواتین کو خاصی آزادی حاصل تھی اور وہ خاندان اور محلے کی تقاریب میں آتی جاتیں ،عزیز رشتے داروں سے میل جول اور دور دراز کے سفر پر انھیں کسی پابندی کا سامنا نہ تھا انھیں تعلیم کے حصول کی بھی آزادی تھی جس کی مثال ’ گارگی‘ اور اس جیسی دوسری خواتین کی پیش کی جاسکتی ہے جو علم اور تپسیا کے بل پر رشیوں کے درجات پر فائز ہوئیں بعدازاں انھوں نے ویدوں کے منتر بھی تصنیف کئے ہندوستانی عورت وفا کی پیکر ہوتی جیسے کے سیتا تاہم عام ہندوستانی عورت بھی سیتا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے گھر،شوہر اور بچوں کے لئے ہر ممکن قربانی سے دریغ نہ کرتی یہی نہیں بلکہ ان کی اہم ترین ذمہ داریوں میں افراد خانہ کی خدمت ،سسرالی رشتے داروں کی دیکھ بھال اور ان کے جبر وتشدد کو برداشت کرنا بھی شامل تھا ہندوستانی معاشرے میں لڑکیوں کی تربیت اس نہج پر کی جاتی کے جب وہ بیاہ کر شوہر کے گھر جائیں تو ان کا جنازہ ہی شوہر کے گھر سے نکلے گا یعنی ہر طرح کی مشکلات کو صبر وتحمل سے برداشت کرتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانا جبکہ تمام کٹھنائیوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اس کی شکایت بھی نہ کرنا جب ہی بعد کے ادوار میں ستی کی رسم نے معاشرے میں اپنی جڑیں مضبوط کرلیں ، پانڈو کی دو بیویوں میں سے ایک بیوی ستی ہوگئی تھی یعنی پارسا عورت وہ ہے جو کے شوہر کے مرنے کے بعد اس کی چتا میں جل کر خود بھی مرجائے اور ہندوسماج میں ایسی تمام عورتوں کو ستی ساوتری (پارسا اور نیک) تصور کیا جاتا کیونکہ انھوں نے اپنے اور اپنے سارے خاندان کے گناہ اپنے سر لئے اور پوتر اگنی (آگ جو جلا کر ہر شے کو پاک کردیتی ہے) میں اپنے آپ کو ان گناہوں کے ساتھ جلا دیا چنانچہ ایسی تمام عورتیں ہندوستانی معاشرے میں دیوی سموان مانی جاتیں ہندوسماج میں مرد کا

اپنی بیوی اور بچوں پر مالکانہ حق قائم تھا ایسا اوا قات ہندو شرابی جواری مرد اپنی بیوی اور بیٹیوں کو جوئے میں ہار جاتے۔

بعد کی تہذیبی روایت میں ہمیں بیواؤں کی دوسری شادی کی بھی ممانیت نظر آتی ہے اور ایسی تمام عورتیں جن کے شوہر مر چکے ہیں ان کے لئے دنیاوی لذات اب بے معنی تصور کی جاتیں انھیں سماج میں کم تر اور بدصورت بن کر رہنا پڑتا چنانچہ صاف اور رنگین لباس، اچھی غذا اور بستر پر سونا متروک ہوتے ہوئے ان کے بال بھی بے ترتیب انداز سے کاٹ کر انھیں بدصورت کر دیا جاتا، وہ خاندان یا محلے پڑوس کی کسی شادی یا تقریب میں شرکت بھی نہ کرتیں کیونکہ سماج میں انھیں بر اشگون تصور کیا جاتا باالفاظ دیگر شوہر کے مرنے کی اصل وجہ اس عورت کی نحوست کو گردانا جاتا یہی وجہ تھی کے کسی خوشی کے موقع پر ایسی تمام بیوہ خواتین کے سایے سے بھی گریز کیا جاتا کے کہیں فرد یا خاندان پر اس عورت کے نحوست کے اثرات مرتب نہ ہو جائیں قدیم اور جدید دونوں ہی ہندو سماج میں خواتین ساڑی، کرتے پاجامے اور دوپٹے پہنتیں، مرد پگڑی، کرتا اور پاجاما پہنتے تھے، مرد و عورت دونوں ہی زیورات کا استعمال کرتے، عورتیں اپنے لمبے بالوں کو چوٹی کی صورت میں باندھ لیتیں، قدیم دور میں مرد و عورت دونوں ہی اپنے سروں کو ڈھانپتے اور سر کو ڈھانپنا مہذب، خاندانی، شریف اور باعزت ہونے کی نشانی مانا جاتا شادی بیاہ کے مواقع پر دولہا اور دلہن آگ کے گرد سات پھیرے لگاتے اور آنے والی زندگی کو ایک ساتھ پیار و وفا سے گزارنے کے لئے عہد و پیمان کرتے اس خوشی کے موقع پر سہاگن خواتین مختلف رسومات میں حصہ لیتیں قدیم ہندو سماج میں شراب نوشی، جوا، قتل و غارت گری اور دھوکے کو ناپسند کیا جاتا قدیم ویدوں کے عہد میں آریوں کی غذا کا بڑا حصہ گھی، دودھ سبزی، پھل، روٹی اور اناج تھے ہندو ہر قسم کے ماس مچھلی سے وہ گریز کرتے، گائے

(گاؤ ماتا) کو ان کے سماج میں بہت اہمیت حاصل تھی جس طرح ایک ماں اپنے بچوں کو پالتی ہے بالکل اسی طرح سے گائے کے دودھ پر انسانوں کی پرورش ہوتی ہے اسی لئے گائے ہماری ماں جیسی ہے بعد کے ادوار میں گائے کی اس محبت نے مذہبی شدت پسندی اختیار کرلی اور آج ہندوستان میں گائے کے ذبیحے پر ہندو مسلم فسادات کی بے شمار مثالیں موجود ہیں صرف ایک گائے کے ذبح کرنے پر ہندو انتہا پسند مسلمانوں کے پورے کے پورے گاؤں کو تاراج کر دیا کرتے دوسری جانب آج دنیا بھر میں ہندوستان ہی وہ واحد ملک ہے جہاں سے سب سے زیادہ گائے کا گوشت ایکسپورٹ کیا جاتا یعنی ایک جانب ایک گائے کے ذبیحہ پر قتل عام اور دوسری جانب اپنی گاؤ ماتا کے گوشت سے زرمبادلہ کمانا، کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟

حوالہ کتب۔:

۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۳ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۲۱۲ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۲۰۰۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۲۲۱۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۷۵۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۲۰۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۶۳۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۸۶۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۶ الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۰۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۳۲۶۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔طبع اول۔۱۹۵۹ء۔

۱۱۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔ سید سراج الاسلام ۔ص۔۳۲۸۔انٹرنیشنل پریس کراچی ۔طبع اول ۔۱۹۵۹ء۔
۱۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۸۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۳۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔ سید سراج الاسلام ۔ص۔۳۱۷ انٹرنیشنل پریس کراچی ۔طبع اول ۔۱۹۵۹ء۔
۱۴۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔ سید سراج الاسلام ۔ص۔۳۶۹۔انٹرنیشنل پریس کراچی ۔طبع اول ۔۱۹۵۹ء۔
۱۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۲۲۰۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۶۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول ۔ص۔۱۴۴ الفیصل پبلیشر لاہور۔
۱۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۱۹۱۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۱۲۱۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۹۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول ۔ص۔۱۲۲۴۔الفیصل پبلیشر لاہور۔
۲۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۸۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۱۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول ۔ص۔۳۴۴۔الفیصل پبلیشر لاہور۔
۲۲۔بھگوت گیتا۔اشلوک ۔ ۲
۲۳۔اپنشد۔اشلوک ۔ ۴۔
۲۴۔رگ وید۔اشلوک ۔۲۱۔
۲۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۸۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۸۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۸۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۸۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۸۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۸۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۸۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۳۲۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول ۔ص۔۱۲۸۶۔الفیصل پبلیشر لاہور۔
۳۳۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول ۔ص۔۲۲۲۷۔الفیصل پبلیشر لاہور۔
۳۴۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول ۔ص۔۲۲۳۳۔الفیصل پبلیشر لاہور۔
۳۵۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔سید قاسم محمود۔جلد۔اول ۔ص۔۵۸۳۔الفیصل پبلیشر لاہور۔

۳۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص ۔ ۱۲۳۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور ۔

۳۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص ۔ ۹۶۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور ۔

۳۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص ۔ ۱۱۰۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور ۔

۳۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۱۴۹ الفیصل پبلیشرز لاہور ۔

۴۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۵۶۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور ۔

۴۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۹۸۸۔الفیصل پبلیشرز لاہور ۔

باب(۱۶):

یونانی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

Greek Civilization And Its Historical Background

ایجیائی تہذیب یا قبل تاریخی یونان (1200_3000 ق م)

Aegean Civilization

مورخین ایجیائی تہذیب کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کے یہ تہذیب قدیم یونان سے بھی پہلے کی ایک تہذیب ہے جس کو کانسی کے دور کی تہذیب بھی کہا جاتا ہے جس کا دورانیہ 1200_3000 ق م بیان کیا جاتا ہے اہل یونان اپنی روایات کو تاریخ کا درجہ دیتے ہیں، تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کے یہ تمام روایات بے بنیاد یا غلط نہیں بلکہ ان میں سے کچھ مبنی برحق بھی ہیں چنانچہ آثار قدیمہ کی کھدائی سے ملنے والے شواہد اور باقیات اس بات کی تائید کرتی ہیں کے اہل یونان کی یہاں آمد سے قبل کبھی یہاں بڑے بڑے شہر ہوا کرتے تھے اگرچہ ان شہروں کے درست تاریخی حوالے موجود نہیں لیکن یہ بات طے شدہ ہے کے یہ بہت قدیم شہر اور تہذیب تھی اور یونانیوں کی یہاں آمد سے قبل ایک عظیم الشان تہذیب یہاں پھل پھول رہی تھی۔

ماہرین آثاریات کی یہ متفقہ رائے ہے کے اس علاقے کے قدیم باشندے سیاہ بالوں والے جتھے سے تعلق رکھتے تھے جنھیں آئبرین نسل بھی کہا جاتا ہے اسپین، سسلی، اٹلی کے

(لگورین)، شمالی افریقہ کے بربر اور آبجیین کے علاقوں کے اصل باشندوں کا تعلق اسی نسل سے تھا تاہم ان لوگوں کا اصل وطن وادی نیل کا بالائی حصہ تھا۔ ماہرین آثار قدیمہ بھی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کے ان علاقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی رسم ورواج، تہذیب وتمدن، مردوں کی آخری رسومات اور عام روزمرہ کی عادات واطوار اور طور طریقے میں بے حد مشابہت پائی جاتی ہے لہٰذا ان کا نسلی تعلق بھی موجود ہے ایجیائی تہذیب نے ایجیائی سمندر کے طاس میں نشونما پائی جس میں دو اہم ثقافتیں بھی تھیں۔

ا۔ منوآئی تہذیب۔ ۲۔ مائی سینی تہذیب۔

ا۔ منوآئی تہذیب: Minoan Civilization:

منوآئی تہذیب کو کانسی کے دور کی ثقافت بھی کہا جاتا ہے جس نے کریٹ پر مین لینڈ یونانیوں کی آمد سے قبل ترقی پائی اس کا شمار ایجیائی تہذیب کے تین مرکزی ثقافتوں میں کیا جاتا ہے یہ ثقافت دوسرے ہزار یے ق م میں اپنے عروج اور کمال پر تھی اور اس کے اہم شہری مراکز میں کنوسس، فیسٹوس، مالیا اور دیگر شہر شامل تھے۔ اہل منوآئی 1600 ق م میں سارے ہی ایجیائی سمندروں پر حکمران اور قابض تھے اور مصر کے ساتھ ان کے اچھے اور مضبوط تجارتی مراسم تھے لہٰذا کنوسس کی تباہی اور منوآئی ثقافت کا انہدام یونان میں مائی سینی تہذیب کے عہد عروج کے ساتھ ہم وقوع تھا غالباً جنگ پسند مائی سینیوں نے منوآئی تہذیب پر حملہ کرکے اسے تباہ وبرباد کردیا۔ [1]

مائی سینی تہذیب: Mycene Civilization:

مائی سینی تہذیب بھی قدیم یونان سے پہلے کی ایک تہذیب ہے جس کو کانسی کے دور کی تہذیب بھی کہا جاتا ہے یہ تہذیب آرگولس یونان کے ایک میدان کے انتہائی قدیم شہر کے نام

اوراس کی ثقافت سے منسوب سمجھی جاتی ہے ماہرین کے مطابق اس تہذیب نے کانسی کے دور کے موخر زمانے کے دوران مین لینڈ یونان میں نمو پائی ہومر نے ایلیڈ اوراوڈیسے میں مائی سینیوں کا ذکر بھی کیا تھا1400 ق م میں مائی سینی ایجیائی تہذیب کے مرکز کی حیثیت سے اپنے انتہائی عروج پر تھا جبکہ مائی سینی کے قدیم آثار میں مہیب دیواریں بھی شامل ہیں۔۲؎

قدیم یونانی جنھیں تاریخ میں ہیلینی بھی کہتے ہیں وہ یونان کو ہیلاس کہہ کر بھی پکارتے ہیں یونان یورپ کے مشرقی وجنوبی علاقے سے بحر روم تک 25000 مربع میل تک پھیلا ہوا ایک جزیرہ ہے جس کی معیشت میں وہاں کا پہاڑ پینڈس بے حد اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے یہی پہاڑی سلسلے پھیلتے پھیلتے جنوب میں خلیج کارنتھ تک چلے گئے ہیں اور انھی پہاڑی حد بندیوں نے مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال کی طرف آمد ورفت کو ناممکن بنا دیا اور قدیم یونانیوں نے ان دشوار گزار گزرگاہوں کی دشواریوں کو کبھی دور کرنے کی کوشش بھی نہ کی پھر بحر ایجین ہے جو یونان کو ایشیاءِ کوچک سے الگ کرتا ہے جس کی وجہ سے یونان بے پناہ جزائر کی آماجگاہ بنا چونکہ اہل یونان نے ایران، مصراور روم کی طرح کسی متحدہ حکومت کی بنیاد قائم نہیں کی لہٰذا جن علاقوں پر بھی ان کا قبضہ رہا وہ ہیلاس کہلائے لیکن ہیلاس کے اتحاد کی اصل بنیاد جغرافیہ نہیں بلکہ علم الانسان ہے کیونکہ اٹلی، سسلی، میسیلیا، ایشیاء کوچک، افریقہ اور قبرص وغیرہ کے نوآبادکار ہیلاس کہلاتے ہوئے اسی زمرے میں آتے ہیں اگرچہ ان سب کے رسم ورواج، زبان اور مذہب میں اختلاف موجود تھا لیکن اس کے باوجود وہ یونانی قوم کی شکل میں نمودار ہوئے اہل یونان کے لئے یہ روایت بھی بڑی مشہور ہے کہ سب کے سب یونانی دراصل 'ہیلن' کی اولاد ہیں یعنی تمام اہل یونان کی نسل ہیلن، اس کے بیٹے دورس، آؤلس اور پوتوں ایون اور ایچیوس سے پھیلی چنانچہ تمام یونانی اپنے آپ کو ہیلن کی اولاد کہلوانے میں بے

حدفخر محسوس کرتے ہیں اسی نسبی فخر کی وجہ سے وہ دوسروں کو'بربری' یعنی کم تر اور ادنیٰ سمجھتے ہیں دوسری جانب یونان میں موجود سمندر پورے یونان اور اہل یونان کے اتحاد کا سب سے بڑا مظہر ہے کیونکہ اسی سمندر کے باعث ایک جگہ سے دوسری جگہ آمدورفت ممکن ہوئی لہٰذا موجودہ یونان جزائر ایجیئن اور ایشیاء کوچک کے مغربی ساحل پر مبنی تھا اور شمالی مغربی سرحد آڑی ترچھی جزیرہ نما چالسدک سے نکل کر اولمپس پہاڑ میں سے ہوتی ہوئی خلیج کارنتھ تک چلی گئی مغربی علاقہ پر یونانی تہذیب وتمدن کا بہت کم اثر تھا جو یونان کے زمرہ میں نہیں آتا تھا حالانکہ یونانیوں کا اصل وطن یہی علاقہ تھا، اسی طرح مقدونیہ، اپی رس اور تھیسلی وغیرہ اگرچہ ہیلاس میں شامل نہیں لیکن مقدونیہ والے بھی اپنے آپ کو ہیلن کی اولاد ہی گردانتے اور انھیں اولمپک کھیلوں میں شرکت کی بھی اجازت ہے۔

ایجیائی سمندر: Aegean Sea:

ایجیائی سمندر اصل میں یونان اور ایشیائے کوچک کے درمیان میڈی ٹریئین سمندر کا ایک بازو ہے قدیم تحریروں میں اس سمندر کی وجہ تسمیہ مختلف حوالوں سے بیان کی جاتی ہے جس میں سے پہلی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کے ایتھنز کے بادشاہ اور تھیسیس کے باپ ایجئیس کے نام پر ہے دوسری وجہ یہ ہے کے امیزونز کی ملکہ ایجیا کے نام پر اس کا نام ہے جس نے خود کو اس سمندر میں غرق کیا اور تیسری وجہ یہ ہے کے ایک قدیم یونانی شہر ایجے تھا جس پر اس سمندر کا نام رکھا گیا۔

ایجیائی سمندر 600 کلومیٹر لمبا اور 300 کلومیٹر چوڑا تھا اور اس سمندر میں کئی خلیجیں اور چھوٹے چھوٹے جزائر بھی تھے تاہم یہ قدیم ترین معلوم یورپی تہذیب کا ایک مرکز تھا اور قدیم یونانی اور وسطی مشرقی ثقافتوں کو عروج ملنے پر سمندر کے اردگرد کی زمینیں نہایت

متنوع تہذیبوں کا مسکن بنیں اور ایجیائی جزائر کو یونان کے ساتھ شناخت کیا جانے لگا۔ ۳ ۔

جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے اہل یونان کو باہم متحد رکھنے میں ان کے سمندورں اور پہاڑوں کا نہایت اہم کردار ہے بے شمار خلیجوں اور کھاڑیوں کی موجودگی نے اہل یونان کو اپنی جانب متوجہ ہونے پر مجبور کیا اور وہ ان کی دلچسپی کا باعث بھی بنیں اہل یونان کی اپنے سمندروں سے اس قدر والہانہ محبت نے ان کی تاریخ اور شعروسخن پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کئے لہٰذا قدیم یونانی اپنی شاعری میں سمندر کو قوموں کی شاہراہ کہتے اور شاید یہی وجہ تھی کے اہل یونان نے ایک زبردست بحری بیڑہ قائم کرتے ہوئے تمام اقوام عالم میں اپنی قوت کا لوہا منوایا۔

اہل یونان کی سیاسی اور سماجی ترقی اور خود ان کے اپنے کردار پر ان پہاڑوں اور سمندروں نے مشترکہ طور پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ یونان میں پہاڑ اور سمندر کے باعث دو متضاد کردار بھی ہر دور میں موجود رہے جس کی وجہ سے ایک جانب مہم جوئی، نت نئی چیزوں کی تلاش اور بیرونی اثرات کی عوامی قبولیت اور دوسری جانب قدامت پسندی، وطن سے بے حد محبت اور اپنی قدیم روایات اور تہذیب سے بھی اہل یونان کا لگاؤ دقابل دید ہے چنانچہ اہل یونان کی تمام تاریخ میں جا بجا یہی متضاد کیفیات اور اثرات دیکھنے میں آئیں گے یونان کے محل وقوع اور اس کے جغرافیہ نے یہاں کی سیاست پر اپنے اثرات مرتب کئے چھوٹی بڑی کھاڑیوں اور حد بندیوں نے پورے ملک کو کئی چھوٹے بڑے حصوں میں منقسم کر دیا جس کی وجہ سے ہر علاقہ ایک سیاسی وحدت بن گیا ان علاقوں کے درمیان کوئی دوسرا رابطہ یا ذریعہ بھی موجود نہیں سوائے ان گہرے سمندروں کے جو انھیں آپس میں جوڑتا ہے۔

یونان، اٹلی کی ریاستوں کی طرح کبھی بھی متحد نہ ہو سکا اور نہ وہ کبھی ایک متحدہ

طاقت کے ماتحت ہی آ سکا نسلی اعتبار سے اہل یونان میں نہ تو کوئی فرق ہے اور نا ہی کسی قسم کا کوئی امتیاز زمانہ قدیم میں یونان کے مشرقی ساحل نے مغرب کے بجائے زیادہ تر ترقی بحرا یجیئن کے انھی جزائر کے ذریعہ کی چنانچہ انھی جزائر کے ذریعے ایشیائی تہذیبوں کا دھارا بہتا ہوا یونانی سرزمین تک جا پہنچا جس کی وجہ سے اہل یونان ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے لہٰذا بحرا یجیئن کو اگر یونانی جھیل یا یونان کا اصل مرکز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ۴

اولمپس پہاڑ: Olympus Mount:

شمالی یونان کا ایک پہاڑ جو ملک کا سب سے بڑا مقام (9.570فٹ) ہے یہ تھیسالی اور مقدونیا کی درمیانی سرحد پر ایجیائی سمندر کے قریب واقع ہے قدیم یونانی اسطوریات میں اسے دیوتاؤں کا وطن مانا جاتا ہے اس کی چوٹی پر دیوتاؤں کے محلات تعمیر کئے گئے ہیں یہاں زئیس کا تخت تھا۔ ۵

ٹرائے: Troy:

ایجیئن تہذیب کی باقیات یونان کے ہر حصے میں ہی پائی جاتی ہے ایشیائے کوچک کے شمال مغربی کونے (موجودہ ترکی) پر مشہور یونانی اساطیری شہر ٹرائے واقع ہے۔

ماہرین کے مطابق یہاں پر یکے بعد دیگرے چھ مختلف شہروں کے کھنڈرات بھی پائے گئے ہیں جن میں سے ایک شہر کا تعلق پہلے جدید حجری دور سے بتایا جاتا ہے کیونکہ یہاں سے دستیاب اوزار و ہتھیار پتھروں سے بنے ہوئے تھے۔

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

اہل یونان نے فینوشیوں کا راستہ اختیار کیا اور وہ تاجر اور نو آبادکار بن گئے ان کی نو

آبادیاں بحر اسود کے شمالہ کنارے اور جنوبی ایشیائے کوچک، جنوبی اٹلی اور سسلی میں قائم ہوئیں تاہم سب سے پہلے کارنتھ نے تجارت کو فروغ دیا لیکن بہت جلد ایتھنز کے سامنے ان کی تجارت ماند پڑ گئی کیونکہ ایتھنز کے جہاز ڈینوب سے شراب کے بدلے مویشی اور غلام لانے لگے مصر اور میسوپوٹامیا سے قالین، قیمتی پتھر، ریشم، لوبان اور گرم مصالحہ آنے لگا دوسری جانب بحر روم سے شراب، عمدہ برتن، چاندی کے زیورات، غلہ گھی، مکھن، لکڑی چاندی اور سونا بھی آنے لگا لہٰذا ان کی معیشت پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے یونان کی آب وہوا زراعت کے لئے بھی موضوع اور موافق تھی چنانچہ یہاں گیہوں، جوار، لوبیا، زیتون، انجیر، انگور اور دیگر سبزیاں بآسانی اگائی جاتیں تاہم یونانی مویشیوں کی افزائش بھی کرتے بعدازاں یہاں کے تاجروں نے اہل بابلیہ کی طرح سکہ بھی ایجاد کیا جس سے تجارت میں آسانی ہوئی یونانی میں جسمانی مشقت اور مزدوری کے کام غلام کیا کرتے اور آزاد افراد اس سے مستثنٰی تھے یہاں کی کل آبادی پانچ لاکھ افراد پر مشتمل تھی جس میں ڈیڑھ لاکھ غلام تھے۔ یونان میں ایک اعلٰی معیاری جمہوری نظام قائم تھا جس میں عوام کی فلاح و بہبود کے لئے اقدامات کئے جاتے ڈریکو (۶۲۱ ق م) نے سب سے پہلے عوام کی بھلائی کے کچھ قوانین مرتب کرتے ہوئے انھیں کئی حقوق دئے اور ان کے قرض بھی معاف کردئے تاہم کونسل کے ممبران کا چناؤ ووٹ کے ذریعے کیا جاتا جبکہ مقدمات اور اپیلوں کے لئے ایک عمدہ عدالتی نظام بھی موجود تھا، اگرچہ کئی حکمران یونان پر حکمرانی کرتے رہے اور انھوں نے اپنے یہاں کے قوانین میں کئی اصلاحات بھی کیں۔۶ے

عاموس نبی: Prophet Amos:

قدیم تاریخی حوالوں سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کے اللہ کے نبی حضرت عاموس

علیہ السلام اہل یونان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بھیجے گئے تا کہ انھیں دیوی دیوتاؤں اور بت پرستی کی لعنت سے بچاسکیں اور ایک اللہ کی عبادت کا شعور ان میں بیدار کریں لیکن اہل یونان اپنی دیوی دیوتاؤں کی محبت میں اس قدر گرفتار تھے کے انھوں نے عاموس نبی کی باتوں کی پروانہ کی اور اپنی ہٹ دھرمی اور پرانے مذہب پر قائم رہے گو کہ لوگوں کی ایک نہایت مختصر جماعت عاموس نبی کے ساتھ تھی لیکن یونان کی بڑی آبادی آپ کے خلاف تھی، عہد نامہ قدیم میں عاموس نبی کے حوالے سے یہ بتایا گیا ہے کے وہ بھیڑ بکریاں چراتے اور دن رات اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

اولمپیاڈ: Olympiad:

یونانی زمانی ترتیب میں دو قدیم اولمپیائی کھیلوں کے انعقاد کے درمیان کا چار سالہ عرصہ پہلی مرتبہ 300 ق م کے قریب یونانی مورخ ٹائیمئس نے اپنی تحریروں میں اولمپیاڈ کی اصطلاح استعمال کی اگر چہ اولمپک کھیل زمانہ قدیم سے منعقد ہوتے آرہے تھے لیکن پہلی باقاعدہ اولمپیاڈ 776 ق م میں منعقد کی گئی جبکہ فاتحین کی فہرست بھی مرتب کی گئی ۔ے۔

اولمپک کھیل قدیم: Olympic Games:

قدیم یونانیوں کے چار قدیم تہواروں میں سے ایک قدیم اولمپک کھیل بھی تھے جو اولمپیا کے مقام پر دیوتا زیئیس کی قربان گاہ میں ہر چار سال کے بعد موسم گرما میں منعقد کئے جاتے 776 ق م سے اس کی باقاعدہ تاریخ شروع ہوئی ان مقابلوں مین یونان کے معزز مرد حصہ لیتے اور بڑے پیمانے پر اس کے دعوت نامے ارسال کئے جاتے اور اس کی تشہیر بھی کئی دن پہلے سے شروع کردی جاتی مقابلے کے پہلے روز دیوتا کے نام کی قربانی کی جاتی اس کے اگلے دن دوڑ کے مقابلے ہوتے جبکہ اس کے بعد گھڑ سواری، کشتی رانی، نیزہ بازی، کشتی اور

جسمانی کسرت کے مقابلے ہوتے ان مقابلوں میں یونان کے صاحب ثروت افراد حصہ لیتے تاہم جیتنے والوں کو انعامات دئے جاتے اوران کی دل کھول کر پذیرائی کی جاتی پانچویں اور چوتھی ق م کے زمانے میں قدیم اولمپک کھیل اپنے عروج پر تھے لیکن 393ء میں رومن شہنشاہ تھیوڈوسئس نے قدیم اولمپائی کھیلوں کے مقابلےکوکم کرنے کی کوشش کی وہ اپنی کوشش میں کسی حدتک کامیاب رہا لیکن 19ویں صدی کے آغاز میں ایک بار پھران کھیلوں نے فروغ پایا۔۸؎

اولمپک کھیل جدید: Olympic Games:

جدیداولمپک کھیلوں میں دنیا کے دیگرممالک بھی شریک ہوئے اگرچہ جدیدکھیلوں کا یہ تسلسل انھی قدیم اولمپک کھیلوں کا ہے جو ہر چار سال کے بعدمنعقد کئے جاتے ہیں تاہم اس میں موسم گرمااورموسم سرما کا اضافہ کیا گیا92ء میں یہ سال میں ایک بار ہوتے لیکن 94ء میں سال میں دو باراس کا انعقادکیا جاتا یعنی سرمائی اولمپک94ء میں جبکہ گرمائی96ء میں ہوئیں جدیداولمپک کا آغاز 1896ء میں ایتھنز، یونان سے ہوا فرانسسی ماہرتعلیم اورمفکر پیئرڈی کو برٹن نے تجویز دی کہ قدیم یونان کے اولمپک کھیلوں کو بحال کیا جائے تاہم 1924ء میں سرمائی کھیلوں کا آغازبھی ہوا۔۹؎

سکندراعظم(323۔356ق م) Alexander the Great:

سکندراعظم ایک یونانی سپہ سالار تھا جس کی زیر قیادت فوج نے اپنے سے کہیں زیادہ بڑی افواج کے ساتھ گیارہ برس تک خونریز جنگیں لڑیں لیکن کبھی شکست کا منہ نہ دیکھا وہ اپنے طور پراس معلوم دنیا کو فتح کرنے نکلا تھااس کا دشمن پرحملہ کرنے کا اندازنہایت مرتب اورمنظم تھا جس کی وجہ سےفتوحات نے اس کے قدم چومے،سکندرمقدونیہ کے بادشاہ فلپ

دوم اور ملکہ اولیپیاس کے یہاں پیدا ہوا بچپن میں اس نے مشہور یونانی فلسفی ارسطو سے تعلیم حاصل کی اس نے اپنے باپ سے فن حرب کو سیکھا اور اس میں کمال حاصل کیا اس نے 16 برس کی عمر میں پہلی مرتبہ کسی جنگ میں حصہ لیتے ہوئے فوج کی قیادت کی اور دو ہی برس کے بعد 338 ق م میں اس نے اپنی فوج کے ایک بڑے حصے کی کمانڈ سنبھال لی جس نے کیرونیا کی جنگ جیت کر سارے یونان کو مقدونیہ کے زیر نگیں کیا سکندر کا باپ بادشاہ فلپ سلطنت فارس کو فتح کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا قتل ہو گیا تاہم سکندر نے اپنے باپ کے خواب کو پورا کرتے ہوئے نا صرف 330 ق م میں فارس کو فتح کیا بلکہ پانچ سال کے مختصر عرصے میں اس نے آدھی سے زیادہ دنیا کو فتح کرنے کے بعد تاریخ عالم کی سب سے بڑی سلطنت بھی قائم کی اور آئندہ تین برسوں میں اس نے افغانستان، وسطی ایشیاء اور شمالی ہندوستان پر بھی حملہ کیا۔

مشرق اور مغرب میں ایک اچھے تعلق کے قیام کے غرض سے اس نے اپنے ماتحت 10, 000 فوجی افسران کی شادیاں فارس کی خواتین سے کروائیں اور اس نے خود بھی ایک شادی فارسی عورت سے کی تاہم اس نے فارس کو اپنا گھر نہ بنایا مورخین کے مطابق سکندر 323 ق م میں بابل میں ملیریا کے باعث بیمار پڑا اور صرف 33 برس کی مختصر عمر میں اس جہان فانی سے کوچ کر گیا ١٠۔

مذہب: Religion:

یونانی اپنے دیوی دیوتاؤں کی شدید محبت میں گرفتار ہیں اگرچہ تمام اہل یونان کی نسل ہیلن، اس کے بیٹے دورس، آؤلس اور پوتوں ایون اور ایچیوس سے پھیلی تمام یونانی اپنے آپ کو ہیلن کی اولاد کہلوانے میں بے حد فخر محسوس کرتے ہیں اسی نسبی فخر کی وجہ سے وہ دوسروں کو 'بربری' یعنی کم تر اور ادنیٰ سمجھتے چنانچہ دیوی دیوتاؤں کی اولادیں اور پھر ان کی اولادیں اس قدر کثیر تھیں

کے جنھیں گننا بھی محال تھا تاہم ان کا سب سے بڑا دیوتا زئیس تھا جو تمام دیوتاؤں کا باپ یا سر براہ تھا اس کی حکومت کائنات پر قائم تھی جبکہ اس کی بیوی اور بچوں کو بھی کئی اختیارات اور مناصب حاصل تھے اور انھیں بھی دنیا میں زمین و آسمان، دریا، سمندر اور پہاڑ و دریا کے اختیارات سونپے گئے تھے تاہم یونانی تمدن میں ان کے دیوی دیوتاؤں کے نہایت گہرے اثرات موجود ہیں جس کی وجہ سے ان کے ادب میں دیو مالائی داستانوں کی بنیاد پڑی، اہل یونان اپنے دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے ہر کھانے سے قبل ان پر شراب اور کھانے کے چڑھاوے چڑھاتے جبکہ مختلف تہوار، پیدائش، خوشی، غمی، شادی بیاہ، فصل کی کٹائی اور دیگر تقاریب کے موقع پر بھی دیوتاؤں کے چرنوں میں نذر نیاز اور قربانیاں پیش کی جاتیں اگرچہ مذہبی رسومات کی ادائے گی کے لئے پادری موجود تھے لیکن عام طور پر ہر گھرانے میں باپ بھی مذہبی رسومات کی ادائے گی کرتا جسے ایک درجے میں پادری کا اعزاز حاصل تھا، یونان میں اولمپک کھیلوں کو ایک بڑے سالانہ مذہبی تہوار کی حیثیت حاصل تھی جو بڑے دیوتا زئیس کی خوشنودی کے حصول کے لئے منعقد کئے جاتے جس میں شرفاء اور صاحب ثروت افراد شریک ہوتے تاہم مقابلے میں کامیاب افراد کی کامیابی کو دیوتاؤں کی مہربانی اور شفقت خیال کیا جاتا فاتحین کو ایک مرتبان پیش کیا جاتا جس میں مقدس زیتون کا تیل بھرا ہوتا اور اس پر دیوی اتھینیا کی تصویر بنی ہوتی ان مقدس کھیلوں کے دوران ملک کے قرب وجوار میں مکمل امن وامان قائم رہتا۔ ۱۱؎

یونانیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

Greek view of life after death and Funeral

اہل یونان کے یہاں مرنے کے بعد اگلے جہان میں جانے کا تصور موجود ہے تاہم

آخرت میں کامیابی کے لئے وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کی پوجا، نذرو نیاز اور قربانیاں پیش کرتے ہیں تاکہ اگلے جہان میں دیوی اور دیوتاؤں کی نظر کرم ان کے شامل حال رہے اور ان کی روح آسودہ اور مطمئن رہ سکے۔

مقدونیہ کا ایجے نامی ایک قدیم شہر جو موجودہ یونان کا ورجینا نامی ایک گاؤں بھی ہے اس علاقے میں ایک بہت بڑا مقدونیائی قبرستان ہے جس میں دوران کھدائی کئی منقش مقابر اور قبریں بھی ملیں ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق یہ قبرستان فن تعمیر کا ایک نمونہ بھی ہے چنانچہ یہ بات ثابت ہوئی کے اہل یونان اپنے مردوں کو دفنایا کرتے تھے۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

دوسری جنگ عظیم کے بعد یونان نے کافی تیزی سے ترقی کی یونان کی معیشت کی مضبوطی کا انحصار یہاں کی سیاحت اور شپنگ انڈسٹریز پر ہے یہاں سالانہ اربوں کھربوں کی تجارت بحری جہازوں کے ذریعے کی جاتی ہے لہٰذا یونان کی معاشی ترقی میں ان کے مضبوط بحری بیڑوں کا اہم کردار ہے یہاں کے خوبصورت زمینی مناظر کو دیکھنے ہر سال بے شمار سیاح آتے ہیں چنانچہ شعبہ سیاحت سے بھی یونان کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے یونان یورپی یونین کا رکن ملک ہے چنانچہ یہاں دیگر یورپی ممالک کے ساتھ آزاد تجارت کی جاتی ہے لیکن یہاں ایک بڑی بلیک مارکیٹ بھی ہے جس کی وجہ سے یہاں کی درست معیشت کا اندازہ لگانا مشکل ہے تاہم یونان کی معیشت دیگر یورپی ممالک کے مقابلے میں کمزور ہے 2002ء میں یہاں کی مجموعی قومی پیداوار 133 بلین ڈالر تھی 90ء کی دہائی میں پبلک سیکٹر کے سائز کو گھٹایا گیا جس کی ٹریڈ یونین نے شدید مخالفت کی۔ ۱۲ے

Greece: یونان:

ہیلینیائی جمہوریہ کا سرکاری نام (یونانی میں ہیلاس) ہے یونان جنوب مشرقی یورپ کا ایک ملک ہے جو بلقان جزیرہ نما کے انتہائی جنوبی حصے میں واقع ہے یہ اپنی زمینی مناظر کی خوبصورتی کے لئے مشہور ہے کیونکہ یہاں بلند و بالا پہاڑ اور خوبصورت سمندر پائے جاتے ہیں جن میں ایجیائی، میڈی ٹریئنین اور ایونیائی سمندر قابل ذکر ہیں تاہم یونان کی سرزمین کا کوئی حصہ بھی ۱۰۰ کلومیٹر پانی سے زیادہ دور نہیں دوسری عالمی جنگ کے بعد یونان نے تیزی سے ترقی کے مراحل طے کئے چنانچہ سیاحت اور شپنگ انڈسٹریز یونان کی ترقی میں اہم سمجھی جاتی ہیں ایتھنز یونان کا دارالحکومت ہے اگرچہ یونان نے انیسویں صدی سے قبل ایک جدید ریاست کی شکل اختیار نہ کی تھی لیکن یونانی بجاطور پر ایک قابل فخر تاریخ رکھتے ہیں جو کئی سو سالوں پر محیط ہے۔ یونان اپنے مایہ ناز فلسفیوں کی وجہ سے بھی دنیا میں اہمیت رکھتا ہے کیونکہ سقراط، بقراط، افلاطون، ارسطو، ارشمیدس، فیثا غورث، بطلیموس اور جالینیوس نے فلسفہ اور طب کے موضوعات پر کئی گرانقدر تجربات کئے جس سے دنیا بھر کے اہل علم نے فائدہ اٹھایا۔

سلطنت عثمانیہ نے پندرہویں صدی کے آغاز میں یونان پر مرحلہ وار اختیار حاصل کیا تاہم آٹھ سالہ طویل جنگ کے بعد اہل یونان نے 1830ء میں عثمانیوں سے آزادی حاصل کی۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمن افواج یونان پر قابض ہوئی یونانی کیمونسٹ باغیوں نے 49-1946ء کے دوران ملک کی دائیں بازو کی حکومت کے خلاف جنگ لڑی 1967ء میں کچھ عسکری حکام نے یونان کا اختیار سنبھالا جبکہ فوجی حکومت کا تختہ 1974ء میں الٹا گیا یونان کے عوام نے جمہوری حکومت کے لئے ووٹ دئے جس کے نتیجے میں یونان کی

بادشاہت کا خاتمہ ہوا یونان کے شمال میں ترکی، بلغاریہ سابق یوگوسلاویہ جمہوریہ مقدونیہ اور البانیہ ہیں ایتھنز یہاں کا دارالحکومت ہے جس کی بنیاد نویں صدی ق م میں رکھی گئی۔ یونان کے دیہی علاقوں سے شہر کی جانب بہت زیادہ نقل مکانی ہوئی یہاں کے رہنے والے یونانی زبان بولتے ہیں لیکن یہاں جرمن اور انگریزی بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے مذہبی اعتبار سے 94 فیصد افراد یونانی آرتھوڈوکس ہیں چنانچہ ان کی شادی، بتسمہ اور آخری رسومات آرتھوڈوکس کلیسا کے قواعد کے مطابق کی جاتی ہے یہاں ایسٹر کا تہوار بڑے پر جوش انداز سے منایا جاتا ہے یہاں ترک نسل کے مسلمان بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں لیکن یہودی بھی کم تعداد میں پائے جاتے ہیں یونان 1981ء میں یورپی یونین کا مکمل رکن منتخب ہوگیا یہ 1830ء ایک باقاعدہ خودمختار ریاست بنا۔ ۱۳؎

فن تحریر: Mode of Writing:

اہل یونان فن تحریر کے ہنر سے بھی واقف تھے ان کے قدیم شہروں کی کھدائی سے کچھ پتھروں کی سلیں دستیاب ہوئی ہیں جن پر کچھ جنتر منتر اور مذہبی اشلوک تحریر ہیں اس کے علاوہ قدیم یونانی اسطوریات اور دیومالائی قصے کہانیاں تو دنیا بھر میں پڑھے جاتے ہیں تاہم یہ تمام چیزیں بھی ریکارڈ کا حصہ ہیں۔

ابراکسس: Abraxas:

ابراکسس پراسرار یونانی حروف ہیں جنھیں اعداد کے طور پر پڑھا جاتا ہے جس کا مجموعہ 365 بنتا ہے اس قسم کے الفاظ قدیم منتروں اور پتھروں پر کندہ ہیں عبرانی غناسطیوں نے اس اصطلاح کو ہستی مطلق کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ ۱۴؎

یونانی ادب: Greek Literature:

آٹھویں صدی ق م سے لے کر موجودہ صدی تک نے ایک قومی اظہار کی حیثیت سے ترقی کی یونانی ادب ہیلینائی عہد تک بیرونی اثرات سے زیادہ متاثر نہ ہوا تھا تاہم یونانی ادب کی تخلیق قدیم ادوار میں کی گئی کیونکہ قدیم ایجیائی اور مائی سینیائی باشندوں کا ادب زیادہ تر ان کے مذہبی مناجات اور گیتوں پر مشتمل تھا بعد ازاں لوک یونانی گیت یونانی رزمیہ شاعری کی بنیاد بنے اگرچہ یونانی رزمیہ آٹھویں صدی ق م کے ہومر کی 'ایلیڈ' اور اوڈیسے میں اپنے عروج کو پہنچی یہ یونانی زبان کے اس لہجے میں لکھی گئیں تھیں جو بعد میں ایونیائی کہلائیں آٹھویں سے چھٹی صدی ق م میں کچھ شعراء نے ٹروجن جنگ کو اپنا موضوع سخن بنایا دیوی دیوتاؤں کے قصے ان کی پیدائش اور کائنات میں ان کے تصرفات پر بھی بہت کچھ لکھا گیا تاہم ساتویں صدی ق م میں سوگوار نظموں کا رواج بڑھا اور اس کو قارئین نے بہت پسند کیا چنانچہ ایفی سس کا کالینس غالباً ان کا پہلا معلوم مصنف ہے آرکی لوکس اور ایتھنی بھی سوگوار شاعری لکھتے تھے اس کے بعد غنائیہ شاعری کا عہد آیا جو کے رباب کی سنگت پر گایا جاتا تاہم لسبوس نے اس پر کافی کام کیا پھر ساماٹو نے محبت اور دوستی کے گیت لکھے جس کو بہت پسند کیا گیا چھٹی صدی ق م میں اینا کریون نے شراب، شباب اور محبت کو اپنا موضوع سخن بنایا جس کو بڑی پذیرائی حاصل ہوئی تاہم دیگر غنائی شاعروں میں تھیلیٹاس، تیر پاندر، الکمان اور آردیں شامل ہیں۔

قلم کار ہر عہد میں اس دور کے عوامی مسائل اور فلسفیانہ بحث کو شعراء موضوع سخن بناتے رہے جس کا ایک بڑا حصہ دیگر زبانوں میں ترجمہ بھی کیا گیا یونانی اسطوریات میں دیگر دیوی دیوتاؤں کے قصے کہانیاں، ان کے کارنامے اور عام انسانوں کے ساتھ ان کے تعلقات قابل ذکر ہیں جنگ اور امن کے دیوی دیوتا، عشق و محبت کی دیوی وینس زمین کی زرخیزی اور امن

کے دیوتاوغیرہ پر بہت کچھ لکھا گیا ان کا سب سے بڑا دیوتا زئیس تھا جس کی بیوی اور اولادوں نے کائنات پر حکمرانی کی اور اسی کی خوشنودی کے حصول کے لئے اہل یونان اولمپک کھیلوں کو منعقد کرتے ہیں بعدازاں اس ادبی لٹریچر پر دنیا بھر میں کئی ناول، افسانے، کہانیاں اور قصے لکھے گئے جبکہ ان قصے کہانیوں پر ڈرامے اور فلمیں بھی بنائی گئیں ادبی میدان میں اہل یونان کے پاس ایک عظیم الشان ذخیرہ ہے۔۱۵

یونانی فلسفی: Greek Philosophers:

یونانی اہل علم اور فلسفیوں نے کئی علوم کی بنیاد رکھی چنانچہ ان کے یہاں سائنس، ریاضی، جیومیٹری، الجبرا، فلسفہ، مذہب، تاریخ، علم نباتات، علم حیوانیات، علم نفسیات، علم طب اور عضویات پر سیر حاصل بحث اور تجربات کئے گئے۔ بعد میں آنے والے سائنسدانوں نے بھی ان کے علم اور تجربات سے فائدہ اٹھایا۔ ذیل میں چند یونانی فلسفیوں کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

سقراط(469۔399)(Socrates)

سقراط ایتھنز کے ایک سنگ تراش کے یہاں پیدا ہوا اس نے ادب، موسیقی اور جمناسٹک کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی، سقراط نے اپنے باپ کے پیشے کو اپناتے ہوئے کئی دیوی دیوتاؤں کے بت تراشے۔ سپارٹا کے ساتھ پیلو پونیشائی جنگ میں وہ پیدل فوج میں شامل ہوا اور لڑائی میں غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کیا وہ ایک معمولی شکل وصورت کا کوتاہ قد انسان تھا لیکن طبیعتاً نفیس اور علم دوست تھا، سچائی اور شجاعت اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس کا مشہور زمانہ قول ہے!

'میں یہ جانتا ہوں کے میں کچھ نہیں جانتا' یہ جملہ اس کی علمی انکساری کا ایک منہ

بولتا ثبوت تھا وہ یہ کہتا تھا کے تمام بدی لاعلمی کا نتیجہ ہے تاہم علم ایک نیکی ہے سقراط کا شاگرد افلاطون تھا اور افلاطون کا شاگرد ارسطو تھا سقراط کی موت زہر کا پیالہ پینے سے ہوئی جس نے اس کو اور عزت اور تکریم دی اور اس کے نظریات کو اور زیادہ پرکشش بنادیا 399 ق م میں آتھنی مروجہ مذہب کی جانب سے اس کے رویے کو ناپسند کیا گیا کیونکہ وہ اپنے دیوتاؤں کو نظر انداز کرر ہا تھا اس پر نئے معبود متعارف کروانے کا الزام بھی تھا جس کے نتیجے میں اس نے بہ خوشی اور نہایت پرسکون انداز سے زہر کا پیالہ پیا اس کی موت سے قبل اس کے شاگرد گریہ وزاری کرر ہے تھے کے آپ کو بغیر کسی جرم اور قصور کے موت کی سزا دی جارہی ہے جس پر سقراط نے کہا ارے نالائقوں کیا تم چاہتے ہو کے مجھے کسی جرم پر سزا دی جاتی ؟

افلاطون(؟428ق م ۔347)(Plato)

افلاطون ایک یونانی فلسفی تھا یہ سقراط کا شاگرد تھا اس کا باپ ایتھنز کے آخری بادشاہ کی اولاد تھا اسے علم سے حد درجہ محبت اور لگاؤ تھا وہ سارا دن لکھنے اور پڑھنے میں مصروف رہتا تاہم اس کے کئی شاگرد بھی تھے افلاطون نے اپنے دروازے پر لکھ کر لگا رکھا تھا کے جیومیٹری سے ناواقف کوئی شخص بھی اندر نہ آئے ،وہ ریاضی کی تعلیم وتربیت کو بہت اہم سمجھتا تھا۔

ارسطو(384ق م ۔322)(Aristotle)

ارسطو ایک فلسفی ، دانش ور اور سائنسدان تھا یہ افلاطون کا شاگرد اور سکندر اعظم کا استاد تھا یعنی مقدونیہ کے فلپ دوم نے اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت کے لئے ارسطو کا انتخاب کیا ارسطو کی شاگردگی میں سکندر اعظم کی شخصیت نکھرتی چلی گئی اور بلا آخر اس نے آدھی سے زائد دنیا فتح کی۔

ارسطو یونانیوں کی فطری برتری کا قائل تھا وہ اکثر کہا کرتا کہ! انسان کو اپنے علم کی انتہائی حدود کو ضرور کھوجنا چاہئے اگر چہ ارسطو کو دنیا اولین عوامی مفکر مانتی ہے جس کے فلسفے نے عیسائیوں کو متاثر کیا اس کے خیال میں خدا لا انتہاء ہے جس نے اس دنیا کو کسی بہترین مقصد کے حصول کے لئے تخلیق کیا ہے

بقراط (469ق م۔399)(Hippocates)

یہ عہد قدیم کا ایک بڑا یونانی طبیب اور علم طب کا بانی مانا جاتا ہے اس کا باپ اقلیدس بھی طبیب تھا جس نے مختلف امراض، ان کی وجوہات اور علاج پر کئی رسالے اور کتابیں بھی لکھیں جو کے عرصہ دراز تک یورپ کی یونیورسٹیز میں پڑھائے جاتے رہے قدیم یونانی سماج میں بیماری کی اصل وجہ شیطانی قوت یا بدروحوں کا انسانی جسم میں سرائیت کر جانے کو سمجھا جاتا تھا چنانچہ طبیب مریض کے علاج کے وقت ان باتوں کی جانب بھی بھرپور توجہ رکھتا۔

ژینو (488ق م۔43)(Zeno of Elea)

یہ ایک فلسفی تھا جو اٹلی کا رہنے والا تھا لیکن یونان میں بھی اس نے وقت گزارا، اس کی تعلیمات کے تین نکات ہیں۔

ا۔ ہر اکائی مقدار کی حامل ہے۔

۲۔ یہ غیر متناہی طور پر قابل تقسیم ہے۔

۳۔ یہ نا قابل تقسیم بھی ہے۔

اس کی دی ہوئی تھیوریز پر آئین اسٹائین نے بھی تجربات کئے۔

ارشمیدس(212۔ 287ق م)

ارشمیدس ایک ممتاز یونانی ریاضی دان اور موجد تھا جس نے جیومیٹری، ریاضی اور مکینیکس پر کتب تصنیف کیں یہ سسلی میں پیدا ہوااوراس نے مصر میں تعلیم حاصل کی اس کی یہ آرزو تھی کے وہ ایک بہت بڑا فلسفی اور ریاضی دان بنے اور اپنی تمام عمر علم کی خدمت میں سرف کردے وہ اپنے تجربات اور حساب کتاب میں ہر وقت محور ہتا یہاں تک کے اس کی موت ایک رومن سپاہی کے ہاتھوں ہوئی کیونکہ وہ زمین پر ایک ریاضتی ڈائی گرام بنارہا تھا وہ اپنے کام میں اس قدر محوتھا کہ اسے سپاہی کی آمد اور اس کی مداخلت بالکل پسند نہ آئی سپاہی نے اس کی ڈائی گرام خراب کردی جس پر اسے شدید غصہ آیا اور وہ رومن سپاہی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

جالینوس(199؟۔129ق م)(Galen)

حکیم جالینوس ایشیائے کوچک میں پیدا ہوا جس کو بقراط کے بعد دوسرا بڑا طبیب مانا جاتا ہے اس نے جانوروں کے جسم پر کئی تجربات کئے ان تجربات سے انسانوں کی بیماریوں کو سمجھنے میں مدد ملی اس نے انسانی دماغ سے جسم کو کنٹرول کرنے کا پتا چلایا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے یہ بتایا کے انسانی دماغ کس طرح سے آواز کو کنٹرول کرتا ہے خون کا گردشی نظام کیا ہے اور کس طرح سے وہ اپنا کام کرتا ہے اس نے بتایا کے ہم کس طرح سے فطرت کے مطالعے سے خدا کی مرضی کو سمجھ سکتے ہیں وہ ارسطو کے اس نظریے کا زبردست حامی تھا کے فطرت میں کوئی چیز بھی غیر اہم اور غیر ضروری نہیں۔

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

اہل یونان نے آرٹ میں بھی کئی نادر نمونے تخلیق کئے ہیں چنانچہ 1050 سے

31ق م کے دوران تخلیق کئے گئے مجسمے ، پینٹنگز ،عمارات اور آرائشی اشیاء قابل دید ہیں اہل یونان نے پکی اینٹوں سے عمارات تعمیر کیں جس میں ان کے دیوتاؤں کے منادر، رہائشی مکانات، کھیل کے میدان ، باغات ، گزرگاہیں ، اسٹیڈیم اور تھیٹرز شامل ہیں۔ابتداء میں منادرلکڑی سے بنائے گئے لیکن بعد میں پکی ہوئی اینٹوں اور پتھروں کا استعمال بھی کیا گیا یونانی فن تعمیر میں ستون بھی بنائے گئے جس پر نقاشی اور دیدہ زیب اشکال بنائی جاتی اہل یونان نے نئے شہر بھی آباد کئے جو نفاست اور خوبصورتی سے تعمیر کئے گئے ان کے یہاں اولمپک کھیلوں کا انعقاد ہوتا جس کے لئے کھیل کے بڑے میدان ، جمناسٹک اور بڑے اسٹیڈیم بھی بنائے گئے جہاں پر بڑی تعداد میں لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ۔

گنبد (Dome):

چودہویں صدی ق م میں مائی سینیائی یونانیوں نے گنبد نما چھتوں والے مقبرے تعمیر کئے چنانچہ اس اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ فن تعمیر میں گنبد بنانے کی روایت میسوپوٹامیا سے ہوتی ہوئی یونان تک پہنچی اہل یونان نے اپنے دیوی دیوتاؤں کے مجسمے بھی بڑی محبت سے تراشے وہ اس فن میں طاق تھے انھوں نے کانسی کی مورتیاں بھی بنائیں جبکہ دھات کے زیورات اور اس میں اختراعات بھی کی ۔

موسیقی: Music:

یونان میں موسیقی کو ترقی اور عروج مذہبی بنیادوں پر حاصل نہ تھا بلکہ اہل یونان میں جمالیاتی ذوق بہت زیادہ تھا جس کی وجہ سے انھوں نے اس صنف کو ترقی کی معراج پر پہنچایا اہل یونان کو اللہ نے کئی خوبیوں سے نوازا جن میں سے ان کا علمی، ادبی ،طبی ،سائنسی اور فلسفیانہ میدان میں ترقی اور فنکارانہ صلاحیتوں میں اپنا لوہا منوانا ہے انھوں نے اپنے وقت

کے بے شمار علوم وفنون پر نا صرف دسترس اور کمال حاصل کیا بلکہ اس میں نت نئی اختراعات بھی کیں چنانچہ ہومر کے اشعار چھ رکنی وزن کے مصرعوں پر مبنی ہیں جس کو اہل یونان طنبورا پر گاتے لہٰذا طنبورا پر پیشہ ور گانے والوں کا رواج بھی یہیں سے پڑا اور بعد میں طنبورا میں چار کی جگہ سات تار لگائے گئے تا کہ موسیقی کا بھر پور تاثر قائم رہے تاہم اہل یونان خوشی کے مواقع پر، جشن، فصل کی کٹائی، اولمپک کھیلوں کے مقابلے اور دیگر شادی بیاہ کے موقع پر محفل موسیقی کا اہتمام کرتے اس ضمن میں رومانوی، گیت، مرثیہ اور جنگوں میں فوجیوں کے حوصلے کو بڑھانے کے لئے گائے جاتے جبکہ بانسری کی دھن پر بھی گانے گائے جاتے اہل یونان طنبورا، ڈرم، دف، اور بانسری بجاتے بعد ازاں انھوں نے دیگر ممالک کے آلات موسیقی کو بھی اپنایا جبکہ دیوتا اپالو کی سالانہ تقریبات کے موقع پر موسیقی کو نمایاں جگہ دی جاتی۔١٦؎

یونانی فلسفی فیثا غورث نے چھٹی صدی قبل مسیح میں کروں کی موسیقی کی بات کی یعنی کائنات میں موجود ستاروں اور سیاروں کے تال میل سے پیدا ہونے والے ردھم میں بھی موسیقیت موجود ہے چنانچہ فطری موسیقی کی گونج سے انسانی اعصاب پر سکون ہوتے ہیں اور جسم انسانی میں ایک مثبت توانائی پیدا ہوتی ہے۔فطری موسیقی کو سننا جس میں ہواؤں کی سرسراہٹ، چڑیوں کی چہچہاہٹ، بارش کا برسنا، لہروں کا اتر چڑھاؤ اور کوئل کی کوک وغیرہ یہ سب انسان کے وجود پر مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں۔

یونانی زبان: Greek Language:

یونانی زبان جس میں قدیم ایٹک، ہیلینائی، بازنطینی اور جدید ادوار شامل ہیں یہ ہند یورپی زبانوں کی یونانی شاخ کی واحد رکن ہے جدید یونانی زبان قدیم یونانی لوگوں کی زبان سے کافی مختلف ہے لیکن دونوں کے حروف تہجی فنیقیوں والے یعنی 24 حروف پر مبنی ہیں

ریکارڈ شدہ تاریخ سے پہلے گزشتہ کئی صدیوں تک یونانی زبان بولی جاتی رہی ، وسطی اور شمالی ایشیاء سے جنوب کی زرخیز سرزمین کی جانب ہجرت کر کے آنے والے قبل از تاریخ لوگ یونان کے مختلف حصوں میں آباد ہوئے لیکن ان سب کا ایک الگ اور جداگانہ لب ولہجہ تھا یونانی زبان کے چار مرکزی لہجے آرکیڈیائی قبرصی ، ڈورک ، ایولیائی اور ایوینائی ہیں جدید یونانی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں دیگر بیرونی زبان بالخصوص اطالوی ، ترکی اور فرانسسی سے براہ راست مستعار لئے ہوئے الفاظ کی ایک بہت بڑی تعداد شامل ہے ۔ ۱۷ ؎

یونانی خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

The Social Status of Greek Women's in their Society

یونانی زبان میں عورت کو' گائنی' کہا جاتا ہے اور یہ لفظ دنیا بھر میں میڈیکل کی اصطلاح میں بھی مستعمل ہے اور گائنی اسپیشلسٹ یا گائناکولوجسٹ سے مراد خواتین کی ڈاکٹر ہے یونانی خواتین کو سماجی مقام ومرتبہ حاصل تھا لیکن وہ اپنے فیصلوں میں رومی خواتین کی بہ نسبت کم آزاد تھیں عام طور پر خاندان کے فیصلے مرد اور گھر کا سربراہ کیا کرتا جبکہ باقی افراد خانہ کو ان فیصلوں پر بخوشی عمل کرنا ہوتا قدیم یونانی سماج میں والدین اپنے بچوں کی شادی کے فیصلے کیا کرتے لیکن بعد میں پسند کی شادیوں کا رواج بھی عام ہوا اگر چہ خواتین گھر سے باہر آزادانہ گھوم پھر سکتی تھیں تاہم شہر میں رہنے والی یونانی خواتین دیہات میں رہنے والی خواتین کی بہ نسبت زیادہ خودمختار اور آزاد تھیں اسی طرح سے اسپارٹا کی خواتین اپنے بچوں کی تربیت میں فوجی نظم وضبط کو قائم رکھتیں کیونکہ اسپارٹا کے سماجی ماحول میں فوجی تربیت کا بڑا اہتمام موجود تھا اس اعتبار سے یونانی عورت کا سماج میں ایک اہم مقام اور منصب تھا اور اس سے یہ توقع کی جاتی کے وہ اپنے بچوں کو ایک اچھا فوجی جوان بنانے اور اپنے ملک وقوم کی خاطر ہر

طرح کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنے کی تربیت دے گی اسی نظریے کے پیش نظر یونانی خواتین سے زیادہ سے زیادہ بچے خصوصاً بیٹے پیدا کرنے کی توقع رکھی جاتی تاکہ ملکی افواج میں اضافہ کیا جاسکے نیز بچوں کی پیدائش کے بعد سے دس بارہ برسوں تک بیٹے عموماً اپنی ماؤں کی تربیت اور ذمہ داری سمجھے جاتے اگرچہ باپ بھی ان کی ضروریات کا خیال رکھتے لیکن ان کی زندگی میں نظم وضبط کا اہتمام ان کی مائیں ہی کیا کرتیں۔

ایک مصنف لیکی تاریخ اخلاق یورپ میں یونان کی عورت کے بارے میں لکھتا

بہ حیثیت مجموعی باعصمت یونانی بیوی کا مرتبہ ان کے معاشرے میں اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا وہ لڑکپن میں اپنے والدین، شادی کے بعد شوہر کی، بیوگی کے بعد اپنے بھائیوں یا بیٹوں کی وراثت میں ہوتیں گو کے اس کو طلاق کا قانوناً حق حاصل تھا لیکن وہ کبھی بھی اس حق کو استعمال کرنے کے بارے میں نہ سوچتیں کیونکہ یونانی معاشرے میں عدالت میں طلاق کا اظہار یا خواہش یونانی ناموس اورعزت کے منافی تصور کی جاتی، افلاطون نے مردوعورت کی مساوات کا دعویٰ تو کیا لیکن اس دعویٰ کی حیثیت محض زبانی تھی۔ ازواج کا بنیادی مقصد صرف اورصرف یہ تھا کے ان سے طاقتور اولاد پیدا کی جاسکے جو کے ملک کی بقا اور حفاظت کے کام آسکے یونانی معاشرے میں مرد آزاد تھا اور اس سے پاکیزگی اورعصمت کی توقع کرنا حماقت تھی لیکن یونانی سماج اپنی عورتوں سے عصمت اور پاکیزگی کی توقع رکھتا تاہم مردوں کے طوائفوں سے تعلقات عام تھے جس میں ان کے فلاسفر، ادیب، شعراء، اہل علم ودانش مورخین الغرض تمام ہی طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے یونانی خواتین عام طور پر گھروں میں رہتیں جبکہ وہ مخلوط محافل سے اجتناب کرتیں۔

اہل یونان کے اخلاقی تنزل کا یہ عالم تھا کے نکاح ان کے یہاں ایک غیرضروری

رسم سمجھا جاتا اور نکاح کے بغیر مرد و عورت کا تعلق ایک معمول کی بات تھی کیونکہ یہ بات ان کے مذہب میں موجود تھی وہ مختلف دیوی اور دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتے لہٰذا ان کی' کام دیوی' جس کو (Aphrodite) بھی کہتے ہیں اس کے بارے میں ان کی داستانوں میں یہ لکھا ہے کے وہ ایک دیوتا کی بیوی ہونے کے باوجود تین مزید دیوتاؤں سے آشنائی رکھتی تھی اور اس کے علاوہ ایک فانی انسان بھی اس کے قرب سے لطف اندوز ہوتا اسی محبت کے نتیجے میں اس کے یہاں محبت کے دیوتا نے جنم لیا جس کو ان کے یہاں Cupid کہا جاتا ہے یہ بچہ اس دیوی کی ناجائز اولاد تھی یونانیوں نے جب اس دیوی کی پرستش شروع کی تو معاشرتی اور اخلاقی طور پر وہ مزید تنزلی کا شکار ہو گئے اور قحبہ خانے اور فاحشہ عورتوں سے تعلقات کی گویا انھیں کھلی چھوٹ مل گئی اور زنا نے ان کے یہاں ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت اختیار کر لی جو ترقی کرتے کرتے ایک مقدس مذہبی فعل بن گیا۔

حوالہ کتب:

۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۱۹۸۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۱۸۹۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۸۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۴۔عہد قدیم مشرق و مغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۴۱۱ انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۶۔عہد قدیم مشرق و مغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۴۳۲۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۶۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۶۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۶۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۱۲۰۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۱۔عہد قدیم مشرق و مغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۴۴۴۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۱۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۳۱۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۳۱۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۱۷الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۳۱۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۱۶۔عہد قدیم مشرق و مغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۴۳۶۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔

۱۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔ص۔۲۳۱۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

باب (۱۷):

روم کی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

Roman Civilization And Its Historical Background

اہل روم: Roman:

قدیم اہل روم کون تھے؟ اور کہاں سے آئے تھے؟ یہ اہم سوالات ہیں جس کے جواب میں مورخین یہ کہتے ہیں شمالی اٹلی میں عرصہ دراز سے جھیل کے کنارے بسنے والے لوگ جو لکڑی کے مکانات میں رہتے یہ تقریباً 2000 ق م کے قریب دریائے پو کی وادی کی جانب منتقل ہوئے جہاں انھوں نے اپنی نو آبادیاں قائم کیں عام طور پر یہ لوگ لوہے اور پیتل کے اوزار بنایا کرتے تاریخ میں اس دور کے بہت کم حالات ملتے ہیں 1000 ق م یا اس سے قبل انڈو یورپی قبائل وسطی یورپ سے منتقل ہو کر شمالی اٹلی میں آباد ہوئے مورخین کے مطابق یہ لوگ قدیم دور کے امبری، سیپائی اور لاطینی تھے جو پیشے کے اعتبار سے محنت کش تھے یہ بھیڑ بکریاں پالتے، زمین میں اناج اگاتے اور اپنے آس پاس کے علاقوں کی دیگر اقوام سے اکثر و بیشتر لڑائیاں بھی لڑتے تاہم انڈو یورپی قبائل اور جھیل کے کنارے بسنے والے باشندوں کا تمدن ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں ہی تھا کے ایک نئی قوم جو ایٹروسکی کے نام سے مشہور ہے وہ بھی ایشائیے کوچک میں لیڈیا سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہوئے ان میں سے کچھ آلپس کے اس پار یعنی وسطی یورپ سے بھی آئے تھے یہ لوگ جفاکش تارکین وطن تھے جو یہاں کی مقامی آبادی

کے ساتھ گھل مل گئے پھر آگے چل کر یہی لوگ قدیم ٹسکنی کے مبہم ایٹروسکی بنے اس قوم کی ابتدائی تاریخ کے متعلق معلومات مبہم ہیں کیونکہ ان کے طرز تحریر کو ابھی تک مکمل طور پر سمجھا نہیں جا سکا ہے لیکن بہرطور یہ لوگ اعلیٰ تہذیب وتمدن کے مالک تھے کچھ ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کے یہ لوگ بابلی قوم سے متاثر تھے جب ہی ان کے طریقہ پر اپنی عبادات بجالاتے کیونکہ ان کے مذہبی پیشواؤں کے حالات بابلیوں کی طرز سے کافی مشابہہ ہیں جبکہ اٹلی میں ان کی آمد کا زمانہ 800 ق م بتایا جاتا ہے چنانچہ یہ لوگ چھوٹے چھوٹے گروہ کی شکل میں یہاں مستقل آتے رہے اور اپنی پہاڑ کے مغرب اور روم کے شمالی حصے میں آکر آباد ہوئے اسی وجہ سے یہ علاقہ ایٹوریہ اور یہاں کے رہنے والے ٹسکنی کہلاتے ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ لوگ شمال اور جنوب کی جانب پھیلتے چلے گئے قدیم رومیوں کی زیادہ تر آبادی کا انحصار زراعت پر تھا جبکہ یہاں کے رہنے والے اکثر لوگ لوہے، تانبے اور چاندی کی تجارت سے بھی منسلک تھے اور ان کا سامان تجارت ایشیائے کوچک کی تجارتی منڈیوں میں بھیجا جاتا اور وہ اس سامان کے بدلے ہتھیار اور برتن خریدتے پھر رفتہ رفتہ یہاں کے مقامی لوگ بھی دستکار بن گئے اور اپنی بنائی ہوئی اشیاء کو مغربی بحر روم کے علاقوں میں بھیجنے لگے یہی نہیں بلکہ ایٹروسکیوں نے زیتون اور انگور کے استعمال کو بھی رواج دیا کیونکہ ان کی حیثیت اصل باشندوں کے درمیان جاگیرداروں کی سی تھی جبکہ بہت کم لوگ ایسے تھے جو قصبات میں رہائش پذیر تھے چونکہ غلامی کا بھی رواج تھا لہٰذا عام طور پر مزدوری کرنے والوں کو بے حد معمولی سی اجرت پر رکھا جاتا جس کی وجہ سے ان کا معیار زندگی نہایت پست تھا اور ان میں سے اکثریت کچی بستیوں میں رہنے پر مجبور تھی ان میں سے اکثر غلام کبھی کبھار بغاوت بھی کرلیا کرتے چنانچہ 139 ق م میں لڑی گئی غلام جنگ پہلی نہیں تھی اور نہ ہی اسپارٹیکس مرنے والا آخری غلام تھا۔

روم کی سیاسی تاریخ (27۔509 ق م) تین ادوار پر مشتمل ہے

ا۔ پہلا دور۔۔۔ 509 ۔ 753 ق م کا ہے:

جب ایک شہر گاؤں سے ترقی کر کے شہر بنا اور مختلف بادشاہوں نے اس پر حکمرانی کی پھر رومنوں نے بادشاہوں کو بے دخل کر کے رومن جمہوریہ قائم کی جو ۲۷ ق م میں رومن شہنشاہ آگسٹس کی تخت نشینی تک قائم رہی۔

۲۔ دوسرا دور:

روم کی سیاسی تاریخ کا دوسرا دور 476ء کا ہے جس کو مورخین رومن سلطنت کا دور کہتے ہیں اس دور میں ایٹروسکی بادشاہوں نے ساتویں ق م سے لے چھٹی صدی ق م کے اواخر تک روم پر حکومت کی لیکن 510 ق م کے قریب جب آخری حکمران معزول کیا گیا تو ایک جمہوریہ قائم ہوئی جبکہ بعدازاں روم نے اپنے اردگرد کے کئی علاقوں کو بھی اپنے اندر جذب کیا پھر چوتھی صدی ق م میں گالوں کے ایک حملے کے بعد Servian دیوار شہر کے گرد بنائی گئی پھر روم میں پہلی آبی نالی 312 ق م میں تعمیر ہوئی اسی دور میں Via Appia یعنی اپیائی راستہ بنایا گیا جس نے جنوبی اٹلی اور روم کو باہم مربوط کیا روم پیونک جنگوں (146۔264 ق م) کے دوران اور بعد میں پھلتا پھولتا رہا پھر اس زمانے میں پہلی باسیلیکا طرز کی عمارتیں تعمیر کی گئیں جہاں خراب موسم میں پورا مجمع پناہ لے سکتا تھا پھر ٹائبیریئس اور گیئس گراکس کے قتل (133 اور 121 ق م کے بعد جنھوں نے غریبوں کی مدد کے لئے زمینی اصلاحات متعارف کروانے کی کوشش کی تھی تاہم اس شہر نے عدم استحکام کا ایک دور بھی دیکھا جو پہلی صدی ق م کی سول جنگوں پر منتج ہوا۔

انجام کار جولیئس سیزر یہاں کا فرمانروا بنا اس نے اپنے دور میں متعدد اصلاحات متعارف کروائیں بعد ازاں ایک سیزر کا فورم بنایا گیا جو پہلے رومن شہنشاہ آگسٹس کے دور میں مکمل ہوا۔

رومن سلطنت: Roman Empire:

روم کا قائم کردہ ایک سیاسی نظام جو گزشتہ پانچ سو سال قبل تک قائم رہا عام طور پر مورخین رومن سلطنت کا سن آغاز 27 ق م بتاتے ہیں جب رومن سینیٹ نے گیٹس اور اوکٹا ویئس کو آگسٹس یعنی (الوہی داتا) کا نام دیا وہ ایک طویل خانہ جنگی کے خاتمے کے بعد ایک غیر متنازع شہنشاہ بنا، شہنشاہ آگسٹس نے 27 ق م سے 14ء تک مکمل اختیارات کے ساتھ روم پر حکمرانی کی اور سیاسی اور سماجی استحکام کے لئے بھی اپنی نمایاں خدمات انجام پیش کیں اس نے جمہوریہ کی شرائط کی پاسداری کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا لیکن خود اس کے حکم کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا اس نے اسمبلیوں کو اجلاس کی اجازت دی جبکہ وہ خو 13 مرتبہ قونصل کا انتخاب لڑا اور باقی امیدواروں کی طرح اس نے بھی ووٹ حاصل کئے یہ سلسلہ پانچویں صدی عیسوی تک جاری رہا اور ووٹ کے ذریعے سے قونصلر اور ٹرائیبونز منتخب ہوتے رہے لیکن ان کے وظائف حکومتی کے بجائے انتظامی ہوگئے اور انھوں نے اپنے اختیارات بادشاہ کو سپرد کردئے دوسری جانب سیاسی بدعنوانی بھی جاری رہی لیکن اس کے ساتھ یہ قانون بھی بنا کہ اہلکار اپنی مالی ضمانت جمع کروائیں اور رشوت سے گریز کریں لیکن آگسٹس سے ایک سیاسی غلطی ہوگئی اس نے اپنی حفاظت کے لئے سپاہی ڈیوٹی پر مامور کئے جنھوں نے جمہوری حکومت کو نقصان پہنچاتے ہوئے 41 عیسوی میں کلاڈیئس کو مسند اقتدار پر بیٹھانے میں مدد دی آگسٹس نے اپنے دور اقتدار میں ملکی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کی

کوششیں کیں نیز اس نے کاشتکاروں کو بلا سود قرضے بھی جاری کئے، تجارتی گزرگاہوں کے لئے محفوظ شاہراہیں تعمیر کیں چور، ڈاکوؤں اور قزاقوں کو بھی سزائیں دیں اس کے علاوہ عوام کو سستی تفریح کے مواقع بھی فراہم کئے جبکہ ہر خاص وعام کے لئے قانون میں دفعات بھی شامل کی گئیں عوام الناس کے لئے سستی گندم اور اشیاء خورد ونوش کا اہتمام کیا گیا اور نوجوانوں کے لئے بہتر روزگار کے مواقع کے بھی انتظامات کئے گئے۔

روم میں جمہوریت کا قیام: Democracy in Rome:

اہل روم نے اپنے ملک سے ایٹروسکیوں کو بے دخل کرنے کے بعد اپنے ملک روم میں جمہوری نظام کی داغ بیل ڈالی چنانچہ اس جمہوریت میں شہریوں کے دو طبقات شامل تھے۔

ا۔ طبقہ اشرافیہ۔ ۲۔ طبقہ عوام الناس۔

حسب معمول طبقہ اشرافیہ کو دوسرے طبقے کے مقابلے میں ملک میں فوقیت اور فضلیت حاصل تھی گو کہ اہل روم نے اپنے ملک میں جمہوریت کے نظام کی ابتداء تو کردی لیکن اب بھی تمام تر اختیارات اور وسائل منتخب شدہ کونسل کے اراکین کے پاس تھے کہنے کو بادشاہت ختم ہوگئی تھی لیکن دوسرے لفظوں میں جمہوریت کی ملمع کاری کے پیچھے وہی بادشاہی نظام کارفرما تھا یعنی اختیارات، وسائل اور حکم نامے چند ارباب اختیار کے پاس محدود تھے۔

کونسل کے انتخابات کے پیچھے رومیوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ مطلق العنانی کا خاتمہ کرسکیں اس ضمن میں کونسل کے پاس ویٹو کا اختیار موجود تھا یہ انتخابات ہر سال ہوا کرتے لیکن ان کے اختیارات اور فرائض گزشتہ شہنشاہوں کی طرح تھے اس منتخب کونسل کے ماتحت ایک قانون ساز مجلس تھی جس کو سینیٹ کہا جاتا اس سینیٹ کے ممبران کو سماج میں کافی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا جن کا تعلق طبقہ اشرافیہ سے تھا اہل روم نے کسی قسم کے قانون کی دستاویز

مرتب نہیں کی چنانچہ کونسل کے فیصلے ہی جزا اور سزا کا تعین کرتے ان فیصلوں میں یکسانیت کا فقدان تھا طبقہ اشرافیہ نے ہمیشہ اپنے لوگوں کی حمایت کی دوسری جانب غریب عوام کا کوئی پرسان حال نہ تھا عوام بیچارے غریب، لاچار اور کمزور و مجبور ہی رہے اور ان کی حالت کسی غلام سے کم نہ تھی۔

بقول ساحر لدھیانوی!

چند لمحوں کے لئے شور اٹھا ڈوب گیا　　کہنہ زنجیر غلامی کی گرہ کٹ نہ سکی
پھر وہی سیل بلا ہے، وہی دام امواج　　ناخداؤں میں سفینے کی جگہ بٹ نہ سکی
ٹوٹتے دیکھ کے دیرینہ تعطل کا فسوں　　نبض امید وطن ابھری، مگر ڈوب گئی
پیشواؤں کی نگاہوں میں تذبذب پا کر　　ٹوٹتی رات کے سائے میں سحر ڈوب گئی
زندگی جبر کے سانچوں میں ڈھلے گی کب تک　　ان فضاؤں میں ابھی موت پلے گی کب تک [1]

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عوامی شعور بیدار ہوا اور وہ یہ جان گئے کے شرفاء کی زمینوں پر کاشتکاری ہو یا غلامی اور بیگار یہاں تک کے میدان جنگ میں دشمن سے جنگ اور ملکی انتظامات ان میں سے کچھ بھی عوامی مدد اور تعاون کے بغیر ناممکن ہے چنانچہ طبقہ اشرافیہ کو عوام کے حقوق اور مطالبات ناصرف سننے ہوں گے بلکہ انھیں اختیارات بھی دینے ہوں گے بصورت دیگر ہم اپنی خدمات سے ہاتھ کھینچ لیں گے اور کارخانے کا پہیہ اور ملکی انتظام بھی نہیں چلنے دیں گے عوامی سطح پر آواز اٹھائی گئی جس پر ارباب اختیار نے طوعاً کرھاً آمادگی ظاہر کی اور عوام کو بھی اسمبلی میں جگہ دی گئی تاکہ ان کے مسائل سنیں اور انھیں حقوق دئے جائیں بعد ازاں اس اسمبلی کو دو حاکموں کے انتخاب کا استحقاق دیا گیا جو کے ٹریبون کہلایا اس ٹریبون کا

کام عوام کے حقوق کی پاسداری اور نگہبانی تھی ٹریبون کے انتخاب سے عوام کو کسی حد تک سکھ اور آزادی نصیب ہوئی اور بدعنوانیوں کا بھی کافی حد تک سد باب ممکن ہو سکا پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب ان ٹریبون کی تعداد دو کے بجائے دس ہوگئی لیکن اب بھی طبقہ اشرافیہ کو کافی مراعات اور اختیارات حاصل تھے جن کا عوامی سطح پر تصور بھی محال تھا اس ناانصافی اور سماج کے دوہرے معیار کی سب سے بڑی وجہ قانون کا تحریری شکل میں نہ ہونا تھا۔

450 ق م میں بارہ تختیوں پر مشتمل ایک قانونی تحریر مرتب کی گئی جس کو ہر خاص وعام کے لئے برسر عام لٹکا دیا گیا تا کہ اس قانون کی تمام شقوں سے سب واقف ہو جائیں اب شرفاء کے لئے بھی اپنی مرضی سے قوانین میں تبدیلی ناممکن تھی روم میں اس قانون سازی سے یہ ہوا کے ہر کسی کو اس کے حقوق وفرائض کا بخوبی علم ہوگیا بعد ازاں عوامی اسمبلی کو شرفاء کی سینیٹ کے ساتھ ملا کر ایک نئی طاقتور قانون ساز مجلس بنائی گئی جس کے قیام سے عوام کو کئی حقوق حاصل ہوئے جبکہ دونوں طبقوں کے امتیاز میں بھی کافی حد تک کمی واقع ہوئی اب عوام بھی زمین اور جائیداد کی خرید وفروخت اور اپنے بچوں کی شادی بیاہ امراء اور شرفاء میں کر سکتے 300 ق م تک روم میں بہت حد تک شرفاء اور عوام کا فرق کم ہوا لیکن اس کے نتیجے میں سماج میں دو طبقات امیر اور غریب پیدا ہو گئے۔

جیسے جیسے سلطنت میں توسیع ہوتی گئی کئی نئے محکمات کی ضرورت پڑتی گئی جس کے لئے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کی خدمات حاصل کی گئیں جن میں مالیاتی انتظام، محصول کی وصولی، پولیس کا نظام، عدالتی نظام، حکومتی نظام، ملکی خزانے کا نظام، اندرونی اور بیرونی خطرات سے نبٹنا، ملکی تعمیر وترقی کے اقدامات، شاہراہوں، گھروں، منادر و مقابر سڑکوں، پلوں، اور کشادہ وتجارتی راہداریوں کا قیام، دوسرے ممالک سے تجارتی معاہدوں اور لین دین کے

معاملات پر کام کیا گیا اور انھیں منظم اور منضبط بھی کیا۔

اہل روم کے یہاں اراکین اسمبلی کے کام کی مدت پانچ سال مقرر کی گئی تا کہ وہ اپنی اعلیٰ کارکردگی سے ملک کو ترقی کے بام عروج پر پہنچانے میں اپنی ہر ممکن کوشش کریں یہ عہدے اور ان پر فائز عہدے داران سماج میں نہایت معتبر سمجھے جاتے 265 ق م میں ایک قانون بنایا گیا جس کی رو سے کوئی شخص دوسری بار اس عہدے کے لئے نامزد نہیں کیا جائے گا اس کے ساتھ ساتھ یہ قانون سازی بھی کی گئی کے اگر ملک پر کوئی دشمن حملہ کرے یا ملک کو کوئی ناگہانی خطرہ درپیش ہو تو ایسی صورت میں ملک کا تمام اختیار کسی فرد واحد یعنی (ڈکٹیٹر) کے ہاتھ میں بھی جا سکتا ہے جس کے پاس چھ ماہ تک پورے ملک کا انتظام اور فیصلے کے اختیارات رہیں گے لیکن پھر چھ ماہ کے بعد اس ڈکیٹیٹر کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دے، رومی جمہوریت میں ان کی سینیٹ کو مکمل اختیارات اور طاقت حاصل تھی جس میں تقریباً 300 بااثر افراد اور ممبران شامل تھے اگرچہ شرفاء اور عوام کے مابین بتدریج رابطہ قائم ہوا عوام کی نمائندگی سینیٹ میں رہی اسی وجہ سے روم کے فوجی پرچم پر SPOR لکھا تھا جس کے لاطینی زبان میں مطلب 'سینیٹ اور روما کے عوام'۔

ایٹروسکیوں کے روم سے نکالے جانے کے بعد لاطینیوں اور ایٹروسکیوں کے درمیان جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا اور ایٹروسکیوں نے دوبارہ روما پر قبضہ کرنے کی کوششیں کیں اگرچہ اس جنگ میں لاطینی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن ایٹروسکیوں کا بھی روما پر قبضہ نہ ہو سکا جس کے نتیجے میں تمام آزاد لاطینی قبائل نے مل کر ایک لیگ قائم کی جس کا مقصد مشترکہ طور پر اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا روما کو لاطینی لیگ کا صدر مقام قرار دیا گیا جس کی وجہ سے اس شہر کو دوسرے تمام شہروں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی 474 ق م

میں ایٹروسکیوں کا بحری بیڑا یونانیوں کے مقابلے میں تباہ ہوا جبکہ شمالی اٹلی پر جنوبی مشرقی فرانس کے گال قبائل نے حملے شروع کر دئے جس میں ایٹروسکیوں کو ناقابل بیان نقصان پہنچا اور ان کی طاقت منتشر ہوگئی چنانچہ رومیوں نے ایٹروسکیوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے تمام علاقوں پر قبضہ کرلیا دوسری جانب اطالوی قبائل نے روم پر حملہ کیا تو اہل روم نے انھیں بھی شکست فاش دی۔

390 ق م میں گال قبائل نے روم پر قبضہ کرلیا صرف قلعہ ان کی دسترس سے محفوظ رہا لیکن گال قبائل کے اس حملے کے بعد رومی سنبھلے اور انھوں نے ایٹروسکیوں پر غلبہ پانے کے لئے اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا یہاں تک کے اہل روم کا اٹلی کے وسط تک دوبارہ غلبہ قائم ہوگیا جس کے بعد تقریباً 45 برس تک یعنی 325 ق م سے 220 ق م تک سامنی قبائل کے ساتھ متواتر جنگیں ہوتی رہیں جبکہ اسی دوران لاطینیوں کی بغاوت اور سرحدوں پر جھڑپوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

روم کے جنوب میں یونانی ریاستیں قائم تھیں ان ریاستوں نے رومیوں کے نفوذ کو روکنے کے لئے ان سے پے در پے دو جنگیں لڑیں اگرچہ اس جنگ میں رومیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن مدمقابل فوج کو بھی زبردست جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا بعدازاں فونیشیوں نے رومیوں سے اپنا اتحاد قائم کرتے ہوئے 275 ق م میں یونانیوں کو شکست فاش دی جس کے نتیجے میں رومیوں نے جنوبی اٹلی پر جبکہ فونیشیوں نے سسلی پر اپنا قبضہ جمایا اس اتحاد کا حتمی نتیجہ یہ نکلا کے رومی پورے اٹلی پر قابض ہوگئے سوائے دریائے آرنس کے شمالی علاقے کے جس پر اب بھی گال قابض تھے۔

رومیوں اور فونیشیوں (قرطاجنہ) کا اتحاد تادیر برقرار نہ رہ سکا اگرچہ فونیشی ایک

بڑی طاقت بن چکے تھے بالخصوص ان کا ایک مضبوط بحری بیڑا تھا دوسری جانب رومی بری جنگ کے تو ماہر تھے لیکن وہ بحری جنگوں کا کوئی خاص تجربہ نہ رکھتے تھے چنانچہ ماضی کے ان دونوں فریقوں کے مابین پہلی جھڑپ 264 ق م میں ہوئی جس کا سلسلہ طویل عرصہ تک جاری رہا اس درمیان رومیوں کو پے در پے شکست اور نقصانات سے دو چار ہونا پڑا لیکن بلا آخر انھوں نے اپنے بحری بیڑے کو فونیشیوں کے طرز پر قائم کرتے ہوئے 241 ق م میں کارولس کی سرکردگی میں فونیشیوں (قرطاجنہ) کے بحری بیڑے کو شکست دی اس جنگ کے بعد رومیوں اور فونیشیوں کے درمیان دوبارہ ایک صلح نامہ لکھا گیا اور دونوں فریق بن گئے دوسری جانب دونوں ہی اپنی فوجی طاقت کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی دینے میں مصروف تھے رومیوں نے جزائر کاسیکا اور سارڈینیا پر قبضہ کیا جبکہ 226 ق م میں رومیوں نے گال قبائل کو عبرتناک شکست دیتے ہوئے گال قبائل کا اٹلی سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ بھی کر دیا ادھر فونیشیوں نے اسپین پر اپنا تسلط قائم کیا جس کے نتیجے میں اسپین کی کافی دولت فونیشیوں کے ہاتھ لگی اور اسپین فونیشیوں (قرطاجنہ) کا ایک مضبوط فوجی مرکز بن گیا۔

219 ق م میں ایک بار پھر جنگ کیلئے رومی اور فونیشی آمنے سامنے ہوئے یہ جنگ طویل عرصہ تک جاری رہی جس میں رومیوں کا بے حد جانی اور مالی نقصان ہوا جبکہ ان کے ایک لاکھ سے زائد فوجی جوان بھی مارے گئے اور ان کی املاک کو بھی ناقابل تلافی نقصانات ہوئے لیکن رومیوں کی تمام تر کمزوریوں کے باوجود میدان جنگ میں ایسا پانسہ پلٹا کے بلا آخر فتح کا جھنڈا رومیوں نے لہرا دیا اس طویل جنگ کے نتیجے میں مقدونیہ اور یونان، روم کی ماتحتی میں آ گئے اور ایک بار پھر فونیشیوں اور رومیوں کے درمیان صلح ہو گئی لیکن یہ صلح زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکی اور 149 ق م میں ماضی کے دونوں فریق یعنی رومی اور فونیشی ایک بار پھر تیسری

جنگ کے لئے آمنے سامنے ہوئے اگر چہ اس جنگ کی ابتداء رومیوں کی طرف سے کی گئی جبکہ فونیشی اپنا بحری بیڑا رومیوں کو دے کر اپنے صلح نامے پر قائم رہنا چاہتے تھے لیکن رومیوں نے فونیشیوں پر یہ جنگ مسلط کی اس جنگ کا دورانیہ تقریباً تین سال تھا جس کے نتیجے میں رومیوں نے فونیشیوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور نہایت بے دردی سے فونیشیوں کا قتل عام کرتے ہوئے ان کے شہر اور املاک کو بھی جلا دیا گیا مورخین لکھتے ہیں کے پانچ لاکھ کی آبادی والے شہر میں بمشکل پچاس ہزار لوگ زندہ بچے جو کسی نشان عبرت سے کم نہ تھے بعد ازاں رومیوں نے انھیں اپنا غلام بناتے ہوئے اپنے مستقل حریف فونیشی (قرطاجنہ) کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کیا رومی سلطنت کا مکمل اقتدار اب بحیرہ روم کے تمام ساحلی علاقوں پر قائم ہو چکا تھا جبکہ یونان، مقدونیہ، مصر، ایشیائے کوچک، شام، فلسطین اور اسپین پر بھی رومیوں کا جھنڈا لہرا رہا تھا لہٰذا روم ایک سپر پاور کی شکل میں اس دنیا کے سامنے تھا اگر چہ اس کا اقتدار آدھی سے زائد دنیا پر قائم ہو چکا تھا جبکہ سرحدوں کی بے پناہ وسعت اور ترقی نے روم میں دولت کے انبار لگا دئے لہٰذا عوام اور خواص کے طرز زندگی میں واضح فرق آیا عوام سادگی چھوڑ کر عیش پرستی میں پڑ گئے اور محنت مزدوری سے جی چرانے لگے جس کے نتیجے میں بکثرت غلام اور کنیزیں رکھنے کا رواج عام ہوا اہل روم نے وقت گزاری کے لئے مختلف تفریحات کو فروغ دیا جس میں گھڑ سواری، شمشیر زنی، نہتے انسانوں کی شیر سے لڑائی، رتھوں کی ریس اور آپس کی معرکہ آرائیاں وغیرہ مالدار طبقہ بے تحاشا زمینوں کا مالک بنا، تجارت عام ہوئی اور روزگار کے بے شمار مواقع سے عوام نے استفادہ کیا چنانچہ ملک کے طول وعرض میں ہر جانب شادمانی اور روپے پیسے کی فراوانی تھی جس کی وجہ سے امراء، شرفاء اور حکومتی اہلکاروں کا دھیان امور سلطنت اور اس کی سرحدوں کی جانب دشمنوں کی پیش قدمی سے ہٹ چکا تھا حکومتی اعلیٰ عہدے

داران شراب و شباب میں ڈوبے رہتے جبکہ عوام کی طرز فکر بھی کچھ اسی نوعیت کی تھی۔

49ق م میں جولیس سیزر نے سلطنت روما کی باگ دوڑ سنبھالی وہ کلو پیٹر کی شدید محبت میں گرفتار تھا اس نے کلو پیٹرا سے شادی کی اور اسے اپنے ساتھ روم لے آیا۔

جولیس سیزر سلطنت روم کا مطلق العنان سربراہ تھا جس کا دور دور تک کوئی مدمقابل نہ تھا چنانچہ اس نے ملکی قوانین میں کئی اصلاحات کیں عوام اور کاشت کاروں کو کئی مراعات دیں، محاصل میں ترمیم، آمدن اور خرچ میں توازن، سود کی شرح کا تعین اور ملک کے امن وامان اور سرحدوں کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے بھی کئی اقدامات کئے جس کے نتیجے میں عوام میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی کیونکہ لوگوں کو یہ خوف لاحق تھا کے کہیں جمہوریت کا خاتمہ نہ ہو جائے لیکن جولیئس سیزر نے جمہوریت کی آڑ میں اپنی آمریت اور مطلق العانی کو جاری رکھا لیکن اس نے عوام کی خوشحالی کے لئے بھی بہت کام کئے تاریخ میں وہ ایک بڑا جرنیل اور فاتح کی حیثیت سے جانا جاتا ہے اگر چہ وہ زیادہ عرصہ تک مسند اقتدار پر براجمان نہ رہ سکا اور اس کو قتل کر دیا گیا لیکن وہ جتنا وقت بھی برسر اقتدار رہا اس نے سلطنت روم اور اہل روم کے لئے کئی ترقیاتی کام انجام دئے جولیئس سیزر کے قتل کے بعد روم میں ایک بار پھر اقتدار کی جنگ چھڑ گئی جولیئس سیزر کے بھتیجے انٹونی نے مسند اقتدار پر قدم رکھا اس نے جولیئس سیزر کے قاتلوں کو بھی کیفر کردار تک پہنچایا اور اپنے دارالسلطنت کو مصر منتقل کیا تاہم اپنے چچا جولیئس سیزر کی طرح وہ بھی کلو پیٹرا کی محبت میں گرفتار تھا اگر چہ ابتداء میں اس نے ملکی انتظامات میں دلچسپی لی اور دشمنوں سے برسر پیکار بھی رہا لیکن کلو پیٹرا سے محبت نے اسے کہیں کا نہ رکھا چنانچہ امور سلطنت میں اس کی دلچسپی بتدریج کم ہوتی گئی لیکن اس نے کلو پیٹرا کو روم کے کئی حصوں کا مالک بنا دیا تاہم وہ اپنی پہلی بیوی سے اکتا چکا تھا اور کلو پیٹرا سے شادی کے لئے بے حد سنجیدہ

تھا دوسری جانب انٹونی کا دوسرا بھائی اکٹاویس بھی اقتدار کی جنگ میں پیش پیش تھا اور وہ بھی انٹونی کی طرح کلوپیٹرا کے زلف کا اسیر ہو چکا تاہم یہ حالات انٹونی اور اکٹاویس کے ایک دوسرے سے برسر پیکار ہونے کے لئے کافی تھے لہٰذا دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف اعلان جنگ کیا جس میں اینٹونی اور کلوپیٹرا کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اینٹونی کو اپنی جان بچانی مشکل ہوگئی لیکن وہ کسی طرح اپنی جان بچا کر اسکندریہ بھاگا جہاں اس نے خودکشی کی دوسری جانب کلوپیٹرا نے بھی اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا ادھر اکٹاویس کا مدمقابل اب دور دور تک کوئی نہ تھا چنانچہ اس نے کلوپیٹرا کے چاروں بیٹوں اور اپنے سارے مخالفین کو قتل کروا کے سلطنت روم کا مکمل اختیار اپنے ہاتھ میں لیا۔ ۲؎

روم میں شہنشاہیت کا قیام

The Development of Roman Imperialis

آگسٹس (اکٹاویس): Augustus:

آگسٹس (27 ق م سے 14ء) کو پہلے شہنشاہ روم کے طور پر جانا جاتا ہے اس کا دور نہایت ترقی اور خوشحالی کا دور تھا لہٰذا مورخین اس کے عہد کو 'آگسٹن عہد' بھی کہتے ہیں اگرچہ اس کا اصل نام گیئس اوکٹاویئس تھا یہ 23 ستمبر 63 ق م میں روم میں پیدا ہوا یہ جولیئس سیزر کے بھائی کا پوتا تھا جب جولیئس سیزر کا قتل ہوا تو اوکٹاویئس اس وقت الائریا میں اپنی ملکی خدمت کے لئے تعینات تھا تاہم جولیئس سیزر کے انتقال کے بعد جب وہ اٹلی آیا تو یہاں اقتدار کی کشمکش جاری تھی جس میں وہ بھی شامل ہوگیا اور بلا آخر 34 برس کی عمر میں وہ تخت شاہی پر بیٹھنے میں کامیاب ہوگیا، آگسٹس (اکٹاویس) نے روم میں حکومتی سطح پر کئی قوانین میں ترمیم

واضافہ کیا نیز اس نے ایک نئی طرز کی حکومت کی بنیاد بھی ڈالی وہ اس بات سے بخوبی واقف تھا کے اگر اس نے اعلانیہ مطلق العنانی کی تو یقیناً اسے عوام وخواص کے شدید ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا اس نے نہایت چالاکی سے یہ ظاہر کیا کے وہ آئینی طریقہ کار اور سینیٹ کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے لیکن اصل میں در پردہ وہ ہی سلطنت روم کا مطلق العنان شہنشاہ تھا اور اس کے اشارے کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر مارنے کی جراءت نہیں کرسکتا تھا جبکہ تمام ملکی انتظام اسی کے اشارے پر قائم ودائم تھا اس نے 27 ق م میں امپریٹیر (Imperator) یعنی شہنشاہ کا لقب اپنایا جو بعد میں لفظ امپر یئر بنا لہٰذا اب وہ رومی دنیا کا قیصر بن چکا تھا چنانچہ اس کو اس کی جائز حیثیت دینے کے لئے سینیٹ نے بھی آئینی طور پر اس قانون کی توثیق کردی اب اس کی راہ میں بظاہر کوئی ایسی روکاوٹ نہ تھی جس کے لئے اسے وضاحت دینی پڑتی اس نے اقتدار کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

۱۔فوج اور سفارت ۔ ۲۔سول حکومت ۔

مورخین کے مطابق آگسٹس (اوکٹاویئس) علوم وفنون کا دلدادہ تھا چنانچہ روم میں بڑے پیمانے پر علم کی ترویج واشاعت کا کام اسی کے عہد میں شروع ہوا،اسے تعمیرات کا بھی بہت شوق تھا لہٰذا اس نے روم میں عالی شان عمارتوں کا ایک جال بچھا دیا جبکہ وہ خود اپنے بارے میں یہ کہتا کے مجھے اینٹ سے بنا ہوا روم ملا تھا جیسے میں نے سنگ مرمر کا بنا دیا اس کے دور اقتدار میں روم نے بے حد ترقی کی اس نے کئی ترقیاتی منصوبے اپنی نگرانی میں شروع کروائے جبکہ تجارت کو بھی وسیع بنیادوں پر فروغ دیا،محصول کی وصولی کا نظام،سرحد پر دفاعی انتظامات،فوجی طاقت میں اضافہ، بیرون ملک تجارت کو فروغ،شہر کی تعمیر وترقی اور عوام کی فلاح و بہبود کے کئی منصوبے اس کے عہد میں پایہ تکمیل کو پہنچے اسی وجہ سے مورخین آگسٹس

(اوکٹاویئس) کے عہد کو' عہد زرین' کہتے ہیں اگر چہ اس کی زندگی اس کے تمام ورثاء انتقال کر گئے اس کا انتقال ۷۷ برس کی عمر میں ۱۹ اگست ۱۴ء میں ہوا اس کے مرنے کے بعد اس کا ایک سوتیلا بیٹا اور داماد ٹائبریئس ہی رہ گیا تھا۔

تاریخ میں آگسٹس ایک متنازعہ شخصیت کا مالک سمجھا جاتا ہے کچھ لوگوں کو اس کی پالیسیوں سے اتفاق تھا جبکہ کچھ اس کے مخالفین بھی تھے۔۳

آگسٹس کے انتقال کے بعد سیزر خاندان کے چار فرمانرواؤں نے روم پر یکے بعد دیگرے حکمرانی کی جنھیں تاریخ میں' جولین شہنشاہ' کہا جاتا ہے۔

ٹائبریئس: Tiberius:

شہنشاہ آگسٹس کے انتقال کے بعد اس کا سوتیلا یا پھر لے پالک بیٹا بلا مقابلہ ہی تخت نشین ہوا۔اس کا مقابلہ پانونیا، جرمنی، گال اور دیگر آس پاس کے کئی علاقوں کی شورشوں اور بغاوتوں سے رہا اگر چہ اس نے اچھی طرح سے انتظام حکومت کو چلانے کی کوششیں کیں لیکن اس میں اسے زیادہ کامیابی نہ ہوسکی اس کا انتقال 37 ء میں ہوا، اس کے بعد اس کا بیٹا نیرو کلاڈیئس سیزر تخت نشین ہوا۔

نیرو کلاڈیئس سیزر: Nero Claudius Caesar:

نیرو کلاڈیئس سیزر (68۔37) سترہ برس کی عمر میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد روم کے شاہی تخت پر براجمان ہوا وہ روم کا پانچواں شہنشاہ تھا نیرو کا باپ ٹائبریئس آگسٹس کا سوتیلا یا پھر لے پالک بیٹا تھا اگر چہ اس نے اچھی طرح سے حکومت کرنے کی کوشش کی لیکن انجام کار وہ بھی اردگرد کے حالات اور محلاتی سازشوں کے سبب مطلق العنانی پر اتر آیا وہ ایک علم دوست انسان تھا جس نے اپنے دور میں علم وفن کی ترویج واشاعت کے لئے بہت کام کئے

لیکن فطرتاً وہ ایک دل پھینک انسان تھا اس کے حرم میں کئی کنیزیں، بیویاں اور فاحشائیں اس کی دل جوئی کے لئے ہمہ وقت موجود رہتیں اگرچہ روم کے شہنشاہوں میں نیرو سب سے زیادہ مقبول شہنشاہ تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی حکومت کے ابتدائی پانچ سال روم کی تاریخ کے بہترین سال سمجھے جاتے ہیں اگرچہ یہ خود نہایت کم سن اور کم تجربہ کار تھا چنانچہ اس نے اپنی کم سنی کا ادراک کرتے ہوئے فوج کی قیادت کے سوا تقریباً تمام شاہی اختیارات سینیٹ کو سونپ دئے وہ فلسفہ کا طالب علم تھا لہٰذا اس نے سینیکا کو اپنا رہنما بناتے ہوئے اپنے سارے عہد حکومت میں ایک رحم دل شہنشاہ کا کردار ادا کرنے کی کوشش کی جس میں وہ بہت حد تک کامیاب ہوا اس نے اپنے دور میں بدعنوانی، رشوت ستانی اور دیگر جرائم کا تدارک کیا تاہم اس کی حکومت کے ابتدائی پانچ برسوں میں روم میں بہت ترقی ہوئی اور عمدہ قوانین اور ان پر عمل داری کی وجہ سے عوام میں بھی اس کی پذیرائی اور مقبولیت میں کافی اضافہ ہوا نیرو فطرتاً محبت کرنے والا نرم دل نوجوان بادشاہ تھا لیکن جب اسے اپنی ماں کے مذموم عزائم کے بارے میں پتا چلا کے وہ نیرو کو تخت سے ہٹا کر اپنے دوسرے بیٹے کو تخت نشین کروانا چاہتی ہے تو نیرو نے اپنی ماں کو زہر دلوادیا بعد ازاں اس کے مزاج میں آورگی اور جنسی بے راہ روی نے جگہ بنائی جس کے نتیجے میں اسے ہم جنس پرستی کی لت لگ گئی نیرو کو موسیقی، آرٹ، شاعری، فلسفے اور دیگر علوم کی تحصیل کا بے حد شوق تھا، اس کے دور میں روم میں ایک خوفناک آتش زدگی ہوئی جس کے سبب آدھے سے زیادہ علاقہ جل گیا اگرچہ روم بے ترتیب عمارتوں کا ایک ڈھیر تھا جس کی وجہ سے شہر کا حسن ماند پڑ چکا تھا اور نیرو شہر کی ازسرنو تعمیر کا اکثر خواب دیکھا کرتا لیکن اس پراسرار اور خوفناک آتش زدگی کے باعث پورا روم جلتا رہا لیکن نیرو کسی اونچی عمارت پر بیٹھا بانسری بجاتا رہا۔

کچھ مورخین کی یہ رائے ہے کے یہ آگ نیرو نے خود لگوائی جبکہ کچھ اس سے قطعاً اتفاق نہیں کرتے بعد ازاں یہ محاورہ تو زبان زد عام بھی ہوا شہر کی آگ پر بڑی مشکل سے قابو پایا گیا اور اس کے بعد شہر کی ازسرنو تعمیر کا کام شروع ہوا جبکہ نیرو کے مخالفین اس پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کے اس نے حضرت یسوع مسیح کے حواری پیٹر (پطرس) اور پال (پولوس) پر نہایت ظالمانہ تشدد کیا۔

نیرو کھیلوں کا بے حد شوقین تھا اس نے 66ء میں یونان کے قومی کھیلوں میں حصہ لینے کی ٹھانی چنانچہ وہ روم سے یونان روآنہ ہوا تاکہ وہ اولمپیا میں حصہ لے سکے یہاں اس نے چار گھوڑوں والے رتھوں پر سوار ہو کر ریس میں حصہ لیا اگرچہ اس ریس میں وہ شدید زخمی بھی ہوا لیکن پھر بھی فاتح قرار پایا اس فتح کے بعد خوش ہو کر اس نے یونان کو خراج سے بھی آزاد کر دیا۔ جب وہ فتوحات کر رہا تھا تو اسے یہ خبر ملی کے یہودا اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہے ہیں اور سارا مغرب اس کا مخالف ہو گیا ہے اس نے اپنے اردگرد اپنے معتمد خاص اور گارڈز کی جانب توجہ کی تو انھوں نے بھی اس موقع پر اپنی آنکھیں پھیر لیں انجام کار وہ اپنی جان بچاتا ہوا اوسٹیا جانے والی شاہراہ پر بھاگنے لگا تاکہ کوئی ایسی کشتی مل جائے جس پر اس کا کوئی وفادار عملہ موجود ہو لیکن اس موقع پر سینیٹ کے سپاہیوں نے اسے گھیر لیا نیرو نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے ایک خنجر سے خودکشی کی کوشش کی لیکن اس کا ہاتھ پھسل گیا لیکن اسی کے آزاد کردہ غلاموں نے اس خنجر کو دوبارہ اس کے گلے پر پھیرنے میں اس کی مدد کی نیرو کے آخری الفاظ تھے کیسا عظیم فنکار مجھ میں مر رہا ہے'۔

نیرو کے بعد تین غیر معروف شہنشاہوں نے مسند اقتدار پر اپنے قدم رکھے ان تین کے بعد پھر پانچ شہنشاہ اور آئے جن میں سے ایک ٹراجن تھا جس کے دور اقتدار میں روم اپنی

انتہائی ترقی پر جا پہنچا لہٰذا اس کے دور میں آرمنیا، میسوپوٹامیا، اشوریہ اور عرب کے کچھ علاقے فتح ہوئے بعد ازاں اس کے جانشینوں خصوصاً ہیڈرین کے عہد میں کئی علاقے ہاتھ سے نکل گئے اسی دور میں اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے وحشی قبائل کے حملوں کو روکنے کے لئے برطانیہ میں ایک دیوار تعمیر کی گئی اس کے ساتھ ہی ایک دیوار رائن اور ڈینیوب کے درمیان جرمنی قبائل کے حملوں کو روکنے کے لئے بھی بنائی گئی جس کے بعد روم میں تقریباً ۲۲ غیر معروف قیصر تخت نشین ہوئے جنھیں تاریخ میں Barack Emperors کے نام سے جانا جاتا ہے ان شہنشاہوں میں کئی تو ایسے تھے جنھوں نے روم پر بمشکل ایک سال حکمرانی کی۔

270ء میں قیصر اورلین برسر اقتدار آیا جس کے پیش رو کے زمانے میں گال، برطانیہ اور شمالی چین رومی اثر سے آزاد ہوئے ان علاقوں پر ایک رومی سینیٹر تتریکس نے اپنا قبضہ جمایا دوسری جانب شام کے ایک حصے پر ملکہ زینوبیہ کی سرکردگی میں ایک آزاد ریاست قائم کی گئی لیکن اورلین نے ان علاقوں کو دوبارہ فتح کر کے انھیں رومی سلطنت میں شامل کیا۔

284ء میں ڈائکلٹین نے روم کے تخت پر اپنا اقتدار قائم کیا یہ اپنے آپ کو سورج دیوتا کا پرتو سمجھتا جس کی اس نے ترویج و اشاعت بھی کی جبکہ اس نے دارالسلطنت کو روم سے ایشیائے کوچک منتقل کیا اس نے ملک پر کنٹرول رکھنے کے غرض سے اپنے ایک شریک کار کو بھی آدھے ملک کا قیصر نامزد کر دیا اگرچہ اس کی نیت یہ نا تھی کہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے لیکن اس صورت حال کے بعد ایسا ہونا ناگزیر تھا چنانچہ ان دونوں ہی شہنشاہوں نے آگسٹس لقب اختیار کیا۔

کانسٹنٹائین اعظم : THe Great Constantine:

کانسٹنٹائین اعظم یا قسطنطین اعظم (337-274) تک روم پر حکمرانی کرتا رہا یہ

عیسائیت قبول کرنے والا روم کا پہلا شہنشاہ تھا اسی نے قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کی بنیاد رکھی جو 1453ء تک مشرقی رومن یعنی بازنطینی سلطنت کا دارالحکومت بنا رہا کانسٹنٹائین موجودہ سربیا کے علاقے میں پیدا ہوا اس کا اصل نام فلاویئس ویلیر کانسٹنٹینس تھا اس کا باپ سپہ سالار کانسٹنٹنیس کلورس (کانسٹینٹیس اول) اور ماں ہیلینا (سینٹ ہیلینا) تھی کانسٹنٹائین 305ء میں شریک شہنشاہ بنا اس نے مشرق میں اپنی عسکری صلاحیتیں کا لوہا منوایا پھر وہ

306ء میں اپنے باپ کے پاس برطانیہ چلا گیا وہ سپاہیوں میں بے حد مقبول اور ہر دلعزیز تھا لہٰذا جیسے ہی قیصر کا انتقال ہوا کانسٹنٹائین نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا لیکن یہ اتنا آسان نہ تھا آنے والے دو عشروں تک وہ اپنے حریفوں سے تخت و تاج کے لئے لڑتا رہا اپنے پیش روحکمرانوں کی طرح وہ بھی سورج دیوتا کا پجاری تھا اور شہنشاہیت کے بعد وہ اپنے آپ کو سورج دیوتا کا پرتو سمجھتا تھا۔

312ء میں جب وہ شام کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا تو اس نے خواب میں حضرت یسوع مسیح کو دیکھا جو اس کو یہ ہدایت دے رہے تھے کہ وہ اپنے سپاہیوں کی ڈھال پر XP کندہ کروائے چنانچہ یسوع مسیح کی خواب میں ہدایت کے مطابق! کانسٹنٹائین نے ایسا ہی کیا اور بہت جلد اسے اپنے دشمنوں پر فتح نصیب ہوئی لہٰذا فتح یاب ہوتے ہی اس نے اپنے دل میں عیسائیت کے لئے نرم گوشہ محسوس کیا اور بہت جلد اپنے پرانے مذہب کو ترک کر کے وہ عیسائی بن گیا کانسٹنٹائین اعظم کے عیسائیت کی قبولیت کے بعد روم میں عیسائیوں کے برے دن ختم ہو گئے اور انھیں کئی قانونی حقوق اور مراعات بھی حاصل ہوئیں اس کے ساتھ کلیسیاء کو بھی قانونی حقوق حاصل ہوئے جس کا اس سے پہلے کوئی تصور نہ تھا اس کے عہد میں روم کی ترقی کے لئے کئی اقدامات کئے گئے جبکہ اسی کے ہی عہد میں سونے کے سکے بھی جاری کئے

گئے۔

کانسٹنٹائین نے اپنے دور اقتدار میں یعنی 326ء میں قسطنطنیہ شہر کی تعمیر بھی شروع کروائی اس نے سلطنت روم کے بکھرے اور بے ترتیب نظام کو منظم بنیادوں پر استوار کیا جبکہ یسوع مسیح کے نام پر حکومت کرنے والا یہ پہلا رومی شہنشاہ تھا بعد ازاں اس کے اسی مذہبی اقدام کی وجہ سے روم میں اور اس کے اردگرد کے تمام مقبوضہ علاقوں میں عیسائیت کی حتمی فتح کے لئے ایک اسٹیج تیار ہو چکا تھا۔ ۴ ۔

کانسٹنٹائین اعظم کے مرنے کے نصف صدی بعد تک رومی سلطنت دوبارہ تقسیم ہوگئی چنانچہ ۳۹۴ء میں تھیوڈسئیس اول اعظم نے اسے دوبارہ متحد کیا۔

تھیوڈوسئس اول اعظم: The Great Theodosius i:

تھیوڈوسئس اول اعظم (395۔379ء) روم کا آخری شہنشاہ تھا جس نے مشرقی اور مغربی روم کو متحد کر کے اس پر اپنی حکومت قائم کی اس کی پیدائش اسپین میں ہوئی جبکہ اس کا باپ ایک رومن جرنیل تھا۔ وہ اپنی جوانی میں وہ اپنے باپ کے ساتھ کئی مہمات میں شریک رہا لیکن باپ کی موت کے بعد ان فوجی مہمات میں کچھ کمی واقع ہو گئیں لیکن اس کی بہادری اور جراءت کے پیش نظر مغربی رومن شہنشاہ گریٹیان نے اسے مشرقی رومن پر حکمرانی کے لئے منتخب کیا اس کے عہد میں بغاوت اور سرکشی ہوتی رہی لیکن اس نے ان کا کامیابی سے مقابلہ کیا 391ء میں اس نے رومن سلطنت میں عیسائیت کو مکمل طور پر لاگو کیا جبکہ بت پرستی اور بتوں کے معبدوں کو بند کروایا چنانچہ بتوں کے نام پر قربانیاں بھی اس کے دور میں منسوخ کر دی گئیں۔ ۵ ۔

رومن سلطنت نے یونانیوں کے آرٹ، ادب، اور فلسفے کو جاری رکھ، یہودیوں کے

مذہبی اور اخلاقی نظام، عیسائیوں کے نئے مذہب، بابلی علم فلکیات اور علم النجوم اور فارس، مصر اور دیگر مشرقی تہذیب کے ثقافتی عناصر کو قائم رکھا اہل روم نے حکومت، قانون اور فن تعمیر کے لئے اپنی مخصوص صلاحیتوں کو جلا بخشی اور لاطینی زبان کی بھی ترویج کی اس طرح انھوں نے یونانی رومن تالیف کی جو دو ہزار سال سے جاری ثقافتی عناصر کا بھرپور امتزاج تھی بعد ازاں یہی امتزاج مغربی روایت کی صورت اختیار کر گیا رومنوں نے یہ تالیف میڈی ٹرئین دنیا کے طویل ترین عہد خوشحالی میں تشکیل دی 476ء میں جرمن حملہ آوروں کے ہاتھوں رومیولس آگسٹس کی معزولی کے بعد خود کو رومن کہلوانے والے شہنشاہ (جو تاریخی لحاظ سے بازنطینی تھے)۔

مشرقی رومی حکومت برسوں تک قائم رہی جسٹینین کے عہد میں اٹلی، اسپین اور شمالی افریقہ دوبارہ رومیوں کے کنٹرول میں آگئے لیکن اس کی موت کے بعد نااہل حکمرانوں کی وجہ سے سلطنت دن بدن کمزور ہوتی گئی اگرچہ جرمن قبائل اور مسلمانوں سے جنگیں جاری رہیں جس میں روم کا کافی علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا جبکہ مشرقی رومی سلطنت صرف قسطنطنیہ تک محدود رہ گئی 1453ء میں سلطان محمد فتح نے قسطنطنیہ کو فتح کیا اب یہاں مسلمانوں کی حکمرانی قائم ہو چکی تھی دنیا میں آج بھی رومیوں کے اثرات موجود ہیں۔[٦]

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

ابتدائی دور میں جھیل کے کنارے بسنے والے باشندے اور انڈو یورپی قبائل اس قدر کمزور تھے کہ وہ اٹلی پر اقتدار جمانے کی کشمکش میں حصہ نہ لے سکے تاریخ یہ بتاتی ہے کے انڈو یورپی قبائل کی ایک شاخ نے دریائے ٹائبر کے کنارے سات پہاڑیوں کے گنج میں ایک بستی قائم کی جو بعد ازاں روم کہلائی اس بستی میں پہلی لاطینی بادشاہت قائم ہوئی شاید اس

کی وجہ یہ بھی ہو کے انڈو یورپی قبائل میں سب سے زیادہ فوقیت لاطینی قبائل کو حاصل تھی چنانچہ انھوں نے ایٹروکسیوں کو روم سے نکالا تاہم ان کی بولی جانے والی زبان بعد میں اٹلی کی زبان بنی جبکہ آنے والے وقت میں یہ لوگ دوسرے آریائی قبائل کے ساتھ خلط ملط ہو گئے۔

قارئین کی آسانی کے لئے اگلی سطور میں لاطینی یا انڈو یورپی کے بجائے اس قوم کے افراد کے لئے رومی یا اہل روم کی اصطلاح استعمال کریں گے۔

750 ق م میں ایٹروسکیوں، روم پر قابض ہوئے اوران کا یہ قبضہ 509 ق م تک قائم رہا اگرچہ روم کی ابتدائی تاریخ روایات پر مبنی ہے لیکن آرکیالوجی کے ذریعے حاصل شدہ معلومات کے مطابق! ایٹروسکیوں نے عرصہ دراز تک روم پر حکومت کی جس کے اثرات وہاں کی تہذیب وتمدن پر آج تک نقش ہیں۔ آثار قدیمہ کی مختلف مقابر کی کھدائی کے دوران بادشاہوں کے دور کے کچھ کتبے حاصل ہوئے جس سے یہ معلوم ہوا کے روم پر ایٹروسکیوں کے سات بادشاہوں نے حکمرانی کی جس میں سے آخری بادشاہ کو 509 ق م میں روم سے نکال دیا گیا جس کے بعد ایٹروسکیوں کی حکومت کا خاتمہ عمل میں آیا لیکن ایٹروسکی روم کی تہذیب وتمدن پر اپنے گہرے اثرات مرتب کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کہ آج بھی وہاں نظر آتے ہیں۔

روم کا قانون 450 ق م میں وضع ہوا جو کے 565ء میں جسٹینین کی وفات تک جاری رہا جس پر عمل درآمد ہوتا رہا لہٰذا اس قانون کو دنیا بھر میں جسٹینین کوڈ بھی کہا جاتا ہے جو آگے چل کر یورپ میں سول قانون کی بنیاد بنا یہ قانون بارہ تختیوں پر مرتب کیا گیا اس سے قبل روم کا قانون مذہبی نوعیت کا تھا جس کی تفسیر ان کے مذہبی پروہتوں پر منحصر تھی لیکن اس ضابطے نے زرعی برادری کے لئے سازگار اصول متعین کئے اس قانون کی رو سے تمام مراء وشرفاء اور عوام سب کو مساویانہ حقوق حاصل ہو گئے چنانچہ اہل روم اس قانون کو عوامی اورنجی قوانین کا ماخذ

مانتے ہیں کیونکہ اس ضابطے کے تحت بنائے گئے قانونی نظام مجموعہ اصول ہیں بعدازاں میڈی ٹرئین طاس میں فتوحات نے رومیوں کو ایک نیا نظام قانون وضع کرنے پر مائل کیا چنانچہ ہر مفتوحہ علاقے کا اپنا ایک الگ نظام تھا لیکن ضرورت اس بات کی تھی کے ایک ایسا نظام وضع کیا جائے جو سب کے لئے قابل قبول ہو 367 ق م اور 137ء کے درمیان ایک نیا قانون پریٹر یا مجسٹریٹ کے فرامین پر بنا جو انفرادی مقدمات میں قانون کا تعین کرتا اگرچہ جمہوریہ کی آخری صدی میں نیا نظام رومن شہریوں کے تمام تنازعات پر لاگو کیا جانے لگا اور اسے

Jus Gentium کا نام دیا گیا 100 ق م اور 212ء کے درمیانی برسوں میں رومن سلطنت کے تمام باشندوں کو شہریت دینے سے Jus Gentium اور Jus Civie کے درمیان تمیز کی گئی اور روم کا شہری قانون یا Jus Civie سلطنت کا قانون بن گیا سینیٹ اور شہنشاہ کے جاری کردہ قوانین نے علاقائی امتیازات زائل کردئے پہلے رومن شہنشاہ آگسٹس اور اس کے جانشینوں کی جانب سے ممتاز مقننین کو عدالتوں میں زیر سماعت قانونی مقدموں پر رائے دینے کا حق اس عہد کے رومن قانونی نظام میں میں ایک اہم ترین پیش رفت تھی تیسری صدی عیسوی میں شہنشاہوں کے جاری کردہ فرامین یا قوانین کو رومن قانونی نظام میں اہمیت حاصل ہوئی اس شہنشاہی قانون سازی کی پہلی ضابطہ بندی Codex Theodosianus کے نام سے بازنطی شہنشاہ تھیوڈوسئس دوم نے 438ء میں شائع کیا تھیوڈوسئس نے ایک وسیع تر منصوبہ سوچا مگر اس پر عمل نہ کیا جس میں پرانے قوانین کے سرکاری ڈائجسٹ کو بنیاد بنایا گیا بعد میں جسٹینین اول نے دس مقننین کی ایک کمیٹی تعینات کی جسٹینین کی شائع کردہ قانونی کتاب Codex اور(533ء)Digesta or Pandecta(533ء)Institutiones Constitutionum(534ء) نے مل کر 65(534ء_ Novellea) کی شکل اختیار کی

اور انھیں Corpus Juris Civilis کا نام دیا گیا جسٹینین کے دساتیر نے رومن قوانین کے عناصر طے کئے جبکہ ان کی بنیاد گئیس کے دساتیر پر تھی اور یہ بنیادی قانون کے طلباء کے لئے تھا چار صدیوں کی قانون سازی سے لئے گئے اقتباسات پر مشتمل

The Digesta عدالتوں کے فیصلوں اور ان کی تشریحات کا مجموعہ تھا جسٹینین کی قانونی کتب نے نویں صدی کے آخر تک بازنطینی سلطنت میں قانون کی قوت کو قائم رکھا پھر ان کو تحلیل کر کے ایک واحد ضابطہ Baslica کی صورت دی یہ ضابطہ ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر سلطنت عثمانیہ کے قبضے تک محض برائے نام نافذ رہا۔

چھٹی اور گیارہویں صدی کے درمیان مغربی یورپ میں رومن قانون کا مرکزی منبع 506ء وسیگوتھوں کے بادشاہ الارک دوم کا مرتب کردہ Breviary of Alaric تھا تاہم گیارہویں صدی میں جسٹینین کی قانونی کتب پر تحقیق کر کے انھیں جنوب مغربی فرانس کے لومبارڈی اور اسپین کے بارسلونا میں استعمال کیا گیا اٹلی میں جسٹینین کے قوانین پاویا کے ایک باقاعدہ قانونی مکتب میں پڑھائے جاتے تھے۔ بارہویں صدی کے اوائل میں ان کتب کی ایک زیادہ تفصیلی تحقیق بولونیا میں شروع ہوئی بارہویں صدی کے بعد یورپ بھر میں رومن قانون کا منظم مطالعہ کرنے کا رجحان پھیلا۔ ے

عرصہ دراز تک روم میں قانون کو ضبط تحریر میں نہیں لیا گیا جبکہ جج اس سلسلے میں اپنی من مانی کرتے اگرچہ روم میں قانونی درسگاہیں بھی موجود تھیں لیکن اس کے باوجود قانون کو تحریری شکل میں وضع کرنے میں ایک عرصہ لگا رومی قانون میں باغیوں، قاتلوں،
فسادیوں، جھوٹی گواہی دینے والوں اور نقص امن کے پیدا کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتیں گو کے امراء اور شرفاء سے اگر کوئی جرم سرزد ہوتا تو انھیں اتنی سخت سزاؤں سے نہ گزرنا

پڑتا لیکن عوام کے لئے سزائیں سخت متعین کی گئیں تھیں تاہم زیادہ تر جرائم کی سزا موت تھی، جھوٹی گواہی دینے والے کو سنگسار کر دیا جاتا، غلاموں پر بے حد سختی کی جاتی جبکہ اگر کوئی شخص کھیتوں میں چوری کرتا تو اسے پھانسی لگا دی جاتی اسی طرح سے آتش زنی اور فتنہ انگیزی کے جرم میں زندہ بھی جلا دیا جاتا لیکن شہنشاہ کے پاس ان سزاؤں کی معافی یا تخفیف کے کل اختیارات تھے یعنی روم میں شہنشاہ بھی قانون کا درجہ رکھتے تھے۔

روم میں مجرموں کے ساتھ عجیب معاملہ کیا جاتا اگر کوئی مجرم جوپیٹر کے راہب کے سامنے سجدہ ریز ہوجاتا تو اس کی اس روز کی کوڑے کی سزا معاف کر دی جاتی اسی طرح سے جو مجرم راہب کے گھر میں ہتھکڑی پہن کر داخل ہوجاتا تو اس کو ہتھکڑی سے چھٹکارا مل جاتا جبکہ سزائے موت کے مجرم کو اگر راستے میں کوئی راہبہ مل جاتی تو اس مجرم کی موت کی سزا کو معاف کر دیا جاتا جو لوگ زخمی ہوتے انھیں زخمی کرنے والے معاوضہ ادا کرتے اسی طرح سے اگر چور تسلی بخش جواب دینے میں ناکام ہوتا تو وہ اس شخص کی ملکیت میں آجاتا جس کا سامان اس نے چرایا بابلی قوانین کی طرح یہاں بھی کان کے بدلے کان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک کی سزا دی جاتی روم کے قانون کی سب سے زیادہ سخت دفعات قرض کے معاملے میں تھیں یعنی مقروض کو جب چاہے قرض دینے والے ذلیل و رسوا کرتا، وہ اس کو اپنا غلام بناتا، اس کو اپنی من مانی قیمت پر بیچ سکتا، اس کو قتل کر سکتا یہاں تک کے اس کے جسم کو بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جاتا لیکن اس معاملے میں کوئی دخل اندازی نہ کرتا تاہم مقروض کے عام انسانی حقوق بھی سلب کر دئے جاتے لیکن اگر کوئی مقروض کا ضامن بنتا تو اس کے کہنے پر نرمی برتی جاتی۔ ۸۔

Religion : مذہب:

اہل روم مذہبی اعتبار سے بت پرست تھے اور اس ضمن میں وہ اہل یونان سے بے حد متاثر تھے اگرچہ ان کے دیوی دیوتاؤں کے نام یونانی دیوی دیوتاؤں سے الگ تھے لیکن ان کے یہاں بھی کثرت سے بت پرستی کی جاتی چنانچہ اولین ادوار میں سورج، جوپیٹر، مارس، کوئرنس کی نا صرف عبادت کی جاتی بلکہ ان کی بے حد تعظیم بھی بجالائی جاتی، اہل روم جوپیٹر دیوتا کو زمین کا محافظ سمجھتے اور مارس دیوتا (مریخ) کو جنگ سے تشبیہ دی جاتی تاہم دشمنوں سے جنگ کی صورت میں اس سے مدد طلب کی جاتی، اس کے نام کے تہوار منائے جاتے، چند جانور جو کے مارس دیوتا سے منسوب تھے جن میں بھیڑیا اور ہد ہد شامل تھے انھیں بھی مقدس مانا جاتا اور ایک درجے میں ان کی بھی عبادت کی جاتی یہی نہیں بلکہ مارس دیوتا کسانوں اور ان کے کھیت کھلیانوں کے رکھوالے کی حیثیت سے بھی قابل تعظیم تھا چنانچہ اہل روم کا یہ ماننا تھا کے مارس دیوتا ہمیں آسمانی اور زمینی آفتوں، دشمنوں، بلاؤں اور بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے چنانچہ اس کی عبادت تو زندگی کا لازمی جز ہے اسی طرح سے ہرکلیس کو بلند مرتبہ، عزت اور دولت کا دیوتا مانا جاتا لہٰذا اس کی بھی باقاعدگی سے عبادت کی جاتی تا کہ مالی مشکلات سے دور رہا جاسکے اور گھروں اور کاروبار میں دولت کی فراوانی قائم ودائم رہے۔

ان مقدس دیوی دیوتاؤں کی خوشی کے لئے ان کے نام کی قربانیاں کی جاتیں یہ قربانی جانوروں کی بھی ہوتیں اور کم سن دوشیزاؤں کی بھی ہوتی، اسی طرح سے ان دیوتاؤں کے نام پر معبد اور منادر بھی تعمیر کئے جاتے جہاں مخصوص دنوں میں ان کی عبادت کا اہتمام کیا جاتا، ان کے نام کا جشن منایا جاتا، رقص اور سرود کی محافل آراستہ کی جاتیں تا کہ یہ دیوتا خوش ہوکر اپنے پیروکاروں کو امن، خوشی اور سلامتی دیں یہی نہیں بلکہ کنواری لڑکیاں اپنی عزتیں تک

اس یقین کے ساتھ ان کے مندروں کے پجاریوں کے سپرد کرتیں کے وہ تمام گناہوں سے پاک ہوگئیں کچھ خواتین تو اپنا آپ اور اپنی تمام زندگی ہی ان کے نام پر وقف کر دیتیں اس مذہبی روایات کی آڑ میں دراصل پجاری اور پروہتوں نے اپنی جنسی آسودگی کے لئے بدکاری، فحاشی اور عصمت فروشی کا بازار گرم کر رکھا تھا دوسری جانب وہ سماج میں نہایت محترم، معتبر اور لائق تعظیم بھی سمجھے جاتے اگرچہ یہ کسی بھی معاشرے کا نہایت المناک پہلو ہے کہ! جنھیں عوام الناس اپنا مسیحا اور رکھوالا سمجھتے ہوں وہی وحشی درندے ان کی عزتوں پر نقب لگاتے ہوں۔

رفتہ رفتہ مفتوحہ علاقوں کے دیوی دیوتاؤں نے بھی ان کے مذہبی عقائد میں شمولیت اختیار کی جس میں ایران کا دیوتا متھرا اور مصر کی دیوی عیسس قابل ذکر ہیں۔

کانسٹنٹائین اعظم نے حضرت یسوع مسیح کو جب اپنے خواب میں دیکھا اور ان کی دی ہوئی ہدایات پر عمل کیا جس کے نتیجے میں اس نے دشمنوں پر فتح پائی چنانچہ اس خواب کے بعد وہ بھی عیسائیت کی جانب متوجہ ہوا اور اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کیا لہٰذا جیسے ہی کانسٹنٹائین اعظم نے عیسائیت کو قبول کیا۔ جس کی وجہ سے روم میں عیسائیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم میں یکدم کمی واقع ہوئی اور انھیں کئی حقوق و مراعات حاصل ہوئیں کلیساء کو بھی سرکاری اہمیت حاصل ہوئی بعدازاں عیسائیت روم کا سرکاری مذہب بنا گو کہ نیرو کے دور میں لاکھوں عیسائیوں کو نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا لیکن آخر کار روم میں عیسائیت کو کامیابی حاصل ہوئی تاہم چوتھی صدی کے اختتام پر آرتھوڈوکس عیسائیت کے حامی شہنشاہ تھیوڈوسئس اول نے روم میں بت پرستی پر مکمل پابندی عائد کر دی۔ تمام بتوں کے منادر بھی بند کر دئے گئے اور ان کے دیوی دیوتاؤں کے نام کی قربانی کا بھی خاتمہ ہوا۔ ۹۔

رومیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

Roman's view of life after death and Funeral

اہل روم کے نظریات حیات بعد از ممات نہایت عجیب وغریب تھے ان کا یہ ماننا تھا کے دنیا میں اچھے کام کرنے والے لوگ اگلے جہان میں اچھی حالت میں رہیں گے۔ برے کام کرنے والوں کو وہاں تکلیف اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اسی لئے وہ اپنے مردوں کے مقبرے بناتے اور انھیں رنگ وروغن اور قیمتی ساز وسامان، فرنیچر، اشیاء سرف یہاں تک زیورات سے آراستہ کرتے تاکہ مرنے والوں کو اگلے جہان میں کوئی مشکل یا پریشانی نہ ہو چنانچہ اچھے نیک نام افراد جو معاشرے میں معتبر ہوتے انھیں دیوی یا دیوتا کے نام پر قربان کردیا جاتا بعد ازاں ان نیک نام لوگوں کی عبادت بھی کی جاتی کیونکہ ان کی قربانی دیوی یا دیوتا کے نام پر ہوئی کانسٹنٹائین اعظم نے جب عیسائیت کو قبول کیا اور عیسائی مذہب جب روم کا سرکاری مذہب بنا تو پھر عیسائیت کے پیروکار اپنے مردوں کو دفناتے بعد از موت انھیں بھی اس بات کا یقین تھا کے وہ جنت یا جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور حساب کتاب، اور میزان عدل کے قیام کا بھی ان کے یہاں تصور موجود تھا۔ چنانچہ مردے کی آخری رسومات ادا کی جاتیں اور دعائیہ تقاریب کا اہتمام بھی کیا جاتا۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

اہل روم کی روز مرہ زندگی سادہ تھی یہ قوم محنتی اور جفاکش تھی عام طور پر لوگ زراعت کے پیشے سے وابستہ تھے ان کی بڑی تعداد تجارت سے بھی وابستہ تھی اناج میں گیہوں، جو باجرہ، سبزیاں، زیتون اور دیگر پھل کاشت کئے جاتے اسی طرح سے ہر قسم کی شراب بنانے اور اسے پینے کا رواج بھی عام تھا فصل کاٹنے اور بیج بونے کے درمیانی عرصے میں اہل

روم آرام کرتے ان کے یہاں لوہار، رنگ ساز، کمہار، بڑھئی، درزی اور مزدور بھی محنت کشی کرتے تجارت کو ابتداء سے ہی کمال اور ترقی حاصل تھی جبکہ ہر سال ۱۳ اگست کو روم میں ایک بہت بڑا میلہ منعقد کیا جاتا جس میں دور دراز کے کئی قبائل شریک ہوتے اور اپنا سامان تجارت منہ مانگے داموں فروخت کرتے عام طور پر شہر میں ہر آٹھویں روز بازار لگتا جہاں سے اشیاء سرف لوگ خریدتے۔ ان بازاروں میں غلاموں کی تجارت ہوتی، رومیوں نے اپنی تجارت کو وسیع پیمانے پر پھیلایا چنانچہ ان کا تجارتی سامان ہندوستان، مصر، شام، فلسطین اور دیگر کئی علاقوں میں جاتا جبکہ ہندوستان سے بدلے میں وہ ریشم، گنے کا رس، عود، لوبان عنبر، خوشبویات، گرم مصالحے اور دیگر اشیاء کو حاصل کرتے کیونکہ کثرت دولت کے سبب اہل روم مہنگی اور قیمتی خوشبویات کے استعمال کے بھی عادی تھے۔

ہندوستان سے زیادہ تر تجارت عرب تاجروں کے ذریعے سے ہوتی اور یہی سامان تجارت آگے جا کر فلسطین میں بھی فروخت کیا جاتا تاہم اس قسم کی تجارت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ قیصر اگسٹس اور قیصر ٹائبرس کے زمانے کے جاری کردہ طلائی اور نقرئی سکے دکن سے دستیاب ہوئے کیونکہ رومیوں نے بحر قلزم کے راستے بھی دکن سے تجارتی تعلقات قائم کئے تھے، روم کے کچھ مصنفین کی کتب میں دکن کے راجاؤں اور روم کے شہنشاہوں کے مابین تحائف کے تبادلے کے بھی ثبوت ملے ہیں 105ء میں رومیوں نے شام، مصر اور فلسطین سے گزرنے والی تجارتی گزرگاہ کی حفاظت کے لئے عقبہ کے مقام پر ایک فوجی چھاونی بھی قائم کی تاکہ تاجر اور مال تجارت رہزنوں اور ڈاکوؤں سے محفوظ رہ سکے رومی شہنشاہوں نے جب کئی علاقے فتح کر لئے تو ان کے یہاں دولت کی بہتات ہوگئی جس کی وجہ سے عوام الناس کی طرز زندگی میں ٹھاٹ باٹ اور خوشحالی کا عنصر نمایاں ہوا بے حد دولت کی وجہ سے غلام رکھنے کا

رواج بھی عام ہوا تفریحات کے لئے بھی نت نئے انداز اپنائے گئے جس میں گھڑ دوڑ کے مقابلے، کشتی، رسہ کشی، جانوروں کو لڑوانا، نہتے انسان کا خونخوار جانوروں کے ساتھ مقابلہ، تیراکی کے مقابلے، نیزے بازی اور جسمانی کسرت کے مقابلے شامل تھے دولت کی بہتات کے سبب اہل روم آرام طلب، عیش وعشرت کے دلدادہ، شراب نوشی اور جوا کھیلنے کے شوقین ہو گئے اس کے ساتھ ہی خواتین سے سے دل بہلانا بھی ان کا محبوب مشغلہ تھا اہل روم طبیعتاً سخت گیر اور ظالم تھے وہ اپنے سے کمتر افراد، غلاموں اور مزدوروں پر ظلم وستم کیا کرتے۔

روم: Rome:

روم اٹلی کا ایک شہر اور وہاں کا دارالحکومت بھی ہے جو دریائے ٹائبر کے کنارے، ٹائر ینیائی سمندر کے قریب واقع ہے تاہم ملک کا وسطی حصہ ویٹیکن سٹی کا زیادہ تر حصہ روم کے احاطے میں واقع ہے ماہرین روم کو شروع سے ہی ابدی شہر کہتے ہیں اور اس شہر کو یہ نام مغرب کے دیگر عظیم ترین شہروں کے مقابلے میں دیا گیا ہے قدیم ادوار میں روم رومن سلطنت کا دارالحکومت اور رومن کیتھولک کلیساء کا عالمی مرکز بھی تھا 1871ء کے بعد سے روم متحدہ اٹلی کا دارالحکومت بنا دوسری جنگ عظیم کے فوراً بعد روم کو اٹلی کے سرکردہ شہر کی دوبارہ حیثیت حاصل ہوئی اگر چہ روم کی معیشت کا انحصار وہاں کی سرکاری آپریشنز اور سیاحت پر ہے شہر کے زیادہ تر لوگ انھی دو پیشوں سے وابستہ اور منسلک ہیں اس کے علاوہ روم میں کئی دیگر کارپوریشنز اور ایجنسیوں مثلاً ایف اے او، آئی ایف اے ڈی اور ورلڈ فوڈ پروگرامز کے ہیڈ کواٹرز بھی قائم ہیں روم کا شمار ایک طویل عرصے تک یورپ کے ایک بڑے اور اہم شہر کی حیثیت سے رہا یہاں ہر دور کی یادگاریں اور مقبرے بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

1871ء میں روم اٹلی کا دارالخلافہ بنا تو یہاں نہایت تیزی سے ترقی اور خوشحالی کا

دور دورہ شروع ہوا تجارتی سرگرمیاں تیز تر ہوئیں، نئے شہر تعمیر کئے گئے، شہر کو خوبصورت فن پارں سے مزین کیا گیا کشادہ سڑکیں، راہداریاں، اونچے محلات وعمارتیں، بازار اور باغات لگائے گئے جس سے شہر کے حسن میں مزید اضافہ ہوا جبکہ قدیم فصیلوں کو منہدم کر کے نئے انداز سے تعمیرات بھی کی گئی پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شہر بڑھتا اور پھیلتا چلا گیا تاہم سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے دریائے ٹائبر کے گرد مضبوط بند باندھے گئے لیکن میسولینی کے دور آمریت میں کئی پرانے علاقوں کو تباہ کر دیا گیا۔

ویٹیکن سٹی اسٹیٹ: State Vatican City :

ویٹی کن سٹی اسٹیٹ ایک خودمختار ریاست ہے جو کے رومن کیتھولک کلیساء کے پوپ کے پاس ہے۔ یہ سٹی روم اور اٹلی کے اندر احاطہ میں واقع ہے جس کا کل رقبہ 44 ہیکٹر یا 1110 یکڑ بنتا ہے یہ دنیا کی سب سے چھوٹی خودمختار ریاست ہے ویٹی کن سٹی اسٹیٹ 1929ء میں ایک لیٹرن معاہدے کے تحت قائم کی گئی جو اطالوی حکومت اور پاپائیت کے درمیان کئی سالہ طویل تنازعہ کے بعد طے پایا پھر 1948ء میں اس کی جگہ ایک نئے سمجھوتے نے لی جس میں ایک بار پھر ریاست پر ہولی سی (اسقف اعظم) کی مکمل حاکمیت کو تسلیم کیا گیا چنانچہ پوپ کی ماتحتی میں ایک گورنر اس ریاست کے نظم ونسق کو چلاتا جبکہ قانونی اختیارات کارڈینل کو حاصل ہیں یہاں کی اپنی ایک علیحدہ کرنسی، ڈاک کا نظام، ریڈیو اسٹیشن اور ریلوے اسٹیشن بھی ہیں 1994ء میں یہاں کے حکومتی اخراجات ۱۷۵ ملین ڈالرز لگایا گیا یہاں کی آبادی 1000 نفوس پر مشتمل تھی۔ ۱۱؎

دوسری عالمی جنگ میں روم پر گولہ باری سے اجتناب کیا گیا جبکہ جنگ کے بعد اس شہر نے نہایت تیزی سے ترقی کے مراحل طے کئے آج اس کا ادارالخلافہ اٹلی ہے اور اٹلی

ہی رومن کیتھولک کلیساء کا صدر مقام بھی ہے تاہم دنیا میں اس شہر اور ملک کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

سورہ الروم: Sora e Rome :

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اہل روم کی صفات اور کمالات پر ایک پوری سورہ کا نزول فرمایا ہے سورہ الروم قرآن کریم کی 30 ویں سورہ ہے جس کی ابتداء لفظ غُلِبَتِ الرُّوْمُ سے ماخوذ ہے یعنی قرآن کریم رومیوں کے مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہونے کی پیشن گوئی کررہا ہے۔

تاریخی پس منظر: Historical Background:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے 8 سال قبل قیصر روم ماریس (Mauric) کے خلاف فوکاس نامی ایک شخص نے بغاوت کی اور وہ تخت سلطنت پر قابض ہوگیا اس نے تخت سلطنت پر براجمان ہوتے ہی قیصر روم، اس کے پانچ بیٹوں، تین بیٹیوں اور بیوی کے سر قلم کر کے قسطنطنیہ کے چوک پر لٹکوادئے چنانچہ اس واقع کا علم جب شہنشاہ فارس خسرو پرویز کو ہوا تو اسے روم پر حملہ کرنے کا ایک اخلاقی جواز حاصل ہوگیا کیونکہ قیصر ماریس کی ہی وجہ سے خسرو پرویز کو ایران کا تخت ملا تھا چنانچہ اس احسان کی وجہ سے وہ قیصر ماریس کو اپنے باپ کی طرح عزت دیتا اور اسے اپنا محسن سمجھتا، خسرو پرویز نے 603ء میں ظالم فوکاس کے خلاف اعلان جنگ کردیا تاکہ وہ اپنے محسنوں کے قتل کا بدلہ ان سے لے سکے یہ جنگ کئی سال تک جاری رہی اور خسرو پرویز فوکاس کی فوج کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کے علاوہ اب تک ایشیائے کوچک میں ایڈیسا (موجودہ اورفاء) دوسری جانب شام میں حلب اور انطاکیہ تک جا پہنچا اہل روم اس صورت حال کو دیکھ کر بے حد متفکر ہوئے انھوں نے افریقہ

کے گورنر سے مدد طلب کی ، افریقہ کے گورنر نے اپنے بیٹے ہرقل (Heraclius) کو ایک طاقتور بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ کی جانب روآنہ کیا لہٰذا جیسے ہی یہ بحری بیڑا قسطنطنیہ پہنچا ویسے ہی فوکاس کو معزول کر کے ہرقل کو روم کا نیا قیصر بنا دیا گیا ہرقل جیسے ہی تخت نشین ہوا اس نے بھی فوکاس کے پورے خاندان کو قتل کر دیا تاریخی اعتبار سے یہ وہی زمانہ ہے یعنی 610ء جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ میں اعلان نبوت ورسالت فرمایا تھا۔

اصولاً فوکاس اور اس کے اس انجام کے بعد خسرو پرویز کو جنگ بندی کا اعلان کر دینا چاہئے تھا لیکن خسرو پرویز اب ہرقل کے خلاف جنگ اور صف بندی کرنے لگا جس کے لئے اس نے مجوسیت اور مسیحیت کو جواز بنایا لہٰذا عیسائیوں کے جن فرقوں کو اہل روم نے ملحد قرار دیا تھا اور جو سالہا سال سے رومیوں کے مظالم کا شکار تھے وہ سب خسرو پرویز کی فوج میں شامل ہو گئے اور جن کی تعداد اندازاً 26 ہزار بتائی جاتی ہے جو عیسائی اور یہودیوں پر مشتمل تھے۔

ہرقل، ایرانی افواج کا تادیر مقابلہ نہ کر سکا اور ایک ایک کر کے روم کے کئی علاقے ایرانیوں کے قبضے میں چلے گئے جن میں انطاکیہ، دمشق اور بیت المقدس شامل تھے اس کے ساتھ ہی روم میں 90,000 عیسائیوں کا قتل عام کیا گیا ادھر ایرانی افواج کے ہاتھوں لوٹ مار کا بازار گرم تھا ایرانیوں نے مقدس کلیساء اور مقدس صلیب کے جس کے بارے میں عیسائیوں کا یہ ماننا تھا کے حضرت عیسیٰ ابن مریم نے اسی صلیب پر اپنی جان دی وہ بھی چھین کے اپنے ساتھ مدائین لے گئے اس کے ساتھ ہی روم کے تمام مقدس عبادت گاہیں کلیساء اور مقدس و متبرکات کو بھی مجوسیوں نے تہس نہس کر دیا۔

فتح کا نشہ خسرو پرویز کے سر پر چڑھ کر بول رہا تھا لہٰذا اسی نشے میں چور ہو کر وہ

ہرقل کو اپنے ایک مکتوب میں اس طرح سے مخاطب کرتا ہے کے سب خداؤں سے
بڑا خدا، اور تمام روئے زمین کا مالک خسرو کی طرف سے اس کمینے اور بے شعور
انسان ہرقل کے نام!

توتو کہتا ہے کے تجھے اپنے رب پر بہت بھروسہ ہے پھر تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے کیوں نہ بچایا؟ اس فتح کے ایک سال کے اندر اندر ایرانی افواج نے اردن، فلسطین، جزیرہ نمائے سیناء اور مصر کے کافی حصے پر اپنا تسلط قائم کرلیا دوسری جانب اسی وقت میں رسول اللہ ﷺ اہل مکہ کو دین اسلام کی تعلیمات سے آراستہ فرمارہے تھے قریش مکہ بھی اپنی پوری قوت سے دین اسلام کے خلاف ہر ممکن مزاحمت کررہے تھے اور یہی وہ وقت تھا جب رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا 615ء میں مسلمانوں کی ایک جماعت نے حبشہ کی جانب ہجرت کی حبشہ کا بادشاہ نجاشی عیسائی تھا اور حبشہ اہل روم کے حلیف بھی تھے تاہم اس وقت سلطنت روم پر ایرانیوں کے غلبے کی بھی ہر جانب دھوم مچی ہوئی تھی اور مکے کے مشرکین اس بات پر خوشی کا اظہار کررہے تھے کے مجوسیوں کو فتح جبکہ وحی اور رسالت کے پیروکاروں یعنی عیسائیوں کو پے در پے شکست کا سامنا ہے جس طرح سے مجوسی، عیسائیوں کو مٹا رہے ہیں بالکل اسی طرح سے ہم بت پرست عرب تم مسلمانوں کو بھی مٹا کر رکھ دیں گے اسی تاریخی پس منظر میں سورہ الروم کا نزول ہوا جس میں اللہ تعالی نے یہ پیشن گوئی کی کے عنقریب رومی اپنی سرزمین پر مغلوب ہوں گے لیکن پھر بہت جلد یعنی کچھ ہی سالوں کے بعد وہ دوبارہ غالب بھی آجائیں گے۔ اس سورہ میں اللہ تعالی کی جانب سے دو پیشن گوئیاں کی گئیں۔

ا۔ مسلمان رومیوں پر غالب آئیں گے۔

۲۔ کچھ دنوں کے بعد رومی دوبارہ غالب آجائیں گے۔

بظاہر مسلمانوں کے روم پر غلبے اور رومیوں کی اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو دوبارہ حاصل کرنے کے امکانات نظر نہیں آرہے تھے کیونکہ رومیوں کے اوپر بھی ہر گزرتے دن کے ساتھ ایرانیوں کا تسلط بڑھتا جا رہا تھا لہٰذا 619ء تک پورے مصر پر ایرانیوں کا قبضہ عمل میں آ گیا دوسری جانب مسلمانوں کے حالات بھی ان سے کچھ مختلف نہ تھے بلکہ انھیں بھی کفار مکہ کی جانب سے ہر سال ہی تقریباً تین جنگوں سے واسطہ پڑتا تھا کیونکہ ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً دس برس تک مدینہ میں رہے اور اس عرصے میں کفار اور یہودیوں کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف تقریباً 29 غزوات لڑے گئے بظاہر اس وقت مسلمان اتنی طاقتور پوزیشن میں نہ تھے کہ وہ روم اور فارس جیسی سپر پاورز کے مدمقابل آتے لیکن چونکہ قرآن کریم نے اس غلبے کا اعلان کر دیا تھا لہٰذا یہ سب ہونا تو لازم تھا۔ سن 5 ھ میں غزوہ خندق (احزاب) کے موقع پر جب تمام کفار مکہ اور یہودیوں نے مل کر مسلمانوں پر حملے کی منصوبہ بندی کی تو ایسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اب تم کفار سے جنگ لڑو گے اور ان پر غالب آؤ گے اور ایسا ہی ہوا اور سن 8 ھ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ فتح ہوا، اسی سال غزوہ حنین اور غزوہ موتہ بھی ہوئے اور اسلام نہایت تیزی سے عرب کے طول و عرض میں پھیلتا چلا گیا غزوہ موتہ کو غزوہ الروم بھی کہا جاتا ہے جو سن 8 ھ میں پیش آیا۔

غزوہ روم یا غزوہ موتہ: Battle of Rome or Motta :

سن 7 ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں کی سلطنت کے زیر اثر علاقے اور شام کی سرحد سے متصل قبائل کی جانب دعوت دین کے حوالے سے ایک وفد بھیجا اس قبیلے کی اکثریت عیسائی مذہب کی پیروکار تھی لیکن قبیلے کے لوگوں نے مسلمان وفد کے 15 افراد کو شہید

کر دیا وفد کے سردار کعب بن عمیر غفاری کو زندہ چھوڑ دیا چنانچہ انھوں نے مدینہ واپس آ کر اس ظلم کی داستان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا دوسری جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بصریٰ کے عیسائی سردار شرجیل بن عمرو کو جو براہ راست قیصر روم کے احکامات کا تابع وفرمانبردار تھا کو بھی دعوت دین کا پیغام بھیجا، بصریٰ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلچی حارث بن عمیر کو شہید کر دیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد غمگین ہوئے اور یہی واقعہ غزوہ موتہ یا غزوہ الروم کا اصل سبب بنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمادی الاول سن 8ھ میں تین ہزار کا ایک فوجی لشکر ترتیب دیا جس کے امیر حضرت زید بن حارثہ کو مقرر کیا لشکر روآنہ کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ جعفر بن ابی طالب سپہ سالار ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ عبداللہ بن رواحہ سپاہ سالار بنیں گے چنانچہ یہ اسلامی لشکر رومیوں کی سرکوبی کے لئے روآنہ ہوا دوسری جانب ایک لاکھ رومی فوج کے لشکر جرار کی سربراہی ہرقل کر رہا تھا لہٰذا موتہ کے مقام پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں جنگ موتہ کے روز خطبہ بیان فرما رہے ہیں کے لشکر اسلام کا جھنڈا زید بن حارثہ نے سنبھالا اور وہ شہید ہو گئے پھر جعفر بن ابی طالب نے اٹھایا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر اس (جھنڈے) کو عبداللہ بن رواحہ نے پکڑا اور وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشکبار ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولید نے پیشتر اس کے انھیں امیر بنایا جاتا انھوں نے جھنڈا سنبھال لیا اور اللہ نے ان کے ہاتھوں پر مسلمانوں کو فتح عطا فرما دی۔ ۱۲؎

اس جنگ میں 10 مسلمان شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں ! اس جنگ میں حضرت جعفر طیارؓ کے جسم پر نوے سے زائد زخموں کے نشانات تھے اور وہ شہدوں میں شامل تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ سے اس جنگ میں نو تلواریں ٹوٹیں آخر میں ان کے ہاتھ میں ایک یمنی تلوار باقی رہ گئی جس پر اللہ نے انھیں فتح عطا فرمائی ۱۳۔

تاریخ طبری میں بیان کیا گیا ہے ! حضرت خالد بن ولیدؓ نے علم لے کر خود ہی دشمن پر بڑھ کر حملہ کیا ان کی اس دلیری کو دیکھ کر ہرقل خود ہی پسپا ہوگیا جب یہ لشکر واپس مدینہ آیا تو رسول اللہ ﷺ اور دیگر نے خود بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔

کچھ لوگوں نے کہا ! یہ لوگ بھگوڑے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ! یہ بھگوڑے نہیں ہیں بلکہ بہت جلد دوبارہ دشمن کے مقابلے پر جائیں گے۔

جنگ موتہ کے بعد مسلمانوں کی اس خطے میں ایک دھاک بیٹھ گئی کیونکہ مسلمانوں کی قلیل تعداد کا اتنی بڑی طاقت سے ٹکرانا اور انھیں پسپا کرنا ایک حیران کن عمل تھا دوسری جانب قیصر روم نے بھی مسلمانوں کے خلاف اپنی جنگی تیاریوں میں نہایت تیزی دکھائی اور اگلے ہی سال تبوک کے مقام پر ایک اور غزوہ تبوک کے نام سے ہوا۔

غزوہ تبوک: Battle of Tabuk :

غزوہ تبوک کے اصل اسباب تو غزوہ موتہ سے متصل ہیں کیونکہ قیصر روم ہر حال میں مسلمانوں کو شکست دینا چاہتا تھا وہ مسلمانوں کی پیہم کامیابیوں سے بھی خوفزدہ تھا دوسری جانب عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کو ایک خط لکھ بھیجا جس میں رسول اللہ ﷺ کے وصال اور عرب مسلمانوں کی قحط کے باعث کسمپرسی کا جھوٹا قصہ درج تھا لہٰذا یہ خبر پا کر ہرقل نے مسلمانوں پر پیش قدمی کا ارادہ کیا اور تقریباً 40,000 کا ایک چاق وچوبند دستہ مسلمانوں

سے جنگ کے لئے بھیجا رسول اللہ ﷺ کو اس رومی فوجی دستے کی آمد کی اطلاع ہوگئی

آپ ﷺ نے ماہ رجب سن ۹ ھ میں مسلمانوں کو رومیوں کے خلاف جہاد کی تیاری کا حکم دیا یہ وقت مسلمانوں کے اوپر بڑا سخت تھا کیونکہ ایک تو سخت گرمی کا موسم تھا دوسری جانب قحط سالی نے بھی مسلمانوں کو نڈھال کر رکھا تھا اور سفر بھی نہایت طویل اور دشوار گزار تھا ایسے میں کئی منافقین نے اس غزوہ سے معذرت کر لی رسول اللہ ﷺ جب تبوک کے مقام پر پہنچے تو ایلہ کا سردار یحمنہ بن روبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جزیہ دے کر

آپ ﷺ سے صلح کر لی اسی طرح سے اہل جرباء اور اہل ازرح بھی

آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جزیہ دے کر صلح کی درخواست کی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو ایک عہد نامہ لکھ کر دیا رسول اللہ ﷺ نے اکیدر بن عبدالملک جو کے دومۃ الجندل کا ایک نصرانی سردار تھا اس کی جانب حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا تاہم اس نے بھی جزیہ ادا کر کے آپ ﷺ سے صلح کر لی اس طرح سے

رسول اللہ ﷺ مقام تبوک پر ۲۰ روز تک مقیم رہے لہٰذا ان 20 دنوں میں نہ تو رومی ہی مقابلے کے لئے آئے اور نہ ہی کسی عرب قبیلے نے ہی پیش قدمی کی 21 ویں دن رسول اللہ ﷺ نے واپس مدینے کا قصد کیا راستے میں وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو مسجد ضرار کو منہدم کرنے کا حکم الٰہی ملا چنانچہ مسجد ضرار کو بھی منہدم کیا گیا غزوہ تبوک

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا آخری غزوہ تھا جس میں آپ ﷺ نے بذات خود شرکت کی مجموعی طور پر اس غزوہ کا یہ نتیجہ نکلا کے رومی جن عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکسا رہے تھے ان سب نے مسلمانوں کو جزیہ دے کر صلح کر لی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل مسلمانوں کو ہر وقت رومیوں کے حملے کا خطرہ

لگا رہتا۔ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کو شام بھیجنے کا ارادہ کیا تھا کے اس سے قبل ہی آپ ﷺ کا وصال ہوگیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اس خواہش کی تکمیل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کی۔

عہد صدیقؓ میں روم پر پیش قدمی

Concored of Rome in the period of Siddique

عرصہ دراز سے مسلمانوں اور شامی رومیوں کے تعلقات کشیدہ تھے جبکہ مدینہ پر رومیوں کے حملے کا خدشہ ہر وقت لگا رہتا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے 13ھ میں تمام صحابہ کرام سے مشورے کے بعد شام پر فوجی پیش قدمی کا فیصلہ کیا اور شام کے ہر حصے پر علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں لہٰذا دمشق کی مہم پر یزید بن ابی سفیان کو مامور کیا حمص پر ابوعبیدہ بن جراحؓ اردن میں شرجیل بن حسنہ اور فلسطین میں حضرت عمرو بن العاصؓ کو مامور کیا جبکہ ان سب کے اوپر امیر الشکر اور سپاہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو مقرر کیا تاہم اس فوج کی مجموعی تعداد 27,000 تھی۔ ۱۴؎

مسلمانوں کی فوج کشی کے وقت ہرقل والی شام حمص میں تھا جب اسے خبر ہوئی تو اس نے بھی اپنی افواج کو منظم کیا جبکہ مسلمان چاروں جانب سے سرزمین شام کو گھیرے میں لے رہے تھے تو سب سے پہلے بصریٰ پر پیش قدمی کی گئی تاہم وہاں کے والی نے جزیہ دے کر مسلمانوں سے صلح کر لی دوسری جانب عمرو بن العاصؓ، فلسطین کے مورچے پر تھے جہاں خالد بن ولیدؓ بھی ان کی مدد کو پہنچے اس طرح یہاں رومیوں کو شکست دے کر مسلمانوں نے اجنادین پر قبضہ کیا پھر یہاں سے یہ لشکر شام کے صدر مقام پہنچا جہاں ابوعبیدہ کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کیا گیا چنانچہ کل تین ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا ابھی یہ محاصرہ جاری ہی تھا کے

حضرت ابوبکر صدیقؓ انتقال کر گئے لیکن ایک رات دمشق کے ایک گھر میں ایک بچے کی پیدائش ہوئی جس کی خوشی میں بڑا جشن منایا گیا چنانچہ اسی جشن میں اہل شہر نے بے پناہ شراب پی اور بدمست ہو گئے ایسے میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کمند لگا کر فصیل کی دیوار سر کی اور پھاٹک کھول دیا جس سے مسلمان افواج شہر میں داخل ہو گئیں لیکن دوسری جانب حضرت ابوعبیدہؓ نے ان سے مصالحت کر لی لہٰذا دمشق کی فتح مصالحانہ قرار پائی۔ ۱۵؎

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں روم پر پیش قدمی

Concored of Rome in the period of Umer's

حضرت عمر فاروقؓ (13ھ۔24ھ) کے عہد خلافت میں بھی رومیوں پر پیش قدمی جاری رہی کیونکہ اہل روم کو دمشق کے ہاتھ سے نکل جانے کا بڑا قلق تھا تاہم مسلمان عہد فاروقی میں کئی رومی مقبوضات پر قابض ہوئے جن میں دمشق، اردن، بیت المقدس، حمص اور انطاکیہ کی عظیم الشان کامیابیاں شامل ہیں تاہم یرموک کا ایک فیصلہ کن معرکہ ابھی باقی تھا چنانچہ مسلمانوں نے اس معرکے کو سر کرنے کے لئے اپنی تمام تر قوت کو صرف کیا مسلمانوں کے مقابلے میں رومی نہایت طاقتور لشکر کے ساتھ میدان میں آئے اور اس گھمسان کا رن پڑا کے میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے مورخین لکھتے ہیں کے رومیوں کا بے حد جانی اور مالی نقصان ہوا اور تقریباً ایک لاکھ ستر ہزار رومی فوجی اس معرکہ میں کام آئے جبکہ مسلمانوں کے تین ہزار فوجی شہید ہوئے حضرت عمرؓ بذات خود اس جنگ کی نگرانی فرما رہے تھے آپ خود کئی روز سے سوئے بھی نہ تھے جب آپ کو فتح کی خوشخبری ملی تو آپ فوراً سجدہ شکر میں گر پڑے اگرچہ رومیوں نے کئی علاقوں مثلاً حلب، قنسرین اور پایہ تخت انطاکیہ میں تھوڑی بہت

مزاحمت کی لیکن کوئی بیرونی مدد نہ پا کر انھوں نے بھی بہت جلد اطاعت قبول کر لی.

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں روم پر پیش قدمی

Concored of Rome in the period of Usman's

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں کئی ممالک اور علاقے فتح کئے گئے جس میں طرابلس ،تونس، مراکش اور الجزائر مصر وغیرہ شامل ہیں جبکہ شمالی افریقہ کی تسخیر کے بعد بحر روم کا دروازہ کھل گیا چنانچہ 27 ھ میں عبداللہ بن نافع نے اسپین پر حملہ کیا لیکن اس وقت مستقل فوج کشی کا خیال نہ تھا اس لئے صرف یورپ کا دروازہ کھٹکھٹا کر لوٹ آئے۔

امیر معاویہ، عہد فاروقی سے ہی والیء دمشق تھے لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے انھیں اپنے عہد خلافت میں پورے صوبہ شام کا والی مقرر کر دیا اگر چہ اس تمام عرصہ میں اہل روم کو مسلمانوں کی طرف سے بار ہا جنگ کا سامنا رہا جس کی وجہ سے ان کی عسکری قوت کافی کم ہوگئی لیکن انھیں اپنے ملک کے ہاتھ سے نکل جانے کا بے حد غم تھا چنانچہ آخری آزمائش کے لئے سن 31 ھ میں قیصر روم نے چھ سو بحری بیڑے شام کے ساحل پر اکھٹے کئے تا کہ مسلمانوں کو دھمکایا جا سکے لیکن امیر معاویہ اور عبیداللہ بن ابی سرحؓ نے رومیوں کے خلاف نہایت کامیاب مدافعت کرتے ہوئے انھیں شکست فاش سے ہم کنار کیا چنانچہ رومی پسپا ہوئے اور واپس قسطنطنیہ کی جانب لوٹ گئے۔

عہد عثمانی میں مضبوط بحری بیڑے کا قیام

A Strong Naval Base was Created in Hazrat Usman's Era

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں فارس کی بحری جنگ میں مسلمانوں کو سخت جانی

ومالی نقصان پہنچا اس لئے حضرت عمر فاروقؓ بحری جنگ کے مخالف تھے جبکہ امیر معاویہ نے حضرت عمرؓ سے کئی بار بحر روم میں فوج اتارنے کی اجازت مانگی لیکن انھوں نے گذشتہ تلخ تجربے کے باعث اس کی اجازت نہ دی۔

حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں امیر معاویہ نے دوبارہ اجازت طلب کی لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے بھی کافی پس وپیش کے بعد اس کی اجازت مرحمت فرمائی بنی امیہ تو شروع سے ہی تلوار کے دھنی، بہادر، اولوالعزم اور شجاع تھے اسی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں فوجی صیغے میں ناقابل بیان اصلاحات اور ترقی کی گئی جس کی شہادت ان کے دور کی فتوحات دیتی ہیں جن کا مقابلہ اپنے دور کی زور آور اور جری افواج سے تھا چنانچہ امیر معاویہ نے حصول اجازت کے بعد اسلامی بحری بیڑے کو بحر روم کے جزیرے قبرص میں اتارا اور قبرص کو فتح کیا اس فتح کے بعد امیر معاویہ اور والیء افریقہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کے حوصلے بلند ہو گئے بعد ازاں اسلامی بیڑے نے قلیل عرصہ میں بہت طاقت حاصل کی 31ھ میں جب قیصر روم نے اپنے چھ سو بحری بیڑے شام کے ساحل پر لا کھڑے کئے تو امیر البحر عبداللہ بن ابی سرحؓ نے رومی بیڑے کو شکست فاش دی۔۱۶ے

چنانچہ بحری بیڑے کے قیام کے بعد بحر روم مسلمانوں کی آماجگاہ بن گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل روم کے بارے میں ارشاد:

(اہل روم کی پانچ خصوصیات)

Hadith on Byzantines(The Romans have five good qualities in them):

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں! انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہتے سنا! تقوم الساعة والروم اکثر الناس: یعنی جب قیامت قریب ہوگی تو دنیا میں رومیوں کی کثرت ہوجائے گی یعنی (اہل یورپ کثیر تعداد میں ہوجائیں گے، یہ کثرت تعداد، وسائل، کمیت، اثر ورسوخ اور قوت وطاقت کے اعتبار سے بھی ہوسکتی ہے) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی کے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کہتے سنا یہ بات ذہن نشین رہے کے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا شمار عرب کے چار عقلمند ترین لوگوں میں ہوتا ہے جن کے لئے اہل عرب 'دھاۃ' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور عربی زبان میں داھیہ سے مراد غیر معمولی ذہانت رکھنے والا انسان۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اہل روم میں پانچ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور یہی وجہ ہے کے وہ تعداد میں زیادہ ہیں۔

۱۔ الھم احلم الناس عند فتنة:

جب وہ کسی فتنہ کا شکار ہوتے ہیں تو بہت تحمل، حوصلے اور ٹھہراؤ سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

۲۔ واسرعھم افاقة بعد مصیبة:

جب وہ کسی مصیبت سے دوچار ہوتے ہیں تو بہت جلد اس کے اثر سے نکل جاتے ہیں۔

۳۔وادشکهم کرۃبعدفرۃ:

اگر انھیں کسی جنگ میں شکست ہوجائے تو وہ بہت جلد دوبارہ حملے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔

۴۔وخیرهم لمسکین ویتیم وضعیف:

وہ اپنے مساکین، ضعیفوں اور یتامیٰ کے ساتھ بے حد اچھا سلوک کرتے ہیں۔

۵۔وامنهم من ظلم الملوك:

وہ ظالم بادشاہوں کو ظلم کرنے سے روکتے ہیں۔ ۱۷؎

فن تحریر: Mode of writing:

رومی تہذیب کی قدامت اپنی جگہ لیکن یہ قوم لکھنے اور پڑھنے کے فن سے آراستہ تھی کیونکہ ان کا قدیم ادب، تاریخ نویسی اور قانون کی دفعات کو عرصہ دراز سے ضبط تحریر کیا جارہا تھا روم کا ایک ماہر لسانیات سسرو بھی تھا جو اپنے وقت کا بہت بڑا خطیب بھی مانا جاتا ہے جس کو کلاسیکی لاطینی زبان کا موجد بھی تصور کیا جاتا ہے اس کے بارے میں عام خیال یہی تھا کے اس کی تقریر اور شاعرانہ موشگافیاں ایک عجیب وغریب تاثر کی حامل ہیں جو مدمقابل پر مضبوط گرفت قائم کرلیتی ہیں۔

ادب: Literature:

روم کی تہذیب کے ابتدائی ایام میں اہل روم نے ادب کی جانب کوئی خاص توجہ نہ دی لیکن بعد کے ادوار میں جب اہل روم نے فتوحات حاصل کیں اور دوسری مفتوحہ اقوام بالخصوص اہل یونان کے ساتھ جب وہ خلط ملط ہوئے تو ان کے گہرے تمدنی اثرات کو اہل روم نے قبول کیا چنانچہ یونان کے ادبی اثرات روم پر بھی مرتب ہوئے اور اہل روم کے سنجیدہ طبقے نے نا صرف اس کی پذیرائی کی بلکہ اسے اپنایا یونانی ادب کے تراجم بھی عام ہوئے جبکہ

ناول، ڈرامے، شاعری، افسانے، خطوط اور معاشرتی ناہمواریوں پر کئی کہانیاں بھی لکھی گئیں ناصرف یہ بلکہ شہنشاہوں کی بہادری کی داستانیں اور ان کی عہد میں ہونے والی جنگوں کے قصے بھی تحریر کئے گئے نیز یہ کے تاریخی واقعات کو بھی قلم بند کیا گیا جس سے اس دور کے احوال کا علم ہوتا ہے اہل روم نے یونانی مصنفین اور اہل علم حضرات کے اثرات کو بہت گہرائی سے قبول کیا چنانچہ ٹینس کے ڈراموں میں اس کے غالب اثرات نظر آتے ہیں جبکہ سی پیوس نے بھی یونانی طرز پر ہی نظمیں تحریر کیں اسی طرح سے جب ان کے یہاں فصلیں کاٹی جاتیں تو کسان خوشی کے گیت گاتے تھے جبکہ زمین کے دیوتا جوپیٹر کی شان میں بھی شاعری کی جاتی کیونکہ اہل روم کا ماننا تھا کہ زمین کا دیوتا جوپیٹر اور مارس کا دیوتا انھیں مشکلات سے بچاتا ہے اور ان کی خوشحالی میں ان دیوتاؤں کا بڑا اثر ورسوخ ہے۔ اسی طرح سے جب روم میں کوئی بڑی شخصیت کا انتقال ہوجاتا تو اس کے غم میں مرثیہ خوانی کی جاتی گو کہ ان تمام اصناف میں یونانی روح کارفرما تھی محض قالب بدلا تھا۔

سسرو جو ایک نامور خطیب اور شاعر تھا اس نے کئی سیاسی نوعیت کے خطوط بھی تحریر کئے جس میں اس دور کے سیاسی مسائل کی عقدہ کشائی کی گئی ماہرین تو یہاں تک لکھتے ہیں کے اس کی تحریر اس قدر زور آور تھی کے بڑے بڑے مصنفین اور دانش وراس کے سامنے پانی بھرتے تھے۔

آگسٹس کے دور میں کئی نامور مصنفین بھی پیدا ہوئے جن میں ہوریس، ورجل اوود، میکینس، پولیو، اگرپا، میسالہ، پلینی صغیر، مارٹیل، جونیل، لوسین اور لیوی تھے جبکہ ہوریس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کے وہ 65 ق م میں پیدا ہوا اور وہ شہنشاہ آگسٹس کا ایک اچھا اور قریبی دوست بھی تھا اس نے رومی ادب میں نہ صرف بیش بہا اضافہ کیا بلکہ اسے بلندیوں

تک بھی پہنچایا چنانچہ رومی ادب میں ہوریس کو ایک بلند مقام حاصل ہے جبکہ اس کے لکھے ہوئے گیت، نظمیں، غزلیں، خطوط اور تقاریر کو نا صرف اس دور میں بلکہ اگلے ادوار میں بھی عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھا گیا، ہوریس نے حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر کئی نظمیں بھی تحریر کیں جس کی حکومتی سطح پر بے حد پذیرائی کی گئی اسی طرح سے روم میں طنزیہ مضامین کو لکھنے کی ابتداء دوسری صدی ق م میں ہوئی۔

اہل روم کے یہاں ورجل کو ہوریس سے زیادہ بڑی شخصیت مانا جاتا ہے ورجل کو زوال پذیر جمہوریت اور جنم لیتی شہنشاہیت کا نمائندہ بھی کہا جاتا ہے روم میں بہت کم مصنفین ایسے ہیں جنھیں زبان پر اس قدر عبور حاصل تھا ورجل ۷۰ ق م میں پیدا ہوا اور ۱۹ ق م میں اس کا انتقال ہو گیا لیکن روم کے ادب پر ورجل کے قائم کردہ گہرے اثرات کو دنیا نے تسلیم کیا اور روم میں آج تک اس کا مدمقابل پیدا نہ ہو سکا اس کی شاعری میں زیادہ تر دیہاتی زندگی کی عکاسی کی گئی کیونکہ وہ حسن پرست شاعر تھا اور دیہات کے فطری حسن نے اسے بے حد متاثر کیا وہ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت اسحاق کی تعلیمات سے بھی بے حد متاثر تھا لہٰذا اس کی تحریر کی گئی نظموں میں ایک نجات دہندہ (حضرت عیسیٰ) کی آمد کے حوالے بھی موجود ہیں لیکن ماہرین کے مطابق! اس کی فنی بلندی اور عظمت کا ثبوت اس کی رزمیہ نظم Aenedld ہے جس کو دنیا کے بڑے بڑے عظیم شاہکاروں کے سامنے بلاخوف وخطر پیش کیا جا سکتا ہے اگرچہ ورجل کی عظمت کا درست تعین مشکل ہے تاہم یہ بات طے شدہ ہے کہ اس نے رومی ادب کو جامعیت بخشی اور اسے بلندیوں تک پہنچایا۔

ورجل کی طرح اووڈ کو بھی رومی ادب میں ایک بڑا مقام حاصل ہے اس نے دیوی دیوتاؤں کے کئی قصے اور کہانیاں لکھیں چنانچہ اس کی بے مثال کہانیوں کو مصوروں نے بھی

موضوع بنایا جس کے نتیجے میں کئی شاہکار نمونے تخلیق کئے گئے یہ بھی فصاحت اور بلاغت میں لاثانی تصور کیا جاتا اس کی تحریر میں شگفتگی، چاشنی اور بے حد اثر پذیری پائی جاتی جو مدمقابل کو اپنی گرفت میں لیتی ماہرین اووڈ کے عہد کو روم کے ادب کا سنہری دور تصور کرتے ہیں اووڈ ادب اور مختلف علوم وفنون کا دلدادہ تھا اور فرصت کے اوقات میں وہ مطالعہ کا شوقین بھی تھا ،لیوی نے روم کی تاریخ مرتب کی اور آگسٹس ،اور جولیس سیزر کے کارہائے نمایاں کو بڑے موثر انداز سے پیش کیا لیوی کی مرتب کردہ تاریخ روم 142 جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے جس میں روم کی تعمیر سے لے کر 9ء تک کے حالات کا جائزہ پیش کیا گیا اور روم کے بارسوخ لوگوں کے احوال کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے لیکن اس کتاب میں ایک کمزوری ہے اور وہ یہ کہ !اس تاریخ میں تنقیدی تجزیہ شامل نہیں کیا گیا بس تعریف کی گئی ہے جیسے یہ کوئی درباری تاریخ ہو اگرچہ زمانے کے سرد وگرم کی وجہ سے اس تاریخ کا کافی حصہ زائل ہو گیا لیکن جو بھی باقی بچا ہے وہ بھی بے حد اہمیت کا حامل ہے لیوی نے اس کتاب میں اعلی اور ثقیل زبان کا استعمال کیا لیوی کا زمانہ 17ء کا تھا تاہم لیوی کے اس دنیا سے جانے کے بعد تیسی توس نے اس کے کام کو جاری رکھا لہذا تیسی توس نے آگسٹس کے عہد سے لے کر اپنے زمانے تک کے حالات کو قلم بند کیا چنانچہ اس کی منضبط تاریخ سے ہمیں پہلی صدی عیسوی کی رومی شہنشاہیت کا پتا چلتا ہے۔تیسی توس نے رومیوں کی بے راہ روی، ان کی اخلاقی گراوٹ اور نیرو کے ظلم وستم اور اس کی بدعنوانیوں پر کھل کر تنقید کی ہے جبکہ اس نے اہل روم کے اخلاق کو سنوارنے کے لئے بھی کئی تحریریں لکھیں تا کہ رومیوں کی سوچ میں سدھار پیدا کیا جاسکے اس کے علاوہ بھی اس نے کئی بیش قدر کتب تصنیف کیں جن کا شمار روم کے قدیم کلاسیکل ادب کے نادر نمونوں میں کیا جاتا ہے اس سلسلے کی آخری کڑی پلوٹارچ کو مانا جاتا ہے جس کی تصانیف کو

یونانی ادب کے زمرے میں شامل کیا ہے کیونکہ اس نے جو سوانح عمری مرتب کی اس میں 22 یونانی جبکہ 23 روم کی بڑی شخصیات کے حالات کو قلم بند کیا جبکہ اس کی اس تصنیف میں معاشرتی ناہمواریوں، سیاسی عروج وزوال، اقتصادی میدان میں کی جان والی ترقی اور سماج کے حالات وواقعات کو دیانت داری سے پیش کیا گیا ہے۔ ۱۸؎

لاطینی ادب: Latin Literature:

قدیم روم اور قرون وسطی کے دوران ترتیب دئے جانے والے ادب کو لاطینی ادب یا مغربی یورپ کا ادب بھی کہا جاتا ہے بعدازاں نشاۃ الثانیہ کا ادب بھی لاطینی زبان میں ہی لکھا گیا پہلی مرتبہ لاطینی ادب تیسری صدی ق م میں سامنا آیا جس کی روایات مختلف شکلوں میں مختلف ادوار سے ہوتی ہوئی آج تک جاری اور موجود ہیں، دوسری اور پانچویں صدی عیسوی کے درمیان رومن سلطنت کے انحطاط اور رومن زبان کی عامیانہ روش نے صدیوں تک مغربی یورپ میں لاطینی ادبی حیثیت کو برقرار رکھا بعدازاں لاطینی ادب مسیحی صورت میں قرون وسطی کے دوران ترقی پاتا رہا لاطینی رومن کیتھولک کلیساء کی سرکاری زبان بنی پھر چودہویں صدی عیسوی میں نشاۃ الثانیہ کی انسانیت پسندی کے احیاء کے اور قدیم دنیا کی کلاسیکی صورتوں کے احیاءنو پر لاطینی زبان میں ایک نئی تخلیقیت عود کر آئی جو کے سترہویں صدی تک جاری رہی حالیہ دور میں مغربی ثقافت میں کلاسیکی لاطینی اور (یونانی) سے تھوڑی بہت واقفیت لبرل تعلیم میں بنیادی حیثیت رکھتی تھی روم کا ادب بھی یونانی ادب سے بے حد متاثر تھا اور اس نے چودہویں اور پندرہویں صدی کے دوران نشاۃ الثانیہ میں ایک بنیادی نمونے کا کام کیا شاید یونانی مثالی نمونوں پر انحصار کی وجہ سے کئی رومن مصنفین اپنے تجربے کی خصوصی رومن خصوصیت پر زور دینے لگے سب سے اہم چیز غالباً یہ ہے کے تمام رومن مصنفین نے دنیا کو

مہذب بنانے کا رومن مشن قبول کیا اگرچہ رومن ادب کی عظیم ترین کامیابیاں رزمیہ داستان، غنائی شاعری، علم البدیع، تاریخ، طربیہ ڈرامے اور ہجو میں ملتا ہے جبکہ ان میں سے صرف آخر الذکر صنف ہی رومنوں کی ایجاد کردہ ہے۔ ۱۹؎

رومن آرٹ اور فن تعمیر

Romanesque Art and Architecture

روم اور اس کی سلطنت کا آرٹ اور فن تعمیر اپنے عہد عروج میں برطانوی جزائر سے لے کر بحیرہ کاسپیئن تک پھیلا تھا ابتدائی رومن آرٹ کو عموماً یوریشائی بادشاہوں کی معزولی اور 509 ق م میں جمہوریہ کے قیام کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے رومن آرٹ کے اختتام اور قرون وسطی کے آرٹ کی ابتداء شہنشاہ کانسٹنٹائین کے عیسائیت قبول کرنے اور سلطنت کا دارالحکومت روم سے قسطنطنیہ منتقل کرنے (330ء) پر ہوئی رومن انداز حتیٰ کے پاگان رومن موضوعات صدیوں تک عیسائی روپ میں سامنے آتے رہے رومن آرٹ کو عموماً ودادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ رومن جمہوریہ کا آرٹ۔ ۲۔ رومن سلطنت کا آرٹ۔

۱۔ رومن جمہوریہ کا آرٹ:

جمہوریہ کے قیام کے وقت رومن آرٹ سے مراد روم شہر کا آرٹ تھا جس پر ہنوز ایٹروسکی ماضی کی چھاپ تھی پھر آہستہ آہستہ جب سلطنت اٹلی اور میڈی ٹرئین میں پھیلی تو اہل روم نے دیگر آرٹسٹک ثقافتوں مثلاً یونان سے تعارف حاصل کیا پھر مسیحی عہد کے آغاز سے کوئی دوسو سال قبل رومن آرٹ نے ممیز رومن انداز وضع کرنا شروع کر دئے تاہم اس میں ہمیشہ انتخابی نکتہ نظر ملحوظ رہا جو مختلف علاقائی ذوق کو اپنے اندر سموتا ہے۔

۲۔رومن سلطنت کا آرٹ:

رومن آرٹ محض شہنشاہوں،سینیٹروں اور اشرافیہ کا آرٹ نہیں ہے بلکہ وسیع وعریض رومن سلطنت کے تمام لوگوں کا آرٹ ہے جس میں تاجر، عام شہری، سپاہی، سیاست دان، ادیب، شاعر اور فنون لطیفہ سے منسلک افراد شامل ہیں تاہم یہ بات بھی دلچسپ ہے کے رومن سنگ تراش مصور، معمار، اور آرائشی فنون کے نمونے اب بھی اپنی درست حالت میں موجود ہیں رومی تعمیرات میں معبد، منادر، عوامی جلسہ گاہیں، گھر، مکان، دوکانیں، بازار، تھیٹر، عوامی ہال، گنبد، محلات، مقبرے، محرابیں، کشادہ گزگاہیں اور پل وغیرہ ہمیں جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق رومن فن تعمیر پر نہ صرف قرون وسطی کے آرٹ پر بلکہ نشاۃ الثانیہ اور بروق عہد پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کئے صدیاں گزر جانے کے بعد بھی روم کے تعمیراتی اثرات اور دیگر فنون ہمیں دنیا کے دیگر تعمیرات اور فن کے نادر نمونوں میں نظر آتے ہیں۔

گنبد (Dome):

فن تعمیرات میں گنبد بنانے کی روایت تقریباً 6000 ق م کی بیان کی جاتی ہے اس کی ابتداء میسو پوٹامیا میں ہوئی بعدازاں اہل یونان نے بھی اپنے مقابر میں اس کا استعمال کیا لیکن اہل روم نے گنبدوں کو موجودہ شکل دی جس کے لئے ہیدریان کا بنوایا ہوا معبد ایک بہترین مثال ہے۔ابتداء میں اہل روم (عیسائیوں) نے چھوٹی گول عمارتوں مثلاً مقبروں اور باپٹسٹر یز پر گنبد بنائے بازنطینی دارالحکومت اور قسطنطنیہ میں ٗ مقدس دانش کا گرجا (7-532ء) میں بڑے بڑے گنبد اپنی اوج کمال کو پہنچے قسطنطنیہ پر سلطنت عثمانیہ کا قبضہ ہونے کے بعد (1453ء) اس گرجے کو مسجد میں تبدیل کر دیا گیا اور آنے والی صدیوں کے دوران ساری سلطنت عثمانیہ میں تعمیر ہونے والے بہت سے گنبدوں کے لئے مثالی نمونہ بن گیا

سن 1000 عیسوی سے بارہویں صدی عیسوی میں گوتھک انداز وضع ہونے تک مغربی یورپ کے آرٹس اورفن تعمیر کی ابتداء کارولنجی ، رومن اور بازنطینی انداز کے مجموعے سے ہوئی جو کے بنیادی طور پر ایک کلیسائی انداز کا آرٹ تھا جبکہ گرجا گھروں کی ضروریات نے اسے مزید فروغ دیا کیونکہ یہاں صدیوں سے پھیلی بے چینی اورافراتفری کے بعد امن قائم ہوا تھا چنانچہ کلیسائی رسومات کی بڑھتی ہوئی پیچیدگی کا اظہار ضمنی گرجا خانوں کی تعداد سے ہوتا ہے پھر قدیم دور کے بعد سے تعمیراتی تکنیک کے انحطاط کا نتیجہ بہت موٹی دیواروں ، نیم قوسی محرابوں اور سادہ پتھر کے گنبدوں کی صورت میں سامنے آیا اگر چہ رومنی آرٹ کی دوسری بڑی شاخ مجسمہ سازی ہے جس کا اولین استعمال گرجا گھروں کی تزئین وآرائش کے لئے ہوا جس کے بے شمار نمونے آج تک موجود ہیں بعد ازاں صاحب ثروت افراد اپنے گھروں میں یونانی مجسموں کو گھر کی آرائش کے غرض سے رکھا کرتے تاہم ان مجسموں نے روم میں کی جانے والی ہر تعمیر میں اپنی موجودگی کا احساس دلایا اگر چہ اہل روم نے یونانیوں کی طرح اپنے دیوی دیوتاؤں ، مردعورت ، بچوں ، جانوروں اور پرندوں کے بے شمار مجسمے بنائے جنھیں وہ اپنے گھروں کے باہر ، ستون یا محرابوں میں آراستہ کرتے یہی نہیں بلکہ انھوں نے اپنے بزرگوں ، والدین اور شہنشاہوں کے بھی کئی مجسمے تراشے۔۲۰۔

رومی فن تعمیر پر Hellenistic اثرات پائے جاتے ہیں اوران کا سب سے بڑا معمار پہلی صدی ق م میں وتریو پولیو نامی ایک شخص تھا جس نے اور دیگر معماروں کے ساتھ مل کر کئی تعمیراتی شاہکار بنائے جن کی شان وشوکت عرصہ دراز تک لوگوں کے دلوں پر قائم رہی اہل روم دولت کی کثرت کے سبب اپنی فطری تسکین کی خاطر نت نئی ، خوبصورت اور دلآویز اشیاء سرف کی طرف نہایت تیزی سے متوجہ ہوتے چنانچہ ان کی اسی فطری حسن پرستی کی تسکین

کے لئے تعمیرات میں بھی اونچی محرابوں، بلند ستون، کشادہ راہداریوں، خوبصورت باغات، رنگ برنگی خوشنما پھول پھلواری، پل، پختہ سڑکیں اور رہائشی مکانات میں جدید اختراعات، نفاست اور بالخصوص خوبصورتی کو لازمی ملحوظ رکھا گیا ہے جبکہ ان میں سے کئی اونچے محراب اور ستون تو آج بھی روم میں باقی ہیں اگر چہ دور قدیم میں ایسی عمارتیں اور انتہائی مزین ستون اور تھیٹر بھی تعمیر کئے گئے جہاں 50,000 افراد کے بیک وقت بیٹھنے کے انتظامات موجود تھے ماہرین ان تعمیراتی جدت کو روم کا سنگ میل قرار دیتے ہیں رومیوں نے کئی کشادہ اور پختہ سڑکیں بھی تعمیر کیں جو ایک شہر کو دوسرے سے ملاتیں چنانچہ روم کے مفتوحہ علاقوں تک ان سڑکوں کا ایک طویل جال بچھا ہے جبکہ اسپین اور فرانس کے بڑے پل بھی بنائے گئے تاکہ آمدورفت میں آسانی پیدا کی جا سکے سب سے قدیم رومی عمارت جو آج بھی موجود ہے اور زمانے کے دست و برد سے محفوظ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ قائم ہے وہ 'پینتھین' ہے جس کی تعمیر پہلی صدی عیسوی میں کی گئی اس کے بڑے گنبد کا قطر 140 فٹ، اس کی ڈیوڑھی میں سولہ ستون اور اس کی دیواریں ۲۰ فٹ موٹی ہیں۔۲۱

اہل روم نے دنیا میں جہاں جہاں فتوحات کیں وہاں اپنے فن تعمیر کے کئی نادر نمونے بھی چھوڑے جن میں یورپ، شمالی افریقہ، مغربی ایشیاء اور پومپی شامل ہیں یہ عظیم الشان عمارتیں اپنے عظیم معماروں کے فن کے کمال کا پتا دیتی ہیں پومپئی جو اٹلی کا ایک نہایت قدیم شہر ہے جو دریائے سارنس (موجودہ سارنو) کے دہانے پر کوہ ویسوویس سے چند میل کی دوری پر 600 ق م میں تعمیر کیا گیا اہل روم کی دیگر فتوحات میں یہ شہر بھی روم کی نوآبادی بنا جہاں روم کے امراء اور شرفاء اپنی تعطیلات منایا کرتے لہٰذا رومی معماروں نے اس شہر میں نقاشی کے عمدہ نمونے تخلیق کئے جو کے قابل دید تھے اسی طرح سے پومپئی کی عمارتوں کو رنگین

شیشوں، استرکاری اور رنگ برنگ کے روغن سے آراستہ کیا گیا اگرچہ یہ شہر تباہ و برباد ہو کر ایک طویل عرصہ تک تہہ خاک ہو چکا تھا لیکن پھر کئی ہزار سال کے بعد جب ماہرین آثار قدیمہ کو اس شہر کی باقیات ملیں تو اہل روم کے معماروں کے اس فن پر سے بھی پردہ اٹھا جیسا کے پچھلی سطور میں ذکر کیا گیا کے اہل روم دولت کی کثرت کے سبب عیاشیوں، بدکاریوں اور ہم جنس پرستی جیسی قبیح عادات کا شکار ہو چکے تھے پومپئی شہر میں ماہرین کی ایک رائے کے مطابق! اس قدر فحاشی کے اڈے تھے کے جن کی تعداد بیان کرنا بھی مشکل ہے جبکہ پیشہ ور خواتین کے گھر کے باہر عضو مخصوص کی تصاویر لٹکائی جاتی تا کہ لوگ وہاں جوق در جوق آئیں یعنی وہاں یہ ظلمت پوشیدہ نہیں بلکہ کھلے عام ہوا کرتی چنانچہ روم کے شہر پومپئی میں بھی 63ء میں ایک شدید زلزلے نے اس شہر کو الٹ کر رکھ دیا 79ء میں ایک آتش فشاں وسوئیس کے پھٹنے سے ایک بڑی تباہی آئی اس آتش فشاں کی وجہ سے سارنس دریا کی گزرگاہ تک تبدیل ہوگئی اگرچہ آج سے تقریباً دو ہزار قبل پھٹنے والے اس آتش فشاں نے وہاں کے مکینوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا یہ تباہی اتنی اچانک اور غیر متوقع تھی کے اس شہر کے لوگ اپنے سر پر کھڑی اس عظیم تباہی سے قطعاً لاعلم تھے چنانچہ وہ اپنے روزمرہ کے معمولات اور اپنی جنسی ہوس کی آسودگی میں مست تھے کے اچانک عذاب الہی نے انھیں اپنی لپیٹ میں لیا اور پورے کا پورا شہر اپنے تمام مکینوں سمیت اس آتش فشاں کی راکھ تلے دب گیا اس قصے میں المناک پہلو یہ ہے کے اہل علاقہ آتش فشاں کے اس شور کو سن کر اپنی جگہوں پر جم سے گئے ان میں سے کسی میں اتنی سکت باقی نہ تھی کے وہ اپنی جان بچا کر کسی محفوظ مقام تک جا پہنچتا ہزاروں سال کے بعد 1748ء میں جب اس شہر کی باقیات دستیاب ہوئیں تو جو شخص جس حال میں تھا وہ اسی حال میں ماہرین آثار قدیمہ کو ملا مثلاً ایک خاندان کھانا کھا رہا تھا یا اس شہر کے بیشتر لوگ ہم جنس پرستی اور زنا

میں مشغول تھے لہٰذا وہ اسی حال میں جم گئے اس آتش فشانی لاوے میں جمنے والے کئی لوگوں کے چہرے صحیح سالم ہیں جن پر خوف اور بوکھلاہٹ کے آثار نمایاں ہیں قرآن کریم میں سرکشوں کے اس رویے کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ فَمَا كَانَ دَعْوٰاهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ - ۲۲؎

ترجمہ۔ ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کیا ہے ان پر ہمارا عذاب اچانک رات کے وقت آیا، یا جس وقت وہ دوپہر میں سو رہے تھے جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کے ہم ظالم تھے۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ - ۲۳؎

ترجمہ۔ بس وہ ایک چنگھاڑ تھی اور وہ سب ایک دم بجھ کر رہ گئے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا - ۲۴؎

ترجمہ۔ ہم اس سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور شان و شوکت میں ان سے بڑھ کر تھیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ -

ترجمہ۔ بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز بھیجی تو وہ باڑھ بنانے والی گھاس کی مانند چورا چورا ہو گئے۔ ۲۵؎

روم کے شہر پومپئی میں آتش فشاں کے پھٹنے کی آواز کسی خوفناک چنگھاڑ سے کم نہ تھی روحانی مفسرین یہ کہتے ہیں کے چنگھاڑ یا خوفناک آواز دراصل ایسی لہروں کا مجموعہ ہیں جو کے انسانی زندگی کو برقرار رکھنے والی لہروں کے نظام کو درہم برہم کرتے ہوئے انسانی شعور کو بکھیر کے رکھ دیتی ہیں اور جیسے ہی لہری نظام میں ٹوٹ پھوٹ واقع ہوتی ہے ویسے ہی زندگی

موت میں بدل جاتی ہے اس کے ساتھ ہی سماعت کا سسٹم بری طرح سے تباہ ہو جاتا ہے جبکہ سسٹم کے ٹوٹنے کو ہی ءدراصل حواس کا ٹوٹنا مانا جاتا ہے لہٰذا وجود انسانی کسی بھوسے یا خشک گھاس کے چورے کی مانند بکھر کے رہ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد پاک ہے!

ہر انسان کا خاتمہ اس کے اس عمل پر کر دیا جائے گا جس کا وہ زندگی میں عادی تھا۔۲۶۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ہر بندے کو قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں وہ مرا ہے۔مومن کو اس کے ایمان پر جبکہ منافق کو اس کے نفاق پر۔۲۷۔

موسیقی: Music:

اہل روم بھی موسیقی اور رقص کے شوقین تھے ان کے تہوار اور خاص مواقعوں پر موسیقی کی محافل آراستہ کی جاتیں تھیں فصلوں کی کٹائی کے موقع پر بھی اہل روم اپنی خوشی کا اظہار کیا کرتے اور گیت گا کر اس خوشی کے موقع کو دوبالا کیا کرتے اسی طرح سے شادی بیاہ کے موقع پر بھی موسیقی اور رقص کا اہتمام کیا جاتا جس میں خاندان اور برادری کے افراد شریک ہوتے مذہبی مواقعوں پر مذہبی گیت اور بھجن گا کر عقیدت کا اظہار کیا جاتا، جب بڑی شخصیات، امراء، شرفاء یا شہنشاہ کسی جگہ آتے تو ان کی شان میں بھی قصائد کو گایا جاتا اگر کوئی معزز شخص انتقال کرتا تو اس موقع پر نوحہ اور مرثیہ خوانی بھی کی جاتی تاہم آلات موسیقی میں بانسری، بربط ڈھول، دف باجے اور ڈرم کا استعمال عام تھا۔

لاطینی زبان: Latin Language:

لاطینی زبان قدیم روم اور قدیمی خطے لاطیئم میں بولی جانے والی ایک زبان ہے چنانچہ جیسے ہی اہل روم کی طاقت کو فروغ ملا اس کے ساتھ ہی لاطینی زبان بھی معلوم قدیم دنیا کے ہر علاقے اور خطے میں پہنچ گئی اور مغربی یورپ کی غالب زبان بن گئی بعد ازاں یہ زبان اٹھارہویں صدی تک علم وتحقیق اور سفارت کاری کی بیسویں صدی کے آخر تک رومن کیتھولک مذہبی دانشوروں کی زبان رہی اگرچہ لاطینی زبان اٹلی کی دیسی زبان نہیں ہے بلکہ اسے قبل از تاریخ دور میں شمال سے آنے والے اطالوی لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ لاطینی ہند یورپی زبانوں کی ذیلی اطالوی خاندان کی رکن زبان ہے غیر اطالوی ہند یورپی زبانوں میں اس کا تعلق سنسکرت اور یونانی سے بہت قریب ہے قدیم لاطینی کندہ تحریریں چھٹی صدی ق م کی ہیں لاطینی پر شمالی اٹلی میں کیلٹک لہجہ اثر انداز ہوا ہے وسطی اٹلی میں یونانی زبان نے اس پر اثر مرتب کیا ہے یونانی زبان اور اس کے ادب کے زیر اثر لاطینی زبان ایک عظیم ادبی زبان بن گئی۔۲۸؎

رومانس زبانیں: Romance Languages:

رومانس زبان بھی قدیم لاطینی زبان سے ماخوذ ہے جو جدید زبانوں کا ایک گروپ ہے جسے دنیا کے تقریباً 40 کروڑ افراد بولتے ہیں یہ زبانیں ہند یورپی زبانوں کا ایک گروپ ہے جس کا تعلق اطالوی زبان کی ہی ایک ذیلی شاخ سے ہے بعد ازاں پانچویں اور نویں صدی کے دوران انھوں نے لاطینی سے علیحدگی اختیار کر لی ماہرین لسانیات، کسی بھی زبان کو لسانی کسوٹی کے علاوہ جغرافیائی بنیادوں پر بھی پرکھتے اور اس کو شاخوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

1۔انسولر۔سارڈینیائی۔ ۲۔کانٹینٹل ، بلقان ، اطالوی ، ہسپانوی ، پرتگیزی ،فرانسی ،

پرووِنسال اور کیٹالان ۔۲۹۔

اطالوی زبان: Italian:

اطالوی زبان ہند یورپی زبانوں کی ایک رومن شاخ ہے جو اطالوی جزیرہ نما، جنوبی سوئٹزرلینڈ، سان مارینو، سسلی، کورسیکا، شمالی سارڈینیا اور ایڈریاٹک سمندر کے شمالی مشرقی ساحل پر بولی جاتی ہے شمالی اور جنوبی امریکہ میں بھی کچھ لوگ اطالوی زبان بولتے ہیں اطالوی زبان تمام اہم رومن زبانوں میں سے لاطینی زبان کے قریب تر ہے دنیا میں زندہ اور مردہ زبانوں کی جتنی کشمکش ہمیں اٹلی میں نظر آتی ہے شاید ہی اس کی مثال کہیں اور ہو اس کے علاوہ روم میں کئی لہجوں کی موجودگی کے باعث اطالوی زبان کے ارتقاء کی درست تفہیم بھی ممکن نہیں دسویں صدی کی مشہور اطالوی دستاویزات میں اطالوی کا کوئی نہ کوئی مخصوص لہجہ شامل رہا تاہم اگلی تین صدیوں کے دوران اطالوی مصنفین نے اپنے مقامی لہجوں میں لکھا اسی طرح سے چودہویں صدی میں ٹسکنی لہجہ غالب آ گیا جس کی وجہ سے اٹلی میں ٹسکنی کی مرکزی حیثیت اور اس کے اہم ترین شہر فلورنس کا تجارتی مرکز بننا تھی بلا آخر فلورنس کی ثقافت نے تین ادبی آرٹسٹ پیدا کئے جنھوں نے قرون وسطی کے آخری اور ابتدائی نشاۃ الثانیہ کی اطالوی فکر اور احساس کو بہترین انداز میں پیش کیا جن میں دانتے، پیٹراک اور بوکاسیو شامل ہیں پندرہویں اور سولہویں صدی کے دوران گرامر کے ماہرین نے ایک تلفظ پر متفق ہونے کی کوششیں کیں تا کہ ایک مرکزی اطالوی لہجہ تشکیل دیا جا سکے لیکن کلاسیکیست کی یہ کوشش ناکام رہی اور اطالوی ایک مردہ زبان ہونے سے بچ گئی ۔۳۰۔

بیمبو پیاترو: Bembo,Pietro:

بیمبو پیاترو (1547۔1470ء) یہ ایک اطالوی محقق ہے جس نے 21۔1513ء

کے درمیانی عرصے میں پوپ دھم کے سیکریٹری کے فرائض انجام دئے 1539ء میں وہ کارڈینل کے عہدے پر فائز ہوا اس کی تحریر کردہ کتاب Rose Della Voigar Lingua(1525ء) کو علمی حلقوں میں خاص پذیرائی حاصل ہوئی کیونکہ اس نے اطالوی کو لاطینی زبان کے مقابلے میں ایک ادبی زبان بنایا اور اس نے اطالوی زبان میں شاعری بھی کی جس کا نام Rim(1530ء) ہے چنانچہ بیمبو پیاترو کی اس خدمت کو روم کے ادبی حلقوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔۳۱؎

البانوی زبان: Albanian:

البانوی زبان دنیا کے کئی ممالک اور خطوں میں بولی جاتی ہے جس میں البانیا، سربیا، مونٹ نیگرو یوگوسلاد، جمہوریہ مقدونیہ، یونان اور جنوبی اٹلی کے کئی مقامات شامل ہیں یہ ہند یورپی زبان کی ایک شاخ ہے جو تقریباً 1000 سال سے مختلف لہجوں میں دنیا میں بولی اور سمجھی جاتی ہے البانوی زبان رومن کے تقریباً 36 حروف تہجی میں لکھی جاتی ہے البانیا کا زیادہ تر ادب انیسویں صدی کی قومی بحالی کے بعد منظم کیا گیا ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق البانیہ کی قدیم ترین دستاویزات کا تعلق پندرہویں صدی سے ہے۔۳۲؎

باسک زبان: Basque Language:

باسک زبان شمالی وسطی اسپین میں رہنے والوں کی زبان ہے جس کو وہ Euskara بھی کہتے ہیں اس زبان پر فرانسیسی زبان کے بھی گہرے اثرات پائے جاتے ہیں ماہرین لسانیات نے اس زبان کے اصل ماخذ کو تلاش کرنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن وہ ناکام رہے اگرچہ اس زبان میں بہت کم ادب تخلیق کیا گیا ہے لیکن اب بھی لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس زبان کو زندہ رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔۳۳؎

رومی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Social Status of Roman Women's in their Society

قدیم روم میں خواتین شادی سے پہلے باپ کے زیر اثر رہتیں اور شادی کے بعد شوہر کی اطاعت گزاری کرتیں انھیں کسی قسم کی آزادی حاصل نہ تھی خاندان میں باپ کو کل اختیارات اور فیصلوں کا حق حاصل تھا اگر وہ چاہتا تو اپنی اولاد کو فروخت بھی کرسکتا تھا اور فروخت شدہ اولاد کو خرید کر اسے اپنا غلام بھی بنا سکتا تھا تاہم وہ جب تک زندہ رہتا تمام خاندانی فیصلوں کا اختیار اسی کے پاس رہتا بڑے بیٹے بھی اس کی زندگی میں غیر موثر ہی رہتے عام طور پر لڑکیوں کو اپنی پسند ناپسند کا اختیار حاصل نہ تھا بلکہ انھیں تمام عمر ایک کھونٹے سے دوسرے کھونٹے تک کا سفر ہی طے کرنا پڑتا اگر شوہر مر جاتا تو پھر وہ بیٹے کے زیر اثر رہتی چنانچہ رومی خواتین کی ساری عمر اسی سفر میں تمام ہوتی۔

روم کی خواتین یونانی خواتین کی بہ نسبت اپنے سماج میں زیادہ قابل عزت تصور کی جاتیں جبکہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ بات چیت، کھانا تناول کرنا اور بچوں کی تعلیم وتربیت میں آزاد تھیں تاہم اکثر خاندانوں میں شوہر اپنی بیوی کی گھریلو کام کاج میں معاونت کرتے اس کے علاوہ گھر سے باہر خواتین کی دیکھ بھال یا ان کی حفاظت کی ذمہ داری مردوں کی تھی زمانہ قدیم کی رومی عورت پڑھنے لکھنے یا تحصیل علم میں آزاد تصور کی جاتی شاید یہی وجہ ہے کے اس دور میں بھی کئی رومی خواتین نے ادبی میدان میں نام کمایا اگرچہ اس کی مثالیں کم ہیں روم کی جن خواتین کے شوہر انتقال کرجاتے انھیں سماجی اعتبار سے دوسری شادی کا بھی اختیار حاصل تھا الغرض مجموعی طور پر رومی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ بہت زیادہ اچھا نہ سہی تو برا بھی نہیں تھا انھیں کسی حد تک کچھ اختیارات حاصل تھے۔

حوالہ کتب:

۱۔کلیات ساحر۔ساحرلدھیانوی۔مرتب۔خزینہ علم وادب لاہور۔۲۰۰۱ء۔
۲۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۴۸۷۔۴۸۷۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۳۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۴۸۹۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۵۶۱الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۰۹۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۰۹۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۸۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۲۹۵۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۹۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۴۹۸۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۱۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۲۸۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۲۱۶۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۱۲۔ا۔الجامع الصحیح البخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔دارالاسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔
۱۳۔ا۔الجامع الصحیح البخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔دارالاسلام ریاض۔
۱۴۔فتوح البلدان۔ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلازری(متوفی ۲۷۳ھ)۔ص۔۱۱۵۔دارالکتب العلمیہ بیروت۔۱۳۹۸ھ۔
۱۵۔تاریخ الامم والملوک۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔ج۔۴۔ص۔۲۱۵۳۔مطبوعہ دارالقلم بیروت۔
۱۶۔الکامل فی التاریخ۔علامہ ابوالحسن علی بن ابیالکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر (متوفی ۶۳۰ھ)۔ج۔۳۔ص۔۴۵۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
۱۷۔الجامع الصحیح مسلم۔ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (۲۶۱ھ)۔کتاب الفتن۔مکتبہ دارالسلام الریاض۔۲،۰۰۰ء۔
۱۸۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔ص۔۵۱۶۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۱۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ص۔۱۸۰۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔ ۱۰۹۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۱۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔سید سراج الاسلام ۔ص۔ ۵۰۸۔انٹرنیشنل پریس کراچی ۔ ۱۹۵۹ء۔

۲۲۔سورہ اعراف ۔آیت ۔ ۴۔۵۔

۲۳۔سورہ یٰسین ۔آیت ۔ ۲۹۔

۲۴۔سورہ مریم ۔آیت ۔ ۷۴۔

۲۵۔سورہ قمر۔آیت ۔۳۱۔

۲۶۔حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۲۷۔ المعجم الاوسط۔ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی (متوفی ۔ ۳۶۰ھ) ۔ رقم الحدیث ۔ ۹۰۷۲۔دارلکتب العلمیہ ۔بیروت ۔ ۱۹۹۹ء۔

۲۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔ ۱۸۰۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔ ۱۰۹۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔ ۱۶۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔۵۶۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔ ۱۸۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۳۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب ۔ یاسر جواد۔ص۔ ۳۷۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

باب(۱۸):

مغربی تہذیب اوراس کا تاریخی پس منظر

Westren Civilization And Its Historical Background

مغرب میں یورپ، شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ واقع ہیں جن میں کئی ممالک اور اقوام آباد ہیں جس پر الگ الگ بات کی جائے گی تاہم مغربی تہذیب وسعت کے اعتبار سے کافی بڑی ہے۔

قدیم یورپی تہذیب: Old European Civilization:

مورخین یہ بتانے سے قاصر ہیں کے یورپ میں قطعی طور پر کب لوگ آباد ہوئے لیکن ایک اندازے کے مطابق انھوں نے مشرق سے مرحلہ وار یہاں ہجرت کی اور قرائین یہ بتاتے ہیں کے انھوں نے ایشیائے کوچک اور بلقان کے درمیان واقع زمینی راستوں کو عبور کیا لیکن اب ان زمینی راستوں کا وجود مٹ چکا ہے پھر بحر اسود سے شمال کی جانب واقع چراگاہوں کے راستے کو اپنایا 4000 ق م کے قریب یورپ کے کچھ علاقوں میں کافی آبادی تھی جنگلات، زمینی دلدل اور پہاڑوں نے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ دیا تھا جس کی وجہ سے وہ طویل عرصہ تک الگ رہے لیکن ہجرتوں اور نقل مکانی کے باعث لوگوں کے درمیان اختلاط واقع ہوا اہل یورپ کئی متنوع زبانیں بولتے جن کے مرکزی لسانی گروپ درج ذیل ہیں سلاوی: (روسی، یوکرینیائی، بیلاروسی، چیک، سلواک، بلغاریائی، پولش، سلووینیائی، مقدونیائی، ڈینیش، نارویجیئن، سویڈش اور آئس لینڈی) رومانیائی: (اطالوی، فرانسسی،

ہسپانوی، پرتگیزی اور رومانیائی) تاہم بنیادی طور پر ان زبانوں کے ماخذ ایک ہی ہیں جنھیں ہند یورپی زبان کہا جاتا ہے اس گروپ کی اور زبانوں میں یونانی البانوی اور کیلٹک زبانیں شامل ہیں جیسے گیلک، ویلش اور بریٹین، ہند یورپی زبانیں بولنے کے علاوہ فنش، ہنگریائی اور سامی باسک اور ترکی زبانیں بھی یہاں بولی جاتی ہیں بہت سے یورپی انگلش یا فرانسسی کو ثانوی زبان کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

قرون وسطیٰ: Middle Ages:

یورپ کی تاریخ کا ایک دور جو 350 سے 1450ء تک رہا اسے قرون وسطیٰ کہا جاتا ہے یہ درمیانی دور جس کے آغاز میں سلطنت روما کا مغربی نصف ٹوٹ کر چھوٹی اور کمزور بادشاہتوں میں بکھرنے لگا۔قرون وسطیٰ کے آخر میں بہت سی جدید یورپی ریاستوں نے اپنی شکل اختیار کی اس عرصے میں متعدد جدید ادارے مثلاً یونیورسٹیز اور حکومتی نمائندوں کے ادارے بھی تشکیل پائے کسی خاص واقعے کو قدیم دنیا کا اختتام اور قرون وسطیٰ کا آغاز قرار نہیں دیا جاسکتا قرون وسطیٰ کی اصطلاح نشاۃ الثانیہ (چودھویں تا سولھویں صدی) کے لوگوں نے وضع کی انھوں نے قدیم دنیا اور اپنے عہد کے درمیانی عرصے کو قرون وسطیٰ کا نام دیا اگرچہ یہ اصطلاح بطور حقارت استعمال کی گئی لیکن مورخین نے اسی اصطلاح کو اپنایا،قرون وسطیٰ دس صدیوں پر محیط ہے لہٰذا مورخین نے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ابتدائی قرون وسطیٰ (350 105ء)۔

۲۔درمیانی قرون وسطیٰ (1050 130ء)۔

۳۔متاخر قرون وسطیٰ (1300 145ء)۔

مورخین کو اس بات کا یقین تھا کے زیادہ تر سماجی ،ثقافتی اور سیاسی کارنامے درمیانی

عہد قرون وسطیٰ میں انجام پائے ہیں۔ا؎

شارلیمان: Charlemagne:

شارلیمان فرانکوں اور مقدس سلطنت روما کا ایک بادشاہ تھا جس نے چار عشروں سے زائد مسلسل فوجی کارروائیاں کیں اور اپنی سلطنت کو یورپ پر محیط کیا، شارلیمان قرون وسطیٰ کا سب سے بڑا اور بااثر فوجی رہنما تھا کیونکہ اس کی فوج نے میدان جنگ میں غلبہ پایا اور کئی فتوحات کیں جس کے نتیجے میں جرمن، رومن اور عیسائی ثقافتیں باہم مل گئیں اور ان کے باہمی اختلاط سے ایک نئی یورپی تہذیب نے جنم لیا شارلیمان موجودہ جرمنی کے ایک علاقے میں پیدا ہوا، اس کا باپ میدان جنگ کا شہ سوار تھا چنانچہ وہ اپنے باپ کے ساتھ جنگی مہمات میں تربیت حاصل کرتا رہا تاہم 754ء میں اس نے طاقت کے بل پر فرانکوں موجودہ فرانس بیلجیئم اور سوئٹزرلینڈ اور جرمنی اور ہالینڈ کے کچھ حصوں کا بادشاہ بن گیا اس کا باپ مرتے وقت اپنے دونوں بیٹوں شارلیمان اور کارلومان کو سلطنت کا وارث بنا گیا لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد کارلومان کا انتقال ہوگیا اور اس طرح سے بلاشرکت غیرے شارلیمان سلطنت کے جملہ امور کا مختار بن گیا شارلیمان نے لومبارڈ کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر لی جس کا ایک سیاسی مقصد بھی تھا کیونکہ شارلیمان یہ چاہتا تھا کے فرانکوں کے ساتھ اتحاد قائم ہوجائے شارلیمان پے در پے کئی مہمات میں مستقل مزاجی سے اپنے دشمنوں کو شکست اور اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت دیتا رہا اس نے مغربی فرانس، جنوبی جرمنی، ہنگری، بوسینا اور اسپین پر کامیاب حملے کئے وہ ایک کامیاب فوجی رہنما تھا جس نے اپنی بے مثال قائدانہ صلاحیتوں کے بل بوتے پر کئی مشکل مہمات میں فتح حاصل کی اس نے لاطینی زبان کی بے مثال خدمت انجام دیا اور خود کو قرون وسطیٰ کا عظیم ترین رہنما ثابت کیا اس کی سلطنت اس کی موت کے صرف 30 برس تک

قائم رہی شارلیمان عیسائی جرمن اور رومن ثقافتوں کو مدغم کرنے کا ذمہ دار تھا جس کی وجہ سے ’یورپی تہذیب‘ کی بنیاد پڑی۔ ۲۔

نشاۃ الثانیہ: Renaissance:

نشاۃ الثانیہ چودھویں، پندرہویں اور سولھویں صدی کی ادبی اور ثقافتی تحریکوں کا ایک سلسلہ ہے جو اٹلی سے شروع ہوئیں اور بلاآخر جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور یورپ کے دیگر علاقوں میں پھیل گئیں اس تحریک میں شریک افراد نے قدیم روم اور یونان کی عظیم تہذیبوں کا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کے ان کے اپنے ثقافتی کارنامے قدیم ادوار کے مقابل تھے ان کی سوچ انسانیت دوست تھی جس نے فرد کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس عہد میں کلاسیکی تعلیم کے ذریعے انسانیت کی خدمت اور اس کی بہتری کے اقدامات کئے گئے اس عہد میں قدیم کتب کی تدریس پر انحصار کیا گیا اور شاعری، تاریخ، علم البدایع اور اخلاقی فلسفہ جیسے فکری نظاموں کو اجاگر کیا گیا عہد نشاۃ الثانیہ میں سرمایہ کاری کی گئی اور اس غرض کے لئے کئی پرخطر بحری مہمات سر کی گئیں جو کے مشرق کی سمت جاتیں اور سستا مال مہنگا کر کے بیچتیں تاہم ان تجارتی سفر سے اتنی زیادہ دولت کمالی گئی جو امراء اپنی جسمانی مسرتوں پر لٹاتے یہی نہیں بلکہ اس دولت کا بے دریغ استعمال کلیساء کی تزئین و آرائش پر بھی کی گئی تاہم بینکار اور تاجر حضرات نے بھی بہتی گنگا میں خوب ہاتھ دھوئے۔

اہل یورپ جن میں اٹلی، فرانس، جرمن، ہالینڈ، انگلینڈ اور اسپین شامل تھے انھوں نے آرٹ اور فن کی بہت خدمت کی اور کئی شاہکار آرٹ اس عہد میں تخلیق ہوا وینس اور فلورنس میں دولت اور حسن و آرٹ کے چرچے دنیا میں مشہور ہوئے۔ 1378ء کے بعد پاپائیت دو مخاصمانہ دھڑوں میں بٹ گئی جبکہ افریقہ اور ایشیاء کی ایک جنگ کے نتیجے میں

اسلام نہایت تیزی سے پھیلنے والا مذہب بنا اسی دور میں اسکول آف ایتھنز نے کئی حوالوں سے شہرت پائی نشاۃ الثانیہ ایک ایسا دور تھا جس میں طویل عرصہ سے چلے آنے والے کئی عقائد ونظریات پر نہ صرف ضرب پڑی بلکہ اس دور میں ایک نئی ثقافت نے جنم لیا جہاں نوع انسانیت کی حاکمیت کے تصور نے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں اپنا کردار ادا کیا دوسری جانب نشاۃ الثانیہ کے اہل علم حضرات ،فلسفیوں اور مفکرین نے جمہوریت پسندی اور انسانی آزادی کے تصورات کے دفاع کے لئے کئی کلاسیکی مثالیں پیش کیں ان نظریات نے انگلش آئینی تھیوریز پر اپنے پائیدار اثرات مرتب کئے آگے چل کر نشاۃ الثانیہ کی سیاسی سوچ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اختیار کردہ انداز حکومت کا سرچشمہ بنی سب سے بڑھ کر نشاۃ الثانیہ نے ایسے شاہکار پیدا کئے جنھوں نے مغربی ثقافت کے تعین میں اہم کردار ادا کئے جن میں لیونارڈو داونچی ، رافیل ، مائیکل اینجلو جیسے عظیم مصور بھی شامل ہیں ۔ ۳۔

قوم پرستی: Nationalism:

جدید تاریخ کی ایک تحریک کا نام ’قوم پرستی‘ ہے جس میں قومی ریاست کو عوام کے سماجی ، اقتصادی اور ثقافتی مقاصد کے حصول کا اعلیٰ ترین طریقہ کار قرار دیا جاتا ہے قوم پرستی مخصوص گروہ میں بھائی چارے کے احساس سے متصف اور مشترکہ نسل ، زبان ومذہب پر مبنی ہے اٹھارہویں صدی سے قبل جب قوم پرستی ایک ممیز تحریک بن کر ابھری ریاستوں کی بنیاد عام طور پر مذہبی یا شاہی بندھنوں پر قائم تھی جبکہ عام شہری کلیساء اور حکمرانوں کے وفادار تھے لیکن عام عوام اور ملک گیر مفادات کی بات نہ ہوتی اور نہ ہی اس کو کبھی اہمیت حاصل تھی تاہم تعلیم کے ذریعے سے لوگوں کو اپنی مشترکہ روایت اور تاریخ کا علم ہوا بعدازاں قوم کی فلاح وبہبود کے لئے ملکی آئین مرتب کئے گئے جس میں عوام کے حقوق اور ان کی قسمت کا تعین کیا

جانے لگا۔ جدید ریاستیں نسل، مذہب اور زبان کے مشترکہ بندھنوں کو بنیاد بنا کر درجہ بدرجہ وجود پاتی رہیں لیکن کئی جگہ پر ایسا نہیں بھی ہوا جیسے کے سوئٹزرلینڈ، اسرائیل اور ہندوستان میں کیونکہ سوئٹزرلینڈ ایک ایسی قوم ہے جس میں کوئی مشترکہ مذہب یا زبان کبھی قائم ہی نہ ہو سکی سوئٹزرلینڈ میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں ہی فرقے کے لوگ پائے جاتے ہیں جو آپس میں لسانی یگانگت بھی نہیں رکھتے کیونکہ یہاں جرمن، فرانسسی اور اطالوی زبانیں بولی جاتی ہیں دوسری جانب ہندوستان میں ہندو مذہب نے مختلف نسلوں، مذاہب اور زبانوں کے لوگوں کو یکجا کیا۔ ۴؎

انقلاب فرانس: French Revolution:

فرانسسی سماج میں 1789ء سے 1799ء تک سیاسی ناہمواری کا ایک سلسلہ جاری رہا تاہم انقلاب کے دوران فرانس عارضی طور پر ایک مطلق بادشاہت سے بدل کر آزاد اور مساوی شہریوں کی جمہوریہ بنا انقلاب فرانس کے اثرات فرانس کے اندر اور باہر نہایت وسیع پیمانے پر مرتب ہوئے ماہرین انقلاب فرانس کو یورپ کی تاریخ میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل تصور کرتے ہیں انقلاب کے دس برسوں کے دوران فرانس نے ایک پرانے دور حکومت میں ترمیم کی اور پھر اسے منتشر کر دیا یہ پرانا دور حکومت فرانس میں 1789ء سے پہلے موجود تھا اس کی جگہ مختلف حکومتوں کا ایک سلسلہ آیا اگرچہ ان میں سے کوئی بھی حکومت چار برسوں سے زیادہ نہ چل سکی لیکن ان حکومتوں کے متعارف کروائے گئے سیاسی وسماجی نظام نے فرانس کے نظام حکومت کو بدل کر رکھ دیا ان اقدامات میں انسانی حقوق سے متعلق کئی بلز اور آئین شامل تھے نیز تمام شہریوں کی قانونی حیثیت، نمائندہ جمہوریت پر تجربات اور ریاست کو کلیساء میں ضم کرنا شامل تھا۔

بیسویں صدی کی ابتداء سے لے کر 1970ء کے عشرے تک انقلاب فرانس کی وجہ عموماً بورژوازی یا متوسط طبقے کی بڑھتی ہوئی معاشی و سیاسی اہمیت بتائی جاتی ہے ماہرین کا اس بات پر بھی یقین ہے کے بوروژوازی نے پرانے نظام کا خاتمہ کیا کیونکہ اس نظام نے اشرافیہ اور مذہبی طبقے کو اقتدار اور مراعات کا مالک بنایا تھا۔

انقلابی عمل نے فرانس میں ایک بحران کی فضاء پیدا کی 1789ء میں فرانسسی باشندے نظام بادشاہت پر سخت تنقید کرتے جس میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوا ۱۷۸۰ء میں فرانس میں ایک بڑے مالیاتی بحران نے جنم لیا جس کی وجہ سے عوام میں حد درجہ بے چینی پھیلی جس کا اختتام انقلاب فرانس پر ہوا کیونکہ بادشاہوں کا مالیاتی نظام نہایت بوسیدہ، فرسودہ اور غیر فعال ہو چکا تھا دوسری جانب فرانس کا نہ کوئی بینک تھا اور نہ کوئی قومی خزانہ اشرافیہ اور کلیساء سے وابستہ مذہبی پروہت اور پنڈت نہایت معمولی ٹیکس ادا کرتے فرانس نے 1740ء سے 1783ء کے دوران تین مہنگی جنگوں میں بھی حصہ لیا جس کی وجہ سے ملکی قرضہ بہت بڑھا 1789ء میں ریاست کو اپنی سالانہ آمدنی کے ایک بڑے حصے کو قرض کی شکل میں ادا کرنا پڑتا لوئی xvi کو ایک کمزور بادشاہ کی حیثیت حاصل تھی بادشاہ، امراء اور ان کے اہل خانہ کی عیاشیوں اور فضول خرچیوں نے مالیاتی نظام کو شدید نقصان پہنچایا دوسری جانب عوام مسلسل بھاری ٹیکسوں کے نیچے دبتے چلے گئے جو بعد ازاں انقلاب فرانس کی اہم وجہ بنا اگرچہ حکومت نے اصلاح کی کئی کوششیں کیں لیکن وہ موثر ثابت نہ ہو سکیں فرانسسی فوج لڑائی کے لئے تیار نہ تھی کیونکہ وہ گزشتہ جنگوں میں متواتر شکست سے دو چار تھیں لیکن اس دور کے جوشیلے مقرروں نے عوام کے حقوق کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی ودسری جانب بادشاہ وقت نے انقلاب فرانس کو روکنے کی ہر ممکن کوششیں اور سازشیں بھی کیں لیکن وہ اس میں ناکام رہا

انقلاب فرانس کے رہنماGeorges Jacques Dantonنے اپنی جوشیلی تقاریر سے عوام میں زبردست مقبولیت حاصل کی تاہم Vergniaud نے ۳ جولائی ۱۷۹۲ء کو قانون ساز اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے بادشاہ لوئی xvi کی سازشوں کا پول کھول دیا جس کی وجہ سے بادشاہ کو معزول ہونا پڑا، اگلے ماہ 21 جنوری 1793ء کو بادشاہ لوئی xvi کو سزائے موت دی گئی۔ اس طرح ایک استبدادی نظام اور اس کے علمبردار اپنے انجام کو پہنچے۔ جبکہ عوام کے حقوق اور ان کی امنگوں کی جیت ہوئی۔ ۵۔

انقلاب فرانس ایک موثر قدم تھا جس کے بعد یورپ کی شہنشاہیت کا خاتمہ ہوا انقلاب فرانس کے بعد نپولین نے شہنشاہ کا لقب اختیار کیا لیکن اس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا اس انقلاب کے بعد یورپ کی وسیع وعریض سلطنتیں ختم ہوتی گئیں جس کی جگہ نیشنلزم کی بنیاد پر قومی ریاستیں وجود میں آئیں تاہم ریاست کی تنظیم قوم کی بنیاد پر تھی اور قوم کی تنظیم افراد پر مشتمل تھی اگرچہ ریاست موثر قانون سازی کے ذریعے کمزور اور طاقتور کے درمیان توازن قائم رکھنے کی کوشش کرتی لیکن اگر اس توازن میں بگاڑ پیدا ہوتا تو عوام اپنے حق رائے دہی کو استعمال کرتے ہوئے حکومت کو بدل کر رکھ دیتے۔

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

قرون وسطٰی میں جمہوریت کے کچھ اصول وضع کئے گئے چنانچہ غلاموں میں کمی آئی اور جاگیرداری نظام نے ایک نئی شکل اختیار کی جس کے نتیجے میں ایک امیر تجارتی طبقہ وجود میں آیا جس کے پاس وقت اور وسائل کی بہتات تھی تاہم اس طبقے نے ملکی سیاست پر اثر انداز ہونا شروع کیا اور نتیجے کے طور پر یونانی اور رومن اصولوں پر مبنی جذبہ آزادی کا دوبارہ جنم ہوا مساوی سیاسی وسماجی حقوق کے تصورات نشاۃ الثانیہ کے دوران مزید واضح ہوئے جب

انسانیت دوستی کوفروغ حاصل ہوا بعد ازاں عہد اصلاح میں مذہبی آزادی کے لئے جدوجہد نے اسے مزید آگے بڑھایا۔

انگلینڈ میں بادشاہت کے خلاف پہلی عوامی بغاوت 1642ء میں ہوئی جس کے نتیجے میں بادشاہ چارلس اول کوسزائے موت ہوئی عوام کے اسی شرفاء مخالف رویے نے عوامی اور جمہوری حکومتوں کے لئے راہ ہموار کی گو کہ ان اقدامات کے پیچھے سیاسی فلسفیوں کا ہاتھ تھا تاہم انیسویں صدی کے اختتام سے قبل ہر اہم مغربی یورپی بادشاہت نے ایک آئین اپنا لیا جس میں بادشاہ کے اختیارات پر قدغن لگائی گئی جس کے نتیجے میں عوام کو کچھ اختیارات حاصل ہوئے کئی ممالک میں برطانوی پارلیمنٹ کی طرز پر ایک منتخب نمائندہ مقننہ تشکیل دی گئی کیونکہ اس وقت برطانوی سیاست عالمی جمہوریتوں کی تنظیم پر اپنا اثر ورسوخ رکھتی تھی اگرچہ انقلاب فرانس نے بھی اپنے اثرات مرتب کئے لیکن ریاست ہائے متحدہ کے جمہوری ادارے بہت سے لوگوں کے لئے مثالی ہیں جدید جمہوریت کے اہم عناصر میں انفرادی آزادی شامل ہے جو شہریوں کو اپنے مستقبل سے متعلق فیصلے کو متشکل کرنے میں مدد اور اختیار دیتی اس ضمن میں تمام بالغ شہریوں کو ووٹ کا حق حاصل ہوتا ہے ہر حکومت میں جمہوریت کے کچھ نہ کچھ اصول متعین ہوتے ہیں لیکن ان پر عمل درآمد مختلف ممالک میں مختلف انداز سے ہوتا ہے۔

مذہب: Religion:

اکیسویں صدی کی ابتداء میں یورپیوں کی ایک بڑی اکثریت عیسائی مذہب کی پیروکار تھی یہاں کا سب سے بڑا مذہبی گروپ رومن کیتھولک ہے اس فرقے سے تعلق رکھنے والے زیادہ تر افراد کا تعلق فرانس، اسپین، پرتگال، اٹلی، آئرلینڈ، بلجیئم، جنوبی جرمنی، اور پولینڈ سے ہے دوسرا بڑا گروپ پروٹسٹنٹ عقائد کے پیروکاروں کا ہے جو شمال اور وسطی یورپی

ممالک جن میں انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ، شمالی جرمنی، نیدرلینڈ اور سکینڈے نیویائی ممالک شامل ہیں تیسرا اہم عیسائی گروپ آرتھوڈوکس کلیسا کا ہے جو روس، یوکرائین، بیلا روس، یونان، بلغاریہ، رومانیہ، سربیا، اور مونٹ نیگرو میں آباد ہے اس کے علاوہ بیش تر یورپی ممالک میں یہودی برادریاں موجود ہیں جن کی بڑی تعداد روس میں ہے البانیہ اور ترکی میں مسلمانوں کی غالب آبادی ہے

ہزاریہ: Millennium:

Millennium یعنی ہزاریہ لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ایک ہزار کے ہیں مختلف عیسائی عقائد میں ہزارے یعنی ایک ہزار سال کو اہمیت حاصل ہے بائبل کی کتاب مکاشفہ میں یہ پیشن گوئی کی گئی ہے کے ایک ہزار سال کے بعد دنیا ختم ہوجائے گی اور یسوع مسیح دنیا میں تشریف لائیں گے ہزارے کا تصور صرف مسیحیت میں نہیں بلکہ دیگر مذاہب میں بھی موجود ہے۔ مغربی مفکرین عام طور پر ہزارے سے مراد امن و آشتی، سکون اور ہم آہنگی لیتے ہیں 2000ء کے بعد لوگوں میں ایک نئی امید جاگی لیکن اس کے ساتھ ہی دنیا کی بڑی جنگیں اور تباہی کے خدشات بھی سامنے آئے۔

یورپ میں روشن خیالی کا عہد: Age of Enlightenment 109

اٹھارہویں صدی میں انقلاب فرانس سے قبل یورپ اور امریکی نوآبادیاتی فکر اور علم وفضل کے لئے روشن خیالی کے عہد کی اصطلاح استعمال کی گئی کیونکہ اہل علم کا یہ خیال تھا کے وہ جہالت اور اندھیرے کے دور سے نکل کر روشن خیالی کے عہد میں داخل ہو چکے جہاں علم وعقل، سائنس وٹیکنالوجی، تحقیق اور احترام انسانیت کی روشنی پھیلی ہے اس دور میں کئی فلسفی، دانشور، ادیب، شاعر، اداکار، فن کار، ڈرامہ نگار، سائنسدان اور ماہرین نے اپنی تھیوریز پیش

کیں اور دنیا سے داد وصول کی مثلاً اسی عہد میں نیوٹن نے کشش ثقل دریافت کی ڈیکارٹ، باروک سپینوزا، تھامس ہوبز اور جان لاک، والٹیئر جیسے مفکرین اور فلسفیوں نے بھی اپنے نظریات اور خیالات کا اظہار کیا اگرچہ اس عہد میں زیادہ تر مفکرین اور فلسفیوں کا تعلق فرانس سے تھا اور وہ اپنے آپ کو انسانیت کے دوست کہلوانا پسند کرتے تھے۔

دیگر یورپی ممالک کے جید اہل علم جن میں جرمنی کے کانٹ، انگلینڈ کے ڈیوڈ ہیوم، اٹلی کے سیزر بیکاریا، امریکی نوآبادیات کے تھامس جیفرسن اور بنجیمن فرینکلین شامل تھے ان سب نے اپنے نظریات اور خیالات سے دنیا کو متاثر کیا۔

عام خیال ہے کے روشن خیالی کا عہد 1789ء میں انقلاب فرانس پر اختتام پذیر ہوا تاہم روشن خیالی کے عہد نے انیسویں اور بیسویں صدی کے لئے ایک پائیدار علمی ورثہ چھوڑا نا صرف یہ بلکہ اس نے کلیساء کے انحطاط اور جدید سیکولرازم کی نشونما میں بھی ایک اہم کردار ادا کیا۔[۶]

یورپیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

European's view of life after death and Funeral

یورپ کی غالب آبادی میں عیسائی اور یہودیوں کی کثیر تعداد ہے یعنی یہ اہل کتاب ہیں ان کا تعلق قوم بنی اسرائیل سے ہے جن کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے دنیا میں سب سے زیادہ پیغمبر بھیجے گئے چنانچہ ان کے یہاں مردے کی آخری رسومات میں مقدس کتاب کو پڑھا جاتا ہے تاکہ مرنے والے کی روح کو سکون حاصل ہو سکے نیز یہ اپنے مردوں کو نہلا کر زمین میں دفن کرتے ہیں۔

عیسائی اپنے مردوں کو قیمتی لباس (سوٹ بوٹ) پہناتے ہیں اور انھیں تابوت میں

لٹا کر تابوت کا ڈھکن بند کر کے زمین میں اس تابوت کو دفنا دیتے ۔ یہودی بھی اپنے مردوں کو زمین میں دفناتے ہیں ۔

ان دونوں کا یہ ماننا ہے کے ہم اللہ کی پسندیدہ اقوام ہیں لہٰذا ہم سے اللہ تعالی معمولی سے جرح کریں گے اوراس کے بعد ہم داخل جنت کردئے جائیں گے،مردے کی آخری رسومات کے موقع پر پوپ اور دیگر مذہبی شخصیات موجود ہوتیں جو مردے کے روحانی سکون کے لئے دعا کرتے عزیز واقارب جن میں مردوخواتین دونوں شامل ہوتے وہ آخری رسومات میں عمدہ سیاہ لباس پہن کر شریک ہوتے مرنے والے سے اپنی محبت کے اظہار کے لئے اس کی قبر پر پھول رکھے جاتے ہیں اور موم بتیاں بھی روشن کی جاتیں ۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

صنعتی انقلاب: Industrial Revolution:

انگلینڈ کے صنعتی انقلاب کو آرنلڈ ٹائن بی نے انقلاب سے موسوم کیا ہے فرانس کے مورخ بروڈل کہتے ہیں کے یورپ صنعتی انقلاب لانے کا ذمہ دار ہے جو مسلسل آگے کی جانب بڑھ رہا ہے بروڈل صنعتی انقلاب کی ابتداء قرون وسطیٰ یعنی (سولھویں صدی) سے شروع کرتا ہے کیونکہ اس دور میں پانی اور ہوا سے چلنے والی چکیاں تھیں جو بارہویں صدی تک یورپ میں استعمال ہوتی رہیں بعدازاں یورپی تاجر مشرق بعید سے گرم مصالحہ خریدتے اوراسے ہندوستان میں فروخت کرتے جبکہ ہندوستان سے کپڑا خرید کر اسے مشرق بعید میں فروخت کیا جاتا ابتدائی دور میں خشکی اور سمندری دونوں ہی راستے پرخطر اور پیچیدہ تھے چنانچہ دونوں ہی راستوں سے تجارت میں بڑی مشکلات تھیں مثلاً پندرہویں صدی میں اسپین سے اون ڈھو کر فلورنس پہنچائی جاتی پھر یہاں سے یہ اون مختلف یورپی ممالک تک جاتی جس میں تقریباً تین سال کا عرصہ لگتا

جبکہ ان تین سالوں میں یہ سرمایہ پھنسا رہتا ابتدائی دور میں ہر پیشہ ور تنہا وہ چیز بناتا تھا مثلاً اگر جوتا بنانا ہے تو موچی تنہا پورا جوتا خود ہی بناتا دوسری جانب فرانس، جرمنی، اٹلی اور اسپین میں اشیاء تجارت پر بھاری ٹیکس ادا کرنا پڑتا پھر مال کی ایک جگہ سے دوسری جگہ ترسیل میں چنگی ادا کرنی پڑتی لیکن انگلینڈ میں اس قسم کے اندرونی ٹیکسز نہیں تھے انگلینڈ میں ناپ تول کے معیاری پیمانے تھے اس معاشرے میں وقت کی اہمیت کا بے حد احساس موجود تھا اٹھارہویں صدی میں انگلینڈ میں سب سے زیادہ ٹائم پیس اور گھنٹہ بنتے اور دنیا بھر میں فروخت کئے جاتے وقت کی پابندی نے انگریزوں کی ترقی اور ان کی شخصی نشونما میں مثبت تبدیلی پیدا کیسترہویں صدی میں بینکنگ سسٹم نے کاروبار کو آسان بنایا کیونکہ کریڈٹ پر تاجروں کو سرمایہ فراہم کیا جاتا دوسری طرف جوائنٹ اسٹاک کمپنیز کے قیام نے نفع نقصان میں سب برابر کے شریک ہونے کا تصور دیا برطانیہ میں دیگر یورپی ممالک کے مقابلے میں مذہبی تعصب کم تھا لیکن فرانس میں مذہبی تعصب کی وجہ سے پروٹسٹنٹ فرقے کی مذہبی آزادی پر کاری ضرب لگی جس کے نتیجے میں کئی لوگوں کا قتل عام بھی ہوا سولہویں صدی میں نیدرلینڈ سے جولاہے آکر انگلینڈ میں آباد ہوئے ان جولاہوں کے ساتھ کسانوں کی بھی بڑی تعداد یہاں آئی جنھوں نے زراعت میں نکاسی آب کے طریقوں کو متعارف کیا۔ اسپین سے نکالے ہوئے یہودیوں کی بڑی تعداد نے بھی انگلینڈ کا رخ کیا۔

یہ یہودی تجارت اور مالیات کے بڑے ماہر تھے، رواداری اور اچھے باہمی تعلقات کی وجہ سے صنعت وحرفت نے بے حد ترقی کی۔ جس کا فائدہ برطانیہ کو ہوا۔

اٹھارہویں صدی میں برطانیہ کا ٹیچ انڈسٹری میں دوسرے ممالک سے کہیں زیادہ آگے تھا کیونکہ وہ گھریلو کاریگروں کو مال فراہم کرتے اور ہفتے کے آخر میں انھیں اجرت دی

جاتی کاریگر کام کرنے میں آزاد تھا وہ جب چاہتا اپنے گھر میں اپنی خوشی سے کام کرتا جس میں وقت کی کوئی قید نہ تھی کاٹیج انڈسٹریز کے بعد صنعتیں، کارخانے اور فیکٹریز کا قیام عمل میں آیا جہاں بڑی بڑی مشینوں پر کاریگر کام کرتے تیار مال اور خام مال کی آمدورفت کو آسان بنانے کے لئے کشادہ سڑکیں اور گزر گاہیں تعمیر کی گئیں جبکہ بحری راستوں میں حائل مشکلات کو بھی دور کیا گیا اور دریاؤں، نہروں اور سمندری سفر کو آسان بنایا گیا تاکہ مال تجارت ایک جگہ سے دوسری جگہ با آسانی منتقل کیا جاسکے تاہم ان اقدامات کی وجہ سے ترقی کے عمل میں اضافہ ہوا برطانیہ میں صنعتی انقلاب کے ساتھ ساتھ زرعی انقلاب نے بھی قدم جمایا چنانچہ آب پاشی فصلوں کو اگانے کے نئے طریقے، کھاد، معیاری بیج، نئی ٹیکنالوجی، فصلی بیماریوں کا علاج، کیڑے مار اسپرے اور زرعی تحقیق نے زراعت کے شعبے کو بھی بام عروج پر پہنچایا جس کے نتیجے میں عمدہ اور معیاری فصلیں تیار کی جاتیں، کوئلے اور لوہے کی کانوں اور دریافت نے صنعت کے پہیے کو مزید تیز تر کیا برطانوی نوآبادیات نے بھی صنعتی ترقی کو بام عروج تک پہنچایا کیونکہ برطانیہ اپنی نوآبادیات سے سستا خام مال خریدتا جیسے آگے منڈیوں میں مہنگے داموں بیچتا تھا صنعتی ترقی کے لئے سستی مزدوری کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جب اجرتیں بڑھتی ہیں تو صنعتیں کمزور ہوتی ہے دوسری جانب اجرتوں کے اضافے کے مطالبے سے مشینوں پر انحصار بڑھتا ہے کیونکہ مشینیں بغیر تھکے اور رکے کام کرتی ہیں اور انھیں چھٹی اور دیگر مراعات کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ کارخانوں اور فیکٹریز میں مزدوروں کی جگہ مشینوں نے لینا شروع کی، صنعتی انقلاب 1760ء کی دہائی میں انگلینڈ سے شروع ہوا جو 1820ء کی دہائی میں فرانس، بیلجیئم اور امریکہ تک پہنچا بعد ازاں روس اور مشرقی یورپ میں بھی اس نے اپنے اثرات مرتب کئے لانڈیس نے یورپی صنعتی انقلاب کی ایک بڑی وجہ تحصیل علم کو بتایا ہے کیونکہ

جب تک جہالت کا اندھیرا اور علم پر پابندیاں ہوتی ہیں نئے خیالات و افکار اور تجربات ومشاہدات کی راہ میں قدغن ہوتی ہے لیکن جب لوگ باشعور ہوتے ہیں اور علم اور تحقیق میں آزاد ہوتے ہیں تو نت نئی ایجادات سے ترقی کی نئی راہیں کھلتی ہیں، قرون وسطیٰ میں یورپ پر رومن کیتھولک چرچ کا تسلط اور اجارہ داری تھی لہٰذا ہر نئی فکر اور خیال کو مقدس کتاب کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا جاتا اور نئے خیالات اور افکار کو بغاوت سے تعبیر کیا جاتا دوسری جانب یورپ میں جب ریناساں اور ریفارمیشن کی تحریکیں شروع ہوئیں تو اس کے نتیجے میں علم آزاد ہوا اور ایجادات کا ایک نا تھمنے والا طوفان آ گیا جس نے پوری دنیا کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا سائنسی تجربات اور آلات کی ایجادات نے گویا بنی نوع انسانیت کو ترقی کی معراج پر پہنچا دیا اس دور میں بھی سائنسدان پابند سلاسل ہوتے رہے جبکہ کچھ کو تو نئے نظریات اور تھیوریز کی وجہ سے سولی پر بھی لٹکا دیا گیا لیکن تحقیق اور جستجو کا سفر جاری رہا صنعتی انقلاب نے فیوڈل ازم پر کاری ضرب لگائی جس کی وجہ سے سماج میں کئی انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں صنعتی انقلاب کی وجہ سے شہروں کی آبادی میں اضافہ ہوا کیونکہ گاؤں دیہات میں رہنے والے مزدوروں نے اپنے اچھے مستقبل کے لئے شہروں کی جانب نقل مکانی کی جہاں انھیں مختلف فیکٹریز اور کارخانوں میں اچھا روزگار مل جاتا صنعتی انقلاب کی وجہ سے بینک، مارکیٹس، بندرگاہوں اور منڈیوں میں لوگوں کا رش رہتا جبکہ دوکاندار اپنے گاہکوں سے خوش دلی سے پیش آتے بعد ازاں سیلز مین اور سیلز گرلز کی اصطلاح شروع ہوئی اور مارکیٹنگ کے شعبے میں ان کی اہمیت کو مسلمہ حیثیت حاصل ہوئی پروڈکٹ کی پیکنگ پر بھی کام ہوا اور اشتہارات پر بھی پیسہ پانی کی طرح بہایا گیا الغرض وائٹ کالر جاب کے حصول کے لئے سب ہی سرگرداں تھے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسکول، کالجز اور یونیورسٹیز کے نصاب میں تبدیلیاں کی گئیں۔ اب

طلباء کو بزنس، اکاؤنٹس، بزنس میتھس، ایڈورٹائزمنٹ، میڈیا سائنسز، آڈیٹنگ مارکیٹنگ، سیلز، پرچیز، ہیومن ریسورسز، ٹریننگ، بینکنگ، کامرس اور کاپوریٹ لاء جیسے مضامین پڑھنے پڑتے تاکہ صنعتی انقلاب میں مزید بہتری کے رجحانات پیدا کئے جاسکیں فیکٹریز اور کارخانے کے ملازمین چونکہ ایک چھت کے نیچے کام کرتے لہٰذا ان کے آپس کے تعلقات میں مضبوطی پیدا ہوئی جبکہ حادثات، بیماری یا کسی پریشانی کی صورت میں مزدوروں کی برادری یا یونین کا قیام بھی عمل میں آیا یہ یونین مزدوروں کے حقوق کی بات کرتی اور مالک اور نوکر کے درمیان کامیاب مذاکرات یا بات چیت اور معاملات کو بہتر انداز سے پیش کرتی یورپ کے آزاد معاشرے میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی کارخانوں ور فیکٹریز میں کام کرتیں لیکن انھیں مردوں کے مقابلے میں کم اجرت دی جاتی ہے۔

یورپ: Europe:

یورپ دنیا کے سات براعظموں میں سے ایک ہے اسے براعظم مانا جاتا ہے لیکن یہ یوریشیائی خطہ زمین کا مغربی ۲۰ فیصد علاقہ ہے جدید جغرافیہ دان عموماً کوہ ارال، کاسپیئن سمندر کے ایک حصے اور کوہ کا کیشا کو یورپ اور ایشیاء کے درمیان مرکزی حد قرار دیتے ہیں یورپ کا نام غالباً یونانی اسطوریات میں فینکس (ققنس) کی بیٹی 'یوروپا' یا پھر 'غروب آفتاب' کے لئے فنفیقی لفظ Ereb سے مشتق ہے رقبہ کے اعتبار سے یورپ سات براعظموں میں چھٹے نمبر پر ہے اس کا کل رقبہ 1.03.55000 مربع کلومیٹر ہے آبادی کے لحاظ سے یہ تیسرا بڑا براعظم ہے 2004ء میں اس کی آبادی 72 کروڑ 90 لاکھ تھی یورپی مین لینڈ لا انتہائی شمالی نقطہ ناروے میں کیپ نوردکن ہے، انتہائی جنوبی مقام جنوبی اسپین میں جبل الطارق کے نزدیک Punta de Tarifa ہے مغرب میں پرتگال کا Cabo daRoca اور مشرق میں روس کے

کوہ ارال کی شمال مشرقی ڈھلانیں اس کی انتہائی حدود ہیں یورپ زمانہ قدیم سے ہی عظیم ثقافت اور معاشی کامیابی کا مرکز رہا ہے قدیم یونانیوں اور رومنوں نے عظیم تہذیب پیدا کیں لیکن چودھویں صدی کے آغاز میں عہد نشاۃ ثانیہ یورپی آرٹسٹوں اور معماروں کے لئے عظیم کامیابی کا عہد تھا پندرھویں صدی میں کھوج اور دریافت کا عہد شروع ہونے پر یورپی جہاز رانوں نے کرہ ارض کے طول وعرض میں طویل بحری سفر کئے اسپین، پرتگال، فرانس اور برطانیہ سمیت یورپی ممالک نے بڑی بڑی نو آبادیاتی سلطنتیں قائم کیں اور افریقہ، امریکہ اور ایشیاء میں وسیع علاقوں پر قبضہ جمایا اٹھارہویں صدی میں صنعت وحرفت کی جدید صورتیں ارتقاء پذیر ہوئیں بیسویں صدی میں دو عالمی جنگوں نے زیادہ تر یورپ کو تباہ و برباد کیا دوسری عالمی جنگ 1945ء میں ختم ہوئی جس کے بعد براعظم دو مرکزی سیاسی و معاشی بلاکس میں بٹ گیا مشرقی یورپ کی کمیونسٹ اقوام مغربی یورپ کے غیر کمیونسٹ ممالک 1989ء اور 1991ء کے درمیان مشرقی بلاک ٹوٹ گیا کمیونسٹ حکومت نے بیشتر مشرقی یورپی ممالک میں اقتدار چھوڑ دیا مشرقی ومغربی جرمنی دوبارہ متحد ہوا سوویت کمیونسٹ پارٹی ختم ہوئی مشرقی یورپ اور یو ایس ایس آر کے مابین کثیر پہلو عسکری و معاشی تعلقات ٹوٹ گئے جبکہ یو ایس ایس آر خود بھی قائم نہ رہ سکا یورپ کا خطہ زمین کئی جگہوں سے ٹوٹا ہوا تھا اس میں متعدد کئی بڑے بڑے مثلاً اسکینڈے نیویائی، آئبریائی اور اطالوی اور کچھ چھوٹے (مثلاً کولا، جٹ لینڈ اور بریٹانی) جزیرہ نما موجود ہیں ساحل سے پرے واقع متعدد جزائر میں سے آئس لینڈ، برطانوی جزائر سارڈینا، سسلی اور کریٹ اہم ترین ہیں براعظم کا بلند ترین مقام جنوب مغربی روس کے کوہ کاکیشا میں البروز ہے جبکہ پست ترین نقطہ کاسپین سمندر کے شمالی کنارے پر سطح سمندر سے نیچے ہے زیادہ تر سمندر شمالی عرض بلد میں واقع ہیں لیکن اردگرد کے نسبتاً گرم سمندر زیادہ تر

وسطی ومغربی یورپ کوایک معتدل آب وہوا عطا کرتے ہیں جو سردیوں میں ٹھنڈے اور گرمیوں میں معتدل ہوتے ہیں مغربی ہوائیں شمالی اٹلانٹک سے گزرتے ہوئے گرم ہوجاتی ہیں جس کی وجہ سے یہاں سارا سال بارشیں ہوتی ہیں میڈی ٹرینین کی آب وہوا والے علاقے (اسپین، اٹلی اور یونان) میں موسم گرما کے مہینے عموماً گرم اور خشک رہتے ہیں موسم سرما میں بارشیں نہیں ہوتیں وسطی پولینڈ سے مشرق کی طرف سمندروں کے معتدل اثرات کم ہوجاتے ہیں جس کے نتیجے میں موسم ٹھنڈا اور خشک ہوجاتا ہے براعظم کے شمالی علاقے بھی اسی قسم کی آب وہوا رکھتے ہیں زیادہ تر یورپ میں ہر سال 20 سے 60 انچ تک بارشیں ہوتی ہیں۔

Names of European Countries: یورپی ممالک کے نام

یورپی یونین میں درج ذیل 28 ممالک شامل ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

1.Albania 2.Andorra. 3.Armenia. 4.Austria

5.Azerbaijan.6.Belarus. 7.Belgium 8.Bulgarialy.

9.Bosnia&Herzegovina 10.Croatia

11.Cyprus.12.Czechia.13.Denmark.14.Estonia.15.Finland.16.France

17.Georgia.18.Germany.19.Greece20.Hungary.21.Iceland.22.Ireland.

23.Italy. 24.Kosovo 25.Kazakhstan. 26.Latvia

27.Liechtenstein 28.Lithuania 29.Luxembourg.30.Malta

31.Moldova. 32.Monaco 33.Monenegro. 34.Netherland

35.NorthMacedonia.36.Norway 37.Poland.38.Portugal

39.Romania.40.russia.SanMarino 41.Serbia 42.Slovakia

43.Slovenia.44.Spain.45.Sweden 46.Switzerland. 47.Turkey

48.Ukraine. 49.United Kingdom. 50. Vatican City.

یورپی یونین: European Union:

یورپی یونین دراصل یورپی ممالک کی ایک تنظیم کا نام ہے جس کا مقصد رکن ممالک کے درمیان معاشی اتحاد کو فروغ دینا اور تعاون کو مضبوط کرنا ہے برسلز، بیلجیئم میں یورپی یونین کے ہیڈکواٹرز ہیں یورپی یونین کا باقاعدہ قیام یکم نومبر 1993ء کو عمل میں آیا یورپی برادری کے اراکین میں بیلجئیم، ڈنمارک، فرانس، جرمنی، یونان، آئرلینڈ، اٹلی، لکسمبرگ، نیدرلینڈ، پرتگال، یوکے اور اسپین تھے 1995ء میں آسٹریا، فن لینڈ اور سویڈن نے بھی اس میں شرکت کی 2004ء میں مزید کئی ممالک نے اس میں شرکت کی جس کی وجہ سے یورپی یونین کے ممبران کی تعداد 25 ہوگئی جن میں قبرص، چیک جمہوریہ، اسٹونیا، ہنگری، لٹویا، لیتھونیا، مالٹا، پولینڈ، سلواکیہ، اور سلووینیا شامل ہیں یورپی یونین کے مختلف مقاصد ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔معیشت کی مضبوطی۔ ۲۔آزاد تجارت۔ ۳۔سماجی مسائل کا حل۔ ۴۔مضبوط خارجہ پالیسی۔ ۵۔ملکی سلامتی۔ ٦۔مضبوط دفاع۔ ۷۔قانونی معاملات اور قانون سازی۔ ۸۔سرحدی پابندیوں میں نرمی۔ ۹۔کسٹمز اور امیگریشن کے معاملات۔ ۱۰۔اکنامک اینڈ مانیٹری یونین کا نفاذ۔

جنوری 2002ء میں یورو نے یورپی یونین کے 12 رکن ممالک کی قومی کرنسیوں کی جگہ لی تاہم 13 ممالک نے ابھی تک اس کرنسی کو قبول نہیں کی جن میں ڈنمارک، سویڈن،

یو کے اور دیگر مما لک شامل ہیں متحدہ یورپ کا خواب یورپ جتنا ہی پرانا ہے جسے شار لیمان نے دیکھا تھا تاہم 1800ء میں نپولین نے فرانسسی سلطنت میں یورپی براعظم کے زیادہ تر حصے کو شامل کیا دوسری عالمی جنگ میں ہٹلر نے نازی غلبے کے تحت یورپ کو متحد کرنے کی کوششیں کیں ان کوششوں کو کامیابی حاصل نہ ہوسکی کیونکہ ہر قوم اپنی ایک علیحدہ شناخت چاہتی ہے۔۸؎

فن تحریر: Mode of Writing:

براعظم یورپ میں پچاس مما لک شامل ہیں جن میں سے کئی مما لک میں فن تحریر ایک جیسا ہے یعنی یورپی مما لک میں انگریزی، جرمن، اسپینش، اطالوی، رشیئن اور یونانی زبانیں لکھی، پڑھی اور بولی جاتی ہیں۔

رونی حروف تہجی: Runic Alphabets:

رونی حروف تہجی ایک رسم الخط ہے جو کے سیدھی لکیروں کی مختلف ترتیب سے تشکیل پاتا ہے یہ رسم الخط 200ء سے 1200ء تک جرمائی/المانی قبائل میں اور بالخصوص سکینڈے نیویا اور برطانیہ میں استعمال ہوتا تھا۔۹؎

یورپی ادب: European Literature:

یورپ پچاس مما لک پر مشتمل ایک براعظم ہے جہاں تخلیق ہونے والا ادب مختلف یورپی زبانوں پر مشتمل ہے، جس میں انگلش، اسپینش، فرنچ، ڈچ، رومانین، اسکینڈے نیوئین، پولش، فینیش، آئرش، اطالوی جرمن اور سویڈش ادب شامل ہے مشہور یورپی ادیبوں میں جارج اورول، ایلڈوس ہکسلے، مارک ٹوئین، جارج ایلٹ، ایلگزینڈر، ایچ۔ جی ویل، انگلش

ادیبوں میں چارلس ڈیکینسن، جان آسٹین، ورجینا وولف، شارلٹ برونٹ، فرنچ ادیبوں میں مارشل پروسٹ، البرٹ کیمس، گیوسٹاوفیلبرٹ وکٹر ہیوگو، ایمل ژولا جرمن ادیبوں میں تھامس مین، گوینٹر گراس، ہیمین ہیس فریڈرکشیلر، این فرینک۔ اطالوی ادیبوں میں دانتے، امبرٹو ایکو، البرٹو مورویا، ایٹالوکلوینو، فرانسسکو پیٹرشیا، رشیئین ادیبوں میں ٹالسٹائی، ڈوسکی، الیگزنڈر پوشکن نیکول گوگل اور کئی شامل ہیں، یورپ کا جتنا ادب بھی اب تک تخلیق ہوا ہے اس میں اس ملک کے سماجی، معاشی، سیاسی، ثقافتی اور تاریخی لوک داستانیں شامل ہیں ہر دور کے ادب میں اس عہد کی ثقافت کی جھلک صاف نظر آتی ہے تاہم کسی بھی ادیب کی تحریر کی یہ کامیابی ہے کے وہ اپنے معاشرے کی ناہمواریوں کونہایت ایمانداری سے بیان کرے اگرچہ دنیا کے تمام ادب میں اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے یورپی ادب میں ان کے سماجی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی اتار چڑھاؤ کی داستانوں کو بھی رقم کیا گیا اور عوام وخواص کے طرز فکر اور فرق کو بھی بیان کیا گیا۔ ذیل میں یورپ کے چند بڑے ممالک کے ادب کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

انگلش ادب: English Literature:

انگلینڈ میں لکھا گیا ادب جس کا آغاز پانچویں صدی عیسوی میں اینگلوساکسنز کی جانب سے پرانی انگلش متعارف کروانے کے ساتھ ہوا پرانی انگلش کے ادب کا دور 450ء سے 1066ء تک کا ہے جب نارمن فرانسیسیوں نے انگلینڈ کو فتح کیا رومنوں کی پسپائی کے بعد پانچویں صدی میں یورپ پر چڑھائی کرنے والے جرمن قبائل اپنے ساتھ پرانی انگلش یا انگلوساکسن زبان لائے جو جدید انگلش کی بنیاد ہے پرانی انگلش میں زیادہ تر شاعری کا مقصد تعریفی گیت گانا تھا یہ شاعری حسن وعشق پر مشتمل، زندگی کی ناہمواریوں اور تقدیر کے سامنے

انسان کی کمزوریوں کا رونا روتی تھی Beowulf کی رزمیہ داستان اس کی ایک مثال ہے جو آٹھویں اور دسویں صدی کے درمیان لکھی گئی اس کا آغاز اور اختتام ایک عظیم بادشاہ کے جنازے پر ہوتا ہے مقدس حکایت اور کہانی نے بھی Beowulf جیسی ہیئت اختیار کرلی پرانی انگلش میں نثر کی نمائندگی بہت سی مذہبی تصانیف کے ذریعے ہوئی، شمالی انگلینڈ میں ساتویں صدی عیسوی میں خانقاہوں کی متاثر کن دانشوری لاطینی کتاب Historia Ecclesiastica Gentis Anglorum (انگریزوں کی کلیسائی تاریخ) کو عروج پر پہنچی جس کا مصنف Bede تھا 1066ء سے 1485ء تک وسطی انگلش کا عہد تھا جب مقامی انگلش انداز ہائے سخن اور موضوعات پر فرانسیسی ادب کا گہرا اثر پڑا عام ادبی ترکیب میں فرانسیسی نے کافی حد انگلش کی جگہ لی اور لاطینی زبان نے علم و فضل کی زبان کے طور پر اپنی حیثیت قائم رکھی چودھویں صدی میں انگلش جب دوبارہ حکمران طبقات کی پسندیدہ زبان بنی تو متعدد تبدیلیوں کے عمل سے گزر چکی تھی وسطی انگلش میں بولے جانے والے مختلف لہجے جدید انگلش جیسے ہی تھے اور انھیں آج بھی کسی بڑی مشکل کے بغیر پڑھا جاسکتا ہے چودھویں اور پندرھویں صدی کا وسطی انگلش ادب سابقہ پرانی انگلش ادب سے کافی مختلف تھا تاہم وسطی انگلش کو اطالوی اور فرانسیسی عناصر نے متاثر کیا۔

انگلش ادب کا عہد زرین 1485ء سے شروع ہوا اور 1660ء تک جاری رہا ولیم کاکسٹن کی شائع کردہ اولین تصانیف میں Malory کی Le monte d' Arthur بھی شامل تھی 1476ء میں جب کاکسٹن نے انگلینڈ میں پرنٹنگ پریس متعارف کروایا تو کتب بینی میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا سولہویں صدی کے آخری عشروں (ملکہ ایلزبتھ کے دور میں) سے قبل نیا ادب پروان نہ چڑھ سکا یورپی تحریک انسان دوستی نے کلاسیکی ادب کے مطالعہ کو

بہت زیادہ تقویت دی اور تعلیم میں اس طرح سے اصلاح کی کے ادبی اظہار شائستہ افراد کی معراج بنا قرون وسطٰی کے مصنفین میں سر ٹامس مور ممتاز ترین تھے جنھوں نے 1516ء میں ’یوٹو پیا‘ لکھی جبکہ انگلش ڈراموں کی آئندہ شکل اور انداز کو متشکل کرنے میں بین جانسن کو نظر انداز کرنا مشکل ہے بین جانسن کی کامیڈیز مثلاً Volpone (1606ء) اور دی الکیمسٹ

(1610ء) نے ایک نئے انداز سخن کو متعارف کروایا بعد ازاں ڈرامہ نگار فرانسس بیومونٹ اور جان فلیچر نے اسے اپنا استاد مانتے ہوئے المیہ کامیڈیز بھی لکھیں نشاۃ الثانیہ میں نثر کا اہم ترین کام بائبل کا انگلش ترجمہ تھا جو 1611ء میں شائع ہوا یہ کنگ جیمز کا متن بھی کہلاتا ہے اس نے بعد کے انگلش مصنفین کو متاثر کیا۔

1660ء میں چارلس دوم کی تخت پر بحالی سے لے کر 1789ء کا عہد بحالی کا دور کہلاتا ہے نشاۃ الثانیہ کے ادب میں شاعرانہ القایا تخیل کا عنصر غالب تھا مارلو شکسپیئر اور ملٹن کے القائی تخیلات، اسپنسر کا اچھوتا پن اور جان ڈے کا بے باک شاعرانہ انداز اس عمومی رجحان کی حمایت کرتے ہیں، سترہویں صدی کی ابتداء میں فرانسس بیکن نے استدلالیت پر زور دینا شروع کیا اس نے Advancement of Learning 1605ء اور TheNew Allantis 1627ء میں استدلال اور سائنسی طریقہ تفتیش کی حمایت کی جان لاک، ڈیوڈ ہیوم، تھامس ہوبز اور ایڈورڈ گبن نے انگلش ادب میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔

اٹھارہویں صدی کو ڈرائیڈن، پوپ اور جانسن کا عہد قرار دیا جاتا ہے ان تین ادبی شخصیات نے ادب میں کلاسیکی روایت کو جاری رکھا۔

1837ء میں ملکہ وکٹوریا کی تاج پوشی سے شروع ہونے والا وکٹوریائی عہد 1901ء میں اس کی موت تک جاری رہا یہ عہد متعدد بے ترتیب سماجی ترقیوں کا دور تھا جس نے اہل قلم

کوفوری نوعیت کے مسائل پر توجہ دینے پر مجبور کیا انگلش ادب کی شاعری اور نثر نگاری میں رومانوی انداز سخن غالب رہے لیکن بہت سے لکھاریوں نے انگلش جمہوریت ،عوام کی تعلیم ، صنعتی جستجو کی ترقی اور مادیت پسندانہ فلسفے پر بھی توجہ دی بعض مصنفین نے مزدوروں کی حالت زار کو بھی موضوع سخن بنایا بیسویں صدی میں دو عالمی جنگوں ،شدید مالی بحران اور جنگوں کے بعد برطانیہ میں سخت گیر زندگی انگلش ادب کا معیار اور سمت متعین کرنے میں مدد دیتے ہیں نئے ادیبوں نے وکٹوریائی عہد کی روایتی اقدار پر سوالات اٹھائے اور روایتی انداز کو مسترد کرتے ہوئے انھوں نے نئے انداز کو اپنایا ان مصنفین میں ورجینا وولف ،آلڈس ہکسلے ،ای ایم فارسٹر ،ڈی ایچ لارنس ،جیمز جوائس ،گراہم گرین ،جارج آرویل ،جارج برنارڈ شاہ، کنگسلے ،ایمس ،ڈورس لیسنگ ،انیتا بروکز ،ولیم گولڈن ،جان فاولز ،جولیان بارنز ،میھی اسمتھ، مارٹن ایمس ،وی ایس نیپال ،انیتا ڈیسائی ،رابرٹ گریوز ،ایڈتھ سٹویل ،ڈائلان ٹھامس ، ڈبلیو ایچ آون ،کرسٹوفر اور کارلائل چرچل نے بیسویں صدی میں انگلش شاعری ،ڈرامہ ،ناول اور نثر کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا ۔۱۰ے

جرمن ادب: German Literature:

آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر موجودہ عہد تک جرمن زبان میں لکھے جانے والے ادب جرمن ادب کہا جاتا ہے اس میں جرمن ،آسٹریائی اور سوئس ادیبوں کی تحریریں بھی شامل ہیں جیسے تین مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے ۔

جرمن زبان کی معلوم قدیم ترین ادبی تصنیف رزمیہ داستان Lay of Hildebrrand ہے جو 800ء کے قریب لکھی گئی لیکن اب اس کا کچھ حصہ دستیاب ہے دیگر داستانوں میں تھیوڈورک ،اٹیلا ہن اور سیگفرائیڈ جیسی سورما شخصیات

کے بارے میں بتایا گیا رومن کیتھولک کلیساء نے پاگان روایات کو مسترد کیا جو چوتھی سے بارہویں صدی عیسوی کے دوران جرمن ادب پر غالب قوت تھی فرانکش حکمران چارلس مارٹل اوراس کے جانشینوں کے عہد میں کئی خانقاہیں قائم ہوئیں جن میں موجودہ راہبوں نے قدیم ادب کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کی تاریخ کو بھی محفوظ کیا اس عہد میں اہم ادبی تحریریں لاطینی زبان میں تھیں جبکہ جرمن زبان پرانے ادبی ذخائر کے تراجم کے لئے ہی استعمال ہوتی رہی نثری ادب اور ڈرامہ بنیادی طور پر تیرہویں صدی عیسوی کی مذہبی تحریروں میں عام دستیاب ہیں لیکن شاعری سیکولر اظہار کا ذریعہ بنی دوسری جانب رزمیہ داستانیں، گیتوں اور ہجوگوئی نے شجاعت اور درباری محبت کو زبان دی صلیبی جنگوں کے قصے بھی ادب کا حصہ بنے ۔اس عہد کی ایک رزمیہ داستان King Rother کو سب سے زیادہ کامیابی ملی تیرہویں صدی کے نصف آخر میں متوسط طبقے اور کسانوں کے کردار کو ادب میں شامل کیا گیا بالخصوص مارٹن لوتھر کی تحریروں میں کسانوں اور عام انسان کے حقوق واضح انداز سے نظر آتے ہیں مارٹن لوتھر نے بائبل کا ترجمہ پہلی بار جرمن زبان میں کیا۔ سترہویں صدی میں کچھ جرمن ادیبوں نے فرانسسی ادب کے اثرات کو جرمن ادب میں سمونے کی کوشش کی ۔

اٹھارہویں صدی کی ابتداء میں جرمن ثقافتی زندگی نئی ادبی صورتوں اور تصورات کے لئے بہت قبولیت دکھانے لگی بعدازاں سورمائی بیانات کو زوال آیا اور جرمن فکشن میں حقیقت پسندی کا رجحان بڑھا انھی ادوار میں قصے، کہانیوں ،نظموں ، ناولز اور کامیڈیز پر بھی بہت کچھ لکھا گیا اور ادب کی ان اصناف کو بھی عوامی مقبولیت حاصل ہوئی جرمن کے مشہور فلسفیوں اور ادیبوں میں گوئٹے ،فریڈرک واں شلر ،فشٹے اور کانٹ شامل تھے گوئٹے کا اہم ترین کام شاعرانہ ڈرامہ فاوسٹ ہے جبکہ شلر نے معاشرے کی سیاسی ناہمواریوں کو اجاگر کیا۔

اطالوی ادب: Italian Literature:

تیرہویں صدی تک لاطینی ہی اٹلی کی ادبی زبان تھی جب سسلی دربار کے شعراء نے مقامی اطالوی زبان میں شاعری شروع کی۔ پیٹرارک یہ کام کرنے والا پہلا شخص تھا چودہویں میں دانتے کی تشبیہاتی تحریریں، پیٹرارک کے سانیٹ اور بوکاشیو کی نثری کہانیاں ملتی ہیں اطالوی زبان کی درجہ بدرجہ ترقی نے کئی مصنفین کو بام عروج پر پہنچایا لیکن پھر یہ زوال کا بھی شکار ہوا، آخر کار اٹھارہویں صدی میں ڈرامہ نگار الفیر ی اور گولڈونی اور شاعر فوسکولو نے ادبی بحالی کی تحریک شروع کی انیسویں صدی میں لیوپارڈی کی شاعری رومانیت کا واضح اثر رکھتی ہے بیسویں صدی کے ابتدائی مشہور مصنفین میں شاعر ڈی آئیز یوڈرامہ نگار پیرانڈیلو اور نقاد بینیڈ یٹو کروچے شامل ہیں سماجی اور اخلاقی موضوعات پر ادبی رائے بازی کا سلسلہ

1922۔43ء کے دوران فاشسٹ حکومتوں نے روکے رکھا دوسری عالمی جنگ کے بعد البرٹو مورادیا، پرائمو لیوی، اٹالو کیلو ینو کے نام قابل ذکر ہیں اطالوی ناول نگار امبرٹو ایکو اپنی تحریروں کی وجہ سے دنیا بھر میں مقبول ہوئے۔۱۱۔

فرانسیسی ادب: French Literature:

880ء کے وسط سے لے کر موجودہ دور تک فرانس میں لکھا گیا ادب فرانسیسی ادب کہلاتا ہے فرانسیسی ادب کو نہایت بھرپور اور متنوع قومی ادب میں شمار کیا جاتا ہے انسانی معاشرے کا تجزیہ اور معاشرے میں فرد کا مقام اس کی توجہ کا مرکز ہیں فرانسیسی ادب میں صرف فرانسیسی زبان میں لکھا گیا ادب ہی شامل نہیں بلکہ کینیڈا یا سینیگال جیسے دیگر ممالک کا دب بھی فرانسیسی ادب کے ضمن میں آتا ہے یہ ملک کے ثقافتی اور سیاسی تاریخ کا عکاس ہے 1789ء کے انقلاب فرانس تک فرانس کا سماجی اور سیاسی نظام رتبے یا طبقے پر مبنی تھا اور

ہر طبقے کے اراکین کے باہمی میل جول کے لئے طے شدہ اصول قائم تھے ثقافت اور معاشرے کا ہر پہلو ایک نظام مرتب کی طرح چلتا تھا بشمول ادبی اصناف کے مثلاً رزمیہ شاعری اعلیٰ ترین صنف تصور کی جاتی جبکہ عام نثری اصناف کو عوامی سمجھا جاتا۔

انقلاب فرانس (99۔1789ء) فرانسسی تاریخ کا ایک اہم موڑ تھا جس نے فرانسسی ادبی منظر نامے میں نمایاں تبدیلیاں کیں اس کے پیدا کردہ جمہوری جذبے نے حکومت اور معاشرے کے دیگر شعبوں میں رتبے، حیثیت اور طبقے کا فرق مٹایا۔1800ء کی دہائی کے مصنفین رومانٹزم نامی ادبی تحریک سے منسلک ہوگئے جس نے فرانسسی اکیڈمی (L'Acadmie Francalse) کے قائم کردہ تمام ادبی اصولوں کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا انقلاب کے بعد سے فرانسسی تحریریں تخلیقی آزادی اور ندرت سے متصف ہوئیں۔بیسویں صدی کے ڈاڈاازم، سرریئلزم، وجودیت، تھیئٹر ز، نئے ناولز اور جدیدیت کی صورت میں عروج پایا۔دوسری جانب ان اختراعات اور تجربات کے باوجود فرانسسی ادبی روایات بھی پرانے نظام کی طرح باقی رہیں فرانس کی ادبی تاریخ میں پیٹر لومبارڈ، ماری ڈی فرانس، گویلامے ڈی لورس، فرانسوئس ولون، کلیمنٹ ماروٹ، فرانسوئس رابلس، مائینی، رینے ڈیکارٹ، موئییر، کورنیلی، بیلز پاسکل، ژاں بائپسٹ، ریسان، وولٹیر، ڈینیس، چارلس ڈی مونٹسکیو، روسو مادام ڈی سٹائل، وکٹر، ہیوگو، ستاں وال، لیگزینڈر ڈیوماس، ہنری ڈی بالزاک، ایمائیل ژولا، موپساں، پال ورلین، آرتھر مباڈ، چارلس بوولیئر، ژاں کا کیٹو، آندرے بریٹن، پال ایولارڈ، آندرے ژید، فرانسوئس موریاک، آندرے مالراکس، مارسل پراوئسٹ، ژاں پال سارتر، البیر کامیو، سیمیون ڈی بووا، یوجین آیونیسکو، ژاں جینیٹ اور سیموئیل بیکٹ جیسے عالمی شہرت یافتہ آرٹسٹ، ادیب، شاعر اور مصور شامل تھے۔

بیسویں صدی کے اواخر کے ناول روایتی بیانیہ انداز کی جانب رجعت کا تاثر رکھتے ہیں ۔ان میں پس جدیدیت دنیا میں شناخت کے مسئلے کو موضوع بنایا یوں ان میں نئے عناصر اور نئے مسائل موجود ہیں لیکن 885ء سے چلی آرہی ایک روایت کے ساتھ ایک دلچسپی اور بامعنی کہانی بھی موجود ہے ۔ ۱۲؎

پولش ادب: Polish Literature:

پولش زبان میں تحریر کی گئی ادبی تخلیق کو پولش ادب کہا جاتا ہے پولش ادب کو پولینڈ میں بہت قدرومنزلت حاصل ہے کیونکہ اس ادب میں صدیوں کی تاریخی تلاطم خیزی،قوموں کا عروج وزوال ، اور کئی سماجی واقعات لکھے گئے پولینڈ کو لاطینی زبان دسویں صدی عیسوی میں اس وقت ملی جب عیسائیت کو یہاں کے سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل ہوئی چنانچہ پولینڈ کے پرنس Mieszkoاول نے 966ء میں عیسائیت کو قبول کیا اوراس طرح سے اس نے پولینڈ میں رومن کیتھولک خانقاہوں کے قیام کی اجازت بھی دی اوراس طرح سے عیسائیت کی ترویج واشاعت میں پادریوں نے اپنا کردارادا کیا کیونکہ اس جگہ کی سرکاری زبان لاطینی تھی چنانچہ پولش ادب کی بھی یہی زبان بنی اولین پولش ادب میں بارہویں صدی کی سوانحی تصنیف Chronicaاور پندرہویں صدی کی Annales شامل ہیں پندرہویں صدی کے آخر میں پولش ادب نے ایک نئی کروٹ لی جس کو ماہرین پولش ادب کا عہد زرین بھی کہتے ہیں یہ پولش نشاۃ الثانیہ کا دور تھا جوسولہویں صدی عیسوی تک جاری رہاسولہویں صدی کی ابتداء میں پولش زبان نے لاطینی کی جگہ ادبی حیثیت کو اختیار کیا۔

اس دور کے شاعروں اور ادیبوں نے گیت ، نغمے ،مرثیہ اور کتابیں لکھیں ۔

سترہویں صدی کا پولش ادب کافی متنوع تھا جس میں تلاطم خیز سیاسی اور عسکری

واقعات درج کئے گئے اسی دور میں لاطینی زبان میں ملک کی تاریخ بھی لکھی گئی اس عہد میں کامیڈیز، ڈرامہ، کہانیاں، قصے، ناول، افسانے، لوک داستانیں، گیت، رزمیہ شاعری اور مرثیہ لکھا گیا بعد کے ادوار میں بھی ادیبوں، شاعروں اور نثر نگاروں نے کئی علمی اور ادبی تخلیقات کیں نیز سماجی رویوں، حکومتی کارکردگی، ملکی اور سیاسی اتار چڑھاؤ کی داستانیں، سائنس، فکشن اور بہت کچھ تخلیق کیا گیا جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ ۱۳؎

آئرش ادب: Irish Literature:

آئرش ادب آئرلینڈ کے لوگوں کا تخلیق کردہ ادب ہے تاہم حالیہ برسوں میں ان لوگوں کے ادب کو بھی آئرش ادب میں شامل کیا گیا جو کے آئرش نسل سے تعلق رکھتے تھے لیکن وہ اپنے وطن سے دور دوسرے ممالک میں رہتے تھے آئرش ادب انگلش اور آئرش زبان میں تخلیق کیا گیا ادب ہے جس میں قدیم ادوار کے بادشاہوں کے قصے، محلاتی سازشوں، دشمنوں کے ساتھ جنگیں اور شہزادے اور شہزادیوں کی زندگی کے حالات لکھے گئے اس کے علاوہ ان کے یہاں کے سورماؤں کی بہادری داستانوں کو بھی نہایت اہتمام سے لکھا گیا آئرش ادب کا آغاز پانچویں صدی عیسوی میں ہوا عیسائی روایت کے بعد انگلینڈ کی نوآبادکاری نے آئرش ادب پر گہرا اثر مرتب کیا انگلش اور آئرش زبانوں میں آئرش ادب کی روایت خاصی مضبوط ہے چھٹی اور ساتویں صدی کے مخطوطات، پرانی کہانیاں، لوک داستانیں، رزمیہ شاعری افسانے، ناول، بادشاہوں اور سورماؤں کے قصے وغیرہ آئرش ادب کا بڑا حصہ ہے جسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

آئرلینڈ کے ادب میں لاطینی، نارمن فرانسسی، اسکاٹش، اور انگلش ادیبوں کی تحریریں بھی شمار کی جاتیں ہیں آئرلینڈ کے انگلش زبان میں لکھنے والے ممتاز ادیبوں میں

جوناتھن ،سوئفٹ ، اولیور گولڈ اسمتھ، ماریا ایجورتھ اور جارج برناڈ شا شامل ہیں آئر لینڈ کی ادبی زندگی بے حد جاندار ہے یہاں متعدد مشہور شاعر اور لکھاری رہتے ہیں جن میں سے اکثر کا تعلق شمالی آئر لینڈ سے ہے 1995ء کو سیمس ہینی کو ادب کا نوبیل پرائز ملا۔ ۱۴؎

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

براعظم یورپ پچاس ممالک کا مجموعہ ہے جہاں بے شمار تاریخی تعمیرات موجود ہیں جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

بروق(Baroque):

1600ء کی دہائی کے دوران یورپ اور امریکہ کی مخصوص یورپی آبادیوں میں آرٹ اور تعمیر کا غالب انداز اٹھارہویں صدی کے نصف اول میں آرٹ اور فن تعمیر پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے لفظ بروق غالباً پرتگیزی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی غیر ہموار موتی کے ہیں بروق آرٹ اپنے اندر وسیع علاقائی امتیازات سمیٹے ہوئے ہے۔

ایفل ٹاور(Eiffel Tower):

ایفل ٹاور فرانس میں واقع ہے اس کی تعمیر انقلاب فرانس کے 100 سال جشن کے موقع پر 28 جنوری 1887ء کو شروع کی گئی دو سال کے بعد یہ ٹاور 1889ء کو مکمل ہوا اس کی لمبائی 1000 فٹ ہے تاہم اپنی تعمیر کے بعد 40 برسوں تک یہ دنیا کی بلند ترین عمارت میں شامل رہا لیکن بعد میں اس سے اونچی عمارتیں بھی تعمیر کی گئیں۔

ایفی سس(Ephesus):

ایفی سس قدیم یونان میں ایونیا کے 12 شہروں میں سے ایک جو جدید ازمیر، ترکی کے قریب واقع تھا یہ ایشیائے کوچک میں تجارتی راستوں کے لئے مقام روانگی تھا۔ تاریخ میں

ایفی سس اپنی مقدس زیارت گاہوں بالخصوص مشہور معبد (سات عجائبات میں سے ایک) کی وجہ سے جانا جاتا ہے یہ معبد ارتمس یا ڈیانا دیوی کے اعزاز میں تعمیر کیا گیا اس کی بنیاد گیارہویں صدی ق م میں ایونیائی، یونانیوں نے رکھی 262 ق م میں یہ گوتھوں کے ہاتھوں تباہ ہوا ایفی سس کو دوبارہ تعمیر کیا گیا لیکن اس کی پہلی سی شان و شوکت واپس نہ آسکی بازنطینی عہد میں اس عمارت کا انحطاط شروع ہوا اور یہ ریت سے بھر گئی چودہویں صدی عیسوی میں یہ بالکل اجڑ گئی ایفی سس میں کھدائی کا آغاز 1863ء میں ہوا۔۱۵؎

ٹاور آف لندن (Tower of London):

لندن شہر کا ایک تاریخی قلعہ جس کو ٹاور آف لندن کہتے ہیں یہ قلعہ دریائے ٹیمز کی شمالی جانب واقع ہے جو رومن فصیلوں کی باقیات پر تعمیر کیا گیا۔ ولیم فاتح کے حکم پر 1078ء میں اس کی تعمیر کا آغاز ہوا۔۱۶؎

پیسا (Pisa):

وسطی اٹلی کا ایک شہر اور پیسا صوبے کا دارالحکومت، دریائے آرنو کے کنارے پر واقع ہے اس شہر میں بارہویں تا پندرہویں صدی کی متعدد قدیم عمارتیں موجود ہیں جنھیں دیکھنے کے لئے ہر سال سیاح یہاں آتے ہیں ایک عمارت باپٹسٹری کا آغاز 1153ء میں ہوا یہ رومن انداز کی ایک گول عمارت ہے جس کے اوپر ایک بڑا گول گنبد ہے گھنٹہ گھر کا مینار 'پیسا کا خمیدہ مینار' کے نام سے مشہور ہے اس کی تعمیر 1174ء میں شروع ہوئی معماروں کو بہت جلد اس بات کا اندازہ ہوگیا کے اس عمارت کے نیچے کی زمین نرم ہے تو انھوں نے اسے چھوڑ دیا لیکن چودہویں صدی کے نصف آخر میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی یہ ایک خمیدہ مینار ہے جس کو دیکھنے کے لئے سیاح دور دراز سے آتے ہیں۔۱۷؎

الحمبرا(Alhambra):

1248ء میں غرناطہ میں محمد ابن الاحمر نے اسپین کی مشہور ترین عمارت الحمبرا (سرخ) کی تعمیر کا حکم دیا اس عمارت میں 40,000 افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود تھی اس عمارت کے اردگرد خوبصورت باغات، فوارے اور کشادہ گزرگاہیں تعمیر کی گئیں اس عمارت کی تزئین وآرائش پر روپے کو پانی کی طرح بہایا گیا۔

القصر (Alcazar):

القصر قلعہ یا محل کو کہتے ہیں چودھویں اور پندرھویں صدی میں موروں اور عیسائیوں کی لڑائی کے دوران اسپین میں ایک عظیم الشان ہسپانوی قلعہ جسے القصر اشبیلہ کہتے ہیں کو مشہور بادشاہ پیڈرو ظالم نے بنوایا۔۱۸؎

بکنگھم پیلس(Buckingham Palace):

1837ء کے بعد سے برطانوی حکمرانوں کی رہائش گاہ جو لندن میں سینٹ جیمز پارک کے نزدیک واقع ہے بکنگھم کی پہلی تعمیر فرسٹ ڈیوک شیفیلڈ نے 1703ء میں کروائی 1761ء میں جارج سوم نے اسے شاہی خاندان کے لئے خریدا ملکہ وکٹوریہ کی جانشینی تک جیمز پیلس ہی سرکاری رہائش گاہ تھی بکنگھم پیلس میں 600 کمرے ہیں جبکہ یہاں موجود باغات 20 ہیکٹر رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں یہ پیلس اپنی بیش قیمت پینٹنگز کے خزانے کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔۱۹؎

بگ بین(Big Ban):

بگ بین لندن کا ایک گھنٹہ گھر ہے جو لندن کے پیلس آف ویسٹ مینسٹر کے مینار میں لگا ہوا ایک چودہ ٹن وزنی گھنٹہ ہے اس کا نام سر بینجمن پال (67۔ 1802ء) کے نام پر

رکھا گیا یہ گھنٹہ نصب کرنے کی ذمہ داری پر مامور تھا بگ بین کے بجنے کی آواز پہلی بار 1923ء میں نشر کی گئی۔۲۰؎

آکسفورڈ یونیورسٹی (Oxford University):

آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ کی ایک قدیم درسگاہ ہے بارہویں صدی عیسوی میں یونیورسٹی کے قیام سے قبل آکسفورڈ کا قصبہ ایک اہم تعلیمی مرکز بن چکا تھا یورپ سے آئے ہوئے اساتذہ اور محققین یہاں آکر آباد ہوئے یہاں 1117ء میں بھی لیکچرز دئے جاتے تھے ڈومینیکیوں، فرانسیکیوں، کاریلوں اور آگسٹائیوں سمیت بہت سے مذہبی سلسلوں کے ارکان نے تیرہویں صدی کے وسط میں آکسفورڈ میں رہائش اختیار کی پندرہویں صدی اور اس کے بعد نشاۃ الثانیہ کے نئے علم وفضل نے آکسفورڈ پر گہرے اثرات مرتب کئے انیسویں صدی کے دوران یونیورسٹی نے زبانی امتحانات کی جگہ داخلے کے تحریری ٹیسٹ لینا شروع کئے۔

آہوں کا پل (Bridge of Sighs):

آہوں کا پل وینس (اٹلی) میں ہے جو Dges پیلس کو ریاستی جیل کے ساتھ ملاتا ہے اس کی وجہ تسمیہ قیدیوں کی وہ آہیں تھیں جو انھیں محل سے جیل میں لے جاتے وقت سنائی دیتی تھیں۔۲۱؎

اقطینس (Ichtinus):

پانچویں صدی ق م میں یونانی ماہر تعمیر نے کالی کریٹس کے ساتھ مل کر ایتھنز میں پارتھیوں نے ڈیزائن کیا اقطینس نے ایلیوسس کے مقام پر Hall of Mysteries بھی بنایا۔۲۲؎

اکیڈمی (Academy):

385 ق م میں ایتھنز میں افلاطون کی قائم کردہ ایک درسگاہ جو بعد میں کالج بنا یہ درسگاہ یونان میں اکیڈمی کے نام سے جانی گئی یہاں فلسفہ، سائنس، مابعد الطبیعات ریاضی، نفسیات اور دیگر کئی علوم سیکھائے جاتے بعد ازاں جسٹینین نے اسے تباہ کیا۔ ۲۳؎

مجسمہ روڈز (Colossus Rhodes):

قدیم یونانی سورد دیوتا ہیلیوس کا دیوقامت ایک مجسمہ جو قدیم یونانی شہر روڈز کی بندرگاہ کے قریب نصب ہے یہ مجسمہ اندازاً 280 ق م میں بنایا گیا اس کا شمار دنیا کے ساتھ عجائبات میں کیا جاتا تھا لیکن زلزلے کے باعث اس کو کافی نقصان پہنچا۔ ۲۴؎

کیمبرج یونیورسٹی (Cambridge University):

یہ یورپ کی قدیم ترین یونیورسٹیز میں سے ایک ہے جبکہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے بعد برطانیہ کی دوسری بڑی اور سب سے زیادہ پرانی یونیورسٹی بھی ہے یہ یونیورسٹی کیمبرج شہر میں واقع ہے یہ فیکلٹیز، ڈیپارٹمنٹس اور 31 خودمختار کالجز کا ایک نظام ہے۔ کالجز اور یونیورسٹی کے الگ الگ کارپوریشنز ہیں لیکن سب ہی ایک متحدہ تعلیمی ادارے کا ایک جز ہیں۔

کیمبرج یونیورسٹی کا ہر طالب علم یہاں کا کارکن ہوتا ہے اس یونیورسٹی نے سولہویں صدی کے پروٹسٹنٹ اصلاح کے دوران نمایاں کردار ادا کیا اس یونیورسٹی سے کئی نامی گرامی افراد نے تعلیم حاصل کی جنھوں نے دنیا میں کئی کارنامے بھی انجام دئے ان میں ماہرین معاشیات، سیاسیات، ریاضی دان، سائنسدان، ادیب، شاعر اور مصلحین شامل ہیں۔

موسیقی: Music:

فن موسیقی ایک قدیم فن ہے جس نے دنیا بھر کے لوگوں کو متاثر کیا ہے دنیا کے ہر

ملک، خطے اور قبیلے میں ان کے مزاج، رہن سہن، تہذیب وتمدن اور رسم ورواج کے مطابق موسیقی کا اہتمام ہوتا رہا چھٹی صدی قبل مسیح میں یونان کے ایک فلسفی فیثا غورث نے کروں کی موسیقی کی بات کی بعد ازاں مغربی مفکرین نے بھی ستاروں اور سیاروں کے تال میل سے پیدا ہونے والے ردھم کو موسیقی جانا اور کائنات میں فطری عناصر سے پیدا ہونے والی آوازوں کو بھی موسیقی کی تعریف میں شامل کیا جس میں پانی کی لہروں کی آواز، ہواؤں کی سرسراہٹ، چڑیا کی چہچہاہٹ، بارش برسنے کی دل آویز آواز اور کوئل کا نغمہ سرا ہونا وغیرہ شامل تھا۔

الغرض موسیقی ایک کائناتی فلسفیانہ یا سائنسی فکری نظام کا جز ہے۔

مسیحیوں اور یہودیوں کی عبادات میں بھی موسیقی کا استعمال کیا جاتا ہے جبکہ ان کے تہوار، خوشی کے مواقع اور شادی بیاہ پر بھی موسیقی کا خاص اہتمام نظر آتا ہے۔

مغرب اور یورپ میں استعمال کئے جانے والے آلات موسیقی میں گٹار، پیانو، سیکسوفون، وائلن، سمفنی، ٹرمپٹ، سیلوس اور ڈرم وغیرہ قابل ذکر ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں نئے ایجاد کردہ آلات کا اضافہ بھی ہوتا جارہا ہے۔

وائلن (Violin):

وائلن کا استعمال تقریباً دوسو سال قبل یورپ میں ہوا1500ء کے اوائل میں یہ اٹلی میں بجایا جاتا تھا اور غالب امکان یہی ہے کہ یہ اٹلی میں ایجاد ہونے والا ساز تھا جس نے بہت جلد مقبولیت حاصل کی اس پر گھوڑے کے بال کے تار کھنچے جاتے اس کے علاوہ اور دیگر تار بھی لگائے جاتے جس سے سر پیدا ہوتا۔ ۲۵۔

ہارمونیکا(Harmonica):

منہ سے بجایا جانے والا ایک باجا ہے جس کے موجد چارلس ویٹ اسٹون تھے اب

یہ ساز متروک ہو چکا ہے۔

ہارمونیئم (Hamonium):

ہارمونیئم کو 1842ء میں فرانس کے الیکسانڈرے ڈیبیئن نے ایجاد کیا یہ ساز انیسویں صدی کے دوران یورپ کا مقبول ترین ساز تھا اس کی مقبولیت میں آج بھی کوئی کمی نہیں آئی ہے خاص کر ہندوستان اور پاکستان کی کلاسیکل موسیقی میں یہ ساز بہت مقبول ہے۔

بین (Bassoon):

بین کو الغوزہ بھی کہا جاتا ہے یہ لکڑی سے بنی ہوئی دو نالیوں والا باجا ہے جس میں عموماً آٹھ سوراخ ہوتے ہیں جن پر انگلیاں رکھ کر اس کو بجایا جاتا ہے یہ ساز بیلجیئم، فرانس، اسپین اور اٹلی میں کافی شہرت رکھتا ہے تاہم جدید الغوزہ انیسویں صدی کے وسط میں ایک فرانسسی فرم نے بنایا تھا اہل مغرب اور یورپ سے تعلق رکھنے والے افراد کو موسیقی سے خاص شغف ہے چنانچہ وہ اس کو سیکھتے ہیں اور ان محافل میں شریک ہوتے ہیں اہل مغرب موسیقی کو روح کی غذا تصور کرتے ہیں۔

موسیقی کو سیکھنے کے لئے کئی ادارے اور اکیڈمیز کا قیام یورپ میں جابجا نظر آتا ہے اسکول کی سطح سے ہی بچوں میں موسیقی کے شعور کو بیدار کیا جاتا جس میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا ہے صرف یورپ میں میوزیکل انڈسٹریز سے اربوں کھربوں کا کاروبار اور منافع حاصل کیا جاتا ہے۔

اہل مغرب اور اہل یورپ موسیقی کے رسیا ہیں اور انھوں نے اس فن میں عروج اور کمال حاصل کیا ہے وہ موسیقی کی کئی اصناف کے خالق بھی ہیں۔

Opera: **اوپیرا:**

اوپیرا موسیقی کے ساتھ گا کر اسٹیج پر پیش کیا جانے والا ایک ڈرامہ ہے جس میں اوپیرا کا متن گایا جاتا ہے جبکہ جسمانی حرکات موسیقی کی لے سے ہم آہنگ ہوتی ہیں بہت سے اوپیراز کے درمیانی وقفوں میں سازینے اور رقص کے مناظر بھی شامل کئے جاتے ہیں اوپیرا کا آغاز سولہویں صدی کے اواخر میں اطالوی ارسٹوکریسی کے درباروں سے ہوا جہاں جھروکوں حتیٰ کے بندٹینس کورٹس کو بھی اوپیرا پیش کرنے کے لئے موزوں قرار دیا گیا اطالوی موسیقار پیئر فرانچسکو کیوالی کا Glasone(1649) تقریباً پچاس برسوں تک اسٹیج پر حکمرانی کرتا رہا انیسویں اور بیسویں صدی کے اوائل میں اوپیرا کو عروج حاصل ہوا دو عالمی جنگوں اور موسیقی کے میدان میں زبردست ایجادات نے اوپیرا کو غیر مقبول بنایا لیکن اپنے عہد عروج میں یہ تفریح کا اہم ترین ذریعہ سمجھا جاتا تھا یورپ کے کئی عظیم ترین موسیقاروں نے درجنوں اوپیرا لکھے جس میں اس وقت کے عظیم اداکاروں نے کردار ادا کئے موسیقی کے میدان میں اوپیرا کے اثرات حیران کن تھے مثلاً سمفنی کا آغاز اٹھارہویں صدی کے اطالوی اوپیرا کے تعارف کی صورت میں ہوا۔ ۲۶ ؎

Polka: **پولکا:**

دو جوڑوں کا پر جوش رقص جو بالاصل بوہیمیا کا ایک لوک رقص ہے کو پولکا کہا جاتا ہے انیسویں صدی کے دوران پولکا بال روم کا پسندیدہ رقص بنا امریکہ اور یورپ میں اس کی متعدد صورتیں مقبول ہوئیں۔ پولکا میں نہایت تیز دھن بجائی جاتی جس میں پر جوش رقاص جوڑوں کی شکل میں نہایت تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنا رقص پیش کرتے۔ ۲۷ ؎

یورپ میں پائے جانے والے دیگر ممالک کے کچھ ثقافتی رقص اور دیگر جدید رقص

اور موسیقی ان کی زندگی میں حصول مسرت کا ایک موثر ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔

ہندی یورپی زبانیں: Indo-European Languages:

دنیا بھر میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں کا خاندان جس کی متعدد ذیلی شاخیں ہیں جس میں البانیائی، آرمینائی، بالٹک، کیلٹک، جرمن، یونانی، ہندی، ایرانی، سلاوی، اطالوی اور دفو معدوم شدہ اناطولیائی (بشمول حتی) اورتو چارئین شامل ہیں آج تقریباً ڈیڑھ ارب لوگ ہندی یورپی زبانیں بولتے ہیں انیسویں صدی کی ابتداء میں اس امر کے شواہد اکھٹے کئے گئے کے تمام رکن زبانیں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں سنسکرت اور یونانی زبانوں میں وسیع ادب نے بنیادی ہندی یورپی صورتوں کے اوصاف محفوظ رکھے ہیں جو ایک مشترکہ جدامجد زبان کی جانب اشارہ کرتے ہیں 1800ء میں سنسکرت، قدیم یونانی اور لاطینی زبانوں کے درمیان قریبی تعلق کا ثبوت دستیاب ہو چکا حتی تحریروں کو پڑھنے میں کامیابی اورتورچائین کی دریافت نے ہند یورپی لسانی خاندان پر مزید روشنی ڈالی۔ ۲۸۔

آرمینائی زبان: Armenian:

آرمینائی زبان، ہند یورپی زبان اور جمہوریہ آرمینا کی سرکاری زبان ہے آرمینیائی ،آرمینیا کے 30,000,00 (تیس لاکھ) سے زائد لوگوں کی زبان ہے اس کے علاوہ مشرق وسطی اور مشرقی یورپ، سابقہ سویت جمہوریاؤں اور شمالی امریکہ میں بھی تیس لاکھ افراد اس زبان کو بولتے اور سمجھتے ہیں انیسویں صدی تک آرمینائی کو ایرانی زبان کا ہی ایک لہجہ تصور کیا جاتا تھا۔ ۲۹۔

آسٹریائی/ایشیائی زبانیں: Austro-Asiatic Language:

آسٹریائی/ایشیائی زبان، جنوب مشرقی ایشیاء میں بولی جانے والی تقریباً ۱۵۰ زبانوں اور لہجوں کا گروپ ہے ان میں شامل ویتنامی، کھمیر، نکوباری اور ہندوستان کی منڈا زبانیں شامل ہیں درحقیقت اس گروپ کی زبانوں کے درمیان تھوڑی سی مصنوعی مشابہت موجود ہے تاہم ان کے مشترکہ ماخذ اور علیحدگی کے دور کا یقین کرنا مشکل ہے چنانچہ انھیں دیگر لسانی خاندانوں کے ساتھ منسلک کرنے کی کوشش کی گئی۔ ۳۰؎

ازبک زبان: Uzbic Language:

ازبک، ازبکستان کی سرکاری زبان ہے اس کا تعلق التائی لسانی خاندان کے قرلوق یا مشرقی ترکی گروپ سے ہے جدید ازبک سے پہلے کی زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی سوویتوں کے ماتحت جدید ازبک زبان بنائی گئی 1920ء کی دہائی کے اواخر میں سوویت حکومت نے لاطینی پر مبنی حروف تہجی کا استعمال لاگو کیا پھر 1940ء میں حکومت نے ایک سیرلیک رسم الخط نافذ کیا 1993ء میں خودمختار ازبکستان کی حکومت نے لاطینی رسم الخط بحال کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۳۱؎

اسپرانتو: Esperanto:

اسپرانتو زبان پولش باطن پرست لڈوک کی تخلیق کردہ ایک مصنوعی زبان ہے تاہم اس زبان کا نام ژیمنہوف کے قلمی نام اسپرانتو سے منسوب ہے جس کا مطلب 'امید کا حاصل' ہونا ہے یہ زبان پہلی بار 1887ء میں شائع ہوئی بیسویں صدی کے ابتداء میں بہت سے لوگ اسپرانتو سے واقف ہوئے اور یہ مصنوعی بین الاقوامی زبان کے مترادف بنی اسپرانتو زبان میں

بہت ادب لکھا گیا اس زبان کے ہجے صوتی ہیں جس میں لاطینی حروف تہجی کو بنیاد بنایا گیا اس زبان کے ذخیرہ الفاظ لاطینی، رومن اور جرمن زبانوں پر مبنی ہے۔ ۳۲ ؎

اسٹونیائی زبان: Estonian:

اسٹونیائی زبان شمالی مشرقی یورپ کی ایک جمہوریہ جس کے شمال میں فن لینڈ، خلیج، مشرق میں روس، جنوب میں لٹویا اور مغرب میں بالٹک سمندر واقع ہے لٹونیا، لیتھونیا اور اسٹونیا بالٹک ریاستیں ہیں۔ جہاں یہ زبان بولی جاتی ہے۔ ۳۳ ؎

اطالوی زبان: Italian:

اطالوی زبان ہند یورپی زبانوں کی رومن شاخ سے تعلق رکھنے والی ایک زبان ہے یہ زبان بالخصوص اطالوی جزیرہ نما، جنوبی سوئٹزرلینڈ، سان مارینو، سسلی، کورسیکا، شمالی سارڈینیا اور ایڈریاٹک سمندر کے شمالی مشرقی ساحل پر بولی جاتی ہے شمالی اور جنوبی امریکہ میں بھی کچھ لوگ اطالوی بولتے ہیں اس زبان کا تعلق تمام اہم رومن زبانوں میں کیا جاتا ہے اطالوی زبان لاطینی زبان کے قریب ترین سمجھی جاتی ہے۔

تحریری زندہ یا مردہ زبانوں کے درمیان کشمکش اٹلی سے زیادہ کہیں نہیں دیکھی گئی لیکن بہت سے لہجوں کی موجودگی اطالوی زبان کے ارتقاء کی تفہیم مشکل بناتی ہے دسویں صدی کی مقبول اطاولی دستیاویزات میں بھی اطالوی کا کوئی نہ کوئی مخصوص لہجہ ہی استعمال ہوا اگلی تین صدیوں کے دوران اطالوی مصنفین نے اپنے اپنے مقامی لہجوں میں لکھا چودھویں صدی میں ٹسکنی لہجہ غالب آنے لگا جس کی وجہ سے اٹلی میں ٹسکنی کی مرکزی حیثیت اور اس کے اہم ترین شہر فلورنس کا تجارتی مراکز بن جانا تھی آخر کار فلورنسی ثقافت نے ہی تین ادبی آرٹسٹ دانتے، پیٹرارک اور بوکاشیو پیدا کئے جنھوں نے قرون وسطی کے آخر میں ابتدائی نشاۃ الثانیہ کی

اطالوی فکر اور احساس کو بہترین انداز میں پیش کیا پندرہویں اور سولہویں صدی کے دوران گرامر کے ماہرین نے تلفظ پر متفق ہونے کی کوشش کی تا کہ ایک مرکزی اطالوی لہجہ تشکیل دیا جاسکے کلاسیکیت کی یہ کوشش ناکام رہی اور اطالوی ایک مردہ زبان بننے سے بچ گئی۔ ۳۴۔

البانوی زبان: Albanian:

البانوی زبان، البانیا، سربیا اور مونٹ نیگرو کے کچھ علاقوں میں بولی جاتی ہے اس کے علاوہ سابق یوگوسلاد، جمہوریہ مقدونیہ، یونان اور جنوبی اٹلی میں کچھ مقامات پر بولی جانے والی ہند یورپی زبان ہے گزشتہ تقریباً 1000 سال کے عرصے میں دو بڑی البانوی لہجے بنے گھیگ (شمالی البانیاں میں) اور توسک (دریائے شکمبم کے جنوب میں) گھیگ اور توسک بولنے والے لوگ ایک دوسرے کی بات کافی حد تک سمجھ جاتے ہیں 1909ء سے دوسری عالمی جنگ تک گھیگ لہجہ البانیا کی سرکاری زبان تھی لیکن بعد میں توسک البانوی کو سرکاری حیثیت دے دی گئی البانوی زبان رومن 36 حروف تہجی میں لکھی جاتی البانیا کا زیادہ تر ادب انیسویں صدی کی قومی بحالی سے بعد کی پیداوار ہے جبکہ قدیم ترین البانوی دستاویزات پندرہویں صدی کی ہیں۔ ۳۵۔

باسک زبان: Basque Languge:

باسک زبان شمالی وسطی اسپین میں آباد لوگوں کی زبان ہے یہ لوگ اپنی زبان کو Euskara بھی کہتے ہیں اس زبان کے متعدد لہجے ہیں البتہ اس پر فرانسسی زبان کا کافی گہرا اثر پایا جاتا ہے ماہرین لسانیات نے اس زبان کے ماخذ کی تلاش کی کافی کوششیں کیں تاہم وہ اس نتیجے پر پہنچے کے یہ ایک الگ تھلگ زبان ہے باسک تاریخی طور پر ڈاکیومنٹ کی گئی ایک قدیم زبان ہے تاہم اس میں لکھا گیا ادب خاصا قلیل ہے۔ آج بھی کئی لوگ ایسے ہیں جو اس

زبان کو زندہ رکھنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔۳۶؎

رومانس زبانیں: Romance Languge:

رومانس زبانیں قدیم لاطینی زبان سے ماخوذ جدید زبانوں کا ایک گروپ ہے اس زبان کے بولنے والوں کی تعداد تقریباً چالیس کروڑ کے لگ بھگ ہے یہ زبانیں ہندی یورپی زبانوں کے ایک اہم گروپ کو تشکیل دیتے ہیں جن کا تعلق اطالوی زبانوں کی ذیلی شاخ سے ہے پانچویں اور نویں صدی کے دوران انھوں نے لاطینی سے علیحدگی اختیار کی ماہرین لسانیات لسانی کسوٹی کے علاوہ جغرافیائی بنیادوں پر بھی اس گروپ کو مزید شاخوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔اسکولر۔سارڈینیائی۔

۲۔کانٹی نینٹل، بلقان، اطالوی، ہسپانوی، پرتگیزی، فرانسسی پروونسال اور کیٹالان وغیرہ۔۳۷؎

یونانی زبان: Greek Language:

یونانی زبان جس میں قدیم ایٹک، ہیلینائی، بازنطینی اور جدید ادوار شامل ہیں یہ ہند یورپی زبانوں کی یونانی شاخ کی واحد رکن ہے جدید یونانی زبان قدیم یونانی لوگوں کی زبان سے کافی مختلف ہے لیکن دونوں کے حروف تہجی فنیقیوں والے یعنی 24 حروف پر مبنی ہیں ریکارڈ شدہ تاریخ سے پہلے گزشتہ کئی صدیوں تک یونانی زبان بولی جاتی رہی وسطی اور شمالی ایشیاء سے جنوب کی زرخیز سرزمین کی جانب ہجرت کر کے آنے والے قبل از تاریخ لوگ یونان کے مختلف حصوں میں آباد ہوئے لیکن ان سب کا ایک الگ اور جداگانہ لب ولہجہ تھا یونانی زبان کے چار مرکزی لہجے آرکیڈیائی قبرصی، ڈورک، ایولیائی اور ایونیائی ہیں تاہم جدید یونانی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں دیگر بیرونی زبان بالخصوص اطالوی، ترکی اور فرانسسی سے براہ راست

مستعار لئے ہوئے الفاظ کی ایک بہت بڑی تعداد شامل ہے۔۳۸۔

التائی زبان: Altaic Language:

التائی زبانیں دراصل یوریشیاء کے وسیع علاقے (مغرب میں ترکی سے لے کر مشرق میں Okhotsk سمندر تک) بولی جاتی ہے التائی زبان کا شمار زبانوں کے خاندان میں کیا جاتا ہے بیشتر ماہرین لسانیات التائی زبان کو تین مرکزی خاندانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ا۔ترکی۔۲۔منگولیائی۔اور۔۳۔ٹنگوسی جبکہ کچھ نے کوریائی، جاپانی اور Ainu زبان کو بھی التائی خاندان میں شامل کیا ہے ترکی زبان کی پانچ شاخیں ہیں۔ا۔اوغز۔۲۔قپچاق۔ ۳۔کارلک۔۴۔ہونک۔۵۔چواش۔

وسطی ایشیاء کے التائی پہاڑوں سے منسوب اس خاندان کی زبانیں شمالی چین، عوامی جمہوریہ منگولیا، سویت یونین، افغانستان، ایران اور ترکی میں بولی جاتی ہے۔مختلف التائی زبانوں کے درمیان جینیٹک تعلق بھی قابل ذکر ہے لیکن بہرحال ان میں صوتی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔۳۹۔

اناطولیائی زبان: Anatolian Languages:

اناطولیائی زبانیں دراصل ایشیاءکوچک کی زبانیں ہیں جو کے اب دنیا سے معدوم ہوچکی ہیں یہ زبانوں کے ہند یورپی خاندان سے تعلق رکھتی ہے ان میں حتی، لوویائی، پالیک، لائیشیئن اور لیڈیائی زبانیں شامل ہیں۔

بلغاری زبان: Bulgharian Language:

بلغاری زبان کو جنوبی سالوونک گروپ کے اسی لاکھ افراد بولتے اور سمجھتے ہیں یہ

افراد بلغاریہ، یونان ، رومانیہ اور سابقہ سوویت یونین کے مختلف علاقوں میں رہتے ہیں نویں صدی میں اس زبان میں ادب بھی تخلیق کیا گیا۔ ۴۰؎

ترکی زبان: Turkish Language:

ترکی کی قومی زبان ترکی ہے جیسے وسط ایشیاء، بلقان، اور مشرق قریب کی کچھ ترک اقلیتیں بولتی ہیں یہ زبان آذری اور ترکمانی سے قریبی طور پر منسلک ہے تاہم ترک زبان التائی لسانی خاندان کی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے ترکی قدیم اناطولیائی زبان سے بھی ماخوذ ہے جو سلجوق ترکوں کے ہمراہ گیارہویں صدی میں ایشیائے کوچک میں آئی پھر قدیم اناطولیائی زبان سلطنت عثمانیہ کی زبان بنی سلطنت عثمانیہ کی وسعت کے دوران ترکی زبان میں دیگر زبانوں کے الفاظ شامل ہوتے گئے جس میں سرفہرست عربی اور فارسی زبانیں ہیں یہ زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے 1929ء میں ترکی لکھنے کے لئے عربی رسم الخط کی جگہ رومن یا انگلش رسم الخط اپنایا گیا۔ ۴۱؎

سلاوی زبانیں: Slavic Languages:

سلاوی زبانیں ہندیورپی لسانی خاندان کی ایک ذیلی شاخ ہے جیسے مشرق، وسطی یورپ، بلقان جزیرہ نما اور شمالی ایشیاء کے تقریباً 25 کروڑ افراد بولتے اور سمجھتے ہیں سلاوی زبانیں بالٹک زبانوں کے ساتھ مخصوص اہم اوصاف میں شریک ہیں کچھ محققین کے خیال میں دونوں لسانی گروپ ایک بالٹک سلاوی ذیلی شاخ بناتے ہیں۔

جدید سلاوی زبانوں کو تین گروپس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔**مشرقی سلاوی**۔۔۔روسی، یوکرینی، روتھینین اور بیلوریشین ۔

۲۔**جنوبی سلاوی**۔۔۔بلغاریائی اور مقدونیائی، سرب کروشیائی اور سلوو ینیائی ۔

۳۔**مغربی سلاوی**۔۔۔چیک ،سلوواک ، پولش اور سوربیائی گروپ کچھ جدید سلاوی زبانیں (چیک سلوواک ،سلووینائی اور پولش) لاطینی حروف تہجی میں لکھی جاتی ج سے بولنے والوں کی اکثریت رومن کیتھولک ہیں۔ ۴۲ ۔

انگلش زبان: English:

انگریزی زبان یوکے، امریکہ، کینیڈا، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ اور متعدد مما لک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے ان مما لک کے علاوہ بھی انگریزی زبان تقریباً دنیا بھر میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور یہ اقوام کی دولت مشترکہ میں شامل متعدد مما لک کی سرکاری زبان ہے جو دنیا بھر میں وسیع پیانے پر سمجھی جاتی ہے ایک تجزیے کے مطابق دنیا میں چینی زبان کے بعد سب سے زیادہ انگریزی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے انگریزی زبان کا تعلق جرمن زبانوں (ہند یورپی زبانوں کے ایک ذیلی خاندان) کی مغربی شاخ کے اندر اینگلوفریسی گروپ سے ہے 1500 سال پر محیط ارتقائی عمل کے دوران انگریزی کے ذخیرہ الفاظ میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے 1989ء میں مرتب کی گئی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری (20 جلدوں) پر مشتمل تھی جس میں تقریباً 6,000,00 سے زائد الفاظ شامل تھے تاہم یہ اندازہ ہے کے موجودہ انگلش کا ذخیرہ الفاظ دس لاکھ الفاظ پر مشتمل ہے انگریزی زبان بیسویں صدی میں دنیا کی کسی بھی دوسری زبان سے زیادہ وسیع زبان کی حیثیت سے جانی اور سمجھی جاتی ہے چینی زبان جیسی کچھ زبانوں میں بھی الفاظ سازی کی اہلیت موجود ہے انگریزی زبان نے دیگر کچھ زبانوں سے متواتر الفاظ مستعار لئے ہیں جس کا سلسلہ تاحال جاری ہے دیگر زبانوں میں لاطینی ، یونانی ،فرانسسی اور اسکینڈے نیویائی زبانیں شامل ہیں جن سے انگریزی زبان الفاظ

مستعار لیتی ہے ماہرین لسانیات کا یہ خیال ہے کے انگریزی زبان کی اسپیلنگ کا نظام دنیا کا ایک مشکل نظام ہے مثلاً Knife میں K اور Right میں Silent ،gh ہے، انگریزی زبان کی نشونما کی تاریخ میں عموماً چار مراحل کو شناخت کیا جاتا ہے۔

ا۔ پرانی انگلش (اینگلو ساکسن) 449ء تا 1066ء۔

۲۔ وسطی انگلش 1066ء تا 1500ء۔

۳۔ ابتدائی جدید انگلش 1500ء تا 1660ء

۴۔ متاخر جدید انگلش 1660ء تا عصر حاضر۔ ۴۳۔

بالٹک زبانیں: Baltic Languages:

بالٹک زبانیں سمندروں کے ساتھ ساتھ واقع علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے یہ ہند یورپی زبانوں کے ایک ذیلی گروہ کو تشکیل دیتی ہے مرکزی بالٹک زبانیں لٹویائی، لتھومینیائی اور پرانی پروشیائی (جو 17 ویں صدی سے معدوم) ہیں، چند دیگر بالٹک زبانیں بھی شمالی یورپ کے تاریخی خطوں سے منسلک ہیں بالخصوص کیورونیائی اور سیمی گالیان زبانیں جواب معدوم ہو چکی ہیں زبانوں میں سے صرف پرانی پروشیائی زبان میں کچھ اہم ریکارڈ موجود ہیں کچھ ماہرین لسانیات بالٹک اور سلاوک زبانوں کو ہند یورپی ذیلی خاندان بالٹو ا۔سلاوک پر ہی مشتمل سمجھتے ہیں۔ ۴۴۔

پرتگیزی زبان: Portuguese:

پرتگیزی، رومانس خاندان کی زبانوں میں سے ایک ہے جس نے لاطینی سے ارتقاء پایا یہ زبان انگولا، برازیل، کیپ وردے، گنی بساؤ تومے سمیت دیگر پرتگیزی نو آبادیوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے تاہم یہ زبان ان علاقوں کی سرکاری زبان بھی ہے اس کے علاوہ گو

آرور چین کے علاقے مکاؤ میں بھی پرتگیزی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے نیز یہ مشرقی تیمور کی دوسرکاری زبانوں میں سے ایک ہے پرتگیزی دنیا میں وسیع پیمانے پر بولی جانے والی ایک زبان ہے یہ کسی بھی رومانس زبان کی بہ نسبت ہسپانوی سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

ہسپانوی کی طرح اس میں بھی عربی زبان کی گہری آمیزش موجود ہے دیگر جدید زبانوں کی طرح پرتگیزی میں فرانسسی اور جرمن الاصل الفاظ پر مشتمل ہے اس میں بہت کم الفاظ کار بھتی ،کیلٹک اور فینیفقی زبانوں سے ماخوذ ہیں پرتگیزی بولنے والوں کی اکثریت برازیل میں ہے جہاں پندرہ کروڑ سے زائد افراد یہ زبان بولتے اور سمجھتے ہیں۔۴۵ے

پولش زبان: Polish Language:

پولش ایک مغربی سلاوی زبان ہے جس کا تعلق Lekhitic کے ذیلی خاندان سے ہے دوسری جانب اس زبان کا قریبی تعلق چیک ،سلوواک اور مشرقی جرمنی کی Sorbian زبان سے بھی ہے پولینڈ میں زیادہ تر افراد پولش زبان بولتے اور سمجھتے ہیں یہ زبان رومن رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اس جدید ادبی زبان کی ابتداء سولہویں صدی میں ہوئی جس کی بنیاد پوزنان (مغربی پولینڈ) کے آس پاس کے علاقوں میں ہوئی پولش کے قدیم ترین تحریری نمونے چودھویں صدی کے بھی ہیں اس میں لاطینی ، چیک ، جرمن بیلا رشیین اور یوکرینی زبانوں سے الفاظ مستعار لئے گئے تاہم اس زبان کے اہم لہجوں میں شامل پومیرانیائی ، سلیشیائی اور مازودی ہیں۔۴۶ے

جرمانی زبانیں: Germanic Languages:

جرمانی زبانیں ہندی یورپی لسانی گروہ کی ایک ذیلی شاخ ہے یہ زبان شمالی ،مغربی یورپ ،شمالی امریکہ، جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا کے 48 کروڑ افراد بولتے اور سمجھتے ہیں اس

زبان کو اس کی ساخت اور ارتقاء کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

ا۔**مشرقی جرمانی**۔۔۔گوتھک زبان۔

۲۔**شمالی جرمانی**۔۔۔یا اسکینڈے نیویائی، نارویجین، ڈینیش اور سویڈیش۔

۳۔**ڈچ فلیمش**۔۔۔افریکانز، یدش اور جرمن زبانیں۔ ۴۷ے

جرمن: German:

جرمن زبان جرمن اور دیگر منسلک لوگوں کی ایک زبان ہے جس کا تعلق جرمانی زبانوں کی مغربی شاخ میں نیدر لینڈی جرمن گروپ سے ہے جرمانی زبانیں بذات خود ہندی یورپی زبانوں کی ایک ذیلی شاخ ہے جرمن زبان کے دو مرکزی لہجے ہیں۔

ا۔ بالائی جرمن (ادبی معیاری زبان)۔

۲۔زیریں جرمن یہ دونوں لہجے سوئٹزرلینڈ کے شمال سے لے کر سمندر تک بولے جاتے ہیں۔ ۴۸ے

ڈینیش: Danish:

ڈینیش، ڈنمارک کی ہند یورپی زبانوں کی جرمن کی ذیلی شاخ کی مشرقی سکینڈے نیویائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے ڈینیش زبان ایک مشترکہ سکینڈے نیویائی زبان سے ماخوذ ہے جس طرح سے سویڈن، ناروے اور آئس لینڈ کی زبانیں ہیں اس زبان کا تعلق تیسری صدی کے کچھ مخطوطات سے بنتا ہے یہ زبان اپنی موجودہ شکل میں نارویجین اور سویڈش سے کافی مشابہہ ہے۔ ۴۹ے

رومانیائی زبان: Romanian Language:

رومانیائی زبان رومنی زبان سے تعلق رکھتی ہے جس کا ایک لہجہ رومانیہ میں بولا جاتا ہے جس کو داسیائی رومانی کے نام سے لوگ جانتے ہیں اس کی دیگر صورتیں ایرومینیائی یا مقدورمانیائی ہیں سلاوی زبانوں سے اس کی جغرافیائی قربت ہے جس کی وجہ سے رومانیائی زبان کی گرامر، اس کے ذخیرہ الفاظ اور صوتیات پر سلاوی زبان کے اثرات مرتب ہوئے ہے۔۵۰

فرانسسی زبان: French Language:

فرانسسی زبان کا تعلق ہند یورپی زبانوں کی اطالوی شاخ کے رومانس لسانی گروپ سے ہے یہ زبان فرانس، بیلجیئم، سوئٹزرلینڈ، گنی، شمالی مغربی افریقہ، ہند چین، ہیٹی، مڈغاسکر اور کینیڈا کے کچھ علاقوں میں بولی جاتی ہے قرون وسطیٰ کے آغاز میں دریاء لوائرے کے شمال اور جنوب میں بولی جانے والی زبانوں نے الگ الگ ترقی کے مراحل طے کئے تیرہویں صدی کے آخر میں یہ دو الگ الگ زبانیں بن گئیں بارہویں اور تیرہویں صدی کے دوران Langue d'oil یورپ بھر میں مقبول ہوئی۔ اگلی دو صدیوں میں سوسالہ جنگ کے باعث فرانسسی علاقہ تباہی سے دوچار ہوا جس کی وجہ سے فرانسسی قوم پرستی کو تحریک ملی جس کے نتیجے میں فرانسسی زبان کو دربار میں قبولیت حاصل ہوئی 1539ء میں جاری کردہ فرانس اول کے حکم کے مطابق فرانسسی زبان کو سارے فرانس اور بادشاہت کی سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہوئی سولہویں صدی کے نصف آخر میں فرانسسی شاعروں کے ایک گروپ Plelade نے فرانسسی زبان کو نثر اور شاعری کے لئے موزوں قرار دیا سترہویں صدی میں شاعر فرانسوئس ڈی Malherbe نے فرانسسی اکیڈمی نے ایک لغت تیار کی بعد ازاں

سترہویں صدی میں فرانسسی زبان بنیادی طور پر اپنی موجودہ شکل اختیار کر چکی تھی لیکن اٹلی اور جرمنی کے ساتھ فرانس کی جنگوں کے نتیجے میں ان زبانوں کے بھی کئی الفاظ فرانسسی زبان میں شامل ہو گئے ۔۵۱۔

کاکیشائی زبانیں: Caucassian Languges:

کاکیشیا میں بولی جانے والی 36 زبانوں کا ایک جغرافیائی گروپ ان زبانوں کو اکثر شمالی اور جنوبی گروپس میں تقسیم کیا جاتا ہے جنوبی کاکیشائی گروہ میں چار زبانیں شامل ہیں۔

۱۔جارجیائی ۔ ۲۔سوان ۔ ۳۔منگریلیان ۔ ۴۔لاز۔

جارجیائی زبان سب سے زیادہ بولی جاتی ہے تاہم شمالی کاکیشائی گروپ میں تین لسانی خاندان شامل ہیں ۔۱۔شمالی مغربی ۔ ۲۔شمالی وسطی ۔ ۳۔شمالی شرقی ۔

ماہرین لسانیات کے مطابق اس زبان کے دو آخری خاندان آپس میں تعلق رکھتے ہیں ۔

۱۔شمالی مغربی کاکیشائی زبانوں میں ۔۔۔۔انجاز ، اباز اور ادیغے شامل ہیں ۔

۲۔شمالی وسطی کاکیشائی زبانوں میں ۔۔۔۔چیچن ، انگش ، باتس اور واتش شامل ہیں ۔

۳۔شمالی شرقی کاکیشائی زبانوں کو مزید تین شاخوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔۱۔آوز آندی ویدو۔ ۲۔لاک درگو۔ ۳۔لیزجیسن ۔۵۲۔

کیلٹی زبانیں: Celtic Languages:

کیلٹی زبانوں کا تعلق ہند یورپی خاندان کی ایک شاخ سے ہے جغرافیائی اور تاریخی اعتبار سے یہ شاخ کانٹی نینٹل (نابود) اور ایک انسولر گروپ میں منقسم ہیں لسانی بنیادوں پر انسولر زبانوں کی بھی دو شاخیں ہیں ۔

۱۔ برائتھونک یا برٹش (بریٹن ،کورنش اور ویلش)۔

۲۔ گوئیڈیلک یا گالک (آئرش ،اسکاٹش اور مانکس) پانچویں صدی عیسوی تک کانٹی نینٹل کیلٹی زبانیں اور ان میں گالش زبان سارے مغربی یورپ میں بولی جاتی تھی لیکن ان کے متعلق بہت کم کچھ معلوم ہے صرف برائتھونک اور گوئیڈیلک گروپ باقی ہے جو برطانوی جزائر بریٹانی اور شمالی وجنوبی امریکہ کی بستیوں تک ہی محدود ہیں کیلٹی زبانوں میں تلفظ کے اصول نہایت پیچیدہ ہیں جبکہ اسپیلنگ بھی تلفظ سے میل نہیں کھاتیں اگرچہ تمام کیلٹی زبانیں رومن حروف تہجی میں لکھی جاتی ہیں۔ ۵۳۔

ویلش: Welsh:

برائیتھونی گروپ کی کیلیٹی زبان جو ویلز میں Cymraeg کے نام سے جانی جاتی ہے لیکن بیشتر ویلش انگریزی زبان بولتے ہیں۔ ۵۴۔

ہسپانوی: Spanish:

ہسپانوی زبان اسپین کی سرکاری زبان ہے۔ جس کو دنیا کے 35 کروڑ افراد بولتے اور سمجھتے ہیں دنیا کے کئی ممالک میں ہسپانوی زبان کو سرکاری زبان ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس میں ارجنٹائنا، بولیویا، چلی ،کولمبیا، کوسٹاریکا، کیوبا، ڈومینکی ، جمہوریہ ریکواڈور، ایل سلواڈور، استوائی گنی ، گوئٹے مالا، ہونڈرس ،میکسیکو، نکاراگوا، پاناما، پیراگوئے ،پیرو، یوراے گوئے اور وینزویلا شامل ہیں اس کے علاوہ کینیڈا، مراکش، فلپائین اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی ہسپانوی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے ہسپانوی زبان کا تعلق ہند یورپی لسانی خاندان کی اطالوی شاخ کے رومن گروپ سے ہے اس کے دو بڑے لہجے۔

۱۔ اندلسی۔ ۲۔ کاستیلی۔ ہیں۔ ۵۵۔

Hungarian: ہنگریائی:

ہنگریائی زبان کا تعلق Finno-ugric زبانوں کی Ugric شاخ کی ایک رکن میگا ٹریا مگیار سے ہے یہ زبان کوہ ارال کی مشرقی ڈھلانوں پر بولی جاتی ہے ہنگری اور امریکہ میں بھی اس زبان کے بولنے اور سمجھنے والے کافی لوگ ہیں ہنگریائی زبانوں کے لہجے ایک دوسرے سے کافی مشابہت رکھتے ہیں انیسویں صدی میں ہنگریائی زبان نے کئی ٹیکنیکل اصطلاحات کو اپنے اندر سمویا تا کہ مغربی یورپی ٹیکنالوجی، سائنس اور فلسفے پر بحث کی جا سکے۔ ۵۶ ؎

Uralic Languages: یورالی زبانیں:

یورالی زبانوں کا تعلق شمالی یوریشیائی گروپ سے ہے ماہرین لسانیات کو اس بات کا یقین ہے کے یورالی زبان بولنے والے اصل افراد کا تعلق کوہ یورال سے ہے۔ ۵۷ ؎

یورپی خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Status of European Women's in their Society

یورپ میں کئی دیگر ممالک شامل ہیں چنانچہ وہاں عورت کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے مثلاً فرانس میں اسے 'فیمی'، اٹلی میں 'ڈونا' اسپین میں 'مجر' اور جرمن میں 'فراؤ' کہا جاتا اہل یورپ نے جب ترقی کے مراحل طے کئے تو انھوں نے یہ محسوس کیا کے خواتین کو علم سیکھنے کے ساتھ ساتھ موسیقی، مصوری اور رقص کی تعلیم بھی لازمی سیکھنی چاہئے چنانچہ یورپی خواتین نے ان علوم پر بھی دسترس حاصل کی یورپی اصلاحی تحریکوں کے نتیجے میں بھی یورپی خواتین کو زیادہ اختیارات حاصل نہ ہو سکے اور وہ مردوں کی تابع ہی رہیں تاہم اسے کوئی مذہبی رتبہ یا

تجارتی لین دین اور جائیداد بنانے کا حق بھی حاصل نہ تھا یورپی سماج نے اس کو صرف گھریلو ذمہ داریوں کا ہی پابند کیا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یورپی سماج کی عورت کا سماجی مقام و مرتبہ محض جسمانی خدوخال کے حسن تک ہی محدود رہا اس جسمانی حسن کو یورپی مرد نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کیش کیا بالخصوص برہنہ مصوری اور مجسمہ سازی میں شاعری اور ادب میں عورت کو محض ایک خوبصورت شے کے پیش کیا گیا خود یورپ کی عورت کا اس بارے میں یہ خیال ہے کے ضرورت مند عورتوں کو مجبور کیا جاتا، تا کہ وہ چند روپوں کے عوض بدکاری یا بے حیائی کریں بعد ازاں یہ سوچ ترقی پاتی رہی اور اب تو یہ ایک وبائی صورت اختیار کرتے ہوئے با قاعدہ صنعت کی شکل اختیار کر چکی ہے جس میں شامل ماڈلنگ، فلم انڈسٹریری اور سوشل میڈیا وغیرہ یعنی عورت کی محض جسمانی تشہیر کے ذریعے تاجر حضرات اور صنعتیں کہاں سے کہاں جا پہنچیں لیکن یہ بھی مقام حیرت ہے کے جس پراڈکٹ میں عورت کی سرے سے ضرورت ہی نہیں وہاں بھی اسے زبردستی شامل کیا جاتا ہے مثلاً شیونگ کریم، شیونگ ریزر، شیونگ لوشن، موٹر سائیکل، پیٹرول، ٹریکٹر، زرعی کھاد اور بیج، فصلوں کے اسپرے، مردانہ جوتے، مردانہ کپڑے اور خالصتاً مردانہ استعمال کی اشیاء وغیرہ چنانچہ ان سب کے پیچھے عورت کی حیثیت ایک پرزہ اور ٹول کی ہے یورپی عورت کو مسلسل اور متواتر استعمال کیا جارہا ہے جبکہ دنیا کے کئی اہل علم تو یہاں تک کہتے ہیں کے اس سرمایہ دارانہ نظام میں عورت کو محض 'سیکس سمبل' کے طور پر متعارف کروایا جارہا ہے۔ بقول ساحر لدھیانوی!

عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا
جب جی چاہا مسلا کچلا، جب جی چاہا دھتکار دیا
مردوں کے لئے ہر ظلم روا، عورت کے لئے رونا بھی خطا

مردوں کے لئے ہر عیش کا حق، عورت کے لئے جینا بھی سزا

اکثر اہل علم حضرات یہ اعتراضات بھی اٹھاتے ہیں کے مغربی خواتین کی دیکھا دیکھی اب پوری دنیا کی خواتین کی ایک بڑی تعداد کم لباسی یا بے لباسی کی جانب متوجہ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں بدکاری کو فروغ حاصل ہورہا ہے اگرچہ یہ اعتراضات کسی حد تک درست بھی ہیں لیکن اگر ان اعتراضات کا تجزیہ علم نفسیات کی روشنی میں کیا جائے تو اس فحاشی اور عریانیت کے پیچھے بھی ہمیں کہیں نہ کہیں مرد کا ہی اصل چہرہ نظر آتا ہے کیونکہ مردوں کی ایک بڑی تعداد، عورت کو اسی انداز میں دیکھنے کی متمنی اور خواہش مند ہیں اس کے برعکس اگر سماج میں مرد مکمل لباس میں نظر آتا ہے تو اس کے پیچھے بھی یقیناً عورت کی نظر کی ہی کارفرمائی ہے کیونکہ فطری اعتبار سے دنیا کی تقریباً ہر عورت، مردوں کو مکمل لباس میں ہی دیکھنے کی خوگر ہوتی ہیں لہٰذا اس فطری فارمولے سے روگردانی اتنی آسان نہیں ۔

یورپ سمیت دنیا کے زیادہ تر ممالک کہ جہاں دین اسلام کی پریکٹس نہیں کی جاتی ہے وہاں کے لوگوں کا یہ عام خیال ہے کے عورت ہی دنیا کی تمام جنگوں، مشکلات اور فسادات کی اصل وجہ اور جڑ ہے لہٰذا وہ قابل نفرت، حقیر گناہ گار اور مجرم ہے لیکن چونکہ وہ جنسی آسودگی کے حصول کا ایک بڑا اور اہم سبب ہے لہٰذا تمام انسان نما حیوانی سماج میں عورت کے جسم کی قیمت ہر دور میں ہی لگتی رہی لیکن کسی نے بھی اسے سماجی مقام ومرتبہ دینے کی قطعاً کوئی ضرورت محسوس نہ کی چنانچہ ہم یورپ سمیت دنیا بھر میں اور معذرت کے ساتھ خود مسلم ممالک میں بھی عورت کے ساتھ مردوں کے اسی ناروا سلوک کو روز ہی دیکھتے ہیں ۔

یورپ اس دور جدید میں مساوات مرد زن کا سب سے بڑا دعویدار اور علمبردار ہے لیکن صرف ایک صدی قبل یورپی خواتین اپنے یہاں کے مردوں کے ظلم وستم کا نا صرف نشانہ

تھیں بلکہ کئی بنیادی حقوق سے یکسر محروم بھی تھیں ۔قدیم یورپی سماج میں دور دور تک کوئی ایسا قانون قطعاً موجود نہ تھا جوان یورپی خواتین کے اوپر ڈھائے گئے مظالم کا کوئی حساب لے سکے چنانچہ تہذیب وتمدن اور حقوق انسانیت کے علمبردار انگلستان میں بھی یورپ کے دیگر ممالک کی طرح عورت کا سماجی مقام ومرتبہ نہایت پست تھا خواتین کو سماجی اعتبار سے ایک جنس کی حیثیت حاصل تھی یورپی عورت شادی سے قبل اپنے باپ کی جبکہ شادی کے بعد اپنے شوہر کی ملکیت سمجھی جاتی تاہم اس کا باپ جس نوجوان سے چاہتا بھاری رقم کے عوض اپنی بیٹی کو بیاہ دیتا شادی کے بعد شوہر بھی اپنی بیوی پر ظلم وستم کرتا، جس کی شنوائی کے لئے وہاں کوئی ایسی تعزیر یا قانون سرے سے موجود ہی نہ تھا جوان مردوں کی سرزنش کرتا لہٰذا باوجود تمام تر مظالم کے اگر عورت اپنے شوہر سے طلاق بھی لینا چاہتی تو یہ بھی ناممکنات میں سے تھا وہ ساری زندگی اس مرد سے پیچھا چھڑانے کی کسی بھی کوشش میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکتی شادی کے وقت گرجا گھر میں پوپ کے سامنے عورت اپنے شوہر کی تاعمر تابعداری اوراطاعت گزاری کا عہد لیتی جیسے قانون کی رو سے اسے تمام عمر نبھانا پڑتا کیونکہ یورپ کے سماجی نظام میں مرد کو حاکم مطلق یعنی بادشاہوں جیسے اختیارات حاصل تھے اور وہ اپنے گھر کی عورتوں کے مالک ومختار سمجھے جاتے چنانچہ قدیم یورپ میں اگر باپ یا شوہر اپنی بیوی یا بیٹی کا قتل بھی کردیتے تو ان کا یہ قدم وہاں کے مروجہ قانون میں بغاوت ادنیٰ شمار کیا جاتا۔ اگر کسی عورت سے اس کے شوہر، باپ یا بھائی کا قتل ہوجاتا تو اس عورت کو بطور سزا جلا دیا جاتا لہٰذا اس اعتبار سے قدیم یورپی سماج میں کوئی عورت اپنی پسند کی شادی کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی پروٹسٹنٹ فرقے نے عورت کے طلاق کے حق کو تسلیم کیا لیکن اس میں اس قدر شرائط عائد کی گئیں جو بیان سے باہر تھیں چنانچہ انھی یورپی سماجی ناہمواریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کئی یورپی دانشور اور اہل علم حضرات نے تو

یہاں تک کے دیا کے دین مسیح سے قبل یورپ میں خواتین قطعاً بے اختیار تھیں لیکن جب مسیحیت عام ہوئی تو انھیں بھی سماجی اعتبار سے کچھ مقام ومرتبہ اور بنیادی حقوق حاصل ہوئے

قدیم یورپی عورت کے پاس اگر کوئی جائیداد ہوتی تو وہ مرد کی ملکیت میں چلی جاتی جبکہ عورت اس معاملے میں قطعاً بے بس سمجھی جاتی کیونکہ وہ مالک ہوتے ہوئے بھی اس سے محروم تھی اول تو وہ اپنے شوہر یا باپ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم اٹھانے کا سوچ بھی نہیں سکتی اور اگر غلطی سے اس سے اس کا ارتکاب بھی ہوجاتا تو وہ سخت گرفت میں آجاتی خود یورپ اور انگلستان میں عورت کے بارے میں یہ رائے قائم کی گئی کے وہ ناقص العقل، تمام فسادات کی جڑ، تمام قتل وغارت گری کی اصل وجہ، دنیاوآخرت میں تمام تر مشکلات ومعصیت کی وجہ اور شیطان کی آلہ کار ہے یہی نہیں بلکہ کیتھولک عقیدے کے مطابق تو دنیا میں آج تک جتنے جرائم بھی ہوئے ان سب کی اصل اور بنیادی وجہ صرف اور صرف عورت ہی ہے 1570ء سے 1630ء میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں ہی فرقوں نے مل کر یورپی عورت کے خلاف ایک مہم چلائی جس میں اسے جادوگرنی بتایا لہٰذا اس مہم کے نتیجے میں ہزاروں عورتوں کو سزائے موت دی گئی لیکن حالیہ برسوں میں جب محققین نے ان اموات اور سزاؤں کی تحقیق کی تو یہ معلوم ہوا کے وہ تمام خواتین جنھیں جادوگرنی کہہ کر موت کی سزا دی گئی تھی وہ دراصل جادوگرنیاں نہیں تھیں بلکہ وہ اپنے گاؤں دیہات میں جڑی بوٹی سے علاج معالجہ کیا کرتیں یا ان میں سے بیشتر خواتین کو علاقائی قصے، کہانیاں، روایتی واقعات یا پھر اپنے اجداد کے شجرے زبانی یاد تھے جن کو وہ اکثر لوگوں میں بیان کیا کرتیں چنانچہ صاحب اقتدار طبقے نے محض اپنی اتھارٹی اور اجارہ قائم کرنے کے لئے خواتین کے خلاف ایک مہم چلائی جن میں ہزاروں خواتین کو قتل کردیا گیا۔

مردوں کی جانب سے لگائے گئے ان تمام تر سنگین الزامات کی اول تو کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ان الزامات کی اصل وجہ یہ ہوسکتی ہے کے طاقتور جب کمزور پر ظلم و جبر کرتا ہے تو وہ کبھی بھی خود اپنے جرائم کا اعتراف نہیں کرتا ہے چنانچہ نتیجے میں کمزور کے سر پر ہی اس کے ظلم کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کے کمزور کردار کے لوگ مسلسل جھوٹ، غلط بیانی، الزامات، حقائق سے روگردانی، شک وشبہات اور اپنے اندر کی خباثتوں کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جو ایک غیر فطری اور غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے کے کسی شخص کے وجود کی اہمیت سے ہی مطلق انکار کرتے ہوئے اسے ہی تمام تر نفرتوں کا نشانہ بناتے ہوئے تختہ مشق بنا دیا جائے اگر چہ یہ سب کچھ عرصہ دراز سے ہوتا آرہا ہے لیکن اس رویے کو تبدیل کرنے کے لئے ضروری ہے کے انسان اللہ کے بنائے ہوئے اس نظام کائنات کا بغور مطالعہ کرے جہاں کوئی شے بھی بے سبب پیدا نہیں کی گئی ہے قدیم یورپی سماج کی اسی ظالمانہ سوچ نے جب توارت کی تحریف کی تو اس وقت بھی حضرت آدم کو جنت سے نکلوانے کا تمام تر الزام حضرت حوا پر ہی عائد کرتے ہوئے یہ کہا گیا کے انھی کے کہنے پر آدم نے جنت کے درخت سے پھل کھایا تھا جبکہ اصل واقعہ اس کے برعکس ہے۔

قرون وسطیٰ میں عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کرتے وقت بھی عیسائی راہب اور پادریوں کا دلچسپ موضوع عورت، اس کا حسن اور اس کا لباس ہی تھا اگر چہ ایک جانب عیسائی راہب ترک دنیا کی پرزور تبلیغ کرتے لہٰذا اس ضمن میں شادی بیاہ اور اولاد کی پیدائش کو محض دنیا پرستی کی علامت تصور کی جاتا دوسری جانب وہ سماج کی کمزور عورتوں کو نشانہ بناتے اگر وہ غربت کی وجہ سے کم لباسی کا شکار ہیں، یا وہ حاملہ ہیں، یا وہ اپنے مخصوص ایام میں ہیں تو یہ تمام وجوہات اس عورت کے لئے ایک نا قابل معافی جرم اور سزا سے کم نہ تھی انھی وجوہات کی بناء

پر ان کا چرچ میں داخلہ بھی ممنوع تھا۔عیسائیت کی اشاعت تو زور وشور سے ہوتی رہی لیکن یورپی سماج میں عورت کا سماجی مقام ومرتبہ گھٹتا چلا گیا دوسری جانب انھی مذہبی ٹھیکیداروں نے چرچ میں خفیہ طور پر ہم جنس پرستی،نن ز کے ساتھ ناجائز جنسی تعلقات اور کلیساء اور سینٹ کے نام پر اپنے آپ کو وقف کرنے والی خواتین کے ساتھ ناجائز جنسی تعلقات استوار کئے چنانچہ صرف وینس چرچ کی بیس جلدوں پر قائم دستاویزات میں ان مقدمات کی تفصیلات درج ہے کہ جس میں پادریوں اور نن ز کے خفیہ جنسی تعلقات کی وجہ سے ان پر مقدمات قائم کئے گئے یہ تو صرف ایک چرچ کا حال ہے۔۵۸۔

اسی ضمن میں سینٹ کیتھرائین آف سینا چرچ کے عہدیداران کے کرتوت کے حوالے سے لکھتا ہے کے یہ کہنا غلط ہے کے صرف روم کے مذہبی رہنما اور عہدیداران ان بدعنوانیوں میں ملوث تھے۔دستاویزات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کے اٹلی کے ہر شہر میں یہ بدعنوانی پھیلی ہوئی تھی اخلاقی برائیوں میں تو وینس روم سے برتر ہے لہٰذا اگر کوئی یہ کہتا ہے تو وہ غلط نہیں ہے کے چرچ اور اس کے عہدے داران کا اثر اور عزت سماج میں کمزور ہوتی چلی گئی کیونکہ ان کی جنسی بداخلاقیوں نے انھیں اس حد تک پہنچایا اور اب تو یہ بھی کہا جانے لگا ہے کے انھیں بھی شادی کی اجازت دے دینی چاہئے۔۵۹۔

شمالی امریکہ: North America:

شمالی امریکہ دنیا کے ساتھ براعظموں میں سے تیسرا بڑا براعظم ہے جس میں کینیڈا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور میکسیکو شامل ہیں اس براعظم میں گرین لینڈ کے علاوہ سمندر پار فرانسسی ڈیپارٹمنٹس بھی شامل ہیں آبادی کے اعتبار سے یہ ایک گنجان آباد ترین براعظم ہے جہاں 40 کروڑ پچاس لاکھ سے زائد افراد رہتے ہیں۔کینیڈا اور امریکہ نے ٹیکنالوجی کے

میدان میں نہایت تیزی سے ترقی کی جبکہ میکسیکو ٹیکنالوجی کے معاملے میں تو پیچھے ہے لیکن یہاں پیٹرولیم اور قدرتی گیس کے عظیم ذخائر موجود ہیں۔

امریکہ کا نام ایک اطالوی جہاز ران امیریگو ویسپوچی کے نام سے ماخوذ ہے جو 98۔1497ء میں یہاں آیا کچھ عشرے پہلے تک یہاں کی آبادی کم اور منتشر تھی جبکہ یہاں کے باشندے جغرافیائی اعتبار سے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے ثقافتی اعتبار سے یہاں کے باشندے متنوع ہیں براعظم شمالی امریکہ پر یورپیوں کی آبادکاری نے اس کے انسانی جغرافیہ کو بالکل بدل کر رکھ دیا یورپیوں نے دیسی باشندوں کو نیست ونابود کیا اور ان کی جگہ لی تاہم اس وقت زیادہ تر لوگ یہاں یورپی نسل کے ہیں۔

امریکہ کے 90 فیصد لوگ اور تقریباً ایک تہائی کینیڈین ز کی زبان انگلش ہے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہسپانوی نسل کے لوگ ہسپانوی اور کینیڈا میں ایک چوتھائی آبادی فرانسیسی زبان بولتی ہے بہت سے دیسی باشندے اپنی اپنی روایتی زبانیں بولتے ہیں میکسیکو کی غالب زبان ہسپانوی ہے عیسائیت شمالی امریکہ کا ایک اہم مذہب ہے تاہم میکسیکو کی ایک بڑی اکثریت رومن کیتھولک ہے جبکہ کینیڈا میں 45 فیصد اور ریاست ہائے امریکہ میں 26 فیصد رومن کیتھولک ہیں کینیڈا میں 28 فیصد افراد کا مذہب پروٹسٹنٹ ازم ہے اور 8 فیصد اینگلیکی ہیں امریکہ میں پروٹسٹنٹ آبادی 58 فیصد ہے۔۶۰۔

شمالی امریکہ کی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

North American Civilization And Its Historical Background

شمالی امریکہ کے دیسی باشندے جو پندرہویں صدی میں یورپیوں کی آمد سے قبل ہزاروں برس سے اس براعظم پر آباد تھے ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کے شمالی امریکہ کی

انسانی تاریخ اس وقت شروع ہوئی جب جدید دیسی امریکیوں کے قدیم اجداد زمینی پل (جو کبھی بیرنگ سمندر پر تھے اور شمال مشرقی ایشیاء کو شمالی امریکہ سے ملاتے تھے) کے ذریعے یہاں آئے ماہرین بشریات اور مورخین کو اس بات کا یقین ہے کے ان لوگوں کی آمد تقریباً دس ہزار برس قبل ہوئی یعنی آخری برفانی عہد کے اختتام سے پہلے دیسی امریکیوں نے فطری وسائل کے استعمال میں بہترین صلاحیت دکھائی اور آب و ہوا سے مطابقت اختیار کی تاہم ہزاروں برس کے دوران شمالی امریکہ میں مختلف ثقافتی علاقے بنے یہاں بسنے والے سینکڑوں امریکی گروپس نے مختلف طرز زندگی کو اپنایا لیکن ان کی مماثلت دیگر اقوام سے بھی ہے۔

پندرہویں صدی میں جب مہم جو یہاں آنا اور آباد ہونا شروع ہوئے تو دیسی امریکیوں نے خود کو نئے چیلنجز سے دو چار پایا نو واردوں نے ان کے حیات زندگی کو پامال کیا بیسویں صدی کے دوران دیسی امریکی آبادی اور ثقافت میں بہتری آنا شروع ہوئی آج دیسی امریکی اپنی شناخت منوانے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور اپنی حکومت، معیشت اور ثقافت پر کنٹرول رکھنے پر اصرار کرتے ہیں شمالی امریکہ کے دیسی لوگ مختلف اصطلاحات میں جانے جاتے ہیں بیشتر قبائلی اپنے قبیلے کی شناخت کو ترجیح دیتے ہیں جیسے ہوپی، موہاک اور چیروکی وغیرہ۔

دیسی امریکی، امریکی ہندی عام ترین اجتماعی اصطلاحات ہیں تاہم ایک عرصے تک صرف ہندی کی اصطلاح استعمال ہوتی رہی کرسٹوفر کولمبس اور دیگر یورپی سیاح جب امریکہ پہنچے تو وہ یہ سمجھے کے وہ ایشیاء پہنچے ہیں اسی وجہ سے ہسپانیویوں نے اسے انڈیز کا نام دیا جو بعد میں انڈین یا ہندی ہوا تاہم کچھ محققین کے خیال میں انڈین کی اصطلاح اور وجہ تسمیہ Dios یعنی خدا ہے۔۶۱

آدم خوری: Cannibalism:

آدم خور انسانوں کا گوشت کھاتے ہیں کرسٹوفر کولمبس جب ویسٹ انڈیز گیا تو اس نے وہاں کے دیسی افراد کو انسانوں کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا کیونکہ وہاں کے دیسی افراد کو Canb کہتے ہیں تو اسی اعتبار سے وہ Cannibales کے نام سے مشہور ہوئے دنیا کے مختلف خطوں میں آدم خوری کے حوالے سے مختلف بیانات اور حوالے ملتے ہیں قرائین سے آدم خوری کے آثار تو نوحجری دور میں بھی ملتے ہیں تاہم کئی دیسی قبائل جن میں افریقہ کے جنگلات میں رہنے والے یا میکسیکو خلیج کے مغربی ساحل کے قبائل وغیرہ آدم خوری میں ملوث پائے گئے حالیہ ادوار میں بھی آدم خوری کے شواہد ملے ہیں جن میں وسطی اور مغربی افریقہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ ملائیشیاء، سماٹرا، نیوگنی، پولی نیشیاء اور جنوبی امریکہ کے دور دراز علاقے شامل ہیں۔

آدم خوروں میں آدم خوری کے حوالے سے متعدد محرکات پائے جاتے ہیں مثلاً ایک عام عقیدہ یہ بھی ہے کے جس شخص کا گوشت کھایا جا رہا ہے اس شخص کی عادت وخصائل آدم خور میں منتقل ہو جائیں گی اس ضمن میں بہادر دشمن کی لاش کو اس یقین کے ساتھ کھایا جاتا ہے کے اس کے گوشت کے ذریعے اس کی بہادری کی صفات کھانے والے میں آجائیں گی لیکن کہیں کہیں آدم خوری کے پیچھے اس شخص سے عداوت اور دشمنی بھی ہوتی ہے۔

اکثر قبائل میں آدم خوری کرنے کی اصل وجہ مذہبی رواج بھی ہے وسطی ہندوستان کے Binderwus اپنے بوڑھوں اور بیماروں کو اس لئے کھا جاتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں ان کے اس عمل سے کالی دیوی خوش ہوتی ہے۔

میکسیکو کے آزٹک نے ہزاروں افراد کو اپنے دیوی دیوتاؤں کے قدموں پر بھینٹ چڑھا دیا تاہم بھینٹ چڑھانے کے بعد پروہت، پنڈت اور دیگر افراد نے ان بھینٹ

چڑھائے ہوئے انسانوں کے گوشت کو نہایت رغبت سے کھایا ان کا یہ خیال تھا کے وہ اس طرح سے اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے مغربی ممالک میں آدم خوری کے واقعات بہت کم ہیں یہ اور بات ہے کے انسان فاقہ کشی سے مجبور ہوکر ایسا کرے جیسا کے 1972ء میں جب کیلی فورنیا میں فٹ بال ٹیم کے ۱۶ ارکین کے جہاز کو ایک دور دراز مقام پر حادثہ پیش آیا ان میں سے کچھ افراد 70 دنوں کے بعد بھی زندہ پائے گئے (جو مرنے والے افراد کے گوشت کو کھا کر زندہ تھے)۔ ۶۲؎

امریکی انقلاب: American Revolution:

ریاست ہائے متحدہ کی جنگ آزادی یا امریکی انقلابی جنگ (83۔1775ء) بھی کہتے ہیں۔ اس شورش میں شمالی امریکہ میں برطانیہ عظمیٰ کی آبادیوں میں سے 13 نے سیاسی خود مختاری حاصل کی اور ریاست ہائے متحدہ وامریکہ یعنی یو ایس اے تشکیل دیا، برطانیہ آبادیاتی معاملات پر زیادہ سے زیادہ کنٹرول جتانا چاہتا تھا 1778ء کے اوائل تک یہ کشمکش سلطنت برطانیہ کے اندر ایک خانہ جنگی کے طور پر تھی بعد میں جب فرانس (1778ء میں) اسپین (1779ء) اور نیدرلینڈ (1780ء میں) نے برطانیہ کے خلاف آبادیوں سے اتحاد کرلیا تو اس نے ایک بین الاقوامی جنگ کی صورت اختیار کر لی امریکیوں نے بنیادی طور پر دو قسم کی تنظیم کے ساتھ زمین پر ہی جنگ لڑی کانٹی نینٹل یا قومی فوج اور ریاستی ملیشیاء ریاستی کوٹہ کے لحاظ سے اول الذکر کی تعداد 2.31.771 اور موخر الذکر کی 164.087 تھی تاہم کسی بھی موقع پر امریکی فوج کی تعداد بیس ہزار سے زائد نہ تھی۔

جنگ کا آغاز میساچوسٹس میں ہوا جب جنرل تھامس گیج نے کونکورڈ میں باغی فوج کو تباہ کرنے کی خاطر بوسٹن سے روآنہ کیا یہ لڑائی 19 اپریل 1775ء کو لیکسنگٹن کے مقام پر ہوئی

اگرچہ بروقت برطانوی فوجی کمک کی وجہ سے وہ بچ پائے۔

وسط ستمبر میں فرانسیسی افواج نے ایرک ٹاون کو محاصرے میں لیا اور برطانوی کوششیں بے ثمر ثابت ہوئیں کارنوالس نے اپنے سات ہزار سپاہیوں کے ساتھ ۱۹، اکتوبر کو ہتھیار ڈالے یوں اس جنگ کے دوران دوسری بار برطانوی اپنی ساری فوج سے محروم ہو گئے زمینی لڑائی ختم ہونے کے بعد سمندروں میں کشمکش جاری رہی انجام کار سر کلنٹن کی جگہ سر گائے چارلٹن نے لی ابھی امن معاہدہ زیر غور ہی تھا کے چارلٹن نے ہزاروں وطن پرستوں کو امریکہ سے باہر نکال دیا 3 ستمبر 1783ء کو معاہدہ پیرس نے امریکی جنگ آزادی کو ختم کیا آخری برطانوی دستے 25 نومبر 1783ء کو نیویارک سے چلے گئے تب واشنگٹن فتح کا جھنڈا لہراتا ہو اشہر میں واپس آیا برطانیہ عظمیٰ نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو خود مختار تسلیم کر لیا (جس کی سرحد دریاء میسی پسی کے مغرب میں تھیں) جبکہ فلوریڈا اسپین کو دے دیا گیا۔ ۶۳

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

یونائٹیڈ اسٹیٹ آف امریکہ میں صدر اور نائب صدر کو چار سال کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ کانگریس اور عدلیہ صدر کے ساتھ اقتدار میں شریک ہوتے ہیں لیکن ملک میں صدر کو ہی سب سے زیادہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں کانگریس میں صدر کا کوئی ووٹ نہیں لیکن زیادہ تر قوانین کی تجویز وہی دیتا ہے۔ یوایس کا صدر خارجہ پالیسی میں مرکزی کردار ادا کرنے کی وجہ سے بین الاقوامی امور میں اہم ترین عالمی رہنماؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔

دفاع۔۔۔ یوایس اے کا شعبہ دفاع فوج پر سویلین کنٹرول کا امین ہے سیکیریٹری دفاع ایک سویلین ہوتا ہے اور سویلین سیکریٹری ہی مسلح افواج کی ہر شاخ کے سربراہ ہیں محکمہ دفاع کو فوج کے استعمال میں آنے والی ٹیکس کی رقم کے بہت بڑے حصے پر اختیار حاصل ہوتا

ہے 2006ء میں اس محکمے کا سالانہ بجٹ 437 ملین ڈالر تھا اور اس کے ملازمین میں کل تیس لاکھ فوجی وسویلین اہلکار تھے تاہم 2003ء میں لئے گئے ایک اعداوشمار کے مطابق 4.7800 افرادفوج میں حاضر سروس تھے۔

مذہب: Religion:

ریاست ہائے متحدہ پچاس دیگر ریاستوں پر مشتمل ہے چنانچہ ہر ریاست میں مذہبی پیروکاروں کی تعداد الگ الگ ہے امریکہ میں مجموعی طور پر عیسائیت ہے اور یہاں عیسائیوں کی بڑی تعداد مقیم ہے جبکہ یہودی، مسلمان، بت پرست، بدھ، سکھ اور ہندو بھی یہاں آباد ہیں، عیسائیت کے مختلف فرقے جن میں رومن کیتھولک، پروٹسٹنٹ، بائیپسٹ اور میتھوڈسٹ شامل ہیں اس کے علاوہ مارمن، لوتھری، پریسی ٹیرئین بھی ہیں مذہبی رسومات کی ادئے گی کے لئے لوگ چرچ جاتے ہیں تاہم لوگوں میں مذہبی رجحان کم ہوتا جارہا ہے اور اب لوگوں کی بہت کم تعداد چرچ کا رخ کرتی ہے تاہم یہ بھی مقام حیرت ہے کے اب یہ چرچ بڑی تعداد میں بند ہوتے جارہے ہیں اور ان کی جگہ ہوٹلز یا شاپس وغیرہ کھولی جارہی ہیں یعنی نئی نسل مذہب سے دور ہوتی جارہی ہے، یورپ سمیت امریکہ میں اسلام نہایت تیزی سے پھیل رہا ہے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت انگیزی باقاعدہ مہم کے طور پر جاری ہے اور اس پر خطیر رقم بھی خرچ کی جارہی ہے لیکن اس کے باوجود اسلام لوگوں کا پسندیدہ مذہب بنتا جارہا ہے تاہم اسلام کا مطالعہ بھی زور پکڑتا جارہا ہے۔

ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق امریکہ میں 2106 مساجد ہیں جن میں 257 مساجد صرف نیویارک میں ہیں 26 مساجد پیرس میں اور پورے فرانس میں 2260 مساجد ہیں اسی طرح برطانیہ میں 2900 مساجد میں سے صرف لندن میں 400 مساجد ہیں، روسی کمیونسٹ

ماسکو کے دارالحکومت میں 7 مساجد ہیں۔

امریکیوں کا نظریہ حیات بعدازممات اور مردے کی آخری رسومات

American View of life after death and Funeral

امریکہ میں عیسائی، یہودی اور مسلمانوں کی بڑی تعداد موجود ہے تاہم عیسائیوں کی تعداد زیادہ ہے عیسائی اپنے مردوں کو اچھے لباس میں دفن کرتے ہیں اور مردے کی روح کو اگلی دنیا میں آسودگی حاصل رہے اس غرض سے دعائیہ تقاریب کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے تاکہ مرنے والے کی روح مطمن اور پرسکون رہ سکے مرنے والے کی آخری رسومات میں اس کے رشتے دار اور دوست احباب شریک ہوتے ہیں اور قبرستان میں اس کی تدفین عمل میں آتی ہے مرد و خواتین اس موقع پر سیاہ لباس زیب تن کرتے ہیں پوپ یا پادری اس موقع پر مرنے والے کے لئے دعائیہ کلمات ادا کرتے ہیں اور اس دعائیہ تقریب میں لوگ شریک ہوتے ہیں ان کے مذہب میں جنت اور جہنم کا نظریہ موجود ہے اسی نظریہ کے تحت وہ اپنے مردوں اور اس کی روح کی آسودگی کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

معاشی اعتبار سے امریکہ کا شمار دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں کیا جاتا ہے یو ایس کے صارفین ہر سال 5.5 ٹریلین ڈالرز سے زائد مالیت کا کاروبار کرتے ہیں جبکہ فیکٹریز اور دیگر کاروبار میں ایک ٹریلین ڈالرز سے زائد کا سرمایہ لگا ہوا ہے 80 فیصد سے زائد اشیاء خدمات خود یو ایس اے کی پیدا کردہ ہیں اور بقیہ بیس فیصد درآمد کی جاتی ہیں وفاق ریاست اور علاقے کی سطح پر سرکاری ایجنسیاں بھی ہر سال تقریباً 1.5 ٹریلین ڈالرز خرچ کرتی ہیں 1999ء میں امریکہ کی مجموعی قومی پیداوار 9.25 ٹریلین ڈالرز تھی 2003ء میں بے روزگاری

کی شرح 5.8 ریکارڈ کی گئی امریکہ کی تقریباً ساری ہی ریاستوں میں قدرتی وسائل کی بہتات ہے جس کو حکومت نے بروئے کار لا کر ملک کو ترقی کی بلندیوں تک پہنچا دیا ذیل میں شمالی امریکہ کی چند ریاستوں کا امریکہ کی معاشی ترقی کے حوالے سے اختصار سے ایک جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ایریزونا:

یہ جنوب مغربی امریکہ کی ایک ریاست ہے انیسویں صدی کے بعد ایریزونا میں زبردست تبدیلیاں واقع ہوئیں اس سے قبل یہ اسٹیٹ ایک غیر ہموار علاقہ تھی جہاں کانکنی اور مویشیوں کا کاروبار ہوتا بعد ازاں یہاں اعلیٰ ٹیکنالوجی والے فارمز اور صنعتیں قائم ہوئیں۔

آرکنسا:

اس ریاست کا شمار جنوب مغربی وسطی ریاستوں میں کیا جاتا ہے بنیادی طور پر یہ ایک زرعی ریاست ہے اس علاقے کو لٹل راک بھی کہا جاتا ہے یہ لٹل راک ایک بڑا تجارتی مرکز ہے جہاں سے سالانہ اربوں ڈالرز کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔

کیلی فورنیا:

یہ ریاست بحر الکاہل کے ساتھ آباد ہے یہ ایک جنت نظیر ریاست ہے جو اپنے قدرتی حسن کی وجہ سے سیاحوں میں مشہور ہے۔ یہاں بھی کاروبار اپنے عروج پر ہے۔

کینٹکی:

امریکی ریاست کینٹکی دریائے اوہائیو کے مقام پر واقع ہے بیسویں صدی تک یہاں کاشتکاری آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ سمجھی جاتی تھی لیکن اس کے بعد یہاں مصنوعات سازی، زرعی پیداوار کی پروسیسنگ، دیگر مصنوعات کی مینوفیکچرنگ اور سستی پن بجلی کی پیداوار شروع

ہوئی یہاں کوئلے کی وافر مقدار پائی جاتی ہے جو ایک قدرتی دولت ہے جس کی وجہ سے اس ریاست نے کافی ترقی کی۔

فلوریڈا:

یہ ریاست شمالی امریکہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے جہاں اٹلانٹک سمندر اور میکسیکو خلیج ہیں یہ اپنے قدرتی حسن کی وجہ سے مشہور ہے اسی وجہ سے کئی دہائیوں سے یہاں کی آمدنی کا بڑا حصہ سیاحت کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے موسم بہار میں یہاں ہر طرف پھولوں کی بہار نظر آتی ہے۔

میسی پسی:

یہ امریکی ریاست دریائے میسی پسی کے قریب واقع ہے جس کی وجہ سے اس کا نام بھی میسی پسی پڑ گیا یہاں قدرتی وسائل کی بہتات ہے جبکہ کپاس کی بہت اچھی پیداوار بھی اس علاقے کی پہچان ہے یہاں سب سے زیادہ سیاہ فام افراد آباد ہیں

مشی گن:

یہ ریاست شمال مشرقی وسطی میں واقع ہے جہاں انیسویں صدی کے آخر میں زرعی وسائل نے ترقی کی بیسویں صدی کے اوائل میں گاڑیوں کی صنعت نے بے حد ترقی کی امریکہ کی ترقی میں اس ریاست کا بھی اہم کردار ہے۔

میری لینڈ:

یہ ریاست امریکہ کی مشرقی ریاستوں میں سے ایک ہے ابتداء میں یہ اپنی زراعت کی وجہ سے مشہور تھی لیکن اب یہاں کی صنعتی ترقی نے زراعت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

میساچوسٹس:

میساچوسٹس نیوانگلینڈ کی ریاستوں میں سے ایک ریاست ہے جس کے مشرق میں اٹلانٹک سمندر ہے انیسویں صدی میں میساچوسٹس ایک اہم صنعتی مرکز بنا جہاں ٹیکسٹائل، اور جوتوں کی کئی فیکٹریز قائم ہوئیں بعد ازاں بیسویں صدی میں اعلیٰ ٹیکنالوجی کی بے شمار اشیاء اور الیکٹرانک کی مصنوعات کی پیداوار شروع ہوئی۔

نیوادا:

یہ ایک کوہستانی ریاست ہے جو معدنی وسائل سے مالا مال ہے یہاں کی مشہور کانوں میں سونے اور چاندی کی کانیں ہیں جس نے اس ریاست کو امیر بنا دیا موجودہ دور میں یہاں سیاحت، کانکنی اور دیگر کئی اہم صنعتیں قائم ہیں۔

نیویارک:

نیویارک امریکہ کا سب سے بڑا شہر ہے جہاں اقوام متحدہ کا دفتر بھی قائم ہے۔ یہ شہر بین الاقوامی مالیات، مواصلات اور کاروبار کا بھی ایک اہم مرکز ہے ایک طویل عرصہ سے یہ شہر امریکہ کی سیاسی، ثقافتی اور اقتصادی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے اس شہر کو 1800ء سے قبل اپنی بے پناہ دولت اور متنوع وسائل کی وجہ سے ایمپائر اسٹیٹ کہا جاتا تھا۔

ٹیکساس:

یہ ریاست امریکہ کی مغربی ریاست ہے ٹیکساس ایک سو سال سے زائد عرصہ تک امریکہ میں ہسپانوی بادشاہت کا حصہ رہی یہ امریکہ کی دوسری سب سے بڑی ریاست ہے جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہے یہاں تیل کے کنوئیں، جنگلات، پہاڑ، کھیت کھلیان اور بکثرت مویشی ہیں جس نے ریاست کو تیز معاشی ترقی کی بنیاد فراہم کی۔

ورجینیا:

یہ ریاست شمالی امریکہ کے مشرق میں واقع ہے کئی امریکی صدور کا تعلق اسی ریاست سے ہے اس شہر کی وجہ شہرت یہاں کا بہترین تمبا کو ہے جو اپنی کوالٹی کے اعتبار سے دنیا بھر میں شہرت رکھتا ہے تاہم یہاں کی معیشت کا انحصار بھی تمباکو کی پیداوار پر ہے بیسویں صدی میں یہاں کئی صنعتیں قائم کی گئیں جس میں ٹیکسٹائل اور کیمیکلز کی صنعتیں شامل تھیں یہاں بڑے پیمانے پر مویشیوں اور اناج کی پیداوار بھی کی جاتی ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ: United State Of America:

موجودہ یو ایس اے کے علاقے میں بالاصل انڈین قبائل آباد تھے جنھیں آج دیسی امریکی کہا جاتا ہے یورپیوں کی امریکہ میں آبادکاری نے دیسی امریکیوں کی زندگیوں اور ثقافتوں کو بدل کر رکھ دیا یورپی اقوام سترہویں صدی کے دوران امریکہ میں آباد ہونا شروع ہوئے انگلینڈ، فرانس، نیدر لینڈ، اسپین اور سویڈن نے یہاں نوآبادیاں قائم کیں برطانیہ نے 1664ء میں ڈچ وسویڈش کالونیاں فتح کر کے اپنی بادشاہت میں شامل کیا سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں نوآبادیوں نے عوامی خودحکومتی کی روایت اختیار کی جب برطانیہ نے نوآبادکاروں پر ٹیکس بڑھانے کی کوشش کی تو انھوں نے اسے مسترد کر دیا میسا چوسٹس ملیشیاء اور برطانوی فوج کے درمیان مسلح تصادم کے بعد 1775ء میں نوآبادیوں کی ایک کانگریس منعقد ہوئی اس دوسری کانٹی نینٹل کانگریس نے ایک وفاقی حکومت کے طور پر خود کو منظم کیا اس کے ساتھ ہی جنگ آزادی شروع ہوگئی نوآبادیوں نے یونائٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ کے طور پر آزادی کا اعلان کر دیا ریاست ہائے متحدہ ایک ریاستوں کا ایک صدارتی وفاق بنی جس نے برطانیہ عظمی کو شکست دی یو کے نے 1783ء میں اس کی خودمختاری کو تسلیم کیا تمام نوآبادیوں

نے 1788ء میں ایک وفاقی آئین منظور کیا جیسے 1789ء میں لاگو کیا گیا جارج واشنگٹن یو ایس اے کا پہلا صدر منتخب ہوا یو ایس اے یا ریاست ہائے امریکہ، براعظم شمالی امریکہ میں واقع ایک فیڈرل جمہوریہ ہے جس میں الاسکا اور ہوائی سمیت پچاس ریاستیں شامل ہیں یو ایس اے کی ابتداء تارکین وطن کے معاشرے کے طور پر ہوئی اور متواتر دنیا بھر سے یہاں لوگ آ کر آباد ہوتے گئے حتیٰ کے قدیم دیسی امریکی باشندے بھی ہزاروں برس قبل ایشیاء سے یہاں آئے ہوئے لوگوں کی اولاد ہیں 1822ء کے بعد سے چھ کروڑ تیس لاکھ لوگ امریکہ میں رہنے کے لئے آئے دنیا کی تاریخ میں کبھی بھی ملک کی ہیئت میں اتنے رنگا رنگ ثقافتی اور معاشرتی عناصر نہیں ملتے ہیں جتنے امریکہ میں ہیں۔

یو ایس اے کا کل رقبہ 26.630. 98 مربع کلومیٹر ہے اس کی ۴۸ ملحقہ اور دور دور واقع ریاستوں کے علاوہ متعدد دیگر علاقے بھی اس میں شامل ہیں جیسے پیورٹو ریکو دولت مشترکہ اور ورجن جزائر دارالحکومت واشنگٹن ڈی سی دریائے پوٹومیک کے کنارے پر میری لینڈ اور ورجینا کی ریاستوں کے درمیان واقع ہے پچاس ریاستوں کے سائز اور آبادی میں کافی فرق پایا جاتا ہے سب سے بڑی ریاست الاسکا ہے۔ اس کے بعد کیلی فورنیا ہے جبکہ سب سے چھوٹی ریاست رود آئی لینڈ ہے امریکہ کی ہر ریاست کاونٹیز میں منقسم ہیں لاس انجلس، شکاگو، کیلی فورنیا، الینائی اور نیویارک سٹی جدید صنعتی شہر ہیں جہاں بڑے پیمانے پر کاروبار ہوتا ہے یو ایس اے کی آبادی دنیا میں تیسرے نمبر کی بڑی آبادیوں میں شمار کی جاتی ہے پہلا نمبر چین اور دوسرا ہندوستان کا ہے یعنی کرہ ارض کا پانچ فیصد امریکہ میں ہے دنیا بھر سے لوگ نقل مکانی کر کے یہاں آ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود یہاں کی آبادی بہت زیادہ گنجان آباد نہیں۔

یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ کی پچاس ریاستوں کے نام

Alphabetical List of 50 States of America:

1.Alabama. 2.Alaska. 3.Arizona. 4.Arkansas. 5.California 6.Colorado .7.Connecticut. 8.Delaware. 9.Florida.10.Georgia 11.Hawii.12. Idaho.13. illinois.14. Indiana 15. Iowa. 16. Kansas.17. Kentucky. 18. Louilana. 19. Maine 20. Maryland.21.Massachusetts 22Michigan 23.Minnesota. 24.Mississippi . 25. Missouri. 26. Montana.27. Nebraska.28. Nevada 29. New Hampshire.30. New Jersey 31.New Mexico 32. New York.33. North Carolina 34. North Dakota. 35. Ohio. 36.Oklahoma.37.Oregon 38.Pennsylvania. 39. Rhode Island.40. South Carolina 41. South Dekota 42. Tennessee.43. Taxas. 44. Uthah.45.Vermont 46 Virginia. 47. Washington.48. West Virgina. 49.Wisconsin 50.Wyoming

Canada Confedearation: کینیڈا کنفیڈریشن:

شمالی امریکہ کی سابقہ برطانوی کالونیوں کی ایک وفاقی یونین جسے بالاصل ڈومینیئن آف کینیڈا ابھی کہا جاتا تھالیکن اب صرف اسے کینیڈا ہی کہا جاتا ہے کنفیڈریشن کا آغاز یکم جولائی 1867ء میں چار صوبوں اور 34 لاکھ آبادی کے ساتھ ہوا، اب اس میں دس صوبے اور

تین علاقے شامل ہیں جس کی کل آبادی 3000,000,00 کے قریب پہنچ چکی ہے شمالی امریکہ کے شمالی نصف میں برطانوی علاقے نے امریکی انقلاب میں حصہ نہیں لیا 1860ء کی دہائی میں بدستور برطانوی سلطنت کا حصہ تھے 95 فیصد سے زائد لوگ اٹلانٹک سمندر سپر یئر جھیل کے درمیان پانچ کالونیوں میں رہتے تھے بیشتر مقاصد کے تحت انھوں نے برطانیہ کی پارلیمنٹ کی طرز پر ادارے بنائے تاہم حکومت برطانیہ نے فوجی دفاع مہیا کیا اور برطانوی شمالی امریکہ کے لئے بین الاقوامی امور نمٹائے شمالی امریکہ میں اہم ترین برطانوی ملک کینیڈا کا صوبہ تھا جو دریائے سینٹ لارنس اور گریٹ جھیلوں کی شمالی طرف کے ساتھ ساتھ واقع تھا اس کی ۲۵ لاکھ کے قریب آبادی فرانسیسی اور برطانوی کینیڈیوں کے درمیان تقسیم تھی جبکہ انتظامیہ کو بھی انھی خطوط پر تقسیم کیا گیا تھا فرانسیسی آبادی مشرقی حصے یعنی مشرقی کینیڈا میں مرتکز تھی مغربی یا بالائی کینیڈا میں قوانین اور ادارے برطانوی تھے اور غالب زبان انگریزی تھی تاہم دونوں حصے مل کر ایک صوبہ بناتے تھے دونوں صوبوں پر ایک ہی مقننہ کے ذریعہ حکومت کرنا مشکل تھا کیونکہ برطانوی اور فرانسیسی کینیڈیوں کے اہم معاملات بنیادی طور پر مختلف نظریات رکھتے تھے تعلیم اور کلیسیاء کے معاملات بڑی مثالیں تھیں تاہم دوحصوں کی معیشتیں اس قدر باہم مربوط تھیں کے انھوں نے یونین کو توڑنا نہ چاہا چنانچہ انھیں وفاقیت میں اس الجھن کا حل نظر آیا لہذا وفاقی نظام کے تحت دونوں حصے اپنے معاملات کے لئے ذمہ دار الگ الگ حکومت رکھ سکتے تھے جس پر فرانسیسیوں اور انگریزوں کا اختلاف تھا۔ جبکہ وفاقی حکومت مشترکہ مفادات کے شعبوں کا اختیار سنبھال سکتی تھی کینیڈا کو ایک وفاق میں تبدیل کرنے کا عمل 1864ء میں جارج براؤن نے شروع کیا جو بالائی کینیڈا میں ریفارم پارٹی کا رہنما تھا اس نے زیریں کینیڈا کی کنزرویٹو پارٹی کے رہنما جان اے میکڈونلڈ کے ساتھ مل کر نئے وفاق میں

کینیڈا کے علاوہ برطانوی شمالی امریکہ کی دیگر کالونیوں کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی۔

1866ء اور 1867ء میں کینیڈا، نیو برونزوک اور نووا سکانیا کے نمائندوں نے لندن میں برطانوی حکام کے ساتھ مل بیٹھ کر اپنے منصوبے کی تفصیلات کو حتمی شکل دی اور اسے قانونی انداز میں لکھا اب اسے فیڈ یریشن یعنی وفاق کے بجائے کنفیڈریشن کہا جانے لگا چنانچہ نئی کنفیڈریشن نے کینیڈا کا نام اپنایا کینیڈا کا پرانا صوبہ دو صوبے بن گئے برطانوی پارلیمنٹ نے 1867ء میں کنفیڈریشن بنائی نیا آئین یکم جولائی 1867ء کو نافذ العمل ہوا میکڈونلڈ نئی ڈومینئین آف کینیڈا کا پہلا وزیر اعظم بنا تاہم کنفیڈریشن نے بہت جلد توسیعی کام شروع کئے ۔ ۶۴ ۔

ریاست ہائے میکسیکو: United State Of Mexico:

ریاست ہائے میکسیکو کو یونائٹڈ میکسیکن اسٹیٹس بھی کہا جاتا ہے یہ شمالی امریکہ کی ایک وفاقی جمہوریہ ہے میکسیکو مغربی نصف کرے کا سب سے بڑا ملک اور پیٹرولیم اور قدرتی گیس جیسے وسائل سے مالا مال ہے اس کی معیشت کا شمار دنیا کی پندرہ بڑی معیشتوں میں ہوتا ہے یہاں کا دارالحکومت میکسیکو سٹی ہے جس کا شمار دنیا کے بڑے شہروں میں کیا جاتا ہے لاطینی امریکہ میں صرف برازیل کی آبادی میکسیکو سے زیادہ ہے میکسیکو کے شمال میں امریکہ، مغرب میں بحرالکاہل، مشرق میں میکسیکو خلیج اور کیریبین سمندر جبکہ جنوب میں گوئٹے مالا اور بیلیز ے واقع ہیں ۱۹۴۰ء کے بعد میکسیکو کی آبادی میں نہایت تیزی سے اضافہ ہوا میکسیکو 132 انتظامی یونٹس میں تقسیم ہے یہاں کے دیسی باشندوں کی تعداد کل آبادی کے تیس فیصد ہے ہسپانوی زیر اختیار میکسیکو میں ہسپانوی زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہے دیگر یورپی زبانوں کے بولنے اور سمجھنے والے بھی یہاں آباد ہیں دیسی زبان بولنے والے تقریباً 80 فیصد میکسیکی

ہسپانوی زبان بولتے ہیں نوآبادیاتی عہد میں ہسپانوی نوآبادکاروں نے مقامی آبادی پر رومن کیتھولک مذہب کو مسلط کیا انھیں پروٹسٹنٹ ازم اور یہودیت سمیت کسی بھی دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہ تھی یہی وجہ ہے کے آج زیادہ تر میکسیکی رومن کیتھولک ہیں امریکی حکومت کی طرح میکسیکو کی حکومت بھی تین شاخوں میں بٹی ہوئی ہے۔

ا۔انتظامیہ۔

۲۔مقننہ۔

۳۔عدلیہ۔

تاہم میکسیکو میں انتظامی شعبے کا غلبہ ہے اسی لئے سیاسی نظام پر صدر کا تقریباً مکمل کنٹرول ہے پی آر آئی ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے میکسیکو کی فوج کا شمار دنیا کی چھوٹی ترین افواج میں کیا جاتا ہے۔۶۵۔

آزٹک سلطنت: Aztec Empire:

دیسی امریکی ریاست جس نے موجودہ میکسیکو کے زیادہ تر علاقوں پر 1428ء سے 1521ء تک حکومت کی (جب یہاں ہسپانویوں نے قبضہ کرلیا) آزٹک نے عظیم شہر بسائے اور پیچیدہ سماجی اور سیاسی مذہبی ڈھانچے بنائے ان کا دارالحکومت ٹینوچٹلان یعنی موجودہ میسکیوسٹی تھا ہسپانوی تسخیر کے دور میں یہ غالباً دنیا کا سب سے بڑا شہر تھا اس میں ایک وسیع وعریض معبد، ایک شاہی محل اور متعدد نہریں شامل تھیں ہسپانوی قبضے کے بعد آزٹک کی سلطنت تباہ ہوگئی لیکن ان کی تہذیب نے میکسیکی ثقافت کی ترقی پر کافی گہرے اثرات مرتب کئے بہت سے معاصر میکسیکی آزٹک نسل سے تعلق رکھتے ہیں تقریباً دس لاکھ میکسیکی مادری زبان Nahuati آزٹک زبان تھی میکسیکوسٹی میں کھدائی کے دوران آزٹک تہذیب کے معبد، مجسمے

زیورات اور کئی قیمتی اشیاء دستیاب ہوئیں آزٹک معاشرہ نہایت منظم معاشرہ تھا جس کی بنیاد زراعت پر تھی جبکہ مذہب کی چھاپ زندگی کے تمام شعبوں پر قائم تھی آزٹک دیوتا فطری قوتوں کے نمائندہ تصور کئے جاتے بڑے شہروں میں پتھروں کے دیو قامت اہرام کی چوٹیوں پر معبد تعمیر کئے جاتے جہاں دیوتاؤں کے حضور انسانی قربانیاں پیش کی جاتیں آزٹک آرٹ بنیادی طور پر مذہب کا اظہار تھا جس نے اس سلطنت کی دولت اور حشمت میں اضافہ کیا زراعت کے پیشے سے وابستہ ہونے کے ناطے آزٹک نے فطری قوتوں پر بے حد انحصار کیا انھیں بطور دیوتا پوجا تاہم ان کا سرپرست دیوتا سورج دیوتا تھا جسے جنگ کا دیوتا بھی کہا جاتا جبکہ دیگر اہم دیوتاؤں میں بارش کا دیوتا اور ہوا کا دیوتا قابل ذکر تھے، آزٹک اپنے دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے انھیں انسانوں کی قربانیاں پیش کرتے جبکہ ایک روایت کے مطابق سورج دیوتا کے مندر کی تعمیر کے بعد دیوتا کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے تقریباً 80,000 جنگی قیدیوں کو قربان کیا گیا 1519ء میں ایک ہسپانوی مہم جو ہرنان کورٹیس اور 500 سے زائد ہسپانوی افراد زمین اور سونے کی تلاش میں میکسیکو کے ساحل پر اترے۔٦٦۔

فنِ تحریر: **Mode of Writing:**

شمالی امریکہ میں عام طور پر انگریزی زبان بولی اور لکھی جاتی ہے یہ اقوام کی دولت مشترکہ میں شامل متعدد ممالک کی سرکاری زبان ہے جو دنیا بھر میں وسیع پیمانے پر سمجھی جاتی ہے ایک تجزیے کے مطابق دنیا میں چینی زبان کے بعد سب سے زیادہ انگریزی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے انگریزی زبان کا تعلق جرمن زبانوں (ہند یورپی زبانوں کے ایک ذیلی خاندان) کی مغربی شاخ کے اندر اینگلوفریسی گروپ سے ہے۔ 1500 سال پر محیط ارتقائی عمل کے دوران انگریزی کے ذخیرہ الفاظ میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے 1989ء میں مرتب کی

گئی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری (20 جلدوں) پر مشتمل تھی جس میں تقریباً 6000,00 سے زائد الفاظ شامل تھے تاہم یہ اندازہ ہے کے موجودہ انگلش کا ذخیرہ الفاظ دس لاکھ الفاظ پر مشتمل ہے۔

انگریزی زبان بیسویں صدی میں دنیا کی کسی بھی دوسری زبان سے زیادہ وسیع زبان کی حیثیت سے جانی اور سمجھی جاتی ہے تاہم چینی زبان جیسی کچھ زبانوں میں بھی الفاظ سازی کی اہلیت موجود ہے۔

انگریزی زبان نے دیگر کچھ زبانوں سے متواتر الفاظ مستعار لئے ہیں جس کا سلسلہ تاحال جاری ہے دیگر زبانوں میں لاطینی، یونانی، فرانسسی اور اسکینڈے نیویائی زبانیں شامل ہیں جن سے انگریزی زبان الفاظ مستعار لیتی ہے امریکہ میں جتنا بھی دفتری کام ہوتا ہے وہ انگریزی زبان میں ہوتا ہے یہاں تخلیق ہونے والا ادب بھی انگریزی میں لکھا گیا اس کے علاوہ روزمرہ بول چال میں بھی انگریزی زبان کو اہمیت حاصل ہے اور اس کی پذیرائی کی جاتی ہے اس زبان کے 26 حروف تہجی ہیں اور یہ زبان الٹے ہاتھ کی جانب سے لکھی جاتی ہے اس زبان کو بین الاقوامی زبان کا درجہ بھی حاصل ہے۔

امریکی ادب: **American Literature:**

ریاست ہائے متحدہ میں انگلش زبان میں لکھی گئی کتابوں کے مجموعے کو امریکی ادب کہا جاتا ہے دیگر اقوام کے ادب کی طرح امریکی ادب کو بھی ملک کی تاریخ نے تشکیل دیا ہے تقریباً ڈیڑھ سو سال تک امریکہ محض شمالی امریکی براعظم کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ بکھری ہوئی آبادیوں کا مجموعہ تھا مادر وطن کے خلاف ایک کامیاب بغاوت کے بعد ہی امریکہ ریاست ہائے متحدہ بنا بالفاظ دیگر ایک قوم بنا انیسویں صدی کے اختتام پر یہ قوم جنوب میں

میکسیکو خلیج تک پھیلی اور مغرب میں بحرالکاہل تک انیسویں صدی کے اختتام تک اس کا شمار دنیا کی عظیم طاقتوں میں ہونے لگا اس کے مقدر کے ساتھ دیگر اقوام کے مقدر منسلک ہوئے یہاں تک دنیا کے دیگر ممالک مثلاً یورپ اور افریقہ کے معاملات میں بھی اس کا بے حد عمل دخل ہوتا ہے۔ دوسری جانب سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی نے سماجی سطح پر عوامی سوچ کو حد درجہ متاثر کیا جس کے اثرات امریکی ادب پر بھی پڑے۔ابتداء میں امریکی ادب ایک آبادیاتی ادب تھا جبکہ جان اسمتھ نامی ایک سپاہی کو امریکی ادب کا آغاز تصور کیا جاتا ہے اس کی کتب میں امریکی آبادکاری کی وضاحت تھی۔

بعد میں آنے والے مصنفین نے برطانیہ کے ساتھ امریکہ کے تعلقات کو تسلیم کیا لیکن کچھ مصنفین نے اختلاف رائے بھی کیا۔

سترہویں صدی میں سوانحات، مقالے، سمندری مہمات اور خطبات شامل تھے دوسری جانب ڈرامہ اور فکشن میں بھی کچھ کارنامے دکھائے گئے کیونکہ ان اصناف کے خلاف امریکہ میں تعصب پایا جاتا تھا۔

سترہویں صدی کا امریکی ادب اس عہد کی برطانوی ادب جیسا ہی تھا۔

اٹھارہویں صدی کے ابتدائی برسوں میں امریکی لکھاریوں جن میں کاٹن مارتھر نے پرانی روایات کو برقرار رکھا اس نے نیو انگلینڈ کی تاریخ اور سوانح لکھی اس دور کے کمیونسٹ عقدیے کا اظہار بھی کچھ لکھاریوں کی تحریر میں نظر آتا ہے جیسے کے انسان کی نجات صرف خدا کی رحمت سے ہی ممکن ہے انقلاب امریکہ کے واقعات بھی تحریر کئے گئے اور اس انقلاب سے سماجی سطح پر پیدا ہونے والے اثرات کو بھی ضبط قلم کیا گیا اس دور میں سیموئیل ایڈمز، جان ڈکنسن، بنجمن فرینکلین اور ٹامس پین کافی نمایاں لکھاری تھے بعد ازاں ناول نگاری اور

ڈرامے بھی لکھے گئے جس نے عوامی مقبولیت حاصل کی اگرچہ تھیٹریکل گروپ امریکہ میں کافی فعال رہا لیکن پروفیشنل انداز میں پیش کی گئی پہلی امریکی کامیڈی رائیل ٹیلرز کی Contrast تھی جو ۱۷۸۷ء میں لکھی گئی یہ ڈرامہ گولڈ اسمتھ اور شیریدان کا رنگ لئے ہوئے تھا۔

ولیم بل براؤن نے پہلا امریکی ناول لکھا تاہم انیسویں صدی کے آخر تک جذباتی ناولوں کا ایک سیلاب جاری رہا لیکن امریکی انقلاب کے بعد وہاں کے مصنفین نے حقیقی معنوں میں دیسی ادب تخلیق کرنے پر زور دیا ان لکھاریوں میں مشہور زمانہ ولیم کولن برائیٹ ، واشنگٹن ارونگ ،جیمز فینی مورکوپر اور ایڈگر ایلن پو نے شامل تھے ان مصنفین نے ادبی ترقی کی ایک عظیم نصف صدی کا آغاز کیا تاہم انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں کئی دیگر مصنفین جن میں جان پینیڈلٹن کینیڈی اور ولیم گلورسمز شامل تھے انھوں نے بھی اچھا کام کیا

پہلی عالمی جنگ کے بعد ڈرامہ،شاعری،فکشن اور تنقید کے میدان میں کافی کام کیا گیا اگرچہ اس دور میں بھی انقلابی تھیئٹر نے پذیرائی حاصل کی جدید امریکی ڈراموں نے تھیئٹر جبکہ امریکی شاعری نے چھوٹے جریدوں میں اپنی جگہ بنائی سیاہ فام مصنفین نے بھی نسلی امتیاز پر کھل کر لکھا۔

بیسویں صدی کے مصنفین نے فکشن پر خاص طبع آزمائی کی جس میں سماجی ، سیاسی ، مذہبی اور نفسیاتی رجحانات پر بات کی گئی اسی دور میں امریکی اخلاقی انتشار کی بھی منظر کشی کی گئی سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بھی کچھ مصنفین نے سنجیدگی سے لکھا جبکہ سیاہ فام افراد سے نفرت کا اظہار بھی کیا گیا تاریخی ناول بھی لکھے گئے۔ دو عالمی جنگوں کا درمیانی دور ایک شگفتگی کا دور سمجھا جاتا ہے لیکن عالمی جنگوں کے بعد مصنفین نے کئی سیاسی ،سماجی اور نفسیاتی مسائل پر نہایت سنجیدگی سے قلم اٹھایا کیونکہ جاپان پر امریکیوں نے ایٹمی حملہ کیا تھا جس کے نہایت

خوفناک نتائج کا اہل جاپان کو سامنا تھا چنانچہ ان ہولناکیوں کو بھی ضبط تحریر میں لایا گیا، کئی امریکی مصنفین نے اخلاقی گراوٹ اور ہم جنس پرستی جیسے موضوعات پر کھل کر اظہار خیال کیا جبکہ رومانوی ناول بھی لکھے گئے۔۶۷۔

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

شمالی امریکہ پچاس ریاستوں پر مشتمل دنیا کا تیسرا بڑا براعظم ہے جہاں متنوع افراد اور ثقافتیں موجود ہیں یہاں کی ہر اسٹیٹ میں فن تعمیر کا کوئی نہ کوئی نمونہ موجود ہے۔

ا۔ مجسمہ آزادی (Statue of Liberty):

مجسمہ آزادی 1924ء میں امریکہ کے شہر نیو یارک سٹی میں نصب کی گئی ایک یادگار ہے جو دو جزائر پر مشتمل ہے لبرٹی جزیرے پر مجسمہ آزادی موجود ہے اس مجسمے میں ایک عورت ظلم و جبر کی زنجیر توڑتے ہوئے دائیں ہاتھ سے مشعل کو بلند کر رہی ہے اس کے بائیں ہاتھ میں 8 جولائی 1776ء کی حامل ایک لوح ہے اسی دن یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ نے آزادی کا اعلان کیا تھا اس عورت کے سر پر رکھے تاج کے ساتھ کنگرے سات سمندروں اور سات براعظموں کی نمائندگی کر رہے ہیں مجسمہ آزادی کی اونچائی 46 میٹر ہے اسے فرانسیسی انجینئر الیکسانڈرے گستاوَ آئیفل نے ڈیزائن کیا اسی انجینئر نے پیرس کے ایفل ٹاور کو بھی ڈیزائن کیا تھا۔۶۸۔

۲۔ ہارورڈ یونیورسٹی (Harvard University):

ہارورڈ یونیورسٹی شمالی امریکہ کی اسٹیٹ میساچوسٹس میں واقع ایک مخلوط تعلیم کی نجی یونیورسٹی ہے یہ امریکہ کی ایک قدیم یونیورسٹی ہے جس کا قیام 1636ء میں ایک کالج کی شکل میں ہوا بعد ازاں 1780ء میں یہ یونیورسٹی کے درجے تک پہنچی اس یونیورسٹی کا نام انگلش مبلغ جان ہارورڈ

کے نام پر ہے یہ دنیا کی مشہور و معروف یونیورسٹیز میں سے ایک ہے جہاں کے ڈگری ہولڈرز کو دنیا میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کئی امریکی صدور نے بھی اپنی تعلیم یہیں سے حاصل کی ۔۶۹ ؎

۳۔امپائر اسٹیٹ بلڈنگ (Empire State Building):

امپائر اسٹیٹ بلڈنگ نیویارک کے ایک قصبے مڈ ٹاؤن مین ہیٹن میں واقع ہے یہ 102 منزلہ عمارت ہے جس کی 85 منزلوں میں مختلف آفس ز ہیں اس عمارت کو William F.Lamb نے 1930ء میں ڈیزائن کیا اس عمارت کی لمبائی 443.2 میٹر ہے۔

۴۔وائٹ ہاؤس (White House):

وائٹ ہاؤس امریکی صدور کی سرکاری رہائش گاہ ہے جس کی تعمیر 1800 ۔ 1792ء کے درمیانی عرصے میں ہوئی اس عمارت کے ڈیزائنر James Hoban ہیں یہ عمارت واشنگٹن ڈی۔سی میں 1600 پینسلوانیا ایونیو پر واقع ہے شروع میں اس عمارت کو پریزیڈنٹ ہاؤس بھی کہا جاتا تھا لیکن 1901ء میں اس کو سرکاری طور پر وائٹ ہاؤس کا نام دیا گیا اس عمارت میں 132 کمرے ہیں جبکہ یہاں ایک اوول آفس بھی ہے جو اپنی پریس کانفرنس کی وجہ سے مشہور ہے جارج واشنگٹن کے سوا تمام امریکی صدور اپنے دور صدارت میں یہاں مقیم رہے۔

۵۔یونائیٹڈ اسٹیٹ کیپیٹل (United State Capitol):

یہ عمارت واشنگٹن ڈی سی میں واقع ہے اس عمارت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک بڑا سفید گنبد ہے جو اس عمارت کے حسن میں اضافہ کرتا ہے یہاں کانگریس کے ممبران کی میٹنگز ہوتی ہیں اس عمارت میں 600 کمرے ہیں جبکہ اس میں موجود گیلری میں امریکی ثقافت، تہذیب وتمدن اور ان کی تاریخ کے کئی حوالے پینٹنگز کی شکل میں آویزاں ہیں ہر سال یہاں

تقریباً ۳.۵ ملین افراد آتے ہیں۔

۶۔کرسلر بلڈنگ(Chrysler Building):

یہ عمارت امپائر اسٹیٹ بلڈنگ سے مشابہہ ہے جو مین ہیٹن میں واقع ہے اس کی اونچائی 318.9 میٹر ہے اس کی وجہ شہرت اس کا خوبصورت کراؤن ہے جو فن تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ تصور کیا جاتا ہے اس کی تعمیر میں مثلث کا استعمال کیا گیا ہے اس عمارت میں ایک بہت بڑی ڈیجیٹل گھڑی بھی آویزاں ہے۔

۷۔ٹرانس امیریکہ پیرامیڈ(Transamerica Pyramid):

یہ عمارت سان فرانسسکو کی دوسری بڑی عمارت ہے جو 48 منزلہ ہے اس عمارت کی اونچائی تقریباً 260 میٹر ہے یہ اپنی منفرد تعمیراتی ڈیزائن کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز ہے۔

۸۔Faneuil Hall:

بوسٹن میں واقع ایک مشہور عمارت ہے اس عمارت کی وجہ شہرت یہاں کی گئی کئی تقاریر ہیں جو مختلف سیاست دانوں نے کیں۔

موسیقی: Music:

امریکہ کے رہنے والے موسیقی سے بہت لگاؤ رکھتے ہیں ان کے خیال میں یہ جسمانی اور روحانی تازگی کے حصول کا اہم ترین ذریعہ ہے اسی لئے وہ اس کو باقاعدگی اور شوق سے سنتے ہیں اور اس کی تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں امریکہ کے اسکولوں میں بچوں کو ابتدا سے ہی موسیقی کی تعلیم دی جاتی ہے نوجوانوں کی بڑی تعداد جدید موسیقی کے رسیاء ہیں جبکہ ایک سنجیدہ طبقہ کلاسیکی موسیقی کو سمجھتا اور پسند کرتا ہے۔

بینجو (Benjo):

بینجو بربط کی قسم کا تاروں والا ایک ساز ہے جس کی بنیاد افریقہ کے ایک تار والے ساز پر ہے اس ساز کو سترہویں صدی میں افریقی غلام امریکہ لائے ہاتھ سے بجائے جانے والا پانچ تاروں کا بینجولوک موسیقی اور کمرشل بلیوگراس میں اہم ہے۔۷۰ ۔

امریکنز اپنی موسیقی میں وائلن ، ڈرم ، گٹاراور پیانو کا استعمال کرتے ہیں پیانو کے حوالے سے یہ بتایا جاتا ہے کے اس کا اولین ماڈل 1709ء کا ہے جیسے بارتولومیو کرسٹوفوری نے ایجاد کیا۔

زبانیں: Languages:

انگلش زبان: English:

انگریزی زبان یوکے، امریکہ، کینیڈا، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ اور متعدد ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے ان ممالک کے علاوہ بھی انگریزی زبان تقریباً دنیا بھر میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور یہ اقوام کی دولت مشترکہ میں شامل متعدد ممالک کی سرکاری زبان ہے جو دنیا بھر میں وسیع پیانے پر سمجھی جاتی ہے ایک تجزیے کے مطابق دنیا میں چینی زبان کے بعد سب سے زیادہ انگریزی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے، انگریزی زبان کا تعلق جرمن زبانوں

(ہند یورپی زبانوں کے ایک ذیلی خاندان) کی مغربی شاخ کے اندر اینگلوفریسی گروپ سے ہے 1500 سال پر محیط ارتقائی عمل کے دوران انگریزی کے ذخیرہ الفاظ میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے 1989ء میں مرتب کی گئی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری (20 جلدوں) پر مشتمل تھی جس میں تقریباً 6000,00 سے زائد الفاظ شامل تھے یہ اندازہ ہے کے موجودہ انگلش کا ذخیرہ الفاظ دس لاکھ الفاظ پر مشتمل ہے۔

انگریزی زبان بیسویں صدی میں دنیا کی کسی بھی دوسری زبان سے زیادہ وسیع زبان کی حیثیت سے جانی اور سمجھی جاتی ہے چینی زبان جیسی کچھ زبانوں میں بھی الفاظ سازی کی اہلیت موجود ہے۔

انگریزی زبان نے دیگر کچھ زبانوں سے متواتر الفاظ مستعار لئے ہیں جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے دیگر زبانوں میں لاطینی، یونانی، فرانسیسی اور اسکینڈے نیویائی زبانیں شامل ہیں جن سے انگریزی زبان الفاظ مستعار لیتی ہے ماہرین لسانیات کا یہ خیال ہے کے انگریزی زبان کی اسپیلنگ کا نظام دنیا کا ایک مشکل نظام ہے، مثلاً K n i f e میں K اور Right میں Silent، gh ہے۔

انگریزی زبان کی نشونما کی تاریخ میں عموماً چار مراحل کو شناخت کیا جاتا ہے۔

ا۔ پرانی انگلش (اینگلوساکسن)۔449ء تا 1066ء۔

۲۔ وسطی انگلش 1066ء تا 1500ء۔

۳۔ ابتدائی جدید انگلش 1500ء تا 1660ء

۴۔ متاخر جدید انگلش 1660ء تا عصر حاضر۔ا؎

فرانسیسی زبان: French Language:

فرانسیسی زبان کا تعلق ہند یورپی زبانوں کی اطالوی شاخ کے رومانس لسانی گروپ سے ہے یہ زبان فرانس، بیلجیئم، سوئٹزرلینڈ، گنی، شمالی مغربی افریقہ، ہند چینی، ہیٹی، مڈغاسکر اور کینیڈا کے کچھ علاقوں میں بولی جاتی ہے قرون وسطیٰ کے آغاز میں دریاء لوائرے کے شمال اور جنوب میں بولی جانے والی زبانوں نے الگ الگ ترقی کے مراحل طے کئے تیرہویں صدی کے آخر میں یہ دو الگ الگ زبانیں بن گئیں بارہویں اور تیرہویں صدی کے دوران Langue

d'oil یورپ بھر میں مقبول ہوئی اگلی دوصدیوں میں سوسالہ جنگ کے باعث فرانسسی علاقہ تباہی سے دوچار ہوا جس کی وجہ سے فرانسسی قوم پرستی کوتحریک ملی جس کے نتیجے میں فرانسسی زبان کو دربار میں قبولیت حاصل ہوئی 1539ء میں جاری کردہ فرانس اول کے حکم کے مطابق فرانسسی زبان کو سارے فرانس اور بادشاہت کی سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہوئی سولہویں صدی کے نصف آخر میں فرانسسی شاعروں کے ایک گروپ Plelade نے فرانسسی زبان کو نثر اور شاعری کے لئے موزوں قرار دیا سترہویں صدی میں شاعر فرانسوٹس ڈی Malherbe نے فرانسسی اکیڈمی نے ایک لغت تیار کی سترہویں صدی میں فرانسسی زبان بنیادی طور پر اپنی موجودہ شکل اختیار کر چکی تھی لیکن اٹلی اور جرمنی کے ساتھ فرانس کی جنگوں کے نتیجے میں ان زبانوں کے بھی کئی الفاظ فرانسسی زبان میں شامل ہوگئے ۔ ۲۷ ۔

ہسپانوی: Spanish:

ہسپانوی زبان اسپین کی سرکاری زبان ہے جس کو دنیا کے 35 کروڑ افراد بولتے اور سمجھتے ہیں دنیا کے کئی ممالک میں ہسپانوی زبان کوسرکاری زبان ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس میں ارجنٹائنا، بولیویا، چلی ، کولمبیا، کوسٹا ریکا، کیوبا، ڈومینکی ، جمہوریہ ریکواڈور، ایل سلواڈور، استوائی گنی ، گوئٹے مالا، ہونڈرس ،میکسیکو نکاراگوا، پاناما، پیراگوئے ، پیرو، یوراے گوئے اور وینزویلا شامل ہیں اس کے علاوہ کینیڈا، مراکش، فلپائین اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی ہسپانوی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے، ہسپانوی زبان کا تعلق ہند یورپی لسانی خاندان کی اطالوی شاخ کے رومن گروپ سے ہے اس کے دو بڑے لہجے ۔

ا۔اندلسی ۔ ۲۔کاستیلی ۔ ہیں ۔ ۷۳ ۔

آرمینائی زبان: Armenian:

آرمینائی زبان، ہندیورپی زبان اور جمہوریہ آرمینا کی سرکاری زبان ہے آرمینیائی ،آرمینیا کے 30,000,00 (تیس لاکھ) سے زائد لوگوں کی زبان ہے اس کے علاوہ مشرق وسطی اور مشرقی یورپ ، سابقہ سویت جمہوریاؤں اور شمالی امریکہ میں بھی تیس لاکھ افراد اس زبان کو بولتے اور سمجھتے ہیں انیسویں صدی تک آرمینائی کو ایرانی زبان کا ہی ایک لہجہ تصور کیا جاتا تھا۔ ۷۴۔

اتھاپاسکن زبان: Athapaskan Language:

تلنگٹ (Tilgit) اتھاپاسکن زبان بولنے والے شمالی امریکی قبائل کا ایک گروپ ہے جس کے کچھ ارکان شمال مغربی ساحل پر بھی آباد ہیں ان کی آبادی تقریباً بیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ ۷۵۔

کیڈو: Caddo:

ایک شمالی امریکی انڈین زبان اور زبانوں کے کیڈوآئی گروپ کا نام ہے تاہم جنوب مشرقی امریکہ کے لوگوں کو بھی کیڈو کہا جاتا ہے۔ ۷۶۔

ہنگریائی: Hungarian:

ہنگریائی زبان کا تعلق Finno-ugric زبانوں کی Ugric شاخ کی ایک رکن میگا ٹریامگیار سے ہے یہ زبان کوہ ارال کی مشرقی ڈھلانوں پر بولی جاتی ہے ہنگری اور امریکہ میں بھی اس زبان کے بولنے اور سمجھنے والے کافی لوگ ہیں ہنگریائی زبانوں کے لہجے ایک دوسرے سے کافی مشابہت رکھتے ہیں انیسویں صدی میں ہنگریائی زبان نے کئی ٹیکنیکل

اصطلاحات کو اپنے اندر سمویا تا کہ مغربی یورپی ٹیکنالوجی، سائنس اور فلسفے پر بحث کی جا سکے۔
۷۷؎

الگونکیائی: Algonkian:

شمالی امریکی انڈین زبانوں کا ایک گروپ جس میں Black Cree, foot, Cheyenne, اور دیگر شامل ہیں ہڈسن کھاڑے کے جنوب اور مشرق میں آباد قبائل اس زبان کو بولتے ہیں الگونیائی قبائل شکار اور ماہی گیری پر گزر کرتے ہیں یہ لوگ چھوٹے چھوٹے خاندان اور ٹولیوں کی صورت میں رہتے ہیں اور خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں مذہبی اعتبار سے یہ لوگ خدائے واحد پر بھی ایمان رکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بدروحوں اور چڑیلوں پر بھی انھیں یقین کامل ہے چنانچہ اپنے دکھ درد یا بیماری کی صورت میں یہ ان سے مدد اور شفا طلب کرتے ہیں۔۷۸؎

امریکی خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

The Status of American Women's in their Society

انگریزی زبان میں عورت کو 'وومن' کہا جاتا ہے تاہم امریکی سماج میں انسانی حقوق اور بالخصوص حقوق نسواں کا بڑا شور اور غلغلہ ہے جبکہ جدید مغربی تہذیب نے بظاہر اپنے یہاں کی عورت کو بلند اور مساوی درجہ دینے کا اعلان بھی کیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کے امریکی اور یورپی سماج مرد وزن دونوں ہی کو برابری کے حقوق اور حیثیت دیتا ہے چنانچہ ہر وہ کام جو مرد کر سکتا ہے وہ عورت بھی کر سکتی ہے لہٰذا عورت کو گھر سے نکل کر زندگی کے ہر شعبے میں اپنی خدمات اور برابری کا مقام حاصل کرنا چاہئے اس نظریہ کے علمبرداروں نے سماجی سطح

پر اس نعرے کو عام کیا Women! Make Policy not Coffee یعنی (کافی نہ بناؤ بلکہ پالیسی بناؤ) امریکی سماج میں رہنے والی عورت کے مسائل اور اس کے ساتھ سماجی ظلم وستم کا مطالعہ کیا جائے تو حیرت فزوں تر ہو جاتی ہے کیونکہ امریکی یا یورپی سماج نے اپنے یہاں کی عورت کی آزادی کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں آزادی کی آڑ میں اس کا شدید ترین جسمانی اور نفسیاتی استحصال کیا جا رہا ہے جیسے کے علم الانسان کی ماہر ڈاکٹر مارگریٹ میڈ نے مغربی خواتین کے حقوق پر کی گئی تحقیق میں یہ ثابت کیا ہے کے سماجی سطح پر عورتوں کو دئے گئے حقوق کے تمام دعوے اور انکشافات محض جھوٹ کا ایک پلندہ ہیں کیونکہ آج بھی مغربی مرد گھریلو معاملات میں اپنے پاس مکمل اختیارات رکھتا ہے اور گھر کے اندر بھی اسی کی چلتی ہے۔

اجرت:

امریکہ میں ایک ہی جیسے کام کرنے کی اجرت مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی 60 فیصد تک کم ہے حالانکہ وہ کام ایک جتنا ہی کرتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ انھیں مالکان یا اپنے ساتھ کام کرنے والے مردوں کی جانب سے جنسی طور پر ہراساں کرنے کی بھی کوششیں کی جاتی ہیں اب چاہے وہ عورت کسی آفس، کارخانے، فیکٹری، عدالت، اسپتال یا شاپنگ سینٹر میں بطور سیلز گرل کے ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ صورت حال لازمی ہے عورت کی شکایت کے نتیجے میں اس پر کام کا بوجھ بڑھا دیا جاتا ہے اور اس کی مشکلات میں بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے چنانچہ بیشتر خواتین عدالت جانے کے بجائے نوکری کو چھوڑنا زیادہ پسند کرتی ہیں اب جہاں تک نوکری کی مجبوری کی بات ہے تو اس کی ذمہ داری بھی مغربی سماج پر ہی عائد ہوتی ہے کیونکہ وہاں کے نوجوان، جوان ہوتے ہی اپنے والدین کا گھر چھوڑ دیتے ہیں پھر ان کی شادیاں بھی تا دیر قائم نہیں رہتی جس کے نتیجے میں تنہا خواتین کو اپنی گزر بسر کے لئے نوکری

کرنی پڑتی ہے اب اگر وہ یہ نوکری بھی چھوڑ دیں تو پھران کے پاس کوئی اور متبادل راستہ موجود نہیں ہوتا چنانچہ مغربی خواتین کے آڑے اگر یہ مجبوری نہ ہوتو یقیناً وہاں کے دفاتر عورتوں سے خالی ہوجائیں۔

ذیل میں ان نام نہاد حقوق کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

مساویانہ حقوق۔۔۔قانونی اعتبار سے امریکہ نے خواتین کو مساویانہ حقوق دئے ہیں لیکن اس قانون نے ابھی تک عملی شکل اختیار نہیں کی۔

ایلن گڈ مین ٹائم نیوز کی 6 جولائی 1987ء کی اشاعت میں لکھتی ہیں!

We 're still waiting for equal Status

یعنی (امریکی عورت ابھی تک مساوی درجہ پانے کا انتظار کررہی ہے)۔۹۷۔

ایک امریکی جریدہ سائیکلوجی ٹوڈے میں کئے گئے ایک سوالنامے میں ۵۱ فیصد مردوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کے امریکی سماج میں عورتوں کا استحصال بالکل اسی طرح سے کیا جارہا ہے جس طرح سے کالے نیگروز کا استحصال کیا جاتا ہے۔

امریکی صدر بل کلنٹن کی اہلیہ جب انڈیا گئیں تو انھوں نے وہاں مسلمان لڑکیوں کو دیکھ کر کہا! انھیں سفر کرتے ہوئے صرف ایک بیگ اٹھانا پڑتا ہے اور ہمارے یہاں لڑکیوں کو دو بیگز (اپنا اور اپنے ناجائز بچے) کا بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

سیاسی نمائندگی۔۔۔سیاسی طور پر عورتوں کی نمائندگی بھی برائے نام ہے خاتون صدر مملکت کا تصور اب تک امریکہ میں ایک مذاق سمجھا جاتا ہے مسز روز ویلٹ (امریکی صدر کی بیوی) نے 1934ء میں یہ کہا تھا کے ابھی ہم اس نوبت کو نہیں پہنچے ہیں کے عوام کی اکثریت ایک عورت کی صدارت کو قبول کرتے ہوئے اس پر اپنے

اطمینان کا اظہار کر سکے، امریکی صدر نکسن نے امریکی خواتین سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کے وہ انھیں سرکاری محکموں میں ملازمتیں دلوائیں گے انھوں نے وائٹ ہاؤس میں خواتین کے ایک شعبے کا افتتاح بھی کیا لیکن آج بھی واشنگٹن کی عورت مشکل سے ہی کسی اونچے سرکاری عہدے تک جا سکی ہے یہاں تک کے امریکی سماج میں کوئی عورت کورٹ کی جج بھی نہ بن سکی اگرچہ دو خواتین ایسی ضرور ہیں کے جنھیں امریکہ کی تاریخ میں کابینہ میں بیٹھنے کا موقع مل سکا ایک امریکی خاتون سینیٹ میں اور گیارہ خواتین ہاؤس آف ریپریزنٹیٹیو بنیں لیکن نیویارک وہ واحد اسٹیٹ ہے کہ جہاں ایک خصوصی ویمنز ایڈوائزری یونٹ برائے گورنر قائم ہے مگر اس کا حال بھی دوسروں سے کچھ مختلف نہیں جب ہی اس کے بارے میں ایک سیاہ فام خاتون نے یہ کہا کے ہم تو صرف ایک علامتی ایجنسی ہیں ۔

علوم وفنون:

دیگر علوم وفنون کے حصول میں بھی امریکی عورت دوسرے ممالک کی عورتوں سے پیچھے ہیں مثلاً امریکہ کے 350,000 سائنسدانوں میں خواتین سائنسدانوں کی تعداد صرف 10 فیصد ہے اسی طرح سے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی بہت کم خواتین کے پاس ہے جس کی وجہ سے ان کی اعلیٰ سائنسی عہدوں تک رسائی ناممکن ہے مثلاً نیشنل اکیڈمی آف سائنس کے منتخب ممبرز کی تعداد تقریباً 800 ہے جس میں سے خواتین ارکان کی تعداد صرف 9 ہے سائنس کے نوبل پرائز کے حامل 278 افراد میں سے خواتین صرف 6 ہیں ۔

عریانیت:

مغربی سماج میں عریانیت (Pornography) ایک مکمل انڈسٹری بن چکی ہے مغربی عورت ایک جنس یا سودے کی شکل میں بازاروں میں بک رہی ہے خواہ وہ کتابیں،

تصاویر، مجسمے یا فلموں کی شکل میں ہو یا کال گرل کی صورت میں تاہم ایک سروے رپورٹ کے مطابق صرف امریکہ اس عریانیت کے کاروبار کے ذریعے سالانہ 16 بلین ڈالرز کماتا ہے امریکہ میں عریانیت کو ہی اصل جنسی جرائم کا سبب قرار دیا گیا ہے ایک کمیشن کی رپورٹ میں عریانیت کی صنعت اور منظم جرائم میں گہرے تعلق کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

جنوبی امریکی یا لاطینی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

South American Civilization And Its Historical Background

لاطینی امریکہ ایک ممتاز شناخت رکھتا ہے جو اسے مغرب سے مختلف قرار دیتا ہے لاطینی امریکی تہذیب، یورپی تہذیب کی ہی پیداوار ہے لاطینی امریکہ نے ہر حوالے سے یورپ اور شمالی امریکہ سے الگ راہیں اختیار کی ہیں اس کی ثقافت کا مزاج اجتماعی اور آمرانہ ہے جس کے اثرات کسی حد تک یورپ میں تو نظر آتے ہیں لیکن شمالی امریکہ میں نہیں یورپ اور شمالی امریکہ پر 'اصطلاح' کے اثرات تو ثبت نظر آتے ہیں اور دونوں ہی کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ثقافتوں کے امین ہیں لیکن اس کے برعکس لاطینی امریکہ تاریخی اعتبار سے صرف کیتھولک ہی رہا ہے تاہم مختلف اوقات میں اس میں تبدیلیوں کا ظہور ہوا ہے لاطینی امریکی تہذیب میں وہ مقامی ثقافتیں بھی شامل ہیں جن کا یورپ میں تو کوئی وجود ہی نہیں ہے یہ ثقافتیں میکسیکو، وسطی امریکہ، پیرو، بولیویا، ارجنٹائین اور چلی میں الگ الگ خصوصیات کے ساتھ رائج ہیں لاطینی امریکہ کا سیاسی اور اقتصادی ارتقاء شمالی ملکوں سے مختلف ہے لاطینی امریکہ کے لوگ اپنے تشخص کے سوال پر منقسم ہو چکے کچھ لوگ کہتے ہیں کے ہم مغرب کا حصہ ہیں جبکہ کچھ لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کے ہم اپنی علیحدہ شناخت رکھتے ہیں لاطینی امریکہ اور شمالی امریکہ کے ادب میں بڑی مقدار میں ثقافتی اختلافات کو ظاہر کیا گیا ہے لاطینی امریکہ کو مغربی

تہذیب کی ایک ذیلی تہذیب قرار دیا جاسکتا ہے یا اسے ایک الگ تہذیب قرار دیا جاسکتا ہے جومغرب سے نزدیکی تعلق رکھتی ہے، مغرب میں یورپ، شمالی امریکہ اور دوسرے یورپی آبادکار والے ممالک مثلاً آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ شامل ہیں مغرب کے دوحصوں کا باہمی تعلق وقت گزرنے کے ساتھ تبدیل ہوا ہے امریکی اپنی ساری تاریخ میں اکثر اوقات خودکو یورپ سے برعکس قرار دیتے ہیں کیونکہ امریکہ کو برابری، آزادی، مواقع اور مستقبل کی سرزمین سمجھا جاتا ہے۔ یورپ جبر وتسلط، طبقاتی کشمکش، اجارہ داری اور پس ماندگی کی ترجمانی کرتا ہے۔

کچھ حلقوں کی جانب سے یہ بھی دعویٰ کیا گیا کے امریکہ ایک ممتاز تہذیب ہے امریکہ اور یورپ کے مابین اختلاف کی اصل وجہ یہ تھی کے امریکہ کم ازکم انیسویں صدی کے اختتام تک غیر مغربی تہذیبوں کے ساتھ بہت محدود تعلقات رکھتا تھا لیکن جب امریکہ ایک مرتبہ عالمی منظر نامے پر ظاہر ہوا تو پھر یورپ کے ساتھ وسیع تر تشخص کا تصور بھی نمایاں ہوگیا جہاں انیسویں صدی میں اس نے خودکو اس وسیع وحدت کا ایک جز قرار دلوایا جس کومغرب کہا جاتا ہے اور جس میں یورپ بھی شامل ہے تاہم امریکہ مغرب کا صرف جزو ہی نہیں بلکہ اس کا قائداور کل بھی بنتا جارہا ہے پہلے جس تصور کو اصطلاح میں مغربی عیسائیت کے ذریعے پیش کیا جاتا تھا اب اسی تصور کی اصطلاح کو 'مغرب' کہہ کر ظاہر کیا جاتا ہے جبکہ مغرب ایک ایسی وحدت اور تہذیب ہے جس کو کسی خاص مذہب، جغرافیائی علاقے یا لوگوں کے نام کے بجائے 'قطب نما کی سمت' کے ذریعے پہچانا جاتا ہے یہ پہچان اس تہذیب کو تاریخی، جغرافیائی اور ثقافتی زاویوں سے ماوراء کرتی ہے تاریخی اعتبار سے مغربی تہذیب دراصل یورپی تہذیب ہے جبکہ جدید عہد میں مغربی تہذیب یورپی امریکی یا شمالی اٹلانٹک تہذیب ہے یورپ امریکہ اور شمالی اٹلانٹک کو تو نقشے پر دیکھا جاسکتا ہے لیکن مغرب کونہیں دیکھا جاسکتا ہے اس نام مغرب نے مغربیت کے

تصور کو عام کیا اور مغربیت اور جدیدیت کی گمراہ کردینے والی کشمکش کو بھی پیدا کیا جاپان کے بارے میں یہ سوچنا دشوار ہوگا کے وہ پوری امریکیت کو اختیار کررہا ہے جب کے یہ تصور کرنا آسان ہے کے وہ مغربیت کو اختیار کررہا ہے لیکن یہ الگ بات ہے کے یورپی امریکی تہذیب کو آفاقی طور پر مغربی تہذیب کی حیثیت میں ہر کوئی جانتا اور مانتا ہے۔

جنوبی امریکہ جس کو لاطینی امریکہ بھی کہتے ہیں اس کا شمار دنیا کے سات براعظموں میں سے چوتھے بڑے براعظم کے طور پر کیا جاتا ہے اس کا کل رقبہ 1.78.20.900 مربع کلو میٹر ہے یعنی کرہ ارض کا کل زمینی سطح کا تقریباً 12 فیصد اس کے شمال میں خاکنائے پاناما ہے جو اسے شمالی اور وسطی امریکہ سے منسلک کرتی ہے شمالاً جنوباً براعظم کی لمبائی 7.400 کلو میٹر اور زیادہ سے زیادہ شرقاً غرباً چوڑائی 5.160 کلو میٹر ہے یہاں تقریباً 36 کروڑ 90 لاکھ انسان بستے ہیں یعنی دنیا کی کل آبادی کا ۹ فیصد۔ براعظم جنوبی امریکہ 12 ممالک پر مشتمل ہے جس میں سے دس لاطینی ممالک ۔۱۔ارجنٹائنا۔۲۔ بولیویا۔۳۔برازیل۔

۴۔ چلی۔۵۔کولمبیا۔۶۔ایکواڈور۔۷۔ پیراگوئے۔۸۔ پیرو۔۹۔ یوراگوئے۔

۱۰۔ وینزویلا شامل ہیں دو ممالک گایانا اور سورینام بھی ہیں جبکہ جنوبی امریکہ میں فرانسسی گایانا بھی شامل ہیں۔۸۰؎

جنوبی امریکہ (لاطینی امریکہ) میں پائے جانے والے ممالک

List of Countries in Latin America

۱۔ارجنٹائنا(Republic of Argentina):

جنوبی امریکہ کا ایک ملک ارجنٹائنا ہے یہ برازیل کے بعد جنوبی امریکہ کا دوسرا بڑا ملک ہے اس ملک کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر بیونس آئرس ہے اس کے شمال میں بولیویا

اور پیراگوئے ہے شمال مشرق میں برازیل اور یوراگوئے ،مشرق میں اٹلانٹک سمندر جبکہ جنوب میں بھی اٹلانٹک سمندر اور چلی واقع ہیں اس ملک کی آمدنی کا انحصار زراعت پر ہے یہاں زرخیز چراگاہیں بھی ہیں تاہم یہاں کئی اہم صنعتیں بھی پائی جاتی ہیں اس ملک کی ساری تاریخ میں یہاں فوج کا بہت عمل دخل رہا 83۔1976ء کو بدترین فوجی حکومت بنی جس نے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی کرتے ہوئے ہزاروں لوگوں کو قتل کردیا اس ملک کی ۸۵ فیصد آبادی یورپ النسل ہے تاہم سرکاری سطح پر بھی یورپیوں کی نقل مکانی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ یہاں تعلیم یافتہ افراد کی بڑی تعداد آباد ہے۔

۲۔بولیویا(Republic of Bolvia):

بولیویا، جنوبی امریکہ کا ایک ملک ہے جس کے شمال اور مشرق میں برازیل جنوب مشرق میں پیراگوئے۔ جنوب میں ارجنٹائین اور مغرب میں چلی اور پیرو ہیں بولیویا اور پیراگوئے واحد جنوبی امریکی ممالک ہیں جنھیں سمندر تک رسائی حاصل نہیں لاپاز یہاں کا سب سے بڑا شہر ہے یہاں تیل اور گیس کے بڑے ذخائر ہیں جس کی وجہ سے اس ملک نے ترقی کی سولہویں سے انیسویں صدی تک بولیویا اسپین کی ایک کالونی تھا 1952ء میں یہ ایک سیاسی انقلاب سے گزرا جس کی وجہ سے ملک بھر میں بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں یہاں کی وسیع آبادی کا مذہب رومن کیتھولک ہے۔

۳۔برازیل(Federal Republic of Brazil):

برازیل کا شمار دنیا کے بڑے اور گنجان آباد ممالک میں کیا جاتا ہے اس ملک کا سب سے بڑا شہر اور دارالحکومت ساؤ پالو ہے یہاں کی آبادی خاصی متنوع ہے تاہم برازیل وہ واحد لاطینی ملک ہے جس کو پرتگیزیوں نے بسایا یہاں عمدہ قسم کا گنا پیدا کیا جاتا ہے صنعتی اعتبار

سے بھی یہ ملک قابل ذکر ہے کیونکہ برازیل کا شمار جنوبی امریکہ کے بڑے صنعتی ممالک میں کیا جاتا ہے اگرچہ برازیل ایک بڑا پاور ہاؤس بننے کی مکمل صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہے۔

۴۔چلی(Republic of Chili):

جمہوریہ چلی، جنوبی امریکہ کا ایک ملک ہے جو بحرالکاہل کے ساحل پر ایک تنگ پٹی پر واقع ہے جغرافیہ اور آب وہوا کے اعتبار سے یہاں تین الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں جس میں شمال کا بنجر صحرا معتدل وسطی خطہ اور ٹھنڈا جنوب شامل ہے اس ملک کی معیشت کا انحصار یہاں کی زراعت اور کانکنی پر قائم ہے چلی کے شمال میں پیرو، مشرق میں بولیویا اور ارجنٹائین جنوب اور مغرب میں بحرالکاہل ہے یہاں بڑے بڑے کوہستان شمالاً جنوباً واقع ہیں سانیتاگو یہاں کا دارالحکومت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑا شہر بھی ہے یہاں کی آبادی متنوع ہے یہاں کی سرکاری زبان ہسپانوی ہے بیسویں صدی میں یہاں تانبے کی پیداوار غالب تھی تاہم چلی کا شمار جنوبی امریکہ کے سرکردہ صنعتی ممالک میں کیا جاتا ہے یہاں کی آبادی کی اکثریت رومن کیتھولک مذہب کی پیروکار ہے جبکہ صرف دو فیصد افراد پروٹسٹنٹ ہیں۔

۵۔کولمبیا(Republic of Colombia):

کولمبیا جنوبی امریکہ کا ایک ملک ہے۔اس ملک کا سب سے بڑا شہر اور دارالحکومت بوگوٹا ہے۔

۶۔ایکواڈور(Ecuador):

جنوبی امریکہ کا ایک ملک جس کے شمال میں کولمبیا، مشرق اور جنوب میں پیرو اور مغرب میں بحرلکاہل ہے یہاں کی آبادی کا بڑا حصہ دیسی امریکی اور سیاہ فام افریقیوں پر مشتمل ہے زیادہ تر دیسی امریکی شمالی کوہستانی علاقے میں نہایت غربت کی زندگی بسر کرتے

ہیں جبکہ یہاں بہت تھوڑی تعداد میں امیر وکبیر لوگ بھی رہتے ہیں 1822ء تک ایکواڈور اسپین کی کالونی بنا رہا 1979ء کو یہ ایک جمہوری طور پر منتخب حکومت بنا 1970ء کی دہائی تک یہاں کی معیشت کا انحصار زراعت پر قائم تھا لیکن جب پیٹرول کے ذخائر دریافت ہوئے تو ملک کی آمدنی میں بے پناہ اضافہ ہوا جس کی وجہ سے یہاں کئی عشروں تک خوشحالی کا دور دورہ رہا۔لیکن پھر بدحالی کا دور شروع ہوا۔

۷۔پیراگوئے(Republic of Paraguay):

جمہوریہ پیراگوئے جنوبی افریقہ میں چاروں طرف خشکی سے گھری ہوئی ایک جمہوریہ ہےاس کے جنوب میں ارجنٹائنا ہے جبکہ اس ملک کی رسائی بحر اوقیانوس تک ہے دریائے پیراگوئے پر ایک بڑی بندرگاہ بھی ہے یہ دریا ملک کو دوحصوں میں تقسیم کرتا ہے۔

آج کا پیراگوئے گورانی اور ہسپانوی ثقافتوں کا امتزاج ہے یہاں بڑے پیمانے پر زراعت کی جاتی ہے یہاں ایک بڑے ڈیم کے ذریعے پن بجلی بھی بنائی جاتی ہے جس کی بجلی پیراگوئے اور برازیل کوفراہم کی جاتی ہے 1811ء میں آزادی ملنے سے قبل پیراگوئے اسپین کی نوآبادی تھا یہ ملک خوفناک جنگ کا بھی شکار رہا یہاں کی سرکاری زبان گورانی ہے مذہبی اعتبار سے لوگوں کی بڑی تعداد رومن کیتھولک عقیدے کے پیروکار ہیں، پیراگوئے کا شمار جنوبی امریکہ کے غریب ترین ممالک میں کیا جاتا ہے۔

۸۔پیرو(Republic of Peru):

یہ مغربی وسطی امریکہ کا ایک ملک ہے جو بحر لکاہل کے کنارے آباد ہے یہاں بنجر صحرا،نخلستان، برف پوش پہاڑیاں، سنگلاخ چٹانیں اور گہری وادیاں پائی جاتی ہیں لیما یہاں کا دارالحکومت اور ایک بڑا تجارتی شہر ہے انیسویں صدی کے آغاز تک پیرو اسپین کی کالونی تھا۔

کانکنی یہاں کی دولت کا ماخذ ہے جبکہ زراعت، ماہی گیری اور صنعتوں کے ذریعے بھی ملکی معیشت میں استحکام ہے۔ پیرو کے شمال میں ایکواڈور اور کولمبیا ہیں مشرق میں برازیل اور بولیویا ہیں، جنوب میں چلی اور مغرب میں بحرالکاہل ہیں۔

۹۔ یوراگوئے(Republic of Oriental Uruguay):

یوراگوئے برازیل اور ارجنٹائین کے درمیان واقع ایک ملک ہے یہ جنوبی امریکہ کا سورینام کے بعد سب سے چھوٹا ملک ہے اس ملک کا دارالحکومت مونٹے ویڈیو ہے جو یہاں کا مرکزی تجارتی اور ساحلی شہر ہے یہ ملک 1800ء تک اسپین کی نوآبادی تھا اس ملک کے ماضی پر اسپین کے اثرات قائم تھے لہٰذا اس یہاں کی تہذیب وتمدن پر بھی اسپینی اثرات پائے جاتے ہیں یہاں کی سرکاری زبان ہسپانوی ہے یہاں رہنے والے سب ہی لوگ یورپی النسل ہیں یہاں رومن کیتھولک، پروٹسٹن اور یہودی بھی بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں یہاں کی معیشت کا انحصار زراعت اور مویشیوں کی افزائش پر ہے تاہم یہاں کئی صنعتیں بھی قائم ہیں۔

۱۰۔ وینزویلا(Republic of Venezuela):

وینزولا جنوبی امریکہ کے شمالی ساحل پر واقع ایک ملک ہے یہاں بلند وبالا پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ پایا جاتا ہے گھنے حاری جنگلات بھی یہاں کی پہچان ہیں تاہم گھاس کے بڑے میدان بھی یہاں پائے جاتے ہیں یہاں کا دارالحکومت کاراکاس ہے جو تین سوسالوں سے زائد عرصہ تک اسپین کا دارالحکومت بھی رہا وینزولا انیسویں صدی عیسوی سے قبل اسپین کی نوآبادی تھا۔ یہاں گاہے بگاہے سول فسادات اور فوج کی ڈکٹیٹرشپ قائم رہی یہاں کی معیشت کا انحصار زراعت پر قائم ہے 1900ء کی دہائی میں یہاں پٹرولیم کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے جس کی وجہ سے ملک میں بڑی ترقی ہوئی لیکن امیری اور غریبی کا فرق باقی رہا

طبقہ اشرافیہ ملک کی دولت پر قابض رہا یہاں کی سرکاری زبان ہسپانوی ہے اور غالب مذہب رومن کیتھولک ہے۔

۱۱۔گیانا(Republic of Cooperative Guyana):

گیانا جنوبی امریکہ کے شمالی ساحل پر واقع ایک ملک ہے اس میں شامل اٹلانٹک سمندر،مشرق میں سورینام،جنوب میں برازیل اور مغرب میں برازیل وونیزویلا ہیں یہاں کا دارالحکومت جارج ٹاؤن ہے یہ برطانوی نوآبادی ہونے کی وجہ سے برطانوی گیانا کہلاتا تھا لیکن بالاصل یہ ایک ڈچ نوآبادی ہے جو اٹھارہویں صدی کے اوائل میں برطانیہ کے کنٹرول میں آیا گیانا کی معیشت کا انحصار گنے کی کاشت پر ہے یہاں چینی بنانے کے بڑے بڑے کارخانے ہیں یہاں کی آبادی متنوع ہے جو ملی جلی زبانیں بولتی ہیں لیکن انگریزی زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہے۔

۱۲۔سورینام(Republic of Suriname):

سورینام جنوبی امریکہ کا ایک ملک ہے جو اٹلانٹک سمندر کے کنارے واقع ہے 1975ء سے قبل سورینام نیدرلینڈ کی رعیت میں شامل تھا اور اسے ڈچ گیانا یا نیدرلینڈ گیانا کہا جاتا تھا یہ جنوبی امریکہ کا سب سے چھوٹا اور خودمختار ملک ہے یہاں کا دارالحکومت پیراماریبو ہے جو یہاں کا تجارتی شہر بھی ہے یہاں ملی جلی آبادی پائی جاتی ہے یہاں کھیتوں میں کام کرنے کے لئے افریقی غلام لائے جاتے جبکہ ہندوستان،انڈونیشیاء اور ایشیاء کے دیگر ممالک سے بھی یہاں لوگ آتے تھے یہاں کی معیشت کا انحصار باکسائیٹ کی کانکنی پر قائم ہے اس سے ایلومینیم تیار کیا جاتا ہے ایلومینیم کا پروسس بھی یہیں مقامی طور پر کیا جاتا ہے،ایلومینیم کا بڑا خریدار یوایس اے ہے سولہویں صدی میں پہلی بار یہاں انگلش،ڈچ اور فرانسیسی تاجر آئے

اکیسوئیں صدی کے اوائل میں یہاں کی معیشت میں بہتری آئی ۔ یہاں کی سرکاری زبان ڈچ ہے کئی مذاہب کے ماننے والے یہاں رہتے ہیں یہاں زیادہ تر فوجیوں نے حکمرانی کی ۔

انکا: Incas:

جنوبی امریکہ انڈیز پہاڑوں میں ایک وسیع سلطنت جس کی بنیاد کو بچو نامی دیسی امریکی لوگوں نے پندرہویں صدی عیسوی میں رکھی تھی ہسپانیوں نے سولہویں صدی عیسوی میں انکا سلطنت کو فتح کیا انکاؤں نے ایک امیر کبیر اور پیچیدہ تہذیب تعمیر کی جس نے پچاس لاکھ تا ایک کروڑ دس لاکھ لوگوں پر حکومت کی، انکا نظام حکومت کسی بھی امریکی قوم کی نسبت کہیں زیادہ پیچیدہ سیاسی تنظیم تھی، انکا لکھنا پڑھنا اور رپہیے کا استعمال نہیں جانتے تھے لیکن انھوں نے کئی تعمیراتی کارنامے انجام دئے انھوں نے دیوقامت عمارتیں بنائیں معلق پل بنائے اور طویل شاہراہیں بھی تعمیر کیں انکاؤں نے اپنے کئی پڑوسی ممالک کو فتح کرتے ہوئے اپنے علاقے کو وسعت دی جس کے نتیجے میں وہ ایک بہت بڑی سلطنت کے مالک بنے انکا سلطنت کا سیاسی مرکز موجودہ پیرو تھا اس کے ماتحت علاقوں میں موجودہ ایکواڈور، بولیویا، شمالی چلی، شمال مغربی ارجنٹائنا شامل تھے انکاؤں کا آغاز تیرہویں صدی عیسوی سے قبل ایک چھوٹی سی جنگجو قوم کے طور پر ہوا جو جنوب مشرقی پیرو کی ایک جھیل کے کنارے آباد تھے حالیہ تحقیق کے مطابق انکا ثقافت نے کئی صدیوں تک Cuzoo وادی میں ترقی پائی 1493ء میں انکا تہذیب اپنے عروج پر تھی جب ہسپانوی امریکنز یہاں پہنچنا شروع ہوئے اس سال عظیم حکمران ٹوپا انکا کی جگہ Huayna Capac تخت نشین ہوا سلطنت کی توسیع کا سلسلہ جاری رہا تقریباً 1525ء میں انکا سلطنت پر مقامی امریکیوں نے ایک پرتگیزی مہم کے ساتھ مل کر حملہ کیا Alexico Garcia انکاؤں کو نظر آنے والا پہلا سفید فام تھا 1525ء میں

Huayna بھی مر گیا جس کی وجہ غالباً یورپیوں کے لائے ہوئے امراض تھے انکا سلطنت میں اقتدار کی جنگ شروع ہوئی سول جنگ نے سلطنت کو کمزور کر دیا اور انجام کار 1532ء میں Atahualpa نے اپنے حریف پہ فتح حاصل کی اسی سال ہسپانوی مہم جو فرانسسکو پیزارااور ۱۸۰ ہسپانوی سپاہی پیرو کے ساحل پر اترے انکاؤں نے پہلے تو پیزاروکو اپنا خالق دیوتا Viracocha سمجھا پیزارو نے اتاہوالپا کے ساتھیوں پر اچانک دھاوا بول دیا اور اسے قید کر دیا اتاہوالپا نے پیزاروکو سونے کا ایک بہت بڑا ڈھیر پیش کیا (کہا جاتا ہے کے ایک بڑے کمرے میں چھت تک لگ جانے والا سونے کا ڈھیر) تا کہ اس کی جان بخشی ہو سکے مگر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا 1533ء میں اسے ہسپانیوں نے گلا گھونٹ کر قتل کر دیا بعد ازاں اس کا سر بھی قلم کر دیا پھر ہسپانیوں نے چار انکاؤں کا حملہ پسپا کیا انکا سلطنت دشوار گزار علاقے کے باعث مزید 36 برس تک قائم رہی اور ۱۵۷۲ء میں اس حکومت کا مکمل خاتمہ ہوا۔۸۱؎

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

جنوبی امریکہ میں موجود بارہ ممالک کی تاریخ یہ بتاتی ہے کے انھوں نے اسپین، انگلینڈ یا نیدرلینڈ سے آزادی حاصل کی ہے جبکہ آزادی سے قبل یہ ممالک ان کی کالونی میں شامل تھے تو یہ بات ظاہر ہے کے ان ممالک میں بسنے والے لوگوں نے طویل عرصہ تک غلامی کی زندگی بسر کی جبکہ ان پر عرصہ دراز تک بادشاہوں کی حکمرانی قائم رہی آزادی کے بعد ان ممالک نے اپنا آئین مرتب کیا لیکن ان میں بھی بیشتر ممالک میں فوجی حکومتوں اور ڈکٹیٹر شپ کا قیام عمل میں آیا جنوبی امریکہ میں جمہوریت کا نفاذ عمل میں آچکا ہے اور جمہوریت آہستہ آہستہ پھل پھول رہی ہے اور اپنی جڑیں بھی مضبوط کر رہی ہے۔

مذہب: Religion:

مذہبی اعتبار سے جنوبی امریکہ کی غالب آبادی رومن کیتھولک عقیدے یعنی Roman Catholic Charch کی پیروکار ہے یہ واحد سب سے بڑی کلیسائی تنظیم ہے جس میں تمام عیسائی شامل ہیں جو ایمان کے معاملے میں بشپ یا پوپ کی مطلق حاکمیت پر یقین رکھتے ہیں رومن کیتھولک کلیساء خود کو سینٹ پیٹرز سے لے کر عصر حاضر تک سینٹ پیٹرز کی غیر منقطع جانشینی کا واحد جائز امین تصور کرتا ہے کلیساء نے یورپ کی ثقافتی ترقی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہوئے یورپی اقدار کو دیگر تہذیبوں سے متعارف کروایا ۹۰ء کی دہائی میں اس کی رکنیت کی تعداد ایک ارب سے متجاوز تھی، کلیساء سے منسلک لوگوں کی بڑی تعداد یورپ اور لاطینی امریکہ میں رہتی ہے، لاطینی امریکہ میں پروٹسٹنٹ، یہودی، مسلمان اور ہندو بھی آباد ہیں پروٹسنٹ کے بارے میں کہا جاتا ہے کے یہ فرقہ سولہویں صدی عیسوی میں رومن کیتھولک سے الگ ہوا لیکن جنوبی امریکہ کی آبادی کی بڑی تعداد رومن کیتھولک مذہب کو مانتی ہے اور وہاں عبادت کے لئے کئی گرجا گھر موجود ہیں جس میں مذہبی رسومات کی ادائے گی کی جاتی ہے

یہ بات بھی قابل غور ہے کے نوجوانوں کی بڑی تعداد مذہب سے متنفر ہے اور وہ گرجا گھر نہیں جاتے ہیں اسی وجہ سے امریکہ اور یورپ بھر میں گرجا گھروں میں لوگوں کی تعداد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم سے کم ہوتی جارہی ہے مذہبی رہنما اس رجحان کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ امریکہ اور یورپ کے کئی گرجا گھر اور عبادت گاہیں بند ہوتی جارہی ہیں یا وہاں کوئی اسکول، ہوٹل یا شاپنگ سینٹرز کھولے جارہے ہیں۔

امریکیوں کا نظریہ حیات بعد از ممات اور مردے کی آخری رسومات

American's view of life after death and Funeral

جنوبی امریکہ میں کیونکہ کثیر تعداد عیسائیوں کی ہے جو کے رومن کیتھولک مذہب کے پیروکار ہیں۔ پروٹسٹنٹ، ہندو، یہودی اور مسلمان بھی یہاں پائے جاتے ہیں لیکن غالب آبادی کا مذہبی رجحان رومن کیتھولک فرقے پر قائم ہے اس لئے یہاں مردے کی تدفین کی جاتی ہے تدفین سے قبل اس کو اچھے کپڑوں میں کفنایا جاتا ہے پھر تابوت میں بند کر کے اس تابوت کو سپرد خاک کر دیا جاتا ہے اس کے ساتھ ہی دعائیہ تقاریب کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے اور مرنے والے کی روح کی آسودگی کے لئے اور اگلے جہان میں اس کی آسانی کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں اس دعائیہ تقریب میں مرنے والے کے عزیز و اقارب سمیت اس کے دوست احباب بھی شریک ہوتے ہیں۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

لاطینی امریکہ کی معیشت کا انحصار دو بڑے سیکٹرز پر ہے۔ ا۔معیشت۔ ۲۔کان کنی۔

ا۔معیشت:

یہاں کی آب و ہوا اور زرخیز زمین فصلوں کے اگانے کے لئے نہایت معاون اور مددگار ہے لہٰذا یہاں عمدہ فصلیں اگائی جاتیں اور ملکی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اس کو ایکسپورٹ بھی کیا جاتا ہے جس سے زرمبادلہ کمایا جاتا ہے جو یہاں کی معیشت کی مضبوطی کا ایک سبب ہے۔

۲۔کان کنی:

لاطینی امریکہ میں زیر زمین وافر مقدار میں معدنیات اور منرلز پائے جاتے ہیں لہٰذا یہاں کی

معیشت کو کانکنی کے ذریعے بھی سپورٹ حاصل ہے اور کان کنی کے ذریعے اربوں ڈالرز ہر سال کمائے جاتے ہیں۔

۳۔ دیگر ذرائع:

دیگر ذرائع میں صنعتیں، جانوروں کی افزائش اور کاٹیج انڈسٹریز بھی شامل ہیں۔

زبانیں: Languages:

ہسپانوی: Spanish:

ہسپانوی زبان اسپین کی سرکاری زبان ہے جس کو دنیا کے ۳۵ کروڑ افراد بولتے اور سمجھتے ہیں دنیا کے کئی ممالک میں ہسپانوی زبان کو سرکاری زبان ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس میں ارجنٹائنا، بولیویا، چلی، کولمبیا، کوسٹاریکا، کیوبا، ڈومینکی، جمہوریہ ریکواڈور، ایل سلواڈور، استوائی گنی، گوئٹے مالا، ہونڈرس، میکسیکو نکاراگوا، پاناما، پیراگوئے، پیرو، یوراے گوئے اور وینزویلا شامل ہیں اس کے علاوہ کینیڈا، مراکش، فلپائین اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی ہسپانوی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے، ہسپانوی زبان کا تعلق ہند یورپی لسانی خاندان کی اطالوی شاخ کے رومن گروپ سے ہے تاہم اس کے دو بڑے لہجے۔

ا۔ اندلسی۔ ۲۔ کاستیلی ہیں۔۸۲۔

فرانسسی زبان: French Language:

فرانسسی زبان کا تعلق ہند یورپی زبانوں کی اطالوی شاخ کے رومانس لسانی گروپ سے ہے یہ زبان فرانس، بیلجیئم، سوئٹزرلینڈ، گنی، شمالی مغربی افریقہ، ہندچین، ہیٹی، مڈغاسکر اور کینیڈا کے کچھ علاقوں میں بولی جاتی ہے قرون وسطی کے آغاز میں دریاء لوائرے

کے شمال اور جنوب میں بولی جانے والی زبانوں نے الگ الگ ترقی کے مراحل طے کئے تیرہویں صدی کے آخر میں یہ دو الگ الگ زبانیں بن گئیں بارہویں اور تیرہویں صدی کے دوران Langue d'oil یورپ بھر میں مقبول ہوئی اگلی دو صدیوں میں سو سالہ جنگ کے باعث فرانسسی علاقہ تباہی سے دوچار ہوا جس کی وجہ سے فرانسسی قوم پرستی کو تحریک ملی جس کے نتیجے میں فرانسسی زبان کو دربار میں قبولیت حاصل ہوئی 1539ء میں جاری کردہ فرانس اول کے حکم کے مطابق فرانسسی زبان کو سارے فرانس اور بادشاہت کی سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہوئی سولہویں صدی کے نصف آخر میں فرانسسی شاعروں کے ایک گروپ Plelade نے فرانسسی زبان کو نثر اور شاعری کے لئے موزوں قرار دیا سترہویں صدی میں شاعر فرانسوٹس ڈی Malherbe نے فرانسسی اکیڈمی نے ایک لغت تیار کی بعد ازاں سترہویں صدی میں فرانسسی زبان بنیادی طور پر اپنی موجودہ شکل اختیار کر چکی تھی لیکن اٹلی اور جرمنی کے ساتھ فرانس کی جنگوں کے نتیجے میں ان زبانوں کے بھی کئی الفاظ فرانسسی زبان میں شامل ہو گئے۔ ۸۳؎

انگلش زبان: English:

انگریزی زبان یوکے، امریکہ، کینیڈا، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ اور متعدد ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے تاہم ان ممالک کے علاوہ بھی انگریزی زبان تقریباً دنیا بھر میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور یہ اقوام کی دولت مشترکہ میں شامل متعدد ممالک کی سرکاری زبان ہے جو دنیا بھر میں وسیع پیمانے پر سمجھی جاتی ہے ایک تجزیے کے مطابق ! دنیا میں چینی زبان کے بعد سب سے زیادہ انگریزی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے، انگریزی زبان کا تعلق جرمن زبانوں (ہند یورپی زبانوں کے ایک ذیلی خاندان) کی مغربی شاخ کے اندر اینگلوفریسی

گروپ سے ہے 1500 سال پر محیط ارتقائی عمل کے دوران انگریزی کے ذخیرہ الفاظ میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے 1989ء میں مرتب کی گئی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری (۲۰ جلدوں) پر مشتمل تھی جس میں تقریباً6000,00 سے زائد الفاظ شامل تھے تاہم یہ اندازہ ہے کے موجودہ انگلش کا ذخیرہ الفاظ دس لاکھ الفاظ پر مشتمل ہے انگریزی زبان بیسویں صدی میں دنیا کی کسی بھی دوسری زبان سے زیادہ وسیع زبان کی حیثیت سے جانی اور سمجھی جاتی ہے چینی زبان جیسی کچھ زبانوں میں بھی الفاظ سازی کی اہلیت موجود ہے،انگریزی زبان نے دیگر کچھ زبانوں سے متواتر الفاظ مستعار لئے ہیں جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے دیگر زبانوں میں لاطینی ، یونانی ،فرانسسی اور اسکینڈے نیویائی زبانیں شامل ہیں جن سے انگریزی زبان الفاظ مستعار لیتی ہے، ماہرین لسانیات کا یہ خیال ہے کے انگریزی زبان کی اسپیلنگ کا نظام دنیا کا ایک مشکل نظام ہے مثلاً Knife میں K اور Right میں Silent، gh ہے۔

انگریزی زبان کی نشونما کی تاریخ میں عموماً چار مراحل کو شناخت کیا جاتا ہے۔

ا۔ پرانی انگلش (اینگلو سا کسن)۔449ء تا 1066ء۔

۲۔ وسطی انگلش1066ء تا 1500ء۔

۳۔ ابتدائی جدید انگلش 1500ء تا 1660ء

۴۔ متاخر جدید انگلش 1660ء تا عصر حاضر۔ ۸۴؎

پرتگیزی زبان: Portuguese:

پرتگیزی، رومانس خاندان کی زبانوں میں سے ایک ہے جس نے لاطینی سے ارتقاء پایا یہ زبان انگولا، برازیل، کیپ وردے، گنی بساؤ تومے سمیت دیگر پرتگیزی نو آبادیوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے تاہم یہ زبان ان علاقوں کی سرکاری زبان بھی ہے اس کے علاوہ گو

آرور چین کے علاقے مکاؤ میں بھی پرتگیزی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے نیز یہ مشرقی تیمور کی دوسرکاری زبانوں میں سے ایک ہے پرتگیزی دنیا میں وسیع پیمانے پر بولی جانے والی ایک زبان ہے یہ کسی بھی رومانس زبان کی بہ نسبت ہسپانوی سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

ہسپانوی کی طرح اس میں بھی عربی زبان کی گہری آمیزش موجود ہے تاہم دیگر جدید زبانوں کی طرح پرتگیزی میں فرانسسی اور جرمن الاصل الفاظ پر مشتمل ہے اس میں بہت کم الفاظ کار بھتی ،کیلٹک اور فینیفقی زبانوں سے ماخوذ ہیں پرتگیزی بولنے والوں کی اکثریت برازیل میں ہے جہاں پندرہ کروڑ سے زائد افراد یہ زبان بولتے اور سمجھتے ہیں۔۸۵؎

جنوبی امریکی یا لاطینی امریکی خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

The Status of South American Women's in their Society

ایک سروے رپورٹ کے مطابق سوسالہ جدوجہد کے باوجود آج بھی امریکی عورت اسی مقام پر ہے جہاں وہ سوسال قبل تھی۔امریکہ میں مرد آج بھی عملاً جنس برتر کے طور پر جانا جاتا ہے شاید اس کی وجہ وہ قدیم نظریہ ہے جو کے حیاتیاتی اور نفسیاتی ہے اگر چہ فطری اعتبار سے دونوں کی جسمانی اور نفسیاتی ساخت میں خاصا فرق ہے چنانچہ اسی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے قدرت نے ان دونوں کے فطری رجحان اور ذمہ داریوں کا الگ الگ تعین کیا ہے یعنی خواتین یا لڑکیاں حساس اور زودرنج ہوتی ہیں اور وہ ذرا ذراسی بات پر اپنے گہرے جذبات کا اظہار بھی برملا کر لیتی ہیں شاید فطرت نے انھیں ایسا اسی لئے تخلیق کیا ہے کیونکہ ان پر ان کے گھر، خاندان اور بچوں کی بھاری ذمہ داریاں عائد ہیں لہٰذا ان ذمہ داریوں کو بہ احسن وخوبی نبھانے کے لئے ان کی فطرت میں حساسیت کا ہونا ضروری اور لازمی قرار دیا گیا جب ہی بچے اپنے باپ کی بہ نسبت اپنی ماؤں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور انھیں اپنے تمام

مسائل اور معاملات سے آگاہ رکھتے ہیں دوسری جانب مردوں کی فطرت میں لاابالی پن، قدرے سخت گیری، جذباتیت اور حساسیت کی کمی اور کسی احساس کو گہرائی تک محسوس کرنے کی رسائی عام طور پر کم ہوتی ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کے انھیں دنیا میں بڑے بڑے مسائل اور چیلنجز درپیش ہوتے ہیں اسی طرح سے انھیں اپنے، گھر، بچوں اور بسا اوقات ملک وقوم کے لئے بھی بڑے اور مشکل فیصلے کرنے ہوتے ہیں فطرت اگر انھیں ایسا نہ بنائے تو پھر یہ مشکل کام کون کرے؟ جبکہ بچپن سے لڑکے اور لڑکیوں کے ان رجحانات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کیونکہ لڑکے ہمیشہ ان کھیل کھلونوں کا انتخاب کرتے ہیں جس میں جسمانی مشقت اور دوڑ بھاگ شامل ہو جیسے کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، سپر مین، بیٹ مین، اسپائیڈر مین، رسلینگ، جہاز، موٹر سائیکل اور بندوق وغیرہ جبکہ لڑکیاں عام طور پر گڑیا، کچن کا سامان، گھر کو سجانا سنوارنا اور کوکنگ وغیرہ سے متعلق کھیلوں کو زیادہ پسند کرتی ہیں لہٰذا جب تک افراد اپنے فطری تقاضوں سے ہم آہنگ رہتے ہیں ایک گہرے سکون کا احساس ان کے اندر موجود رہتا ہے لیکن جیسے ہی وہ فطرت کے اٹل قوانین سے سرکشی کی روش اختیار کرتے ہیں بے شمار مسائل کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ان کا خیر مقدم کرتا ہے عورت کی تخلیق میں اللہ تعالی نے وحدت پسندی، گھر اور اس میں رہنے کی محبت ڈال دی ہے یعنی فطری طور پر وہ ایک خانہ پسند اور ایک ہی مرد کے لئے بنی ہے کا احساس لے کر دنیا میں بھیجی جاتی ہے فطری طور پر عورت کے مزاج میں مردوں کی طرح کثرت پسندی سے گریز بھی رکھا ہے جب ہی ہم اپنے سماج میں یہ دیکھتے ہیں کے عورتیں شادی کے بعد اپنے شوہر اور گھر بچوں کی ہی ہو کر رہ جاتی ہیں بسا اوقات ان کے صحت کے مسائل جس میں موٹاپا یا بھدا پن ان کو دوسروں کی نظر میں ناپسندیدہ تو بناتا ہے لیکن چونکہ وہ اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن ہوتی ہیں لہٰذا یہ باتیں ان کے لئے غیر اہم ہوتی

ہیں پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کے عورت کی کوئی مجبوری یا مصنوعی میدانوں میں س کی شہرت یا کریئر کی وقتی چمک دمک اسے شہرت اور کامیابیوں کی بلندیوں تک تو پہنچا دیتی ہے لیکن بلاآخراس کا فطری رجحان اسے ایک نہ ایک دن مکمل سکون کے حصول کے لئے اپنے گھر کی طرف ہی لے جاتا ہے چنانچہ اسلام اسی فطری قانون کے تحت اسے رعایت دیتا ہے لیکن نام نہاد آزادی نسواں کے ٹھیکیداروں نے عورت کی آزادی کے نعرے کی آڑ میں اس کے لئے مسلسل پابندیوں اوراستحصال کی راہ کو ہموار کیا ہے، اسلام مرد وعورت کو سوچنے سمجھنے اور درست فیصلہ کرنے کی آزادی دیتا ہے تا کہ وہ اپنے لئے مناسب مقام ومحل کا تعین کرسکیں۔

جنوبی امریکہ ہو یا شمالی امریکہ یا پھر انتہائی تیز رفتار اور ترقی کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی مغربی سماجی اقدار و روایات جس نے اپنے فہم وفراست کے ذریعے بہت کچھ کھویا اور پایا مغربی عورت کی عفت اور دوشیزگی کو یہ تیز رفتاری اور آوارگی نگل گئی مغربی ماہرین سماجیات کا یہ ماننا ہے کے شادی سے قبل ہی تقریباً بیس برس کی 70 فیصد سے زائد لڑکیاں مختلف جنسی تجربات سے گزر چکی ہوتی ہیں اور ان میں سے ایک بڑی تعداد ایسی لڑکیوں کی بھی ہے جنھیں بچپن سے ہی جنسی طور پر ہراسان کیا جاتا ہے جبکہ ابھی انھیں اپنے اس قبیح استحصال کا مکمل شعور بھی حاصل نہ تھا لیکن اس آزادانہ جنسی رجحان نے سماج کو کئی نئے مسائل سے روشناس کروایا جن میں ایڈز سرفہرست ہے یہ ایک متعدی بیماری ہے جو لگتی ہے ماہرین ایڈز کو اس صدی کی بڑی آفتوں میں سے ایک قرار دیتے ہیں آزادانہ جنسی تعلقات جس کو اہل مغرب آزاد محبت کا نام دیتے ہیں وہ اب انھی کے لئے عذاب جان بن گیا ہے یہی نہیں بلکہ اس بے قابو ایڈز نے ڈاکٹر، سائنسدان، اہل علم اور دانشوروں کے ساتھ ساتھ عام انسانوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے دوسری جانب ہم جنس پرستی کے تجربات نے خاندانی نظام کا جنازہ بھی خوب دھوم

دھام سے نکالا ہے لہٰذا ایسی ہی ایک مثال کے جس میں دو خواتین نے آپس میں شادی کا فیصلہ کیا پھر جب انھیں اولاد کی خواہش ہوئی تو ڈاکٹرز کی مدد سے انھوں نے کسی میل اسپرم کو یوٹرس میں رکھوایا تا کہ ایک ٹیسٹ ٹیوب بے بی پیدا کیا جا سکے اب جب ٹیسٹ ٹیوب بے بی دنیا میں آیا تو کچھ عرصے کے بعد انھیں یہ خیال آیا کے ہم دونوں خواتین مل کر اپنے بچے کو ایک باپ (مرد) کا احساس نہیں دے سکتے لہٰذا خاندان اور اڑوس پڑوس کے مردوں سے یہ گزارش کی گئی کے وہ ان کے گھر آئیں اور ان کے بچے کو ایک مرد کا احساس دیں اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسے مرد کی تلاش بھی جاری رہی جو ان کے بچے کو ہفتے میں کچھ گھنٹے کے لئے باپ کا احساس اور محبت دے سکے لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کے آخر قوانین قدرت کے ساتھ اتنی اٹھا پٹخ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ کیا فطرت نے یہ دروازہ پہلے سے نہ کھولا تھا ؟ اور کیا اجرتی باپ اس بچے کو حقیقی باپ کی سی محبت دے سکے گا ؟ وغیرہ یہ ایک نیا پینڈورا باکس تھا جو اہل مغرب نے خود اپنے لئے ہی کھول دیا ہے۔

حوالہ کتب:

۱۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب یاسر جواد۔ جلد دوم۔ص۔ ۱۵۱۸۔ الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔

۲۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب یاسر جواد۔ جلد دوم۔ص۔ ۱۲۸۴۔ الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔

۳۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب یاسر جواد۔ جلد دوم۔ص۔ ۲۰۷۔ الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔

۴۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب یاسر جواد۔ جلد دوم۔ص۔ ۱۵۲۵۔ الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔

۵۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب یاسر جواد۔ جلد دوم۔ص۔ ۲۳۸۔ الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔

۶۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب یاسر جواد۔ جلد دوم۔ص۔ ۱۰۹۱۔ الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔

۷۔ یورپ کا عروج۔ ڈاکٹر مبارک علی۔ص۔ ۱۳۸۔ فکشن ہاؤس۔ لاہور۔ ۲۰۰۰ء۔

۸۔ عالمی انسائیکلو پیڈیا۔ مرتب یاسر جواد۔ جلد دوم۔ص۔ ۲۳۰۱۔ الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔

۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۱۰۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۲۴۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۶۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۴۳۸۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۶۳۵۔لفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۵۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۳۱۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۷۲۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۶۵۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۹۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۱۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۴۶۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۴۶۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۶۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۸۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۹۰۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۲۱۳۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۲۵۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۶۳۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۲۲۳۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۲۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۲۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۳۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۳۸۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۴ الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۴۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۱۶۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۱۸۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۳۷۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۱۰۹۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔ ۲۳۱۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۳۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۱۹ الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۴۷۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۶۹ الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۱۲۱۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۲۴۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۱۳۸ الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۶۰۱۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۶۳۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۷۹۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۷۹۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۴۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۱۰۳۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۵۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔ ۱۰۹۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۵۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔ ۱۴۳۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۵۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔ ۱۵۵۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۵۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔ ۱۶۸۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۵۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔ ۲۱۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۵۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔ ۲۲۱۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۵۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔ ۲۲۳۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۵۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔ ۲۲۹۸۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۵۸۔یورپ کا عروج۔ڈاکٹر مبارک علی۔ص۔ ۵۲۔فکشن ہاوس لاہور۔۲۰۰۰ء۔

۵۹۔Will Durant"The Age of Renaissance,New York 1985.p 537.572

۶۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۳۰۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۶۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۳۰۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۶۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۶۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۲۱۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۶۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۷۰۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۶۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۲۰۲۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۶۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۳۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۶۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۲۱۵۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۶۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۹۰۳۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۶۹۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۲۱۸۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۵۶۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۱۲۱۴۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۴۳۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۲۲۱۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۲۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۷۰۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۶۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۶۷۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۷۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۲۲۳۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۸۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۲۰ الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۷۹۔News Time.Pg.No.45

۸۰۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۸۱۲۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۸۱۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول۔ص۔۲۴ الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۸۲۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۲۲۱۶۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۸۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد دوم۔ص۔۱۴۳۹۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۹ء۔

۸۴۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول ۔ص ۔ ۱۲۱۴ ۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۰۹ء ۔
۸۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب یاسر جواد۔جلد اول ۔ص ۔۶۰۱ ۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔ ۲۰۰۹ء ۔

باب(۱۹):

اسلامی تہذیب اور اس کا تاریخی پس منظر

Islamic Civilization And Its Historical Background

اسلامی تہذیب کا عروج وزوال اس دنیا کی تاریخ کا ایک اہم مظہر ہے 700ء سے 1200ء تک پانچ صدیوں کے دوران اسلام نے طاقت، نظام حکومت، اقتدار، فتوحات ،تہذیب وتمدن، اقدار وروایات، معیار زندگی کی بلندی، شائستگی، اخلاق، علم وفضل، انسانیت پسند قوانین کا نفاذ، مذہبی رواداری، فلسفہ، سائنس، طب، جغرافیہ، حساب اور بے شمار علوم میں کمال حاصل کیا۔

غیر مسلم ماہرین کا یہ ماننا ہے کے مسلمان عیسائیوں کی بہ نسبت زیادہ مہذب اور جنٹلمین تھے کیونکہ وہ اپنے قول وفعل کے پکے اور اپنے مفتوحین کے ساتھ رحمدلانہ حسن سلوک کے باعث بے مثال تھے۔ تاریخ میں شاید ہی کبھی انھوں نے بے رحمی اور سنگ دلی کا مظاہرہ کیا ہو جبکہ عیسائیوں نے 1099ء میں یروشلم پر قبضہ کیا اور وہ سچائی کے حصول کے لئے مسلسل شمشیر زنی بھی کرتے رہے دوسری جانب اسلامی قوانین کی بنیاد عدل وانصاف پر قائم تھی جس کی نظر میں تمام بنی نوع انسانیت کے لئے ہمدردی اور محبت تھی چنانچہ اسلامی قوانین جس کو فقہ اسلامی بھی کہا جاتا ہے وہ نہایت تیزی کے ساتھ نا صرف ترقی کے مدارج طے کرتی رہی بلکہ روشن خیال عدلیہ کے دائرے کو بھی وسعت دیتی رہی مسلمانوں کا مذہب عیسائیت کی بہ نسبت

کہیں سادہ، آسان، خالص اور کم ڈرامائی تھا جو انسانوں کی فطرت سے قریب تر تھا۔

مغربی محققین کے لئے یہ بات حیران کن ہے کے تاریخ اسلام نے کم وقت میں اعلیٰ ترین قیادت، قابل اور مخلص انسان پیدا کئے جنھوں نے تاریخ میں کمالات کر دکھائے ان بے مثال لوگوں نے دنیاوی طمع اور غرض وغایت کے بغیر صرف اور صرف انسانیت کی خدمت کو اپنا محور و منشور بنایا اور نہایت مستعدی سے اپنا کام کرتے چلے گئے اور ہر شعبہ زندگی جس میں حکومت، تعلیم، صحت، ادب لسانیات، جغرافیہ، تاریخ، ریاضی، فلکیات، کیمیا، سائنس، فلسفہ، طب، ایجادات اور نفسیات شامل تھی میں کارنامے کرتے چلے گئے۔

جب ہی ہارون الرشید اور ابن رشد کی درمیانی چار صدیوں میں اسلام نے کئی قابل افراد پیدا کئے اگر چہ اس شاندار فعالیت کا دارومدار کسی حد تک یونانی علوم اور ورثے پر بھی قائم تھا جس میں شامل شاعری، آرٹ، مجسمہ سازی اور ریاست کاری وغیرہ لیکن دوسری جانب اسلام کا یہ اوج کمال ایک اعتبار سے مشرق وسطی پر یونانی غلبے کے خاتمے کی بھی وجہ بنی اگر چہ اس کا سلسلہ ماضی میں نا صرف ساسانی اور ایکمینیائی (آچمنی) فارس بلکہ حضرت سلیمان کے یہوداہ، اشور بنی پال کے اشوریا، حمورابی کے بابل، سارگون کے عکاد اور نامعلوم بادشاہوں کے سومیر تک جاتا ہے تاہم تاریخ کے تسلسل نے ایک بار پھر خود کو منوالیا اور زلزلوں، وباؤں، قحط سالی، ہجرتوں اور تباہ کن جنگوں کے باوجود تہذیب کے لازمی عوامل معدوم نہیں ہوئے جس طرح انسانوں کی نسلیں اور خاندان ہوتے ہیں بالکل اسی طرح سے ایک نئی تہذیب کسی گزشتہ تہذیب کے بطن سے جنم لیتی ہے۔ دنیا کی تمام تہذیبیں ایک بڑے کل کی اکائیاں ہیں جبکہ اس بڑے کل کو ہم تاریخ انسانی کے نام سے جانتے ہیں تہذیبوں کو ہم انسانی زندگی کے مراحل بھی کہہ سکتے ہیں۔

تمام ہی نمایاں ماہرین اس بات پر متفق ہیں کے دنیا میں ایک علیحدہ اسلامی تہذیب موجود ہے اسلام ساتویں صدی عیسوی میں جزیرہ نمائے عرب میں ظہور پذیر ہوا اور نہایت تیزی کے ساتھ شمالی افریقہ اور جزیرہ نمائے آئبیریا تک وسعت اختیار کر گیا بعد میں یہ وسطی ایشیاء، برصغیر اور جنوب مشرقی ایشیاء تک بھی پھیل گیا لہٰذا اسلام کے اندر مختلف منفرد اور کئی ذیلی ثقافتیں پنپنے لگیں جن میں عرب، ترک، فارسی اور ملائی شامل ہیں۔

قدیم عرب اور اس کا جغرافیہ

The Geography of old Arabia

عرب دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما ہے جو 1400 میل لمبا اور 1250 میل چوڑا ہے ارضیاتی اعتبار سے یہ فارس سے ہو کر صحرائے گوبی تک جانے والی ریتیلی پٹی صحارا کا تسلسل ہے عرب کے لفظی معنی بنجر، ویران اور بے آب و گیاہ زمین کے ہیں عہد قدیم سے لفظ عرب جزیرہ نمائے عرب اور اس میں بسنے والی قوم کے لئے استعمال کیا گیا عرب کے مغرب میں بحر احمر اور جزیرہ نما سینا ہے مشرق میں خلیج عرب اور جنوبی عراق کا ایک بڑا حصہ ہے، جنوب میں بحر عرب ہے جو دراصل بحر ہند کا پھیلاؤ ہے، شمال میں شام اور شمالی عراق کا کچھ حصہ ہے خطہ عرب میں طویل ریگستان اور صحرا ہیں جبکہ کہیں کہیں نخلستان، کھجوروں کے جھنڈ اور پانی کے کنویں بھی ہیں تقریباً ہر چالیس سال کے بعد یہاں برف باری بھی ہوتی ہے رات میں یہاں کا درجہ حرارت ۳۸ ڈگری فارن ہائیٹ جبکہ دن میں جسم کو جھلسا دینے والی شدید گرم ہوائیں چلتی ہیں کبھی کبھی ساحلوں پر ہلکی بارش بھی ہو جاتی ہے جو تہذیب کے امکان کو پیدا کرتی ہے متوازی ساحل پر مکہ اور مدینہ کے شہر واقع ہیں جبکہ جنوب مغرب میں یمن کے علاقے ہیں جہاں قدیم بادشاہتوں کے مراکز تھے۔

2400 سال ق م کی ایک بابلی کندہ تحریر سے بابلی حکمران نارام سن کے ہاتھوں مگان (Magan) کے بادشاہ کی شکست کے متعلق کچھ واقعات تحریر ہیں مگان جنوب مغربی عرب کے منوآئی (Minaean) بادشاہت کا دارالحکومت تھا تاہم اس تحریر میں مگان کے آخری پچیس بادشاہوں کے متعلق عربی کندہ تحریروں میں درج ہے جن کا ذکر 800 ق م تک ہے اندازاً 2300 ق م کی ایک کندہ تحریر یمن میں سبا نامی ایک عرب بادشاہت کا ذکر کرتی ہے تاہم اب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تقریباً 950 ق م میں سبا یا اس کی شمالی عربی آبادیوں سے ہی ملکہ سبا بادشاہ حضرت سلیمان کے پاس گئیں تھیں۔

قوم سباء: Sheeba:

قوم سباء جنوبی عرب کی ایک نہایت قدیم اور بڑی قوم تھی جو چند بڑے بڑے قبائل پر مشتمل تھی جبکہ اس قوم کی تہذیب وتمدن اور نعمتوں کی ناشکری کے نتیجے میں اللہ کے غضب کے نزول کے حوالے سے بھی قرآن کریم میں باقاعدہ ایک سورہ سباء کے نام سے موجود ہے۔

> امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن عبدالبر اور ترمذی نے رسول اللہ ﷺ سے ایک روایت نقل کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا! سباء عرب کے ایک شخص کا نام تھا جس کی نسل سے عرب میں حسب ذیل قبائل پیدا ہوئے جن میں کندہ، حمیر، ازد، اشعرئین، مذحج، انمار، عاملہ، جذام، لخم اور غسان شامل تھے چنانچہ زمانہ قدیم سے ہی عرب کے ان قدیم قبائل کا شہرہ تھا ان قبائل کا اصل وطن جنوبی عرب کا ایک حصہ تھا جو آج یمن کے نام سے جانا جاتا ہے اس قوم کا عروج گیارہ سو برس ق م سے شروع ہوا جبکہ حضرت داؤد اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان کے دور حکومت تک اس قوم کی شہرت دور دراز مقامات تک پھیل گئی یہ قوم سورج کی پوجا

کرتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں ہد ہد کی خبر پر اس قوم کی ملکہ بلقیس کو حضرت سلیمان کی جانب سے ایک خط بھی روآنہ کیا جس میں انھیں دعوت دین حق دی گئی جسے تھوڑی پس وپیش کے بعد ملکہ بلقیس اور ان کی قوم نے قبول کیا لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہ قوم دوبارہ شرک وبت پرستی اور اپنے گزشتہ معبودوں کی عبادت میں مشغول ہوگئی جن میں سورج، چاند، ستارے اور دیگر دیوی اور دیوتا شامل تھے جبکہ بادشاہ وقت اپنے آپ کو ان دیوی دیوتاؤں کا سایہ یا ان کی اولاد بتاتے چنانچہ ان بادشاہوں کی بھی پوجا کی جاتی الغرض شرک اور صنم پرستی نے اس قوم کو دوبارہ تباہی کے راستے پر ڈال دیا اللہ تعالی نے اس قوم کو بیش بہا نعمتوں سے نوازا تھا۔

مورخین بیان کرتے ہیں کے اہل سباء کو اللہ تعالی نے بیش بہا دولت سے نوازا تھا اور ان کا شمار اس دور میں دولت مند ترین اقوام میں کیا جاتا جبکہ یونان اور روم کے لوگ اہل سباء کی دولت اور ثروت کے قصے نہایت رشک وحسد سے بیان کرتے، اسٹرابو نامی ایک مورخ تو یہاں تک لکھتا ہے اہل سباء سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے ان کے مکانوں کی چھت، در و دیوار اور اونچے بالا خانوں میں سونے، چاندی، ہاتھی دانت اور قیمتی پتھر آویزاں تھے۔

پلینی نامی مورخ لکھتا ہے ایسا لگتا ہے اہل سباء کی جانب روم اور فارس کی دولت بھی کھنچی آرہی ہے یہ قوم اپنے دور کی دنیا کی سب سے مالدار قوم شمار کی جاتی جسے اللہ تعالیٰ نے زرخیز زمینیں اور مضبوط تجارت سے آراستہ کیا تھا۔

آرٹی میڈورس لکھتا ہے اہل سباء نہایت عیش پسند اور تکبر میں مست تھے حتیٰ کے ان کے یہاں عام استعمال کی لکڑی جو جلائی جاتی وہ بھی قیمتی صندل اور دارچینی کی ہوتی جس کی

خوشبو کی لپٹوں سے سارا خطہ ہمہ وقت معطر رہتا یہی نہیں بلکہ یہ خوشبوؤں کی لپٹیں دور دراز ساحل سمندر تک بھی جاتیں اور لوگوں اور مسافروں کو اپنی جانب متوجہ کرتیں۔

یمن میں آثار قدیمہ کی کھدائی سے کئی ایسے کتبات اور آثار دستیاب ہوئے جن سے دیوی اور دیوتاؤں کی عبادات کے واضح اشارے پائے گئے یمن کی کھدائی میں جابجا دیوی دیوتاؤں کے منادر کی باقیات بھی ملیں آثار قدیمہ کی ایک جدید تحقیق میں یمن سے تقریباً

3000 ایسے کتبات بھی ملے ہیں جو اس قوم کی تاریخ وتمدن اور تہذیب کی جانب معلومات فراہم کرتے ہیں چنانچہ ان دستیاب معلومات کی رو سے اہل سباء کے تاریخی اہم ادوار کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے کے معلوم علم کے مطابق!

قوم سبا کا پہلا دور:

650 ق م سے قبل کا دور تھا اس زمانے میں ملوک سباء کا لقب مکرب سباء تھا جبکہ اس زمانے میں اس قوم کا پایہ تخت صرواح تھا جس کے کھنڈرات آج بھی مارب سے مغرب کی جانب پائے جاتے ہیں جو خریبہ کے نام سے مشہور ہیں اسی دور میں مارب کے مشہور بند کی بھی بنیاد رکھی گئی جس کی تعمیر وترقی اور وسعت میں دیگر بادشاہوں نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔

قوم سبا کا دوسرا دور:

650 ق م سے 115 ق م تک کا ہے اس دور میں بادشاہوں نے مکرب کا لقب چھوڑ کر 'ملک' بادشاہ کا لقب اختیار کرلیا اس دور میں ملوک سباء نے صرواح کو چھوڑ کر مارب کو اپنا دارالحکومت بناتے ہوئے اس شہر کو غیر معمولی ترقی بھی دی یہ شہر سمندر سے 3900 فٹ کی بلندی پر صنعاء سے 60 میل کی دوری پر واقع ہے آج تک اس شہر کے کھنڈرات اس کی گزشتہ عظمتوں کا پتا دیتے ہیں کھنڈرات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کے قوم سباء نہایت مہذب

اور متمدن قوم تھی۔

قوم سباء کا تیسرا دور:

115 ق م سے 300ء تک کا ہے۔ اس دور میں قوم سباء پر حمیر قبائل کا غلبہ ہوا۔ حمیر نے دارالسلطنت مارب کو اجاڑ کر پایہ تخت زیدان کو بنایا جو قبیلہ حمیر کا مرکز بھی تھا بعد ازاں یہ شہر ظفار کے نام سے مشہور ہوا جس کے قدیم کھنڈرات آج بھی شہر یریم میں پائے جاتے ہیں لیکن اس تیسرے دور میں ہی اہل سباء کے زوال کے اثرات نمایاں ہوئے۔

قوم سباء کا چوتھا دور:

300ء سے آغاز اسلام کا دور یہ دور قوم سباء کی تباہی اور بربادی کا دور ہے اس دور میں یہ قوم متواتر خانہ جنگیوں کے سبب اپنی قوت اور حمیت کھوتی رہی اور بلا آخر بیرونی قوتوں نے اس قوم کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے تباہی سے ہم کنار کرتے ہوئے ان کی زراعت اور تجارت کو مکمل زوال آشنا کیا۔

340ء سے لے کر 378ء تک یمن پر حبشی قوم نے اپنا قبضہ جمایا اور اہل سباء بتدریج ان کی غلامی میں آتے گئے پھر 450ء میں یمن میں ایک عظیم سیلاب آیا اس سیلاب کو قرآن کریم میں 'سیل العرم' کہا گیا عرم جنوبی عرب کی زبان کے لفظ 'عرمن' سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ 'بند' کے ہیں یمن کی کھدائی کے دوران ملنے والے قدیم کتبوں میں عرمن کے الفاظ بکثرت ملتے ہیں مثلاً 542ء اور 543ء کا ایک کتبہ جو یمن کے بادشاہ ابراہہ کے دور کا تھا جس میں اس عظیم سیلاب کا ذکر بھی موجود تھا۔ ابراہہ نے سیلاب کے گزر جانے کے بعد اس بند کی مرمت کروائی چنانچہ اس مرمت کے حوالے سے بھی کتبے پر تحریر موجود ہے جنوبی عرب کی قدیم زبان میں 'سیل العرم' سے مراد ایک ایسا سیلاب جو بند ٹوٹنے کے سبب آیا۔

اہل سباء کی مسلسل ناشکریوں کی بناء پر اللہ تعالی نے انھیں ایک شدید سیلاب سے دوچار کیا جس کے زور سے ان کا مارب کا بڑا بند بھی ٹوٹ گیا اور اس سیلاب نے بڑی تباہی مچائی قوم سباء نے پہاڑوں کے درمیان بند باندھا اور نہریں جاری کیں تاکہ کاشت کاری میں مناسب آب پاشی کی جا سکے لیکن اس بند کے ٹوٹنے سے آب پاشی کا تمام نظام درہم برہم ہوا اور وہ علاقہ جو کبھی جنت نظیر تھا وہ جنگلی جھاڑیوں سے بھر گیا اس سیلاب عظیم کا ذکر قرآن کریم میں بھی کیا گیا۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ذٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجَازِيْ اِلَّا الْكَفُوْرَ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ فَقَالُوْا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔[1]

ترجمہ۔سباء کے لئے ان کے اپنے ہی مسکن میں ایک نشانی موجود تھی دو باغ دائیں اور بائیں کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور شکر بجالاؤ اس کا ملک ہے عمدہ اور پاکیزہ اور (تمھارا) پروردگار ہے بخشش فرمانے والا مگر وہ منہ موڑ گئے آخر کار ہم نے ان پر بند توڑ کر سیلاب بھیج دیا اور ان کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انھیں دئے جن میں

کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں بھی یہ تھا ان کے کفر کا بدلہ جو ہم نے انھیں دیا اور ناشکرے انسان کے سوا ایسا بدلہ ہم اور کسی کو نہیں دیتے اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان، جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نمایاں بستیاں بسا دیں اور ان میں سفر کی مسافتیں ایک اندازے پر رکھ دیں چلو پھرو ان راستوں میں رات دن پورے امن کے ساتھ مگر انھوں نے کہا ائے ہمارے رب ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا آخر کار ہم نے انھیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انھیں بالکل تتر بتر کر ڈالا یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو بڑا صابر اور شاکر ہے ان کے معاملے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انھوں نے اس کی پیروی کی بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھے۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالی نے ایک نافرمان اور ناشکری قوم پر اپنے غضب کی کیفیات کو بیان کیا ہے اگر چہ اگلے ادوار میں ابراہہ نے اس بند کی تعمیر بھی کی لیکن اس علاقے میں موجود قوم سباء جو کئی قبائل پر مشتمل تھی وہ دوبارہ کبھی عروج نہ پا سکی بلکہ تتر بتر ہو کر بکھر گئی اس حوالے سے مورخین لکھتے ہیں اہل سباء کے مختلف قبائل جن میں غسانی بھی تھے وہ اردن اور شام کی جانب چلے گئے قبیلہ اوس اور خزرج نے یثرب میں پناہ لی بنوخزاعہ نے جدہ کے قریب تہامہ کے علاقے میں سکونت اختیار کی، ازد کا قبیلہ عمان میں جا کر آباد ہوا جبکہ لخم، جذام اور کندہ بھی اطراف کے علاقوں میں جا بسے حتیٰ کے قوم سباء کے وجود کو ہی اللہ نے نابود کر دیا اور ان کا ذکر محض افسانہ بن کر رہ گیا۔

مورخین یہ بھی کہتے ہیں قوم سباء میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو دین حق کے پیروکار تھے۔

قوم سباء کو اللہ تعالی نے دو بنیادوں پر عروج عطا کیا ایک زراعت اور دوسرا تجارت، زراعت اور تجارت کے لئے اللہ تعالی نے انھیں بہترین جغرافیائی حدود اور زرخیز زمینیں دیں جس سے اس قوم نے بھرپور فائدہ اٹھایا اللہ تعالی نے اس قوم کو ایک ہزار برس تک عروج دیا لہٰذا یہ قوم اپنی تجارت کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان تجارت کا واسطہ بنی رہی ایک طرف ان کی بندرگاہوں میں چین سے ریشم، انڈونیشیاء اور مالا بار سے گرم مصالحہ جات، ہندوستان سے کپڑے اسلحہ، جنگی ساز و سامان، مشرقی ایشیاء سے غلام، کئی اقسام کے جانور اور ہاتھی دانت پہنچتے دوسری جانب یہی تجارتی اشیاء مصر اور شام کی منڈیوں تک بھی یہیں سے سپلائی کی جاتیں اگلے مرحلے میں یہی سامان تجارت مصر اور شام سے ہوتا ہوا یونان اور روم پہنچتا قوم سباء کے ان علاقوں میں بکثرت لوبان، عنبر، مشک، عود، مر، قرفہ اور قصب الذریرہ بھی پیدا ہوتا جنھیں مصر، شام، یونان اور روم میں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا اس عظیم الشان تجارت کے دو بڑے بحری اور بری راستے بھی تھے تاہم بحری تجارت کا اجارہ ہزار سال بعد تک بھی انھی سبائیوں کے ہاتھ میں رہا کیونکہ بحر احمر کی موسمی ہواؤں، زیر آب چٹانوں اور لنگر اندازی کے مقامات کا راز یہی لوگ جانتے تھے دوسری کوئی بھی قوم ان خطرناک بحری راستوں پر سفر کی جراءت نہیں کرسکتی تھی چنانچہ اہل سباء انھی بحری راستوں کے ذریعے اردن اور مصر کی بندرگاہوں تک اپنا مال تجارت بھیجا کرتے جبکہ بری راستے عدن سے حضر موت اور مارب تک جاتے پھر وہاں سے آگے ایک شاہراہ مکہ، جدہ، یثرب، العلاء، تبوک اور ایلہ سے گزرتے ہوئے پیٹرا تک پہنچتے جبکہ ایک راستہ مصر کی طرف اور دوسرا راستہ شام کی طرف بھی جاتا چنانچہ اسی بری راستے کی جانب قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا کے یمن سے حدود شام تک سبائیوں کی آبادیاں قائم تھیں جہاں سے دن رات تجارتی قافلے گزرتے جبکہ آج بھی اس

علاقے میں ان نو آبادیوں کے آثار پائے جاتے ہیں اور ان علاقوں میں سومیری اور حمیری زبان کے کئی کتبات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

پہلی صدی عیسوی کے لگ بھگ اس تجارت پر زوال آنا شروع ہوا مشرق اوسط میں جب یونانیوں اور رومیوں کی طاقت اور سلطنتیں قائم ہوئیں تو شور مچنا شروع ہوا عرب تاجر اپنی اجارہ داری کے باعث مشرق کے اموال تجارت کی من مانی قیمتیں وصول کرتے ہیں چنانچہ ہم خود ہی اس میدان میں آگے بڑھ کر اس تجارت پر قبضہ کرلیں یہی وجہ تھی کے سب سے پہلے مصر کے یونانی الاصل فرمانروا بطلیموس ثانی نے 285 ۔ 246 ق م میں اس قدیم نہر کو پھر سے کھولا جو سترہ سو برس قبل فرعون سسوستریس نے دریائے نیل کو بحر احمر سے ملانے کے لئے کھدوائی تھی اس نہر کے ذریعے سے مصر کا بحری بیڑا پہلی مرتبہ بحر احمر میں داخل ہوا لیکن سبائیوں کے مقابلے میں یہ کوشش زیادہ کارگر ثابت نہ ہوسکی پھر جب مصر پر روم کا قبضہ ہوا تو رومی زیادہ طاقت ور تجارتی بیڑا بحر احمر میں لے آئے اور اس کی پشت پر انھوں نے ایک جنگی بیڑا بھی لا کر کھڑا کیا اس طاقت کا مقابلہ سبائیوں کے بس میں نہ تھا جبکہ رومیوں نے جگہ جگہ بندرگاہوں پر اپنی تجارتی نو آبادیاں بھی قائم کیں جن میں جہازوں کی ضروریات فراہم کرنے کا انتظام بھی کیا گیا لہٰذا جہاں تک ممکن ہوسکا وہ اپنے فوجی دستے تعینات کرتے چلے گئے حتیٰ کے ایک وقت آیا کے عدن پر رومیوں کا فوجی تسلط قائم ہوگیا جبکہ اسی سلسلے میں رومی اور حبشی سلطنتوں نے سبائیوں کے مقابلے میں باہم ساز باز کی جس کی وجہ سے اس قوم کی آزادی ختم ہوئی۔

بحری تجارت ہاتھ سے نکل جانے کے بعد صرف بری تجارت سبائیوں کے ہاتھ میں رہ گئی لیکن کئی وجوہات کی بناء پر بتدریج وہ کمزور ہوتے گئے سب سے پہلے نبطیوں نے

پیٹرا سے العلاء تک بالائی حجاز اور اردن کی تمام آبادیوں سے سبائیوں کو نکال باہر کیا پھر 106ء میں رومیوں نے نبطی سلطنت کا خاتمہ کیا جس کے نتیجے میں حجاز کی سرحد تک شام اور اردن کے تمام علاقے ان کے مضبوط ہاتھوں میں آگئے اس کے بعد حبش اور روم کی متحدہ کوششیں یہ رہیں کے سبائیوں کی باہمی کشمکش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی تجارت کو بالکل ہی تباہ کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حبشیوں کی بار بار یمن میں دخل اندازی نے بلاآخر پورے یمن کو حبشیوں کے قبضے میں دے دیا اہل سباء کو اللہ تعالی نے بے شمار نعمتوں سے نوازا لیکن ان کے شرک، تکبر اور نافرمانیوں کے سبب ان پر اپنا غیظ وغضب نازل فرمایا اور انھیں رہتی دنیا تک نشان عبرت بنا دیا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَظَلَمُوٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ۔ ۲؎

ترجمہ۔آخر کار ہم نے انھیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انھیں بالکل تتر بتر کر ڈالا۔

513ء میں یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے نجران کے عیسائیوں پر ظلم وستم کی ایک نئی تاریخ رقم کی اس کا ذکر قرآن کریم میں 'اصحاب الاخدود' کے نام سے کیا گیا ہے۔

اصحاب الاخدود: People of the Ditch:

قرآن کریم میں اصحاب الاخدود کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ ۳؎

ترجمہ۔مارے گئے گڑھے والے (گڑھے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے تھے جو کچھ وہ ایمان لانے

والوں کے ساتھ کرر ہے تھے اسے ہم دیکھ رہے تھے اور ان اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی اور وجہ سے نہ تھی کے وہ اس خدا پر ایمان لائے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے اور وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

لغات القرآن میں 'الخذ' کے معنی زمین میں کھودے گئے مستطیل گڑھے کے ہیں۔[۴]

صاحب محیط نے لکھا ہے کے ذونواس جو بادشاہ یمن تھا اور قوم تبع پر حکمرانی کیا کرتا اس نے اہل نجران (عیسائیوں) کو مجبور کیا کے وہ عیسائیت چھوڑ کر ان کا مذہب اختیار کرلیں لیکن جب اہل نجران نے ذونواس کی بات نہ مانی تو اس ظالم بادشاہ نے ایک گڑھے (خندق) میں آگ بھڑکائی اور اس آگ میں تمام اہل ایمان کو ڈلوا کر جلا دیا۔

صاحب تاج العروس نے لکھا ہے بخت نصر نے خدا پرست یہودیوں کو ایک آگ کے گڑھے میں ڈلوایا جس میں اہل ایمان جل کر مر گئے لیکن قرآن کریم کے سیاق وسباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کے اس سے مراد وہ تمام مخالفین اسلام ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے برسر پیکار تھے اور جنگ کی آگ بھڑکاتے رہتے تھے جن کی تباہی کی خبر قرآن ان آیات میں دے رہا ہے۔

مفسرین اور مورخین کی رائے میں تھوڑا تضاد بھی پایا جاتا ہے۔

اس حوالے سے متعدد روایات اور واقعات بھی بیان کئے جاتے ہیں جو کے درج ذیل ہیں۔

۱۔ پہلا واقعہ حضرت صہیب رومیؓ سے مروی ہے، آپ رسول اللہ ﷺ سے

روایت کرتے ہیں ایک بادشاہ کے پاس ایک ساحر تھا اور بادشاہ یہ چاہتا تھا کے اس ساحر سے اس کا تمام علم سیکھ لیا جائے چنانچہ اس کام کے لئے اس نے ایک لڑکے کا انتخاب کیا جو اس ساحر سے اس کے ساحرانہ علوم سیکھتا تھا لیکن وہ لڑکا ایک راہب (جو غالباً حضرت عیسیٰ کا پیرو کار تھا) اس سے بھی ملتا تھا اور اس راہب کی دین اسلام کی باتوں سے متاثر ہوکر در پردہ مسلمان ہو چکا تھا جب اس بات کی خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے ساحر کو بھی قتل کروادیا اور لڑکے کے قتل کے احکامات بھی جاری کردئے لیکن تمام تر تدابیر کے باوجود بادشاہ کے ہرکارے اس لڑکے کا بال بھی بیکا نہ کر پائے لڑکے نے جب یہ دیکھا تو اس نے بادشاہ سے کہا! اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو پھر ایک مجمع عام کو بلواو اور میری جانب جو تیر پھینکو اس تیر کو پھینکنے سے قبل یہ کہو (باسم رب الغلام) یعنی اس لڑکے کے رب کے نام پر چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکے کو قتل کرتے وقت جو تیر اس کی جانب پھینکا گیا اس پر پھینکنے سے قبل باسم رب الغلام کہا گیا لہٰذا تیر کا چلنا تھا کہ لڑکا مر گیا یہ دیکھ کر تمام مجمع میں ایک شور بلند ہوا کے ہم اس لڑکے کے خدا پر ایمان لے آئے بادشاہ اور اس کے مصاحب یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے کے جس چیز سے وہ بچنا چاہتے تھے وہی کچھ ہو گیا اور لوگ اس لڑکے کے خدا پر ایمان لے آئے لہٰذا بادشاہ نے ایک حکم شاہی نافذ کیا کے جو بھی اس لڑکے کے خدا پر ایمان لائے گا اسے ایک گڑھے جس میں آگ بھڑکائی گئی تھی اس میں ڈال دیا جائے گا۔

۲۔ دوسرا واقعہ حضرت علیؑ سے مروی ہے، آپؑ فرماتے ہیں، ایران کے ایک بادشاہ نے شراب پی کر اپنی بہن سے زنا کیا اور ان دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات استوار ہو گئے جب لوگوں میں یہ بات کھلی تو بادشاہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کے خدا نے بہن کے ساتھ نکاح کو حلال کر دیا جب لوگوں نے بادشاہ کی مخالفت کی تو اس نے لوگوں پر مظالم ڈھانا شروع

کر دیا اور بلا آخر ایک بڑا گڑھا کھدوایا گیا جس میں آگ بھڑک رہی تھی اس آگ میں اس قانون کے ہر انکاری کو پھینکا جانے لگا۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے اسی وقت سے مجوسیوں میں محرمات سے نکاح کا طریقہ رائج ہو گیا۔

۳۔تیسرا واقعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے اہل بابل نے بنی اسرائیل کو دین موسوی سے پھر جانے پر مجبور کیا لیکن جب بنی اسرائیل نے اہل بابل کی بات نہ مانی تو انھیں آگ سے دہکتے ہوئے گڑھوں میں پھنکا جانے لگا۔

۴۔چوتھا واقعہ جو سب سے زیادہ مشہور ہے اور اس واقعے کی روایت ابن ہشام، طبری، ابن خلدون اور صاحب معجم البلدان نے کی ہے، وہ نجران کے عیسائیوں کا ہے یعنی یمن کے بادشاہ ذونواس نے نجران کے عیسائیوں کو مجبور کیا کے وہ ان کا مذہب اختیار کر لیں جس پر نجران کے عیسائیوں نے اس بادشاہ کی بات کو ماننے سے انکار کیا تو اس نے غضب ناک ہو کر ایک بڑا گڑھا جو دہکتی ہوئی آگ سے بھڑک رہا تھا اس میں ان تمام عیسائیوں کو ڈالنا شروع کر دیا جو اس کی بات کا انکار کرتے آج برسوں گزر جانے کے بعد بھی نجران میں اصحاب الاخدود کے آثار موجود ہیں چنانچہ حبشی عیسائیوں نے جب نجران پر قبضہ کیا تو انھوں نے یہاں کعبہ کی شکل کی ایک عمارت بنائی جیسے وہ مکہ کے کعبہ کی جگہ حیثیت دینا چاہتے تھے۔ ۵

مورخین لکھتے ہیں کے یمن کے یہودی فرمانروا ذونواس نے نجران کے عیسائیوں پر ظلم وستم ڈھایا انھیں ان کے مذہب کو نہ تبدیل کرنے کی سزا دیتے ہوئے انھیں آگ سے دھکتے ہوئے گڑھوں میں پھینک دیا اس صورت حال کے پیش نظر حبشہ کی عیسائی سلطنت نے یمن پر حملہ کر دیا اور اس طرح حمیری حکومت کا خاتمہ حبشہ کے عیسائیوں کے ہاتھوں ہو گیا

۵۲۵ ء میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت کا قیام عمل میں آ گیا اگر چہ یہ ساری کاروائی قسطنطنیہ کی رومی سلطنت اور حبشہ کی حکومت کے باہمی تعاون سے عمل میں آئی کیونکہ حبشیوں کے پاس اس زمانے میں کوئی قابل ذکر بحری بیڑا نہ تھا چنانچہ بحری بیڑا روم نے فراہم کیا اور حبشہ نے اپنی 70,000 افواج کو اسی بحری بیڑے کے ذریعے یمن کے ساحل پر اتارا لہٰذا ابتداء میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کے یہ سب کچھ محض مذہبی جذبات کے تحت نہیں کیا گیا بلکہ اس کے در پردہ معاشی اور سیاسی مقاصد بھی تھے چنانچہ مظلومین کے خون کا انتقام تو ایک بہانہ تھا اصل محرک تو ان علاقوں پر ان کا قبضہ اور غلبہ تھا لہٰذا حبشہ کی عیسائی سلطنت یمن پر انتقاماً حملہ آور ہوئی اور انھوں نے پورا یمن فتح کرلیا۔

رومی سلطنت نے مصر وشام پر جب قبضہ کیا تو اسی وقت سے ان کی یہ کوشش تھی کے کسی طرح سے مشرقی افریقہ، ہندوستان، انڈونیشیاء اور دیگر اس سے ملحقہ علاقوں پر رومی مقبوضات کے درمیان جس تجارت پر عرب صدیوں سے قابض تھے اس پر قبضہ جماتے ہوئے اس کے منافع کے بھی مالک بن جائیں عرب تاجروں کا واسطہ درمیان سے از خود ہٹ جائے چنانچہ انھی مقاصد کے حصول کے لئے 24 یا 25 ق م میں قیصر آگسٹس نے ایک بڑی فوج رومی جنرل ایلیس گالوس کی قیادت میں عرب کے مغربی ساحل پر اتاری تاکہ وہ اس بحری راستے پر قابض ہو جائیں جو جنوبی عرب سے شام کی طرف جاتا ہے لیکن عرب کی پیچیدہ جغرافیائی حالات نے اس مہم کو ناکام کیا مہم کی ناکامی کے بعد رومی اپنا بحری جنگی بیڑا بحر احمر میں لے آئے جہاں انھوں نے عربوں کی اس تجارت کو ختم کیا جو وہ سمندر کے راستے کیا کرتے تھے اب ان کے لئے صرف اور صرف بری راستہ رہ گیا تھا اسی بری راستے پر قابض ہونے کے لئے انھوں نے حبشہ کی عیسائی حکومت سے گٹھ جوڑ کیا اور بحری بیڑے سے ان کی مدد

کر کے ان کا قبضہ یمن پر کروایا۔

ابراہہ نامی ایک بااثر شخص حبشہ کی فوج میں موجود تھا جو کے شاہ حبشہ کی موت کے بعد ان کا نائب یا جانشین مقرر ہوا یونانی مورخین اس کا نام 'ابرامس' اور سریانی مورخین اسے 'ابراھام' کہتے ہیں جبکہ حبشی تلفظ میں اسے 'ابراہہ' کہا گیا ابراہہ نامی یہ شخص رفتہ رفتہ یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا اس شخص کے دو مقاصد تھے۔

ا۔عرب میں عیسائیت کا پرچار۔

۲۔اور اس تجارت پر قابض ہونا جو بلاد مشرق اور رومی مقبوضات کے درمیان عربوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔

ابراہہ نے پہلے مرحلے میں یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک عظیم الشان کلیساء تعمیر کروایا جس کا ذکر عرب مورخین نے بھی کیا پھر اس نے شاہ حبشہ کو ایک خط لکھا میں عربوں کا حج اس کلیساء میں موڑے بغیر نہیں رہوں گا کیونکہ وہ اس خطے سے خانہ کعبہ کی مرکزیت کو ختم کرنا چاہتا تھا تاہم اپنے انھی مذموم عزائم کی خاطر وہ دن رات خانہ خدا کی مرکزیت کے خلاف سازشوں میں لگا رہتا اس کے ساتھ ہی اس نے یہ قسم بھی کھائی کے میں جب تک چین سے نہ بیٹھوں گا جب تک میں خانہ کعبہ کو ڈھا نہ دوں۔

قرآن کریم اس حملہ آور گروہ کو 'اصحاب الفیل' کے نام سے بیان کرتا ہے۔

اہل سباء کے حوالے سے بات ہو رہی تھی ابراہہ کے اس واقعہ کے بعد 575ء میں یمن پر ایرانیوں کا قبضہ ہو گیا اور پھر 628ء میں ان کی بچی کھچی حکومت کا خاتمہ بھی ہو گیا جب ایرانی گورنر باذان نے اسلام قبول کیا اس طرح سے اللہ نے اپنا غضب قوم سباء پر نازل کیا اور وہ بتدریج صفحہ ہستی سے مٹتے مٹتے بلآخر قصہ پارینہ بن گئے۔

سام بن نوح: Shem:

سام بن نوح کو قصص الانبیاء (ثعلبی) میں قطعی طور پر حضرت نوح کا پہلا بیٹا بیان کیا گیا ہے سام حضرت نوح علیہ السلام کے چہیتے بیٹے تھے اوران کی دعائیہ برکت میں شریک بھی تھے حضرت نوح نے مرتے وقت انھیں اپنا جانشین مقرر کیا سام کی زوجہ صلیب حضرت نوح کے دوسرے بیٹوں کی بیویوں کی طرح قیس بن آدم کی نسل سے تھیں عربوں کو ہمیشہ سامی النسل بتایا جاتا ہے یعنی عرب سام کی اولادوں میں سے تھے جب حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا کی تقسیم اپنے بیٹوں کے درمیان کی تو سام کے حصے میں دریائے نیل، فرات، دجلہ، جیجون وسیجون کے درمیانی علاقے آئے، سام عرب میں ہی مقیم رہے۔٦ے

سام کے ایک بیٹے کا نام ارم تھا جو عاد کے دادا تھے اور جن کی اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی عاد دراصل ہود علیہ السلام کی قوم ہے اس قوم کا تعلق عرب کے قدیم قبائل سے ہے یہ لوگ عرب سے نکل کر بابل، یمن، شام، مصر اور ارض احقاف جو کے حضر موت کے شمال میں واقع ہے جس کے مشرق میں عمان تھا کے علاقوں میں سکونت اختیار کی جہاں انھوں نے طاقتور حکومتوں کی بنیاد ڈالی لیکن جب اس قوم میں غرور و تکبر اور سرکشی عود آئی تو ان کی رہنمائی کے لئے حضرت ہود کو بھیجا گیا تا کہ انھیں دین اسلام کی تعلیمات سے آراستہ کیا جاسکے اگر چہ قوم نوح کی غرقابی کے بعد اللہ تعالی نے انھیں زمین پر حکمرانی عطا فرمائی قوم 'عاد' کے افراد اونچے قد کاٹھ کے مضبوط اور توانا جسم کے مالک تھے جنھیں فن تعمیر میں خاص دسترس حاصل تھی لہٰذا انھوں نے زمین پر بڑے اونچے محلات اور عمارتیں تعمیر کیں قرآن کریم میں انھیں عاد اولیٰ کہا گیا یہ بات ثابت شدہ ہے کے قدیم قوم سام اور عاد اولیٰ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں عاد کا زمانہ دو ہزار قبل مسیح کا ہے یہ قوم اپنی مثال آپ تھی اور ستر شاخوں (نسلوں) پر مشتمل تھی جبکہ

یہ قوم موجودہ دنیا کی قدیم ترین تہذیب کی بانی بھی تصور کی جاتی ہے اس قوم کی حکمرانی جنوب مشرقی عرب کے دور دراز علاقوں پر بھی قائم تھی بعد میں جب یہ قوم مصر پر قابض ہوئی تو اس وقت ان کا بادشاہ شداد بن عاد تھا عرب مورخین انھیں امم بائدہ بھی کہتے ہیں یعنی ایسی قوم جو برباد ہوگئی اللہ تعالی نے اس قوم کو عزت ومنزلت سے نوازا تو بجائے وہ اللہ کے اس احسان کے بدلے میں شکر گزاری کرتے انھوں نے اللہ کی زمین پر فتنہ فساد بپا کر دیا جس کے نتیجے میں قوم عاد پر بھی عذاب الہی آ گیا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ۔ ۷؎

ترجمہ۔کیا تم نے نہیں دیکھا کے تمھارے رب نے اونچی عمارتوں والے عاد ارم کے ساتھ کیا سلوک کیا جن کی مانند کوئی قوم دنیا میں پیدا نہیں کی گئی۔

'ارم' سام بن نوح کے پانچویں بیٹے تھے جبکہ عاد و ثمود دونوں ارم کے ہی پوتے ہیں عاد کی اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی جن کی طرف حضرت ہود پیغمبر بنا کر بھیجے گئے انھیں عاد اولی بھی کہا جاتا ہے ان کی ہلاکت کے بعد اور حضرت ہود کے ساتھ بچ جانے والوں کو 'عاد ثانیہ' بھی کہتے ہیں جبکہ سامی اقوام کی یہ شاخ اپنے جد اعلیٰ ثمود کی مناسبت سے قوم ثمود کہلائی ثمود کا دارالحکومت 'حجر' تھا جیسے آج کل مدائین صالح بھی کہتے ہیں اس قوم کا وصف یہ تھا کے یہ پہاڑوں میں گھر بناتے تھے اللہ تعالی نے ان کی جانب حضرت صالح کو بھیجا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداندی ہے!

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ۔ ۸؎

ترجمہ۔ثمود کی طرف بھیجا ان کا بھائی صالح وہ بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمھارا خالق و مالک اس کے سوا۔

اس قوم نے حضرت صالح سے معجزہ طلب کیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انھیں ایک اونٹنی کا معجزہ دکھایا یہ اونٹنی اونچے ڈیل ڈول کی مالک تھی جب وہ کسی چراہ گاہ میں چرتی تو دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے اور جب وہ کسی کنویں سے پانی پیتی تو اس کنویں کا سارا پانی ختم ہوجاتا وادی القریٰ کے مکینوں کو دولت وثروت ،قوت وحکمت سب کچھ حاصل تھا لیکن وہاں پانی کا ایک ہی چشمہ تھا لہٰذا وہ اس پانی کے کم ہونے کے خوف اور حرص میں مبتلا ہو گئے اور اونٹنی سے متعلق طرح طرح کی باتیں گھڑنے لگے۔

اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کے دیکھو یہ نشانی تمھاری خواہش پر بھیجی گئی ہے اور یہ اللہ کا فیصلہ ہے کے یہ بھاری مقدار میں پانی کو پی جائے ایک دن اونٹنی اور اس کے بچے کے لئے چشمے کا پانی مخصوص ہے جبکہ اس دن قوم کا کوئی فرد یا جانور اس چشمے کا پانی استعمال نہیں کرے گا لیکن ہفتے کے باقی دنوں میں وہ لوگ اور اان کے جانور چشمے کا پانی استعمال کریں۔

حضرت صالح کی قوم زیادہ عرصہ اس وعدے پر قائم نہ رہ سکی اور بلا آخر انھوں نے اونٹنی کے قتل کا منصوبہ بنایا۔قیدار بن سالف نے ایک دن موقع پاتے ہی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں جب حضرت صالح علیہ السلام کو اس واقع کا علم ہوا تو انھوں نے اس پر بے حد افسوس کا اظہار کیا۔

جس پر ارشاد خداوندی ہوا!

فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ

مَکْذُوْبٍ۔۹؎

ترجمہ۔پھرانہوں نے اس کے پاؤں کاٹ ڈالے تب صالح نے کہا تین دن تک اپنے گھروں میں فائدہ اٹھالو، یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔

اللہ کا وعدہ سچ ثابت ہوا اور عذاب کے پہلے دن اس قوم کے چہرے زرد پڑ گئے دوسرے روز شدید خوف کے سبب ان کے چہرے سرخ ہوگئے تیسرے دن کی دہشت کا یہ عالم تھا کے ان سب کے چہرے سیاہ پڑ گئے تین دن کے بعد آل ثمود بجلی کی چمک اور کڑک سے ہلاک کردی گئی سوائے حضرت صالح اوران پر ایمان لانے والے مومنین کے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں !

وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ۔۱۰؎

ترجمہ۔پکڑا ان ظالموں کو چنگھاڑ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے جیسے کبھی رہے نہ تھے ان میں سن لو ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے ثمود پر۔

قرآن کریم نے ثمود کو کھجور کی بوسیدہ تنوں سے تشبیہ دی ہے جو سوکھ کر جھڑ جاتی ہے اور جس کا برادہ ہوا میں اڑ جاتا ہے۔

اَلْحَآقَّۃُ مَا الْحَآقَّۃُ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا الْحَآقَّۃُ کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَۃِ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُھْلِکُوْا بِالطَّاغِیَۃِ وَاَمَّا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ سَخَّرَھَا عَلَیْھِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْھَا صَرْعٰی کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَۃٍ فَھَلْ تَرٰی لَھُمْ مِّنْ بَاقِیَۃٍ۔۱۱؎

ترجمہ۔قیامت، قیامت کیا چیز ہے، اور تمہیں کس چیز نے بتایا کہ قیامت کیا ہے، ثمود اور عاد نے قیامت کو جھٹلایا تھا، سو ثمود تو سخت ہیبت ناک چیخ سے ہلاک کیے گئے، اور

لیکن قوم عاد، سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کیے گئے، وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلتی رہی (اگر تو موجود ہوتا)، اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا گویا بوسیدہ کھجور کے تنے ہیں، سو کیا تمھیں ان کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں روایت ہے اس واقعہ کے بعد آپ فلسطین کے علاقے رملہ میں کچھ دن مقیم رہے اس کے بعد آپ ہجرت کر کے مکہ تشریف لائے جہاں آپ کا انتقال ہوا اور آپ کعبے کے مغربی سمت میں مدفون ہیں۔

حجاز میں آبادی کا آغاز

عرب اقوام: Arab Nation:

مورخین نے نسلی اعتبار سے عرب اقوام کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

عرب بائدہ: Arab Baeyeda:

عرب بائدہ وہ قدیم عرب قبائل اور قوم ہیں جو اب ناپید ہیں پچھلی سطور میں ان کا ذکر موجود ہے تاہم اس قوم سے متعلق ضروری تفصیلات کہیں دستیاب نہیں اس قوم میں شامل عاد، ثمود، طسم، جدیس اور عمالقہ وغیرہ۔

عرب عاربہ: Arab Areba:

عرب عاربہ وہ عرب قبائل ہیں جو یعرب بن یشجب بن قحطان کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھیں قحطانی قبائل بھی کہا جاتا ہے عرب عاربہ یعنی قحطانی عرب کا اصل گہوارہ ملک یمن تھا اور یہ اور ان کے قبائل یہیں سے پھلے پھولے اور بڑھے ان میں سے دو قبائل۔

۱۔ حمیر۔ ۲۔ کہلان زیادہ مشہور ہیں۔

عرب مستعربہ: Arab Mustarba:

عرب مستعربہ وہ عرب قبائل ہیں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں انھیں عدنانی عرب بھی کہا جاتا ہے ان کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جو اصلاً عراق کے ایک شہر ار سے تعلق رکھتے تھے جو دریائے فرات کے مغربی ساحل پر کوفے کے قریب واقع ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کئی ممالک کا سفر اختیار کیا لیکن جب آپ کی زوجہ حضرت ہاجرہ کے یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ کی پہلی زوجہ حضرت سارہ کو اپنی بے اولادی کا دکھ بڑھ گیا جس کی وجہ سے گھر میں کشیدگی رہنے لگی اسی کشیدگی کو دور کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی زوجہ

حضرت ہاجرہ اور ان کے نوزائیدہ بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حجاز مقدس (مکہ مکرمہ) میں بیت اللہ کے قریب ٹہرایا کچھ اشیائے خورد ونوش کا انتظام کیا اور خود واپس فلسطین چلے گئے اس وقت بیت اللہ شریف اس شکل میں موجود نہ تھا بلکہ اس کے اطراف میں کچھ بنیادیں اور ابھرے ہوئے ٹیلے تھے اگر کبھی یہاں سیلاب آتا تو دائیں بائیں سے کترا کے نکل جاتا یہیں زمزم کے پاس ایک گھنا سایہ دار درخت تھا جہاں حضرت ہاجرہ اپنے نوزائیدہ بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لٹا کر گئیں تھیں اور انھوں نے جب پیاس کی شدت سے اپنی ایڑی زمین پر رگڑی تو وہاں سے پانی نکل آیا لیکن اس سے پیشتر یہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا اور نہ ہی دور دور تک کوئی آدم اور نہ ہی آدم زاد تھا کچھ عرصہ کے بعد یمن کا ایک قبیلہ جسے جرہم ثانی بھی کہا جاتا ہے اس کا گزر یہاں سے ہوا جب اس قبیلے نے کچھ پرندے اڑتے ہوئے دیکھے تو انھیں اس بات کا یقین ہوگیا کے یہاں آس پاس ضرور پانی ہے چنانچہ تھوڑی سے تلاش کے بعد ان کی رسائی زم زم تک ہوئی جیسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے

اور انھوں نے حضرت ہاجرہ سے یہاں رہنے کی اجازت طلب کی اور اس طرح سے وہ مکہ میں آباد ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصے بعد تشریف لاتے اور اپنے اہل وعیال کی خیریت دریافت کرتے کتب تاریخ میں ان کی یہاں چار بار آمد کا ذکر موجود ہے لیکن درست تعداد کا علم نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ ایک طویل روایت جس کو یہاں مختصراً بیان کیا جارہا ہے میں کہتے ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام قبیلہ جرہم ثانی کے درمیان پلے بڑھے آپ اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے سب کی توجہ کا مرکز تھے قبیلہ جرہم سے آپ نے عربی زبان سیکھی۔

جب آپ جوان ہوئے تو اسی قبیلے کی ایک لڑکی سے آپ کے نکاح ہوگیا اسی دوران حضرت ہاجرہ کا انتقال ہوگیا کچھ دنوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کو ملنے آئے لیکن آپ موجود نہ تھے۔ حضرت اسماعیل کی بیوی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات ہوئی اور ان کی بیوی نے تنگ دستی کی شکایت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام جاتے ہوئے بیٹے کے نام یہ پیغام دے گئے کے جب بیٹا آئے تو اس سے کہنا تم اپنی چوکھٹ بدل لو، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو وہ اپنے والد کے اس پیغام میں چھپے اشارے کو سمجھ گئے اور انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور قبیلہ جرہم کے ایک سردار مضاض بن عمرو کی صاحبزادی سے نکاح کرلیا۔ ۱۲؎

کچھ عرصے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے اس بار پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوئی لیکن ان کی دوسری بیوی سے ملاقات ہوئی دوسری بیوی نے اللہ کی حمد ثناء بیان کی اور اللہ کا شکر ادا کیا جس پر آپ نے اپنے بیٹے کے نام پیغام میں یہ کہا کے اپنی چوکھٹ برقرار رکھیں اور اسے نہ بدلیں اور یہ کہہ کر آپ فلسطین لوٹ

گئے پھر ایک بار جب حضرت ابراہیم ملنے تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ملاقات آپ سے ہوئی دونوں باپ بیٹے نے ایک دوسرے سے نہایت محبت سے ملاقات کی اور اسی ملاقات کے بعد گزشتہ بنیادوں پر تعمیر کعبہ کی گئی۔

بیت اللہ کا تاریخی پس منظر

The Historical Background of Bait-ul-Allah

بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر ایک قدیم اور تاریخی عبادت گاہ ہے اس کی قدامت کو جاننے کے لئے چند روایات درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی،
یا رسول اللہ ﷺ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ تو آپ ﷺ
نے فرمایا! مسجد حرام، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا!
مسجد اقصیٰ، میں نے پوچھا ان دونوں کے درمیان کتنے عرصے کا فرق ہے؟ تو
آپ ﷺ نے فرمایا! 40 سال کا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اور تم جس جگہ بھی
نماز کا وقت پاؤ اسی جگہ نماز پڑھ لو کیونکہ وہی جگہ تمھاری مسجد ہے۔ ۱۳؎

کعبہ چوکور عمارت کو کہتے ہیں کعب کے معنی ہیں بلند ہونا بیت اللہ 40 فٹ لمبی، 35 فٹ چوڑی اور پچاس فٹ اونچی مستطیل عمارت ہے یہ ایک بلند بیت ہے اس لئے اس کو کعبہ کہا جاتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ
فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ۔ ۱۴؎

ترجمہ۔اللہ کے لئے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج فرض ہے جو اس تک راہ طے کرنے کی

طاقت رکھتا ہو، اور جو انکار کرے تو پھر اللہ جہان والوں سے بے پروا ہے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَات۔ ۱۵؎

ترجمہ۔ حج کے مقررہ مہینے ہیں۔

بیت اللہ دنیا اور انسانوں کی آبادی قائم ہونے سے بھی پہلے کی عبادت گاہ ہے اس کی تعمیر کے شرف میں فرشتے اور کئی پیغمبر شامل رہے۔

بیت اللہ کی تعمیر کئی بار مرتبہ ہو چکی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ سب سے پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر فرشتوں نے کی جب ابھی دنیا بسائی بھی نہ گئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں اللہ تعالی نے زمین کو بنانے سے 2000 سال قبل بیت اللہ کو بنوایا اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبَارَکًا وَّهُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ۔ ۱۶؎

ترجمہ۔ بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی زیارت کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ہے جو مکہ میں ہے جو عالمین کے لئے برکت والا ہے۔۔۔ جو اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ امن میں ہو جاتا ہے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں!

۱۔ سب سے پہلے اللہ تعالی نے کعبہ کو بنایا پھر اس کے نیچے سے زمین کو پھیلایا۔

۲۔ دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی۔

۳۔ تیسری بار حضرت آدم کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی

حضرت شیث علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام کے تیسرے اور چہیتے بیٹے تھے آپ ہابیل

کے قتل کے پانچ سال بعد پیدا ہوئے کہا جاتا ہے کے حضرت شیث علیہ السلام مکہ میں رہتے تھے اور انھوں نے خانہ کعبہ کو پتھر اور چکنی مٹی سے بنایا جبکہ تمام عمر رسم حج بھی ادا کی آپ کا انتقال 921 برس کی عمر میں ہوا جبکہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے 'انوش' جانشین ہوئے۔

۴۔ خانہ کعبہ کی چوتھی دفعہ تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی۔

۵۔ بیت اللہ کی پانچویں دفعہ تعمیر قبیلہ قریش کے جد امجد قصی بن کلاب کے ہاتھوں ہوئی۔

۶۔ بیت اللہ کی چھٹی تعمیر تمام سرداران مکہ نے ایک ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل کی اسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہاں اپنے دست مبارک سے حجر اسود کی تنصیب فرمائی یہ واقعہ 605ء کا ہے۔

۷۔ ساتویں بار 686ء میں عبداللہ بن زبیر نے خانہ کعبہ کی دیواروں کو گرا کر اس کی ازسرنو تعمیر کی کیونکہ بنی امیہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے مابین معرکوں میں خانہ کعبہ کی دیواروں کو کافی نقصان پہنچا تھا چنانچہ انھوں نے بیت اللہ کی ازسرنو تعمیر کی اور رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر نقشے کے مطابق حطیم کے چھوٹے ہوئے حصے کو بھی خانہ کعبہ میں شامل کرلیا۔۱۷؂

۸۔ آٹھویں بار بیت اللہ کی تعمیر اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں 696ء میں ہوئی اور بیت اللہ کی تعمیر جو عبداللہ بن زبیر نے کی تھی اس کو منہدم کر کے پرانے نقشے پر اس کی تعمیر کی گئی۔۱۸؂

یہ تعمیر آج تک موجود ہے اگرچہ عازمین حج کی سہولیات کے لئے تمام سعودی حکمران اپنی بھرپور کوششیں کرتے آئے ہیں۔

اولادحضرت اسماعیل علیہ السلام (شجرہ نسب)

Prophet Ishmael family tree

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دوسری اہلیہ سے آپ کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں

۱۔ نبایوط (نابت)۔ ۲۔ قیدار۔ ۳۔ ادبائیل۔ ۴۔ مبشام۔ ۵۔ مشماع۔ ۶۔ دوما۔ ۷۔ میشا۔ ۸۔ حدد۔ ۹۔ تیما۔ ایطور۔ ۱۱۔ نفیس۔ ۱۲۔ قیدان۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں سے بارہ قبائل وجود میں آئے جنھوں نے مکہ میں ہی قیام کیا لیکن ان کی معیشت کا انحصار یمن، مصر اور شام کی تجارت پر تھا بعد میں یہ بارہ قبائل عرب اور بیرون عرب کے اطراف و اکناف میں پھیل گئے اگرچہ ان سب کے حالات زندگی دبیز تاریکیوں میں دب گئے سوائے نبایوط (نابت) اور قیدار کے کیونکہ ان کی اولاد کے حالات تاریخ میں موجود ہیں۔

نبطی: Nabti:

نبایوط (نابت) کی اولادوں کو نبطی کہا جاتا ہے تاہم نبطیوں کے تمدن کو شمالی حجاز میں فروغ اور عروج حاصل ہوا انھوں نے ایک طاقتور حکومت قائم کی اور گرد و نواح کے لوگوں کو اپنا باجگزار بنایا آہستہ آہستہ یہ اتنے زیادہ طاقتور ہو گئے کہ کسی میں ان سے مقابلے کی تاب نہ تھی جب رومیوں کا دور آیا تو ان کے ہاتھوں نبطی قصہ پارینہ ہوئے۔

نبطیوں کے حوالے سے سید سلیمان ندوی نے ایک تحقیق کی ہے جس پر بحث کرتے ہوئے وہ یہ کہتے ہیں کے آل غسان اور انصار یعنی اوس اور خزرج قحطانی عرب نہ تھے

بلکہ وہ اس علاقے میں نبایوط بن اسماعیل یعنی (نابت) کی بچی کچھی نسل سے تعلق رکھتے تھے ۔۱۹۔

قیدار بن اسماعیل کی نسل مکہ میں ہی رہی اور وہ وہیں پھلی پھولی یہاں تک کے عدنان اور پھر ان کے بیٹے معد کا زمانہ آ گیا تاہم عدنانی عرب کا سلسلہ نسب صحیح طور پر یہیں تک محفوظ ہے عدنان کا تعلق

رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب میں اکیسویں پشت سے ہے کچھ راویوں نے یہ روایت کیا ہے جب رسول اللہ ﷺ اپنے سلسلہ نسب میں عدنان تک پہنچتے تو آپ ﷺ رک جاتے اور آگے نہ بڑھتے ۔۲۰۔

مورخین کی تحقیق کے مطابق عدنان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان چالیس پشتیں تھیں ۔معد کے بیٹے نزار سے جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کے وہ اکلوتے تھے۔کئی خاندان وجود میں آئے نزار کے چار بیٹے تھے اور یہ چاروں بیٹے چار الگ الگ قبائل کی بنیاد ثابت ہوئے ان کے نام یہ ہیں ۔۱۔ایاد۔ ۲۔انمار۔ ۳۔ربیعہ۔ ۴۔مضر۔

ان میں سے دو موخر الذکر قبائل اور ان کی کئی شاخیں وجود میں آئیں چنانچہ ربیعہ سے اسد بن ربیعہ، عنزہ، عبدالقیس، وائل، بکر، تغلب اور بنوحنیفہ وجود میں آئے ۔

مضر کی اولاد دو بڑے قبائل میں تقسیم ہوئیں ۔

۱۔قیس عیلان بن مضر۔ ۲۔الیاس بن مضر قیس عیلان سے بنوسلیم، بنوہوازن، بنوغطفان، غطفان سے عبس، ذبیان، اشجع اور غنی بن اعصر کے قبائل وجود میں آئے، الیاس بن نضر سے تمیم بن مرہ، ہذیل بن مدرکہ، بنواسد بن خزیمہ اور کنانہ بن خزیمہ کے قبائل وجود میں آئے پھر کنانہ سے قبیلہ قریش وجود میں آیا یہ قبیلہ فہر بن مالک بن نضر بن

کنانہ کی اولاد ہیں بعد ازاں قبیلہ قریش بھی متعدد شاخوں میں تقسیم ہوا مشہور قریشی شاخوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔جمح۔ ۲۔سہم۔ ۳۔عدی۔ ۴۔مخزوم۔ ۵۔تیم۔ ۶۔زہرہ۔ ۷۔اور قصی بن کلاب کے خاندان یعنی عبدالدار اسد بن عبدالعزیٰ اور عبد مناف یہ تینوں قصی کے بیٹے تھے ان میں سے عبد مناف کے چار بیٹے ہوئے جن سے چار ذیلی شاخیں وجود میں آئیں۔

۱۔عبدالشمس۔ ۲۔نوفل ۳۔مطلب۔ ۴۔اور ہاشم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنو ہاشم سے تھا۔

اسی حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے!

اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کا انتخاب کیا پھر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور کنانہ کی نسل سے قریش کو چنا پھر قریش سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔۲۱۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا اللہ تعالی نے جب خلق کی تخلیق فرمائی تو مجھے سب سے اچھے گروہ میں بنایا پھر ان کے بھی دو گروہوں میں سے زیادہ اچھے گروہ کے اندر مجھے رکھا پھر جب قبائل کو چنا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے میں رکھا پھر جب اللہ نے گھرانوں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں پیدا فرمایا لہٰذا میں اپنی ذات کے اعتبار سے تم میں سب سے اچھا ہوں اور اپنے گھرانے کے اعتبار سے بھی سب سے اچھا ہوں۔۲۲۔

عدنان کی نسل جب زیادہ بڑھ گئی تو وہ پانی کی تلاش میں عرب کے مختلف اطراف میں بکھر گئی چنانچہ قبیلہ عبدالقیس بے بکر بن عائل کی کئی شاخوں نے اور بنو تمیم کے خاندانوں

نے بحرین کا رخ کیا اور اسی علاقے میں جا بسے۔ بنوحنیفہ بن صعب بن علی بن بکر نے یمامہ کا رخ کیا اور اس کے مرکز حجر میں سکونت پذیر ہوئے۔ بکر بن وائل نے بقیہ شاخوں نے یمامہ سے لے کر بحرین، ساحل کاظمہ، خلیج، سوادعراق، ابلہ اور ہیئت تک کے علاقوں میں بودوباش اختیار کی بنوتغلب جزیرہ فراتیہ میں اقامت گزیں ہوئے البتہ ان کی بعض شاخوں نے بنوبکر کے ساتھ سکونت اختیار کی بنوتمیم نے بادیہ بصرہ کو اپنا وطن بنایا۔ بنوسلیم نے مدینہ کے قریب ڈیرے ڈالے ان کا مسکن وادی القریٰ سے شروع ہوکر خیبر اور مدینہ کے مشرق سے گزرتا ہوا حرہ بنوسلیم سے متصل دو پہاڑوں تک منتہی ہوتا تھا بنوثقیف نے طائف کو اپنا وطن بنایا اور بنو ہوازن نے مکہ کے مشرق میں وادی اوطاس کے گردوپیش میں ڈیرہ لگایا اور ان کے مسکن مکہ، بصرہ شاہراہ پر واقع تھا۔

بنواسد تیماء کے مشرق اور کوفہ کے مغرب میں خیمہ زن ہوئے ان کے اور تیماء کے درمیان بنوطی کا ایک خاندان بحتر آباد تھا، بنواسد کی آبادی اور کوفے کے درمیان پانچ دن کی مسافت تھی بنوذبیان تیماء کے قریب حوران کے اطراف میں آباد ہوئے۔تہامہ میں بنوکنانہ کے خاندان رہ گئے تھے ان میں سے قرشی خاندانوں کی بودوباش مکہ اور اس کے اطراف میں تھی یہ لوگ پراگندہ تھے اور ان کی کوئی شیرازہ بندی نہ تھی یہاں تک کے قصی بن کلاب ابھر کر منظر عام پر آئے اور قریشیوں کو متحد کر کے ان کا شرف اور عزت کو بلند کیا۔ ۲۳؎

جناب قصی بن کلاب نے مکہ کے شہری ریاست کی بنیاد رکھی ان کے ذاتی تعلقات اپنے زمانے کے کئی حکمرانوں کے ساتھ تھے۔ان کا بچپن اپنے سوتیلے باپ کے ساتھ شام میں گزرا وہ وہاں کے حالات اور واقعات سے بھی بخوبی واقف تھے غالباً شام میں طویل سکونت کے باعث ہی ان کی قیصر روم کے دربار میں آمدورفت اور اس سے تعارف حاصل تھا

جناب قصی کے تعلقات یمن کے حکمرانوں کے ساتھ بھی قائم تھے اور قصی ہی وہ پہلے شخص تھے کے جنھوں نے قریش کی تجارت کو مختلف علاقوں میں، منظم اور مرتب کیا ان کی ان ہی کوششوں اور تعلقات ت کی بناء پر قریش کا تعارف بقیہ دنیا کے حصوں میں ممکن ہو سکا جناب قصی کو جب مکہ مکرمہ پر قبضہ بحال کر کے وہاں کا نظام بحال کرنے اور امن وامان کو قائم کرنے کا موقع ملا تو انھوں نے ایک باقاعدہ شہری ریاست کی بنیاد رکھی اس ریاست کو قائم کرنے میں جناب قصی کو خاصی تگ و دو کرنی پڑی انھوں نے قبیلہ خزاعہ سے جو کعبہ کی تولیت پر عرصہ دراز سے زبردستی اور ناجائز طور پر قابض تھے جنگ کی اور کعبہ کے انتظام سے ان کو بزور بے دخل کیا کہا جاتا ہے کے جناب قصی کی اس مہم میں قیصر روم نے بھی ان کی معاونت کی جناب قصی نے اس ریاست میں پہلے دس شعبے قائم کئے پھر ان شعبوں سے وابستہ افراد کو قریش کے دس قبائل میں تقسیم کیا پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید شعبے بھی بنائے گئے جو مختلف قبائل میں تقسیم کئے جاتے رہے اس طرح سے کل 21 عہدے قائم کئے گئے ہر قبیلے کا سربراہ پیدائشی اور خاندانی طور پر اس عہدے کا حامل بھی ہوتا جو اس خاص قبیلے کا عہدہ تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خاندان میں عدالتی ذمہ داریاں تھیں حضرت عمر فاروقؓ کے خاندان میں سفارت کا عہدہ تھا، حضرت عثمان غنیؓ کے خاندان میں دشمنوں سے لڑنا اور عرب قبائل کی حفاظت تھی جبکہ

رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ کے خاندان میں خانے کعبہ کی تولیت تھی تاہم مختلف خاندان اور قبائل میں مختلف عہدے قائم کئے تھے۔ بنی عبد الدار جو عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا جس کے سربراہ کے پاس بیت اللہ کی چابیاں تھیں تاہم یہ بات بھی بڑی دلچسپ ہے کے جناب قصی کا وہ عہدہ جو کے انھوں نے اس وقت قائم کیا تھا وہ آج تک اسی طرح سے موجود ہے۔

جناب قصی کے بعد ان کے جانشینوں میں سب سے زیادہ نامور اور غیر معمولی شخصیت جناب ہاشم بن عبد مناف کی تھی یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کے والد یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردادا تھے انھوں نے جلد ہی ریاست مکہ کے سربراہ کی ذمہ داریاں سنبھالیں جناب ہاشم بڑی مشہور اور بین الاقوامی اثر ورسوخ کی حامل شخصیت تھے۔ جناب ہاشم اس اعتبار سے بھی معتبر تھے کے قیصر روم کے دربار میں ان کی براہ راست آمد ورفت اور شناسائی تھی قیصر روم ان کی شخصیت سے متاثر تھا جب وہ تجارتی قافلہ لے کر شام جاتے تو قیصر روم ان سے ملاقات کرتا اور یہ بھی روایت میں موجود ہے کے کئی مرتبہ اس نے جناب ہاشم سے ملکی معاملات میں رہنمائی بھی طلب کی یہی نہیں بلکہ جناب ہاشم نے قبیلہ قریش کے لئے روم کی سلطنت سے بھی مراعات حاصل کیں اسی طرح سے یمن میں موجود ایرانیوں کے علاقوں سے بھی قریش کے لئے رعایت حاصل کی پھر آس پاس کی دیگر ریاستوں سے بھی قریش کے لئے مراعات طلب کیں لہٰذا یہ مراعات جناب ہاشم کی وجہ سے قریش کو حاصل ہوسکیں ان مراعات کا ذکر سورہ قریش میں موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب

Family tree of Prophet Mohammad(S.A.W)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب کو مورخین تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔حصہ اول پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔

۲۔حصہ دوم پر کچھ کا اتفاق اور کچھ کا اختلاف ہے۔

۳۔حصہ سوم میں کچھ ابہام ہے۔

ذیل میں تینوں حصے پیش کئے جا رہے ہیں۔

ا۔ پہلا حصہ: First Part:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم (عمرو) بن عبدمناف (مغیرہ) بن قصی (زید) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (ان کا لقب قریش تھا اور انھی کی طرف قبیلہ قریش منسوب تھا) بن مالک بن نضر (قیس) بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ۔۲۴۔

۲۔ دوسرا حصہ: Second Part:

عدنان سے اوپر یعنی عدنان بن اد بن ہمیمیسع بن سلامان بن عوصبن بوز بن قموال بن ابی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماخی بن عیض بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن یلحن بن ارعوی بن عیض بن دیشان بن عیصر بن افناد بن ایہام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوضہ بن عرام بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم ۔ (علامہ منصوری نے نہایت دقیق تحقیق کے بعد یہ حصہ نسب کلبی اور ابن سعد کی روایات سے جمع کیا ہے)۔۲۵۔

۳۔ تیسرا حصہ: Third Part:

حضرت ابراہیم علیہ السلام بن تارح (آذر) بن ناحور بن ساروع (یا ساروغ) بن راعو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (کہا جاتا ہے کے یہ حضرت ادریس کا نام ہے) بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوشہ بن شیث بن آدم علیہ السلام ۔۲۶۔

خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Family of Prophet Mohammed(S.A.W)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خانوادہ آپ کے جدامجد ہاشم بن مناف کی نسبت سے خانوادہ ہاشمی کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

ہاشم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردادا محترم)

Hashim bin Abd Manaf

ہاشم بن عبدمناف کوسقایہ (زائرین کو پانی پلانا) اور رفادہ (زائرین کو کھانا کھلانے کی ذمہ داریاں) دی گئیں وہ اپنے ان مناصب پر اللہ کے شکر گزار تھے کے اللہ کے مہمانوں کی میزبانی کا شرف اور عزت انھیں حاصل ہے ہاشم بن عبدمناف نہایت مال دار اور تجارت کے پیشے سے وابستہ تھے آپ کا اصل نام عمرو تھا لیکن آپ اپنی میزبانی کی وجہ سے بے حد مشہور تھے روایت میں آتا ہے کے آپ کے یہاں آیا ہوا مہمان بغیر کھائے پیے رخصت نہیں ہوسکتا ایک بار قحط سالی کے موقع پر کچھ مہمان آئے تو گھر میں روٹی تھی لیکن سالن نہیں تو آپ نے روٹی کے ٹکڑوں کو باریک توڑ کر اس میں گھی اور چینی ملا کر مہمانوں کی ضیافت فرمائی جس کی وجہ سے آپ کا نام ہاشم یعنی (روٹی کو توڑ کر کھلانے والا مشہور) ہو گیا ہاشم بن مناف ہی قریش کے وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے تجارت کے لئے جاڑے اور گرمیوں کے سفر اختیار کئے جس کا ذکر سورہ قریش میں آیا ہے۔ آپ تجارتی سفر کے غرض سے شام جارہے تھے کے راستے میں مدینہ میں جب آپ اپنے رشتے داروں کے یہاں قبیلہ بنونجار پہنچے تو وہاں کی ایک خاتون سلمی ابنت عمرو سے آپ نے ایک دوسرا نکاح کیا تاہم شادی کے بعد آپ کچھ دن وہاں مقیم رہے پھر اپنی بیوی کو حالت حمل میں چھوڑ کر اپنے تجارتی کاموں کے لئے

روآنہ ہوئے اورشام سے ہوتے ہوئے جب آپ فلسطین پہنچے تو وہاں آپ کا انتقال ہوگیا چونکہ آپ کی اہلیہ اپنے میکے میں ہی تھیں لہٰذا یہیں تقریباً 497ء میں ان کے یہاں ایک بیٹے نے جنم لیا جس کا نام شیبہ (حضرت عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا) رکھا گیا شیبہ کی تعلیم وتربیت اور پرورش ان کے ننھیال مدینہ میں ہی ہوئی جبکہ ایک عرصہ دراز تک لوگوں کو یہ خبر ہی نہ تھی کے ہاشم کا ایک بیٹا شیبہ (عبدالمطلب) بھی ہے جن کی پرورش ان کے ننھیال میں ہورہی ہے اگرچہ ہاشم کے کل نو بچے تھے جن میں سے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں ہاشم بن مناف کے بچوں کے نام یہ ہیں ۔۱۔اسد ۔۲۔ابوصیفی ۔۳۔نضلہ ۔۴۔عبدالمطلب ۔

۵۔شفاء ۔٦۔خالدہ ۔۷۔ضعیفہ ۔۸۔رقیہ ۔۹۔جنۃ ۔۲۷۔

حضرت عبدالمطلب: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا محترم)

Abd-ul-Muttalib Shaybah bin Hashim

ہاشم بن عبدمناف کے پاس سقایہ اور رفادہ کی ذمہ داریاں تھیں لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے بھائی مطلب کے پاس یہ مناصب اور ذمہ داریاں آگئیں مطلب بھی اپنی قوم میں اپنی ایمانداری اور دیانت داری کی وجہ سے مشہور ومعروف تھے آپ بے حد سخی تھے اسی وجہ سے آپ کا لقب فیاض تھا جب شیبہ (عبدالمطلب) دس بارہ برس کے ہوگئے تو مطلب کو ان کا علم ہوا تو وہ انھیں لینے اور ملنے مدینہ (یثرب) پہنچے اور نہایت گرم جوشی سے ان سے ملاقات کی اور ان کی والدہ سے انھیں لے جانے کی اجازت طلب کی لیکن والدہ نے انھیں اجازت نہ دی مطلب نے ان سے گزارش کی کے یہ اپنے والد کی حکومت اور حرم کی طرف جارہے ہیں پھر ان کی والدہ نے انھیں مکہ جانے کی اجازت دی چنانچہ مطلب اپنے اونٹ پر بیٹھا کر اپنے بھتیجے (بھائی کے بیٹے) کو لے کر عازم مکہ ہوئے جب مکہ والوں نے مطلب کے

ساتھ ایک دس بارہ سال کے لڑکے کو دیکھا تو وہ یہ سمجھے کے یہ مطلب کا غلام ہے لہٰذا انھوں نے انھیں عبدالمطلب (مطلب کا غلام) کہنا شروع کر دیا لیکن مطلب نے وضاحت کی کے یہ میرا غلام نہیں بلکہ میرا بھتیجا اور ہاشم کا بیٹا ہے تاہم آپ مکہ میں شیبہ کے بجائے عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوئے آپ نے اپنے چچا کے یہاں پرورش پائی اور وہیں آپ کی تعلیم وتربیت ہوئی اور آپ جوان ہوئے جب مطلب کا انتقال ہوا تو تمام چھوٹے بڑے مناصب پر آپ فائز ہوئے آپ اپنی نیک نامی اور امانت و دیانت کی وجہ سے اہل عرب میں بہت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے مورخین تو یہاں تک لکھتے ہیں کے اتنا شرف وعزت آپ سے پہلے کسی اور کے حصے میں نہ آئی ۔ ۲۸ ۔

مطلب کے انتقال کے بعد نوفل نے حضرت عبدلمطلب کے صحن پر غاصبانہ قبضہ کرلیا اس صورت حال کے پیش نظر آپ نے بنی نجار میں اپنے ماموں ابوسعد سے مدد طلب کی ابوسعد فوراً اپنے بھانجے کی مدد کو پہنچے اور مسئلے کو حل کیا اگر چہ مسئلہ توحل ہوگیا لیکن نوفل نے بنی ہاشم کے خلاف عبدالشمّس سے مدد طلب کر لی ادھر بنوخزاعہ نے جب یہ دیکھا کے بنونجار نے عبدالمطلب کی مدد کی تو وہ یہ کہنے لگے کے ہم اس کی مدد کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ عبد مناف کی والدہ کا تعلق قبیلہ بنوخزاعہ سے تھا اس لئے یہ ہم سے زیادہ قریب ہے اس کے بعد بنوخزاعہ نے دارالندوہ میں جا کر بنوعبدالشمّس اور بنونوفل کے خلاف بنو ہاشم سے تعاون کا عہد کرلیا تاہم یہی عہد وپیمان آگے چل کر فتح مکہ کی بنیاد بنا۔ ۲۹ ۔

چاہ زم زم کی کھدائی: Deity of Zam Zam Well:

چاہ زم زم کو قبیلہ جرہم کے لوگوں نے مکہ سے نقل مکانی سے قبل بند کر دیا اور اس کے آثار بھی مٹادیے تاہم حضرت عبدالمطلب کو خواب میں چاہ زم زم کی نشاندہی کی گئی اور

انھیں اس کو کھولنے کا حکم ملا چنانچہ انھوں نے اس خواب سے بیدار ہونے کے بعد اس جگہ جہاں چاہ زم زم تھا اس کی کھدائی شروع کی اور اس میں مدفون کئی نوادرات بھی نکالے اگرچہ یہ کام اتنا آسان نہ تھا کیونکہ اہل عرب اور قریش بھی اس کام میں شریک ہونا چاہتے تھے لہٰذا بات بڑھتے بڑھتے کافی بڑھ گئی لیکن قدرت کی جانب سے کچھ ایسے آثار ظاہر ہوئے کہ بقیہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور یہ کام حضرت عبدالمطلب کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا اسی موقع پر آپؓ نے نذر مانی تھی کے اگر اللہ نے مجھے دس بیٹے عطا کئے تو میں ان میں سے ایک بیٹے کو کعبہ کے پاس قربان کروں گا۔۳۰

واقعہ فیل: Story of Ashab-e- Feel

'فیل' عربی زبان میں ہاتھی کو کہتے ہیں اسی اعتبار سے ابراہہ کا عظیم الشان لشکر جس میں ہاتھی بھی تھے اور جس کی تعداد 60,000 کے قریب بیان کی جاتی ہے وہ مکہ کی جانب خانہ کعبہ کو ڈھانے کے غرض سے چلا قرآن کریم نے اس لشکر یا فوج کو 'اصحاب الفیل' کے نام سے سورہ الفیل میں بیان کرتے ہوئے ابراہہ کے مذموم عزائم کو خاک میں ملانے کا ذکر کیا اس حوالے سے دو روایات بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی روایت محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کے ابراہہ کے لوگ اہل قریش کے کچھ جانور لوٹ کر لے آئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھی تھے ابراہہ نے اپنے ایلچی کے ذریعے اہل مکہ کو یہ پیغام بھیجا کے میں تم لوگوں سے لڑنے نہیں بلکہ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے ارادے سے آیا ہوں اگر تم لوگ مجھ سے نہیں لڑو گے تو میں تم لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کروں گا ابراہہ کے ایلچی نے یہ پیغام مکہ کے سب سے بڑے سردار عبدالمطلب کو دیا تو انھوں نے جواب دیا کے ہم ابراہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے یہ اللہ کا

گھر ہے وہ چاہے گا تو خود اپنے گھر کی حفاظت فرمائے گا اس پر ایلچی نے کہا کے آپ میرے ساتھ ابراہہ کے پاس چلیں یہ سن کر حضرت عبدالمطلب ابراہہ سے ملنے کے لئے تیار ہو گئے جب آپ ابراہہ کے پاس پہنچے تو ابراہہ آپ کی شخصیت کے رعب و دبدبے سے بے حد متاثر ہوا اور اس نے آپ کی بڑی پذیرائی کی پھر ابراہہ نے عبدالمطلب سے پوچھا کے آپ کیا چاہتے ہیں؟ جس پر عبدالمطلب نے جواب دیا کے آپ میرے دوسو اونٹ مجھے واپس لوٹا دیں عبدالمطلب کے منہ سے اونٹ کی بات سن کر ابراہہ حیران رہ گیا اس نے کہا کے آپ کو دیکھ کر میں بے حد متاثر ہوا تھا لیکن آپ کی بات سن کر آپ کی قدر میری نظر میں کم ہوگئی کیونکہ میں اس گھر کو ڈھانے کے ارادے سے آیا ہوں جو کے آپ کے آباؤ اجداد کا مرجع ہے اس کے بارے میں تو آپ نے کوئی بات ہی نہیں کی؟ یہ سن کر عبدالمطلب نے کہا کے میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے میں انھی کی بات کر رہا ہوں اب رہ گیا اس گھر کا معاملہ تو جو اس گھر کا مالک ہے وہ ہی اس کی حفاظت فرمائے گا ابراہہ نے یہ سن کر کہا کے لیکن وہ مجھ سے اپنے گھر کو کبھی بھی نہ بچا پائے گا حضرت عبدالمطلب نے کہا آپ جانے اور وہ یہ کہہ کر

حضرت عبدالمطلب، ابراہہ کے پاس سے اٹھ کر واپس آگئے ابراہہ نے ان کے اونٹ بھی انھیں لوٹا دئے۔

دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے اور وہ اس روایت میں اونٹوں کے مطالبے کا سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کے عبدالمطلب خود ابراہہ کے پاس گئے اور اس سے کہا آپ کو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر آپ کو کوئی چیز مطلوب تھی تو آپ ہمیں کہلا بھیجتے ابراہہ نے کہا میں خانہ کعبہ جو کے امن کا گھر ہے میں اس کا امن ختم کرنے اور اسے ڈھانے کے ارادے سے آیا ہوں اور میں اسے منہدم

کئے بغیر ہرگز یہاں سے نہ جاؤں گا اس پر عبدالمطلب نے کہا آپ کو جو چیز چاہئے وہ ہم سے لے لیں لیکن اپنے ارادے سے باز رہیں لیکن ابراہہ نے انکار کرتے ہوئے اپنے لشکر کو عبدالمطلب سے آگے بڑھا لیا۔

مورخین بیان کرتے ہیں کے یہ واقعہ 571ء محرم الحرام کا ہے جب ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا نہیں ہوئے تھے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش میں تقریباً تین ماہ باقی تھے یعنی ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی جبکہ مفسرین کی اکثریت کی یہ رائے ہے کے اس واقعہ کے 50 دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی جب ہی مورخین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے سال کو عام الفیل کہتے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال پیدا ہوئے جس سال ہاتھی والے مکہ پر حملہ آور ہوئے تھے ابراہہ کا 60,000 کا عظیم الشان لشکر مکہ سے ایک وادی پہلے وادی محسر میں ٹھہرا ہوا تھا۔

حضرت عبدالمطلب ابراہہ سے بات کرنے کے بعد خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور انھوں نے خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر یہ دعا مانگی اے خانہ کعبہ کے رب تو اپنے گھر کی حفاظت فرما اور اے میرے رب میں ابراہہ سے تیرے سوا کسی سے مقابلے کی امید نہیں رکھتا ہوں اے میرے رب! ان سے اپنے حرم کی حفاظت فرما کیونکہ اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے اپنی بستی کو تباہ ہونے سے بچا، آپ یہ دعا مانگ کر پہاڑوں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلے گئے اگلے روز ابراہہ نے اپنے سب سے زور آور اور قابل بھروسہ ہاتھی کو چاہا کے وہ مکہ کی جانب پیش قدمی کرے لیکن ہاتھی الٹے قدموں واپس لوٹنے لگا بہت کوششیں کی گئیں لیکن وہ مکہ کی جانب قدم اٹھانے سے گریزاں تھا چنانچہ سب تدابیر جب اکارت ہوگئیں تو اسے مارا پیٹا گیا لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا پھر اچانک آسمان پر چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھنڈ کے

جھنڈ نمودار ہوئے جن کی چھوٹی سی چونچ میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں اور وہ ان کنکریوں کو اس لشکر پر پھینک رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کے جیسے آسمان سے سنگریزوں کی بارش شروع ہوگئی اور وہ کنکری جس انسان یا جانور پر پڑتی اس کا جسم گلنا شروع ہوجاتا۔

محمد بن اسحاق اور عکرمہ روایت کرتے ہیں کے کنکری کے پڑتے ہی وہ شخص یا جانور چیچک کے مرض میں مبتلا ہوجاتا جبکہ اسے اس قدر سخت خارش ہوتی کہ کھجاتے کھجاتے اس کے جسم سے خون اور پیپ جاری ہوتا اور تھوڑی ہی دیر میں جسم سے گوشت اور کھال بہہ کر گرنے لگتی اور ہڈیاں ظاہر ہوجاتی چنانچہ بلاد عرب میں سب سے پہلے چیچک اسی سال دیکھی گئی۔ ۱۰

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کے کنکری کے جسم پر لگتے ہی گوشت، خون اور پیپ جسم سے بہنے لگتے اور تھوڑی ہی دیر میں جسم کے اندر کی ہڈیاں نمودار ہوجاتیں ابراہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا اور اس کا جسم ٹکڑے ٹکرے ہوکر بہہ گیا افراتفری کے اس عالم میں ان لوگوں نے یمن کی جانب بھاگنا شروع کردیا کچھ لوگ تو اسی وقت ہلاک ہوگئے کچھ راستے میں جبکہ ابراہہ بلاد ختعم پہنچ کر جہنم واصل ہوا یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محسر کے مقام پر پیش آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا! مزدلفہ پورے کا پورا ٹھہرنے کا مقام ہے لیکن وادی محسر میں نہ ٹھہرا جائے بلکہ اگر وہاں سے گزرہو تو اپنی رفتار کو تیز تر کرو۔ ۳۱

اس واقعے کو قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ

تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔ ۳۲؎

ترجمہ۔تم نے نہیں دیکھا کے تمھارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیج دئے جو ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھوسا۔

عبداللہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم)

Abdullah bin Abd ul-Muttalib

حضرت عبداللہ، حضرت عبدلمطلب کے سب سے خوبصورت، چہیتے اور پاکدامن صاحبزادے تھے آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ کی صاحبزادی تھیں عبداللہ کو ذبیح کے لقب سے بھی جانا جاتا ہے کیونکہ چاہ زم زم کی کھدائی کے وقت حضرت عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کے اگر اللہ نے انھیں دس بیٹے دئے تو وہ ان میں سے ایک بیٹے کو خانہ کعبہ کے پاس ذبح کریں گے چنانچہ جب ان کے دس بیٹوں کی تعداد پوری ہوئی اور وہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے بچاؤ کے قابل ہوئے تو اب ان کی نذر کو پورا کرنے کا وقت آ گیا عبدالمطلب نے اپنی نذر سے متعلق اپنے سب بیٹوں کو آگاہ کیا اور قسمت کے تیروں پر ان کے سب بیٹوں کے نام لکھے گئے اور قرعہ نکالا گیا تو حضرت عبداللہ کا نام قرعہ میں نکلا حضرت عبدالمطلب نے چاہا کے اپنی نذر پوری کریں تو اہل قریش اور

حضرت عبداللہ کے ننھیال نے اس بات سے اتفاق نہ کیا اور انھیں اس قربانی سے روکا جس پر عبدالمطلب نے ان سے پوچھا کے میں اپنی قربانی کا کیا کروں؟ جس پر اہل قریش

نے انھیں یہ مشورہ دیا کے وہ کاہنہ کے پاس جائیں اور اس کے مشورے پر عمل کریں چنانچہ وہ کاہنہ کے پاس گئے اور اس کاہنہ نے انھیں یہ مشورہ دیا کے عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کریں اگر عبداللہ کے نام قرعہ نکلے تو مزید دس اونٹوں کا اضافہ کریں تا وقت کے اللہ راضی ہوجائے اور اگر اونٹوں کے نام قرعہ نکل آئے تو انھیں ذبح کردیں چنانچہ

حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی ہوتی گئی اور ہر بار قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلتا گیا یہاں تک کے سو اونٹ جب پورے ہوئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا لہٰذا حضرت عبدالمطلب نے سو اونٹوں کو حضرت عبداللہ کے بدلے میں ذبح کیا قدیم عرب میں کسی شخص کے خون بہا (دیت) کی مقدار دس اونٹ تھے لیکن اس واقعے کے بعد سو اونٹ کردی گئی جبکہ اسلام کے آنے کے بعد بھی یہی تعداد برقرار رہی۔

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے!

میں دو ذبیح کی اولاد ہوں۔

۱۔حضرت اسماعیل۔ ۲۔حضرت عبداللہ۔ ۳۳؎

حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کی شادی کے لئے حضرت آمنہ کا انتخاب کیا جو وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب کی صاحبزادی تھیں اور نسبی اور رتبے کے اعتبار سے قریش میں افضل ترین خاتون سمجھی جاتیں ان کے والد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نانا نسب اور شرف میں نہایت عزت والے تھے اور بنوزہرہ کے سردار تھے چنانچہ حضرت آمنہ رخصت ہوکر مکہ آئیں لیکن ابھی شادی کو کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کے حضرت عبداللہ ایک تجارتی سفر جو شام کی طرف تھا وہاں سے مدینہ واپسی پر انتقال کرگئے انتقال کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر پچیس سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ان کے انتقال کے دو ماہ بعد ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہم واقعات

Birth and life history of Prophet Mohammed(S.A.W)

پیدائش(Birth):

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 12 یا 9 ربیع الاول بروز پیر (بتاریخ 20 اپریل 571ء) عیسوی کو یعنی ہجرت سے 53 سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد جناب قصی بن کلاب نے مکہ کے شہری ریاست کی بنیاد رکھی۔

پرورش(Fostering):

پیدائش سے سات دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیقہ کیا گیا اس موقع پر قریش مکہ کو کھانا کھلایا گیا دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات دنوں تک اپنی والدہ کا دودھ پیا پھر ابولہب کی آزاد کردہ کنیز ثوبیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا اور اس کے بعد دائی حلیمہ کے جن کا تعلق قبیلہ ہوازن سے تھا نے یہ ذمہ داری اٹھائی اس زمانہ میں شرفائے عرب اپنے بچوں کو قرب جوار کے دیہات اور قصبات میں پرورش کے لئے بھیجا کرتے تاکہ ان میں فصاحت کا جوہر پیدا ہوسکے اور عربی اوصاف کی حفاظت کی جاسکے تاہم یہ رواج عہد بنی امیہ تک جاری رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے یہاں تقریباً چھ سال تک مقیم رہے

کفالت(Guardian):

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چھ برس ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو مدینہ منورہ لے گئیں جہاں بنونجار کے محلے میں آپ نے قیام کیا واپس آتے ہوئے مقام ابواء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا انتقال ہوگیا اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت اور پرورش کی ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے اٹھائی ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ برس کے ہی تھے کے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کا بھی انتقال ہوگیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ چچا حیات تھے جن میں زبیر، حارث، ابو طالب، ابولہب، عباس اور حمزہ شامل تھے زبیر سب سے بڑے چچا تھے دادا کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب نے کی ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر 12 برس ہی تھی کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکریاں چرایا کرتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں صحابہ نے پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ہاں میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی اجرت پر چرائی ہیں۔

حرب فجار(The battle of Fajjar):

حرب فجار ایک جنگ تھی جو قریش اور قیس قبائل کے درمیان ہوئی قریش کی طرف سے زبیر بن عبد المطلب جبکہ قیس کی جانب سے حرب بن امیہ نے اس میں سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جنگ میں شریک تھے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتال میں حصہ نہیں لیا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا کر دیا کرتے تھے یہ جنگ ان مہینوں میں ہوئی جب جنگ کرنا ممنوع تھا اس جنگ میں پہلے قیس قریش پر غالب آئے بعد میں قریش قیس پر غالب آئے بلاآخر صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا۔

حلف الفضول(Hilful Fuzool):

یہ ایک معاہدہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زبیر بن عبد المطلب کی تجویز پر ہوا بنو ہاشم بنو زہرہ، بنو تیم یہ تمام قبائل عبد اللہ بن جدعان کے گھر پر جمع ہوئے اور معاہدہ کیا اس معاہدہ

میں رسول اللہ ﷺ شریک تھے اس معاہدہ کا بنیادی نکتہ یہ تھا کے مکہ میں جو مظلوم آئے خواہ اس پر ہمارے اپنے قبیلے والوں نے یا غیر نے ظلم کیا ہو تو اس کی مدد کی جائے گی جبکہ ظالم کی مخالفت کی جائے گی اس حلف اور عہد کو حلف الفضول کے نام سے جانا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اس معاہدے سے بہت خوش تھے اور آپ نے بعثت کے بعد فرمایا کے اس معاہدہ کے بدلے میں اگر مجھ کو سرخ اونٹ بھی دئے جاتے تو وہ مجھ کو ناپسند ہوتے اور اگر اب زمانہ اسلام میں، بھی میں دوبارہ اس قسم کے معاہدے میں بلایا جاؤں تو میں اس میں شرکت کو پسند کروں گا عبداللہ بن جدعان حضرت عائشہ کے چچا زاد بھائی تھے۔

تجارت(As a Trader):

عرب اور خصوصاً بنی اسماعیل ہزاروں برس سے تجارت کے پیشے سے منسلک تھے رسول اللہ ﷺ کے جد اعلی ہاشم نے قبائل عرب سے تجارتی معاہدے کئے اور اس کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا جب رسول اللہ ﷺ سن شعور کو پہنچے تو آپ نے بھی اپنے آبائی پیشے تجارت کو اپنایا مکہ کے لوگ عام طور پر اپنا سرمایہ کسی تجربہ کار اور امین شخص کے ہاتھ میں دے کر اس کو منافع میں شریک کیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ بھی بہ خوشی اس قسم کی شرکت کو قبول کرلیا کرتے بہت جلد ہی آپ کے حسن معاملہ اور صداقت وامانت کے چرچے عام ہونا شروع ہوئے، سائب، زمانہ جاہلیت میں آپ ﷺ کے شریک تجارت تھے وہ گواہی دیتے ہیں کے رسول اللہ ﷺ بہترین شریک کار تھے آپ نہ بات کو بڑھاتے اور نہ ہی جھگڑا کرتے۔

شادی(His marriage to Hazrat Khadija):

رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک 25 برس کی تھی کے آپؐ کا نکاح حضرت خدیجہؓ

بنت خویلد سے ہوا جن کی عمر اس وقت 40 برس تھی حضرت خدیجہؓ ایک نفیس، بارسوخ، عمدہ اخلاق کی حامل، فہم وفراست میں یکتا اور نیک نام اور مال و دولت میں نامور خاتون تھیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے دو بار آپ بیوہ ہو چکی تھیں آپؓ کے پہلے شوہر ابو ہالہ ہند بن ذراۃ بن النباش بن عدی التمیمی تھے ان کی وفات کے بعد آپؓ کا دوسرا نکاح عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہو، ان کی وفات کے بعد آپؓ کا تیسرا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا آپؓ ایک کامیاب تجارت پیشہ خاتون تھیں اور تمام سردارن قریش کا مال تجارت ایک طرف اور تنہا آپؓ کا مال تجارت ایک طرف ہوا کرتا آپؓ کا مال تجارت شام جایا کرتا آپؓ کو اپنے تجارتی سامان کی آمدورفت کے لئے ایک امین دیانت دار اور ذمہ دار شخص کی تلاش تھی کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتایا تو آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دگنا معاوضہ دوں گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ شریک تجارت بن جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حامی بھر لی اور بصرہ کی جانب روآنہ ہوئے، حضرت خدیجہؓ کا غلام اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا اس تجارت میں کئی گنا فائدہ ہوا حضرت خدیجہؓ نے اس سے خوش ہو کر جو معاوضہ طے کیا تھا اس سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت کیا اور تقریباً تین ماہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکاح کا پیغام بھیجا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا تاریخ معین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا

ابو طالب، حضرت حمزہ اور روسائے عرب کے ہمراہ ان کے گھر پہنچے ابو طالب نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ نکاح پڑھایا اور پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ 24 برس تک رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولادیں سوائے حضرت ابراہیم کے جو

حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہوئیں جن میں چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے شامل تھے صاحبزادے تو بچپن میں ہی انتقال کر گئے صاحبزادیوں میں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہ الزہراؓ شامل ہیں

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں نے بعثت کا عہد بھی پایا اور آپ کے ساتھ ہجرت بھی کی روایت ہے کے رسول اللہ ﷺ اپنی تمام ازواج کو ہر سال 100 وسق (240 کلوگرام) غلہ دیتے جس میں 80 وسق کھجوریں اور 20 وسق جو شامل ہوتی ۔۳۴

حجر اسود کی تنصیب:

Construction or renovation of The Kaba and Install the Black stone

رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک جب ۳۵ برس ہوئی تو اس زمانہ میں قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کا فیصلہ کیا اور اس کی چھت ڈالنے کی تجویز پیش کی اور اس کی تعمیر کو قریش کے مختلف قبائل نے آپس میں بانٹ لیا تا کہ اس کی تعمیر کے شرف میں سب ہی شریک ہو جائیں لیکن جب حجر اسود کی تنصیب کا معاملہ آیا تو ہر فرد یہ چاہتا تھا کے وہ خود ہی اس کی تنصیب کرے، قریب تھا کے خونریزی ہو جاتی لیکن ابو امیہ بن مغیرہ جو اس وقت قبیلہ قریش کے سب سے سن رسیدہ شخص تھے نے یہ تجویز دی کے کل جو شخص سب سے پہلے یہاں داخل ہوگا وہی اس حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھے گا اگلے دن سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے ان کو دیکھ کر اہل قریش نے یہ کہا واقعی یہ امین ہیں اور ہم اس تصفیہ پر راضی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بڑی چادر پر حجر اسود کو رکھا اور سرداران قریش سے فرمایا! اس کے کونے کو پکڑ لیں پھر سب نے مل کر اس چادر کو بلند کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس پتھر کو اس کے مقام پر نصب کیا۔

غار حرا میں تحنث:

(Tahannat or Performed in Cave of Hira)

بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خلوت نشینی بڑھ گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا ستو اور پانی غار حرا میں لے جاتے اور عبادت میں مصروف رہا کرتے اسی زمانے میں سچے خوابوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

نبوت یا وحی کی آمد(Prophethood):

وحی کے لغوی معنی ہیں لطیف اور مخفی اشارہ اور پیغام کے تمام پیغمبر چاہے آدم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کسی نے بھی کسی استاد یا مدرسہ سے علم حاصل نہیں کیا بلکہ انبیاء کو علم کی منتقلی کی ذمہ داری اللہ تعالی اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں اور انھیں بذریعہ وحی علوم منتقل کئے جاتے ہیں آپ پر ابتدائی وحی غار حرا میں حضرت جبرائیل امین لے کر آئے جو کے سورہ العلق کی ابتدائی پانچ آیات تھیں۔اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔۳۵۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے تین دفعہ یہ فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یہ سن کر حضرت جبرائیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زور سے اپنے سینے سے لگا کر بھینچا اس کے بعد وہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر رواں ہوگئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہمے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے کہا مجھ کو کپڑا اوڑھا دو جب

تھوڑا ڈر ختم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو تمام واقعہ سنایا جس کو سن کر انھوں نے آپ ﷺ کی ان باتوں کی تصدیق کردی اور شام کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں جو کے تورات اور انجیل کے عالم تھے وہ عمر رسیدہ اور نابینا تھے جب انھوں نے یہ واقعہ سنا تو کہا کے یہ وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ پر بھیجا تھا بھتیجے یہ جو پیغام تم لے کر آئے ہو اس کے نتیجے میں تمھیں تمھاری قوم اس شہر سے نکال دے گی اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو یقیناً تمھاری مدد کروں گا لیکن اس واقعہ کے چند ہی دنوں کے بعد ورقہ بن نوفل کا انتقال ہوگیا پھر بہت عرصہ تک وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا دوسری وحی سورہ المدثر کی ابتدائی آیات آئیں۔

يَآأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۔۳۶؎

ترجمہ،اے کپڑے میں لپٹنے والے،اٹھو پھر (کافروں کو) ڈراؤ،اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو،اور اپنے کپڑے پاک رکھو،اور میل کچیل دور کرو۔

جب اللہ نے اپنی کسی حکمت کی وجہ سے چند دن آپ ﷺ پر وحی نازل نہیں فرمائی تو ایک مشرک عورت نے کہا محمد ﷺ کو ان کے رب نے چھوڑ دیا ہے تو اس پر سورہ الضحی کی یہ آیات نازل ہوگئیں۔

وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۔۳۷؎

ترجمہ۔ چاشت کی قسم، رات کی قسم، جب سیاہی پھیل جائے آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بے زار ہوا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، جب رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنجیدہ ہوجاتے، سخت سردیوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ بہنے لگتا وحی کے نزول کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر جھکا لیا کرتے اور آس پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کرام بھی اپنے سر کو جھکا لیا کرتے تھے پھر جب وحی مکمل ہوجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اٹھا لیا کرتے کبھی کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی شکل میں دو مرتبہ دیکھا (ان کے چھ سو پر ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بعثتیں:

ارشاد خداوندی ہے!

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ ۳۸

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی تک ان پہلوں سے نہیں ملے ہیں اور وہ بہت غالب اور بے انتہا حکمت والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی بعثت تو عرب امیوں کی طرف تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بعثت ان لوگوں کی طرف ہے جو کے ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں اور ان دونوں بعثتوں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے ایک براہ راست بعثت جس کی سعادت عربوں اور صحابہ کرام کو حاصل ہوئی جبکہ دوسری بعثت کا تعلق قیامت تک آنے والی بنی نوع انسانیت سے

ہے۔۳۹؎

تبلیغ(Preaching of Islam):

وحی کا سلسلہ بھی جاری تھا پہلے اسلام کی تبلیغ و اشاعت چھپ کر کی جاتی تھی لیکن پھر حکم ہوا کے اعلانیہ تبلیغ کرو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق سن 4 نبوی میں اپنے قریبی رشتہ داروں کی ایک دعوت کی جس کو دعوت ذوالعشیر ہ کہتے ہیں طعام سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو اللہ کا پیغام پہنچایا جس کو سن کر وہاں پر موجود لوگوں نے آپ ﷺ کی تضحیک و تذلیل کی ان میں پیش پیش ابولہب تھا ابولہب نے کہا تبا لک یعنی (تم پر تباہی ہو) تو اس کے جواب میں اللہ تعالی نے سورہ لہب کو نازل فرمایا۔

ارشاد خداوندی ہے!

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۔۴۰؎

ترجمہ۔ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ تباہ ہو گیا اس کو اس کے مال اور کمائی نے کوئی فائدہ نہ دیا وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں داخل کیا جائے گا اور اس کی عورت بھی لکڑیوں کا گھٹا سر پر اٹھائے ہوئے۔

حضرت علیؓ جو اس وقت کم سن تھے وہ بار بار آپ ﷺ کو اپنی مدد کا یقین دلا رہے تھے ابتداء میں کفار عرب نے آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کی کیونکہ وہ متعدد خداؤں کو پوجنے کے عادی تھے لہذا محمد ﷺ کے خدا کی بھی عبادت کر لی جائے گی لیکن معاملہ وہاں الجھا جب رسول اللہ ﷺ نے کفار عرب سے یہ کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه۔

ترجمہ۔نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے اور محمد ﷺ اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کلمہ طیبہ کا پہلا حرف لا نے مخالفت کی ابتدا کر دی کیونکہ کفار یہ سمجھنے سے قاصر تھے کے اگر اتنے خداؤں کا انکار کر دیا اور نتیجے میں اگر ان کا عتاب نازل ہوا تو ہم اس عذاب سے کیسے بچیں گے 360 خداؤں کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک خدا کی تو گنجائش نکلتی ہے لیکن ایک کی خاطر 360 کو چھوڑنا ناممکن ہے۔ اسلام کی تعلیمات نے سب سے زیادہ غریب اور مظلوم طبقے کو متاثر کیا یہی وجہ تھی کے غلاموں اور کنیزوں نے اسلام لانے میں پہل کی کیونکہ اسلام سراسر انھی کے حقوق کی بات کرتا تھا دوسری جانب سب سے زیادہ مزاحمت طبقہ اشرافیہ نے کی کیونکہ ان کے مفادات پر اسلام نے سب سے پہلے کاری ضرب لگائی۔

مشرکین مکہ نے اسلام کی مخالفت میں ہر ممکن اقدامات کئے اسلام لانے والے غلاموں اور کنیزوں کو سخت سزائیں دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مال و دولت کا لالچ دیا گیا نیز ایک مرتبہ تو کفار ایک سال اللہ کی اور دوسرے سال ان کے معبودوں کی عبادت تک کے لئے تیار ہو گئے جس پر سورہ الکافرون کا نزول ہوا۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔ [۱۴۱]

ترجمہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے اے کافرو!

نا میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی عبادت تم کرتے ہو،

اور نا تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی عبادت میں کرتا ہوں،

اور نا میں عبادت کروں گا اس کی جس کی عبادت تم کرتے ہو،

اور نا تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کر رہا ہوں لہٰذا تمھارے لئے تمھارا دین اور میرے لئے میرا دین۔

ہجرت حبشہ (Migration to Abyssinia.5 N):

کفار مکہ کی یہ کوشش تھی کے اسلام لانے والوں کو اسلام سے منحرف و برگشتہ کر دیا جائے لہٰذا انھوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہاء کر دی جب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی تو انھیں حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی، حبشہ افریقہ کے ساحل پر واقع ایک ملک ہے جس کا فرمانروا نجاشی تھا مسلمان اس کی تعریف بیان کرتے تھے نجاشی کا اصل نام اصحمہ تھا وہ ایک عادل اور انصاف پسند حکمران تھا ابتداء میں دس مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی اس ہجرت میں حضرت عثمان غنی اور ان کی اہلیہ

حضرت رقیہ بھی شامل تھیں یہ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں ہوئی حبشہ میں مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا جب یہ اطلاع کسی طرح سے مکہ پہنچی تو پھر کچھ اور مسلمانوں نے بھی ہجرت حبشہ کا قصد کیا اس بار ایک روایت کے مطابق 83 جبکہ دوسری روایت کے مطابق 300 افراد نے ہجرت حبشہ کی اور یہ ہجرت نبوت کے چھٹے سال کی گئی دوسری ہجرت حبشہ کے بعد مکہ کے تقریباً ہر گھر میں ہی صف ماتم بچھ گئی اور ایک کہرام بپا ہو گیا کیونکہ ہر گھر کا ہی کوئی مسلمان نوجوان اپنا گھر چھوڑ چکا تھا ادھر مسلمان حبشہ پہنچ کر خوش اور مطمئن تھے کیونکہ یہاں وہ کھل کر عبادات کرتے۔ ادھر قبیلہ قریش کے سردار سر جوڑ کر بیٹھے تا کہ اس مسئلہ کا حل نکال سکیں لہٰذا انھوں نے یہ طے کیا کے نجاشی کو کچھ تحفے بھیجے جائیں اور اس سے یہ مطالبہ کیا جائے کے وہ ان مسلمانوں کو ہمارے ہمراہ واپس بھیج دے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص کو اس غرض سے حبشہ بھیجا گیا ان دونوں نے نجاشی کے دربار میں یہ کہا

کے ہمارے کچھ نوجوان جہلاء نے اپنا آبائی مذہب ترک کردیا ہے اور وہ یہاں آگئے ہیں یہاں آکر بھی انھوں نے آپ کے مذہب کو اختیار نہ کیا بلکہ کچھ عجیب وغریب باتیں وہ کرتے ہیں جو ہمارے اور آپ کے لئے اجنبی ہیں ہماری قوم نے ہمیں آپ کے یہاں بھیجا ہے تا کہ ہم انھیں واپس اپنے ساتھ لے جاسکیں نجاشی کو اپنے مسلمان مہمانوں سے متعلق یہ باتیں اچھی نہیں لگیں تو اس نے تحقیق کے غرض سے کے مسلمان اس بارے میں کیا کہتے ہیں انھیں بھی دربار میں طلب کیا مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر طیارؓ جو حضرت علیؓ کے بھائی ہیں انھوں نے مسلمانوں کے موقف کی وضاحت کی اور کہا ہم جہالت کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے اور بے شمار بتوں کی پوجا اور ہر برائی پر فخر کرتے پھر اللہ کو ہماری حالت پر رحم آگیا اور اس نے ہمارے درمیان ایک رسول ﷺ بھیجا جس نے ہمیں ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور زمانہ جہالت کی تمام بری رسم ورواج سے ہمیں روکا ،نجاشی نے کہا! تمھارے نبی جو کلام لے کرآئیں ہیں اس میں سے کچھ پڑھ کر سناؤ حضرت جعفر طیارؓ نے سورہ مریم کی تلاوت فرمائی جسے سن کو نجاشی اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی تر ہوگئی پھر نجاشی نے کہا! یہ کلام برحق ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کلام لائے تھے پھر اس نے کفار عرب سے کہا میں ان مسلمانوں کو تمھارے ساتھ کسی بھی قیمت پر واپس نہیں بھیجوں گا چنانچہ کفار کا وفد ناکام ونامراد مکہ واپس لوٹ آیا۔

مقاطعہ منجانب قریش(Boycott by Quraish):

جب قریش مکہ نے یہ دیکھا کے مسلمان بھی آرام سے حبشہ میں رہ رہے ہیں اور اسلام بھی پھل پھول رہا ہے اور قبیلہ بنو ہاشم کے لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کو چاہے نبی مانیں یا نہ مانیں لیکن ان کو اور ان کے اصحاب کو تحفظ فراہم کرتے ہیں لہٰذا قبیلہ قریش نے سوائے

ابولہب کے تمام بنو ہاشم کا معاشی بائیکاٹ کر دیا اب نہ تو ان سے خرید وفروخت کی جائے گی اور نہ ہی ان کی مدد اور رشتہ ناطے طے کئے جائیں گے ایک عہد نامہ لکھا گیا جس پر چالیس سے زیادہ سردان قریش نے دستخط کئے لہٰذا اس مقاطعہ کے بعد تمام بنی ہاشم' شعب ابی طالب' جو ایک گھاٹی تھی وہاں جمع ہو کر ایک ساتھ رہنے لگے یہ واقعہ سات نبوی کا ہے اور یہ مقاطعہ تین برس تک قائم رہا ان تین سالوں میں مسلمان سخت اذیت میں مبتلا رہے لیکن مسلمانوں کے کچھ خیر خواہ انھیں چوری چھپے اناج اور دیگر اشیاء بھیج دیا کرتے لیکن ابوجہل تاک میں لگا رہتا تا کہ مسلمانوں کی مدد نہ ہو سکے پھر تین سال گزرنے کے بعد مسلمانوں کے جو حامی تھے انھیں خود ہی یہ خیال اذیت پہنچانے لگا کے ہم تو پیٹ بھر کر کھاتے ہیں لیکن ہمارے رشتے دار بھوکے رہتے ہیں چنانچہ مسلمانوں کے حامیوں نے سرداران قریش سے بحث وتکرار کے بعد بلاآخر اس معاہدے کو پھاڑ ڈالا یہ واقعہ نبوت کے دسویں سال کا ہے اس مقاطعہ کے نتائج قریش کے حق میں تو کیا نکلتے الٹا مسلمانوں نے لوگوں کی زیادہ توجہ اور ہمدردی حاصل کر لی۔

عام الحزن:

Year of Grief,passing away of Hazrat Abu Talib and Hazrat Khadija

عام الحزن کے معنی ہیں غم کا سال نبوت کے دسویں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب اور اس کے تین دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت خدیجہ انتقال کر گئیں یہ دونوں ہی شخصیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاون و مددگار اور ان کی غم خوار تھیں اور ان دونوں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکو اشاعت اسلام میں مضبوطی فراہم کی۔

سفر طائف(Journey to Taif .10 N):

رسول اللہ ﷺ کی دو عزیز شخصیات دنیا سے جا چکی تھیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ بے حد دل برداشتہ تھے آپ ﷺ نے شہر طائف کی جانب سفر کا قصد کیا تا کہ بنوثقیف کو دعوت اسلام دی جا سکے آپ ﷺ مکہ سے پا پیادہ سفر پر نکلے اور راستے میں آنے والے تمام قبائل کو دعوت اسلام دیتے ہوئے طائف پہنچے طائف کے روساء اور امراء متکبر اور سر پھرے تھے وہ بڑی بڑی زمینوں اور جاگیروں کے مالک تھے اس کے علاوہ وہ سود خوری میں بھی حد سے بڑھ چکے تھے جبکہ بے حد مال و دولت نے ان کے دماغ آسمان پر پہنچا دئے تھے۔

آپ ﷺ نے طائف کے تینوں سردار جن کا تعلق بنوثقیف سے تھا اور وہ آپس میں بھائی بھی تھے جن کے نام۔

۱۔عبد یالیل بن عمرو بن عمیر۔

۲۔مسعود بن عمرو بن عمیر۔

۳۔حبیب بن عمرو بن عمیر تھے۔

ان کو اسلام کی دعوت دی جس کو سن کر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا مضحکہ اڑایا اور اوباش نوجوانوں سے کہا کے ان کی خبر لیں چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ پر آوازیں کسیں اور ان پر پتھر برسائے آپ ﷺ پر اتنے پتھر برسائے گئے کے آپ ﷺ لہولہان ہوگئے اور آپ ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے آپ ﷺ نے ایک باغ میں پناہ لی اللہ کے حکم سے جبرائیل امین جبکہ دوسری روایت میں ہے کے ملک الجبال نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاظری دی اور فرمایا اگر آپ ﷺ حکم دیں تو طائف کی وادی جو چاروں طرف سے

پہاڑوں میں گھری ہوئی ہے ان پہاڑوں کو آپس میں ٹکرادوں اور اس وادی اور اس میں لوگوں کا وجود قیامت تک باقی نہ رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں بددعا دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں مجھے یقین ہے ان لوگون کی آئندہ نسل میں مسلمان پیدا ہوں گے جو کے دین اسلام کی خدمت کریں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشن گوئی کچھ سالوں کے بعد سچ ثابت ہوئی اور قبیلہ ثقیف کے انھی اوباش نوجوانوں نے بعد میں اسلام قبول کیا جن کی نسل میں محمد بن قاسم پیدا ہوئے محمد بن قاسم کو فاتح سندھ کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ نے انھی کے ذریعے سندھ کے راستے ہندوستان میں اسلام کو داخل کیا جبکہ پاکستان اور ہندوستان میں آج جتنے مسلمان (اندازاً 50 کروڑ سے زائد) ہیں اس کا مکمل سہرا محمد بن قاسم کے سر ہے کیونکہ ہندوستان کے صنم خانے میں آپ ہی نے اذان دی۔

حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ پوچھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احد کے دن سے بھی زیادہ کوئی سخت دن گزرا ہے؟ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا! ہاں یوم عقبہ (طائف کا دن)۔

طائف سے واپسی پر وادی نخلہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام کیا اور قرآن کریم کی تلاوت فرمائی تو جنات کے ایک گروہ کا گزر اس مقام سے ہوا وہ اس کلام کو سن کر رک گئے بعد ازاں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کلام کی بابت دریافت کیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں یہ بتایا کے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور انھیں اسلام کی دعوت دی جس کو انھوں نے قبول کیا۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۔ ۲۔۱

ترجمہ۔ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے ہم اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ ۴۳؎

ترجمہ۔اے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کہیے کے میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کے جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مکہ تشریف لے آئے۔

معراج (Mearaj):

معراج کا مادہ عرج سے نکلا ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں معراج سیڑھی کو بھی کہتے ہیں جبکہ علماء کرام معراج کے سفر کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔سیر (زمینی)۔

۲۔معراج (سدرۃ المنتھیٰ تک)۔

۳۔عراج (واپس زمین تک)۔

واقعہ معراج ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔

سورہ بنی اسرائیل اور سورہ النجم میں واقعہ معراج کا ذکر موجود ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔ ۴۴؎

ترجمہ۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے ایک پہر مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت رکھی ہے اس لئے کے ہم اس

کو اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ ہی خوب سننے اور دیکھنے والا ہے۔

واقعہ معراج کے حوالے سے حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں قرآن کریم میں لکھا ہے!

سُبْحَانَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی۔

ترجمہ۔ پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی۔

مسجد اقصی سے متعلق صحابہ کرام سمیت غالب اکثریت کا یہ خیال ہے کے اس سے مراد بیت المقدس اور یروشلم کی مسجد ہے۔

امام جعفر صادقؑ کا یہ ماننا ہے کے اس سے مراد بیت المعمور ہے یعنی ساتویں آسمان والی مسجد۔ کچھ لوگ کہتے ہیں شواہد سے یہ اندازہ ہوتا ہے کے واقعی یہ بات درست ہے کیونکہ قرآن کریم نہایت فصیح اور بلیغ کلام ہے اور کلام بلیغ کا ایک تقاضا اور خوبی یہ بھی ہے کے اگر دو کارناموں کا تذکرہ کیا جائے جس میں چھوٹے کارنامہ کے تذکرہ چھوڑ دیا جائے تو یہ بلاغت نہیں اللہ تعالی کی قدرت ہے کے وہ رسول اللہ ﷺ کو راتوں رات بیت المقدس لے گئی یہ بھی بڑا کارنامہ اور معجزہ ہے لیکن اس سے بھی بڑا معجزہ یہ ہے کے اللہ تعالی نے

رسول اللہ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کروائی اور بیت المعمور کی زیارت بھی کروادی لیکن یہ بات عقل انسانی میں نہیں آتی ہے کے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے اس سب سے بڑے معجزے کے نسبتاً چھوٹے پہلوؤں کا تذکرہ ہو اور بڑے پہلوؤں کا سرے سے کوئی ذکر

ہی نہ ہو لہٰذا اگر اس مسجد اقصیٰ سے مراد وہ عبادت گاہ ملائکہ لی جائے جو بیت المعمور کے نام سے مشہور ہے تو تو بلاغت کا تقاضا پورا ہو جائے گا پھر دوسری دلیل وہ یہ دیتے ہیں کے قرآن کریم میں روم کو ادنیٰ الارض کہا گیا یعنی قریب کا علاقہ اگر روم قریب کا علاقہ ہے جو بیت المقدس سے زیادہ دور ہے نہیں تو جو قریب کی مسجد ہے تو اس کو دور کی مسجد کیسے کہا جا سکتا ہے اس لئے دور کی مسجد سے مراد تو وہ مسجد ہونی چاہئے جو کے روم سے بھی زیادہ دور ہو جبکہ روما کو تو قریب کی سرزمین کہا گیا ہے تیسری بات یہ ہے کے الذی بارکنا حولہ یعنی: جس کے اطراف کو ہم نے بابرکت بنایا اس وقت تو بیت المقدس پر بت پرستوں اور مشرکین کا قبضہ تھا اور وہاں انبیاء علیہ السلام کی تصاویر لگی ہوئی تھیں نیز وہاں شریعت کی خلاف ورزی بھی ہو رہی تھی تو بارکنا حولہ کی بات جتنی بیت المعمور پر صادق آتی ہے اتنی کسی اور جگہ پر نہیں آتی اگرچہ مسجد اقصیٰ کی موجودہ عمارت بنو امیہ کے دور خلافت میں تعمیر ہوئی جبکہ واقعہ معراج کے موقع پر یروشلم میں کوئی مسجد ہی موجود نہ تھی۔ ۴۵؎

روایت میں آتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی ساتوں آسمانوں پر مختلف پیغمبروں سے ملاقات ہوئی جو کچھ یوں ہے۔

۱۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

۲۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

۳۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

۴۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

۵۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

۶۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

۷۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ کی ملاقات

ہوئی جو کے بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

اہل باطن کی نظر میں مختلف آسمان اور ان پر موجود مختلف پیغمبروں سے ملاقات کے در پردہ ان پیغمبروں کے علمی شعور اور تصرف کائنات کی جانب بھی ایک اشارہ ہے، سات آسمانوں کی سیر کے بعد سدرۃ المنتھیٰ سے آگے کا سفر رسول اللہ ﷺ نے تنہا طے کیا جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے!

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۔۴۶ ؎

ترجمہ۔کسی انسان کا حق نہیں کہ اس سے اللہ کلام کرلے مگر بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے کہ وہ اس کے حکم سے القا کرلے جو چاہے، بے شک وہ بڑا عالیشان حکمت والا ہے۔

حضرت عائشہؓ اس بات کی قائل نہیں کے رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں اللہ کا دیدار کیا کیونکہ ارشاد خداوندی ہے!

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۔۴۷ ؎

ترجمہ۔اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے، اور وہ نہایت باریک بین خبردار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بات کے قائل ہیں، رسول اللہ ﷺ نے شب معراج اللہ کا دیدار کیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا! رسول اللہ ﷺ نے شب معراج کو بیداری میں اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کے مجھے نیند آ گئی، پھر گہری نیند آ گئی، پھر میں نے

اپنے رب کو بہت حسین صورت میں دیکھا۔ ۴۸۔

محمد بن کعب نے کہا کے ہم نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں میں نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۔ ۴۹۔

ترجمہ۔ جھوٹ نہیں کہا تھا جو دیکھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔ ۵۰۔

حسن بصری نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے جلال کو دیکھا۔

ابو العالیہ نے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! میں نے دریا کو دیکھا اور میں نے دریا کے پار حجاب کو دیکھا اور میں حجاب کے پار نور کو دیکھا، میں نے اس کے سوا نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا، آپ ﷺ نے جبرائیل کو ان کی صورت میں دو بار دیکھا۔

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ نور ہے میں نے اس کو جہاں بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔ ۵۱۔

دوسری روایت یہ ہے کے میں نے نور کو دیکھا۔ ۵۲۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا، نیچے کی تمام چیزوں کی انتہاء اس درخت پر

ہوتی ہے اوپر کی تمام چیزوں کی انتہاء بھی اس درخت پر ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا، تمام نبیوں کے علوم کی انتہاء سدرہ پر ہوجاتی ہے اوراس کے پار کی چیزوں کا علم ان سے غائب ہے۔

ضحاک نے کہا، اعمال کے اوپر چڑھنے کی انتہاء سدرہ پر ہوتی ہے اور یہاں سے ان کو وصول کرلیا جاتا ہے۔

کعب نے کہا، ملائکہ اور عام انبیاء سدرہ پر ہیں۔

ربیع بن انسؓ نے کہا، ارواح شہداء کی انتہاء سدرہ پر ہے (اس میں یہ اشکال ہے کے شہداء کی روحیں جنت کی کیاریوں میں چرتی ہیں اور عرش کی قندیلوں میں لٹکتی ہیں۔

قتادہ نے کہا، رواح مومنین کی انتہاء سدرہ پر ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کے منہاج کے موافق چلنے والے ہر شخص کی انتہاء سدرہ پر ہے۔

ربیع بن انس کہتے ہیں، سدرہ کورب العالمین کے نور نے ڈھانپ لیا اوراس پر فرشتے ہیں جیسے پرندے درخت پر ہوتے ہیں۔

بیعت عقبیٰ (Bait bul Uqba):

خانہ کعبہ کو مکہ میں چونکہ ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی لہٰذا عقیدت اور محبت میں لوگ دور دراز کا سفر طے کرکے یہاں زیارت کے غرض سے آیا کرتے۔ مدینہ میں موجود انصار اگرچہ بت پرست تھے لیکن یہودیوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے وہ یہ جانتے تھے کے ابھی ایک آخری نبی آئیں گے جو یقیناً ہم (یہودیوں) میں ہی آئیں گے جب وہ مبعوث ہوں گے تو ہم تمھیں (انصار) کو قتل کریں گے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی ملاقات عقبیٰ کے مقام

پر انصار کی ایک جماعت جن کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا سے ہوئی ،رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی جس کو انھوں نے قبول کیا یہ واقعہ نبوت کے گیارہویں سال کا ہے یہ لوگ واپس گئے اور اس واقعہ کی اطلاع مدینہ میں رہنے والے دیگر افراد کو بھی دی چنانچہ مدینہ کے گھر ،گھر میں رسول اللہ ﷺ کا چرچا ہونے لگا۔

بیعت عقبہ اولی:

Oath of first Accomplishment.Bait-ul-Uqba-oola

آئندہ سال بھی مدینہ سے زیارت کعبہ کے غرض سے 2 انصار آئے ،

رسول اللہ ﷺ کی ان سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دئی جس کو انھوں نے قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کییہ جہاد فرض ہونے سے پہلے کی بیعت تھی یہ بیعت ، بیعت النساء کے نام سے موسوم ہے کیونکہ ان افراد کی بیعت خواتین کی بیعت کی طرز پر کی گئی رسول اللہ ﷺ نے واپسی پر مصعب بن عمیر کو ان لوگوں کے ساتھ کر دیا تا کہ وہ انھیں علم دین سیکھائیں ۔

بیعت عقبیٰ ثانیہ:

The second Oath of accomlishment

اگلے سال پھر ایام تشریق میں انصار کے تقریباً ۷۰ مرد اور دو خواتین آئیں اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی ملاقات عقبیٰ کے مقام پر ہوئی رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعوت دین دی جسے ان لوگوں نے قبول کیا۔انصار مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کو بھی مدینہ آنے کی دعوت دی اور اپنے پورے تعاون اور مدد کی یقین دہانی بھی کروائی یہ واقعہ ہجرت سے تین ماہ

قبل کا ہے اور نبوت کے تیرہویں سال کا ہے قریش کو اس بیعت کی خبر ہوگئی جس کی وجہ سے وہ سخت مضطرب ہو گئے لیکن بیعت عقبی کے کئی مثبت نتائج بھی برآمد ہوئے اور مسلمانوں کی مدینہ ہجرت کے لئے راہ ہموار ہوگئی رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اجازت دی کے وہ مدینہ ہجرت کرلیں چنانچہ مسلمان چوری چھپے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے لگے مدینہ میں مسلمانوں کی ایک پشت پناہ جماعت پہلے سے موجود تھی یہ ایک انقلابی موقع تھا قریش کو مسلمانوں اور انصار کے اس گٹھ جوڑ سے شدید اضطراب پہنچا کیونکہ یمن سے شام کی طرف جو تجارتی شاہراہ ساحل بحر احمر کے کنارے کنارے جاتی تھی اور جس کے محفوظ رہنے پر قریش اور دوسرے بڑے مشرک قبائل کی معاشی زندگی کا انحصار تھا وہ اب مسلمانوں کے کنٹرول میں آچکی تھی اہل مکہ کی تجارت جو اس شاہراہ کے بل پر چلتی تھی وہ سالانہ ڈھائی لاکھ اشرفی کی مالیت کی تھی چنانچہ قریش اس کے نتائج سے بخوبی واقف تھے تاہم مسلمان آہستہ آہستہ مدینہ کی جانب ہجرت کرنے لگے۔

ہجرت (Migration):

ہجرت مادہ ہے (ہجر، ہجرانا، ہجرۃ، جس کے معنی ہیں ترک کرنا، مقاطعہ کرنا یا چھوڑ دینا) ہجرت کے معنی کسی جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہوجانا اسلام میں ہجرت کی ایک مخصوص اصطلاح ہے جس سے مراد صرف ترک وطن نہیں بلکہ دینی اور مذہبی بنیادوں پر دارلکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام کی جانب منتقل ہونا ہے جس کی وجہ عام طور پر یہی ہوتی ہے کے دار الکفر میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل نہیں یا پھر کفار ہی مظالم ڈھا کر انھیں نقل مکانی کرنے پر مجبور کردیتے ہیں ہجرت کا بنیادی مقصد اپنے دینی عقائد ونظریات کی حفاظت اور دفاع ہے ہجرت کی تاریخ مذہب کی تاریخ کی طرح قدیم ہے اگرچہ تقریباً تمام رسولوں اور

مصلحین کو اپنی جائے سکونت ترک کر کے اللہ کے راستے میں ہجرت کرنا پڑی ہجرت کا مرحلہ اس وقت آتا ہے جب دعوت دین کا حق اور حجت تمام ہو جائے انبیاء کرام اللہ کی مرضی کے بغیر ترک وطن نہیں کرتے ۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس وقت ہجرت کی جب کفار مکہ نے آپ ﷺ کے قتل کی سازش تیار کرتے ہوئے اسی رات آپ کے قتل کا ناپاک منصوبہ بنایا اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو وحی الہی کے ذریعے اس سازش سے مطلع کرتے ہوئے ہجرت مدینہ کا حکم دیا رسول اللہ ﷺ نے تمام امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کیں اور خود حضرت ابوبکر کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی جانب عازم سفر ہوئے تاہم آپ ﷺ نے تین دن غار ثور میں قیام کیا جب آپ ﷺ گھر سے نکلے تو گھر کے اطراف میں کفار پہرہ دے رہے تھے لیکن آپ ﷺ سورہ یٰسین کی آیت نمبر 9 کی تلاوت کرتے ہوئے ایک مٹھی مٹی کفار کی جانب پھینکتے ہوئے گھر سے نکلے لیکن کفار مکہ کو آپ ﷺ کے نکلنے کی خبر تک نہ ہوئی کئی دنوں کی مسافت کے بعد آپ ﷺ مدینہ پہنچے جہاں انصار مدینہ آپ ﷺ کے منتظر تھے انھوں نے آپ ﷺ کی آمد پر آپ ﷺ کا شاندار استقبال کرتے ہوئے بے حد خوشی کا اظہار بھی کیا آپ ﷺ کی اونٹنی قصویٰ ایک مقام پر بیٹھ گئی رسول اللہ ﷺ نے معلوم کیا یہ زمین کس کی ہے تو معلوم ہوا کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی زمین ہے رسول اللہ ﷺ نے اس زمین کی قیمت کے بارے میں معلوم کیا تو بچوں نے قیمت لینے سے انکار کر دیا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس زمین کی قیمت ادا کی ۔ جہاں بعد میں مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی۔

ہجرت کے واقعہ سے اسلامی تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے جس کو ہر

اعتبار سے فتح و کامرانی کا دور قرار دیا جا سکتا ہے ہجرت ہی وہ اساسی نکتہ ہے کہ جس سے اسلام کی نشر و اشاعت کا وہ عظیم الشان سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے عہد فاروقی یعنی 17 ھ میں جب مسلمانوں کو اپنا تقدیمی نظام رائج کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو صحابہ کرام کے باہمی مشورے سے واقعہ ہجرت کو ہی اس کی اساس بنایا گیا اور اسلامی یا قمری سال کے نقطہ آغاز کو ماہ محرم سے شروع کیا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! زمانہ اپنی اصل ہیئت پر پر گھوم کر آ چکا جس ہیئت پر یہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا تھا سال میں 12 مہینے ہیں ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں جن میں سے تین مہینے تو مسلسل ہیں یعنی ۔۱۔ ذی قعدہ ۔۲۔ ذی الحج ۔ ۳۔محرم ۔ ۴۔اور رجب جو کہ قبیلہ مضر کا ہے جو کے جمادی الاآخر اور شعبان کے درمیان ہے ۔ ۵۳؎

ہجرت کے بعد مدینہ اسلام کا مرکز بنا مدینہ جو ایک معمولی سا قصبہ تھا ترقی کر کے آٹھ نو سالوں کے اندر اندر تمام عرب کا دارالسلطنت بن گیا ہر طرف فتوحات غنائم اور تجارت کی برکات ہونے لگیں ہجرت اسلام کے عروج کا پیش خیمہ اور کفر کے زوال کا سبب بنا یہاں تک کے کچھ ہی عرصہ کے بعد اسلام سارے عرب میں پھیل گیا ہجرت کے بعد قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان حالت جنگ قائم ہو گئی اور یہ اس وقت تک قائم رہی جب تک مکہ فتح نہ ہو گیا فتح مکہ سیاسی ،عسکری ،معاشی ، مذہبی الغرض ہر سطح پر لڑی گئی جس میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی ہجرت سے یہ بھی معلوم ہوا کے اصل چیز قوم اور وطن نہیں بلکہ اللہ کی بندگی ہے مکہ میں تبلیغ اسلام محدود اور ناممکن ہوتی جا رہی تھی لیکن ہجرت کے بعد اشاعت اسلام میں تیزی آ گئی اور ایک وقت ایسا بھی آیا جب لوگ جوق در جوق حلقہ

اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

مواخات(The Brotherhood):

مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد ڈالی رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کو اپنی تمام تر سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا پھر مہاجرین کی آبادکاری کے ایک گھمبیر مسئلہ کو بہ احسن وخوبی حل کیا آپ ﷺ نے ایک مہاجر اور ایک انصار کو رشتہ اخوت میں باندھ دیا یہ کاروائی انس بن مالک ؓ کے گھر پر ہوئی ایک روایت کے مطابق ۴۵ جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق 50 افراد کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا گیا اس بھائی چارہ سے مہاجرین خودکفیل ہو گئے اور جب خیبر فتح ہوا تو مہاجرین نے انصار کو ان کی دی ہوئی چیزیں واپس لوٹا دیں۔

میثاق مدینہ(The Charter of Madina):

مکہ اور مدینہ کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حالات میں بہت فرق تھا یہاں مختلف المذاہب افراد رہتے تھے پھر یہودیوں کے بھی کئی مضبوط قلعے یہاں موجود تھے جس میں بنو قریظہ، بنوقینقاع، بنونضیر وغیرہ یہ تجارت پیشہ اور سودخور تھے اور اس اعتبار سے دولتمند بھی بہت تھے یہودیوں کے قبائل متحد نہ تھے بلکہ کچھ کا معاہدہ اوس اور کچھ کا خزرج کے ساتھ تھا اور یہودی اوس اور خزرج کو آپس میں لڑواتے رہتے اس صورت حال میں رسول اللہ ﷺ کے لئے سب سے زیادہ اہمیت ان پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے علاوہ اسلام کی مضبوطی اور سا لمیت تھی جس کے لئے سب کا متحد ہونا ضروری تھا رسول اللہ ﷺ نے ایک چارٹر لکھوایا جس کو بعد کے مورخین نے میثاق مدینہ کا نام دیا بعض نے اس کو معاہدہ بھی کہا اس کے قدیم ترین راویان مثلاً امام داؤد، امام احمد بن حنبل اور سیرت نگاروں میں ابن ہشام اور ابن سعد اور

مورخین میں کئی افراد نے اس کے لئے کتاب کی اصطلاح استعمال کی ہے،

کتاب الرسول للانصار والمہاجرین یا بین الانصار والمہاجرین

کتاب کا عربی ترجمہ فیصلہ یا چارٹر ہوتا ہے، قرآن پاک میں کتاب کا لفظ انھی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے کے لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ترجمہ۔ اگر اللہ کا فیصلہ نہ آچکا ہوتا۔

كَلَّآ اِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ وَمَآ اَدْرَاكَ مَا سِجِّيْنٌ۔

لہٰذا کتاب کا لفظ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی کتاب اللہ کے علاوہ کسی اور مفہوم میں آیا ہے اس سے مراد فیصلہ اور حکم ہے اس لئے یہاں کتاب کے معنی میثاق یا معاہدہ لینا درست نہیں ہے یہ چارٹر یا فیصلہ ہے جو کے رسول اللہ ﷺ نے کیا یقیناً اس چارٹر کو جاری کرنے میں رسول اللہ ﷺ نے قبائل سے بات کی اور چارٹر کی تفصیلات ان کے مشورے سے طے کیں انصار کی ذمہ داریوں کی بات حضرت انسؓ کے گھر میں ہوئی۔

حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں!

میں رسول اللہ ﷺ کے قریب بیٹھا تھا رسول اللہ ﷺ ایک ایک جملہ املا فرماتے جاتے اور میں اس کو لکھتا جاتا جبکہ میرا گھٹنا رسول اللہ ﷺ کے گھٹنے کے نیچے تھا ہم سب فرش پر بیٹھے ہوئے تھے اس کے بعد جب یہ معاہدہ مکمل ہوگیا عام طور پر جدید اور قدیم مورخین کا یہ ماننا ہے کے یہ معاہدہ جو کے تقریباً 52 دفعات پر مشتمل تھا یہ دو حصوں میں اور دو الگ الگ مواقعوں پر لکھا گیا جبکہ کچھ (قدیم) مورخین کا یہ خیال ہے کے یہ ایک ہی معاہدہ تھا۔

جدید مصنفین جن میں ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کو دو الگ الگ دستاویز قرار دیا ہے جو کے دو الگ اوقات میں مرتب ہوئیں جن کو بعد میں ملا کر ایک کر دیا گیا پہلی 25 دفعات تو

ہجرت کے ابتدائی دنوں میں ہی طے کر لی گئیں یہ معاہدہ مہاجرین اور انصار کے مختلف قبائل کے درمیان طے پانے والا معاہدہ تھا جبکہ دوسرا معاہدہ غزوہ بدر کے بعد مرتب کیا گیا اس کی رو سے یہودی قبائل بھی اس معاہدے میں شامل ہوئے عربی زبان کی مشہور لغت لسان العرب میں ایک جگہ دو کتابوں کا حوالہ ہے ' کتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للمہاجرین والانصار اور کتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للیہود اس سے یہ معلوم ہوا کے یہ دو دستاویزات تھیں قدیم مصنفین میں ابن منظور افریقی نے بھی میثاق مدینہ کو دو دستیاویزات کا مجموعہ قرار دیا ہے۔

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب الخراج والفی والامارۃ، جو سنن ابوداؤد کا ایک حصہ ہے اس کے باب نمبر ۲۱ میں جس کا نام 'باب کیف کان اخراج الیہود من المدینہ المنورہ' ہے اس میں یہودیوں کا مدینہ سے اخراج کب اور کیسے ہوا ہے؟ میں انھوں نے یہ لکھا ہے کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے مہاجرین اور انصار کے درمیان کتاب تحریر فرمائی غزوہ بدر کے بعد یہودی بھی اس چارٹر میں شامل ہو گئے یہ تحریری دستاویز دراصل آئینی دستاویز ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ، ول ہاوزن اور کئی دیگر مصنفین کے نزدیک یہ بجا طور پر تاریخ انسانی کا پہلا تحریری دستور ہے اس پہلے مدون دستور سے قبل اس قسم کی کوئی تحریری مثال موجود نہیں ہے یہ دستور ریاست کو چلانے کے لئے مرتب اور نافذ کیا گیا یہ چارٹر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور سربراہ ریاست دیا پہلی بار ایک قبائلی نظام میں ایک ریاست اور ایک امت، قائم ہوئی جو مختلف قبائلی وابستگیوں سے ماوراء تھی جس کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ وہ دینی عقائد اور بنیاد پر ایک وحدت تھی جو رنگ ونسل سے بالاتر تھی۔

میثاق مدینہ کی دفعات:

میثاق مدینہ کے دو حصے ہیں پہلے حصے کی دفعات مہاجرین وانصار کے لئے تھیں

جبکہ دوسرے حصے کی دفعات کا تعلق یہودیوں سے تھا۔

درج ذیل معاہدہ ڈاکٹر حمید اللہ کی شہرہ آفاق کتاب 'الوثائق السیاسیہ' سے نقل کیا گیا

ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ معاہدہ یثرب (مدینہ) کے حسب ذیل گروہوں کے درمیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ **محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۲۔مہاجرین مکہ۔

۳۔ مدینہ کے مسلمان۔

۴۔ مدینہ کے یہودی۔

۵۔ مدینہ کے عیسائی۔

۶۔ مدینہ کے بت پرست۔اس معاہدہ کی دفعات یہ ہیں۔

دفعہ اول۔۔۔ یہ تمام گروہ جن کا اوپر ذکر ہوا سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے ایک جماعت تصور کئے جائیں گے۔

دفعہ دوم۔۔۔اس دفعہ میں مدینہ میں رہنے والے مندرجہ ذیل قبائل بھی شامل ہوں گے۔

۱۔بنوعوف۔ ۲۔ بنوحرث۔ ۳۔ بنوساعدہ۔ ۴۔ بنوخشم۔۵۔ بنونجار۔

۶۔ بنوعمرو بن عوف ۔۷۔ بنونبیت۔ ۸۔ بنواوس۔

ان میں سے ہر گروہ فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر اس معاہدہ کا پابند ہوگا قریش اپنے قبائل کی طرف قدیمی طے شدہ طریقہ کے موافق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور عدل وانصاف کے ساتھ شہر میں رہیں گے۔

دفعہ سوم۔۔۔۱۔ معاہدہ میں شامل کوئی گروہ خون بہا کی مقررہ حدوں میں تخفیف یا

ترمیم نہیں کرے گا۔
۲۔کوئی مسلمان کسی مسلمان کے مظلوم موالی کے مقابلے میں اپنے موالی کی بے جا حمایت اورطرفداری نہیں کرے گا (موالی کے معنی ہیں مالک،سردار، غلام، آزاد شدہ غلام، دوست، ساتھی شریک، پڑوسی، مہمان، رشتہ دار وغیرہ)۔
۳۔جوشخص خون بہا ادا کرنے میں سفارش کی راہ اختیار کرے گا اس کے خلاف دوسرے مسلمانوں کومقتول کے ورثاء کی حمایت اور طرف داری کرنا لازمی ہوگی۔
۴۔جومسلمان یااس کا کوئی فرزند جماعت میں فتنہ فساد اور تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اس کے خلاف تمام مسلمانوں کومجتمع ہوکراس فتنہ کو دور کرنا ہوگا۔
۵۔اگرکسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی غیرمسلم مارا جائے گا تو قانون کے مطابق اسے سزا دی جائے گی مگر دوسرے مسلمانوں کا غیرمسلم کی حمایت میں مسلمان پر جبراورظلم ناجائز وخلاف معاہدہ ہوگا۔
۶۔اگرکوئی غیرمسلم ناحق مسلمان کے درپہ ہوتوکسی مسلمان کوایسے غیرمسلم کی حمایت نہیں کرنی چاہئے۔
۷۔مسلمانوں کا ہرفرد (جب تک وہ گناہ اور جرم کا ارتکاب نہیں کرے) اللہ کی پناہ میں ہے اورتمام مسلمانوں پرآپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی لازمی ہے کیونکہ سب مسلمان بھائی ہیں۔

دفعہ چہارم ---۱۔ایک مسلمان کسی یہودی کی ایسے معاملہ میں مدد کرسکتا ہے جس سے وہ یہودی مسلمان کے انصاف وعدل پر اطمینان حاصل کرسکے۔
۲۔کسی مسلمان کے لڑائی میں شہید ہونے کے بعد کسی دوسرے مسلمان پر اس کی کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔
۳۔تمام مسلمام اسلام کے احسن طریق پر ثابت قدمی کے ساتھ کاربند رہیں گے۔

۴۔کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو مسلمان کے خلاف پناہ نہیں دے گا اور نہ ہی کسی ایسے مال کا ضامن ہوگا جو غیر مسلم نے ناجائز طور پر مسلمان کے مال سے حاصل کیا ہو اور نہ ہی کوئی مسلمان کسی مشرک کی بے جا حمایت کرے گا۔

۵۔کسی مسلمان کے بے جا قتل پر اگر مقتول کے ورثاء خوشی کے ساتھ خون بہا لینے پر رضامند نہ ہوں تو پھر قاتل کو جلاد کے حوالے کردیا جائے گا تا کہ وہ مقتول کے بدلے میں اس کی گردن ماردے۔

۶۔جو مسلمان اس معاہدے میں شریک ہیں اگر انھیں اللہ اور رسول ﷺ پر دلی صداقت کے ساتھ ایمان ویقین ہے تو انھیں کبھی کسی مفسد اور فتنہ پرداز کی حمایت اور امداد نہیں کرنی ہوگی۔حمایت میں یہ بات بھی شامل ہے کے مفسد کو پناہ دی جائے جو مسلمان اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا اس پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہو اور اس کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوگا۔

۷۔تمام مسلمانوں پر بلا استثناء یہ بات لازم ہے کے وہ اپنے تمام جھگڑے اور اپنے تمام معاملات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی اور حکم کے مطابق طے کریں۔

مدینہ کے یہودیوں کے لئے

۱۔مسلمان جب تک اپنے دشمنوں سے مصروف جنگ رہیں اس وقت تک ان کی مالی اعانت اور امداد کرنا یہودیوں پر واجب ہے۔

۲۔بنی عوف کے تمام یہودی مسلمانوں میں شمار ہوں گے مگر مذہب کے لحاظ سے وہ اپنے اپنے عقیدے کے پابند ہوں گے۔

۳۔بنی عوف کے تمام موالی بھی انھی کے ساتھ ہوں گے اور ان پر بھی وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو کے بنی عوف پر ہیں ان میں جو شخص بھی ظلم یا گناہ کرے گا

وہ اپنے آپ کو بھی ہلاک کرے گا اور اپنے اہل و عیال کو بھی۔

۴۔اس دفعہ میں مدینہ کے حسب ذیل یہود بھی شامل ہیں۔

۱۔بن نجار۔۲۔بنی حرث۔۳۔بنی ساعدہ۔۴۔بنی جشم۔۵۔بنی ثعلبہ۔

۶۔بنی جفنہ۔۷۔بنی شبعیلہ۔

۵۔ان میں سے کوئی شخص یا قبیلہ اور اس کی شاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر اس معاہدے کی پابندی سے مستثنیٰ نہیں ہوگی۔

۶۔ان میں سے کسی فرد یا جماعت کو کسی شخص کے نقصان پہنچانے کے مواخذہ سے بری کیا جاسکتا ہے جو شخص بھی جرم کا مرتکب ہوگا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔

۷۔ان میں سے جس فرد یا جماعت سے قتل ناحق کا جرم سرزد ہوگا اس کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔

۸۔اگر کسی یہودی پر کوئی شخص ناحق تہمت لگائے گا تو اس یہودی کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت حاصل ہوگی۔

۹۔یہود کے اخراجات جنگ کا بار یہود اور مسلمانوں کے اخراجات جنگ کا بار مسلمانوں پر ہوگا۔

ا یہود اور مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہ کر ان لوگوں کا مقابلہ کریں گے جو ان کے مخالف ہوں گے۔

۱۱۔مسلمان اور یہود آپس میں خلوص اور خیر خواہی کے ساتھ رہیں گے۔

۱۲۔مسلمانوں اور یہود میں سے کوئی فریق ایک دوسرے کی حق تلفی نہیں کرے گا بلکہ دوسرے گروہ کے مظلوم کی حمایت کرنا اس کا فرض ہوگا۔

۱۳۔دونوں فریقین ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائیں گے۔

۱۴۔فریقین میں سے ہر فرد اپنے ہمسائے کے حقوق کی نگہداشت اسی طرح سے

کرے گا جس طرح سے وہ اپنے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

۱۵۔ یہود اور مسلمان اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کے فیصلے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوں گے۔

۱۶۔ معاہدہ میں شریک اشخاص میں سے کوئی فرد یا جماعت بت پرست قریش مکہ کو اپنے یہاں پناہ نہیں دے گی اور نہ ہی قریش مکہ کے کسی موالی کی حمایت خفیہ یا ظاہری کرے گی۔

۱۷۔ اگر مدینہ پر کوئی بیرونی دشمن حملہ کرے تو شرکائے معاہدہ میں سے ہر فرد حملہ آور فریق کے خلاف مظلوم کی حمایت کرے گا۔

۱۸۔ اگر دشمن کے ساتھ مصالحت کی بات چیت شروع ہو تو اس میں دونوں فریقین یکساں طور پر شامل ہوں گے۔

۱۹۔ دشمن سے صلح کی صورت میں اگر کوئی فائدہ کی شکل پیدا ہو تو دونوں فریقین اس سے مستفید ہوں گے۔

۲ جنگ کی حالت میں معاہدے میں شامل ہونے والے ہر فرد پر لازم ہوگا کہ وہ اپنے حصے کی مالی امداد فوراً ادا کرے۔

۲۱۔ قبیلہ اوس کے یہودی اپنے موالی کے اس معاہدہ کے اسی طرح سے پابند ہوں گے جس طرح وہ تمام قبائل جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

۲۲۔ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر باہر سفر پر نہیں جائے گا۔

۲۳۔ اس معاہدے کی خلاف ورزی وہی شخص کرے گا جو ظالم اور مفسد ہوگا۔

۲۴۔ خلوص اور امن کے ساتھ مدینہ میں رہنے والے یا باہر جانے والوں پر کوئی پابندی نہیں مگر فساد اور شرارت کرنے والوں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۲۵۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے حامی اور مددگار ہیں جو امن اور

صلح کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔

اس معاہدے پر مدینے میں آباد تمام قوموں کے دستخط ہو گئے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ چاہا کے گردونواح کے قبائل کو بھی اس معاہدے میں شامل کرلیا جائے اس کے دو فائدے ہوں گے۔

ا۔قبائل کے درمیان پائی جانے والی خانہ جنگی کا انسداد اور خاتمہ ہو سکے گا۔

۲۔قریش مکہ ان قبائل کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے سے بعض رہیں گے رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ کے اطراف میں واقع قبائل جن میں شامل بنی حمزہ اور بنی بکر بن عبد مناف تھے کو بھی شریک معاہدہ کرلیا اور اس غرض سے آپ ﷺ نے سفر بھی کیا۔

میثاق مدینہ کی اہمیت

(Importance of Charter of Madina)

اس معاہدہ کے دورس نتائج مرتب ہوئے اور مدینہ ایک شہری ریاست کی حیثیت اختیار کرگیا۔اس کے ذریعے اللہ کے رسول ﷺ نے تمام منتشر اور متفرق قوم کو کافی حد تک متحد اور یکجا کر دیا اس سے قبائلی طواف الملوکی کا خاتمہ ہوا جبکہ تمام انتظامی ،قانونی اور فوجداری اختیارات رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہو گئے کیونکہ اس کی ایک شق جس کے تحت

رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کے مہاجرین اور انصار نے اس کو مان لیا لیکن یہود نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا یہ بات قابل غور اور حیران کن ہے اس معاہدے کی رو سے مسلمان اور یہودی ایک دوسرے کے حلیف بن گئے یعنی اب جس سے مسلمان لڑیں گے اس سے یہود بھی لڑیں گے اور جس سے

یہودلڑیں گے ان سے مسلمان بھی لڑیں گے اور یہی نہیں بلکہ یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر مدینے کی حفاظت بھی کریں گے اور اگر مسلمانوں پر کوئی جارحانہ کاروائی ہوئی تو یہود مسلمانوں کا دفاع کریں گے لیکن خالص مذہبی جنگوں (جہاد) میں یہود اس سے مستثنیٰ ہوں گے اس معاہدے کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمان اور یہودیوں کی متحدہ افواج کے سربراہ ہو گئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت بڑی سیاسی فتح تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی کوئی دخل اندازی نہیں کی جبکہ ان کے رسمی اداروں کو برقرار رکھا جو زمانہ قدیم سے ان کے یہاں چلے آرہے تھے اس پالیسی نے یہودیوں کو بے حد متاثر کیا اور ان کے کئی خدشات کو بھی دور کیا اگرچہ یہودی کچھ عرصہ تک اس معاہدے پر عمل پیرا رہے لیکن بعد میں انھوں نے عہد شکنی کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی کئی باتوں کو نظر انداز کیا۔

(ا)سن ھ کے اہم واقعات(Important events of 1 AH)

اس سال یہودیوں کے ایک بڑے سردار عبداللہ بن سلام ؓ نے اسلام قبول کیا مہاجرین کے یہاں بہت عرصہ کے بعد پہلے بچے حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کی ولادت ہوئی ،اذان کی ابتداء ہوئی ،ظہر،عصر،اور عشاء میں دو دو رکعات کا اضافہ ہوااور حضرت عائشہ کی رخصتی ہوئی۔

جنگیں(Battles):

اسلام میں جنگ اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کے تبلیغ کا حق مکمل طور پر ادا نہ کردیا جائے یعنی اسلام تبلیغ اسلام سے قبل جارحانہ جنگ کی ہرگز اجازت نہیں دیتا ہے البتہ مدافعتی جنگ کی اجازت مسلمانوں کو ہجرت کے بعد مل گئی کیونکہ اس سے پہلے مسلمان

جب تک مکہ میں تھے مشرکین کے بے انتہاء ظلم وستم کو بھی اللہ تعالی صبر وصلوۃ کے ذریعے برداشت کرنے کا حکم دیتے تاہم جنگ کی اجازت کے بعد سرایا اور غزوات کا سلسلہ شروع ہوا غزوات ان جنگوں کو کہتے ہیں کے جس میں رسول اللہ ﷺ نے خود شرکت فرمائی ہو جبکہ سرایا ان جنگوں کو کہتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے اپنی طرف سے کسی صحابی کو امیر لشکر بنا کر بھیجا ہو، طبری نے غزوات کی تعداد 26 بیان کی ہے جبکہ بخاری، مسلم اور ترمذی میں ان غزوات کی تعداد ١٩ بیان کی گئی ہے جبکہ شعبی بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ 13 غزوات میں تشریف لے گئے اور ہر غزوہ میں آپ ﷺ نے ابن مکتوم کو مدینے کا خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے حالانکہ وہ نابینا تھے اسی طرح سے سرایا کی تعداد بعض کے نزدیک 35 لیکن بعض کے نزدیک 73 ہیں۔

غزوہ بدر (Battle of Badar):

غزوہ بدر کو بدر کبریٰ یا بدر القتال بھی کہا جاتا ہے مسلمانوں کا مشرکین مکہ سے یہ پہلا غزوہ تھا جس میں جدال اور قتال کی نوبت آئی جبکہ نتائج کے اعتبار سے اس جنگ کا شمار دنیا کی ان چند جنگوں میں کیا جاتا ہے جو کے فیصلہ کن ثابت ہوئیں اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اگرچہ نہایت بے سروسامانی کا عالم تھا دوسری جانب کفار جنگی اسلحہ سے لیس اور بڑی تعداد میں میدان جنگ میں آئے تھے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جنگ میں فتح کی خوشخبری سنادی تھی۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ۔ ۵۴؎

ترجمہ۔ اللہ نے جنگ بدر میں تمھاری مدد کی اور اس وقت بھی تم بے سروسامان تھے پس اللہ سے ڈرو (اوران احسانات کو یاد کرو) اور شکرادا کرو جب تم مومنوں سے یہ کہہ رہے تھے کے کیا یہ کافی نہیں ہے کے پروردگار 3000 فرشتے نازل کر کے تمھیں مدد دے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْم۔ ۵۵؎

ترجمہ۔ اور وہ موقع کے جب تم اپنے رب سے فریاد کرر ہے تھے، جواب میں اس نے فرمایا میں تمھاری مدد کے لئے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں یہ بات اللہ نے تمھیں صرف اس لئے بتا دی تا کہ تمھیں خوشخبری ہو اور تمھارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں ورنہ مدد تو جب بھی ہوتی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے یقیناً اللہ زبردست اور دانا ہے۔

حضرت مالک بن ربیعہؓ جنگ بدر میں شریک تھے (بعد میں وہ نابینا ہو گئے) ایک دفعہ انھوں نے جنگ بدر کے حوالے سے فرمایا اگر ابھی میں بینا ہوتا تو تمھیں بدر میں وہ گھاٹی دیکھا تا جہاں سے میں نے یوم بدر میں فرشتوں کو نکلتا دیکھا۔ ۵٦؎

امام ابن جوزی لکھتے ہیں !

حضرت ابن داؤد مازنی نے کہا میں جنگ بدر کے دن مشرکین میں سے ایک شخص کا پیچھا کرر ہا تھا تا کہ میں اس کو قتل کرسکوں تو میرے تلوار مارنے سے قبل ہی اس کا سر کٹ کر ایک جانب گر گیا تو میں یہ جان گیا کے میرے علاوہ کسی اور نے اس کو

قتل کیا ہے۔۵۷۔

مقسم بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا یوم بدر کے سوا ملائکہ نے کسی دن بھی قتال نہیں کیا باقی ایام میں وہ عددی قوت اور مدد کے لئے آتے تھے لیکن قتال نہیں کرتے تھے۔

اس حوالے سے آیت اللہ مکارم شیرازی بیان لکھتے ہیں!

اگر کفار کو فرشتوں نے قتل کیا تھا تو پھر مجاہدین بدر کی کیا فضیلت رہ جاتی ہے؟ جنگ بدر میں 70 کفار قتل ہوئے تھے جن میں سے کچھ کو حضرت علیؑ نے قتل کیا جبکہ کچھ کو دوسرے مجاہدین نے قتل کیا تاہم تاریخ میں یہ محفوظ ہے کے کس کافر کو کس مسلمان نے قتل کیا تو پھر فرشتوں نے کس کو قتل کیا؟۵۸۔

صحیح مسلم کی ایک روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بدر کے میدان میں زمین پر ہاتھ رکھ رکھ کر یہ بتادیا تھا کے فلاں کافر یہاں مرے گا اور فلاں یہاں اور آپ ﷺ کی یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی اس معرکہ میں 70 کفار قتل جبکہ 70 قید ہوئے مارے جانے والوں میں قریش کے 24 بڑے سردار تھے جن میں قابل ذکر ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف تھے مسلمانوں کے 14 مجاہدین شہید ہوئے جن میں سے آٹھ انصار تھے رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ تھا کے جب آپ ﷺ کسی قوم پر حملہ کرتے تو تین دن وہاں قیام فرماتے پھر فتح اور اللہ کی مدد سے خوش وخرم واپس لوٹتے لہٰذا آپ ﷺ نے بدر میں بھی تین دن قیام کیا اور اس کے بعد وہاں سے لوٹے آپ ﷺ کے ہمراہ قیدی اور مال غنیمت تھا جب آپ ﷺ وادی صفراء کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے یہاں مال غنیمت تقسیم فرمایا بدر کے قیدیوں میں سے کچھ کو فدیہ

لے کر چھوڑ دیا گیا جبکہ پڑھے لکھے قیدیوں کا فدیہ یہ تھا کے وہ دس، دس مسلمانوں کو لکھنا اور پڑھنا سیکھائیں گے (اس وقت ایک قیدی کا فدیہ 400 درھم تھا)۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب بنت محمد ﷺ کے شوہر ابوالعاص بن الربیع بھی جنگ بدر میں قیدی بنے تو حضرت زینب نے انھیں چھڑانے کے لئے فدیہ میں ایک ہار بھیجا جو کے ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے انھیں تحفے میں دیا تھا رسول اللہ ﷺ نے جب وہ ہار دیکھا تو آپ ﷺ آب دیدہ ہو گئے اور آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا! اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو رہا کردو اور وہ ہار بھی اس کو واپس کردو مسلمانوں نے کہا بسر و چشم چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے یہ عہد لیا کے وہ

حضرت زینبؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس بھیج دیں گے پھر رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص کے ساتھ حضرت زید بن حارثؓ اور ایک انصاری کو بھیجا تا کہ وہ حضرت زینبؓ کو اپنے ساتھ واپس لے کر آسکیں، غزوہ بدر وہ فیصلہ کن اور تاریخ ساز جنگ تھی جس نے مسلمانوں کی تقدیر اور ان کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا اور اس کے بعد آج تک مسلمانوں نے جتنی بھی فتوحات یا جنگیں جیتی ہیں یا حکومتیں اور سلطنتیں قائم کیں ہیں وہ سب کی سب اسی جنگ کی مرہون منت ہیں اس فتح کو 'فتح مبین' بھی کہتے ہیں اس جنگ کے بعد قریش کے تقریباً ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی قریش کو مسلمانوں نے نہایت کاری ضرب لگائی جس کی چوٹ کو وہ برسوں محسوس کرتے رہے۔

سن (2) ھ کے واقعات (Important events of 2 AH)

اس سال تحویل قبلہ کا حکم آیا اس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے اور مسلمانوں نے اسی سال یکم شوال کو عید منائی اسی سال عید الضحیٰ بھی منائی گئی اس سال

حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی اس سال جب زید بن حارثؓ مدینہ میں جنگ بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر لوٹے تو معلوم ہوا کے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ جو حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں تھیں ان کا انتقال ہو گیا۔

غزوہ احد(Battle of Uhad):

عرب میں صرف ایک شخص کا قتل لڑائی جھگڑے کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ چھیڑ دیتا جو کے سینکڑوں سال تک جاری رہتا طرفین میں سے جس کو شکست ہو یا جس کی طرف کے لوگ قتل ہوئے ہوں وہ انتقام لینا اپنا فرض سمجھتا اس قسم کی دشمنی میں خاندان کے خاندان ختم ہو جایا کرتے یہی کچھ بدر کے بعد ہوا کیونکہ قریش کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی تھی اور ایک دو نہیں بلکہ قریش کے 24 بااثر اور بڑے سردار بھی اس جنگ میں جہنم واصل ہوئے لہٰذا یہ بات طے شدہ تھی کے وہ اتنی خاموشی سے بیٹھنے والے نہیں ہیں پھر ابوسفیان نے بھی قسم کھالی کہ وہ بھی اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا، نہ غسل کرے گا نہ سر میں تیل لگائے گا، نا صاف کپڑے پہنے گا اور نہ آرام کرے گا جب تک کے وہ دشمنوں سے بدلہ نہ لے لے جنگ بدر کا بدلہ لینا اہل قریش کے نزدیک یوں بھی اہم تھا کیونکہ یہ ان کی عزت و وقار کا اہم مسئلہ تھا انھوں نے ایک کمزور جماعت سے شکست کھائی تھی جس کے بارے میں انھوں نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ سوچا تھا جن لوگوں کو وہ حقیر سمجھ کر کچلنے کے لئے آئے تھے انھوں نے قریش کو شکست فاش دے دی چنانچہ غزوہ احد کا یہی محرک تھا پھر وہ قیدی کہ جن سے فدیہ لے کر انھیں رہا کر دیا گیا تھا اگرچہ حضرت عمر نے قیدیوں کی فدیہ کے بدلے رہائی کی شدید مذمت کی تھی کیونکہ وہ عربوں کا مزاج بخوبی سمجھتے تھے انھیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ یہ دشمن اگلے سال پھر مسلمانوں پر جنگ مسلط کریں گے چنانچہ ان کا کثرت سے خون بہانا بہتر ہے تا کہ

ان سے پیچھے والوں کو سبق حاصل ہو جائے لیکن رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کی اس تجویز کو رد کر دیا تھا کیونکہ یہ دونوں حضرات طبیعتاً خون خرابے کو ناپسند کرتے تھے۔

غزوہ احد سن 3ھ میں احد کے مقام پر ہوئی یہ ایک مدافعتی جنگ تھی جو کے دشمنان اسلام نے مسلمانوں پر مسلط کی اس میں دشمن کی تعداد 3000 ہزار جبکہ مسلمانوں کی تعداد 700 تھی، عبداللہ بن ابی جو کے منافق رسول تھا وہ اپنے 300 افراد کو لے کر علیحدہ ہو گیا اور یہ کہنے لگا کے رسول اللہ ﷺ نے میری بات نہیں مانی اوروں کی بات مانی لہٰذا میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی جان کیوں لڑاؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہ تاکید کی تھی کے اگر ہمیں فتح بھی حاصل ہو جائے لیکن تم لوگ اس گھاٹی سے نہیں ہٹنا جب تک کے میں تمھیں اس کا حکم نہ دوں اور اگر دشمن ہم پر غالب آ جائے اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے کے پرندے ہمارا گوشت نوچ کر کھانے لگیں لیکن تم پھر بھی اس جگہ سے نہ ہلنا جب تک میں تمھیں نہ بلالوں گھمسان کا رن پڑا اور ابھی جنگ اپنے عروج پر ہی تھی کے رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ اڑ گئی جس کو سن کر مسلمان حواس باختہ ہو گئے اور ہمت چھوڑ گئے اور بیشتر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے اس قسم کی صورت حال پر ارشاد خداوندی ہوا ہے!

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔ ۵۹؎

ترجمہ۔ محمد ﷺ اس کے سوا کچھ بھی نہیں کے بس وہ ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں پھر کیا وہ مر جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو تم لوگ کیا الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا

البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے یہ واضح کر دیا کہ کسی نبی کا کافروں کے ہاتھوں قتل ہوجانا اوران پر موت کا وارد ہوجانا کوئی نئی بات نہیں ہے پچھلے انبیاء بھی قتل کئے جاتے رہے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صورت حال سے دو چار ہو بھی جائیں تو کیا تم الٹے پاؤ پھر جاؤ گے؟ تاہم اس جنگ میں چند مسلمانوں کی نافرمانی کا وبال سب پر پڑا اور بہت بڑا جانی نقصان ہوا 70 کے قریب صحابہ کرام اس جنگ میں شہید اور متعدد زخمی ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دندان مبارک بھی اسی غزوہ میں شہید ہوئے نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر زخم کے نشانات بھی آئے اگر چہ کفار کا لشکر لوٹ چکا تھا تاہم مسلمان جس گھاٹی پر متعین تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ان کی جگہ سے ہلنے کے لئے بھی منع فرمایا تھا لیکن مسلمان اس بات کو بھول کر مال غنیمت سمیٹنے لگے اس وقت خالد بن ولید کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے وہ ابھی اسلام لے کر نہیں آئے تھے چنانچہ انھوں نے مسلمانوں پر واپس پلٹ کر دوبارہ حملہ کر دیا مسلمان اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہ تھے لہٰذا ان کا بڑا بھاری جانی نقصان ہوا اگر چہ مسلمان پامردی سے لڑتے رہے۔ کفار کے میدان چھوڑ کر بھاگنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کون کفار کا تعاقب کرے گا؟ اس موقع پر مسلمان زخموں سے چور تھے لیکن اس کے باوجود 70 صحابہ کرام جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی تھے انھوں نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر لبیک کہا اور دشمنوں کے تعاقب میں روآنہ ہوئے ان ہی لوگوں سے متعلق ارشاد خداوندی ہے!

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔١٠

ترجمہ۔جن لوگوں نے باوجود زخمی ہونے کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم
کو قبول کیا ایسے نیکی کرنے والے اور پرہیزگار لوگوں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

لیکن کفار کو دوبارہ حملہ کرنے کی جراءت نہ ہوسکی مشرکین نے مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کیا اس جنگ میں کفار کے 22 افراد جہنم واصل ہوئے بعض مورخین کا یہ ماننا ہے کے غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی لیکن شواہد سے یہ معلوم ہوتا ہے کے مسلمانوں کو مشرکین کے مقابلے میں زیادہ جانی نقصان اٹھانا پڑا لیکن زیادہ جانی نقصان شکست کی علامت نہیں بلکہ شکست کے لئے ضروری ہے کے شکست پانے والوں کے جذبات کو بھی کچل دیا جائے لیکن مسلمانوں کے ساتھ ایسا کچھ نہ ہوا، خالد بن ولید کا حملہ اچانک اور غیر متوقع تھا جبکہ کفار نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا لیکن اس کے باوجود مسلمان اپنے سے پانچ گنا زیادہ طاقتور فوج سے مسلسل لڑ رہے تھے مسلمانوں کی شکست اس وقت مانی جاتی جب کفار ان کا مکمل خاتمہ کر دیتے اور ان کا نام ونشان تک مٹا دیتے ۔لیکن الحمد اللہ ایسا بھی نہیں ہوا مسلمانوں کے حوصلے بلند تھے مسلمانوں کے صرف 10 فیصد نفوس کی شہادت ہوئی اور مسلمان مشرکین کے مضبوط حلقے کو توڑ کر صحیح سلامت باہر نکلنے میں کامیاب رہے نیز اس جنگ میں منافقین کی حقیقت بھی سامنے آ گئی کیونکہ جنگ سے قبل منافقین کا مسلمانوں کی صفوں سے نکل جانا بھی مسلمانوں کے لئے ایک بڑی کامیابی تھی کیونکہ انھیں دوست اور دشمن کی پہچان ہوگئی اگر مسلمانوں کو شکست ہوتی تو کفار اپنی قوت اور طاقت کے زور پر مدینہ کو تہہ وبالا کر سکتے تھے جس کے نتیجے میں مسلمان دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہتے لیکن ایسا بھی نہ ہوا بلکہ مسلمانوں نے دشمنوں کا پیچھا کیا اور آخری وقت تک میدان جنگ میں ڈٹے رہے 70 مسلمانوں کی شہادت اپنی جگہ اہم ہے لیکن اسلام میں شہادت کا بھی بہت بلند مقام ومرتبہ ہے

سن (3) ھ میں نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسن پیدا ہوئے آپ ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم ؓ کا نکاح حضرت عثمان غنی ؓ سے کیا۔

سن(4)ھ کے واقعات.(Important events of 4 AH)

اس سال شراب حرام کی گئی ،غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ پیش آیا۔

سن(5)ھ کے واقعات.(Important events of 5 AH)

غزوہ احزاب یا غزوہ خندق سن 5 ھ میں ہوئی اس کوغزوہ خندق اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک بہت بڑی خندق کھودی گئی جبکہ اس کوغزوہ احزاب (قبائل) اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں کفار اور یہودیوں کے کئی قبائل نے متحد ہوکر مسلمانوں پر حملہ کیا۔

پس منظر (Background):

اس غزوہ کا اصل پس منظر یہ ہے کےغزوہ احد میں مسلمانوں کے بڑے جانی نقصان کوکفار مکہ اپنی فتح تصور کررہے تھے لہٰذا ان کے حوصلے مزید بلند ہوئے پھر یہودیوں کی شرانگیزیاں جن میں قبیلہ بنونضیر سرفہرست تھا رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدینہ سے جلاوطن کردیا تاہم وہ خیبر میں جا بسے لہٰذا وہ اپنی اس ذلت کا مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہتے تھے اس غرض سے یہودیوں کے کئی قبائل باہم مسلمانوں کے خلاف متحد ہوگئے اوران کے ساتھ ساتھ کفار قریش بھی ان کی حمایت میں پیش پیش تھے یہود اور کفار مکہ باہم ایک بڑی قوت کی شکل میں یکجا ہوئے تا کہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے ہی مٹادیا جائے اس غزوہ میں کفار کی تعداد10,000 تھی۔

حضرت سلیمان فارسی ؓ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ دیا کے مدینہ کے گرد خندق کھودی جائے تا کہ ہم اپنی بہتر حفاظت کرسکیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس

مشورے کوقبول فرماتے ہوئے خودبھی خندق کھودنے میں ان کے ساتھ شریک رہے یہ خندق مدینہ کے شمال مغرب میں کھودی گئی جو کے ایک کھلا حصہ تھا اور جہاں سے دشمن حملہ آور ہوسکتا تھا کیونکہ باقی تین اطراف میں گھنے جنگلات، پہاڑ اور پتھریلا علاقہ تھا جوکہ دشوار گزار راستہ تھا خندق کھودنے کے کام کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان تقسیم کردیا چنانچہ ہردس مسلمان کے ذمہ چالیس ہاتھ خندق کھودنا تھی مجموعی طور پر یہ خندق چھ ہزار گز یعنی ساڑھے تین میل لمبی کھودی گئی اس کی گہرائی سات سے دس ہاتھ جبکہ چوڑائی نو ہاتھ سے زائد تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے قلعے میں بھیج دیا،ایک روایت ہے خواتین اور بچوں کو حسان بن ثابتؓ کے قلعے میں رکھا گیا مدینہ کے یہودیوں (بنوقریظہ) نے مسلمانوں اوران کے اہل خانہ کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی تھی لیکن بعد میں انھوں نے بھی غداری کی مسلمانوں کے لئے یہ سخت ترین وقت تھا جب کفار کالشکر مدینہ پہنچا تو اس خندق کو دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گیا یہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کے مسلمان کسی ایسی حکمت عملی کو اختیار کریں گے جس کا توڑ ان کے پاس نہ ہوگا کفار نے بارہا یہ کوشش کی کہ وہ خندق کوعبور کریں لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکے انھی میں قریش کا ایک دبنگ عمروبن عبدود جو کے 70 سال کا بوڑھا تھا اس نے مسلمانوں کو للکارا لیکن حضرت علیؓ نے اس کو جہنم واصل کیا یہ معرکہ سخت سردیوں میں پیش آیا، روایت ہے کے مطابق دشمنوں نے تقریباً 25 دنوں تک محاصرہ قائم رکھا پھر ایک رات اللہ تعالی نے ایک تیز آندھی چلائی جس کی وجہ سے دشمنوں کے خیمہ اکھڑ گئے،ان کے جانور بدک گئے،ان کے برتن اور اشیاء استعمال ہوا میں بکھر گئیں دوسری جانب ان کی اشیاء خوردنی (راشن) بھی ختم ہوچکی تھیں جس کی کمی سے انسان اور جانور

بھوک سے نڈھال تھے حتی کے تند تیز ہوا کے باعث آگ جلانا بھی ناممکن تھا ایسے میں ابوسفیان نے واپسی کا قصد کیا اس طرح اسلام دشمن ناکام ونامراد واپس لوٹے اس صورت حال کو قرآن کریم نے اس طرح سے بیان کیا ہے!

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۔٦١؎

ترجمہ۔اے ایمان والو! اللہ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر ہوا جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا، اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ دیکھ رہا تھا۔

اس جنگ میں دشمن کے تین افراد جہنم واصل ہوئے جبکہ مسلمانوں کے چھ افراد شہید ہوئے اس جنگ میں مسلمانوں کا کوڈ ورڈ حم ینصرون تھا جس کو سن کر اپنوں اور غیروں میں تمیز ہوجایا کرتی یوں تو کفار کی ناکامی کے کئی اسباب تھے لیکن اہم ترین سبب یہ تھا کے وہ اپنے ساتھ کئی لشکر لائے تھے جن کے جدا جدا سالار تھے جو مسلمانوں پر حملہ کی باہمی حکمت عملی تشکیل نہ دے سکے دوسری جانب ایک لمبی اور چوڑی خندق بھی حائل تھی جس کو وہ عبور نہ کرسکے۔مزید یہ کے موسم کی سختی نے ان کے حوصلے پست کردئے اتحادی قبائل مال غنیمت کے بھوکے تھے نیز یہود اپنے سوا کسی اور پر اعتماد نہ کرتے تھے پھر رہ گئے کفار قریش تو ان کی سوچ یہ تھی کے ہم اپنا خون بہائیں اور جانیں دیں اور اس کا صلہ دوسرے حاصل کریں یعنی باہمی نااتفاقی کفار کو لے ڈوبی تاہم یہ ایک سخت محاصرہ تھا جس کو سر کرنے کے لئے حد درجہ منظم، مستقل مزاج اور ثابت قدم جماعت کی ضرورت تھی۔

سن(5)ھ کے دیگر واقعات:

اس سن میں غزوہ مصطلق ہوا مسلمانوں کو اس میں کامیابی ہوئی کچھ لوگ اسیر ہوئے جن میں سے ان کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ بنت حرثؓ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا اور اس نکاح سے نتیجے میں اس قبیلہ کے کئی افراد جو کے اب رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار تھے انھیں رہا کر دیا گیا انھوں نے مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا اس غزوہ کے دوران تیمم کے احکامات آئے واقعہ افک میں جب

حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی تو سورہ النور میں اللہ تعالی نے ان کی عفت کا اعلان کیا پردے سے متعلق احکامات، ظہار، اور طلاق سے متعلق کچھ احکامات آئے۔

زنا اور قذف پر حد جاری کی گئی، منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح جائز ہوا۔

سن(6)ھ کے واقعات(Important events of 6 AH)

اس سال صلح حدیبیہ (Treaty of Hudebia) ہوئی واقعہ یہ ہے کے

رسول اللہ ﷺ نے ایک رات خواب میں دیکھا کے آپ ﷺ مدینہ سے مکہ عمرہ کے غرض سے جارہے ہیں رسولوں کا خواب چونکہ سچا ہوتا ہے اور قرآن کریم نے بھی اس خواب کی توثیق کی،

لَّقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۔ ٦٢ ؎

ترجمہ۔ بے شک اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا، کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے اپنے سر منڈاتے ہوئے اور بال کتراتے ہوئے

بے خوف وخطر ہو گے، پس جس بات کو تم نہ جانتے تھے اس نے اسے جان لیا تھا پھر اس نے اس سے پہلے ہی ایک فتح بہت جلدی کر دی۔

رسول اللہ ﷺ نے صبح بیدار ہو کر اپنا یہ خواب صحابہ کرام کو سنایا اور ان سے یہ کہا کے جو ان کے ساتھ عمرہ کے لئے جانا چاہے وہ سفر کی تیاری کر لے چنانچہ ایک روایت کے مطابق تقریباً 1400 مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں شریک تھے اس زمانے کا یہ قاعدہ تھا کے سفر میں اپنی حفاظت کے لئے ایک تلوار رکھی جاتی اگر تلوار نیام کے اندر ہوتی تو اس کا یہ مطلب تھا کے یہ سفر پر امن ہے اور مسافر نے یہ ہتھیار محض اپنی حفاظت کے لئے رکھا ہے لیکن اگر تلوار نیام کے باہر ہوتی تو اس کا یہ مطلب تھا کے جنگ کا رادہ ہے اس سفر میں تمام مسلمانوں کے پاس ایک ایک تلوار تھی جو نیام کے اندر تھی اس کے علاوہ ان کے ساتھ ایک ایک قربانی کا جانور بھی تھا، چلتے چلتے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی قصویٰ حدیبیہ کے مقام پر بیٹھ گئی قریش مکہ کو بھی آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی لہٰذا وہاں بھی ہل چل مچ گئی کے آخر اتنے سارے مسلمان اچانک کیوں آ گئے؟ انھیں بتایا گیا کے ان کے آنے کا صرف اور صرف مقصد یہ ہے کے وہ عمرہ، بیت اللہ کی زیارت اور مکہ میں دو تین دن قیام کے بعد واپس لوٹ جائیں گے۔

حدیبہ کے مقام پر قریش سے بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا قریش کی جانب سے متعدد قاصد آئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان پر یہ واضح کیا کے ہمارا مقصد جنگ نہیں بلکہ صرف عمرہ ہے لیکن کفار قریش نے رسول اللہ ﷺ کی ہر بات ماننے سے انکار کیا،

رسول اللہ ﷺ نے اپنی جانب سے عثمان بن عفانؓ کو قریش کی جانب بھیجا تا کہ وہ سرداران قریش کو قائل کر سکیں لیکن طویل مباحثہ کے بعد قریش اس بات پر رضامند

ہو گئے کے اگر آپ (عثمان غنیؓ) چاہیں تو عمرہ ادا کر لیں لیکن رسول اللہ ﷺ اور دیگر مسلمان واپس جائیں حضرت عثمان غنیؓ نے قریش کی اس پیش کش کو ٹھکراتے ہوئے کہا کے جب

رسول اللہ ﷺ عمرہ نہیں فرمائیں گے تو میں بھی عمرہ نہیں کروں گا ادھر مسلمانوں کے پاس حضرت عثمانؓ کی شہادت کی جھوٹی خبر پہنچی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر تمام مسلمانوں نے بیعت کی کے وہ عثمان کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے یہ بیعت ایک درخت کے نیچے ہوئی تاریخ میں اس بیعت کو 'بیعت رضوان' کہا جاتا ہے۔ بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں (سیدھے) ہاتھ کے لئے فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اس کے بعد اس کو دوسرے دست مبارک پر مار کر فرمایا یہ عثمانؓ کی بیعت ہے بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹ تھی حضرت عثمانؓ بخیریت واپس آ گئے۔

قریش کی جانب سے سہیل بن عمرو بھی صلح کی بات چیت کرنے کے لئے آئے اور ایک معاہدہ لکھا گیا رسول اللہ ﷺ نے ایک کاتب کو معاہدہ لکھنے کے لئے بلوایا۔

معاہدے کی ابتداء بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے کی گئی، سہیل نے کہا کے اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے کے یہ رحمن کون ہے؟ تو پھر آپ ﷺ نے بسمك اللهم لکھوایا جیسا کے آپ ﷺ پہلے لکھوایا کرتے تھے پھر آپ ﷺ نے کاتب سے یہ کہا لکھو یہ وہ فیصلہ ہے جو کے محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، سہیل نے کہا اللہ کی قسم اگر ہم

آپ ﷺ کو اللہ کا رسول جانتے تو پھر بیت اللہ سے کیوں روکتے؟

اور آپ ﷺ کے ساتھ قتال کیوں کرتے؟ اس جگہ آپ ﷺ محمد بن عبداللہ لکھیے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے کہا اللہ کی قسم میں ضرور اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم مجھ کو جھٹلاتے ہو، خیر محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو اس کے بعد معاہدے کی شرائط لکھی گئیں۔

۱۔ طرفین کے درمیان دس سال تک جنگ بند رہے گی اس مدت میں ان کے درمیان امن رہے گا اور کسی قسم کی ظاہری یا چوری چھپے کاروائی نہیں کی جائے گی۔

۲۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں وہ مکہ میں صرف تین دن قیام کریں گے اپنے ساتھ کوئی اسلحہ لے کر نہیں آئیں گے سوائے ایک تلوار کے جو کے نیام کے اندر رہے گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی مکہ آمد کے موقع پر ہم مکہ سے باہر چلے جائیں گے۔

۳۔ قبائل عرب کو یہ اختیار ہے کے جس کا جی چاہے قریش کے ساتھ معاہدہ کریں اور جس کا جی چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کریں۔

۴۔ جو شخص قریش کی جماعت کا اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آجائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو قریش کے حوالے کر دیں گے لیکن جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت سے قریش کی طرف چلا جائے تو قریش اس شخص کو واپس نہیں کریں گے۔

معاہدہ مکمل ہوا اور اس پر طرفین نے گواہ مقرر کئے اس معاہدہ کی شقوں پر مسلمان بہت دلبرداشتہ تھے خصوصاً حضرت عمرؓ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کے وہ اپنے جانوروں کی قربانیاں پیش کریں اور اپنے سر منڈوائیں لیکن تمام مسلمان اس وقت شدید غم کی کیفیات سے دوچار تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا ذکر حضرت ام سلمیٰؓ سے کیا جسے سن کو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مشورہ دیا کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا جانور قربان کر لیں اور حجام کو بلوا کر اپنے بال منڈوا لیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور کسی سے بات کئے بغیر اپنے جانور کی قربانی کی اور حجام کو بلوا کر اپنے بال منڈوائے جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو جیسے وہ سب ہوش میں آگئے پھر انھوں

نے بھی اپنے جانور قربان کئے اور بال منڈوائے۔حضرت جابرؓ سے جب پوچھا گیا کے یوم حدیبیہ کو آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ تو انھوں نے کہا کے ہم 1500 افراد تھے۔ ۶۳؎

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے یوم حدیبیہ کو 70 اونٹ نحر کئے۔ ۶۴؎

رسول اللہ ﷺ جب حدیبیہ سے واپس مدینہ آرہے تھے تو راستے میں سورہ الفتح کا نزول ہوا رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عمرؓ کو بلوا کر اسے سنایا جس میں مسلمانوں کو اللہ تعالی نے ایک قریبی فتح کی بشارت دی۔

صلح حدیبیہ کے نتائج:

اس صلح کو مسلمان اپنی شکست اور کمزوری سمجھ رہے تھے لیکن یہ مسلمانوں کے حق میں فتح عظیم ثابت ہوئی بہت جلد ایک ایک کر کے اس صلح کے فوائد سامنے آنے لگے اس معاہدے میں مسلمانوں کو جس شرط سے سب سے زیادہ تکلیف محسوس ہوئی وہ یہ تھی کے اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ آئے تو ہم اس کو قریش کو واپس لوٹا دیں لیکن اگر مدینہ سے کوئی مسلمان مکہ جائے تو مکہ والے اسے مسلمانوں کو نہیں لوٹائیں گے اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کی دلجوئی فرماتے ہوئے کہا جو ہمیں چھوڑ کر چلا جائے آخر ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے؟ کچھ دنوں کے بعد قریش مکہ پر یہ شرط الٹی پڑ گئی اور وہ خود رسول اللہ ﷺ کے پاس اس شرط کو ساقط کرنے کے غرض سے آئے اس معاہدے کے بعد مکہ سے کچھ مسلمان خواتین بھی ہجرت کر کے مدینہ آگئیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے قریش کو لوٹانے سے انکار کر دیا کیونکہ معاہدے میں رجال کا لفظ لکھا تھا النساء کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے تھے

قرآن کریم میں اس طرح کی خواتین کے لئے سورہ الممتحنہ میں احکامات آئے ہیں !

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَه بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔٦٥؎

ترجمہ۔ان کی جانچ کرلو اور جب اطمینان ہوجائے تو پھر ان سے بیعت بھی لے لو اللہ ان کے ایمان کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے اور انھیں کفار کی جانب مت لوٹاؤ کیونکہ وہ کفار کے لئے حلال نہیں اور نہ ہی کفار ان کے لئے حلال ہیں اور ان کے کافر شوہر ان کو جو مہر دے چکے انھیں وہ مہر واپس پھیر دو اور ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کچھ گناہ نہیں ہے جب تم ان کے مہر ادا کر چکو اور کافر عورتوں کو بھی اپنے نکاح میں نہ رکھو اور جو مہر تم نے انھیں دئے تھے وہ ان سے واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی بیویوں کو دئے تھے انھیں وہ واپس مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور وہ علیم وحکیم ہے۔

اس صلح کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کے پہلی بار قریش نے مسلمانوں اور مدینہ کو اسلامی ریاست کے طور پر اس کو تسلیم کیا پھر یہ کے مسلمانوں کے ساتھ جو اتحاد قائم کرنا چاہے وہ کرسکتا ہے مسلمان عرصہ دراز سے جنگوں میں گھرے ہوئے تھے کفار قریش کی جانب سے دس سال کی جنگ بندی کے اعلان نے انھیں سکھ کا سانس لینے دیا اور مسلمانوں نے اس وقفہ میں اسلام کی جی جان سے تبلیغ واشاعت کی اسلام اس عرصہ میں بہت تیزی سے بڑھا اور مسلمانوں کو اپنی صفوں کی تنظیم کا موقع مل گیا جس کو انھوں نے مضبوط بنیادوں پر استوار کیا پھر ہوتے ہوتے انھوں نے اپنی عسکری قوت کو بھی بے پناہ بڑھالیا اور اردگرد ان کے مدمقابل نہ رہے

بعدازاں یہی معاہدہ مسلمانوں کے لئے فتح عظیم کا سبب بنا اس صلح کے ذریعہ مسلمانوں کے لئے بیت اللہ کی زیارت کا حق تسلیم کرلیا گیا اور قریش نے یہ مان لیا کے مسلمان بے دین نہیں جس سے اہل عرب کے دل کی نفرت مسلمانوں کے خلاف کم ہوئی کیونکہ قریش مسلمانوں کے خلاف جس قسم کا پروپیگنڈہ کررہے تھے اس سے تو یہی ثابت ہوتا تھا کے مسلمان نہ جانے کون سے نئے دین کے پیروکار ہیں اس معاہدے سے قریش اور ان کے یہودی حلیفوں کے درمیان تفریق ہوگئی جو کے ہر وقت یہودی قبائل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہتے۔

(6) سن ھ کے دیگر اہم واقعات:

ایک روایت کے مطابق حبشہ کے فرمانروا نجاشی کا انتقال بھی اسی سال ہوا اس کی غائبانہ نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ مقوقس، قیصر روم، کسریٰ اور شاہ حبشہ کو دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔

سن (7) ھ کے اہم واقعات (Important events of 7 AH)

اس سن ہجری میں خیبر فتح ہوا خیبر مدینہ کے شمال میں واقع ایک زرخیز علاقہ ہے جہاں بکثرت کھجور کے باغات اور کھیت کھلیان ہیں خیبر یہودیوں کا ایک مرکزی مقام تھا جہاں ان کے کئی مضبوط قلعے تھے جن میں سے بعض کے آثار تو اب بھی موجود ہیں، ان قلعوں کی تعداد نو تھی۔

۱۔النطاۃ۔ ۲۔الصعب بن معاذ۔ ۳۔ناعم۔ ۴۔الزبیر۔ ۵۔النزار ۶۔ابی۔
۷۔القموص۔۸۔الوطیع۔۹۔سلالم۔

ان قلعوں میں القموص کو خاص اہمیت حاصل تھی خیبر میں یہودیوں کی قدیم آبادی

کے علاوہ قبیلہ بنونضیر (مدینہ سے جلاوطن کئے ہوئے یہودی) کے لوگ بھی آباد تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا قصد سن 7 ھ میں ماہ محرم میں کیا اور وادی رجیع میں قیام کیا جو کے خیبر اور وادی غطفان کے درمیان واقع تھی اور یہاں قیام کی اصل وجہ یہ تھی کے بنوغطفان کے یہودی خیبر کے یہودیوں کی مدد نہ کرسکیں اصل میں بنوغطفان پر مسلمانوں کا رعب بھی قائم تھا رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ خیبر پر چڑھائی کی اور خیبر کے قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کرتے چلے گئے لیکن القموص کا قلعہ جو سب سے زیادہ مضبوط تھا اس قلعہ کا رئیس عرب کا مشہور پہلوان مرحب تھا فتح نہیں ہو رہا تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علم (جھنڈا) حضرت علیؓ کو دیا تاکہ وہ اس کو فتح کریں اس کے ساتھ ہی ان کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے دعا بھی کی، حضرت علیؓ جو فاتح خیبر ہیں انھوں نے اس قلعہ کو فتح کرتے ہوئے مرحب کو قتل کیا بعد ازاں مسلمانوں کو بکثرت مال غنیمت حاصل ہوا جبکہ کئی لوگ قیدی ہوئے جن میں صفیہؓ بنت حی ابن اخطبؓ بھی تھیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے بعد میں نکاح کیا خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو یہاں سے جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا لیکن خیبر کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، آپ ﷺ ہمیں یہیں رہنے دیجئے ہم ان کھیت کھلیانوں میں کام کریں گے اور پیداوار کا نصف آپ ﷺ کو دیں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن ہم جب تک چاہیں گے تمھیں یہاں رکھیں گے یہاں تک کے حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں انھیں تیما اور اریحا کی جانب جلاوطن کیا گیا اس جنگ میں 39 یہودی جہنم واصل ہوئے اور ۱۵ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا، خیبر کی فتح سے جزیرہ العرب میں یہود کا عسکری نقطہ نظر سے یکسر خاتمہ ہوگیا اور ان کی کوئی اہمیت اور حیثیت باقی نہ رہی نیز مدینہ کے شمالی علاقہ میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی دیگر قبائل کی

غداری سے مسلمان محفوظ و مامون ہوئے نیز شمالی قبائل میں اسلام تیزی سے پھیلا پھر یہاں کی فتح سے مسلمانوں کی معاشی حالت مستحکم ہوئی اس فتح سے خیبر کے ایک قریبی قصبہ فدک پر بھی مسلمانوں کا رعب طاری ہوگیا اور اہل فدک نے خود ہی نصف پیداوار کی ادائے گی پر رسول اللہ ﷺ سے مصالحت کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا خیبر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے وادی القریٰ کو بزور شمشیر فتح کیا اور مال غنیمت کو تقسیم کیا، اسی سال رسول اللہ ﷺ نے ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان کو اپنی زووجیت میں لیا پھر آپ ﷺ نے میمونہ بنت حارثؓ سے بھی نکاح کیا، اسی سال حاکم مصر مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کو کچھ تحائف اور کنیزیں بھیجیں جن میں سے ایک کنیز ماریہ قبطیہؓ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا، رسول اللہ ﷺ کے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم انھی کے بطن سے تولید ہوئے، اسی سال رسول اللہ ﷺ کو ایک یہودی عورت زینب بنت الحرث نے کھانے میں زہر دیا پہلے نوالے سے ہی آپ ﷺ کو اس کا اندازہ ہوگیا اور آپ ﷺ نے اس کو تھوک دیا اس حوالے سے حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں جس مرض سے رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس میں آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! میں ہمیشہ اس طعام کے درد کو محسوس کرتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب اس زہر کے اثر سے میرے قلب کی رگ کے منقطع ہونے کا وقت ہے۔٦٦ ؎

سن (8) ھ کے اہم واقعات (Important events of 8 AH)

اس سال مکہ فتح (Conquest of Makka) ہوا یہ ایک عظیم فتح تھی اور اس کا فوری سبب یہ تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے ایک شرط معاہدے میں لکھوائی تھی کہ قبائل عرب میں سے جس کا جی چاہے وہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دے اور جس کا جی چاہے

وہ قریش کا ساتھ دے چنانچہ بنوبکر نے قریش کے ساتھ جبکہ بنوخزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا اوران کے حلیف کی حیثیت سے حلف اٹھایا زمانہ قدیم سے بنوبکر اور بنوخزاعہ کی عداوت چلی آرہی تھی ایک دن بنوبکر نے موقع دیکھ کر بنوخزاعہ پر حملہ کردیا اوران کے ایک آدمی کوشہید کردیا ادھر بنوخزاعہ نے بھی ان سے جنگ لڑی اورلڑتے لڑتے حرم تک پہنچ گئے بنو بکر نے حرم کا بھی خیال نہ کیا اور بنوخزاعہ کے 20 افراد ماردئے جب اس واقعہ کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوخزاعہ سے ہمدردی کا اظہار کیا اور ان کو اپنی مدد کا یقین دلایا کیونکہ قریش نے دس سال کی جنگ بندی کا معاہدہ خودہی توڑ دیا تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا! ابوسفیان عنقریب تمھارے پاس اس عہد کی تجدید کے لئے آئے گا کیونکہ زیادتی میں انھوں نے ہی پہل کی ہے نیز انھوں نے خودہی اپنے معاہدے کوبھی توڑا ہے پھر ابوسفیان مدینہ آیا اوراپنی بیٹی اوررسول االلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہؓ سے ملاقات کی لیکن حضرت ام حبیبہؓ نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے نہیں دیا اور یہ کہاتم نجس ہو لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پرتم نہیں بیٹھ سکتے یہ بات ابوسفیان کو بہت ناگوارگزری ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیالیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کوکوئی جواب نہ دیا پھر وہ حضرت ابوبکرؓ ،عمرؓ اورعلیؓ کے پاس سفارش لے کر گیالیکن انھوں نے بھی اس کوکوئی جواب نہ دیا لہٰذا وہ ناکام ونامراد مکہ واپس آ گیا۔

کفار کے مظالم بھی مکہ میں رہنے والے کمزور مسلمانوں پر کم نہیں ہوئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کوفتح کرنے کی خفیہ تیاریاں شروع کردیں اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چند خاص صحابہ کوشریک مشورہ کیا اورانھیں اس بات کا پابند کیا کے وہ اس بات کوکسی قریبی عزیز سے بھی بیان نہیں کریں مبادا یہ خبراڑتے اڑتے کفار مکہ تک

نہ پہنچ جائے اور وہ پہلے سے چوکنے ہوجائیں لیکن حاطب بن ابی بلعتہ نے مکہ سے مدینہ آئی ہوئی ایک عورت کو ایک خط دیا اور اس کے ذریعے سے مکہ میں اپنے کافر رشتہ داروں کو اس جنگ کی اطلاع کردی تاکہ وہ کسی سردار کی پناہ میں آجائیں لیکن اس واقعہ کی خبر بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کو مل گئی پھر وہ خط بھی پکڑا گیا اور حاطب بن ابی بلعتہؓ نے اقرار بھی کرلیا لیکن وہ بدری تھے لہٰذا معاملے نے زیادہ طول نہیں پکڑا۔

رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے مہینے میں مکہ کی جانب جنگ کے ارادے سے پیش قدمی کی آپ ﷺ کے ساتھ 10,000 کا لشکر تھا مکہ سے پہلے ایک وادی میں آپ ﷺ نے رات میں قیام کیا اور لشکر کے مجاہدین کو دس، دس افراد کے ٹولے کی شکل میں میدان میں دور تک پھیلا دیا اور درمیان میں آگ کو روشن کرنے کا حکم دیا تاکہ دشمن مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگالیں جب یہ خبر ابوسفیان کو پہنچی تو وہ حواس باختہ ہوگیا ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ سے اابوسفیان کے لئے امان طلب کی اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر گئے جہاں ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا پھر حضرت عباس ابوسفیان کو ایک ایسی جگہ لے جاکر کھڑے ہوئے تاکہ وہ لشکر اسلام کو مکہ میں داخل ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے رسول اللہ ﷺ دس، دس مجاہدین کے ایک گروہ کو ایک ساتھ داخل مکہ کررہے تھے مجاہدین تکبیر پڑھتے ہوئے مکہ میں داخل ہورہے تھے جس کی آواز سے مکہ کی پہاڑیاں گونج رہی تھیں کفار مکہ اور ان کے سردار ہیبت زدہ ہوکر اس منظر کو دیکھ رہے تھے، رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے آپ ﷺ کے دستہ کا پرچم زبیر بن عوامؓ نے اٹھایا ہوا تھا تھوڑی بہت جھڑپ ہوئی جس میں کفار کے 14 جبکہ مسلمانوں کے 12افراد

شہید ہوئے پھر کفار نے اپنے اندر مقابلے کی سکت نہ پائی اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے ابوسفیان کے گھر پناہ لی وہ بھی امان میں ہے، جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا، اپنا ہتھیار پھینک دیا یا حرم میں پناہ لی وہ بھی امان میں ہے۔

بخاری کی ایک روایت ہے آپ ﷺ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں 360 بت نصب تھے آپ ﷺ ایک چھڑی سے ایک ایک بت کو گراتے جاتے اور یہ آیت تلاوت کرتے جاتے!

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

ترجمہ۔حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے کے لئے ہی تھا۔

پھر آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کردیا اور زمانہ جاہلیت کے اپنے خاندان کے قتل اور سود کو بھی معاف فرمادیا اس موقع پر جو لوگ اسلام لائے آپ ﷺ نے ان کی بیعت فرمائی فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے یہاں ۱۹ دن قیام کیا اور عتاب بن اسیدؓ کو مکہ کا عامل مقرر کیا اس قیام کے دوران آپ ﷺ نے نمازیں قصر کیں۔

غزوہ حنین:

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین بھی سن (8) ھ میں ہوا، اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد 10,000 جبکہ کفار کی تعداد 30,000 کے قریب تھی اور مسلمانوں کو اپنی کثرت پر یہ گمان تھا کے آج ہمیں کون شکست دے گا جنگ کی ابتداء، میں کفار مسلمانوں پر چھا گئے لیکن پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی کنکریاں دشمن کی جانب پھینکی جس کے بعد جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا وہ کنکر ایک ایک سپاہی کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتا رہا اور ان کے سر پر اس قدر زور سے

لگتا جیسے لوہے کی چادر پر ہتھوڑا برستا ہے یہ پتھر طائف تک ان لوگوں کے پیچھے گئے حتی کے ان کے گھروں تک ان کا پیچھا کیا۔

ارشاد خداوندی ہوا!

وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۔٦٧ ؎

ترجمہ۔حنین کے دن جب تمھاری کثرت نے تمھیں گھمنڈ میں مبتلا کر دیا تو اس کثرت نے کسی چیز کو تم سے دور نہ کیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر لوٹے۔

سن (8) ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا اس سال حضرت خالد بن ولیدؓ ،عمرو بن عاصؓ اور عثمان بن طلحہؓ اسلام لے کر آئے ،اس سال سریا موتہ ہوئی اس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔

سن(9)ھ کے اہم واقعات(Important events of 9 AH)

اس سال غزوہ تبوک ہوئی، تبوک ایک مقام ہے جو کے مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے اس غزوہ کو غزوہ فاضحہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں منافقین اور مشرکین کی بہت فضیحت اور رسوائی ہوئی تھی نیز اس غزوہ کو جیش عسرت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں مجاہدین نے بھوک اور پیاس کی مشقت کو برداشت کیا اس غزوہ کا بنیادی سبب یہ تھا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی کے روم کا بادشاہ ہرقل نصرانی عربوں (رومیوں) کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا (رومن امپائر کو تاریخ میں سپر پاور کی حیثیت حاصل رہی ہے) یہ مسلمانوں کا 30,000 کا لشکر تھا جس میں

حضرت عثمانؓ نے مال کثیر کو راہ خدا اور مجاہدین پر خرچ کیا جس پر خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اس معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے مدینہ میں چھوڑا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک میں حضرت علی ؓ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔تو حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کے تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے کے موسیٰ کے لئے ہارون تھے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ۶۸ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک پہنچے تو یہاں کا رئیس اور دیگر آس پاس کے قبائل کے رئیسوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لی کچھ لوگوں نے جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک میں 20 دن مقیم رہے اس دوران نہ ہی رومی سامنے آئے اور نہ ہی دیگر قبائل عرب کے لوگ لڑنے کے لئے سامنے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 21 ویں روز مدینہ واپسی کا قصد کیا واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک بن اخشم اور معن عدی بن کو مسجد ضرار کو منہدم کرنے کا حکم دیا اس مسجد کو 12 منافقین نے مل کر بنایا تھا۔

سورہ التوبہ میں اس واقعہ کا ذکر ہے کے منافقین اس مسجد میں بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے نیز ان میں تفرقہ ڈالنے کے منصوبہ بھی بناتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۚ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ

عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ - ۶۹ ؎

ترجمہ۔بعض ایسے ہیں جنھوں نے اس اغراض سے مسجد بنائی ہے کے (مسلمانوں) کوضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں پھیلائیں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس سے پہلے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخالف ہے اور قسمیں کھاجائیں گے کے بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں ہے اور اللہ گواہ ہے کے وہ بالکل جھوٹے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں کبھی نہ کھڑے ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں پاک رہنے کو، اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔

غزوہ تبوک آخری غزوہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک ہوئے یہ غزوہ نتائج کے اعتبار سے اہم تھا کیونکہ رومی اپنی ہی سرزمین پر مسلمانوں کے روبرو آنے کی جراءت نہ کرسکے ان کی خاموشی دراصل ان کی شکست تھی نیز رومن امپائرز کا جو زبردست افواج کا رعب عربوں کے دلوں پر تھا وہ بھی کمزور ہوگیا اس غزوہ میں جانے سے پیشتر عرب یہ سمجھ رہے تھے کے ان میں رومیوں سے مقابلے کی سکت نہیں لیکن صورت حال بالکل ہی برعکس ثابت ہوئی اب دنیا کے سامنے یہ صورت تھی کے مسلمان خود رومیوں کے درمیان جاکر انھیں ڈرا دھمکا کر آگئے اور اتنی بڑی فوج میں سے کسی کی جراءت نہ ہوسکی کے وہ ان کے مدمقابل آسکیں تبوک سے واپسی پر مختلف قبائل کے لوگ اور وفود جوق در جوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے اور اسلام قبول کرنے لگے اسی لئے اس سال کو عام الوفود بھی کہا جاتا ہے اس سال عدی بن حاتم طائی جو اپنی قوم کے سردار تھے انھوں نے بھی اسلام قبول کیا

اس سال حج فرض ہوا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج (leader of Hajj) بنا کر بھیجا اور انھیں حج کا طریقہ بھی بتایا اسی سال آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کی وفات ہوئی اس سال رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک ماہ تک ایلاء کیا اور ان کے قریب نہیں گئے اس سال منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول بھی انتقال کر گیا اس کے بیٹے نے اپنے باپ کو کفنانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی قمیض طلب کی جس کو رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی لیکن نماز جنازہ سے واپسی پر سورہ التوبہ کی آیات نازل ہوئیں جس میں آپ ﷺ سے یہ کہا گیا اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھانا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا ہے اور نافرمانی کی حالت میں ہی مرے ہیں۔ ۷۰۔

اسی سال نجران کے نصرانیوں نے اپنے ایک پیشوا کے ساتھ نائب اور چند لوگوں کو بھیجا تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ مباہلہ کیا جا سکے لیکن پھر ان کے ایک عالم نے انھیں ایسا کرنے سے روک دیا اور کہا کے اگر مباہلہ کر لیا تو پھر ہماری نسلیں بھی ختم ہو جائیں گی،

اب صورت حال یہ تھی کے عرب میں ہر طرف امن و امان تھا اور پورا عرب ایک حکمران محمد رسول اللہ ﷺ اور ایک قانون کے تابع تھا۔

سن (10) ھ کے اہم واقعات (Important events of 10 AH)

اس سال رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کا پہلا اور آخری حج کیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ ساتھ حجاج کرام کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے متجاوز تھی دیگر کتب احادیث سے یہ ثابت ہے کے آپ ﷺ نے اس حج میں تین مرتبہ خطبہ دیا تھا۔

ا۔ پہلا خطبہ 9 ذی الحجہ۔

۲۔ دوسرا خطبہ یوم عرفہ یعنی 10 ذی الحجہ۔

۳۔ تیسرا خطبہ ایام تشریق میں 11 اور 12 ذی الحجہ کو دیا ان خطبات میں اصولی طور پر کچھ باتیں مشترک تھیں ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کے اجتماع بہت بڑا تھا اور آپ ﷺ اپنی امت کو جو اہم پیغام دینا چاہ رہے تھے ان میں سے بعض جملے مکرر ہوئے ہوں

رسول اللہ ﷺ کا یہ خطبہ اسلام کی بنیادی تعلیمات ،عقائد وعبادات ،اخلاق ،معاشرت اور اصول شریعت کا ایک جامع ضابطہ ہے یہ انسانیت کے نام رسول اللہ ﷺ کا آخری پیغام ہے اور حقوق انسانی کے لئے ایک دائمی اور عالمی منشور کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

خطبۃ الوداع کے اہم نکات (The Sermon of Last Hajj .10 AH)

ا۔تمھارے خون اور اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ جیسے آج کے دن کی حرمت ہے اس مہینے کی اور اس شہر کی حرمت ہے۔

۲۔ میرے بعد کفر کی جانب نہ لوٹ جانا اور نہ ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگ جانا۔

۳۔خبردار ہو ایام جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے پڑی ہوئی ہے اور دور جاہلیت کے خون معاف کردئے گئے ہیں اور پہلا خون جو میں اپنے خون میں معاف کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جو بنی سعد کا ایک دودھ پیتا بچہ تھا اور جس کو قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے قتل کر ڈالا تھا۔

۴۔جاہلیت کا سود معاف کیا گیا اور سب سے پہلا سود جو میں معاف کرتا ہوں وہ میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے کیونکہ اب سود ختم ہو چکا ہے۔

۵۔اے لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امان

کے ساتھ لیا ہے یعنی اللہ تعالی سے انھیں امن میں رکھنے کا عہد کیا ہے اور حلال کی ہیں تم نے اپنے لئے ان کی شرمگاہیں اللہ کے حکم سے اور عورتوں پر تمھارا یہ حق ہے کے وہ تمھارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں پھر اگر وہ اس معاملہ میں تمھارا کہنا نہ مانیں تو تم ان کو مارو لیکن زیادہ نہ مارو اور تم پر عورتوں کا یہ حق ہے کے انھیں کھانا دو اور استطاعت کے مطابق لباس دو۔

٦۔ اے لوگوں میں اپنے پیچھے ایک ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں کے اگر تم نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو پھر کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ ہے کتاب اللہ۔

٧۔ عربی (Arabs) کو عجمی (non-Arabs) پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے سوا تقوی کے۔

٨۔ اگر تم پر کوئی کان کٹا حبشی غلام بھی امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق حکم دے تو تم اس کی اطاعت کرنا۔

٩۔ اے لوگو! میری ان باتوں کو سنو اور خوب سمجھ لو اور جان لو کے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں پس مسلمان کے مال میں سے دوسرے مسلمان کی کوئی چیز حلال نہیں ہے سوائے اس کے وہ چیز وہ اپنی خوشی سے کسی کو دے اور تم ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے باز رہنا۔

١٠۔ اے لوگو! اللہ تعالی نے ہر حقدار کو اس کا حق پہنچا دیا ہے لہٰذا وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں۔

١١۔ زنا کی اولاد عورت کو ملے گی اور زانی کے واسطے پتھر ہیں اور جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا بنے یا اپنے مالک کے سوا کسی اور کا غلام بنے تو اس پر لعنت ہے اللہ کی فرشتوں کی اور سب لوگوں کی نہ اس کا فرض قبول ہوگا اور نہ ہی اس کے نوافل قبول ہوں گے۔

ان احکامات کو بیان کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجمع سے سوال کیا قیامت کے دن اللہ تم سے میرے متعلق پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ اس پر تمام لوگ بول اٹھے کے ہم گواہی دیتے ہیں آپ ﷺ نے ہم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اس کا حق ادا کر دیا یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا پھر لوگوں کی جانب جھکا کر فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا اس وقت سورہ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی!

ۚ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ ۱۷؎

ترجمہ۔آج ہم نے تم پر تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور اسلام کو بہ حیثیت دین کے تمھارے لئے پسند کیا۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں ایک یہودی نے ان سے یہ کہا اے امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس کی آپ لوگ تلاوت کرتے ہیں اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوجاتی تو ہم اس دن عید مناتے آپ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ تو یہودی نے کہا!

ۚ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ ۲۷؎

حضرت عمرؓ نے کہا یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر عرفات میں جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔ ۳۷؎

اس سال مسلمیہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خط ارسال کیا جس میں یہ لکھا کے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نبوت میں شامل ہے آپ ﷺ نے جواب میں اس کو کذاب کہا پھر جب آپ ﷺ علیل ہوئے تو دیگر نبوت کے دعویدار بھی کھڑے ہو گئے اور

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کی خبر لوگوں تک پہنچی تو اسود عنسی جو یمن کا رہنے والا تھا اس نے بھی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا، مسلیمہ نے یمامہ میں اور طلیحہ نے بنی اسد میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیمؓ نے وفات پائی۔

سن (11) ھ کے اہم واقعات (Important events of 11 AH)

اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی ماہ صفر کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہوئے اور ربیع الاول کی 12 تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کے دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نماز کی امامت فرمائی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض نے شدت اختیار کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام ازواج سے اجازت لی اور حضرت عائشہؓ کے یہاں منتقل ہو گئے آخری دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ وصیتیں بھی فرمائیں!

مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا، سفیروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسی طرح جیسے میں کرتا ہوں، نمازوں کی حفاظت کرنا، کنیزوں اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا اور ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے اپنی امت کو اس کام سے منع فرمایا اور ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں حضرت اسامہ بن زید کو رومیوں کے خلاف ایک لشکر کا سپہ سالار بھی بنایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری الفاظ اپنی زبان سے ادا کئے وہ تھے!

اَللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَىٰ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تندرستی کے عالم میں پہلے کبھی یہ کہا تھا کے پیغمبر کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی ہے جب تک ان کو جنت میں ان کا ٹھکانہ نہ دکھا دیا جائے جب ان کو جنت میں ان کا ٹھکانہ دکھا

دیا جاتا ہے تو پھر ان کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کے اب چاہے وہ جنت میں آجائیں یا اگر دنیا میں مزید رہنا چاہتے ہیں تو وہاں رہیں، رسول اللہ ﷺ کو وصال سے پہلے جنت میں ان کا ٹھکانہ دکھادیا گیا اور انھیں اختیار دیا گیا تو انھوں نے رَّفِيقَ الْأَعْلَىٰ کو پسند فرمایا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، جس مرض میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس میں آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ! میں ہمیشہ اس طعام کے درد کومحسوس کرتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھااور اب اس زہر کے اثر سے میرے قلب کی رگ کے منقطع ہونے کا وقت آگیا ہے۔ ۴۷؎

رسول اللہ ﷺ کا وصال 63 برس کی عمر میں پیر کے دن ہوا آپ ﷺ 13 دن علیل رہے انتقال کے اگلے روز بروز منگل کو آپ ﷺ کی تدفین کردی گئی آپ ﷺ کوآپ کے لباس کے اوپر ہی غسل دیا گیا، غسل دینے میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ شامل تھے جس جگہ آپ ﷺ کا انتقال ہوا اسی جگہ آپ ﷺ کی تدفین ہوئی کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کے انبیاء جس جگہ انتقال کرتے ہیں انھیں اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے آپ ﷺ کے وصال کے بعد مسلمانوں کی کثرت رائے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کی ذمہ داریاں اٹھائیں۔

نظام حکومت اور قانون: Governance and Law:

حجاز کی امارت: Governance in Hijaz:

مکہ میں آبادی کا آغاز حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوا آپ نے 137 برس عمر پائی اور آپ کے بارہ بیٹوں سے آگے نسل چلی لیکن تاریخ میں آپ کے دو صاحبزادے نبایوط (نابت) اور قیدار کا ذکر ملتا ہے لیکن ابن ہشام نے حضرت اسماعیل کے بیٹے نبایوط (نابت)

کا ہی ذکر کیا ہے تاہم حضرت اسماعیل علیہ السلام تاحیات مکہ کے سربراہ اور بیت اللہ کے متولی رہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے انتقال کے بعد آپ کے دونوں صاحبزادے یکے بعد دیگرے مکہ کے والی مقرر ہوئے اور ان کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو جرہمی کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی اس طرح مکہ کی سرداری بنو جرہم میں منتقل ہوئی اور ایک عرصہ تک انھی کے ہاتھ میں رہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولادوں کو معمار مکہ ہونے کی وجہ سے عرب میں بڑی عزت وتوقیر حاصل تھی لیکن وہاں کے اقتدار اور اختیار میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا ۷۵۔

بنو جرہم کی حکومت میں کمزوریاں پیدا ہوتی گئیں اور اس بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایران کے بادشاہ بخت نصر نے حملہ کردیا لیکن اس وقت فوج کی قیادت بنو جرہم کے پاس نہ تھی بخت نصر نے دوسرا حملہ ۵۸۷ ق م میں کیا تو اس وقت بنو عدنان نے بھاگ کر یمن میں پناہ لی اس وقت بنی اسرائیل میں نبی حضرت یرمیاہ تھے، نبی یرمیاہ عدنان کے بیٹے معد کو اپنے ساتھ ملک شام لے گئے پھر جب بخت نصر کا دور ختم ہوا تو معد مکہ آئے اور یہاں انھوں نے قبیلہ جرہم کے خاندان میں اپنی شادی کی اور ان سے نزار پیدا ہوئے ۷۶۔

بنو جرہم کو تنگ دستی نے آگھیرا اور ان میں اخلاقی گراوٹ بھی پیدا ہوتی گئی یہاں تک کے انھوں نے زائرین مکہ کے مال کو لوٹنا شروع کردیا۔

بنو عدنان بنو جرہم کی ان حرکتوں سے ان سے نفرت کرنے لگے اسی لئے جب بنو خزاعہ نے مراء الظہر ان میں پڑاؤ ڈالا تو ان کی آپس کی نفرت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے ایک عدنانی قبیلے (بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ) کو ساتھ لے کر بنو جرہم کے خلاف جنگ چھیڑ دی اور انھیں مکہ سے نکال کر خود اقتدار پر قابض ہوگئے یہ واقعہ دوسری صدی عیسوی کے

وسط کا ہے بنوجرہم نے مکہ چھوڑتے وقت زم زم کے کنویں کو پاٹ دیا اور اس میں کئی تاریخی چیزوں کو دفن کر کے اس کے نشان کو بھی مٹا دیا۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے! عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی (یہ وہ مضاض جرہمی نہیں جن کا ذکر حضرت اسماعیل کے واقعے میں گزرا) نے خانہ کعبہ کے دونوں ہرن، اس کے کونے میں لگے پتھر اور حجر اسود کو نکال کر زمزم کے کنویں میں دفن کر دیا اور اپنے قبیلے کے ساتھ یمن ہجرت کر گئے اگرچہ انھیں اپنی سرداری کے چھن جانے اور نقل مکانی کا بڑا صدمہ تھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا زمانہ تقریباً دو ہزار ق م کا ہے اس اعتبار سے مکہ میں قبیلہ جرہم کا وجود تقریباً دو ہزار ایک سو برس تک قائم رہا جبکہ ان کی حکمرانی تقریباً دو ہزار برسوں تک قائم رہی۔

بنوخزاعہ نے مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد بنوبکر کو شامل کئے بغیر مکہ پر تنہا اپنی حکمرانی قائم کی مکہ پر بنوخزاعہ کا اقتدار تقریباً تین سو برس تک رہا جبکہ یہی وہ زمانہ تھا جب عدنانی قبائل مکہ اور حجاز سے نکل کر نجد اور اطراف عراق اور بحرین میں آباد ہوئے تاہم مکہ کے اطراف میں قبیلہ قریش کی چند شاخیں باقی رہیں جو خانہ بدوش اور ٹولیوں کی شکل میں تھیں جبکہ مکہ کی حکومت اور بیت اللہ کی تولیت میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا یہاں تک کے قصی بن کلاب کا ظہور ہوا۔۷۷۔

قصی بن کلاب ابھی نوزائیدہ ہی تھے کے ان کے والد کا انتقال ہو گیا تو ان کی والدہ نے بنوعذرہ کے ایک شخص ربیعہ بن حرام سے شادی کر لی یہ قبیلہ چونکہ ملک شام کے اطراف میں رہتا تھا چنانچہ ان کی والدہ قصی کو لے کر وہیں چلی گئیں پھر جب قصی جوان ہوئے اور مکہ آئے تو اس وقت مکہ کے والی حلیل بن حبشیہ خزاعی تھے جن کی بیٹی حبئ سے قصی کا نکاح ہوا حلیل بن حبشیہ خزاعی کے انتقال کے بعد بیت اللہ کی تولیت کے لئے خزاعہ اور قبیلہ قریش

میں جنگ چھڑ گئی اس جنگ کے نتیجے میں کئی لوگ مارے گئے اور بلاآخر قصی بن کلاب کا مکہ پر مکمل اقتدار اور نفوذ قائم ہوا، قصی بن کلاب بیت اللہ کے متولی اور دینی سربراہ بھی بنے یہ واقعہ پانچویں صدی عیسوی کے وسط یعنی 440ء کا ہے۔ ۷۸ ۔

قصی بن کلاب کے ہاتھوں جب مکہ کی سرداری اور بیت اللہ کی تولیت آئی تو انھوں نے کچھ اہم فیصلے کئے جن میں سے ایک تو یہ تھا کہ اطراف مکہ بسنے والے قبائل کو انھوں نے یکجا کیا اور انھیں مختلف ذمہ دارایں سونپیں قصی بن کلاب کا دوسرا بڑا کارنامہ یہ تھا کے انھوں نے مکہ کے نظام کو منظم کیا اور بیت اللہ کے شمال میں ایک دارالندوہ تعمیر کیا جو دراصل ایک پارلیمنٹ تھی جہاں تمام اہم فیصلے کئے جاتے۔

۱۔صدارت:

قصی بن کلاب کی زیر صدارت دارالندہ میں فیصلے کئے جاتے۔

۲۔ بواء:

جنگ کا پرچم قصی کے اہاتھوں باندھا جاتا۔

۳۔حجابت:

خانہ کعبہ کی پاسبانی اور بیت اللہ کے دروازے کو کھولنے کی ذمہ داری قصی بن کلاب کے ہاتھ میں تھی اور وہی بیت اللہ کے کلید بردار تھے۔

۴۔سقایہ (پانی پلانا):

بیت اللہ کے زائرین کے لئے پانی کے حوض میں ٹھنڈے اور شیرین پانی کا اہتمام کرنا جس میں کشمش اور کھجوریں ڈالی جاتیں تاکہ وہ پانی مقوی صحت بھی ہو۔ ۷۹ ۔

۵۔رفادہ (حاجیوں کی میزبانی):

حج کے موسم میں اور زائرین کعبہ کی میزبانی کے فرائض کو بہ احسن وخوبی نبھانے کے لئے ایک فنڈ قائم کیا گیا جس میں پیسے جمع کئے جاتے اور اس رقم سے زائرین کی ضیافت کی جاتی اور یہ تمام کام قصی بن کلاب کے زیر نگرانی کیا جاتا۔۸۰؎

قصی کے پہلے بیٹے عبدالدار تھے (رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق انھی کی نسلوں میں قیامت تک بیت اللہ کی چابی رہے گی)۔

قصی کے دوسرے بیٹے عبدمناف کو بھی شرف اور بزرگی حاصل رہی لیکن قصی بن کلاب نے اپنے تمام مناصب اور اختیارات اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو منتقل کئے جس میں بیت اللہ کی حجابت، لواء، سقائیت، اور رفادہ شامل تھے چنانچہ یہ تمام مناصب اور ذمہ داریاں بغیر کسی اختلاف اور نزع کے وہ بہ احسن وخوبی کافی عرصہ تک انجام دیتے رہے لیکن بہت عرصہ کے بعد کچھ اختلافات نے جنم لیا جس کے نتیجے میں سقائیت اور رفادہ کے مناصب عبدمناف کو منتقل ہوئے جبکہ بقیہ مناصب عبدالدار کے پاس ہی رہے پھر عبدمناف نے اپنی اولاد کو جب یہ مناصب منتقل کرنے کے لئے قرعہ ڈالا تو یہ قرعہ ہاشم بن عبدمناف کے نام نکلا لہٰذا ہاشم بن عبدمناف تاعمر سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) اور رفادہ (حاجیوں کو کھانا کھلانے) کی ذمہ داری نہایت خلوص اور محبت سے انجام دیتے رہے، ہاشم بن عبدمناف کے انتقال کے بعد ان کے بھائی مطلب نے اس ذمہ داری کو نبھایا، مطلب کے انتقال کے بعد ان کے بھتیجے عبدالمطلب بن ہاشم (رسول اللہ ﷺ کے دادا) نے یہ ذمہ داری سنبھالی اور پھر ان کی اولادیں اس منصب پر فائز رہیں۔۸۱؎

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔ ۸۲ ؎

ترجمہ۔اس کے متولی تو بس متقی ہیں ۔

اس کے علاوہ بھی کئی ذمہ داریاں اور مناصب قریش کے دیگر قبائل کے پاس تھے جن میں سے چند درج ذیل ہیں ۔

۱۔ایسار(فال گیری):

بتوں کے پاس تیر رکھ کر فال نکالنے کی ذمہ داری قبیلہ بنوجمح کے پاس تھی ۔

۲۔مالیات کا نظام:

بتوں کے تقرب کے لئے ان کو قربانیاں پیش کرنے کی ذمہ داری قبیلہ بنوسہم کے پاس تھی جبکہ آپس کے جھگڑوں کو چکانے کے کام بھی یہی کرتے ۔

۳۔شوریٰ:

شوریٰ یعنی مشاورت کا کام بنواسد کے ذمہ تھا۔

۴۔اشناق:

دیت اور جرمانے کے نظام کو منظم کرنے کی ذمہ داری قبیلہ بنوتیم کے پاس تھی ۔

۵۔عقاب:

قومی پرچم کی علمبرادی کا فریضہ قبیلہ بنوامیہ کے پاس تھا۔

۶۔قبہ:

فوجی کیمپ اور شہسواروں کا انتظام اور ان کی تربیت وقیادت کا کام قبیلہ بنومخزوم کے پاس تھا۔

۷۔سفارت:

سفارت کاری کا کام قبیلہ بنوعدی کے پاس تھا۔

مذہب: **Religion:**

قدیم عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دین ابراہیمی کی تبلیغ و اشاعت فرمائی جس کے نتیجے میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد دین ابراہیمی کی پیروکار بنی وہ ایک اللہ کی عبادت کرتے اور اس کے بتائے ہوئے احکامات پر چلتے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دین ابراہیمی کے نقوش دھندلے ہوتے گئے اور اب دین ابراہیمی میں وہ پہلے جیسی آب وتاب باقی نہ رہی اور لوگوں نے حسب معمول تحریفات اور تبدیلیاں شروع کیں۔ تاہم بت پرستی بھی شروع ہوگئی۔

عرب میں بت پرستی کا آغاز

Start of Idol worship in Arab

بنوخزاعہ کے سردار عمرو بن لحی نے دین ابراہیمی پر ایک کاری ضرب لگائی اور اس نے مکہ اور عرب کے گردونواح میں بت پرستی کی ابتداء کی، عمرو بن الحی شام کے سفر پر گیا تو اس نے وہاں کے لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھا وہ ان کی بت پرستی سے بے حد متاثر ہوا دوسری جانب اس کو یہ محسوس ہوا کے ملک شام انبیاء کرام اور نزول آسمانی کتب کی سرزمین ہے لہٰذا یہاں جو یہ بت پرستی ہورہی ہے وہ درست اور مبنی بر حقیقت ہے چنانچہ شام سے واپسی پر وہ اپنے ساتھ ہبل بت لے آیا جیسے اس نے خانہ کعبہ کے اندر نصب کیا اور اہل مکہ کو اللہ کے ساتھ شرک کی دعوت دی جس پر اہل مکہ کی ایک بڑی تعداد نے لبیک کہا اور اس طرح مکہ اور اطراف عرب میں بت پرستی کی ابتداء ہوئی۔ ۸۳۔

اہل عرب ابراہیم کے خدا سے بھی اپنی حاجات بیان کرتے اور جب ان سے بت

پرستی کی بابت پوچھا جاتا تو ان میں سے اکثر یہ کہتے :

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۔۸۴ ؎

ترجمہ۔ ہم تو ان کی عبادت اس لئے کر رہے ہیں کے یہ ہمیں اللہ کا قرب دیں گے

اس کے جواب میں ارشاد خداوندی ہوا!

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔۸۵ ؎

ترجمہ۔ یہ مشرکین اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان یہ (مشرکین) کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں ۔

عمرو بن لحی نے مکہ اور عرب میں بت پرستی کی ابتداء کی اور شام سے ہبل نامی بت لے کر آیا اور عرب میں اس کی پوجا کا آغاز ہوا ہبل کے علاوہ بھی کئی بت تھے جن کی اہل عرب عبادت کیا کرتے ان میں سے چند درج ذیل ہیں ۔

ا۔ ہبل :

ہبل کی عبادت شام میں کی جاتی تھی لیکن عمرو بن لحی نے اس کو عرب میں متعارف کروایا

۲۔ منات:

منات کا شمار بھی عرب کے قدیم ترین بتوں میں ہوتا ہے یہ بت بحر احمر کے ساحل پر قدیر کے قریب مشلل میں نصب تھا۔۸۶ ؎

۳۔ لات :

لات کی عبادت طائف میں کی جاتی تھی ۔

۴۔عزیٰ:

عزیٰ نامی بت کی پوجا نخلہ میں کی جاتی ۔

۵۔بعل:

اہل عرب بعل کی پوجا کرتے ۔

درج بالا چاروں بت عرب کے بڑے بت تصور کئے جاتے تھے لیکن اس کے علاوہ بھی کئی اصنام تھے جن کی پوجا کی جاتی تاہم عربوں کو بتوں کی جانب متوجہ کرنے میں عمرو بن الحی کے اہم کردار کو نظر انداز کرنا ناممکن ہے جب عمر بن لحی کو یہ معلوم ہوا کے قوم نوح بتوں کی عبادت کرتی تھی جن کے بڑے بتوں کے نام درج ذیل ہیں ۔

۱۔**ود**۔۔۔۔۔۔ود ایک دراز قد مرد کی شکل کا بت تھا۔

۲۔**سواع**۔۔۔۔سواع کی شکل ایک عورت کی تھی ۔

۳۔**یغوث**۔۔۔۔یغوث کی شکل شیر کے مشابہہ تھی ۔

۴۔**یعوق**۔۔۔۔۔یعوق گھوڑے کے مشابہہ تھا۔

۵۔**نسر**۔۔۔۔۔۔یہ بت گدھ کی شکل کا تھا۔

مندرجہ بالا تمام پانچوں بتوں کی پوجا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کیا کرتی تھی اور یہ بت جدہ میں مدفون تھے جب عمرو بن لحی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے جدہ کا سفر اختیار کیا اور ان مدفون بتوں کو ان کی قبروں سے نکال کر تہامہ لے کر آیا پھر جب حج کا موقع آیا اور دور دراز سے حجاج کرام اور زائرین مکہ میں آئے تو انھیں ان بتوں کی عبادت کی ترغیب دی جبکہ کئی قبائل تو واپسی میں یہ بت اپنے ساتھ لے گئے تا کہ ان کے علاقوں میں ان کی پوجا کی جاسکے اس طرح ہر قبیلے اور علاقے کا ایک الگ بت مقرر ہو گیا جس کی نہایت احترام کے

ساتھ عبادت کی جاتی یہاں تک بیت اللہ کو 360 بتوں سے بھر دیا گیا ان بتوں کو نذر و نیاز پیش کی جاتی ،ان کی خوشنودی کے لئے قربانیاں کی جاتیں اور چڑھاوے چڑھائے جاتے الغرض کے بت پرستی اہل عرب کا پسندیدہ مذہب بن گیا جن کے تقرب اور خوشنودی کے حصول کے لئے وہ ہر حد تک جانے کے لئے تیار تھے۔

اسلام کے بنیادی عقائد: Basic Beliefs of Islam:

انسان کے تمام افعال و اعمال اور حرکات کا محور اس کے خیالات ہیں یہی اس کو بناتے اور بگاڑتے ہیں یہ عام خیالات دراصل اس کے چند پختہ ،غیر متزلزل اور غیر مشکوک اصولی خیالات پر مبنی ہوتے ہیں انھی اصولی خیالات کو 'عقائد' کہتے ہیں عقیدہ انسانی زندگی کی تنظیم میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرتا ہے جب تک زندگی میں نظم وضبط نہ ہو انسان اس وقت تک فلاح حاصل نہیں کر سکتا ہے اسلام میں عقیدے کو خاص اہمیت حاصل ہے یہ ہمارے ایمان اور تمام اعمال کی اساس اور بنیاد ہے جبکہ اس کے بغیر ہر عمل بے بنیاد ہے کامیابی کی راہ اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کے درست سمت کا انتخاب کیا جائے مذہبی اعتبار سے درست سمت کا انتخاب عقیدہ توحید کے بغیر ناممکن ہے اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل۔

۱۔عقیدہ توحید۔ ۲۔عقیدہ رسالت۔ ۳۔عقیدہ آخرت۔ ۴۔فرشتوں پر ایمان ۵۔الہامی کتب پر ایمان۔ ۶۔اچھی بری تقدیر پر ایمان۔ ۷۔مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور جنت وجہنم کا فیصلہ۔

عقیدہ توحید: Oneness of God:

تمام انبیاء کرام حضرت آدم علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ تک نے بنی نوع انسانیت کو صرف ایک اللہ کی عبادت کا درس دیا توحید پر ایمان اس کائنات کی ایک اٹل

حقیقت ہے یہ پیغام آسان نہیں کیونکہ پیغام توحید کی تبلیغ و اشاعت ایک انتہائی کٹھن مرحلہ ہے جس کی پاداش میں تمام انبیاء کرام نے نہایت سختیاں جھیلیں حلقہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے زبان و دل سے کلمہ طیبہ کو ادا کرنا لازمی ہے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کلمہ کی ادائیگی کے بعد انسان حلقہ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے دنیا میں عقائد کے اعتبار سے دو ہی طرح کے انسان پائے جاتے ہیں۔

۱۔ اللہ کو ماننے والے یعنی (مسلمان)۔

۲۔ اللہ کے کو نہ ماننے والے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے یعنی (غیر مسلم)۔

جہاں تک اللہ کی ذات کا تعلق ہے تو ہر مذہب میں خدا کا تصور موجود ہے جس میں شامل یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ، آتش پرست، لامذہب اور مسلمان ہیں۔

۱۔ عیسائیت:

عیسائیت میں خدا کا تصور موجود ہے لیکن وہ خدا کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔

۲۔ یہودیت:

یہودیت میں بھی خدا کا تصور موجود ہے لیکن وہ خدا کے ساتھ حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔

ارشادات خداوندی ہیں!

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ۔ ۸۷

ترجمہ۔ اللہ کے لئے یہ ممکن نہیں کے وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا تَكَادُ السَّمٰوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا۔۸۸؎

ترجمہ۔کافروں نے کہا کے رحمن نے اپنا بیٹا بنالیا بے شک تم نے یہ بہت سنگین بات کہی قریب ہے کے اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمینیں ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر جائیں کیونکہ انھوں نے رحمن کے لئے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ رحمن کی شان کے لائق نہیں کے وہ اپنے لئے بیٹے بنائے۔

وَمَآ اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔۸۹؎

ترجمہ۔ان (یہودیوں اور عیسائیوں) کوحکم یہی دیا تھا کے ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

۳۔ہندو مذہب:

ہندو مذہب کی کتب میں خدا کے لئے اوم اور ایشور کا نام لیا جاتا ہے جیسے ان کی مذہبی کتب میں درج ہے جھوٹے خداؤں کی پرستش وہی لوگ کرتے ہیں جن کی عقل وفہم مادیت نے چرالی ہو۔۹۰؎

وہ ایک ہی ہے کسی دوسرے کے بغیر۔۹۱؎

بلاشبہ خداعظیم ہے ہمیں اس کی چاہت کے گیت گانا چاہئے اس جیسا کوئی دوسرا نہیں اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو وہ تعریف کے قابل ہے وہ ہمیں نعمتیں دیتا ہے اور آسمان سے پانی بھی برساتا ہے۔۹۲؎

لیکن ان کے یہاں اس تصور کے ساتھ ساتھ یہ تصور بھی پایا جاتا ہے کے ایشور تنہا

اتنے بہت سارے کام اکیلا نہیں کرسکتا مثلاً کہیں بارش برسانی ہے کہیں خشک سالی ہے تو کہیں خوش حالی وغیرہ لہٰذا اسکو اپنی مدد کے لئے بہت سارے دیوی اور دیوتاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔

ویدوں کے ابتدائی زمانے میں آریا قوم توحید پر قائم تھی اور وہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے تھے، البیرونی نے اپنی مشہور کتاب میں لکھا ہے کے خدا کے متعلق ہندوؤں کا یہ عقیدہ تھا کے وہ واحد ہے ازلی ہے جس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی انتہاء وہ اپنے فعل میں مختار ہے، وہ قادر ہے حکیم ہے، زندہ ہے اور زندہ کرنے والا ہے اس کا نہ تو کوئی مقابل ہے اور نہ ہی مماثل ہے وہ نہ تو کسی چیز سے مشابہہ ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے شباہت رکھتی ہے۔ ۹۳؎ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آریا قوم میں بھی شرک سرائیت کرگیا اور برصغیر میں جو پہلا گروہ داخل ہوا۔ان کا دیوتا 'اندر' تھا۔ جو سب دیوتاؤں کا سردار تھا۔

ارشادات خداوندی ہیں!

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۔ ۹۴؎

ترجمہ۔خاص اللہ کے ہوکر رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں یا اسے ہوا اڑا کر کسی دور جگہ پھینک دیتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۔ ۹۵؎

ترجمہ۔وہ جن غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے ہیں بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں وہ تو مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کے وہ کب

اٹھائے جائیں گے۔

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۔۹۶؎

ترجمہ۔ یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی وہ صرف گمان کی اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

۴۔آتش پرست:

آتش پرست دو خداؤں کا تصور رکھتے ہیں۔

ا۔یزداں (نیکی کا خدا)۔ ۲۔اہرامن (برائی کا خدا)۔

۵۔ لادین:

وہ اقوام یا افراد جو کسی مذہب کے جھنجھٹ میں پڑنا نہیں چاہتے ہیں لیکن اس کائنات کے منظم اور متوازن نظام کو دیکھ کر وہ بھی بے اختیار یہ کہہ اٹھتے ہیں کے بلاشبہ ایک عظیم ہستی اس نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے اس عظیم ہستی کے لئے وہ ultimate reality کا لفظ استعمال کرتے ہیں، یہاں قابل غور امر یہ ہے کے جب دیگر مذاہب میں بھی خدا کا تصور موجود ہے تو پھر ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟

جواب نہایت آسان ہے، اسلام اللہ کا خالص تصور پیش کرتے ہوئے یہ کہتا ہے!

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔۹۷؎

ترجمہ۔ کہو کے اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ بیٹا اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۔۹۸؎

ترجمہ۔آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز رحمن کی عبادت گزار اور اطاعت شعار ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔۹۹؎

ترجمہ۔ نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه ۔۱۰۰؎

ترجمہ۔محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۔۱۰۱؎

ترجمہ۔ہم نے جن وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں

رسول اللہ ﷺ نے جب اس پیغام کی اشاعت کی تو ابتداء میں اتنی مزاحمت نہیں ہوئی کیونکہ اہل عرب کئی خداؤں کو ماننے کے عادی تھے اور خود خانہ کعبہ میں ۳۶۵ بت نصب تھے اور اہل عرب کو محمد ﷺ کے خدا کو اپنے ان خداؤں میں شامل کرنے میں کوئی اعتراض بھی نہ تھا لیکن سارا جھگڑا 'لا' سے شروع ہوا یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کے اتنے بہت سے خداؤں کا انکار کر کے وہ بہت بڑی مشکل میں پھنس جائیں گے حالانکہ وہ خدا کے وجود کو جانتے بھی تھے اور مانتے بھی تھے لیکن زبان و دل سے اس کا اقرار نہیں کرتے تھے قرآن کریم میں اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ
قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔۱۰۲؎

ترجمہ۔ اگرتم ان سے یہ پوچھو کے زمین و آسمان، سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے؟ تو وہ کہیں گے کے اللہ نے، ان سے پوچھو کے بادل سے کس نے پانی اتارا ؟ اور مردہ زمین کو کس نے زندہ کیا؟ تو وہ کہیں گے کے اللہ نے، کہہ دو سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰه فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ ۱۰۳؎

ترجمہ۔ اگر آپ ان سے یہ سوال کریں کے ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ یہ ضرور کہیں گے کے اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے، پھر کہاں بہکے جا رہے ہیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ۔ ۱۰۴؎

ترجمہ۔ اگر آپ ﷺ ان سے یہ سوال کریں کے آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ یہ ضرور کہیں گے کے ان کو اس نے پیدا کیا ہے جو کے بہت غالب اور علم والا ہے۔

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ ۱۰۵؎

ترجمہ۔ جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ ۱۰۶؎

ترجمہ۔ اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں ایک اللہ کے سوا کئی خدا ہوتے تو ان دونوں کا نظام درہم برہم ہوجاتا۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلَآئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ ۱۰۷؎

ترجمہ۔آسمان اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اللہ کو ہی سجدہ کرتی ہے ہر قسم کے جاندار اور سب فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۔١٠٨ ؎

ترجمہ۔زمین پر پھیلنے والے پودے اور اپنے تنے پر کھڑے ہوئے درخت سجدہ کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔١٠٩ ؎

ترجمہ۔آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی ہیں وہ سب خوشی یا مجبوری سے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے بھی صبح وشام کو (سجدہ کرتے ہیں)۔

بعد از اسلام بت پرستی کا خاتمہ

End of Idol worship after Islam

اسلام ہر قسم کے شرک کی سختی سے مذمت کرتا ہے اور اسی پیغام کو لے کر تمام پیغمبر اور انبیاء کرام دنیا میں تشریف لائے ان سب نے تمام بنی نوع انسانیت کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی رسول اللہ ﷺ نے بھی بت پرستی اور شرک کی سختی سے مذمت کی اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں کئی مشکلات کا سامنا کیا بعد از اسلام بالخصوص فتح مکہ کے موقع پر جب آپ ﷺ فاتح مکہ کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے اور عام معافی کے اعلان کے بعد آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف فرمایا اور حجر اسود کو بوسہ دیا روایت میں آتا ہے کے بیت اللہ کے گرد اور چھت پر تقریباً 360 بت نصب تھے آپ ﷺ اپنی چھڑی سے ایک ایک بت کو گراتے جاتے اور یہ آیت تلاوت کرتے جاتے!

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔١١٠ ؎

ترجمہ۔حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے کے لئے ہی ہے۔

کہا جاتا ہے کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ٹھوکر سے بت اوندھے منہ گرجایا کرتے اور پاش پاش ہوجاتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ میں ایک منادی کی کے جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لا چکا ہے وہ اپنے گھر میں بت نہیں رکھے گا اور اس کو توڑ دے گا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں انیس دن قیام فرمایا اور مدینہ واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی سرایا روآنہ کئے تاکہ جہاں جہاں بت پرستی ہورہی ہے اس کو جڑ سے ختم کیا جاسکے۔ ذیل میں کچھ سرایا کا ذکر کیا جارہا ہے۔

ا۔عزیٰ کا انہدام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 25 رمضان سن 8 ھ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں وادی نخلہ میں عزیٰ کو منہدم کرنے کے لئے ایک سرایا بھیجا کیونکہ قبیلہ قریش اور قبیلہ کنانہ عزیٰ کی پوجا کیا کرتے تھے عزیٰ ان کا بہت بڑا بت تھا اور بنوشیبان اس کے مجاور تھے، حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے تیس سواروں کے ساتھ وادی نخلہ روآنہ ہوئے اور انھوں نے عزیٰ کے بت کو ڈھا دیا جیسے ہی عزیٰ نامی عورت کا بت گرا ویسے ہی ایک کالی، برہنہ، پراگندہ عورت اس بت میں سے نکلی اور چیخنے لگی چنانچہ حضرت خالد بن والید نے اپنی تلوار کے دوسرے وار سے اس عورت کو قتل کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دئے جب وہ اس مہم سے واپس آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واقعے کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ہاں وہی عزیٰ تھی اب تمھارے ملک میں دوبارہ کبھی اس کی پوجا نہیں ہوگی۔111ے

۲۔سواع کا انہدام:

سن 8 ھ رمضان کے مہینے میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو

سواع نامی بت کے انہدام کے سرایا پر بھیجا یہ مکہ سے تین میل دور رہاط میں بنو ہذیل کا ایک بت تھا جسے حضرت عمرو بن العاصؓ نے ایک کاری ضرب سے دوٹکڑے کر دیا اور اس طرح سے سواع نامی بت کا انہدام حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھوں انجام پایا۔ ۱۱۲۔

۳۔ مناۃ کا انہدام:

سن 8ھ میں رمضان کے مہینے میں ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن زید اشہلیؓ کو بیس سواروں کے ساتھ مناۃ کے انہدام کے لئے بھیجا یہ بت قدید کے مقام پر مشلل میں اوس وخزرج اور قبیلہ غسان کا بت تھا، حضرت سعد بن زید اشہلیؓ نے تلوار کی وار سے جب بت کو توڑا تو اندر سے ایک پراگندہ، برہنہ عورت چیختی ہوئی نکلی، آپ نے تلوار کی کاری ضرب سے اس کو دوٹکڑوں میں قتل کر دیا۔ ۱۱۳۔

۴۔ قلس (کلیسا) کا انہدام:

رسول اللہ ﷺ نے سن 9ھ میں ربیع الاول کے مہینے میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم کو قلس (کلیسا) نامی بت کے انہدام کے لئے ایک سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں اور ڈیڑھ سو فوج کے ساتھ ایک سرایا کے لئے بھیجا چنانچہ حضرت علیؓ نے قبیلہ طی (حاتم طائی کا قبیلہ) میں واقع قلس نامی بت کو اپنی تلوار سے ڈھا دیا۔ ۱۱۴۔

الغرض کے عرب کے اطراف واکناف میں موجود بتوں کے انہدام کا سلسلہ جاری رہا اور ایک ایک کر کے تمام بت ڈھا دئے گئے اور اس طرح سے مکہ اور اہل عرب میں بت پرستی کا خاتمہ ہوا۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہے!

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ۔ ۱۱۵۔

ترجمہ۔ بھلاتم دیکھوتو لات وعزیٰ اور مناۃ کیا چیز ہیں۔

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ۔۱۱۶؎

ترجمہ۔کیاتم بعل کو پکارتے ہو؟اور بہتر خالق کو چھوڑتے ہو۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۔۱۱۷؎

ترجمہ۔وہ بولے کے اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور نہ ودکو نہ سواع، یغوث، یعوق اورنسر کو۔

بخاری میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، ود،سواع، یغوث، یعوق اورنسر یہ سب گزشتہ اقوام کے صالحین کے نام تھےجنھیں بعد کے لوگوں نے بت بنالیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اساف اور نائلہ بھی انسان تھے اسی طرح سے لات، منات اورعزیٰ بھی انسان تھےجنھیں بعد میں بت بنالیا گیا۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۔۱۱۸؎

ترجمہ۔تم اس کے سوا صرف ناموں کو پوجتے ہو جوخودتم نے اورتمھارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں لیکن اللہ نے ان کے بارے میں کوئی سندنہیں اتاری۔

عربوں کا نظریہ حیات بعدازممات اورمردے کی آخری رسومات

Arab's view of life after death and Funeral

اہل عرب میں زمانہ قدیم سے ہی مرنے کے بعد مردے کی آخری رسومات اوراس کو دفنانے کی روایت موجودتھی کیونکہ یہ دین ابراہیمی کے پیروکار تھے لہٰذا مردے کوکفنانااور دفنانا ان کے مذہب کا حصہ تھا جبکہ مرنے کے بعد اٹھنے، حساب کتاب اور جنت جہنم کا تصوربھی

ان کے یہاں پایا جاتا تھا۔

اسی حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالی سے ایک مکالمہ قرآن کریم میں موجود ہے

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موت کے بعد دوبارہ اٹھنے کے بارے میں اللہ تعالی سے سوال کیا یہ کیسے ممکن ہے؟ تو اللہ تعالی نے فرمایا کیا تمھیں اس پر یقین نہیں ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کے یقین تو ہے لیکن پھر بھی میں یہ جاننا چاہتا ہوں کے یہ کس طرح سے ہوگا؟

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہوا!

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔۱۱۹؎

ترجمہ۔اور یاد کر جب ابراھیم نے کہا اے میرے پروردگار! مجھ کو دکھا کہ تو مردے کو کس طرح زندہ کرے گا، فرمایا کیا تم یقین نہیں لاتے؟ کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے، فرمایا تو چار جانور اڑنے والے پکڑ پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے پھر (انہیں ذبح کرنے کے بعد) ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے پھر ان کو بلا تیرے پاس جلدی سے آئیں گے، اور جان لو کے بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

Belief in the Hereafter Akhira: عقیدہ آخرت:

عقیدہ آخرت دین اسلام کا نہایت اہم ترین عقیدہ ہے کیونکہ یہ دنیاوی زندگی مختصر اور عارضی ہے اور آخرت کی زندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کہا گیا یوم آخرت سے مراد موت کے بعد کی زندگی، قرآن کریم کا شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ہو جس میں عقیدہ آخرت سے متعلق کوئی اشارہ نہ پایا جاتا ہو مثلاً روز قیامت، حساب کتاب، جنت جہنم، قبر، جزا سزا، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا، جنت کی نعمتوں کا ذکر، دوزخ کی سختیوں کا ذکر، کامیاب اور ناکام لوگوں کے قصے ،گزشتہ اقوام پر عذاب کے واقعات وغیرہ۔

اسلام کے تصور آخرت کے مطابق یہ دنیا فانی ہے اور ایک دن یہ دنیا اور اس میں بسنے والی تمام مخلوق فنا ہوجائے گی پھر صور پھونکا جائے گا اللہ کے اس پیغام کی اطلاع اور خبر تمام پیغمبروں نے بنی نوع انسانیت تک پہنچائی اور انھیں یہ بتایا کے اچھے اعمال کے بدلے آخرت میں کامیابی، اللہ کی رضا اور بہترین ٹھکانہ جنت حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوْرِ -۱۲۰؎

ترجمہ۔جس دن صور پھونکا جائے گا اور اس دن اسی کی حکومت ہوگی۔

وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ-۱۲۱؎

ترجمہ۔جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے سب ہی گھبرائیں گے مگر جسے اللہ چاہے، اور سب اس کے پاس عاجز ہوکر چلے آئیں گے۔

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوْرِ ۚ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا-۱۲۲؎

ترجمہ۔جس دن صور پھونکا جائے گا ہم گناہ گاروں کو اس دن نیلی آنکھوں کے ساتھ اکھٹا کریں گے۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا۔ ۱۲۳؎

ترجمہ۔جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم فوج درفوج چلے آو گے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِيْ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ۔ ۱۲۴؎

ترجمہ۔اے مخاطب غور سے سن جب منادی قریب کی جگہ سے پکارے گی جس دن لوگ چیخ کی آواز کو برحق سنیں گے، یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہے بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے جس دن زمین پھٹ جائے گی تو وہ دوڑتے ہوئے نکلیں گے یہ حشر بپا کرنا ہم پر بہت آسان ہے ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ کفار کررہے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں پس آپ ﷺ ان کو قرآن سے نصیحت فرمائے جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۔۱۲۵؎

ترجمہ۔صور پھونکا جائے گا پس وہ اس وقت اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۔۱۲۶؎

ترجمہ۔جس دن وہ اپنی قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ کسی مطلوب کی طرف تیز تیز جارہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کفار مکہ سے یہ کہا، یہ دنیا فانی ہے اور یہاں سے ایک دن ہم چلے جائیں گے اور قیامت کے دن ہم دوبارہ اٹھیں گے،تو کفار مکہ نے یہ کہا ہم اور ہمارے باپ دادا جو کے مٹی ہو چکے وہ بھلا دوبارہ کیسے اٹھائے جائیں گے؟

اس پر ارشاد خداوندی ہوا!

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۚ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۞ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۔۱۲۷؎

ترجمہ۔انھوں نے کہا جب ہڈیاں بوسیدہ ہوکر گل جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیے ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر پیدائش کو خوب جاننے والا ہے۔

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۔۱۲۸؎

ترجمہ۔تو کیا ہم پہلی بار پیدا کرکے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ اپنے از سر نو پیدا ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔

جب یہ یقین کامل ہو کے ایک دن ہمیں دنیا سے جانا ہے تو انسان اسلام کی حدود میں رہنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا کہ اس کے ہر عمل سے متعلق باز پرس کی جائے گی، وہ اس دنیا کو ہی سب کچھ نہیں سمجھ لیتا ہے لیکن اگر یہ عقیدہ معاشرے میں کمزور پڑ جائے تو معاشرہ طرح طرح کی برائی کی آماج گاہ بن جاتا ہے ظلم وستم ،ناانصافی ،دھوکہ، جھوٹ ،سرکشی ،نفرت ،عداوت ،قتل وغارت گری وغیرہ پھلنے پھولنے لگتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ۱۲۹؎

ترجمہ۔اللہ کے اذن کے بغیر کسی نفس کے لئے مرنا ممکن نہیں۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ۔ ۱۳۰؎

ترجمہ۔اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اِلَّا بَغْتَةً يَسْاَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا۔ ۱۳۱؎

ترجمہ۔قیامت تم پر اچانک ہی آئے گی۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ۔ ۱۳۲؎

ترجمہ۔ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا پس ان پر ہمارا عذاب اچانک رات کے وقت آیا، یا جس وقت وہ دوپہر کو سو رہے تھے جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کے ہم ظالم تھے۔

اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا۔ ۱۳۳؎

ترجمہ۔اللہ کی گرفت بہت مضبوط ہے اور اس کا عذاب بہت سخت ہے۔

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُه يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَه وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ ۱۳۴؎

ترجمہ۔قیامت کے دن سب زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَه مَعَه لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اَلِیْمٌ ۔۱۳۵۔

ترجمہ۔بے شک جولوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہوتا کہ قیامت کے عذاب سے بچنے کے لیے بدلہ میں دیں تو بھی ان سے قبول نہ ہوگا، اوران کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۔۱۳۶۔

ترجمہ۔جومنکر ہو گئے ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے نہ ان پر قضا آئے گی کہ مرجائیں اور نہ ہی ان سے اس کا عذاب ہلکا کیا جائے گا، اس طرح ہم ہر ناشکرے کوسزا دیا کرتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۚ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔۱۳۷۔

ترجمہ۔کیا انہوں نے نہیں دیکھا جو اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے میں نہیں تھکا اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے، کیوں نہیں وہ تو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۔ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۔ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔۱۳۸۔

ترجمہ۔اگر تم تعجب کروتو باعث تعجب تو ان کا یہ قول ہے کے کیا ہم مٹی ہوجانے کے بعد از سرنو پیدا ہوں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں کے جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور یہی وہ لوگ ہیں کے جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ ۱۳۹؎

ترجمہ۔(یہود کہتے ہیں!) ہمیں دوزخ کی آگ صرف چند دن چھوئے گی۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ ۱۴۰؎

ترجمہ۔مرد ہوں یا عورت جس نے بھی نیک اعمال کیے بشرطیکہ وہ مومن ہوتو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور ہم ضرور ان کو ان کے کئے ہوئے نیک اعمال کا اجر عطا فرمائیں گے۔

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُم۔ ۱۴۱؎

ترجمہ۔جان لو کے دنیا کی زندگی تو محض کھیل تماشہ ہے اور زینت ہے اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے۔

سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ ۱۴۲؎

ترجمہ۔اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑ و اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے برابر ہے، ان کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ ۱۴۳؎

ترجمہ۔میں تمام (کافر) جنات اور انسانوں سے ضرور جہنم کو پر کردوں گا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ ۚ وَاِنۡ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفۡہَا وَیُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡہُ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۔ ۱۴۴؎

ترجمہ۔ بے شک اللہ کسی کا ایک ذرہ برابر بھی حق نہیں رکھتا، اور اگر نیکی ہو تو اس کو دگنا کر دیتا ہے اور اپنے ہاں سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

لَاَمۡلَـَٔنَّ جَہَنَّمَ مِنۡکَ وَمِمَّنۡ تَبِعَکَ مِنۡہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ۔ ۱۴۵؎

ترجمہ۔اے ابلیس میں تجھ سے اور تیرے تمام متبعین سے جہنم کو بھر دوں گا۔

وَوُضِعَ الۡکِتٰبُ فَتَرَی الۡمُجۡرِمِیۡنَ مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا فِیۡہِ وَیَقُوۡلُوۡنَ یٰوَیۡلَتَنَا مَالِ ہٰذَا الۡکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیۡرَۃً وَّلَا کَبِیۡرَۃً اِلَّاۤ اَحۡصٰہَا ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا یَظۡلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا ۔ ۱۴۶؎

ترجمہ۔اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا پھر تو مجرموں کو دیکھے گا اس چیز سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہے اور کہیں گے افسوس ہم پر یہ کیسا اعمال نامہ ہے کہ اس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی مگر سب کو محفوظ کیا ہوا ہے، اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب کو موجود پائیں گے، اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا ۔ ۱۴۷؎

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کئے تو بے شک ہم ان کے نیک اعمال کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے۔

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ۔ ۱۴۸؎

ترجمہ۔ جب تک ہم رسولوں کو نہ بھیج دیں ہم کفار پر عذاب بھیجنے والے نہیں ہیں۔

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَہُمۡ کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡیَاہُمۡ وَمَمَاتُہُمۡ ؕ سَآءَ مَا

يَحْكُمُوْنَ -۱۴۹؎

ترجمہ۔کیا جولوگ برے کام کرتے ہیں انھوں نے یہ گمان کرلیا ہے کے ہم ان کو ان لوگوں کی مثل کردیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کئے ان کا مرنا اور جینا برابر ہوجائے گا وہ لوگ یہ کیسا برا فیصلہ کرر ہے ہیں۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ -۱۵۰؎

ترجمہ۔ہم نے بہت سے انس وجن ،جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات :

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

کوئی قوم اس وقت تک عذاب سے ہلاک نہیں ہوئی جب تک انھوں نے خود اس عذاب کا عذر بیان نہیں کیا۔

راوی کہتے ہیں، میں نے پوچھا کے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ -۱۵۱؎

ترجمہ۔جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی۔ بے شک ہم ہی ظالم تھے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک درندے انسانوں سے باتیں نہ کریں اور انسان سے اس کا کوڑے کا پھندا بات نہ کرے اور اس کی جوتی کا تسمہ بات نہ کرے۔۱۵۲؎

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت صرف اشرار (بدترین) لوگوں پر قائم ہوگی۔ ۱۵۳۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالی نے فرمایا! میرا مومن بندہ ہر خیر کے مرتبہ میں ہے وہ اس وقت بھی حمد کرتا ہے جب میں اس کی پیشانی سے روح نکال رہا ہوتا ہوں۔ ۱۵۴۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو بار صور پھونکا جائے گا اور ان دونوں صوروں کے درمیان 40 کا وقفہ ہوگا لوگوں نے پوچھا اےئ ابو ہریرہ 40 دن انھوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے پوچھا 40 ماہ؟ انھوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے پوچھا ۴۰ سال انھوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا پھر اللہ تعالی آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح سے اگیں گے جس طرح سے سبزہ اگتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ایک ہڈی کے سوا انسان کی جسم کی ہر چیز گل جائے گی اور وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ ۱۵۵۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا! یا رسول اللہ ﷺ یہ دم کی ہڈی کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ رائی کے دانے کی طرح ہے وہ پشت کی جڑ میں ایک باریک ہڈی ہے اور وہ دم کی ہڈی ہے جو چوپایوں میں دم کے سر کی جگہ ہوتی ہے اس ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی۔ ۱۵۶۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! انسان کے جسم میں ایک ہڈی ہے جس کو مٹی کبھی نہیں کھا سکے گی صحابہ نے پوچھا!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون سی ہڈی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! 'عجب الذنب' (دم کی ہڈی کا سرا)۔۱۵۷۔

عربی ادب: Arabic Literature:

مستشرقین کے نزدیک قدیم عربی ادب شاعری پر مشتمل تھا مگر اسلام اس قدیم عربی ادب کے زوال کا سبب بنا اہل عرب نے نثر کی جانب کما حقہ توجہ دی اور اسے اس قدر پروان چڑھایا کے دنیا بھر میں سب سے زیادہ نثری ادب جس زبان میں تخلیق ہوا وہ زبان بلا شبہ عربی زبان ہی ہے، قبل از اسلام اور بعد از اسلام اہل عرب شاعری کا شوق رکھتے تھے یہ الگ بات ہے کے قبل از اسلام شاعری کے موضوعات میں حسن و عشق کی داستانیں، نسلی تفاخر، قبائلی تعصب، انتقام اور مبارزت طلبی ہوا کرتی جسے اسلام نے توڑا اور مبنی بر حقیقت شاعری کی طرح ڈالی حضرت حسان بن ثابتؓ، کعب بن زبیرؓ اور عبیدؓ اسلام سے قبل اور بعد بھی شاعری کیا کرتے لیکن موضوع سخن تبدیل ہوگیا، نثر میں عربی ادب کی سب سے پہلی اور منفرد کتاب القرآن ہے جس کی بلاغت اور فصاحت نے بڑے بڑے اہل سخن کو حیران و ششدر کر دیا، اہل عرب لکھنے پڑھنے کے تکلفات سے آزاد تھے لیکن قرآن کریم کے بعد اس کو لکھنے اور ضبط تحریر میں لانے کی روایت نے زور پکڑا اور تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا آغاز ہوا قرآن کریم نے علماء کرام کو تفاسیر لکھنے کی جانب مائل کیا جبکہ فقہاء نے اس میں سے قانون سازی کی دوسری جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و اعمال اور سنتوں کی جمع و تدوین کی روایت نے بھی اہل علم حضرات کو متوجہ کیا اور اس کام کا بھی باقاعدہ آغاز ہوا۔ بنوامیہ کے دور خلافت میں بھی تصنیف و تالیف کا کام جاری رہا جس میں قابل ذکر شاعری کے کچھ نمونے ہیں جنھیں شعراء کرام نے تخلیق کیا یعنی نظمیں اور قصیدے وغیرہ، اس دور کے چار مشہور شعراء کرام جن میں

عمرو بن ابی ربیعہ، اخطل، فرزوق اور جریر تھے۔ نثر کے میدان میں عابد بن شریہ کی کتاب الملکوک واخبار الماضین اس دور کی اہم تاریخی اور لسانی تصنیف مانی جاتی ہے سیرت کے موضوع پر ابن اسحاق کی سیرت النبی ﷺ اور احادیث کے موضوع پر اسد بن موسیٰ کی 'کتاب الزہد' اس دور کی اہم کتب مانی جاتی ہیں۔

عربی ادب کا سنہری دور خلافت بنوعباس میں شروع ہوا اس دور میں کئی غیر عرب اقوام حلقہ اسلام میں داخل ہوئیں جن کی تاریخ، ادب، جغرافیہ، سائنس، فلسفہ اور دیگر مروجہ علوم کا مطالعہ بھی مسلمان فلاسفہ نے کیا دوسری جانب دیگر مکاتب فکر کے درمیان علمی مباحث اور مناظرے بھی اپنے عروج پر دکھائی دئے اس دور میں علوم وفنون کی اشاعت کے لئے عظیم درسگاہوں کی بنیاد پڑی جس کا پہلا مرکز بصرہ تھا جہاں سب سے پہلے حسن بصری کے ایک شاگرد واصل بن عطا نے فرقہ معتزلہ کی بنیاد ڈالی اسی درسگاہ میں عربی زبان کی سب سے پہلی لغات الخلیل اور ان کے شاگرد سباویہ نے مرتب کی دوسرا بڑا علمی مرکز کوفہ اور تیسرا بڑا مرکز بغداد تھا تاہم بغداد آگے چل کر دنیائے اسلام کا سب سے بڑا علمی اور تحقیقی مرکز بنا۔

پروفیسر براؤن نے 'تاریخ ادبیات ایران' میں عربی ادب کے اس عہد زرین کے 45 مشہور اہل قلم کی ایک فہرست مرتب کی جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ابن المقنع کی تصنیف 'کلیلہ ودمنہ' اہم ہے اس کا فارسی سے عربی زبان میں ترجمہ ہوا اس کا شمار ادب عالیہ میں ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے فقہ اسلامی کی تدوین کی۔

حماد بن سابور نے قدیم شعرائے عرب کے سات قصائد مرتب کئے۔

محمد بن عبداللہ نے فتح شام کی تاریخ لکھی۔

خلیل بن احمد نے علم عروض کو مرتب کیا۔

سباویہ نے علم نحو پر 'الکتاب' مرتب کی ۔

قاضی ابو یوسف اور امام مالک بن انس نے فقہ کی تدوین نو کی ۔

عباس بن احنف اور ابونواس نے خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں عشقیہ شاعری میں نام کمایا۔

یحییٰ بن بطریق نے ارسطو اور دیگر یونانی فلاسفہ کی کتب کے عربی زبان میں تراجم کئے ۔

ہشام بن الکلبی نے تاریخ مرتب کی ۔

امام شافعی نے فقہ میں حیرت انگیز کام کیا۔

واقدی نے اسلامی فتوحات پر بے شمار کتب تصنیف کیں ۔

ابن قتیبہ اس دور میں صف اول کے مورخ شمار کئے جاتے تھے ان کی کتاب 'المعارف' کو علمی حلقوں میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی ۔

الاصمعی ایک مشہور زبان دان کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

ابن ہشام نے ابن اسحاق کی 'سیرت النبی' کو دوبارہ مرتب کیا۔

الکندی مشہور فلسفی اور طبیب تھے ۔

ابن عربی اپنے دور کے مشہور اور مستند ماہر علم نحو وزبان تھے ۔

ابوعیدہ، ابوالعتابیہ اور ابوتمام شاعر تھے جبکہ ابوتمام نے الحماسہ مرتب کی ۔

خلافت بنوعباسیہ کا دوسرا علمی دور المتوکل کی تخت نشینی کے بعد 847ء میں شروع ہوا لیکن اس علمی دور کا اختتام 1258ء میں ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی تباہی پر ہوا تاہم اس

دوسرے علمی دور میں بغداد کے علاوہ ہسپانیہ اور قاہرہ بھی بڑے علمی مراکز میں شمار کئے جاتے تھے۔

تدوین اور ترتیب حدیث کے لئے مشہور محدیثین نے صحاح ستہ مرتب کی جو چھ کتابوں کا مجموعہ ہے جس کو ترتیب میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام ترمذی شامل ہیں۔ تاہم کئی اور محدثین نے بھی حدیث کی ترتیب اور تدوین پر گرانقدر خدمات انجام دیں۔

تصوف کے موضوع پر بھی بہت کام ہوا اور صوفیاء کرام نے اس ضمن میں بھی کئی مستند کتب تصنیف کیں اس دور میں چار بڑے مورخ بلاذری، یعقوبی، طبری، اور مسعودی تھے جنھوں نے تاریخ کو جمع کیا اس دور کے جغرافیہ دانوں میں ابن خرداذبہ کو سب سے زیادہ شہرت ملی انھوں نے ہی نقشہ نویسی کی ابتداء کی۔ طب میں حکیم رازی کے تحقیقی رسائل اور الحاوی جیسا طبی انسائیکلو پیڈیا اسی دور میں مرتب ہوا۔ نثر نگاروں میں سب سے زیادہ مشہور مصنف الجاحظ تھا جس نے نثر نگاری کے نئے اسالیب ایجاد کئے ان کی لکھی ہوئی کتاب 'الحیوان' کئی برسوں تک یورپ کی یونیورسٹیز میں پڑھائی جاتی رہیں۔

عہد عباسیہ کے دوسرے دور میں علم الکلام پر بھی بہت کام ہوا چنانچہ اشعری، فارابی اور قشیری جیسے علماء نے اس ضمن میں مستند کام کیا اس دور میں متعدد لغات، شعری دیوان، سائنسی تحقیق، قصص نگاری، عربی نثر، تاریخ، جغرافیہ تاریخ انساب، زبان، رسم الخط اور تنقید پر کام کیا گیا الغرض کے اس دور میں البیرونی، مقدسی، ابوالفراج، ابن خلدون، اسماعیل بن عباد، عماد الدین اصفہانی، ابن اثیر، یاقوت، ابن خلکان، ابن عساکر، المازنی، ابن جبیر، الحریری، امام غزالی، ابن حزم، شیخ محی الدین ابن عربی، ابن حجر عسقلانی، الذہبی، ابن شاکر، ابن کثیر،

ابن بطوطہ، قطب الدین شیرازی، طوسی، ابن منظور، سیوطی، اور ابن فضل اللہ جیسے بڑے بڑے علماء، فلاسفہ، تاریخ دان، شاعر، محقق، جغرافیہ دان، طبیب، مفسر اور محدث شامل تھے۔

القرآن: Al-Quran:

قرآن کریم وہ الہامی کتاب ہے جو قطعی علم، یقینی حقائق، حتمی ہدایات، ختم اور مرتب شریعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر بتدریج 23 برسوں تک نازل ہوتی رہی قرآن کریم چوتھی الہامی کتب ہے جو اپنے سے پہلی کتب کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے احکامات کو منسوخ کرنے والی ہے۔

قرآن کریم دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اس کے کئی نام ہیں جن میں ہدیٰ، موعظۃ الکتاب، ذکر، فرقان، نور اور مصحف ہیں، مصحف کے معنی صحیفوں کو جمع کرنا جبکہ صحیفہ چرمی ٹکڑے یا کاغذ کے ورق کو بھی کہتے ہیں قرآن کریم میں سورتوں کی کل تعداد 114 ہے، لفظ سورہ کے دو معنی ہیں۔

ا۔ رفعت اور بلندی۔ ۲۔ شہر کے گرد کھینچی ہوئی دیوار جس نے شہر کا احاطہ کیا ہوا ہو اس اعتبار سے قرآن کی سورہ بھی اس کے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہے قرآن کریم میں مکی سورتیں 86 اور مدنی 28 ہیں اور اس میں آیات کی تعداد 6666 ہیں اس میں کل رکوع 558 ہیں اس کے نزول کی ابتداء رمضان کے مہینے میں ہوئی یہ وہ واحد کتاب ہے جس نے انسانیت اور اس کی تاریخ پر نہایت گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

انسان کی بنیاد وہم اور یقین پر ہے جیسے مذہبی اصطلاح میں شک اور ایمان کہا گیا اللہ تعالی نے شک کو دل میں جگہ دینے سے منع فرمایا اور یقین کو پختہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ -

ترجمہ۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں، پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے۔

انسان کی ناواقفیت وہم اور شک کو بڑھاتی ہے نتیجہ میں ایمان اور یقین ٹوٹ جاتا ہے اگر کسی قوم میں یقین کی بہ نسبت شک زیادہ ہو تو یہ شک کی کیفیات زمین پر دو طرح سے اثر انداز ہوتی ہیں جب اس شک اور بے یقینی کا رخ عروج کی طرف ہو تو آفات سماوی کی تباہ کاریاں جبکہ اگر اس شک اور بے یقینی کا رخ نزول یعنی نیچے کی جانب ہو تو آفات ارضی کی تباہ کاریوں سے بنی نوع انسانیت نبرد آزما ہوتی ہے آسمانی آفات کے اثرات جب زمین پر بکھرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں پوری قوم کے اعصاب و ذہن شدید متاثر ہوتے ہیں اور وہ بکھر کر رہ جاتی ہیں جبکہ اگر زمین پر انسان فتنہ فساد، گروہ بندیاں، خانہ جنگیاں، نفرت، بے یقینی اور تشدد کو ہوا دیتا ہے تو اس کے نتیجے میں زمین میں زلزلے، سیلاب، اور وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی تو یہ بے یقینی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ انسان بڑی بڑی جنگوں کا حصہ بن کر بنی نوع انسانیت کو قتل عام کر کے ان کے کھوپڑیوں کے مینار تک تعمیر کرنے سے دریغ نہیں کرتا دونوں ہی صورتوں میں بنی نوع انسان اور اقوام بری طرح سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتی ہیں اور نت نئی بیماریاں معاشرے میں جڑ پکڑتی ہیں نزول قرآن سے پہلے دنیا ایک بہت بڑی غلط فہمی کا شکار تھی (جو کسی حد تک آج بھی باقی ہے) یعنی ہر وہ چیز جو انسان کو کسی قسم کا نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہے یا وہ اپنے اندر خاص قسم کے مافوق الفطرت اثرات رکھتی ہے وہ عبادت، تقدس اور احترام کی مستحق ہے چنانچہ انسان نے ہر نفع اور ضرر پہنچانے والی اشیاء مثلاً کائنات سورج، چاند، ستارے، درخت، جانور، پہاڑ، دریا، آگ

اور پتھروں کی پوجا شروع کردی لیکن قرآن نے تمام بنی نوع انسانیت کو یہ بتایا کے ہم نے تمام کائنات کوتمھارے لئے مسخر کردیا ہے بالفاظ دیگر انسان کی خدمت کے لئے کل کائنات ہے جبکہ انسانوں اور جنات کو اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

قرآن کریم نے یہ بھی پیغام دیا کے کائنات میں کسی شے کے گرد تقدس کا گھیرا نہیں ہے بلکہ لائق تقدس صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے اور اس کے بعد انسان کو یہ شرف حاصل ہے کیونکہ اللہ نے اس کو اشرف المخلوق بنایا جب یہ بات طے ہوگئی تو پھر تحقیق کا دروازہ کھلا کیونکہ جب تک انسان تقدس اور احترام کو اپنے اوپر مسلط رکھتا ہے وہ تحقیق کا حق ادا نہیں کرسکتا ہے مذاہب کے عام رواج کے برعکس اسلام میں کسی نسل یا قبیلہ کو مذہبی تقدس حاصل نہ تھا اسلام کی تاریخ میں کوئی فرمانروا بدترین حالات میں بھی اپنے آپ کو آفتاب زادہ یا ماہتاب زادہ کہلانے کی جراءت نہ کرسکا طبقات کی زد میں کچلی ہوئی انسانیت اور امتیازی سلوک کی شکار اولاد آدم کے لئے یہ پیغام ایک بہت بڑی تبدیلی کی نوید تھا کے کلکم ابناء آدم وآدم من تراب، اب نہ بنی لووی کے جیسے خصوصی مذہبی اختیارات کسی کو حاصل ہوں گے اور نہ برہمنوں جیسی نسلی بالا دستی اب ہر انسان براہ راست، ہر وقت، ہر لمحہ، ہر جگہ اور ہر حالت میں خالق کائنات سے رابطہ میں ہے۔ اللہ ہر کسی کی سنتا ہے اور وہ ہر پکار کا جواب بھی دیتا ہے۔ اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔ ۱۵۸

ترجمہ۔ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھیں تو آپ فرمائے کے میں ان سے بہت قریب ہوں جب وہ مجھے پکارتے ہیں تو میں ان کی پکار کا

جواب دیتا ہوں انھیں بھی چاہئے کے وہ میرا جواب سن کر مجھے جواب دیں اور یقین رکھیں کے یہی ان کی رشد وہدایت کا باعث ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡر ۔۱۵۹ـــ

ترجمہ۔تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہےاور جو کام بھی تم کرتے ہو وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اب نہ تو دعائیں اور مناجاتیں قبول کروانے والے واسطوں کی ضرورت ہے اور نہ ہی معاوضہ لے کر گناہوں کو بخشوانے والوں کی قرآن کریم نے یہ تمام واسطے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دئے۔

رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی کا نزول غار حرا میں ہوا بعض ماہرین فلکیات کے حساب کے مطابق رسول اللہ ﷺ پر پیر کے دن رات دو یا ڈھائی بجے کے قریب ابتدائی وحی حضرت جبرائیل امین لے کر آئے شمسی تاریخ کے اعتبار سے اس دن 28 جولائی 610ء تھی تمام الہامی کتب وصحائف کے نزول کو رمضان کے مہینے سے خاص نسبت حاصل ہے۔

۱۔حضرت ابراہیم پر صحائف رمضان کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے۔

۲۔تورات۔6 رمضان کو۔

۳۔انجیل۔18 رمضان کو۔

۴۔زبور۔12 رمضان کو۔

۵۔اور قرآن کریم بعض روایات کے مطابق 24 رمضان اور بعض کے مطابق 27 رمضان کو نازل ہونا شروع ہوا۔

قرآن کریم کی تدوین: Compilation of Quran:

عربوں کا حافظہ چونکہ بے مثال تھا اس لئے انھوں نے کبھی لکھنے پڑھنے کی زحمت نہ کی وہ جو سنتے اسے حرف بہ حرف ہمیشہ کے لئے یاد کرلیا کرتے جب بھولنے کا امکان ہوتو لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور لکھے ہوئے کو ہی پڑھا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ۴۲ کاتب وحی تھے جو وحی کی کتابت کیا کرتے لیکن ہر وقت یہ تمام لوگ موجود نہ ہوتے ان میں سے کچھ تو ہر وقت ہی آپ ﷺ کے پاس موجود ہوتے اگر آپ ﷺ پر ایک ساتھ کئی آیات آتیں تو آپ اس کو مختلف سورتوں میں مختلف آیات کے آگے یا پیچھے ترتیب دلوایا کرتے اسی طرح سے بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جنھیں حضرت جبرائیل کے ساتھ ملائکہ کی ایک بڑی تعداد آپ ﷺ پر لے کر اتری جیسے سورہ الفاتحہ جب نازل ہوئی تو اس کے ساتھ 80,000 فرشتے اس کو لے کر اترے، ایک روایت یہ بھی ہے کے سورہ الفاتحہ متعدد بار نازل ہوئی یہ تعداد نزول مختلف سورتوں کی عظمتوں کو ظاہر کرتا ہے یعنی یہ اس سورہ کی شان ہے کے اس کو بار بار نازل کیا جائے ہر نزول میں ایک نئی معنویت ہو اور ہر نزول میں ہزاروں فرشتے ایک بار پھر اس کے ساتھ نازل ہوں سورہ الفاتحہ کو ام القرآن بھی کہا جاتا ہے ام کے معنی کسی چیز کی اصل کے ہیں بڑی سورتوں میں سورہ انعام، یوسف اور کہف بیک وقت نازل ہوئیں جبکہ چھوٹی سورتوں میں اخلاص، لہب اور نصر بھی بیک وقت نازل ہوئیں اگر چہ پورے قرآن کے چار ہی مقاصد ہیں جو اس سورہ الفاتحہ میں ذکر کئے گئے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ------ اللہ تعالی کی ذات اور صفات۔

۲۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ------------- معاد یعنی مر کر دوبارہ اٹھنا۔

۳۔اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ۔۔اس آیت میں رشد وہدایت کی دعا کی گئی ہے اور انعام یافتہ افراد یعنی انبیاء اور رسل کا ذکر ہے۔

۴۔اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قضاء وقدر۔

مکی سورتیں: Makki Surah:

مکی سورتوں میں دین کے بنیادی مضامین پر بحث کی گئی ان میں ایمان اور اخلاق پر زور دیا گیا امام شافعی کے نزدیک تقریباً تمام ہی مکی سورتوں میں آیت سجدہ ہے سوائے ایک کے، امام ابوحنیفہ کے مطابق تمام آیت سجدہ مکی سورتوں میں ہیں، مکی سورتوں کا آغاز عام طور سے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ سے ہوا ہے، انبیاء کے قصے بھی مکی سورتوں میں بیان کئے گئے ہیں، جن سورتوں میں آدم اور ابلیس کا قصہ بیان ہوا ہے وہ بھی مکی سورتیں ہیں، مدنی سورتیں عمارت سے مشابہہ ہیں جبکہ مکی سورتیں بنیاد سے مشابہہ ہیں جس طرح سے بنیاد پر عمارت بنائی جاتی ہے بالکل اسی طرح سے مکی سورتوں کی اساس پر مدنی سورتوں کی عمارت اٹھائی گئی ہے۔

مکی سورتوں کی خصوصیات

Characteristics of Makki Verses

۱۔زور بیان اور فصاحت و بلاغت کی معراج۔

۲۔مضامین کی آمد میں دریا کی سی روانی۔

۳۔دین کی بنیادوں اور کلیات کا تذکرہ۔

۴۔ایمان اور اس کے تقاضوں کی بار بار یاددہانی۔

۵۔اخلاق اور اخلاقی اصولوں پر زندگی کی تشکیل۔

۶۔شریعت کے عمومی اصولوں کی طرف اشارے۔

۷۔عموماً اجمال سے کام لیا گیا ہے۔

۸۔زیادہ زور عقائد اور مکارم اخلاق پر دیا گیا ہے۔

۹۔اہل عرب اور اہل کا تب اور مسلمانوں کے مابین مشترکہ عقائد اور مسلمات کو بار بار دہرایا گیا ہے۔

۱۰۔اکثر و بیشتر مشرکین عرب سے خطاب کیا گیا ہے۔

مدنی سورتوں کی خصوصیات

Characteristics of Madni Verses

ایک مفسر کے بقول مدنی سورتوں میں سمندر کا ساٹھہراؤ اور گہرائی ہے۔

مدنی سورتوں میں اعمال صالح کا ذکر ہے مدنی سورتوں میں اعلان جہاد ہوا ہے اس میں فقہی تفصیلات کا ذکر ہے مدنی سورتوں کا آغاز یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا سے ہوا ہے ان سورتوں میں منافقین کا بھی ذکر موجود ہے۔

ذیل میں ہم ان دونوں کے مباحث بیان کررہے ہیں۔

۱۔شریعت کے احکام کی تفصیل۔

۲۔اسلام کی ثقافتی اور تہذیبی عمارت کی تکمیل۔

۳۔اسلوب میں ٹھہراؤ اور دھیما پن۔

۴۔مضامین میں سمندر کی سی گہرائی۔

۵۔عمل صالح کی تفصیلات۔

۶۔ مکہ میں نازل ہونے والے کلیات کی تفصیلات ۔

۷۔ مسلمات مشترکہ کا تذکرہ مدنی سورتوں میں بھی بار بار کیا گیا ہے۔

۸۔ اکثر وبیشتر اہل کتاب سے خطاب کیا گیا ہے۔

۹۔ نظام ومنہاج دین کی تکمیل ۔

ا مکارم اخلاق کوشریعت کے عملی احکامات کی اساس کے طور پر دہرایا گیا ہے۔

اس ضمن میں قرآن کریم کی سورتوں کی تاریخی ترتیب جس کوترتیب نزولی بھی کہتے ہیں سے واقفیت بہت ضروری ہے۔اس حوالے سے دوصحابی رسول زیادہ نمایاں ہیں۔

ا۔حضرت علی اور ۲۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۔حضرت علیؓ کا علمی مرتبہ کس مقام پر تھا اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کوفہ میں اپنے آخری ایام کے دوران ایک مرتبہ انھوں نے فرمایا کے وہ دور بہت جلد آنے والا ہے جب پوچھنے والے تو بہت ہوں گے لیکن انھیں بتانے والا کوئی نہیں ہوگا پھر آپ نے فرمایا کے سلونی عما شئتم یعنی جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو آپ کوقرآن کریم کی ترتیب نزولی پر خاص دسترس تھی اسی طرح سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے لئے فرمایا! جب تم قرآن پڑھوتو ام ابن عبد کی قراءت پر پڑھو اسی طرح سے جب حضرت عمرؓ نے انھیں کوفہ بھیجا تو ااہل عراق کے نام اپنے ایک خط میں آپ نے یہ لکھا، ائے عراق کے لوگو میں ایک بہت بڑی قربانی دے رہا ہوں اور ایک ایسے آدمی کوتمھارے پاس بھیج رہا ہوں جس کی یہاں موجودگی میرے لئے بہت ضروری ہے لیکن میں اپنی ضرورت پر تمھاری ضرورت کوترجیح دے رہا ہوں کیونکہ یہ تمھیں قرآن کریم اور شریعت کی تعلیم دیں گے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دین اسلام کی گٹھری بھی کہا جاتا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا قسم خدا کی اگر مجھے یہ پتا ہوتا کہ کوئی شخص مجھ

سے زیادہ جاننے والا ہے تو میں سفر کر کے اس کے پاس جاتا اور اس سے **معلومات** جمع کرتا۔

قرآنی سورتوں کے الگ الگ گروپس درج ذیل ہیں۔

ا۔**طوال**۔۔۔۔جو پہلی سات سورتیں ہیں انھیں طوال کہا جاتا ہے یعنی لمبی سورتیں جن میں شامل (ا۔البقرہ۔۲۔آل عمران۔۳۔النساء۔۴۔المائدہ۔۵۔انعام۔۶۔اعراف۔۷۔انفال وتوبہ) ہیں۔

۲۔**مئین**۔۔۔۔۔یہ وہ سورتیں ہیں جن میں ۱۰۰ سے زائد آیات ہیں۔

۳۔**مثانی**۔۔۔۔۔یہ وہ سورتیں ہیں جن میں ۱۰۰ سے کم آیات ہیں۔

۴۔**مفصل**۔۔۔۔یہ وہ سورتیں ہیں جو کہ سورہ الحجرات کے بعد آخر تک جتنی بھی ہیں۔

> حضرت امام احمد بن حنبل رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کو روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا! مجھے تورات کی جگہ سات طویل سورتیں عطا کی گئی ہیں، مئین مجھے زبور کے مقابلے میں عطا کی گئی ہے، اور انجیل کی جگہ مجھے مثانی عطا کی گئی ہیں جبکہ مفصل سورتیں مجھے بطور فضیلت اضافی طور پر دی گئی ہیں۔۱۶۰ے

طوال اور تورات کے مضامین میں بہت حد تک مشابہت موجود ہے اکثر و بیشتر شریعت کی تفصیلات اور قانونی احکام طوال میں آئے ہیں، تورات میں بھی قانونی احکامات آئے ہیں۔

جہاں تک زبور کا تعلق ہے تو اس میں مناجات بیان کی گئی ہیں اور تقریباً یہی کیفیت مئین کی بھی ہے اس میں بھی مناجات اور اللہ سے تعلق مضبوط کرنے والے آیات بکثرت ہیں، انجیل میں اخلاقی ہدایات موجود ہیں جو کے انسان کو متحرک کرنے کا سبب ہیں

لہٰذا مثانی میں بھی یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قرآن کریم کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے اور یہ بار بار پڑھنے کے باوجود پرانی نہیں ہوگی۔۱۶۱۔

قرآن کریم کی زبان عربی ہے

Quran in Arabic Language

قرآن کریم قیامت تک کے لئے ہے لہٰذا اس کے لئے ایک ایسی زبان کا انتخاب کیا گیا جو اس کے اعلیٰ ترین مطالب کا تحمل کرتے ہوئے انھیں اپنے اندر سمو سکے اور انھیں آنے والی نسلوں تک پہنچا سکے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری تھا کے اس زبان میں پہلے سے کسی قسم کے غیر اسلامی تصورات نہ پائے جاتے ہوں اور نہ ہی اس زبان پر کسی غیر اسلامی نظریہ کی چھاپ پڑی ہو۔ ہر زبان کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے جو اس قوم کے عقائد، تصورات اور خیالات کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے لہٰذا نزول قرآن کے لئے ایک ایسی زبان کا انتخاب ضروری تھا جو ایک جانب تو مکمل ترقی یافتہ ہو دوسری جانب اس پر کسی غیر اسلامی عقیدے یا تصور کی چھاپ نہ ہو عربی ہی وہ واحد زبان تھی جو اس قسم کی چھاپ سے محفوظ اور بری تھی عربی زبان ترقی یافتہ بھی تھی جبکہ اس کی ترقی کا عالم تو یہ ہے کے آج تک کوئی زبان اس کے مقام و مرتبہ تک نہ پہنچ سکی اس کے ساتھ ساتھ اس پر غیر قرآنی عقیدے یا نظریہ یا قبل قرآنی خیالات کی چھاپ بھی نہ تھی باالفاظ دیگر یہ ستھری اور پاکیزہ زبان تھی لہٰذا اس ستھری اور پاک زبان پر قرآن کی چھاپ جتنی گہری، جتنی دیرپا اور جتنی پختہ ثابت ہوئی وہ کسی اور زبان میں نہیں ہوسکتی تھی قرآن کریم کی ہر چیز اپنی جگہ محفوظ ہے عربی زبان بھی محفوط ہے، عربی قواعد بھی محفوظ ہیں

دنیا میں زبانیں مٹتی رہتی ہیں اوران میں تبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے پھر وقت کے ساتھ ساتھ قواعد میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں اسی طرح سے محاورے اورضرب الامثال وغیرہ میں بھی تغیر آتا ہے نزول قرآن کے وقت کی تقریباً سب ہی زبانیں مٹ یا بدل چکیں تھیں لیکن عربی زبان اس ردوبدل اور ترمیم اور اضافہ سے مستثنٰی ہے جوخود قرآن کریم کا ایک اعجاز ہے اس زبان کو اختیار کرنے کی ایک دوسری وجہ یہ بھی تھی کے لسانیات کی تاریخ میں یہ زبان اپنی نوعیت کی ایک منفرد زبان ہے اس کی یہ انفرادی خصوصیت ہے کے یہ گزشتہ 1600 سالوں سے بغیر کسی ردوبدل کے آج تک موجود ہے جبکہ دنیا کی ہر زبان 300 سال بعد تبدیلی کے عمل سے گزرتی ہے اور 500 سال ہوتے ہوتے وہ مکمل طور پر نابود ہو جاتی ہے لیکن قرآن کریم ایک زندہ زبان ہے۔

نظم القرآن یا (ہم آہنگی اور ربط کا ہونا)

Coherence in Quran

نظم قرآن نے سب سے پہلے مشرکین عرب اور کفار مکہ کو قرآن کریم کے اعجاز سے روشناس کرایا اس کو سب سے پہلے عرب کے بڑے بڑے ادباء، خطباء اور ماہرین لغات نے محسوس کیا جس نے عربوں کے اعلٰی ترین ادبی حلقوں سے یہ بات منوائی کے قرآن کریم کا انداز بیان اور اسلوب نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہے اور اس کی مثال نہ تو عربی شاعری میں ملتی ہے اور نہ خطابت وکہانت میں اور نہ ہی کسی ایسے طرز کلام میں جس سے عرب مانوس ہوں قرآن کریم میں شعر کی غنائیت اور موسیقیت بھی ہے خطابت کا زور بیان اور جملوں کا اختصار بھی ہے اس میں جامعیت، معانی ومطالب اور حقائق ومعارف کی گہرائی بھی پائی جاتی ہے یہی نہیں بلکہ اس میں حکمت ودانائی، دلائل وبراہین، تنوع اور استدلال کی جدت اور قوت

وقدرت بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اسی وجہ سے یہ کلام فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین معیار پر فائز ہے قرآن کریم کے نظم پر بات کی جائے تو ہمارے سامنے تین بڑے اور نمایاں پہلو آتے ہیں۔

ا۔سب سے پہلے تو خود قرآن کریم کے الفاظ اور کلمات کی بندش ،جس کے لئے علماء کرام نے نظم کی اصطلاح استعمال کی ہے قرآن کریم کے سیاق سباق میں نظم کے دو مفہوم ہیں ایک مفہوم تو قرآن کریم کی آیات اور سورتوں کی باہمی ترتیب اور اندرونی نظام کا ہے دوسرا مفہوم عبادت وکلمات کا ہے اس دوسرے مفہوم کے لحاظ سے قرآن کریم میں نظم اس کو کہتے ہیں جس کو عام بول چال میں لفظ یا کلمہ کہتے ہیں چونکہ الفاظ اور کلمات کے لغوی معنی قرآن کریم کے شایان شان نہیں سمجھے گئے اس لئے قرآن کریم کے لئے نظم کی خاص اصطلاح استعمال کی گئی نظم کے معنی ہیں موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دینا گویا قرآن کریم کے الفاظ خوبصورتی میں موتی کی طرح ہیں اور اپنی ترتیب میں بہت سے خوبصورت موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اگر ایک کو اس سے الگ کر دیا جائے تو پوری لڑی اس سے متاثر ہوگی قرآن کریم کی ہر سورہ کا ایک دعویٰ ہے جبکہ بقیہ سورہ اس دعویٰ کے شواہد اور دلائل پر مشتمل ہوتی ہے دلائل پر جو اعتراضات ہیں وہ بھی اس سورہ میں شامل ہیں پھر ان اعتراضات کا جواب ، پھر اس اعتراض پر اگر کوئی شبہ ہے تو اس شبہ کا ذکر اور شبہ کا جواب الغرض پوری سورہ ایک دعویٰ اور سلسلہ دلائل سے عبارت ہے اور یہ قانون ہر سورہ میں نظر آتا ہے۔

۲۔قرآن کریم میں اور بالخصوص مکی سورتوں میں ایجاز (ایسا اشارہ جس میں بہت گہرائی اور جامعیت ہو) کے نمونے بکثرت پائے جاتے ہیں بعض جگہ تو یہ ایجاز اس قدر دیکھنے میں آتا ہے کے ایک ایک لفظ میں معانی کا سمندر موجزن ہے اس کو سمجھنے کے لئے ٹیلی

گراف کی تشبیہ بھی دی جاسکتی ہے کیونکہ ٹیلی گراف میں پیغام نہایت مختصر ہوتا ہے لیکن مخاطب کو اس پیغام کا مفہوم، حقیقت، پس منظر اور اس کا مقصد مکمل طور پر سمجھ میں آجاتا ہے مثلاً اگر ٹلی گراف میں یہ پیغام لکھا ہو کے Send money یعنی رقم بھیج دو اب مخاطب اس پیغام کو بالکل سمجھ جائے گا کے اس پیغام کا پس منظر کیا ہے کب اور کہاں، کتنی رقم بھیجنی ہے یہ تمام سیاق وسباق اس مخاطب کے علم میں ہیں، اس حوالے سے امین اصلاحی فرماتے ہیں نظم کلام کسی کلام کا ایسا لازمی جز ہے جس کے بغیر کسی عمدہ کلام کا تصور ہی محال ہے۔

علامہ سیوطی نظم کلام کے حوالے سے کہتے ہیں ترتیب اور نظم کا علم ایک نہایت اعلیٰ علم ہے لیکن اس کے مشکل ہونے کے سبب مفسرین نے اس کی جانب کم توجہ کی ہے۔

امام فخرالدین نے کہا ہر سورہ شروع سے لے کر آخر تک ایک مربوط کلام کی حیثیت رکھتی ہے۔قبیلہ قریش کے تقریباً ۱۷ افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور مکہ میں کوئی باقاعدہ رسم الخط رائج نہ تھا جس کی سب لوگ پیروی کرتے مختلف علاقوں میں مختلف رسم الخط رائج تھے لیکن مکہ میں نطبی رسم الخط سے اکثر لوگ واقف تھے نطبی دراصل شمالی عرب کی ایک قوم تھی

(حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایک بیٹے نبایوط (نبات) کی آل اولاد نطبی کہلاتی ہے) جس نے تحریر میں مہارت حاصل کرتے ہوئے یہ رسم الخط ایجاد کیا تاہم اس رسم الخط کو موجودہ عربی رسم الخط کا پیش رو بھی کہا جاتا ہے، مدینہ میں پڑھنے لکھنے کا رواج تھا وہاں مسلمانوں کے بچے بھی پڑھتے تھے یہاں خط حمیری کا رواج تھا آپ ﷺ کے اصحاب جن میں حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ شامل تھے یہ تمام حضرات خط حمیری سے واقف تھے لہٰذا جب ہجرت ہوئی تو قرآن کریم کا جو حصہ بھی یہاں نازل ہوا اس کو خط حمیری میں ضبط تحریر

کیا گیا رفتہ رفتہ اس خط میں بہتری اور نکھار آیا یہاں تک کے جب عراق میں میں کوفہ اور بصرہ کی نئی بستیاں بسائی گئیں تو عربی رسم الخط کو بڑی تیزی سے ترقی ملی یہ دونوں بستیاں عسکری اور انتظامی ضروریات سے عراق عرب کے علاقے میں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں بسائی گئیں بہت جلد دونوں بستیوں نے مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کے بڑے مراکز کی حیثیت اختیار کی جزیرہ عرب کی شمالی سرحدوں پر جب دو بڑے تہذیبی مراکز قائم ہوئے تو وہاں جلد ہی ایک نیا خط پیدا ہوا جسے خط کوفی کہتے ہیں یہ خط دوسو سال تک جاری رہا آج قرآن کریم کے بے شمار نسخے خط کوفی میں موجود ہیں پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں مزید نکھار پیدا ہوااور بلا آخر عباسی دور خلافت میں ایک اور خط رائج ہوا جو کے خط نسخ کے نام سے مشہور ہوا یہ خط عربی زبان کا مشہور ترین خط ہے گزشتہ 1000 سال سے اس خط میں کئی مواد تحریر کیا گیا اور قرآن کریم بھی اسی خط میں لکھا گیا اس وقت تقریباً 105 خطوط عربی زبان میں جاری ہیں کاتبان وحی میں قابل ذکر تو چاروں خلفاء راشدین تھے لیکن ان کے علاوہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ تھے ان کے علاوہ بھی کئی صحابہ کو یہ شرف حاصل تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر قرآن کریم کو سیکھنا ہے تو ان چار صحابی رسول سے سیکھو۔

۱۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ ۲۔حضرت سالم مولا ابی حذیفہؓ۔

۳۔حضرت معاذ بن جبلؓ ۴۔حضرت ابی ابن کعبؓ۔ ۱۶۲۔

ان حضرات کو قرآن کریم کا اتنا گہرا اور پختہ علم تھا کے رسول اللہ ﷺ نے ان کی یاداشت اور علم قرآن کی تصدیق فرمائی۔

تدوین القرآن: Compilation of Quran:

تدوین قرآن کی تجویز حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو پیش کی جیسے تھوڑے تامل کے بعد انھوں نے قبول کیا یہ اہم ذمہ داری حضرت زید بن ثابتؓ کو سونپی گئی اس کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی گئی جن میں خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ، حضرت ابی ابن کعبؓ جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کا سب سے بڑا قاری کہا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سالم مولا ابی حذیفہؓ جن کے بارے میں حضرت عمرؓ نے اپنے انتقال کے وقت کہا تھا کے اگر وہ آج زندہ ہوتے تو میں بلا تامل انھیں خلیفہ نامزد کر دیتا یہ تمام حضرات اس کمیٹی کے اہم ارکان تھے پھر ایسے سات حفاظ کرام کی خدمات حاصل کی گئیں جنھوں نے ان آیات کو رسول اللہ ﷺ سے سنا یا لکھا ان سات افراد نے ایک دوسرے سے قرآن کریم کو سن کر اس کی تصدیق کی جب حافظہ پر اتفاق ہو گیا تو اگلا مرحلہ تحریری ذخائر کی چھان پھٹک کا تھا یعنی زبانی سات حفاظ کی گواہیاں پھر تحریری نسخوں کی گواہیاں اس طرح ایک ایک آیت کی چودہ چودہ گواہیاں موصول ہوئیں پھر ان گواہیوں کے بعد بھی ہر آیت پر الگ سے دو گواہ طلب کئے گئے جب دو گواہ آ کر گواہی دے دیتے کے ہاں یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی ہے تو اس کو اس مصحف میں لکھ لیا جاتا اگر چہ تدوین قرآن کا یہ عظیم الشان اہتمام انسانی سطح پر ممکن نہ تھا لیکن سرکاری سطح پر اس کی بھرپور کوشش کی گئی پھر یہ کام مسجد نبوی ﷺ میں کیا گیا تا کہ تمام لوگ اس کام کی اہمیت سے واقف ہو جائیں اگر چہ یہ کام ایک کھلے ٹریبونل یا کھلی عدالتی کاروائی کے انداز میں مکمل ہوا، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بذات خود اس کام کی نگرانی کر رہے تھے حضرت زید بن ثابتؓ قرآن کریم کی آیات کی مکمل تصدیق کے بعد اس کو مصحف میں لکھتے جاتے انھوں نے قرآن کریم کو لکھنے کا جو اسلوب اختیار کیا

اس کو رسم عثمانی کہا جاتا ہے لیکن سورہ توبہ کی آخری دو آیات پر کام آ کر رک گیا یعنی ۔لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ سے لے کر آخر تک ان دو آیات کے بارے میں یہ ساتوں ارکان متفق تھے کے یہ سورہ توبہ کی آخری دو آیات ہیں ان کو یہ آیات زبانی بھی یاد تھیں اور انھوں نے اس کے دو تحریری نسخے بھی لا کر جمع کروادئے پھر کمیٹی کے باہر سے دو گواہان بھی آ گئے انھوں نے بھی ان آیات کی گواہی دی بعد ازاں دو تحریری وثیقے بھی آ گئے ان میں سے ایک تحریری وثیقے کی گواہی کے لئے بھی دو گواہان آ گئے لیکن ان میں سے ایک وثیقہ ایسا تھا جس کا صرف ایک گواہ تھا حضرت عمر فاروقؓ نے کہا اس کا دوسرا گواہ بھی لاؤ چنانچہ مدینہ میں اعلان کروایا گیا سورہ توبہ کی آخری دو آیات کا ایک اور گواہ چاہئے لیکن اعلان کے باوجود کوئی نہ آیا اور کافی دن گزر گئے صحابہ کرام کو بھی اس معاملے میں دلچسپی پیدا ہو گئی کے آخر ابھی تک دوسرا گواہ کیوں نہیں آیا کہیں ایسا تو نہیں کے دوسرا گواہ انتقال کر چکا ہو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ مشورہ دیا گیا کے اس آیت کا ایک ہی گواہ طلب کر لیں اور پھر اس کو بھی مصحف میں لکھ لیتے ہیں لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے یہ کہا کے ہم نے ایک اصول وضع کیا ہے جس پر کاربند رہنا ضروری ہے تاہم یہ مسئلہ روز بروز گھمبیر ہوتا گیا ایک بڑے مجمع میں جب اس مسئلے کو رکھا گیا تو کسی نے پوچھا کے آخر وہ پہلے گواہ کون ہیں؟ جواب میں انھیں بتایا گیا کے پہلے گواہ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ ہیں تو یہ سنتے ہی مسئلہ منٹوں میں حل ہو گیا حضرت عمارہ بن خزیمہؓ روایت کرتے ہیں کے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا قیمت طے ہو گئی تو آپ ﷺ نے اعرابی سے کہا کے میں گھر جا کر اس کی قیمت لے کر آتا

ہوں اعرابی نے کہا کے ٹھیک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قیمت لے کر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کے اس اعرابی کے پاس کئی اور لوگ بھی جمع ہیں اور اعرابی انھیں اس گھوڑے کی بڑھا چڑھا کر قیمت بتا رہا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کے میں نے تو تم سے یہ گھوڑا خرید لیا تھا اور میں اس کے پیسے لینے گھر گیا تھا اور اب میں اس کی قیمت لے کر آ گیا ہوں پھر تم دوسروں کو اس کی قیمت کیوں بتا رہے ہو اعرابی نے کہا کے میں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھوڑا نہیں بیچا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا! لیکن میں تو تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں اعرابی نے کہا اچھا کوئی گواہ لے کر آؤ اتنے میں اس مجمع میں سے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری باہر آئے اور آپ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کے یہ گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرید چکے ہیں بہرحال اتنے لوگوں کے سامنے جب حضرت خزیمہؓ نے گواہی دی تو اعرابی چپ ہو گیا اس نے قیمت لے کر گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فروخت کر دیا راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خزیمہؓ سے پوچھا یہ بتاؤ جب میں گھوڑا خرید رہا تھا تو تم تو اس وقت وہاں موجود نہ تھے پھر بھلا تم نے گواہی کیسے دی؟ تو حضرت خزیمہؓ نے کہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اسی بنیاد پر میں نے یہ گواہی دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ کے سوا کبھی کچھ نہ کہا میں نے اس بنیاد پر یہ گواہی دی یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا! آج سے خزیمہؓ کی ایک گواہی دو گواہیوں کے برابر سمجھی جائے گی۔ ۱۶۳؎

اس طرح سے ایک عظیم جدوجہد کے بعد قرآن کریم کی تدوین عمل میں آئی اور سرکاری طور پر قرآن کریم کا پہلا مستند اور مکمل نسخہ ترتیب پایا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس یہ نسخہ محفوظ رہا پھر ان کے انتقال کے بعد یہ نسخہ حضرت عمرؓ کے پاس رہا ان کے انتقال کے بعد

یہ نسخہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے پاس رہا پھر جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ وقت ہوئے تو یہ نسخہ آپ کے پاس آ گیا لیکن آپ کے پاس ملک کے طول وعرض سے کچھ شکایات آئیں کے قرآن کریم کو مختلف لہجوں میں پڑھنے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو رہا ہے جس کا شکار یہود اور نصاری بھی تھے لہٰذا سرکاری طور پر یہ طے ہوا کے قریش کے لہجے اور تلفظ پر قرآن پڑھا جائے کیونکہ قریش کا لہجہ معیاری اور مستند ہے اور اگر کسی کے پاس اپنا ذاتی نسخہ ہے تو وہ آج سے ممنوع ہے تاہم سرکاری سطح پر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابی ابن کعبؓ شامل تھے انھوں نے قرآن پاک کے سات یا چودہ نسخے قریش مکہ کے اسلوب پر تیار کئے اور انھیں سات صوبوں (مکہ، مدینہ، کوفہ، شام، بحرین، بصرہ اور) میں بھجوایا اور لوگوں کے ذاتی نسخوں کو سرکاری خزآنے میں جمع کیا گیا بعد ازاں ان تمام نسائخ کو تلف کر دیا گیا کچھ لوگوں نے اس بات پر اعتراض کیا کے یہ ٹھیک نہیں کیا لیکن آپ کا موقف یہی تھا کے قرآن کریم کے بارے میں ایک ہزار، ایک فی کروڑ بھی ایسا امکان باقی نہیں رہنا چاہئے کے جس کے نتیجے میں آگے چل کر کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا ہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا ذاتی نسخہ جمع کروانے سے انکار کر دیا کے یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے میرے پاس چلا آ رہا ہے اور میں اس کی تلاوت کرتا ہوں لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے زبردستی ان سے ان کا نسخہ لے کر سرکاری خزآنے میں جمع کروایا بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کے حضرت عثمانؓ کا فیصلہ بالکل درست تھا اللہ تعالی انھیں جزائے خیر دے انھوں نے بالکل ٹھیک کیا جو بات ان کے ذہن میں تھی وہ بات میرے ذہن میں نہ تھی، حضرت علیؓ نے بھی حضرت عثمانؓ کے اس عمل کی تحسین فرمائی اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے مرتب کئے ہوئے نسخے کو مصحف امام کہا جاتا ہے، قرا آن کریم کی اس خدمت کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کا

لقب 'جامع الناس علی القرآن' یعنی ایک قرآن پر امت کو جمع کرنے والا بن گیا بعد میں یہی لقب مختصر ہو کر جامع القرآن رہ گیا۔

صحابہ کرام کے نسخے تو ضبط ہو چکے لیکن تاریخ میں ملتا ہے کے کچھ صحابہ کرام جن میں عبداللہ بن مسعودؓ تھے انھوں نے اپنی یاداشت کے لئے سورہ اخلاص کے بعد دعائے قنوت لکھ لی تھی اب اگر یہ نسخہ آگے امت کے ہاتھ میں آتا تو لوگ تو یہی سمجھتے کے سورہ اخلاص کے بعد دعائے قنوت ہے اب اتنے بڑے صحابی رسول نے خود اپنے نسخے میں اس کو لکھا ہے تو غلط تو نہیں لکھا ہوگا اور اس بات کی تصحیح کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ موجود نہ ہوتے جو یہ بتاتے کے یہ میں نے محض اپنی یاداشت کے لئے لکھا تھا اسی طرح سے حضرت عائشہؓ کی عادت تھی کے وہ رسول اللہ ﷺ سے قرآن کریم کے مطالب سیکھتیں اور اسے اپنے نسخے کے حاشیے پر لکھ لیا کرتیں جیسے قرآن کریم کی یہ آیت ہے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى میں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے الصَّلٰوةِ الْعَصْرِ مراد ہے اس کے بعد اگلی آیت وقوموا اللہ قانتین لکھی تھی اور ان دونوں آیات کے درمیان انھوں نے

الصَّلٰوةِ الْعَصْرِ کے الفاظ لکھے ہوئے تھے یقیناً انھوں نے ایسا محض اپنی یاداشت کے لئے ہی کیا تھا لیکن اس امر کا قوی امکان موجود تھا کے حواشی آگے چل کر اصل متن کے ساتھ ملتبس ہو جاتی اسی لئے حضرت عثمان غنیؓ کو ایسا سخت اقدام کرنا پڑا،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! علم کو قید کرو، میں نے پوچھا علم کی قید کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس کا لکھنا۔ ۱۶۴۔

حضرت ثمامہؓ بیان کرتے ہیں، ہم سے حضرت انسؓ نے یہ کہا علم کو لکھ کر قید کرو۔

جرمنی میں ایک ایسا ادارہ بنایا گیا جس کا یہ مقصد تھا کے وہ قرآن کریم میں موجود

غلطیوں کی نشاندھی کرے لہٰذا اس مقصد کے لئے انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک قرآنی نسخے جمع کئے گئے اور ماہرین کی ایک ٹیم کو اس مقصد کے لئے جمع کیا گیا تا کہ وہ قرآن کریم میں غلطیاں نکال سکیں پھر انھوں نے بائبل کے لئے بھی ایک ٹیم بنائی تا کہ وہ اس کا جائزہ لے یہ کام دراصل مسلمانوں کو نیچا دیکھانے کے لئے کیا جار ہا تھا تا کہ انھیں یہ بتایا جاسکے کہ ان کی مذہبی کتاب میں بھی ردوبدل (نعوذ باللہ) موجود ہے اس ادارے کی ابتدائی رپورٹ تو جرمن زبان میں تھی اس میں یہ لکھا تھا کے اس تحقیق میں یہ بات ثابت ہوئی کے قرآن کریم میں کتابت کی تو اکا دکا غلطیاں ہیں مثلاً لکھنے والے سے کوئی لفظ چھوٹ گیا لیکن یہ غلطی کسی ایک آدھ نسخے میں ہے سب میں نہیں لیکن قرآن کریم کے متن میں قطعاً فرق نہیں ہے جبکہ بائبل میں اگر کتابت کی انفرادی غلطیوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے لیکن اس میں پونے دو لاکھ مقامات پر متن کا اختلاف پایا جاتا ہے یعنی 25,000 وہ اختلافات ہیں جو بالکل ہی بنیادی نوعیت کے ہیں جن سے بائبل کے پیغام اور مطالب پر نہایت فرق پڑتا ہے۔ ۱۶۵؎

صحابہ کرام کے تفسیری ادب میں جاہلی ادب سے استفادے کے اتنے نمونے ملتے ہیں کے اگر ان سے استفادہ کیا جائے تو کئی ضخیم کتب تیار ہو جائیں، حضرت امام مالک محدث اور فقیہ کا یہ قول ہے کے اگر میرے پاس کوئی ایسا آدمی لایا گیا جو عربی زبان کی نزاکتوں سے واقف نہ ہو اور اس کے باوجود قرآن کریم کی تفسیر کرتا ہے تو میں اس کو ایسی سزا دوں کے وہ دنیا کے لئے نمونہ اور لوگوں کے لئے عبرت بن جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اشعر دیوان العرب یعنی عربی شاعری عربوں کا انسائیکلو پیڈیا ہے دیوان سے مراد وہ بڑا رجسٹر جس میں کسی چیز کے بارے میں تمام کلیات وجزئیات کی

تفاصیل موجود ہوں عربی شاعری گویا عربوں کی تاریخ کا دیوان ہے اس تفصیل سے ہم بخوبی یہ اندازہ قائم کر سکتے ہیں کے صحابہ کرام نے قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے کلام عرب سے کس قدر استفادہ کیا ایک آیت ہے،وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔

اگر محض لغت دیکھ کر اس آیت کا ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کے تم ان کو دیکھتے ہو کے وہ تمھیں دیکھتے ہیں اور تمھیں نہیں دیکھتے بظاہر اس ترجمہ سے بات واضح نہیں ہوئی لیکن اگر مترجم عربی زبان کا مزاج شناس ہوگا تو وہ اس آیت سے اس کے اصل معنی کو اخذ کر لے گا کیونکہ یہاں وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ کا مفہوم الگ الگ ہے یعنی کسی چیز کو دیکھ کر سمجھنا پھر دیکھنے والے نے محض نظر ڈالی یا اس کی نظر پڑ گئی یا یوں کہہ لیں کے دیکھا تو سہی پر اس کو دیکھ کر سمجھنے کی کوشش نہ کی جبکہ ابصر کے معنی دیکھا بھی، سمجھا بھی، اور اس کو تسلیم بھی کیا اب اس تناظر میں اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کے تم ان کو دیکھتے ہو کے وہ تمھیں محض تکتے ہیں لیکن ان کو سوجھتا کچھ نہیں۔

قرآن کریم کا اسلوب: The Expression of Quran:

قرآن کریم کے اسلوب کے حوالے سے مفسرین کی اکثریت نے بے بہا نکات بیان کئے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔التفات۔ ۲۔تصریف آیات۔ ۳۔حذف۔ ۴۔ایجاز۔ ۵۔تفصیل بعدالاجمال۔

۶۔عودعلی البداء۔ ۷۔تمثیلات۔ ۸۔تقابل۔ ۹۔قسم۔ ۱۰جملہ معترضہ۔

ا۔التفات: Respect and Kindness:

قرآن کریم میں جابجا التفات کے ذریعے خطاب کیا گیا ہے ان آیات میں جہاں التفات کے اسلوب سے کام لیا گیا بیک وقت ایک سے زائد لوگوں سے خطاب کیا گیا مثلاً سورہ عبس میں بیک وقت اظہار محبت بھی ہے اور اظہار عتاب بھی ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے !

عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى۔

ترجمہ۔تیوری چڑھائی اور روگردانی کی اس لئے کے نابینا آ گیا۔

اس کے بعد اگلا جملہ جس میں اظہار محبت اور شفقت کا ہے۔

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى۔

ترجمہ۔تمھیں کیا معلوم شاید کے وہ تزکیہ کے لئے آیا ہو یا وہ یاددہانی حاصل کرلے اور نصیحت سے فائدہ اٹھالے۔

اب اس آیت میں اللہ تعالی نے دومختلف اسلوب اختیار کئے ہیں حالانکہ دونوں میں اللہ تعالی نے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو کیا ہے جبکہ بلاغت کی ایک قسم یہ بھی ہے کے کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی ادا کردئے جائیں یہ بلاغت کی ایک شان ہے۔

۲۔تصریف آیات یا(دہرانا): Repetition:

قرآن کریم کا ایک اسلوب تصریف آیات بھی ہے جس سے قرآن کریم کا ہر قاری مانوس ہے۔ارشاد خداوندی ہے !

وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ۔

ترجمہ۔اس طرح سے ہم ان آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔

تاکہ لوگ سمجھیں یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کے تصریف کے معنی تکرار نہیں ہے

اور ویسے بھی قرآن کریم میں تکرار نہیں ہے تصریف آیات سے مراد ایک ہی مضمون کو پھیر پھیر کر نئے انداز سے بیان کرنا بظاہر سطحی طور پر شاید کے پڑھنے والے کو اس میں تکرار محسوس ہوتی ہو لیکن درحقیقت وہ تکرار نہیں ہے پھر تصریف آیات میں ایک بات نہایت قابل توجہ ہے اور وہ یہ کے تصریف آیات قصص اور واقعات میں زیادہ ہیں احکامات میں کم ہیں اور عقائد میں اس سے بھی کم ہیں کیونکہ عقائد اور احکامات میں تصریف کی زیادہ ضرورت پیش نہیں آتی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کے قانون ایک مرتبہ دے دیا گیا اور لوگوں نے اس کو سمجھ لیا لہٰذا اس پر اب صرف اور صرف عملدرآمد کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے لیکن وہ چیزیں جو اسلامی معاشرہ کے مزاج کی تشکیل کرتی ہیں یا جن سے معاشرہ کی عمومی ہیئت کا تعین کیا جاتا ہے مثلاً اخلاق وکردار اور عبادات وغیرہ تو اس کا بیان بار بار اور مختلف انداز سے کیا گیا ہے اس کے باوجود تصریف آیات کی زیادہ مثالیں قصص اور واقعات میں ملتی ہیں جس کا اصل مقصد حصول عبرت اور کردار کی تشکیل ہے، تصریف آیات کی ایک شکل ترجیعات ہے ترجیع سے مراد قرآن کریم کے ایک ہی لفظ یا ایک ہی عبارت کو بار بار دہرانے کے ہیں جیسے کے سورہ الرحمن میں اللہ تعالی بار بار فرماتے ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔

ترجمہ۔ اور تم ہماری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اب یہ آیت ایک خاص انداز سے وقتاً فوقتاً دہرائی گئی ہے لیکن ہر جگہ اس آیت کا سیاق وسباق اور مفہوم الگ ہے بعض مترجمین نے الاء کا ترجمہ نعمت سے کیا ہے لیکن اس سورہ میں ہر جگہ الاء کا مطلب نعمت نہیں ہے الاء کا صحیح اور جامع ترجمہ اللہ تعالی کی عجیب وغریب شان ہے گویا اس آیت میں اللہ تعالی کی عجیب وغریب شان اور اس کی حکمت اور مصلحت کا ذکر کیا جارہا ہے اس لئے ہر آیت اپنے سیاق وسباق میں الاء کا ایک الگ مفہوم لئے ہوئے

ہے اس طرح کی ترجیعات سورہ رحمن کے علاوہ سورہ المرسلات اور سورہ شعراء میں بھی ہیں بعض اوقات ان کا استعمال غنائیت اور خوبصورتی کے لئے کیا ہے۔

۳۔حذف: Obliterate:

قرآن کریم میں پایا جانے والا حذف کا اسلوب دراصل ایجاز اور جامعیت کی ہی ایک شکل ہے اس کے معنی جہاں کوئی لفظ کہے بغیر ہی کام چل جائے ایک جگہ ارشاد خداوندی!

فَأَذَاقَهَا اللهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔

ترجمہ۔اللہ تعالی نے انھیں بھوک اور خوف کا لباس چکھایا۔

اب اذاق (چکھایا) لا لفظ بھوک کے ساتھ تو مناسبت رکھتا ہے لیکن لباس کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا یہ مناسبت اور عدم مناسبت پوری طرح سے واضح بھی ہے اس لئے یہاں کچھ الفاظ حذف کر لئے گئے لیکن اصل عبارت یوں ہونی چاہئے تھی،

فَأَذَاقَهَا اللهُ طعم الْجُوْعِ لِبَاسَ الْخَوْفِ۔

ترجمہ۔اللہ تعالی نے انھیں بھوک کا مزا چکھایا اور انھیں خوف کا لباس پہنایا۔

لیکن اختصار اور جامعیت کی خاطر وہ الفاظ حذف کر لئے گئے کے جن کے حذف کر لینے سے قاری کے ذہن کو اس کے مفہوم کو سمجھنے میں کسی قسم کی مشکل پیش نہیں آتی ہے۔

۴۔ایجاز: In Short:

قرآن کریم کا ایک اسلوب ایجاز کا بھی ہے کے ایک چیز کو تھوڑے اور مختصر ترین الفاظ میں اس طرح سے بیان کیا جائے کے پڑھنے والا جتنا غور کرنا چاہے اس کے نئے نئے مطالب اس کے سامنے آتے جائیں جیسے کے قرآن کریم میں ایک جگہ عیسائی عقیدہ کو اس طرح سے بیان کیا گیا کے وہ عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا اور مریم کو ان کی بیوی مانتے ہیں یقیناً یہ عقیدہ

توحید کے خلاف ہے اب قرآن نے اس کی وضاحت کے لئے لمبے چوڑے دلائل پیش نہیں کئے بلکہ ایک مختصر سی آیت میں صرف اتنا کہا!

كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۔ترجمہ۔یعنی وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

اب یہ انتہائی غور طلب آیت ہے جس میں اس غلط عقیدے کی جڑ ہی کاٹ دی گئی جس کو کھانے کی حاجت ہوگی تو وہ زمین اور آسمان کی ہر چیز کا محتاج ہوگا یعنی جس بات کی وضاحت میں گھنٹوں صرف ہو سکتے تھے وہ انتہائی مختصر آیت میں بیان کردی گئی اس کو

قرآن کریم کا ایجاز کہا جاتا ہے یعنی جامع اور مختصر اور مکی سورتوں میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں یعنی چھوٹی چھوٹی آیات میں معنی کے سمندر موجزن ہیں

۵۔تفصیل بعد الاجمال: **Description:**

اس سے مراد پہلے ایک بات کو اشارے میں بیان کرتے ہوئے آگے اس کی تفصیل بیان کرنا یعنی سورہ کے ابتداء میں عام طور پر اجمال آتا ہے یعنی یہ سورہ کی اٹھان کی ایک شان ہے پھر رفتہ رفتہ اس کی تفصیل بھی سامنے آتی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے!

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۔

ترجمہ۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر انہیں حکمت والے، خبردار کی طرف سے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۶۔عودعلی البداء(محیط یا احاطہ کرنا): **Circumambient:**

اس سے مراد ابتداء میں جس مضمون سے بات شروع کی گئی آخر میں اسی مضمون پر بات ختم کی جائے جبکہ درمیان میں جگہ جگہ موضوع کی مناسبت اور حالات نزول کی ضرورت

سے دیگر مضامین بھی آتے رہے لیکن اصل مضمون نظر سے اوجھل نہ ہوا ویسے تو اس اسلوب کی مثالیں ہر سورہ میں موجود ہیں لیکن مختصر سورتوں میں اس کی مثال بکثرت پائی جاتی ہیں۔

۷۔تمثیلات: Allegory:

قرآن کریم کے اسلوب میں تمثیل قابل ذکر ہے قرآن کریم کے علاوہ دیگر الہامی کتب میں بھی تمثیلات کا استعمال بکثرت موجود ہے تاہم قرآن کریم میں اس کے دو فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

ا۔تذکیر (یعنی یاد دہانی اور نصیحت)۔ ۲۔تفکر (یعنی غور وفکر)۔

۸۔تقابل: Opposite:

تقابل نہ صرف اسالیب قرآن میں بلکہ ہر بلیغ کلام کے اسلوب میں ایک اہم اور نمایاں حیثیت رکھتا ہے دو متضاد اور متعارض چیزوں کو آمنے سامنے رکھ کر بیان کرنا تقابل کہلاتا ہے اس سے نہ صرف بات واضح ہوتی ہے بلکہ مخاطب کے ذہن میں پوری طرح سے راسخ بھی ہوجاتی ہے اگر چہ قرآن کریم کے سرسری مطالعہ سے ہی اس کی کئی مثالیں سامنے آجاتی ہیں مثلاً زمین وآسمان، حق وباطل، خیر وشر، فرعون وموسیٰ، کفر وایمان وغیرہ۔

قرآن کریم کے اسالیب میں تقابل ایک اہم حیثیت کا حامل ہے اس سے کلام میں نہ صرف حسن پیدا ہوتا ہے بلکہ اصل موضوع پوری طرح سے واضح بھی ہوتا ہے۔

۹۔قسم: Swear:

قرآن کریم میں جا بجا قسمیں بھی کھائی گئیں ہیں یہ بھی بلاغت قرآنی کا ایک پہلو ہے جس سے کہیں استدلال اور کہیں استشہاد مراد ہے یہ قرآن کریم کے چند اسالیب تھے کے

جن کی طرف انتہائی اختصار سے اشارے کئے گئے ان اسالیب میں کم وبیش ہرایک نمونہ کلام عرب میں ملتا ہے گویا کلام عرب میں حسن وخوبی اور فصاحت وبلاغت کے جو اسالیب اپنائے گئے وہ سب کے سب بدرجہ اتم قرآن کریم میں موجود ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے جن چیزوں کی قسمیں کھائیں وہ درج ذیل ہیں۔

وَالصَّآفَّاتِ صَفًّا فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ۔١٦٦۔

ترجمہ۔قسم ہے قطار در قطار صف باندھنے والوں کی، قسم ہے ڈانٹنے پھٹکارنے والوں کی، قسم ہے کلام نصیحت سنانے والے کی، تمھارا معبود حقیقی صرف ایک ہی ہے۔

وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ۔١٦٧۔

ترجمہ۔قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی۔

وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔١٦٨۔

ترجمہ۔قسم ہے،اس واضح کتاب کی کے ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ لوگ اسے سمجھیں۔

وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ۔١٦٩۔

ترجمہ۔قسم ہے اس کتاب مبین کی ہم نے اسے ایک بڑی خیر وبرکت والی رات میں نازل کیا۔

وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ۔١٧٠۔

ترجمہ۔قسم ہے قرآن مجید کی۔

وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا فَالْجَارِيَاتِ يُسْرًا فَالْمُقَسِّمَاتِ

اَمۡرًا۔۱۷۱؎

ترجمہ۔قسم ہے گرد وغبار اڑانے والی ہواؤں کی، قسم ہے بادلوں کی صورت میں پانی کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی، قسم ہے آسانیوں سے چلنے والی کشتیوں کی، قسم ہے رزق کی تقسیم کرنے والے فرشتوں کی۔

وَالطُّوۡرِ وَ کِتَابٍ مَّسۡطُوۡرٍ فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ وَالۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ وَالسَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ وَالۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ۔

ترجمہ۔کوہ طور کی قسم، قسم ہے اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے جو باریک کھال کے کھلے ہوئے ورق میں ہے، قسم ہے بیت المعمور کی، قسم ہے بلند چھت کی، قسم ہے بھڑکائے ہوئے سمندر کی۔۱۷۲؎

وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی۔ ۱۷۳؎

ترجمہ۔روشن ستارے کی قسم۔

وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ۔ ۱۷۴؎

ترجمہ۔قسم ہے قلم کی اور اہل قلم کی۔

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیَامَةِ وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ۔۱۷۵؎

ترجمہ۔نہیں میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور نہیں میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی۔

وَالۡمُرۡسَلَاتِ عُرۡفًا فَالۡعَاصِفَاتِ عَصۡفًا وَالنَّاشِرَاتِ نَشۡرًا فَالۡفَارِقَاتِ فَرۡقًا فَالۡمُلۡقِیَاتِ ذِکۡرًا ۔۱۷۶؎

ترجمہ۔قسم ہے ان ہواؤں کی جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں، قسم ہے طوفانی رفتار سے چلنے والی ہواؤں کی جو بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں، پھر ان کو پھاڑ کر جدا کرتی ہیں پھر دلوں میں خدا کی یاد ڈالتی ہیں۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًاۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًاۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًاۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًاۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔۱۷۷؂

ترجمہ۔قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو جسم میں ڈوب کر نہایت سختی سے کافروں کی روح کو کھینچتے ہیں، قسم ہے ان فرشتوں کی جو نہایت نرمی سے مومنین کی جان کے بند کھولتے ہیں، قسم ہے جو زمین و آسمان کے درمیان تیرتے پھرتے ہیں، قسم ہے جو پوری قوت سے آگے بڑھتے ہیں، قسم ہے جو نظام کائنات کی تدبیر کرنے والے ہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ۔۱۷۸؂

ترجمہ۔قسم ہے پلٹنے والے اور چھپنے والے ستاروں کی، قسم ہے رات کی کے جب وہ رخصت ہوئی، قسم ہے صبح کی جب اس نے سانس لی، یہ ایک بزرگ پیغام برکا قول ہے جو بڑی توانائی رکھتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ۔۱۷۹؂

ترجمہ۔قسم ہے مضبوط قلعوں والے آسمان کی، قسم ہے اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے، قسم ہے دیکھنے والے کی اور دیکھے جانے والی چیز کی۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ۔۱۸۰؂

ترجمہ۔قسم ہے آسمان کی، اور قسم ہے رات کو نمودار ہونے والے کی۔

وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ۔۱۸۱؂

ترجمہ۔قسم ہے فجر کی، قسم ہے دس راتوں کی، قسم ہے جفت اور طاق کی، اور قسم ہے رات کی جب وہ گزرے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔۱۸۲؂

ترجمہ۔قسم ہے اس شہر کی، جبکہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس شہر میں مقیم ہیں،

قسم ہے باپ کی، اور قسم ہے اس اولاد کی جو اس سے پیدا ہوئی۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۔ ۱۸۳؎

ترجمہ۔قسم ہے سورج اور اس کی دھوپ کی، قسم ہے چاند کی قسم جبکہ وہ اس کے پیچھے آتا ہے، قسم ہے دن کی قسم جبکہ وہ سورج کو نمایاں کرتا ہے، قسم ہے رات کی قسم جبکہ وہ سورج کو ڈھانپ لیتی ہے، قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا، قسم ہے زمین اور اس کی جس نے اس کو بچھایا، قسم ہے نفس کی جس نے اس کو درست کیا۔

(اللہ نے ان آیات میں سات چیزوں کی قسم کھائی ہے)۔

وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۔ ۱۸۴؎

ترجمہ۔قسم ہے رات کی جب وہ چھپالے، قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو، قسم ہے اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۔ ۱۸۵؎

ترجمہ۔قسم ہے چاشت کے وقت کی، قسم ہے رات کی جب وہ پھیل جائے، آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ بیزار ہوا ہے۔

(چاشت کا وقت وہ ہوتا ہے جب دن نکل آئے اور دھوپ چڑھ جائے)۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۔ ۱۸۶؎

ترجمہ۔قسم ہے انجیر کی، قسم ہے زیتون کی، قسم ہے طور سینا کی، اور قسم ہے اس پرامن شہر مکہ کی۔

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۔۱۸۷؎

ترجمہ۔قسم ہے ان گھوڑوں کی جو بہت تیز دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے، قسم ہے پتھر پر سم مار کر چنگاریاں اڑانے والوں کی ۔قسم ہے صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرنے والوں کی، قسم ہے گرد وغبار اڑانے والوں کی، قسم ہے دشمن کی فوج میں گھس جانے والوں کی۔

وَالْعَصْرِ ۔۱۸۸؎۔ترجمہ۔زمانے کی قسم انسان بڑے خسارے میں ہے۔

قرآن کریم کے ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی جانب منتقلی نہایت لطیف اور غیر محسوس انداز سے ہوئی ہے اگر قدیم جاہلی ادب یا قصائد کا جائزہ لیں تو یہ معلوم ہوگا کے ان کے یہاں ابتدائی مضمون کو تشبیب کہتے ہیں، تشبیب سے شاعر اصل مقصد کی طرف گریز کرتا ہے اور یہ گریز جتنا زیادہ لطیف ہوگا وہ کلام یا قصیدہ اتنا ہی معیاری تصور کیا جائے گا،

قرآن کریم میں جہاں جہاں ایک مضمون سے دوسرے کی جانب گریز کیا گیا وہ اتنا لطیف اور غیر محسوس ہے کے بعض اوقات یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کے دوسرا مضمون کب شروع ہوا۔

امین اصلاحی نے اپنی تفسیر تدبر قرآن میں اس نکتے کی وضاحت کی ہے کے قرآن کریم کی ہر سورہ کا ایک دوسرا جوڑا بھی ہے، سوائے سورہ الفاتحہ کے پھر انھوں نے قرآن سے ہی استدلال کیا:

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۔۱۸۹؎

ترجمہ۔ہم نے ہر چیز سے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔

اس آیت پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوا کے واقعی کائنات میں اللہ تعالی نے ہر شے

کا جوڑا پیدا کیا ہے بالکل اسی طرح سے قرآن کریم کی سورتوں کے بھی جوڑے ہیں ۔

جیسے کے سورہ البقرہ اورآل عمران کا جوڑ ہے اگر چہ ان دونوں سورتوں کے مضامین میں اتنی مشابہت ہے کے صاف معلوم ہوتا ہے کے دونوں سورتیں ایک دوسرے کا جوڑا ہیں ۔

حضرت ابوامامہ باہلی بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گی اورزہراوین (سورہ البقرہ اورآل عمران) کو پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز بادلوں کی طرح یا پرندوں کی جماعتوں کی طرح آئیں گی اوراپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت پیش کریں گی اورسورہ البقرہ کو پڑھا کرو کیونکہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے جبکہ اس کا چھوڑنا حسرت ہے اور جادو کرنے والے اس کو پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔۱۹۰

سورہ البقرہ اورسورہ آل عمران کا ایک نام سورہ الزہراء بھی ہے زہراء کے معنی ہیں صاف اورروشن ، چمک داراورروشن کرنے والی چیز ۔

سورہ البقرہ اورسورہ آل عمران میں جونوراور ہدایت ہے اس کی وجہ سے

آپ ﷺ نے ان دونوں کوزہراءفرمایا،حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود ونصاری کو جوشبہات تھے اوران سے متعلق جوغلط عقائدان میں پائے جاتے تھے اس

سورہ سے اس کا ازالہ کیا ہے،حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کے برگزیدہ بندے اور معزز نبی ہیں،سورہ آل عمران ان کے مقام اورعظمت کومنکشف کرتی ہے اس لئے

آپ ﷺ نے اس کوزہراءفرمایا ہےسورہ آل عمران کا ایک نام سورہ الکنزبھی ہے(کنز کے معنی خزآنہ کے ہیں) ۔

امام درامی روایت کرتے ہیں ،حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں ،

سورہ آل عمران فقیر کا کیا خوب کنز (خزآنہ) ہے وہ اس کو رات کے آخری حصے میں پڑھتا ہے۔ ۱۹۱ ۔

اس سورہ کو کنز اس لئے بھی کہا گیا کیونکہ اس میں عیسائیت کے اسرار کا خزآنہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے جو مباحثہ فرمایا تھا اس سے متعلق اس میں زیادہ آیات ہیں اس کا نام سورہ طیبہ بھی ہے۔

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں امام سعید بن منصور نے ابوعطاف سے روایت کیا ہے تورات میں آل عمران کا نام طیبہ ہے۔ ۱۹۲ ۔

اس سورہ میں طیبین کے تمام اوصاف کو جمع کر کے ذکر فرمایا گیا ہے

ارشاد خداوندی ہے!

اَلصَّابِرِيْنَ وَالصَّادِقِيْنَ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۔ ۱۹۳ ۔

ترجمہ۔ وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے ہیں اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور پچھلی راتوں میں گناہ بخشوانے والے ہیں۔

سورہ البقرہ میں یہودیوں پر اور سورہ آل عمران میں عیسائیوں پر تبصرہ ہوا ہے،

سورہ البقرہ میں احکامات زیادہ ہیں جبکہ سورہ آل عمران میں اخلاقی ہدایات زیادہ ہیں سورہ البقرہ میں وہ چیزیں بتائی گئیں جو کے یہودیوں کے دین سے انحراف کا سبب بنیں تا کہ مسلمان ان سے بچیں اور آل عمران میں ان باتوں کا ذکر کیا گیا جو عیسائیوں کے انحراف کا سبب بنیں تا کہ مسلمان ان سے گریز کریں کیونکہ یہی دو بڑی اقوام ہیں کے جن سے آگے چل کر مسلمانوں کا واسطہ پڑنے والا ہے۔

سورہ الفلق اورسورہ الناس کا جوڑا، سورہ الضحیٰ اورسورہ الم نشرح کا جوڑا پھرسورہ اعراف اور سورہ انعام کا جوڑا جوامورسورہ انعام میں اجمالاََ بیان کئے گئے وہ سورہ اعراف میں بہ منزلہ شرح بیان کئے گئے ہیں۔

امین اصلاحی فرماتے ہیں، قرآن کریم میں مکی اور مدنی سورتوں کے سات بڑے گروپس ہیں جن میں سے ہرگروپ ایک یا ایک سے زائد مکی سورتوں سے شروع ہوتا ہے اور ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر تمام ہوتا ہے ہرگروپ میں پہلے مکی سورتیں ہیں اس کے بعد مدنی سورتیں ہیں اور ہرگروپ کا ایک بنیادی مضمون ہے جیسے:

ا۔کہیں شریعت۔۲۔کہیں ملت ابراہیمی کی تاریخ۔۳۔کہیں نبوت۔

۴۔کہیں نبوت پر اعتراضات۔۵۔۔کہیں اقوام سابقہ کے عروج وزوال کا تذکرہ

۶۔قیامت اور آخرت۔۷۔کہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا وغیرہ ہرگروپ کا ایک بنیادی موضوع ہے جبکہ ہرگروپ کی ہرسورہ کا جوڑا اس کے ساتھ رہے اور جو دوسورتیں جوڑا جوڑا ہیں ان میں بعض اوقات ایک مضمون کا ایک پہلو ایک سورہ میں بیان ہوتا ہے اور دوسرا پہلو دوسری سورہ میں مکمل ہوتا ہے بعض اوقات دعویٰ ایک سورہ میں اور دلیل دوسری سورہ میں ہوتی ہے اور بعض اوقات ایک بات ایک سورہ میں اور اس کی تکمیل دوسری سورہ میں کی جاتی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کےسورہ البقرہ کی تکمیل سورہ آل عمران میں ہے ایک میں نظام شریعت کے ظاہری پہلو پر جبکہ دوسری میں اس کے داخلی پہلو پر بحث کی گئی اس طرح سے یہ دونوں پہلو مل کر ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں فقہاء کے نزدیک سورہ رعد اور سورہ یوسف میں حسب ذیل وجوہ کی بنیاد پر مناسبت پائی جاتی ہے۔

ا۔دونوں مکی ہیں۔

۲۔ان دونوں میں انبیاء اوران کی اقوام کے حالات وواقعات بیان کئے گئے ہیں۔

۳۔منکرین پر عذاب کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ان دونوں سورتوں میں اللہ تعالی نے توحید پر دلائل قائم کئے ہیں۔

۵۔ان دونوں میں ہی آسمان وزمین کے عجائبات کا ذکر موجود ہے۔

۶۔سورہ یوسف کا اختتام قرآن کریم کے ذکر پر ہوا جبکہ سورہ رعد کی ابتداء قرآن کریم کے ذکر سے ہوئی،سورہ رعد کے اختتام پر اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی شہادت دی۔

۱۔پہلا گروپ:

سورہ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے اور سورہ المائدہ پر ختم ہوتا ہے۔

(فاتحہ، البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ)۔

۲۔دوسرا گروپ:

انعام سے شروع ہوتا ہے اور اعراف پر ختم ہوتا ہے (انعام، اعراف)۔

۳۔تیسرا گروپ:

اس میں پہلی 14 سورتیں یونس سے مومنون مکی ہیں جبکہ آخر میں سورہ نور ہے جو کے مدنی ہے اس گروپ کی دوسورتیں رعد اور حج کو بعض لوگوں نے مدنیات میں شمار کیا ہے لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔(یونس، ہود، یوسف، رعد، ابراہیم، الحجر، النحل، بنی اسرائیل، کہف، مریم، طہ، الانبیاء، الحج، المومنون)۔

۴۔ چوتھا گروپ:

یہ گروپ فرقان سے شروع ہوکر احزاب پر ختم ہوتا ہے اس میں 8 مکی سورتیں ہیں جبکہ آخری سورہ احزاب مدنی سورہ ہے۔(فرقان، الشعراء، النمل، القصص، العنکبوت، الروم۔لقمٰن، السجدہ، الاحزاب)۔

۵۔ پانچواں گروپ:

یہ گروپ سورہ سبا سے شروع ہوکر سورہ حجرات پر ختم ہوتا ہے جبکہ اس میں 13 سورتیں مکی اور آخری تین سورتیں مدنی ہیں۔(سبا، فاطر، یسین، الصفت ص، الزمر، المومن حم السجدہ، الشوری، الزخرف، الدخان، الجاثیہ، الاحقاف محمد، الفتح، الحجرات)۔

٦۔ چھٹا گروپ:

یہ سورہ ق سے شروع ہوکر سورہ تحریم پر ختم ہوتا ہے اس میں پہلی سات سورتیں مکی ہیں جبکہ آخری دس مدنی سورتیں ہیں۔(ق، الذریات، الطور، النجم، القمر، الرحمن، الواقعہ، الحدید، المجادلہ، الحشر، الممتحنہ، الصّف، الجمعہ، المنافقون، التغابن، الطلاق، التحریم)۔

۷۔ساتواں گروپ:

یہ گروپ سورہ الملک سے شروع ہوکر سورہ الناس پر ختم ہوا۔(الملک، القلم، الحاقۃ، المعارج، نوح، الجن، المزمل، المدثر، القیٰمہ، الدھر، المرسٰلت، النباء النزعٰت، عبس، التکویر، الانفطار، المطففین، الانشاق، البروج، الطارق، الاعلی، الغاشیہ، الفجر، البلد، الشّمس، الیل، الضحی، الم نشرح، التین، العلق، القدر، البینہ، الزلزال، الدیٰت، القارعہ، التکاثر، العصر، الھمزۃ، الفیل قریش، الماعون، الکوثر، الکفرون، النصر، الھب، الاخلاص، الفلق، الناس)۔

یہی وہ ترتیب ہے کے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر

سال رمضان میں قرآن کریم کا مذاکرہ کروایا کرواتے تاہم اسی ترتیب کوملحوظ رکھتے ہوئے حضرت عثمان غنیؓ نے مصحف کی نقول تیار کروا کر تمام ممالک اسلامیہ میں بھجوائیں مذکورہ بالا ساتوں گروپس میں موجود آیات کا اگر بار بار مطالعہ کیا جائے تو اس میں پوشیدہ کئی حکمتیں کھل جاتی ہیں۔

ا۔ ہرسورہ کا ایک خاص عمود ہوتا ہےجس کی وجہ سے اس سورہ کے تمام اجزاء کلام ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں پھراسی طرح سے ہر سورہ کا ایک جامع عمود بھی ہوتا ہےاوراس گروپ کی تمام سورتیں اسی جامع عمود کے کسی خاص پہلو کی حامل ہوتی ہیں۔

۲۔ ہرگروپ میں موجود مدنی سورتیں اپنے گروپ کے مجموعی مزاج سے ہم آہنگ اور ہم رنگ ہوتی ہیں اوران کو اپنے گروپ کی مکی سورتوں سے وہی مناسبت ہوتی ہے جو کے کسی درخت کی جڑ اوراس کی شاخوں کوایک دوسرے سے مناسبت ہوتی ہے۔

۳۔ ہرسورہ کا ایک جوڑا ہےاوران میں اسی طرح کی مناسبت پائی جاتی ہےیعنی ایک کے خلاء کو دوسری سورہ پر کرتی ہے ایک کے مخفی پہلو کو دوسری اجاگر کرتی ہے بڑی سورتوں میں سورہ البقرہ اورسورہ آل عمران جوڑا ہیں جبکہ چھوٹی سورتوں میں معوذتین جوڑا ہیں۔

۴۔سورہ فاتحہ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہےاوراس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کے یہ سورہ درحقیقت پورے قرآن کے لئے بمنزلہ دیباچہ ہےاس سورہ کا ایک نام کافیہ بھی ہےیعنی یہ خود مکتفی ہے اوراپنے ساتھ کسی دوسری سورہ کے ملنے کی محتاج نہیں ہے۔

۵۔ ہرگروپ پر جب تفکر اور تدبر کیا گیا تو یہ بات سامنے آئی کے ہرایک گروپ کے اندر اسلامی دعوت کے تمام ادوار ابتداء سے لے کر انتہاء تک نمایاں ہوئے البتہ نمایاں ہونے کا پہلو ہرایک کے اندر مختلف ہے۔

ارشادات خداوندی ہیں !

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ۔ ۱۹۴؎

ترجمہ۔ اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہیں جس میں بارہا مضامین دہرائے گئے ہیں۔

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ۔ ۱۹۵؎

ترجمہ۔ ہم نے تمھیں سات ایسی آیات دے رکھی ہیں جو کے بار بار دہرائے جانے کے لائق ہیں۔

حروف مقطعات: Disjointed Letters:

حروف مقطعات کے بارے میں قطعی بات کہنا مشکل ہے لیکن عربی ادب میں بطور تشبیہات ان حروف کا استعمال قدیم دور سے ہی ہو رہا ہے تمام حروف مقطعات مکی سورتوں کی ابتداء میں استعمال کئے گئے۔ مدنی سورتوں میں ان حروف کا استعمال نہیں کیا گیا لہٰذا یہ بات طے ہے کے یہ ایک مانوس اسلوب تھا جس کے اشارے کلام عرب میں ہمیں ملتے ہیں اور سب سے بڑھ کر کفار عرب نے کبھی اس حوالے سے آپ ﷺ سے استفسار نہ کیا اور نہ ہی کبھی آپ ﷺ پر اعتراض کیا جو لوگ عربی رسم الخط سے واقف ہیں وہ یہ جانتے ہیں کے عربی زبان کے حروف عبرانی زبان سے لئے گئے ہیں اور عبرانی کے یہ حروف ان حروف سے ماخوذ ہیں جو عرب قدیم میں رائج تھے اگرچہ قدیم عرب کے ان حروف کے معنی کا علم اب دنیا سے تقریباً مٹ چکا ہے تاہم ان کے لکھنے کے ڈھنگ میں اب بھی ان کی قدیم شکل کی کچھ نہ کچھ جھلک پائی جاتی ہے مثلاً:

الف۔ کے متعلق یہ معلوم ہے کے وہ گائے کے معنی بتاتا ہے اور گائے کے سر کی

ہی صورت پر لکھا جاتا ہے۔

ب۔کو عبرانی زبان میں بیت کہتے ہیں جس کے معنی گھر کے ہیں۔

ج۔کا عبرانی تلفظ جمیل ہے جس کے معنی جمل (اونٹ) ہے۔

ط۔سانپ کے معنی میں آتا اور لکھا بھی کچھ سانپ ہی کی شکل پر ہے۔

ر۔ پانی کی لہر کی شکل پر دلیل کرتا ہے جبکہ اس کی شکل بھی لہر سے ملتی جلتی ہے۔

ن۔ کے معنی مچھلی کے ہیں۔

قرآن کریم کی سورہ طٰہٰ جس کی ابتداء ط سے ہوئی ہے اس میں ایک مختصر تمہید کے بعد حضرت موسیٰ اور ان کی لٹھیا کے سانپ بن جانے کا قصہ ہے، اسی طرح سے طسم، طس وغیرہ میں ط سے شروع ہوتی ہیں جس میں حضرت موسیٰ کی لٹھیا کے سانپ کی شکل اختیار کرنے کا معجزہ مذکور ہے الف گائے کے سر کی ہیئت پر لکھا جاتا ہے اس کے علاوہ یہ اللہ کی وحدانیت پر بھی دلالت کرتا ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع الاحکام القرآن میں حروف مقطعات پر خاصی بحث کی ہے۔

الر۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے الر کی تفسیر میں فرمایا! انا اللہ اری:

میں اللہ دیکھتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک دوسری روایت ہے، الرحم اور ن سے مل کر اللہ تعالیٰ کا نام الرحمن بنتا ہے۔

قتادہ سے یہ روایت ہے یہ حروف قرآن کریم کے اسماء ہیں۔١٩٦۔

ن۔(ن مچھلی کو کہتے ہیں) مچھلی والا یعنی ذوالنون (حضرت یونس علیہ السلام)۔

ق۔حروف مقطعات میں سے ہے لیکن ان کے قطعی معنی معلوم نہیں ان پر ایمان لانا برحق ہے تاہم صحابہ کرام ، فقہاء تابعین اور قدیم مفسرین نے ظنی طور پر ان حروف کے معانی بیان کئے ہیں۔

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی (متوفی ۴۲۷ھ) لکھتے ہیں!

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں،ق اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اللہ تعالی نے اس اسم کی قسم کھائی ہے۔

قتادہ نے کہا ق قرآن کریم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

قرطبی نے کہا اللہ تعالی نے سورہ ق کا افتتاح اپنے اسم سے کیا، ق سے مراد قدیر ،قادر، قاہر، قاضی اور قابض کے ہیں۔

عکرمہ اور ضحاک نے کہا، ق سبز زمرد کا پہاڑ ہے اور لوگوں کو جو زمرد ملتا ہے وہ اسی پہاڑ سے جھڑنے والے زمرد کے ٹکڑے ہیں۔

فراء نے کہا ق سے مراد قضی ما ھو کائن یعنی: جو کچھ پیدا ہونے والا تھا اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

ابوبکر وارق نے کہا اس کے معنی: قف عند امرنا ونہیا ولا تعدھما :

ترجمہ۔ہم جو حکم دیں اور جس کام سے منع کریں اس پر توقف کرو اور اس پر عمل کرو اور اس سے تجاوز نہ کرو۔

ابن عطاء نے کہا، ق سے مراد اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب کی قوت کی قسم کھائی ہے۔جس قلب نے قرآن کریم کے نزول کے ثقل کو برداشت کیا جبکہ اس ثقل کو بڑے بڑے پہاڑوں نے بھی برداشت کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اللہ نے قرآن کریم کی قسم کھائی

۔۱۹۷۔

کھیٰعص۔ک کے معنی کافی ، ہ کے معنی ہادی اور حکیم ، عین کے معنی علیم ، ص کے معنی صادق کے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ **کھیٰعص** اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

حضرت علیؓ کا بھی اسی پر اتفاق ہے۔

طہ۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے ط سے مراد طیب اور طاہر کے ہیں جبکہ ہ کے معنی ہادی کے ہیں۔

ثعلبی کہتے ہیں ، طا کے نو عدد ہیں اور ھا کے پانچ عدد ہیں اس طرح سے یہ کل 14 اعداد ہو گئے یعنی چودہویں کا چاند لہٰذا اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں اے بدر کامل ! ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

علی بن طلحہ نے کہا طہ اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اللہ نے اپنے اس نام کی قسم کھائی ہے۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ! جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا تو اللہ تعالی اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کو اس کے گھر کے ان دس افراد کے لئے شفاعت کرنے والا بنائے گا جو سب کے سب جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔۱۹۸۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ! قرآن پڑھنے والے سے یہ کہا جائے گا کہ جس طرح سے تم دنیا میں آہستہ آہستہ قرآن پڑھتے تھے اسی طرح سے تم آہستہ آہستہ قرآن پڑھتے چلے جاؤ اور جنت کے درجات میں اوپر کی جانب چڑھتے چلے جاؤ اور جس جگہ تم آخری آیت پڑھو گے وہی تمھاری آخری منزل ہوگی۔۱۹۹۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں، ایک شخص (حضرت کلثوم بن ھدم) نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں سورہ اخلاص سے محبت کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس سورہ کی محبت تم کو جنت میں لے کر جائے گی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا بلاشبہ قرآن کا ظاہر دلفریب وزیبا ہے اور اس کا باطن عمیق ہے اس کے عجائبات کبھی فنا نہیں ہوں گے اور اس کی حیرت انگیز باتیں کبھی تمام نہیں ہوں گی اور اندھیروں کو صرف اسی کے ذریعے سے چھانٹا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالی نے جس طرح سے قرآن کے ذریعے لوگوں کی نصیحت کی اس طرح کسی اور چیز سے نہیں کی بلاشبہ یہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی اور اس کی پر امن راہ ہے۔

لوگوں پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب بنام قرآن صرف رسم الخط اور بنام اسلام صرف اس کا نام رہ جائے گا۔

قرآن میں تم سے پہلے والوں کی اور تمھارے بعد والوں کی خبر ہے اور جو کچھ تمھارے درمیان میں ہے اس کے لئے احکامات ہیں۔

بلاشبہ قرآن ایسا ناصح ہے جو دھوکا نہیں دیتا ہے اور ایسا ہادی ہے جو گمراہ نہیں کرتا ہے، ایسا بولنے والا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا ہے اور جو بھی اس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ فائدہ یا کسی کمی کے ساتھ ہی اٹھتا ہے، یعنی ہدایت میں اضافہ یا پھر اندھے پن میں کمی کے ساتھ اور یہ بھی جان لو کے قرآن کے بعد کسی کے لئے فاقہ نہیں اور اس کے پہلے کسی کے لئے بے نیازی نہیں لہٰذا تم اپنی بیماریوں کے لئے اسے شفیع بنالو اور اپنی سختیوں کے لئے اسے مددگار بنالو یقیناً اس کے اندر سب سے بڑی بیماری کی دوا موجود ہے اور وہ سب سے بڑی بیماری کفر ہے اللہ سے اس کے ذریعے سوال کرو اور خدا کی بارگاہ کی طرف اس کی محبت کے ذریعے متوجہ بارگاہ خدا ہو اور اس کے ذریعے خلق خدا سے سوال نہ کرو بلاشبہ قرآن سے بہتر اللہ کی بارگاہ کی

طرف متوجہ ہونے کا کوئی اور ذریعہ نہیں اور یہ بھی جان لو کے یہ روز قیامت شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور اگر اس نے شکایت کر دی تو اس کی شکایت کی بھی فوراً تصدیق کی جائے گی ۔

قرآن سیکھو یقیناً یہ دلوں کی دوا ہے ۔

قرآن ثلث نازل ہوا ہے اس کا ایک تہائی ہمارے اور ہمارے دشمن کے بارے میں ہے پھر اس کا ایک اور تہائی سنن اور امثال ہیں جبکہ ایک اور تہائی فرائض اور احکامات ہیں تاہم اہل قرآن خدا کے خواص ہیں ۔۲۰۰ ؎

فن تحریر: Mode of Writing:

عربی خطاطی کے دنیا پر دیرپا اثرات

Arabic Calligraphy a prolonged influence on Worldwide Culture

فن خطاطی کے ارتقاء کے جائزے کے لئے ضروری ہے کے قدیم عمارتوں پر کندہ تحریروں، مخطوطات، قبروں کی الواح، اور قدیم بادشاہوں کے شاہی فرمان کا مطالعہ کیا جائے لفظ 'خطاطی' خط سے مشتق ہے جبکہ عام زبان میں خطاطی کے معنی خط کی مصوری ہے مسلمانوں نے اس فن میں عروج اور کمال حاصل کیا اور اس فن کو بلندی تک لے گئے قرآن کریم میں کتابت یا خطاطی کے حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں !

الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔۲۱۰ ؎ ترجمہ۔تمھارے رب نے علم سیکھایا قلم سے ۔

قلم کی اہمیت کے حوالے سے قرآن کریم کی ایک سورہ 'سورہ قلم' بھی ہے ۔

وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۔۲۰۲ ؎ ترجمہ۔قسم ہے قلم کی اور اہل قلم کی ۔

بَلۡ هُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِيۡدٌ فِىۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ۔ ۲۰۳؎

ترجمہ۔ یہ قرآن عظیم ہے جو کے لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہے۔

خطاطی کا سب سے زیادہ استعمال 'قرآن کریم' کی کتابت میں کیا گیا جس کی وجہ سے مسلمان خوشنویسوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا لیکن مسلمانوں کی دیکھا دیکھی اس فن میں دوسری اقوام نے بھی کمال حاصل کیا تاہم اس فن کا ستعمال کتابوں کے علاوہ، مساجد، قلعوں کی پیشانی، محلات کی اندرونی دیواروں، روضوں، مقابر، مزارات کی الواح، قدیم مخطوطات، قالینوں، فرامین اور وال ہینگینگ زمیں ہوا ابتدائی دور میں مسلمان بچے مدارس میں فن خطاطی سیکھا کرتے تھے لیکن آہستہ آہستہ یہ فن معدوم ہوتا گیا۔

بیسویں صدی کے ربع اول تک مسلم ممالک میں خطاطی اورخوش نویسی پر زور یا جاتا رہا، فن خطاطی آغاز اسلام سے ہی اسلامی روح کی آئینہ دار رہی ہے جس کی اصل وجہ قلم اور تحریر کی اہمیت ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں کئی مقامات پر کیا گیا اسلام کے ابتدائی دور سے ہی قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کو لکھنے کی روایت موجود رہی ہے ابتدائی اسلامی ادوار میں عربی خط اپنی سادہ شکل میں موجود تھا لیکن پھر اس کی جگہ خط کوفی نے لی جو عربی خط کی ترقی یافتہ شکل تھی دور رسالت ﷺ میں احادیث نبوی ﷺ اور قرآن کریم کی کتابت کی جاتی بعد ازاں خلفائے راشدین کے عہد میں بھی قرآن کریم کی کتابت کا کام بڑے پیمانے پر کیا گیا حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں ایک قراءت پر تمام مسلمانوں کو یکجا کیا گیا۔

دور بنوامیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احادیث نبوی ﷺ کی تدوین کا اہم ترین فریضہ انجام دیا دور خلافت عباسیہ میں ہارون الرشید اور مامون الرشید نے کتابت اور خطاطی کے کام کو وسعت دی اور ایک بہت بڑا 'دارالترجمہ' قائم کیا جہاں دنیا بھر سے لائی گئی

قیمتی کتب کے تراجم اوران کی خطاطی کی جاتی ماہرین کا یہ خیال ہے کے جدید خط کوفی ہارون الرشید کے ایک نامور درباری خلیل بن احمد عروضی نے ایجاد کیا۔ خط کوفی کی اب تک 37 اقسام ایجاد کی جا چکی ہیں، اہل عرب فن خطاطی کو دفتری کاموں میں بھی استعمال کرتے کاروباری لین دین کے موقع پر بھی لکھنے اور پڑھنے کا رواج عام تھا۔

خط کوفی: Kufic Font:

قرآن کریم خط کوفی میں تحریر ہوا۔ خط کوفی ان رسوم الخط کا منبع اور ماخذ ہے جس نے آگے ترقی کی محققین کی یہ رائے ہے کے ظہور اسلام کے وقت عرب میں خط کوفی رائج تھا اوراس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کے رسول اللہ ﷺ نے جتنے بھی مکتوب اسلام کی تبلیغ کے غرض سے ارسال فرمائے وہ سب کے سب خط کوفی میں لکھے گئے تھے،عراق کے ایک شہر کوفہ سے اس خط کا تعلق بتایا جاتا ہے۔

ماہرین کا یہ خیال ہے کے جدید خط کوفی ہارون الرشید کے ایک نامور درباری خلیل بن احمد عروضی نے ایجاد کی اب تک خط کوفی کی ۳۷ اقسام ایجاد کی جا چکی ہیں۔

خط مغربی: Mughrabi Font:

اندلس اور شمالی افریقہ میں قرآن کریم کے جو نسخے لکھے گئے وہ خط مغربی میں لکھے گئے اس خط کو خط اندلسی اور خط قرطبی بھی کہا جاتا ہے۔

خط نسخ: Naskh Font:

پانچویں صدی ہجری میں یعنی گیارہویں صدی عیسوی سے قرآن کریم کی کتابت کے لئے خط کوفی کی جگہ خط نسخ نے لی اس خط کا موجد ابن مقلہ ہے جو کے الراضی باللہ کا وزیر

تھا اس خط کو خوبصورت اور جاذب نظر بنانے کے لئے نقطوں کی پیائش سے کام لیا جاتا ہے اس کے لئے بارہ قاعدے بنائے گئے اس خط کو 'خط بدیع' بھی کہا جاتا ہے۔

خط نستعلیق: Nastaliq Font:

محققین کا یہ خیال ہے کے خط نستعلیق کو حسین بن حسن بن علی فارس نے ایجاد کیا یہ خط مراسلات، سرکاری امور کاروباری معاملات اور عام رسل ورسائل کے لئے استعمال کیا جاتا رہا دیگر خط میں شامل۔

۱۔ خط ثلث۔ ۲۔ خط طومار۔ ۳۔ خط گلزار۔ ۴۔ خط زلف عروس۔

۵۔ خط شجر ہیں۔

خط نسخ اور خط نستعلیق پاکستان اور ہندوستان میں بکثرت استعمال ہوتا رہا۔ محمد بن قاسم نے اسے سندھ کی فتح کے بعد عام کیا اور اس خط میں قرآن کریم کے کئی نسخے بھی لکھے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبان وحی کی تعداد بھی 42 بیان کی جاتی ہے۔

قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خطاطی

Calligraphy of Quran and Hadith

مسلمانوں کو قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد پیار ہے وہ ہر دور میں اسی محبت اور احترام کے سبب اپنی عمارات کی تزئین وآرائش میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوبصورت انداز سے خطاطی کے ذریعے اجاگر کرتے آئے ہیں اہل عرب فن خطاطی کو دفتری کاموں میں بھی استعمال کرتے تھے کاروباری لین دین کے موقع پر

بھی لکھنے اور پڑھنے کا رواج عام تھا مسلمانوں کو قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ سے بے حد پیار ہے وہ عمارات کی تزئین و آرائش میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ کو خوبصورت انداز سے خطاطی کے ذریعے اجاگر کرتے۔

فن اور فن تعمیر: Art and Architecture:

فن تعمیر ایک قدیم فن ہے قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کے دنیا کی سب سے پہلی عمارت خانہ کعبہ تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، اللہ تعالی نے زمین کو بنانے سے 2000 سال قبل جو زمین پر پہلی عمارت بنوائی وہ خانہ کعبہ تھا، اس وقت اللہ کو عرش پانی پر تھا خانہ کعبہ ایک چوکور عمارت ہے عربی زبان میں کعب کے معنی چوکور کے ہیں چونکہ خانہ کعبہ ایک ایک چوکور عمارت ہے اس لئے اس کو کعبہ کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں نے جیسے جیسے فتوحات کیں اور ترقی کے مراحل طے کئے انھوں نے فن تعمیر میں بھی اپنا لوہا منوایا عرب کے کئی ممالک مصر، شام، فلسطین، عراق، یمن، سعودی عربیہ، بغداد اور اردن وغیرہ میں کئی قدیم اور تاریخی عمارتیں موجود ہیں دور بنو امیہ میں اموی خلفاء نے فن تعمیر کے کئی جوہر دکھائے انھوں نے بڑی اور کشادہ مساجد، محلات، گزرگاہیں، سرائے، پل فوجی چھاونیاں، نئے اور کشادہ شہر اور کنوئیں تعمیر کروائے۔ دور بنو عباسیہ میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اس دور کے خلفاء نے بھی اس میدان میں کارہائے نمایاں انجام دئے ایران میں بھی فن تعمیر کے کئی نادر نمونے موجود ہیں ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں نے کئی قلعے، بارہ دری، باغات اور محلات تعمیر کروائے، بادشاہوں کے دور کی یہ عمارات کئی اعتبار سے قابل ذکر ہیں ان میں مینا کاری، نقاشی، ٹائیلز، فوارے اور بارہ دریاں بنائی گئیں جو آج بھی دیکھنے والوں کو

اپنے سحر میں لیتے ہیں شاہ جہاں کا بنایا ہوا تاج محل آج بھی اپنی ہیبت اور عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

گنبد(Dome):

فن تعمیر میں گنبد کا استعمال عرصہ قدیم سے ہوتا آرہا ہے اس کی ابتداء میسو پوٹامیا میں ہوئی بعدازاں یونانیوں نے اس کا استعمال اپنے یہاں کے مقابر میں کیا اہل روم نے اپنی عمارتوں میں بکثرت اس کا استعمال کیا لیکن مسلمانوں نے اپنی مساجد اور مقابر میں گنبد کا بکثرت استعمال کیا یہاں تک کے ایسا معلوم ہونے لگا کے شاید یہ مسلمانوں کی ہی ایجاد ہے یروشلم میں بیت المقدس کا گنبد جس کو' گنبد صخرا' یعنی (ڈوم آف دی راک)اس کی اولین مثال ہے گنبد کی تعمیر میں لوہے کا استعمال انیسویں صدی میں ہوا مسلمانوں کی تعمیرات میں گنبد کا استعمال ان کی ایک علیحدہ شناخت کو ظاہر کرتی ہے مساجد کے گنبد اور دیگر مذہبی عمارات میں گنبد کا استعمال عام ہے۔

مینار (Minarets):

مینار بھی مسلمانوں کے یہاں تعمیر کئے گئے ہندوستان کے شہنشاہوں نے کئی عظیم الشان مینار تعمیر کئے۔

میناکاری(Meena Kari):

میناکاری سے مراد بلاک پرنٹنگ ہے، مسلمان اپنی عمارات کو خوبصورت، دیدہ زیب رنگوں سے آراستہ کرتے اور میناکاری دیواروں کے علاوہ عمارتوں کی چھتوں کی اندرونی سمت میں بھی کی جاتی اس کے علاوہ بیرونی درودیوار پر بھی میناکاری کے نمونے بنائے جاتے۔

نقش ونگاری (Designing):

مسلم دنیا میں عمارات پر نقش ونگاری کی روایت بھی عام ہے مسلمان کاریگروں نے اس میں بے حد کمال حاصل کیا اور نہایت باریکی اور نفاست سے اس فن کو ترقی دی۔

پختہ صحن (Concrete Floors):

قدیم عمارتوں میں پختہ صحن ہوتے جو گھروں یا محلات کا لازمی جز تھے خواتین گھر کے اندرونی حصے میں رہتیں لہٰذا ان کی آسانی کے لئے یا گھر میں ہونے والی تقاریب، یا کسی تہوار یا خوشی غمی کے موقع کے لئے گھر یا محلات کے بڑے صحن میں بیک وقت کئی لوگ آجاتے جہاں ان کی نشست کا انتظام کیا جاتا عموماً مہمانوں کا قیام وطعام بھی انھی صحنوں میں کیا جاتا قدیم ادوار میں شادی بیاہ کے مواقع پر یہ کشادہ صحن بارات کی ضیافت اور ان کے ٹھہرنے کے لئے بھی استعمال ہوتے۔

فوارہ (Fountains):

مسلمانوں کی فن تعمیر میں فوارہ کا استعمال بھی عام تھا اس کا استعمال عام طور پر باغات کی خوبصورتی کو اجاگر کرنے کے لئے ہوتا کشادہ گھروں میں بڑے صحنوں میں بھی فوارہ لگایا جاتا جو ایک دلکش منظر پیش کرتا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا استعمال کم ہو گیا لیکن اب بھی کہیں کہیں اس کا رواج ہے۔

بارہ دری (Bara Dari):

ہندوستان کے بادشاہوں نے اپنے محلات میں بارہ دری کا استعمال بھی کیا بارہ دری سے مراد ایسی عمارت جس کے بارہ دروازے ہوں کشادہ اور عظیم الشان عمارات تعمیر کی گئیں جن کے بڑے بڑے بارہ دروازے ہوتے۔

جیومیٹری کا استعمال(Use of Geometry):

جیومیٹریکل ڈیزائین بھی مسلمانوں کے یہاں بہت پسند کئے جاتے ہیں مسلمانوں کی پہلی عبادت گاہ خانہ کعبہ بھی ایک چوکور عمارت ہے۔

عربی زبان میں کعب کے معنی چوکور کے ہیں چنانچہ خانہ کعبہ ایک چوکور عمارت ہے اس لئے اس کو کعبۃ اللہ بھی کہا جاتا ہے اس کے علاوہ رہائشی چوکور عمارتیں، گودام، کھیل کے میدان، اسکول، مدارس، اسپتال اور اہرام مصر یہ سب عمارتیں جیومیٹریکل ڈیزائین کی ہیں، گول گنبد اور مستطیل عمارتیں بھی بنائی جاتی ہیں۔

مقرنس(Spiralled Buildings):

گول زینے کو مقرنس کہا جاتا ہے پہلے ادوار میں گول زینے کا رواج عام تھا لیکن اب اس کا استعمال کم ہے لیکن ختم نہیں ہوا یہ گول زینے کم جگہ میں تعمیر ہو جاتے ہیں لیکن بڑے اور بھاری سامان کی آمد و رفت کے لئے یہ زینے مناسب نہیں ہیں کیونکہ ان کی چوڑائی کم ہوتی ہے۔

آیات، احادیث اور اقوال کی خطاطی:

مسلمانوں کو اپنے دین، قرآن کریم، رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور اپنے بزرگوں کے اقوال سے بے حد محبت ہے اور وہ آج بھی اپنی عمارات کی تزئین و آرائش اور حصول برکت کے لئے ان کی خطاطی کے نمونوں کو اپنے یہاں بڑے شوق اور اہتمام سے بنواتے ہیں عام طور پر اس کا استعمال مساجد، قلعوں کی پیشانی، محلات کی اندرونی دیواروں، روضوں، مقابر، مزارات کی الواح، قدیم مخطوطات، قالینوں، فرامین اور وال ہینگنگ زمیں ہوتا ہے۔

پاکستان کے پارلیمنٹ ہاوس کی بیرونی دیوار اور ان کی اندرونی چھت پر خطاطی کے خوبصورت نمونے موجود ہیں شاہ فیصل مسجد میں بھی اس کے نمونے موجود ہیں تاہم اسلامی مملکت کی تقریباً ہر بڑی عمارت خطاطی کے عمدہ نمونوں سے مزئین ہے۔

اسلامی فن تعمیر کی خصوصیات

Characteristics of Islamic Architecture

اقوام کے تمدن کا جائزہ ان کی پرشکوہ عمارات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ عمارتیں اپنے بانیان کی شان وشوکت، عظمت اور مزاج کا پتا دیتی ہیں دنیا میں پائی جانے والی ہر قوم کی عادات ومزاج ایک دوسرے سے مختلف ہیں جس کی جھلک ان کی روزمرہ زندگی، لباس وخوراک، تہذیب وتمدن کے علاوہ ان کی عمارات میں نظر آتی ہے مسلمانوں کی طرز رہائش اور فن تعمیر بھی دوسری اقوام سے مختلف اور منفرد ہیں۔

ذیل میں مسلمانوں کی فن تعمیر کی خصوصیات کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

مسلمانوں کی تعمیر کی گئی عمارتیں کشادہ، وسیع، اور روشن وہوادار ہوتی ہیں اس کشادگی سے ان کی وسیع القلبی اور وسیع النظری کا اظہار ہوتا ہےاس کے برعکس ہندوؤں کی عمارتیں تنگ وتاریک ہوتی ہیں۔

مسلمانوں کے فن تعمیر کی ایک خصوصیت اس کی سادگی ہے جو پرکشش ہونے کے ساتھ ساتھ دیدہ زیب بھی ہے مسلمان غیر ضروری آرائش سے اجتناب کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی عمارتوں میں محراب اور گنبد کا استعمال ان کی انفرادیت کو ظاہر کرنے کے علاوہ ایک مذہبی رنگ بھی لئے ہوئے ہے دیگر مذاہب میں محراب اور گنبد کا عام طور پر استعمال نہ ہونے کے برابر ہے مسلمانوں نے اپنی عمارتوں میں عمودی خطوط کو اجاگر کیا یعنی

گنبد اور مینار کی لکیریں نیچے سے اوپر کی جانب جاتی ہیں جس سے عمارت بلند اور اونچی نظر آتی ہے، مسلمانوں کی عمارتیں صاف اور سادہ ہوتی ہیں مسلمانوں نے اپنی عمارات کی تعمیر میں سیسہ کو پلانا سیکھا، انھوں نے عوامی غسل خانے، بالکنی، دومنزلیں، چوبارے، آتش دان، دیوان، منبر، محراب، پکا فرش، روشن دان، کشادہ کھڑکیاں، طاق، کشادہ صحن، حوض، قلعے، پکے تالاب، چشمے، شجر زار، فوارے، باغیچے اور فصیلیں تعمیر کیں۔

بغداد کی تعمیر دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور نے 136 تا 158ھ میں کروائی جو دجلہ کے ساحل پر واقع تھا۔

مشہور مورخ یعقوبی بیان کرتا ہے، بغداد شہر مسلمانوں کا پہلا باضابطہ اور باقاعدہ شہر تھا جس کے وسط میں ایوان شاہی جو قصر الذہب کے نام سے جانا جاتا اس کے درمیانی ہال پر 80 گز بلند گنبد تھا جو کے قبۃ الخضراء کہلاتا جس کی چوٹی پر ایک اسپ سوار مجسمہ نصب تھا تاہم یہ گنبد بغداد کے ہر حصے سے نظر آتا۔ ابوجعفر المنصور نے بغداد کے بعد کرخ شہر اور اپنے بیٹے مہدی کے لئے مہدویہ نامی محل تعمیر کروایا۔

ہارون الرشید کی بیٹی ام حبیب نے بھی ایک عالیشان محل قصر ام حبیب کے نام سے تعمیر کروایا اس کے علاوہ قصر یحییٰ برمکی اور قصر دار الخلافہ تعمیر کروایا۔

معتصم باللہ نے بغداد سے قریب ایک شہر سامرا تعمیر کروایا اگرچہ یہاں کی زمین بنجر اور بے آب و گیاں تھی لیکن معتصم نے پیسے کو پانی کی طرح بہایا اور اس شہر کی آرائش و زیبائش پر دل کھول کر خرچ کیا۔

واثق باللہ نے قصر ہارونی کی تعمیر پر پیسہ لٹایا یہاں دو کشادہ شاہراہیں شارع العسکر اور شارع الجدید کے نام سے تعمیر کی گئیں اس کے ساتھ ہی ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر بھی کی

متوکل باللہ نے بھی سامرا شہر میں مزید جدید عمارتیں تعمیر کروائیں جن کے بارے میں مورخین کی یہ رائے ہے کے متوکل باللہ نے جس قسم کی عمارتیں تعمیر کروائیں اس جیسی عمارات دوسرے خلفاء نہ بنا سکے اس نے سات لاکھ اشرفیوں سے محلات کی تزئین وآرائش کی ان محلوں کے نام عروس وحید، جعفری، غریب، شیدآن، برج، صبح، ملیح، بستان، تل برکواں، جوسق، قلائد، غرو، قصر متوکلیہ، بہواور لولو تھے جبکہ شعراء کوان محلات پر قصائد لکھنے کا حکم شاہی تھا۔ عباسی خلفاء نے خوبصورت باغات بھی تعمیر کروائے تاہم کچھ درخت اور خوبصورت پودے دیگر ممالک سے بھی منگوائے جاتے تا کہ باغ کے حسن میں اضافہ ہوسکے ان باغات میں سبزہ، پھولوں کی کیاریاں، فوارے، نہریں، حوض، تالاب، آراستہ راہداریاں اور خوش الحان پرند ہردم چہچہاتے، خوشحال اور صاحب حیثیت افراد اپنے گھروں کے اطراف پائیں باغات لگواتے جس سے عمارت کی دلکشی میں خوب اضافہ ہوتا۔

اموی اور عباسی خلفاء نے کئی نئے شہر، جامع مساجد، کشادہ گزگاہیں، باغات، مدارس، بازار، چھاونیاں، حمام، سرائے، محلات، بلند پھاٹک اور پختہ سڑکیں تعمیر کروائیں ۔

مورخین یہ لکھتے ہیں کے بغداد میں اس قدر خوبصورت عمارتیں تھیں جسے دیکھنے کے لئے دور دراز سے سیاح یہاں آتے جبکہ بیرون ملک سے ان عمارتوں کے نقشے اور طرز تعمیر کے لئے خطیب بھیجے جاتے تا کہ اس طرز کی عمارتیں ان کے یہاں بھی تعمیر کی جاسکیں گھروں میں مصنوعی ٹھنڈک پیدا کرنے کے لئے سنگ مرمر سے تراشے ہوئے پرندوں کی شکل کے فوارے بنائے جاتے، دروازاں، کھڑکیوں اور روشن دانوں میں برف رکھی جاتی تا کہ گھر ٹھنڈے رہیں، عرق گلاب، کافور اور صندل کا بکثرت استعمال کیا جاتا تا کہ گھر اور محلات خوشبودار رہیں مسلمانوں کی مشہور عمارتوں میں بیت اللہ، مسجد نبوی ﷺ، یروشلم میں بیت

المقدس، مسجد اقصیٰ، اشبیلہ میں الکازار (القصر)، الزہرا کے کھنڈرات، غرناطہ میں الحمرا نامی قلعہ، بحیرہ مردار کے مشرق میں گنبد اور محلات کے آثار، شیراز میں عدودالدولہ کے محل کے ۳۶۰ وسیع کمرے، کتب خانے، لائٹ ہاؤس، دمشق کے معبد، بغداد کی مسجد جعفر، سامرہ کی عظیم مسجد قرطبہ کی نیلی مسجد، آغا خان میوزیم ٹورنٹو، دی میوزیم اور یروشلم، جامعہ الازہر اور وہاں کی مسجد، میوزیم آف اسلامک آرٹ (دوحا)۔

مسلم عہد کی اہم عمارتوں میں دہلی کا قطب مینار، علائی دروازہ، مقبرہ غیاث الدین بلبن، مقبرہ شیر شاہ سوری، آگرہ کا قلعہ، تاج محل، دہلی کا لال قلعہ، دہلی کی جامع مسجد، حیدر آباد دکن کا چار مینار، فتح پور سیکری کی عمارتیں، لاہور کا شاہی قلعہ، شیخو پورا کا قلعہ، لاہور کی بادشاہی مسجد، لاہور کی وزیر خان مسجد، ، ٹھٹھہ کی جامع مسجد، پشاور کی مسجد مہابت خان، لاہور کا شالا مار باغ اور عہد بادشاہت کی کئی تاریخی عمارتیں اس میں شامل ہیں ۔

اسلامی شریعت ایک تعارف

The Introduction of Islami Shariah

شریعت سے مراد اایک طرز حیات ہے جس کی اساس اور اصل الاصول وحی الٰہی پر ایمان اور تعلیمات نبوی کی پیروی ہے یہ ایک ایسا طرز زندگی ہے جس میں اخلاق، مذہب اور روحانی اقدار کی بنیادوں پر انفرادی اور اجتماعی زندگی کی پوری عمارت استوار ہے اس کو ایک پیراڈائیم بھی کہہ سکتے ہیں جو مخصوص ذہنی رویوں کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے یہی ذہنی رویے ایک نئی ثقافت اور تہذیب کو جنم دیتے ہیں جو رنگ و نسل امتیازات اور لسانی وجغرافیائی تعصّبات سے ماوراء ہوتی ہے یہ انسانوں کو عقائد، نظریات اور طرز حیات کی بنیادوں پر یکجا کرتی ہیں عربی زبان میں شریعت سے مراد وہ واضح اور کشادہ راستہ ہے جو انسانوں کو

پانی کے مصدر و ماخذ تک پہنچادے قدیم عربی شعراء نے شریعہ اور شرائع کا لفظ ان راستوں کے لئے استعمال کیا ہے جن پر چل کر انسان پانی کے ذخائر تک پہنچ سکے یعنی وہ جگہیں جہاں پانی لانے اور لے جانے کے راستے آسان، کشادہ اور وسیع ہوں قرآن کریم کے مطابق پانی زندگی کا مصدر اور ماخذ ہے اسی لئے شریعت وہ راستہ ہے جو انسانوں کو مادی زندگی کے مصدر اور ماخذ تک پہنچادے قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق آخرت کی زندگی ہی دراصل حقیقی زندگی ہے صراط المستقیم پر چل کر ہی انسان حقیقی زندگی تک پہنچ سکتا ہے اس کے لئے بھی شریعت کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے قرآن کریم اور احادیث کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کے اللہ تعالی نے ماضی کی اقوام کو شریعت کے مختلف احکامات عطا فرمائے ان شریعتوں کی بنیاد اور اساس ایک ہی تھی لیکن ان کی عملی تفصیلات مقامی ضروریات اور زمانی تقاضوں کے مطابق کچھ مختلف تھیں جس قوم کو جس طرح کی تعلیم اور قوانین کی زیادہ ضرورت تھی ان کو اسی نوعیت کے قوانین اور احکامات دئے گئے ان احکامات کی عملی تفصیلات میں مقامی حالات اور زمانے کی رعایت سے بعض خاص خاص پہلوؤں پر زور دیا گیا اس لئے احکام وقوانین کے ان مجموعوں کو مختلف شریعتوں کے نام سے یاد کیا گیا اسلامی ادبیات میں شریعت موسوی اور شریعت عیسوی کا تذکرہ بکثرت پایا جاتا ہے۔

ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ۔ ۲۰۴؎

ترجمہ۔ یہ تمھاری امت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں

پس تم میری عبادت کرو مگر (یہ لوگوں کی کارستانی ہے کے) انھوں نے آپس میں اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا اور سب کو ہماری ہی طرف پلٹنا ہے پھر جو نیک عمل کرے اس حال میں کہ وہ مومن ہوتو اس کے کام کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اسے ہم لکھ رہے ہیں ۔

لِّكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ-۲۰۵ ؎

ترجمہ۔ ہرامت کے لئے ہم نے ایک طریق عبادت مقرر کیا ہے جس کی وہ امت پیروی کرتی ہے ۔

شریعتیں اوران پر عمل درآمد کے اسالیب اور مناہج مختلف ہیں لیکن ان سب کی اساس دین کے دائمی اصولوں پر ہے ۔

شاہ ولی اللہ اپنی کتاب 'حجۃ اللہ البالغۃ' میں تفصیلاً اس بات کی وضاحت کرتے ہیں ! تمام آسمانی کتب میں دین کی بنیادی اساس واصول تو ایک ہیں جن کی تبلیغ واشاعت مختلف پیغمبروں نے کی ۔

شاہ ولی اللہ نے ان کی تفصیل اس طرح سے بیان کی ہے :

۱۔ توحید ۔

۲۔ شرک کی ممانیت ۔

۳۔ مذہبی انحراف کا سد باب ۔

۴۔ تقدیر الٰہی پر کامل یقین ۔

۵۔ شعائر اللہ کا احترام ۔

۶۔ ملائکہ پر ایمان ۔

۷۔ کتب آسمانی پر ایمان ۔

۸۔ قیامت پر ایمان۔

۹۔ جنت، دوزخ، یوم آخرت اور حساب کتاب پر ایمان ویقین۔

۱۰۔ اعمال صالحہ کی اقسام۔

۱۱۔ اعمال بد کی اقسام۔

۱۲۔ عدل وانصاف کا قیام۔

۱۳۔ ظلم وزیادتی کی تمام اشکال کی شدت سے ممانیت۔

۱۴۔ حدود الہی کا قیام۔

۱۵۔ اللہ کے راستے میں جہاد۔

۱۶۔ مکارم اخلاق کا فروغ۔

۱۷۔ رذائل اخلاق کا قلع قمع۔ وغیرہ۔

شریعت محض کوئی قانونی نظام نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی دیوانی یا فوجداری ضابطہ ہے بلکہ یہ ایک مکمل نظام حیات ہے جس کے درج ذیل کچھ اجزاء ہیں۔

۱۔ جامعیت اور وسعت:

اسلامی شریعت کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی جامعیت اور وسعت ہے اور جامعیت اور تکمیلیت کا ایک لازمی تقاضا یہ بھی ہے کے اسلامی شریعت ایک عالمی شریعت ہے یعنی عالمگیریت ایک ایسا وصف ہے کے جو جامعیت اور تکمیلیت کا لازمی تقاضا ہے بالکل اسی طرح سے عالمیت اور عالمگیریت کا لازمی تقاضا جامعیت اور تکمیلیت ہے یعنی یہ دونوں صفات ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں اسلامی شریعت تقسیمات اور تعصّبات اور جغرافیائی حدود سے ماوراء ہے یہ انسانوں کی نسلی، لسانی، لونی اور علاقائی تقسیمات کو تسلیم نہیں کرتی اس

اعتبار سے یہ شریعت اقوام عالم کے لئے ایک واحد نظام حیات کی حیثیت رکھتی ہے ان تقسیمات کو تسلیم نہ کرنے کا یہ ہرگز مقصد نہیں کے اسلام ان حقائق کو نہیں مانتا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کے یہ تنوعات اور اختلافات تو محض پہچان کا ایک ذریعہ ہیں، اسلام ان تنوعات کو بنیاد بنا کر بنی نوع انسانیت کی تفریق اور تقسیم کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی مساوات اور عدل وانصاف کے تصورات کے انکار کی اجازت دیتا ہے لیکن یہ امتیازات اپنا وجود رکھتے ہیں ۔

۲۔ عالمیت:

اسلامی شریعت کی دوسری بڑی خوبی عا لمیت ہے عالمیت سے مراد دنیا کی تمام اقوام اور خطے میں ایک ہی نظام حیات جس کو اسلامی شریعت کہتے ہیں اس کا نفاذ ہے لیکن جزوی تفصیلات ہر قوم ہر علاقہ اور ہر زمانہ اپنے لئے الگ الگ طے کر سکتا ہے اور احکامات میں حالات اور زمانے کی رعایت رکھنا بھی شریعت کے مزاج کے مطابق ہے ۔

۳۔ گہرائی اور تعمق:

اسلامی شریعت کی تیسری خوبی گہرائی اور تعمق ہے اس سے مراد بنی نوع انسانیت کے لئے قواعد وضوابط کو مقرر کرنا یہ قواعد وضوابط سطحی بنیادوں پر طے نہیں کئے گئے بلکہ شریعت نے انسان کے مزاج ، عادات ونفسیات ، اس کی کمزوریوں اور خامیوں اور بشری تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھا ہے کیونکہ انسانی ضروریات کا تنوع لامتناہی ہے لیکن شریعت نے ان تمام تنوعات کا بیک وقت لحاظ رکھا ہے کسی انسان کے لئے ناممکن ہے کے وہ اس قسم کے قوانین کو وضع کرے ۔

بقول اقبال !

انسانوں کے لئے یہ بات ناممکن ہے کے وہ اپنے مطالعے، مشاہدے اپنی فکر ونظر اور معلومات کے اعتبار سے اپنے زمان ومکان سے باہر نکلے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو زمان

میں چند سو سال آگے دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اب یہ ایک اہم سوال ہے کے انسان اس زمین پر کب تک رہے گا ؟ لیکن اس کا جواب خالق کائنات کے پاس ہے لہٰذا اس نے ایک ایسی شریعت متعارف کروائی جو کے قیامت تک کے انسانوں کے لئے قابل قبول اور قابل عمل ہے اس اعتبار سے شریعت کی یہ صفت خود شریعت کی صداقت اور حقانیت کی ایک دلیل ہے۔

۴۔انسان دوستی (Humanism):

آج مغربی معاشرہ انسانیت کی باتیں کرتے نہیں تھکتا لیکن اگر اس فلسفے کا تجزیہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کے یہ اصول تو قرآن کریم کی تعلیمات کا بنیادی اور اہم نکتہ ہے۔

ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۔۲۰۶؎

ترجمہ: ہم نے بنی آدم کو فضیلت دی اور ان کو بحر و بر میں اٹھائے پھرے اور ان کو عمدہ رزق دیا اور ان کو ہم نے بہت سی مخلوقات پر فضیلت بھی دی۔

بنی نوع انسانیت کو اللہ تعالی نے فضیلت بخشی اور ان میں امتیاز نہیں رکھا تکریم انسانیت پر اسلام نے جس قدر بات کی شاید ہی کوئی اور مذہب کر سکے آج انسانوں کے بنیادی حقوق پر خوب گرما گرم مباحثے کئے جاتے ہیں لیکن اسلام نے آدم سے لے کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کے دور کے لئے بنی نوع انسانیت کو محترم اور مکرم قرار دیا اور نہایت عدل و انصاف سے ان کو ان کے حقوق بھی دئے۔

۵۔توازن و اعتدال:

کی بے شمار مثالیں اسلامی شریعت میں پائی جاتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں یا

خلفاء راشدین یا ان کے بعد کے لوگ ان سب نے اس کا التزام اور اہتمام کیا مسلمانوں نے جب ایران، شام اور مصر کو فتح کیا تو انھوں نے وہاں کے مقامی نظم ونسق میں کوئی تبدیلی نہ کی مقامی نظم ونسق سلطنت روما کے زمانے سے فلسطین میں چلا آرہا تھا انھوں نے اس کو جوں کا توں رکھا یہاں تک کے ایران میں فارسی زبان کو ہی دفتری زبان باقی رکھا جہاں سرکاری کاغذات اور دستاویزات بدستور فارسی میں لکھی جاتیں دنیا کی مختلف اقوام مختلف تہذیب وتمدن، ثقافت، رجحانات اور مزاج رکھتی ہیں اور یہ قطعی ناممکن ہے کے انھیں یکسر ختم کر کے کسی ایسے تصور پر زبردستی جمع کر دیا جائے یہی وجہ ہے کے اسلامی شریعت نے کبھی یہ کوشش نہیں کی بلکہ تنوع کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کی شریعت اپنی وحدت، یک جہتی، امتیاز، تسلسل اور دوام کے بارے میں انتہائی حساس اور محتاط ہے کیونکہ شریعت کسی ایسے اقدام کو قطعاً گوارا نہیں کرتی جس کا نتیجہ اسلام کے تسلسل اور دوام پر منفی اثر ڈالے لہٰذا ان دونوں کا یہ تقاضا ہے کے شریعت ہرنئی تہذیب، جدید تمدن، اقوام کے عادات وخصائل، ان کے افکار ونظریات کے مثبت پہلوؤں کو اپنے نظام میں اس طرح سے سمو لے کے وہ شریعت کے نظام کا ایک حصہ بن جائے۔

۷۔احکام شریعت:

اس سے مراد قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی وہ غیر معمولی زرخیزی ہے جس کی مثال فکر انسانی کی تاریخ میں ناپید ہے یعنی قرآن کریم کی 6666 آیات میں 4400 نصوص شریعہ ہیں اور یہی حال احادیث مبارکہ کا ہے ان میں بھی تقریباً اتنی ہی احادیث ایسی ہیں جن سے قیامت تک احکامات منضبط کئے جاتے رہیں گے یعنی لامحدود مسائل کا حل محدود نصوص شریعہ کے ذریعے سے حاصل کیا جارہا ہے اور یہ عمل قیامت تک قائم رہے گا۔

اسلام آباد کے ایک ماہر اور مخلص کمپیوٹر انجینئر احمد بگوی نے ایک ایسا سوفٹ ویر تیار کیا ہے جس میں وراثت سے متعلق دو کروڑ مسائل کو فرض کر کے ان کے جوابات صرف تین آیات کی بنیاد پر دئے گئے۔

اس مثال سے ہمیں شریعت کی جامعیت ،غیر معمولی تاثیر اور زرخیزی کا بخوبی اندازہ ہوگا، اسلام کے دیوانی اور فوجداری احکامات پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ احکامات قرآن کریم کی صرف چند آیات سے ماخوذ ہیں اور آج بھی دنیا میں جہاں جہاں اسلامی شریعت نافذ العمل ہے وہاں یہی چند آیات فوجداری معاملات کے فیصلے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور آج تک بغیر کسی روکاوٹ اور مشکل کے یہ کام نہایت کامیابی سے ہو رہا ہے ماضی میں انیسویں صدی کے اوائل اور وسط تک دنیائے اسلام کے ایک حصے میں شریعت کے دیوانی اور فوجداری احکامات کا بڑا حصہ نافذ العمل تھا اور اس وقت بھی قرآن کریم کی ان چند ہزار آیات اور حدیث مبارکہ کی بھی چند ہزار احادیث سے مستنبط ہونے والے لاکھوں اور ہزاروں انفرادی اجتہادات ،اقوال ،فتاویٰ اس پورے نظام کو جو مراکش سے لے کر انڈونیشیا کے مشرقی جزائر تک اور سائبیریا کی حدود سے لے کر زنجبار اور تنزانیہ کی حدود تک پھیلا تھا کامیابی سے چلا رہے تھے اس پورے علاقے میں فقہ اسلام کے مطابق کامیابی سے نظام حکومت چل رہا تھا بین الاقوامی تعلقات اور تجارت بھی نہایت کامیابی سے جاری وساری تھی دنیا کے سمندروں پر مسلمان تاجروں اور ملاحوں کا کنٹرول تھا اور یہ سارا نظام اسلامی شریعت اور اسلامی قوانین کے مطابق چل رہا تھا۔

۸۔عقل ونقل کا امتزاج:

اسلامی شریعت کی ایک اور خصوصیت عقل ونقل کا ایک ایسا امتزاج ہے جو دنیا کے کسی اور مذہبی

قانون میں نہیں سب سے زیادہ جو امتزاج جس پہلو میں نظر آتا ہے وہ اسلام کا اصول فقہ ہے
علم اصول فقہ جو بیک وقت اسلامی عقلیات کا اور اسلامی عقلی منہاج کا سب سے بڑا نمونہ ہے
وہاں وہ بیک وقت اسلامی نقلیات کا اور مسلمانوں کے مذہبی قانون، نظام اور فلسفے کا سب سے
جامع اور مکمل نمونہ ہے دنیا کی مذہبی اور عقلی تاریخ میں اصول فقہ کا مماثل کوئی اور فن موجود نہیں
جو اتنی گہرائی، جامعیت اور وسعت کے ساتھ عقل و نقل دونوں کے تقاضوں کو بیک وقت پورا
کرے عقلی تقاضوں سے پورا کرنے کا حال تو یہ ہے کے علم اصول فقہ کے صف اول کے
نمائندہ گان نے یونانی علوم اور منطق اور عقلیات سے کام لے کر اصول فقہ کو اس طرح سے
مرتب کیا کے اس زمانے کا عقلیات کا بڑے سے بڑا نمائندہ اصول فقہ کے کسی حکم یا کسی
اصول پر منطق یا عقل کے نقطہ نظر سے اعتراض نہ کر سکا اسی طرح سے اصول فقہ کے احکامات
جو بنیادی طور پر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ماخوذ ہیں براہ راست ایک مذہبی علم اور
مذہبی قانون کی حیثیت رکھتے ہیں مذہبیات اور علوم نقلیہ کے تمام تقاضے بھی اصول فقہ میں
بدرجہ اتم موجود ہیں اصول فقہ کی اس دور کی کتب کا اگر جائزہ لیا جائے جس میں اصول فقہ اپنی
پختگی اور کمال کو پہنچا یعنی پانچویں صدی ہجری سے لے کر دوسری صدی ہجری تک کا زمانہ تو
بیک وقت عقل و نقل دونوں کی مکمل طور پر نمائندگی کرتی ہیں امام غزالی کی المستصفی ہو یا
امام رازی کی المحصول، امام شاطبی کی الموافقات ہو یا ان کے استاد امام قرافی کی کتابیں
الفروق وغیرہ ان سب میں جہاں ایک طرف علوم نقلیہ کا کمال نظر آتا ہے یعنی قرآن کریم اور
احادیث ﷺ سے نکلنے والے احکام کو اس فنی انداز سے اتنی دقیق ترکیب سے مرتب کیا گیا
جس کی مثال دنیا کے دوسرے مذاہب کے قوانین میں نہیں ملتی وہاں یہ کتب اسلام کی مذہبی
عقلیات کی بھی اعلیٰ ترین نمائندہ کی حیثیت رکھتی ہیں دوسری جانب مسلمانوں کی فکری منہاج

کی بھی اعلیٰ ترین مثال کی حیثیت رکھتی ہیں جہاں منطق وفلسفے کے تصورات اور اسلوب استدلال کو اس طرح اصول فقہ کا حصہ بنایا گیا کے بیشتر صورتوں میں ان کتابوں کو سمجھنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پڑھنے والا یونانی منطق اور یونانی علوم وفنون کے تصورات سے پورے طور پر واقف نہ ہو۔

اسلامی شریعت کے بارے میں ایک بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کے شریعت بنیادی طور پر ایک عملی نظام ہے لہٰذا انسانوں کی عملی زندگی کی اصلاح، ان میں عدل وانصاف کا قیام، اخلاقیات اور روحانی اقدار کوفروغ دینا اہم ہے اور یہی اسلامی شریعت کا بنیادی مقصد ہے واضح رہے کے انسان کو روئے زمین پر ایک ذمہ داری کے ساتھ بھیجا گیا قرآن کریم میں جہاں حضرت آدم کو روئے زمین پر اتارنے کا ذکر ہے وہاں 'ھبوط' کی اصطلاح استعمال کی گئ' ھبوط' کو بعض لوگوں نے fall اترنا کے لفظ سے بھی تعبیر کیا امام راغب اصفہانی نے اس کے معنی مجبوراََ اترنا لکھا ہے یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تبدیلی جبکہ دوسری حالت پہلی حالت کے مقابلے میں کچھ کم ہو۔۲۰۷؎

حضرت آدم کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

قَالَ اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔۲۰۸؎

ترجمہ۔ہم نے کہا کے سب نیچے اترو۔

اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر محمود احمد غازی اور ڈاکٹر حمید اللہ یہ کہتے ہیں کے اترنے کا لفظ بعض مغربی مصنفین نے Fall کے نام سے کیا ہے انھوں ل نے بائبل اور تورات کے تصورات کی روشنی میں اس کو دیکھا اور یہ سمجھا گویا سزا کے طور پر اللہ تعالی نے آدم کو جنت سے نکالا لیکن قرآن کریم میں کہیں بھی سزا کا ذکر نہیں کیونکہ تخلیق آدم سے قبل اللہ تعالی یہ کہہ چکے!

اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً۔۲۰۹؎

ترجمہ۔جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے یہ کہا کے میں زمین میں اپنا نائب (خلیفہ) پیدا کرنے والا ہوں۔

تو پھراس کے معنی تو یہ ہوئے کہ زمین پر خلافت ان کی پیدائش سے پہلے ہی متعین کی جا چکی تھی اس کے بعد کہا گیا اهۡبِطُوۡا یعنی اترو۔

ڈاکٹرحمید اللہ کہتے ہیں! جب انسان کسی جگہ کا سفر اختیار کرتا ہےاوراس کی منزل آتی ہےتو اس کواترنا ہی ہوتا ہے جیسے کے ہم کراچی سے مکہ مکرمہ اترے۔قرآن کریم میں کئی مقامات پرھبوط کا لفظ کسی ذمہ داری کوانجام دینے کے لئے استعمال کیا گیا اس کوہم چارج دینے کے سیاق میں بھی استعمال کرسکتے ہیں،حضرت نوح علیہ السلام کے لئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا!

قِیۡلَ یٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ وَعَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَکَ۔۲۱۰؎

ترجمہ۔ہم نے حکم دیا!اےنوح ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اوران برکتوں کے ساتھ اتروجوتجھ پراور تیرے ساتھ والے لوگوں پر ہیں۔

قوم بنی اسرائیل کوحضرت موسیٰ نے ہدایت دی!

اهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَکُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ۔۲۱۱؎

ترجمہ۔کسی شہر میں جا اتروتو وہاں تمھیں وہ چیزیں ملیں گی جوتم مانگتے ہو۔

ھبوط کو ہم کسی جرم یا سزا کے سیاق میں نہیں سمجھیں گے اور نہ ہی کسی بلندی سے پستی میں پھینکے جانے کے لئے سمجھیں گے بلکہ اس کوحضرت آدم کی تکریم اور ذمہ داریوں کے ساتھ تشریف آوری سے موسوم کریں گے کیونکہ قرآن کریم میں کوئی ایسا تصورموجودنہیں جس کے نتیجے میں انسان کے وجودکوایک جرم یا سزا کا مرتکب

جانا جائے اور یہ حقائق ہر انسان کو معلوم ہونے چاہئے ۔ ۲۱۲ ۔

معیشت اور ترقی: Economic and Development:

جزیرہ عرب کا بڑا حصہ ریگستانی ،صحرائی اور بنجر زمین پر مشتمل ہے جہاں کچھ علاقوں پر کاشت کاری ہوتی ہے لیکن زمین کا بڑا حصہ بنجر اور ویران ہی ہے یہاں کے مقامی لوگ بھیڑ بکری کے دودھ اور کھجور وشہد پر انحصار کرتے مرد عام طور پر بھیڑ ، بکریاں اونٹ اور گھوڑوں کی افزائش کرتے قابل کاشت زمینوں پر پھلوں ،سبزیوں اور اناج کی کاشت بھی کی جاتی ، مورخین کا یہ ماننا ہے کے مالٹے کے درخت تقریباً دسویں صدی عیسوی سے قبل ہندوستان سے عرب لائے گئے جسے عربوں نے شام ، ایشیائے کوچک ،فلسطین ،مصر اور اسپین میں متعارف کروایا اور انھی ممالک سے یہ ہوتا ہوا جنوبی یورپ میں پھیلا۔ گنے کی کاشت اور شکر اور گڑ کی تیاری کا طریقہ بھی عربوں نے ہندوستان سے سیکھا جو صلیبیوں کے ذریعے یورپی ریاستوں تک پہنچا اگر چہ یورپ میں کپاس پہلی مرتبہ عربوں نے کاشت کی جیسے بنجر زمین پر کامیاب اور منظم آب پاشی کے ذریعے کامیاب بنایا گیا یہاں کے حکمرانوں نے آزاد معیشت کے لئے کئی اقدامات کئے دریائے فرات کو نہروں کے ذریعے میسو پوٹامیا اور دجلہ کو فارس تک لایا گیا یہی نہیں بلکہ ایک بڑی نہر نے دونوں دریاؤں کو بغداد کے مقام پر آپس میں منسلک کیا۔

عباسی خلفاء نے دلدلی زمین کو صاف کر کے تباہ حال بستیوں ، دیہات اور فارمز کو بحال کیا۔ دسویں صدی عیسوی میں سامانی بادشاہوں کے دور میں بخارا اور سمرقند کا درمیانی علاقہ چار اراضی بہشتوں میں سے ایک سمجھا جاتا تھا۔ تاہم باقی تین بہشت جنوبی فارس ،جنوبی عراق اور دمشق کے نواحی علاقوں میں تھیں جزیرہ عرب معدنیات سے بھی مالا مال تھا یہاں زیر زمین سونے ، چاندی ،فولاد ،سیسہ ، پارہ ، اینٹی مونی ،سلفر ، ایسبٹس ، سنگ مر مر اور قیمتی

پتھر بکثرت پائے جاتے تیل، گیس اور پیٹرول کی بھی وافر مقدار یہاں پائی جاتی۔ جس کی تجارت پر یہاں کی معیشت منظم اور مستحکم ہے یہاں نفتھا نامی آتش گیر مادہ بھی بکثرت موجود تھا۔

ہارون الرشید کے روز ناموں میں نفتھا اور نرسلوں کی قیمتیں درج تھیں جن سے عباسی خلیفہ جعفر کی لاش کو جلایا گیا گھریلو صنعت کاری اور دست کاری کے علاوہ منظم تجارتی مراکز اور صنعتیں بھی تھیں اس کے علاوہ چند کارخانوں اور فیکٹریز کے شواہد بھی دستیاب ہیں، دسویں صدی کا مورخ المسعودی فارس اور مشرق قریب میں ان کارخانوں اور فیکٹریز کا ذکر کرتا ہے یورپ میں بارہویں صدی سے قبل ان کا کوئی ذکر موجود نہ تھا۔

عباسی خلفاء نے مکینیکل فیلڈ میں بھی اپنا نام کمایا یعنی ہارون الرشید کی طرف سے شارلیمان کو بھجوائی گئی آبی گھڑی چمڑے اور مرصع کاری والے تانبے سے بنی ہوئی تھی جو ہر گھنٹہ مکمل ہونے پر دھاتی چوبدار ایک دروازہ کھولتا تھا جبکہ فارسی، شامی اور مصری ٹیکسٹائلز اپنی مکمل ٹیکنیکس کی وجہ سے کافی مشہور تھیں۔

موصل اپنے سوتی اور ململ کے پارچہ جات کی وجہ سے مشہور تھا دمشق میں اعلیٰ اور معیاری لینن کا کپڑا تیار کیا جاتا نیز یہاں نہایت عمدہ اور تیز دھار تلواریں بھی بنائی جاتیں، عدن میں اونی پارچہ جات عمدگی سے بنائے جاتے سیڈون اور الصور میں شیشہ سازی کی صنعتیں قائم تھیں جبکہ بغداد میں عمدہ کوالٹی کے شیشے کے نفیس برتن بنائے جاتے، رقہ میں زیتون کا تیل کشید کیا جاتا نیز یہاں معیاری صابن بھی بنائے جاتے فارس میں عطریات خوشبویات، ظروف، کنگھیاں اور چٹائیاں بنائی جاتیں یہ وہ تمام صنعتیں اور ہنرمندیاں تھیں جن تک یورپ کی رسائی اندازاً سولہویں صدی تک ہوئی آمدورفت کے لئے اونٹ، گھوڑے اور خچر استعمال

کئے جاتے عرب اپنے گھوڑوں سے بہت محبت کرتے یہاں تک کے وہ ان کے گھر کا ایک معزز فرد سمجھا جاتا اونٹ کو صحرائی جہاز کی حیثیت حاصل تھی۔ ریگستانی صحراؤں کے پر پیچ اور جانگسل راستوں پر اونٹ کے بغیر سفر ناممکنات میں سے تھا۔

مورخین یہ لکھتے ہیں 4700 اونٹوں کا بڑا تجارتی کاروان بھی مسلم دنیا میں نہایت کامیابی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تقریباً تمام عرب حکمرانوں نے یعنی حضرت عمرؓ سے لے کر آج تک جتنے بھی حکمران یہاں آئے ان سب نے آمدورفت کے لئے کشادہ شاہراہیں، راہداریاں اور پختہ سڑکیں بنوائیں اور سفر کی سختیوں کو آسانیوں میں بدلا دشوار گزار سفر کو آسان اور محفوظ بنانے کے لئے مسافر خانے، سرائیں، عارضی گھر، شفا خانے (جہاں انسانوں اور جانوروں کا علاج کیا جاتا) اور فوجی چوکیاں بھی قائم کیں تا کہ ڈاکوؤں اور رہزنوں سے مسافروں کی حفاظت کی جا سکے عظیم الشان شاہراہیں بغداد سے نکل کر رے، نیشاپور، مرو، بخارا اور سمرقند سے کاشغر اور چین کی سرحدوں تک جا پہنچیں دوسری جانب کوفہ سے مدینہ، مکہ، عدن، موصل، دمشق اور شام کے ساحل تک پختہ اور کشادہ سڑکیں تعمیر کی گئیں اس کے ساتھ ہی بحری گزگاہوں کو بھی محفوظ بنایا گیا تا کہ اس راستے تجارت کی جا سکے ہارون الرشید نے نہر سوئیز پر کام شروع کیا اس کے علاوہ بغداد کے مقام پر 750 فٹ چوڑا دریائے دجلہ کو پار کرنے کے لئے کشتیوں کے تین پل بھی عباسی دور خلافت میں تعمیر کئے گئے یہ دریائی شاہراہیں تجارتی امور میں ہمہ وقت مصروف رہتیں جس کی وجہ سے مغربی ایشیاء کو کافی معاشی فائدہ پہنچا کیونکہ واحد حکومت نے چار ریاستوں میں منقسم خطے کو متحد کیا دوسری جانب کسٹمز کے واجبات اور دیگر تجارتی روکاوٹوں کو بھی ختم کیا گی جس کی وجہ سے مسلمان عرب تاجروں نے نہایت کامیابی سے عیسائیوں، یہودیوں اور فارسیوں کے ساتھ مل کر تجارت کی ابتدائی دور میں تو میلے ٹھیلے لگا

کرتے جہاں تاجر اپنا سامان فروخت کرتے لیکن بعد میں ہر بڑے شہر مثلاً بغداد، بصرہ، عدن قاہرہ اورسکندریہ میں باقاعدہ بازار اور منڈیوں کا قیام بھی عمل میں آیا جہاں تجارتی کاروانوں کے ذریعے چین، ہندوستان، فارس، شام، مصر، اسپین، مراکش یونان، اٹلی اور گال سے سامان تجارت آتا ابتداء میں عرب تاجر فارسی کرنسی استعمال کرتے لیکن 695ء میں اموی خلیفہ عبدالملک نے سونے کے دینار اور چاندی کے درہم ڈھلوائے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کے تقریباً سو سال بعد عربوں نے بے پناہ دولت حاصل کر لی اور ان کا ملک مستحکم اور منظم مالی بنیادوں پر استوار ہوتا چلا گیا جبکہ ہر گزرتا دن ان کے لئے ترقی کی نوید لے کر آتا عرب خلفاء اور وزراء عالیشان محلات اور سامان تعیش کے عادی تھے جن کی خدمت کے لئے کئی غلام اور کنیزیں ہمہ وقت موجود رہتے۔ یحییٰ برمکی نے ایک قیمتی ڈبیا کو حاصل کرنے کے لئے 200,00,000 درہم یعنی

(تقریباً 6 لاکھ ڈالرز سے زائد رقم ادا کرنی چاہی) لیکن پھر بھی سودا نہ ہو سکا۔

خلیفہ مکتفی کے بارے میں مورخین یہ لکھتے ہیں جب وہ دنیا سے گیا تو اندازاً 200,00,000 دینار کی قیمتی خوشبوئیں اور بیش قیمت زیورات چھوڑے۔

ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید کی شادی کے موقع پر اصلی موتی مہمانوں پر لٹائے گئے اور مشک کے گولے بھی تقسیم کئے گئے اور ہر مشک کے گولے کے اندر ایک پرچی میں درج ہوتا کے مہمانوں کو ایک غلام گھوڑا، جاگیر اور قیمتی تحفہ دیا جائے گا۔ ملکائیں اور شہزادیاں قیمتی لباس و زیورات زیب تن کرتیں اس کے علاوہ عمدہ اور معیاری خوشبوئیں دور دراز ممالک سے منہ مانگے داموں پر منگوائی جاتیں یہی نہیں بلکہ ان کی جوتیوں کے تلے میں خوشبوئیں بھر کر سی دی جاتیں جنھیں وہ ہر دوسرے دن بدل دیا کرتیں الغرض کے ہر طرف

روپے پیسے کی ریل پیل تھی اور ممالک عرب میں سکون وراحت تھی۔ ۲۱۳؎

سعودی عربیہ کی بادشاہت

Kingdom of Saudi Arabia

سعودی عرب کا سرکاری نام 'المملکت العربیہ السعودیہ' ہے یہ کئی جزیرہ نمائے عرب کے بیشتر علاقوں پر مشتمل ہے جس کے مغرب میں بحیرہ قلزم اور خلیج عقبہ ہیں، مشرق میں خلیج عرب واقع ہے جبکہ اردن، عراق، کویت، قطر، متحدہ عرب امارات، سلطنت عمان، یمن اور بحرین اس کے پڑوسی ممالک ہیں جن کی سرحدیں سعودی عرب سے ملتی ہیں سعودی عرب میں دنیا کا سب سے بڑا ریگستان 'ربع الخالی' پایا جاتا ہے۔

سعودی عرب کو مذہبی اعتبار سے بھی بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہاں کا شہر مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش ہے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں دنیا بھر سے حجاج کرام اور زائرین حج اور عمرہ آتے ہیں سعودی عرب کا کل رقبہ آٹھ لاکھ 65 ہزار مربع میل یعنی ۱۹ لاکھ 60 ہزار 582 مربع کلومیٹر ہے یہاں کی موجودہ آبادی دو کروڑ سے زائد ہے تاہم یہاں مسلمانوں کی 100 فیصد آبادی پائی جاتی ہے یہاں کا دارالحکومت ریاض ہے جبکہ خواندہ افراد تقریباً 62 فیصد ہیں، ماضی میں کئی حملہ آوروں نے مکہ اور مدینہ پر حملے کی کوششیں کیں جس میں وہ ناکام ہوئے، 1517ء میں خلافت عثمانیہ نے اپنا اقتدار قائم کیا۔

1745ء میں محمد بن عبدالوہاب نے اسلام کی تطہیر اور اصلاح کا بیڑا اٹھایا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہابی تحریک نے پورے جزیرہ نما عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ۲۱۴؎

موسیقی: Music:

مسلمانوں کے یہاں موسیقی کو گناہ سمجھا جاتا ہے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کے مسلمانوں کی زندگی میں موسیقی کا بہت عمل دخل رہا ہے اب چاہے وہ الف لیلہ کی داستان ہو ، جنگ ، زندگی ، شادی بیاہ کے مواقع یا پھر محبت کا نغمہ وغیرہ ایران ، شام ، عراق اور مصر جیسے متمدن مما لک کی فتح اور اسلام میں ملوکیت کے رواج کے بعد مسلمانوں میں موسیقی کا چرچا عام ہوا اور اس کے جائز یا ناجائز ہونے پر بھی مباحثہ شروع ہوا تاہم اس مسئلے میں تین آراء سامنے آئیں جو درج ذیل ہیں ۔

ا۔ پہلی رائے:

ظاہر بین علماء اور فقہاء کی ہے جو موسیقی کو مطلق حرام قرار دیتے ہیں اور اس بارے میں نہایت شدت پسند ہیں بسا اوقات ان کی شدت پسندی حد تعصب اور عناد تک پہنچ جاتا ہے

۲۔ دوسری رائے:

موسیقی کے بارے میں دوسری رائے محدثین نے پیش کی ہے جن میں سے اکثریت موسیقی کو جائز یا مباح خیال کرتے ہیں ان میں سے بعض مزامیر کو بھی جائز خیال کرتے ہیں اور وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کے فرصت اور مسرت کے لمحات اور خاص مواقع پر گانا بجانا ناصرف جائز ہے بلکہ اس کے سنت سے بھی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں ۔

۳۔ تیسری رائے:

تیسری رائے صوفیاء کرام کی ہے جو موسیقی کو روح کی غذا ، روح کی بالیدگی اور خدا سے ملاپ کا ایک موثر ذریعہ سمجھتے ہیں اس لئے وہ حرمت غناء کے قائل نہیں ۔

ایک قابل غور امر یہ بھی ہے کے محدثین اور صوفیاء نے موسیقی کو جائز قرار دیتے ہوئے ہمیشہ اس امر کی قطعی وضاحت بھی فرمائی ہے کے موسیقی کی وہ قسم مطلق حرام ہے جس کا مقصد لہو ولعب ہو لیکن تمام بزرگ لہو ولعب کے مفہوم پر متفق الرائے نہیں تاہم ان کے اختلافات عام طور پر فروعی ہیں۔

علامہ عبدالغنی نابلسی جو فقہ حنفی کے مسلمہ ماہر اور محقق ہیں اپنے رسالہ 'ایضاح الالالات فی سماع الالات' میں (لہو) کی تشریح فرماتے ہوئے یہ کہتے ہیں کے لہو سے مراد اطاعت الہی کی طرف بے توجہی برتنا یا فرائض و واجبات کو فراموش کرنا یا ایسی موسیقی جس سے حرام یا مکروہات میں رغبت پیدا ہو مثلاً خمر، زنا یا دوسری عادات بد وغیرہ کا پیدا ہونا یعنی گانا سننے سے ایسی مستقل یا عارضی کیفیات کا دل میں پیدا ہونا تاہم (لہو) کی اس تشریح کے بعد علامہ عبدالغنی نابلسی نے ساز والی موسیقی کا دفاع کرتے ہوئے کہا کے ایسے افراد جاہل ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کے آلات غنا لہو کے سوا کچھ نہیں جبکہ جنگ کے موقع پر طبل جنگ بھی بجایا جاتا اسی طرح سے اعلان نکاح، عید یا کسی خوشی کے موقع پر طبل یا دف بجا کر لوگوں کو متوجہ کرنے کی روایت کافی قدیم ہے اسی طرح سے شہنشاہوں کے پیغامات بھی عام لوگوں تک بادشاہ کے ہرکارے پہنچاتے اور لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے وہ طبل یا دف بجایا کرتے تھے۔ ۲۱۵ ؎

موسیقی کے حوالے سے امام غزالی فرماتے ہیں کے موزوں نغمے کو روح سے گہری مناسبت ہے اور وہ روح پر اثر انداز ہوتی ہے بعض آوازیں فرحت انگیز بعض المناک اور بعض آوازیں انسان کو سلا دیتی ہیں۔ جبکہ کچھ آوازیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن سے انسان پر وجد طاری ہو جاتا ہے تاہم ستار کی آواز میں یہی تاثیر پائی جاتی ہے۔

امام غزالی مزید کہتے ہیں موسیقی کے اثرات انسانوں اور جانوروں پر نہایت گہرائی سے مرتب ہوتے ہیں جبکہ اچھی یا بری موسیقی سے انسان کا جسم، روح اور نفس سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔۲۱۶؎

امام غزالی کے ہم عصر حضرت سید علی ہجویری العروف داتا صاحب کے خیالات اور نظریات بھی امام غزالی سے بے حد مشابہہ ہیں جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو آپ کی تعلیمات کے اثر سے یہاں کی خانقاہیں صوفیانہ موسیقی کا مرکز بنیں آپ نے موسیقی کو مباح اور پسندیدہ ٹھہرایا، اہل علم کے نزدیک جس شخص پر آواز کی تاثیر اثر انداز نہ ہو وہ بے حس، جھوٹا یا منافق ہے ایسے شخص کے دل میں نفاق ہے اور ایسا شخص انسان یا جانور کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔۲۱۷؎

تمام لوگوں پر موسیقی کے ایک جیسے اثرات مرتب نہیں ہوتے یعنی جس شخص کی طبیعت میں حق ہو تو موسیقی سے حق زور پکڑتا ہے جبکہ جس شخص کی طبیعت میں باطل ہو تو موسیقی سے باطل زور پکڑتا ہے اگر کسی شخص کی طبیعت میں فساد ہے تو دوران سماع اس کی طبیعت کا فساد زور پکڑتا ہے۔۲۱۸؎

سید علی ہجویری نے موسیقی کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس کے لئے سخت شرائط عائد کی ہیں جبکہ اہل تصوف کے لئے انھوں نے آداب سماع کا ذکر بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب 'کشف المحجوب' میں کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

یہ جاننا ضروری ہے کے شرط ادب سماع یہ ہے کے جب تک ضرورت نہ ہو سماع نہ کیا جائے اور اسے عادت بھی نہ بنایا جائے اور کافی دیر کے بعد محفل سماع منعقد کی جائے تا کہ اس کی عظمت دل سے نہ جائے تاہم دوران سماع شیخ کی موجودگی بھی ضروری ہے جبکہ

عوام سے وہ جگہ خالی ہو اور گانے والا بھی قابل عزت ہو اور اس کا دل دنیاوی شغل اور لہو ولعب سے متنفر ہو۔۲۱۹؎

اکثر صائب رائے مورخین کا یہ خیال ہے کے عربوں کے یہاں موسیقی کا استعمال دیگر تمام ممالک کی تاریخ اور فنون کی شناخت سے زیادہ ہے اہل عرب، مغربی موسیقی میں کئی خامیوں کی نشاندھی کرتے ہیں لیکن عربوں کی موسیقی میں مراقباتی نفاست بھی پائی جاتی ہے جو ان کی روح کی گہرائی کو متاثر کرتی ہے۔

مورخین کی یہ رائے ہے کے مسلمانوں کے یہاں موسیقی کا آغاز سامی سر اور تان سے ہوا بعد ازاں اس نے یونانی modes کے ساتھ روابط مضبوط کئے پھر ترقی کے مدارج طے کرتے کرتے فارس اور ہندوستانی موسیقی کے اثرات کو بھی گہرائی میں قبول کیا مسلمان فلاسفہ نے موسیقی کے حوالے سے یونانی اثرات کو برملا قبول کیا مثلاً الکندی، ابن سینا اور اخوان الصفا نے اس موضوع پر کافی تفصیل سے لکھا۔

الفارابی کی کتاب 'کتاب موسیقی' کو ایک غیر معمولی حیثیت حاصل رہی الفارابی نے اپنی کتاب میں موسیقی سے متعلق کئی جدید نظریات پیش کئے جسے اہل علم طبقے میں پذیرائی ملی

ساتویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے نپی تلی موسیقی کو لکھنا شروع کیا یورپ میں 1190ء سے قبل موسیقی اس انداز سے متعارف ہی نہیں ہوئی تھی، مورخین نے تقریباً سو سے زائد آلات موسیقی کا ذکر کیا ہے جن میں سے بیشتر کو مسلمانوں نے نا صرف ایجاد کیا بلکہ ان آلات کا استعمال موسیقی میں بھی کیا گیا ان میں رباب، عود، سہ تارا، تیرہ تارا، نے، سنکھ، جھانجھ، طنبورہ، قطارہ، کھڑتال، باجا، بربط، سارنگی اور ڈھول شامل ہیں تاہم ڈھول کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کے یہ ایک قدیم ساز ہے جس کا پتا 6000 سال ق م میں بھی ملتا ہے ڈھول

کوطبل بھی کہتے ہیں اس آلہ موسیقی کو ہاتھ یا چھڑی سے بجایا جاتا ہے اس کا درمیانی حصہ کھوکھلا ہوتا ہے تاہم اس کے سائز کے اعتبار سے اس کی آواز کم یا زیادہ ہوتی ہے ڈھول کا استعمال شادی بیاہ کے مواقع اور مذہبی رسومات کی ادائے گی کے وقت کیا جاتا ہے تاہم عرب ممالک میں خواتین طنبورا اور دف بجاتی ہیں۔اشبیلہ شہر عمدہ آلات موسیقی بنانے کے لئے بہت مشہور تھا

اسپین میں ایک کہاوت مشہور تھی کے قرطبہ میں جب کوئی مغنی (موسیقار) مرتا تو اس کا سامان موسیقی اور ساز وسامان اشبیلہ بھجوایا جاتا جبکہ اگر کوئی امیر شخص اشبیلہ میں وفات پاتا تو اس کا کتب خانہ قرطبہ بھجوادیا جاتا۔۲۲۰؎

ڈاکٹر حمید اللہ ایک بہت بڑے اسلامی اسکالر تھے اور 1948ء۔1996ء تک تقریباً ہر روز ان کے دست مبارک پر اوسطاً دو افراد اسلام قبول کرلیا کرتے تاہم جب بھی کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ اس کی وجہ دریافت کیا کرتے کے کس چیز نے تمھیں اسلام کی طرف راغب کیا؟ ایسا ہی ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کے ایک مرتبہ میرے پاس ایک فرانسیسی موسیقار ژاک ژیلیر آیا جو اپنے پیشے میں نہایت کامیاب اور مقبول تھا اس نے یہ کہا آج سے چند دن پہلے میں ایک عرب سفیر کے یہاں کھانے پر مدعو تھا جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کے تمام لوگ نہایت خاموشی سے ایک خاص انداز کی موسیقی کو سن رہے ہیں وہ موسیقی ایسی تھی جسے میں نے اس سے پہلے کبھی بھی نہیں سنا تھا وہ دنیا کی ایسی موسیقی تھی جو بہت عظیم اور بلند تھی چونکہ میں خود موسیقار ہوں اور اس کے تمام نشیب وفراز سے بخوبی واقف بھی ہوں لہٰذا میں یہ بات دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کے اس موسیقی کی دھن اور اس کے نشیب وفراز کو سمجھنے کے لئے دنیا کو بہت وقت چاہئے بہرحال جب وہ موسیقی ختم ہوئی تو میں نے وہاں پر لوگوں سے پوچھا کے یہ کس قسم کی موسیقی تھی جس پر مجھے یہ بتایا گیا کے یہ

موسیقی نہیں تھی بلکہ قرآن کریم کی تلاوت تھی اور یہ فن تجوید تھا جو ایک الگ چیز ہے مجھے اس فن قراءت میں موسیقی کے وہ قواعد اور ضوابط نظر آئے جس تک دنیا کو پہنچنے میں بہت وقت لگے گا لہٰذا ایسا کلام اور ایسی قراءت عام چیز نہیں ہے اور اس کو بھیجنے والا بھی خاص ہے یہی جذبہ میرے اسلام لانے کی وجہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کے میں نے اس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کر دیا اور اس کی دینی تعلیم کا بندوبست بھی کر دیا تقریباً دو ماہ کے بعد وہ کچھ پریشانی کے عالم میں میرے پاس آیا اور کہنے لگا کے کیا قرآن کریم بالکل اسی شکل میں اب بھی ہے جیسا کے رسول اللہ ﷺ کے اوپر آیا تھا، ڈاکٹر صاحب نے کہا یقیناً بالکل ویسا ہی ہے پھر اس نے کہا قرآن کریم میں ایک مقام ایسا ہے جہاں میرا یہ خیال ہے کے وہاں کچھ missing ہے پھر اس نے بتایا کے جب مجھے سورہ النصر پڑھائی گئی تو اس میں افواجا اور فسبح کے درمیان خلاء ہے یعنی پڑھانے والے نے افواجا پر وقف کیا جس کی وجہ سے وہاں سلسلہ ٹوٹ گیا جبکہ میرا فن یہ کہتا ہے کے اس سلسلہ کو وہاں پر ٹوٹنا نہیں چاہئے تھا ڈاکٹر صاحب نے کہا یہ سنتے ہی میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کے میں اس نومسلم کے شک کو کس طرح سے دور کروں پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کے اچانک مجھے اپنے بچپن میں اپنے استاد اور مکتب کی یاد آگئی جب میں مکتب میں پڑھتا تھا تو میرے استاد نے مجھے یہ بتایا تھا کے افواجا پر وقف نہیں کرنا چاہئے بلکہ افواجا کو اس کے بعد کے لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہئے پھر میں نے سوچا کے شاید اس بات سے اس کا شک دور ہو جائے اور اس کو اطمینان ہو جائے پھر میں نے اس کو بتا یا کے آپ کو جو قرآن کریم پڑھا رہے ہیں وہ تجوید کے اتنے ماہر نہیں ہیں دراصل یہاں اس لفظ کو غنہ کے ساتھ آگے سے ملا کر پڑھنا یعنی افواجا فسبح ڈاکٹر صاحب کا اتنا کہنا تھا اور وہ خوشی

سے اچھلنے لگا اور ڈاکٹر صاحب کو گود میں لے کر ناچنے لگا پھر کہنے لگا کے یقینا یہاں ایسا ہی ہونا چاہیے تھا چنانچہ اس موسیقار کی دینی تعلیم کے لئے دوسرے معلم کا انتظام کیا گیا وہ شخص وقتا فوقتا آتا اور قرآن کریم کے اسرار پر اپنا سر دھنتا کے واقعی یہ اللہ ہی کا کلام ہے کیونکہ قرآن کریم میں جو صوتیات ہیں یہ علم وفن کی ایک ایسی دنیا ہے جس میں کوئی محقق آج تک نہیں اترا اور نہ ہی قرآن کریم کے اس پہلو پر اب تک کسی نے اس انداز سے غور خوص کیا ہے۔

مسلمان خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ

The Social Status of Muslim Women in their society

اسلام سے قبل اور بعد از اسلام خواتین کے سماجی مقام و مرتبہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کے تاریخی شواہد پر بھی سرسری نظر ڈالی جائے۔

ذیل میں ہم ایک سرسری تاریخی جائزہ پیش کررہے ہیں۔

قبل از اسلام خواتین کی حالت

Women in pre-Islamic Arabia

عرب کی آبادی مختلف قبائل اور طبقات پر مشتمل تھی لہٰذا ہر طبقے کے حالات بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے طبقہ اشراف میں مرد و عورت کا تعلق خاصا ترقی یافتہ تھا عورت کو اس سماج میں کافی حد تک خودمختاری اور اختیارات حاصل تھے اس کی بات بھی کسی حد تک سنی اور مانی جاتی جبکہ اس کا احترام اور تحفظ بھی کیا جاتا یہاں تک کے اس کے تحفظ میں بسا اوقات تلواریں تک نکل جایا کرتیں اور شدید خونریزی بھی ہو جاتی اسی طرح کچھ بااختیار خواتین ایسی بھی تھیں کے جن کے کہنے پر قبائل میں باہم صلح یا جنگ بھی ہوا کرتی عرب مرد جب اپنی

بہادری، شجاعت، جوانمردی، حسن ذہانت یا دلیری کا ذکر کرتے تو اکثر ان کی مخاطب خواتین ہی ہوا کرتیں لیکن ایک نکتہ اہل عرب میں ایسا بھی تھا کے جس پر عرب مرد قطعاً کوئی دلیل بازی یا حجت نہ کرتے اور وہ نکتہ عرب عورتوں کا حسن بے مثال تھا جس نے بڑے بڑے کڑیل جوانوں کو پچھاڑ کر رکھ دیا تھا یہ دشت وصحرا کی سانولی حسین عورتیں جن کا حسن دل موہ لینے کے لئے نا صرف کافی تھا بلکہ یہ حسن تو لاکھوں قصہ ہائے محبت کا حق دار بھی تھا لیکن صحرا کی گرم آب وہوا کے باعث اس حسن کی معیاد دیر پا نہ تھی عام طور پر دس بارہ برس کی لڑکی کو اس کا باپ قبیلے کے کسی بہادر اور خوبرو نوجوان سے بیاہ دیتا تاہم شوہر یا عاشق کی یہ ذمہ داری تھی کے وہ اس دوشیزہ کو بھر پور تحفظ دے بسا اوقات یہ نوجوان ان دوشیزاؤں کی خاطر سماج سے ٹکرا جایا کرتے۔

عرب عورتوں کے بچپن یا جوانی کے کچھ ایام ہی خوشگوار گزرتے بعد ازاں ان کے فرائض میں یہ شامل تھا کے وہ ایسے بہادر، نڈر اور دلیر بچے پیدا کریں جو دشمنوں سے جنگیں لڑتے ہوئے انھیں زیر کریں، عرب خواتین اپنے باپ، شوہر یا بیٹے کی جائیداد میں شمار کی جاتیں اور میراث میں منتقل ہوتیں جبکہ ان خواتین کی بہت کم تعداد ایسی بھی تھی جو اپنے شوہر کی ساتھی یا دوست تھیں اکثر یہ عرب خواتین اپنے شوہر کی متعدد بیویوں میں سے ایک ہوتیں عرب بدو عورت کی پر اسرار دلکشی اہل عرب کی شعر گوئی میں جنگ کے موضوعات کی ہم پلہ تھی قبل از اسلام عرب عموماً ناخوندہ تھے لیکن بجا طور پر ان کی شاعری کے موضوعات میں گھوڑے، جنگیں، شراب اور حسین عورتیں ہی ہوا کرتیں چنانچہ ان موضوعات پر عرب کے تقریباً ہر شاعر نے قلم اٹھایا لیکن یہاں عرب کے ایک ممتاز شاعر امراؤالقیس کے قصیدے کا کچھ حصہ بیان کیا جا رہا ہے جس میں وہ بلا جھجک عرب دوشیزاؤں کے حسن کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے! اس کا

حسین رخسار، مست آنکھیں، ہرنی جیسی خوش نما گردن، سیاہ گھنے اور دراز گیسو، مثل اسحل کے نرم ونازک انگلیاں، اونٹ کی مہار جیسی پتلی کمر، زردی مائل گوری رنگت جو ہاتھ لگانے سے بھی میلی نہ ہو اور اس کا دراز قد ایسا ہی ہے کے جس کو دیکھ کر محتاط اور زاہدوں کے دل ودماغ بھی مسحور ہو جائیں وہ مزید لکھتا ہے کے جب میں اپنی محبوبہ کو ملنے کے لئے گیا تو اس وقت آسمان پر کہکشاں کے کنارے اسی طرح سے چمک رہے تھے جس طرح قیمتی موتی کے دانے چمکتے ہیں۔ اس کے محافظ اس کی حفاظت پر مامور اور میرے قتل کے لئے بے چین تھے۔۲۲۱؎

کچھ قبائل اور طبقات ایسے بھی تھے جہاں خواتین کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی مرد اپنی عزت اور تخت کو بچانے کے لئے انھیں قربان کر دیا کرتے قبائلی یا خاندانی دشمنی میں یا اس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے ایک دوسرے کے یہاں خواتین کا تبادلہ کیا جاتا مرد، عورت کو اپنی جائیداد تصور کرتا بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کا رواج بھی ان کے یہاں عام تھا چنانچہ اسی قبیح فعل کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کرتے ہوئے کہا!

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ ۲۲۲؎

ترجمہ۔ اور ان میں سے جب کسی کے یہاں بیٹی کی پیدائش ہوتی تو وہ سارا دن بے رونق چہرلئے ہوتا اور دل ہی دل میں گھٹتا رہتا کہ جس چیز کی اسے خبر دی گئی ہے اس کے عار سے وہ لوگوں سے کس طرح سے منہ چھپائے اور کبھی ذلت کی حالت میں وہ یہ سوچتا کے اس بیٹی کو زندہ مار کر زمین میں ہی دفن کر دوں۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔ ۲۲۳؎

ترجمہ۔ جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کے وہ کس گناہ پر قتل کی گئی؟

اکثر مذہبی تہوار یا کسی وبا وبلاء سے بچنے کے لئے خواتین کو دیوتاؤں کے آگے قربان کردیا جاتا چنانچہ یہاں دور فاروقی میں پیش آنے والا واقعہ مصر قابل غور ہے جب نیل کے پانی کی کمی کو دور کرنے کے لئے اہل مصر نے ایک کنواری لڑکی کی قربانی اور اس کے خون کو دریائے نیل میں بہانے کی پرانی روایت پر اصرار کیا اس کے علاوہ ہندوستان اور افریقہ میں بھی خوبصورت نوجوان دوشیزہ کا خون دیوی یا دیوتا کے چرنوں میں بہانے کے کئی واقعات تاریخ کی کتب میں درج ہیں۔

جنگ میں اگر شکست کے آثار نمایاں ہوتے تو وہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی عورتوں کو قتل کردیا کرتے یا اگر وہ ایسا نہ کرپاتے تو پھر دشمن جب ان پر غلبہ حاصل کرتے تو وہ ان خواتین کو شدید ظلم وستم کا نشانہ بناتے یہی نہیں بلکہ اسلام کے آجانے کے بعد بھی جب کفار مکہ مسلمانوں سے جنگ کے لئے آتے تو اپنی عورتوں کو اپنے ساتھ میدان جنگ میں لاتے طبقہ اشرافیہ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کے ان کے حرم میں بے شمار خوبصورت کنیزیں ہر وقت موجود رہیں لہذا زمانہ جاہلیت میں خواتین کو نہ تو علم حاصل کرنے کا اختیار تھا اور نہ ہی دیگر بنیادی حقوق تک ان کی رسائی تھی شاید اسی وجہ سے حارث بن قیس اسدی کہتے ہیں میں جب اسلام لایا تو اس وقت میری آٹھ بیویاں تھیں جن کے بارے میں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! ان میں سے چار کو اختیار کرلو۔ ۲۲۴۔

غیلان بن اسلم ثقفی جب ایمان لائے تو دور جاہلیت میں ان کی دس بیویاں تھیں جو ان کے ساتھ ہی اسلام لے آئیں رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا! ان میں سے چار کو اختیار کرلو۔ ۲۲۵۔

اس دور میں طلاق پر کوئی پابندی نہ تھی بلکہ عدت ختم ہونے سے پہلے ہی عورت سے رجوع کرلیا جاتا اس طرح وہ عدت کو کبھی ختم ہی نہیں ہونے دیتے اور بہانے بہانے عورت کو تنگ کرتے ابوبکر جصاص لکھتے ہیں اس دور میں سوتیلی ماں سے بھی نکاح ہوجایا کرتا اور سماج میں اس کو قطعاً معیوب نہ سمجھا جاتا یعنی باپ کی بیوہ سے شادی کرلینا اس دور میں عام سی بات تھی۔۲۲۶؎

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقۡتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ۔۲۲۷؎

ترجمہ۔ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمھارے باپ نکاح کر چکے ہیں مگر جو ہو چکا سو ہو چکا بے شک یہ بے حیائی اور بڑے غضب کی بات ہے اور بری راہ ہے۔

ذیل میں زمانہ جاہلیت کے نکاح کے دس طریقے درج کئے جارہے ہیں جو اس سماج میں موجود تھے۔

ا۔زواج البعولۃ:

یہ نکاح عرب میں بہت عام تھا اس میں مرد ایک یا ایک سے زائد کئی عورتوں کا مالک ہوتا یہاں بعولت شوہر کے لئے استعمال ہوا ہے۔

۲۔زواج البدل:

یعنی بیویوں کا تبادلہ، دومرد آپس میں اپنی اپنی بیویوں کو بدل لیا کرتے جس کا ان کی بیویوں کو بھی پتا نہ ہوتا۔

۳۔نکاح متعہ:

یہ نکاح بغیر خطبہ اور گواہوں کے منعقد ہوتا اورعورت اور مرد آپس میں ایک مخصوص مدت تک کے لئے ایک خاص مہر پر متفق ہوجایا کرتے جبکہ مدت ختم ہوتے ہی نکاح بھی ختم ہوجاتا اس میں طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی اور اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ماں کی ذمہ داری ہوتی جبکہ اس اولاد کو باپ کا نام بھی نہیں دیا جاتا۔

۴۔نکاح الخدن:

اس کو دوستی کی شادی بھی کہا جاتا یعنی مرد اپنی کسی بھی دوست کو اپنے یہاں بغیر نکاح اور مہر کے رکھتا اس سے جنسی تعلق استوار کرتا جب وہ دونوں الگ ہونا چاہتے تو الگ ہوجاتے اس میں طلاق کی نوبت نہیں آتی۔

۵۔نکاح الضعیۃ :

اس میں جنگ کے بعد فاتح قوم کو جو عورتیں ہاتھ لگتیں وہ ان کو اپنے تصرف میں لیتے چاہے انھیں کنیز بناتے یا بیچ دیتے یا پھر ان کا جنسی استحصال کرتے۔

۶۔نکاح شغار:

یہ نکاح ادلے بدلے یعنی وٹے سٹے کا نکاح ہوتا اس میں کوئی شخص اپنے زیر دست لڑکی کا نکاح دوسرے مرد سے اس شرط پر کرتا کہ وہ بھی بدلے میں اس کو کوئی لڑکی دے گا اس قسم کے نکاح میں مہر مقرر نہیں ہوتا۔

۷۔نکاح استبضاع:

اس طریقے کی شادی میں شوہر اپنی بیوی کو دوسرے خوبصورت مردوں کے پاس بھیجتا تا کہ ان کے یہاں خوبصورت اولاد پیدا ہو پھر جب وہ عورت حاملہ ہوجاتی تو وہ واپس اپنے شوہر کے

پاس آجاتی۔

۸۔نکاح الرہط :

یہ اجتماعی نکاح ہوتا اس میں ایک عورت تقریباً دس مردوں کے ساتھ جنسی تعلق کو استوار کرتی پھر جب وہ حاملہ ہوتی تو وہ ان سب مردوں کو بلاتی اور جس کو چاہتی بچے کے باپ کے طور پر نامزد کر دیتی جیسے وہ تمام مرد بخوشی قبول کرتے اور انھیں اس عورت کے فیصلے سے انکار کی اجازت نہ تھی۔

۹۔نکاح لبغایا:

اس نکاح میں دس سے زائد مردوں کا ایک عورت کے ساتھ جنسی تعلق استوار ہوتا جب وہ حاملہ ہوجاتی تو وہ تمام مرد اس بچے کی ولدیت کا فیصلہ کرتے کہ آیا یہ ہونے والا بچہ کس کا ہے۔

۱۰۔نکاح:

جس طرح کا نکاح آج جائز ہے جس میں خطبہ نکاح پڑھایا جاتا ہے گواہ اور وکیل ہوتے ہیں پھر مہر بھی طے کیا جاتا ہے اور قاضی لوگوں کی موجودگی میں نکاح پڑھاتا ہے مرد کے ذمہ عورت کا نان نفقہ ہوتا ہے چنانچہ اسلام آنے کے بعد نکاح کی باقی نو اقسام ممنوع ہوگئیں صرف اسی قسم کو باقی رکھا گیا خود رسول اللہ ﷺ کا نکاح جب حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو وہ بھی اسی طریقہ سے ہوا۔ ۲۲۸۔

خواتین کو وراثت میں حصہ دئے جانے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی جاتی اور خاندان کے زورآور مرد اس دولت و جائیداد کو زبردستی ہتھیا لیا کرتے۔

حضرت ثابت بن قیسؓ جب احد میں شہید ہوئے تو ان کی بیوہ نے رسول اللہ ﷺ سے آکر یہ شکایت کی کے ثابت بن قیس کے بھائیوں نے ان

کی تمام دولت اور جائیداد پر قبضہ کرلیا ہے (کیونکہ اس زمانہ کا دستور ہی یہ تھا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کرفرمایا! اللہ ہی اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا، اس پر سورہ النساء کی آیات کا نزول ہوا جس میں میراث کے بارے میں احکامات بیان کئے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بچوں کو دو تہائی جبکہ ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دیا جائے گا اور جو بچ جائے گا وہ بھائیوں کا ہوگا۔

اس دور میں خواتین پر چاہے کتنا ہی ظلم وستم کیا جاتا لیکن انھیں قانونی چارہ جوئی کا قطعاً کوئی اختیار حاصل نہ تھا اور نہ ہی انھیں نوکری یا کاروبار کا کوئی اختیار تھا اگر ان کے مالکان ان سے نوکری کروا بھی لیتے تو ان کی اجرت پر خود قابض ہوجایا کرتے الغرض اس دور میں خواتین پر ڈھائے جانے والے ظلم کی داستان بہت طویل ہے۔

بعد از اسلام خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

The Social Status of women after Islam

اسلام اور حقوق نسواں

Islam and Women's Right:

اسلام نے خواتین کو مکمل حقوق اور اختیارات دئے اسلامی معاشرے میں ان کو معاشرے کے ایک کارآمد رکن کی حیثیت حاصل ہے اسلام خواتین کو تعلیم کے حصول کا حق دیتا ہے والدین پر لازم ہے کے وہ اپنی بیٹیوں کی اچھی تعلیم وتربیت کریں، مناسب عمر پر ان کے

نکاح کا انتظام جبکہ نکاح میں ان کی مرضی کا شامل ہونا بھی ضروری ہے ورنہ نکاح باطل تصور ہوگا اسی طرح سے انھیں حق مہر، وراثت، خلع، تجارت اور روزگار کے حصول کا حق، حق حضانت (بچوں کی پرورش) اور دیگر کئی حقوق حاصل ہیں۔

قرآن کریم نے عورت کے لئے لفظ 'نساء' استعمال کیا ہے۔ لغت میں اس کے معانی بیویاں، قریبی رشتہ دار عورتیں، مسلمان عورتیں اور خدمت کرنے والی عورتیں وغیرہ (نساء، نسوۃ، نسوۃ، نسوان، نسیون، یہ سب جمع کے صیغے ہیں) لفظی ترجمہ بیویاں ہے لیکن سیاق یا قرینہ سے بیویاں یا قریبی عورتیں یا عورتیں مراد ہیں۔۲۲۹۔

المنجد میں 'نساء' سے مراد عورتیں جنھیں نسیات بھی کہا جاتا ہے۔ ۲۳۰۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّه حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔۲۳۱۔

ترجمہ۔ جو شخص نیک عمل کرے چاہے وہ مرد ہو یا عورت لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انھیں ضرور دیں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔۲۳۲۔

ترجمہ۔ اللہ نے ایمان دار مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور عمدہ مکانوں اور ہیشگی کے باغوں میں، اور اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے، یہی وہ

بڑی کامیابی ہے۔

وَمِنْ اٰیَاتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ ۲۳۳؎

ترجمہ۔اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کے اس نے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرواور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی یقیناً اس میں بہت سے نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور فکر کرتے ہیں ۔ ۲۳۳؎

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِیْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِیْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصَّآئِمَاتِ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ ۲۳۴؎

ترجمہ۔ بے شک مسلمان مرد، مسلمان عورتیں، ایمان لانے والے مرد ایمان لانے والی عورتیں فرمانبرادار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد صبر کرنے والی عورتیں، اللہ سے ڈرنے والے مرد اللہ سے ڈرنے والی عورتیں، صدقات کرنے والے مرد صدقات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی عزتوں کی حفاظت کرنے والے مرد اپنی عزتوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اوراجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ
اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ
وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ
وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۔ ۲۳۵؎

ترجمہ۔ اللہ نے ان کی درخواست کو منظور کر لیا اس لئے کہ اللہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو سو جن لوگوں نے اللہ کی خاطر ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جنھیں تکلیفیں دی گئیں اور جنھوں نے میری راہ میں جہاد کیا اور شہید ہوئے میں ان تمام لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دوں گا اور ضرور ان لوگوں کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ اجر ہے اللہ کے پاس بے شک سب سے اچھا اجر اللہ ہی کے پاس ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ
لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔ ۲۳۶؎

ترجمہ۔ بے شک اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے اور اگر کوئی (ذرا سی) نیکی ہو تو اس کو بھی کئی گنا کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے مزید اجر عظیم سے نوازتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات پر تفکر کے بعد ہم پر تین نکات کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی فضیلت انسانی کا ذکر ہوا ہے اس میں مرد و عورت دونوں کو ہی شریک کیا گیا ہے۔

۲۔ قرآن کریم میں جہاں یہ اصول بیان کیا گیا کے انسان کی فلاح کا دارومدار ایمان و عمل پر

ہے وہاں عورت اور مرد دونوں کو ہی مخاطب کیا گیا قرآن کریم نے یہ تاثر کہیں بھی نہیں دیا کے مرد چاہے کچھ بھی کرتا پھرے وہ معزز اور قابل احترام ہے اور اس کو داخل جنت کیا جائے گا اور عورت کتنی بھی پارسا ہو وہ پیدا ہی جہنم کے لئے ہوئی ہے یہ وہ باطل اسرائیلی نظریات ہیں جو کے ہمارے معاشرے میں بھی سرائیت کر گئے ہیں جبکہ یہ سراسر لغو اور بے تکی باتیں ہیں جن کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں اللہ تعالی کے یہاں نیکی اور تقویٰ کو ہی شرف قبولیت حاصل ہے اب چاہے وہ مرد کرے یا عورت۔

۳۔قرآن کریم کا یہ اصول ہے کے کسی بھی معاشرے کے استحکام اور فساد کا دارومدار مرد و عورت دونوں پر ہے اور یہ دونوں ہی مل کر معاشرے کو صالح بنیادوں پر استوار کر سکتے ہیں بصورت دیگر دونوں ہی تمدنی بربادی اور معاشرتی ہلاکتوں کا سبب بھی بن سکتے ہیں، قرآن کریم کا یہ بیان ہے کے صالح اور نیک بننے کی صلاحتیں جس طرح سے مردوں میں موجود ہوتی ہیں بالکل اسی طرح سے عورتوں میں بھی پائی جاتی ہیں یعنی خیر اور شر کی قوتیں مرد اور عورت دونوں میں ہی یکساں کام کرتی ہیں نہ خیر کو مکمل طور پر ختم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی شر کی قوتوں سے جان چھڑائی جا سکتی ہے دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی آمد اور ان کے پیغام کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء کرام نے بنی نوع انسانیت کو ایک ہی پیغام دیا کے وہ اپنے اندر موجود خیر کی قوتوں کو استحکام دیں اور انھیں مضبوط بنیادوں پر استوار کریں جبکہ شر کی قوتوں پر قابو پائیں جس کے لئے عقائد اور مختلف عبادات کا پروگرام ترتیب دیا گیا تاکہ آدم کی اولاد آدمی سے انسان بن سکے۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ

الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔ ۲۳۷؎

ترجمہ۔ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔

قدرت کی ودیعت کردہ صلاحیتوں اور اعزازات کا اگر خواتین کو ادراک و آگہی حاصل ہوجائے تو یقیناً ان کا وجود دنیا میں صرف اور صرف باعث رحمت، راحت اور سکون ہوجائے چاہے وہ ماں، بہن، بیٹی، بیوی یا دوست کی شکل میں ہو یعنی ایک معاشرے میں عورت کی جتنی بھی ممکنہ شکل وصورت پائی جاتی ہیں ان سب میں اللہ تعالی نے محبت اور رحمت رکھ دی جس کی اصل وجہ عورت کے وجود میں اللہ تعالی کی صفت خالقیت کے عکس کی موجودگی ہے دنیا کی ہر عورت کے اندر 60,000 روحانی صلاحیتیں پوشیدہ اور مستور ہیں جن صلاحیتوں سے واقفیت کے لئے ضروری ہے کے انسان سب سے پہلے اپنی ذات کی معرفت اور پہچان حاصل کرے کیونکہ جب انسان اپنے آپ کو پہچانتا ہے تو وہ اپنے رب کی معرفت اور اس کی ذات کا عرفان بھی حاصل کرلیتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ ۲۳۸؎

ترجمہ۔ اس کی نشانیوں میں سے ہے کے اس نے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

قابل غور امر یہ ہے کہ قرآن کریم نے شوہر اور بیوی کے تعلق کو سکون سے تعبیر کیا ہے یعنی : وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا، قرآن کریم میں اس مقصد کے لئے لفظ 'لتسکنو' یا سکینہ، تسکیناً، سکن، سکناً اور سکنی کے الفاظ کئی مقامات پر آئے، لغات القرآن میں 'سکن' کے معنی سکون، اطمینان، قلبی رجحان اور آسودگی کے ہیں سکون اور اطمینان کا بنیادی تعلق روح اور نفس سے ہے یعنی انسان کو سکون کا احساس روحانی یا نفسیاتی طور پر ہوتا ہے جب روح اور نفس پرسکون ہوں گے تو اس کے مثبت اثرات جسم انسانی پر بھی مرتب ہوں گے اور سکون کی یہ کیفیت دائمی رشتے سے حاصل ہوتی ہے عارضی یا وقتی بندھن سے اسے حاصل کرنا ناممکن ہے سکون اور اطمینان حاصل کرنے کا لازمی تقاضا ہے کہ فریقین کے درمیان حسن اخلاق اور حسن کردار ہو جب ہی اسلام نکاح سے قبل لڑکے اور لڑکی کی مرضی کو اتنی اہمیت اور فوقیت دیتا ہے کیونکہ نکاح میں پسند یا محبت کا ہونا اس بات کی ممکنہ دلیل ہے کہ زندگی کا طویل سفر باہمی اتفاق اور اعتماد سے گزر جائے گا بصورت دیگر آپس کی نااتفاقی، چپقلش اور لڑائی جھگڑے زندگی کو جہنم بنانے کے لئے کافی ہیں جبکہ اولاد اور خاندان پر بھی اس کے دیرینہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ہیں!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی چیز کی محبت تمھیں (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا اور (اس کا عیب سننے سے) بہرہ کردیتی ہے۔۲۳۹

نیکی اور بھلائی کے کاموں میں مرد عورت کی تفریق غلط ہے۔

اسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے!

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دنیا کی چیزوں میں

سے عورتوں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ ۲۴۰

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نیک اور بلند مرتبہ لوگ اپنی بیویوں کی عزت کرتے ہیں اور پست ذہنیت اور نیچ لوگ ان کی توہین کرتے ہیں۔

اسلامی تہذیب کا زمانی خاکہ (569ء۔1258ء)

Time Lapse of Islamic Civilization

سن عیسوی	واقعہ
632ء۔570ء	عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
610ء	پہلی وحی۔
622ء	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ۔
630ء	فتح مکہ۔
632ء۔4	خلافت حضرت ابوبکر صدیق۔
634ء۔44	خلافت حضرت عمر فاروق۔
635ء	دمشق پر مسلمانوں کا قبضہ۔
637ء	یروشلم اور کٹیسی فون پر مسلمانوں کا قبضہ۔
641ء	فتح مصر و فارس۔
641ء	مسلمانوں نے قاہرہ کی بنیاد رکھی۔
642ء	قاہرہ میں مسجد عمر کی تعمیر۔
644ء۔56	خلافت حضرت عثمان غنی۔

656ء_6--------------خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریمؓ ۔

660ء_8------------------------خلافت امیر معاویہؓ

660ء_75-------------------دمشق میں اموی خلافت ۔

662ء--------------------شام میں ہندو اعداد کا تعارف ۔

680ء----------------کربلا میں شہادت حضرت امام حسینؓ ۔

680ء_3-------------------خلافت یزید بن معاویہ۔

683ء_4--------------------خلافت معاویہ دوم ۔

685ء_705------------خلافت عبدالملک بن مروان ۔

691ء_4-----------------مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور گنبد دمشق۔

693ء_862-------------آرمینیا میں مسلم حکومت کا قیام ۔

698ء--------------------کارتھیج پر مسلمانوں کا قبضہ۔

705ء_15---------------خلافت ولید بن عبدالملک ۔

705-1ء-----------------------دمشق کی عظیم مسجد۔

711ء---------------اسپین میں مسلمانوں کا داخلہ۔

715ء_17-------------------خلافت سلیمان اول ۔

717ء_2-------------خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔

720ء_24-------------------خلافت یزید دوم ۔

724ء_43-----------------------خلافت ہشام ۔

732ء--------------Tours سے مسلمانوں کی ناکام واپسی ۔

743_4ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خلیفہ ولید دوم۔

750ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو العباس السفاح نے عباسی خلافت قائم کی۔

754_75ء۔۔۔۔۔۔خلیفہ المنصور کے دور خلافت میں بغداد دار الخلافہ بنا۔

755_88ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امیر قرطبہ عبدالرحمن اول۔

757_847ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔معتزلی فلاسفہ۔

760ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسماعیلیوں کا ظہور۔

775_86۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خلیفہ المہدی۔

786-1ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قرطبہ کی نیلی مسجد۔

786_809ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خلیفہ ہارون الرشید۔

789_974ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاس (Fez) میں ادریسی سلطنت۔

803ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔برمکی خاندان کا زوال

803-1ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فلسفی الکندی۔

808_909ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قیروان میں اغلبی سلطنت۔

809-1ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کورسیکا اور سارڈینیا پر مسلمانوں کا قبضہ۔

809_77ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محقق حنین ابن اسحاق۔

813_33ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خلیفہ المامون۔

820_72ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فارس میں طاہری سلطنت۔

822_52ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امیر قرطبہ عبدالرحمن دوم۔

827ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ساراسینیوں نے صقلیہ فتح کیا۔

830ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بغداد میں بیت الحکمۃ۔

830ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخوارزمی کی الجبرا۔

926_844ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔طبیب الرازی۔

846ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔روم پر ساراسینی یلغار۔

95_870ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فلسفی الفارابی۔

903_872ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فارس میں صفری سلطنت۔

935_873ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ماہر دینیات الاشعری۔

878ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قاہرہ میں ابن طولون کی مسجد۔

909ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قیروان میں فاطمی سلطنت۔

61_912ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قرطبہ میں خلیفہ عبدالرحمن۔

915ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مورخ الطبری کی شہرت کا دور

65_915ء ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شاعر المتنبی۔

102_934ء ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شاعر فردوسی۔

98_940ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ریاضی دان ابوالوفاء۔

1058_945ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بغداد میں بیوئی عروج۔

951ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جغرافیہ دان المسعودی کی وفات۔

76_961ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قرطبہ میں خلیفہ الحاکم۔

1039_965ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔طبیعات دان ابن الہیثم۔

1049_967ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صوفی شاعر ابوسعید۔

1171_969ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قاہرہ میں فاطمی سلطنت۔

970ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قاہرہ میں مسجد الازہر۔

1048_973ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سائنس دان البیرونی۔

1058_973ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شاعر المعریٰ۔

976-101ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قرطبہ میں خلیفہ الہشام۔

1002_978ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فلسفی ابن سینا۔

983ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اخوان الصفاء۔

1012_990ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قاہرہ میں مسجد الحاکم۔

103 _998ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزنی کا محمود غزنوی۔

1012ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قرطبہ کا بربر انقلاب۔

92_1017ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وزیر نظام الملک۔

103-1ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قرطبہ میں خلافت کا خاتمہ۔

1038ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فارس پر سلجوق ترکوں کا حملہ۔

1123_1038ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شاعر عمر خیام۔

95_1040ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امیر اور شاعر المعتمد۔

1058ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بغداد پر سلجوقیوں کا قبضہ۔

1111_1058ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ماہر الہیات الغزالی۔

63_1059ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بغداد میں سلطان طغرل بیگ۔

1060ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلجوق ترکوں کی فتح آرمینیا۔

1063_72ء-------------------سلطان الپ ارسلان۔

1071ء----مانزیکرٹ کے مقام پر یونانیوں کے ترکوں کے ہاتھوں شکست۔

1072_92ء-------------------------سلطان ملک شاہ

1077_1327ء -------------ایشیائے کوچک میں روم کی سلطنت۔

1088ء------- ----------------اصفہان کی جامع مسجد۔

1090ء--------- --------------حشیشین فرقے کا قیام۔

1090_1147ء------------------اسپین میں المورادی سلطنت۔

1091_1126ء------------------------------طبیب الازہر۔

1098ء------------------------یروشلم پر فاطمی قبضہ۔

1100_66ء--------------------جغرافیہ دان الادریسی۔

1106ء---------------------------فلسفی ابن باجہ کی شہرت۔

1107_85ء-------------- ---------فلسفی ابن طفیل۔

1117_51ء------------------------------سلجوق سلطان سنجر۔

1126_98ء------------------------------فلسفی ابن رشد۔

1130_1269ء----------------------مراکش میں الموحاد سلطنت۔

1138_93ء---------------------------صلاح الدین ایوبی۔

1148_1248ء------------- ---اسپین میں الموحاد سلطنت۔

1162_1227ء---------------- -------چنگیز خان۔

1175_1249ء----------- ---------------ایوبی سلطنت۔

1220ء-1179ء-------------------جغرافیہ دان یاقوت۔

1181ء-------------------اشبیلہ کا القصر (الکازار)۔

1291-1184ء------------------ ------شاعر سعدی۔

1187ء---صلاح الدین نے حطین کے مقام پر صلیبیوں کو شکست دی اور یروشلم پر قبضہ کیا۔

1188ء-------------------- ------شاعر نظامی کی شہرت۔

1196ء--------------------اشبیلیہ میں گیرالڈا مینار۔

73-1201---------------------------شاعر جلال الدین رومی۔

82-1211ء--------------------سوانح نگار ابن خلکان۔

1212ء-------------تولیدو میں عیسائیوں نے موروں کو شکست دی۔

38-1218ء-------------- ------قاہرہ میں سلطان الکامل۔

1219ء--------------------ورائے جیحون پر چنگیز خان کا حملہ۔

1245ء-------------------------یروشلم پر منگولوں کا قبضہ۔

1248ء------------------------------------الحمراء۔

1517-1250ء-------------------مصر میں مملوک حکومت۔

1252ء---------- -اسپین میں مورش حکومت غرناطہ تک محدود ہوگئی۔

1285ء---------منگولوں نے بغداد کو لوٹا اور عباسی خلافت کا خاتمہ ہوا۔

1260ء----- ---عین جالوت میں مملوکوں نے منگولوں کو شکست دی۔

77-1260ء------------ --مملوک سلطان بیبرس۔۲۴۱۔

حوالہ کتب:

۱۔سورہ سبا۔آیت۔۱۵۔۲۰۔

۲۔سورہ سبا۔آیت۔۱۹۔

۳۔سورہ البروج۔آیت۔۴۔۸۔

۴۔لغات القرآن۔غلام پرویز ۔ص۔۵۸ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۵۔تفہیم القرآن۔سید ابوالاعلیٰ مودودی۔جلد۔۶۔ص۔۲۹۶۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔۲۰۰۷ء۔

۶۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔۱۰۰۷۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۵ء۔

۷۔سورہ الفجر۔آیت۔۶۔۸۔

۸۔سورہ اعراف۔آیت۔۷۳۔

۹۔سورہ ہود۔آیت۔۶۵۔

۱۰۔سورہ ہود۔آیت۔۶۷۔

۱۱۔سورہ الحاقہ۔آیت۔۱۔۸۔

۱۲۔قلب جزیرہ عرب۔فواد حمزہ۔ص۔۲۳ المطبعۃ السّلفیہ مصر۔۱۳۵۲ھ۔

۱۳۔ الجامع الصحیح بخاری ۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۔ ۲۵۶ھ)۔ رقم الحدیث۔ ۳۳۶۶۔دارالسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔

۱۴۔سورہ آل عمران۔آیت۔۹۷۔

۱۵۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۹۷۔

۱۶۔سورہ آل عمران۔آیت۔۹۶۔

۱۷۔تاریخ اسلام۔شاہ معین الدین ندوی۔جلد۔دوم۔ص۔۸ دارالاشاعت کراچی۔۱۹۸۵ء۔

۱۸۔تاریخ اسلام۔شاہ معین الدین ندوی۔جلد۔دوم۔ص۔۱۰۶۔دارالاشاعت کراچی۔۱۹۸۵ء۔

۱۹۔تاریخ الارض القرآن۔سید سلیمان ندوی۔ج۔۲۔ص۔۱۷۸۔معارف پریس اعظم گڑھ۔۱۹۵۵ء۔

۲۰۔ تاریخ الامم والملوک۔ابو جعفر محمد بن جریر الطبری(متوفی ۳۱۰ھ)۔ ج۔۲۔ص۔ ۱۹۴۔الحسنیۃ المصریہ۔سن ندارد۔

۲۱۔الجامع صحیح مسلم ۔ابوالحسین مسلم بن حجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)۔ مکتبہ دارالسلام ۔ الریاض۔

۲۰۰۰ء۔
۲۲۔جامع ترمذی۔ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔المکتبہ الرشیدیہ دہلی۔سن ندارد۔
۲۳۔محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ۔الشیخ محمد الخضری بک۔ص۔۱۵۔۱۶۔المکتبہ التجارت الکبریٰ مصر۔ ۱۳۸۲ھ۔
۲۴۔سیرۃ النبویۃ۔ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ)۔ج۔۱ص۔۲۰۱۔مکتبہ المصطفی البابی مصر۔۱۳۷۵ھ۔
۲۵۔رحمت اللعالمین۔محمد سلیمان سلمان منصور پوری (متوفی ۱۹۳۰ء)۔ج۔۲۔ص۔۱۴۔۱۷۔حنیف بک ڈپو دہلی۔سن ندارد۔
۲۶۔سیرۃ النبویۃ۔ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ)۔ج۔۱ص۔۲۔۴۔مکتبہ المصطفی البابی مصر۔۱۳۷۵ھ۔
۲۷۔رحمت اللعالمین۔محمد سلیمان سلمان منصور پوری (متوفی ۱۹۳۰ء)۔ج۔۱۔ص۔۱۰۷۔حنیف بک ڈپو دہلی۔سن ندارد۔
۲۸۔سیرۃ النبویۃ۔ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ)۔ج۔۱ص۔۱۳۷۔مکتبہ المصطفی البابی مصر۔۱۳۷۵ھ۔
۲۹۔مختصر سیرہ الرسول۔الشیخ السلام محمد بن عبدالوہاب نجدی (متوفی ۱۲۰۶ھ)۔ص۔۴۱۔۴۲۔مطبعۃ السنۃ المحمدیہ۔۱۳۷۵ھ۔
۳۰۔سیرۃ النبویۃ۔ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ)۔ج۔۱۔ص۔۱۴۲۔مکتبہ المصطفی البابی مصر۔۱۳۷۵ھ۔
۳۱۔۔الجامع صحیح مسلم۔ابوالحسین مسلم بن حجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مکتبہ دارالسلام۔الریاض۔ ۲۰۰۰ء۔
۳۲۔سورہ الفیل۔آیت۔۱۔۵۔
۳۳۔سیرۃ النبویۃ۔ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ)۔ج۔۱۔ص۔۱۵۱۔مکتبہ المصطفی البابی مصر۔۱۳۷۵ھ۔
۳۴۔الجامع صحیح مسلم۔ابوالحسین مسلم بن حجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مکتبہ دارالسلام۔الریاض۔ ۲۰۰۰ء۔

۳۵۔سورہ العلق۔آیت۔۱۔۵۔

۳۶۔سورہ المدثر۔آیت۔۱۔۵۔

۳۷۔سورہ الضحیٰ۔آیت۔۱۔۳۔

۳۸۔سورہ الجمعہ۔آیت ۲۔۳۔

۳۹۔محاضرات قرآنی۔ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ناشران الفیصل۔۲۰۰۸ء۔

۴۰۔سورہ لہب۔آیت۔۱۔۴۔

۴۱۔سورہ الکافرون۔آیت۔۱۔۶۔

۴۲۔سورہ الجن۔آیت۔۱۔۲۔

۴۳۔سورہ الجن۔آیت۔۱۔

۴۴۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۱۔

۴۵۔محاضرات سیرت۔ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ص۔۵۰۵۔ناشران الفیصل۔۲۰۰۸ء۔

۴۶۔سورہ الشوریٰ۔آیت۔۵۱۔

۴۷۔سورہ الانعام۔آیت۔۱۰۳۔

۴۸۔جامع ترمذی۔ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔رقم الحدیث۔۳۲۳۳۔المکتبہ الرشیدیہ دہلی۔سن ندارد۔

۴۹۔سورہ النجم۔آیت۔۱۱۔

۵۰۔جامع البیان۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ) ج۔۲۷۔ص۔۶۵۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ۔

۵۱۔الجامع صحیح مسلم۔ابوالحسین مسلم بن حجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مکتبہ دارالسلام۔الریاض۔۲۰۰۰ء۔

۵۲۔الجامع صحیح مسلم۔ابوالحسین مسلم بن حجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مکتبہ دارالسلام۔الریاض۔۲۰۰۰ء۔

۵۳۔الجامع صحیح مسلم۔ابوالحسین مسلم بن حجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مکتبہ دارالسلام۔الریاض۔۲۰۰۰ء۔

۵۴۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۲۳۔۱۲۴۔

۵۵۔سورہ انفال۔آیت۔۹۔۱۰۔

۵۶۔ دلائل نبوۃ ۔ج۔۳۔ص۔ ۸۱۔ جامع البیان ۔ج۔۴۔ص۔۵ سیرۃ ابن ہشام ۔ج۔ ۲۔ص۔ ۲۷۴۔

۵۷۔ زاد المیسر ۔ علامہ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی (متوفی ۵۹۷ھ)۔ج۔ا۔ص۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۔

نیز ۔سیرۃ ابن ہشام ۔ج۔ا۔ص۔ ۶۳۳۔

۵۸۔تفسیر نمونہ ۔آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی ۔ مترجم ۔ مولانا سید صفدر حسین نجفی ۔ ج۔ ۷۔ص۔ ۱۰۴۔۱۰۵۔مطبوعہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور۔۔

۵۹۔سوہ آل عمران ۔آیت۔ ۱۴۴۔

۶۰ ۔ال عمران۔آیت۔۱۷۲۔

۶۱۔سوہ احزاب ۔آیت۔۹۔

۶۲۔سورہ الفتح۔آیت ۔۲۷۔

۶۳۔الجامع الصحیح بخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۔۲۵۶ھ)۔دارالسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔

۶۴۔المسند۔ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی (متوفی ۲۴۱ھ)داراحیاء التراث العربی ۔بیروت ۔۱۹۹۴ء۔

۶۵۔سورہ الممتحنہ۔آیت ۔ ۱۲۔

۶۶ ۔الجامع الصحیح بخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۔۲۵۶ھ)۔دارالسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔

۶۷۔سورہ التوبہ۔آیت ۔ ۲۵۔

۶۸ ۔الجامع الصحیح بخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۔۲۵۶ھ)۔دارالسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔

۶۹ ۔سورہ التوبہ۔آیت ۔ ۸۴۔

۷۰ ۔سورہ التوبہ۔آیت۔۱۰۷۔۱۰۸۔

۷۱۔سورہ المائدہ ۔آیت ۔ ۳۔

۷۲۔سورہ المائدہ ۔آیت ۔ ۳۔

۷۳۔بخاری ۔ج۔ا۔رقم الحدیث ۔ ۴۵۔مسلم ۔ج۔ ۴۔رقم الحدیث ۔ ۳۰۱۷۔سنن ترمذی ۔ ج۔۵۔رقم الحدیث ۔ ۳۰۵۴۔

۷۴۔الجامع الصحیح بخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۔۲۵۶ھ)۔دارالسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔

۷۵۔قلب جزیرہ عرب۔فواد حمزہ۔ص۔ ۲۳۷۔المطبعۃ السّلفیہ مصر۔ ۱۳۵۲ھ۔

۷۶۔رحمت اللعالمین۔محمد سلیمان سلمان منصور پوری (متوفی ۱۹۳۰ء)۔ج۔ ۲۔ص۔ ۴۸۔حنیف بک ڈپو دہلی۔سن ندارد۔

۷۷۔محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ۔الشیخ محمد الخضری بک۔ج۔ا۔ص۔ ۳۵۔المکتبہ التجارت الکبریٰ مصر۔ ۱۳۸۲ھ۔

۷۸۔قلب جزیرہ عرب۔فواد حمزہ۔ص۔ ۲۳۲۔المطبعۃ السّلفیہ مصر۔ ۱۳۵۲ھ۔

۷۹۔محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ۔الشیخ محمد الخضری بک۔ج۔ا۔ص۔ ۳۶۔المکتبہ التجارت الکبریٰ مصر۔ ۱۳۸۲ھ۔

۸۰۔سیرۃ النبویۃ۔ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ)۔ج۔ا۔ص۔ ۱۳ مکتبہ المصطفی البابی مصر۔ ۱۳۷۵ھ۔

۸۱۔سیرۃ النبویۃ۔ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ)۔ج۔ا۔ص۔ ۱۳ مکتبہ المصطفی البابی مصر۔ ۱۳۷۵ھ۔

۸۲۔سورہ انفال۔آیت۔ ۳۴۔

۸۳۔مختصر سیرۃ الرسول ﷺ۔شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (متوفی ۱۲۴۲ھ)۔ص۔ ۱۲۔المطبعۃ السّلفیہ مصر۔ ۱۳۷۹ھ۔

۸۴۔سوہ الزمر۔آیت۔ ۳۔

۸۵۔یونس۔آیت۔ ۱۸۔

۸۶۔الجامع الصحیح بخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی۔ ۲۵۶ھ)۔دارالسلام ریاض۔ ۱۹۹۹ء۔

۸۷۔سورہ مریم۔آیت۔ ۳۵۔

۸۸۔سورہ مریم۔آیت۔ ۸۸۔ ۹۲۔

۸۹۔سورہ التوبہ۔آیت۔ ۳۱۔

۹۰۔بھگوت گیتا۔ایک ناتھ ایسواران۔باب۔ ۷۔اشلوک۔ ۲

۹۱۔چندوگیر اپنشد۔باب۔ ۶۔اشلوک۔ ا۔

۹۲۔رگ وید۔مرتب۔ستیہ پرکاش سرسوتی۔ج۔ ۴۔ص۔ ا۔ ۲۔

۹۳۔ہندو دھرم ہزار ہا برس پہلے۔ص۔ ۱۴۔ناشر نگارشات۔

۹۴۔سورہ الحج۔آیت۔۳۱۔

۹۵۔سورہ النحل۔آیت۔۲۰۔۲۱۔

۹۶۔سورہ النجم۔آیت۔ ۲۳۔

۹۷۔سورہ اخلاص۔آیت۔۱۔۵۔

۹۸۔سورہ مریم۔آیت۔ ۹۳۔

۹۹۔سورہ محمد۔آیت۔۱۹۔

۱۰۰۔سورہ فتح۔آیت۔۲۹۔

۱۰۱۔سورہ الذاریات۔آیت۔۵۶۔

۱۰۲۔سورہ العنکبوت۔آیت۔۶۱۔ ۶۳۔

۱۰۳۔سورہ الذخرف۔آیت۔۸۷۔

۱۰۴۔سورہ الزخرف۔آیت۔۹۔

۱۰۵۔سورہ لقمان۔آیت۔ ۳۲۔

۱۰۶۔سورہ الانبیاء۔آیت۔ ۲۲۔

۱۰۷۔سورہ النحل۔آیت۔۴۹۔

۱۰۸۔سورہ رحمن۔آیت۔۶۔

۱۰۹۔سورہ رعد۔آیت۔ ۱۵۔

۱۱۰۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۸۱۔

۱۱۱۔رحیق المختوم۔مولانا صفی مبارک پوری۔ص۔۵۵۷۔المکتبہ السّلفیہ لاہور۔ ۱۹۹۵ء۔

۱۱۲۔رحیق المختوم۔مولانا صفی مبارک پوری۔ص۔۵۵۷۔المکتبہ السّلفیہ لاہور۔ ۱۹۹۵ء۔

۱۱۳۔رحیق المختوم۔مولانا صفی مبارک پوری۔ص۔۵۵۸۔المکتبہ السّلفیہ لاہور۔ ۱۹۹۵ء۔

۱۱۴۔رحیق المختوم۔مولانا صفی مبارک پوری۔ص۔۵۷۶۔المکتبہ السّلفیہ لاہور۔ ۱۹۹۵ء۔

۱۱۵۔سورہ النجم۔آیت۔۱۹۔۲

۱۱۶۔سورہ الصفٰت۔آیت۔ ۱۲۵۔

۱۱۷۔سورہ نوح۔آیت۔ ۲۳۔

۱۱۸۔سورہ یوسف۔آیت۔۴۰۔

۱۱۹۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۶۰۔

۱۲۰۔سورہ الانعام۔آیت۔۷۳۔

۱۲۱۔سورہ النمل۔آیت۔۸۷۔

۱۲۲۔سورہ طہٰ۔آیت۔۱۰۲۔

۱۲۳۔سورہ النباء۔آیت۔۱۸۔

۱۲۴۔سورہ ق۔آیت۔۴۱۔۴۵۔

۱۲۵۔سورہ یٰسین۔آیت۔۵۱۔

۱۲۶۔سورہ المعارج۔آیت۔۴۳۔

۱۲۷۔سورہ یٰسین۔آیت۔۷۸۔۷۹۔

۱۲۸۔سورہ ق۔آیت۔۱۵۔

۱۲۹۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۴۵۔

۱۳۰۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۸۱۔

۱۳۱۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۸۷۔

۱۳۲۔سورہ اعراف۔آیت۔۴۔۵۔

۱۳۳۔سورہ النساء۔آیت۔۸۴۔

۱۳۴۔سورہ الزمر۔آیت۔۶۷۔

۱۳۵۔سورہ المائدہ۔آیت۔۵۔

۱۳۶۔سورہ فاطر۔آیت۔۳۶۔

۱۳۷۔سورہ احقاف۔آیت۔۳۳۔

۱۳۸۔سورہ رعد۔آیت۔۵۔

۱۳۹۔سورہ آل عمران۔آیت۔۲۴۔

۱۴۰۔سورہ النحل۔آیت۔۹۷۔

۱۴۱۔سورہ الحدید۔آیت۔۲۰۔

۱۴۲۔سورہ الحدید۔آیت۔۲۱۔

۱۴۳۔سورہ سجدہ۔آیت۔۱۳۔

۱۴۴۔سورہ النساء۔آیت۔۴۰۔
۱۴۵۔سورہ ص۔آیت۔۸۵۔
۱۴۶۔سورہ کہف۔آیت۔۴۹۔
۱۴۷۔سورہ کہف۔آیت۔۳۰۔
۱۴۸۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۱۵۔
۱۴۹۔سورہ الجاثیہ۔آیت۔۲۱۔
۱۵۰۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۷۹۔
۱۵۱۔سورہ اعراف۔آیت۔۵۔
۱۵۲۔جامع ترمذی۔ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔المکتبہ الرشیدیہ دہلی۔سن ندارد۔
۱۵۳۔الجامع صحیح مسلم۔ابوالحسین مسلم بن حجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مکتبہ دارالسلام۔ الریاض۔ ۲۰۰۰ء۔
۱۵۴۔شعب الایمان۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ)۔رقم الحدیث۔۴۹۴۴۔مطبوعہ داعالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ۔
۱۵۵۔الجامع صحیح بخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی۔۲۵۶ھ)۔دارالسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔
۱۵۶۔فتح الباری۔احمد بن علی بن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) ج۔۸۔ص۔ ۵۵۳۔ ۵۵۲۔مطبوعہ دارالنشر الکتب الاسلامیہ۔لاہور۔۱۴۰۱ھ۔
۱۵۷۔الجامع صحیح بخاری۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی۔۲۵۶ھ)۔دارالسلام ریاض۔۱۹۹۹ء۔
۱۵۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۸۶۔
۱۵۹۔سورہ الحدید۔آیت۔۴۔
۱۶۰۔المسند۔ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی (متوفی ۲۴۱ھ) داراحیاء التراث العربی۔بیروت۔۱۹۹۴ء۔
۱۶۱۔الحدیث۔
۱۶۲۔۔الجامع صحیح بخاری۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۔ ۲۵۶ھ)۔ دارالسلام ریاض۔ ۱۹۹۹ء۔
۱۶۳۔سنن ابی داود۔ابوسلیمان بن اشعث السجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔المکتبہ الرحیمیہ دیوبند۔۱۳۷۵ھ۔
۱۶۴۔المعجم الاوسط۔ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)۔مطبوعہ مکتبۃ المعارف۔

ریاض ۱۴۰۵ھ۔دارالفکر بیروت۔۱۴۲۰ھ۔

۱۶۵۔ڈاکٹر حمید اللہ۔خطبات بھاولپور۔

۱۶۶۔سورہ الصفٰت۔آیت ا۔۴۔

۱۶۷۔سورہ ص۔آیت۔ا۔

۱۶۸۔سورہ الزخرف۔آیت۔ا۔۳۔

۱۶۹۔سورہ دخان۔آیت۔ا۔۳۔

۱۷۰۔سورہ ق۔آیت۔ا۔۳۔

۱۷۱۔سورہ الذاریات۔آیت۔ا۔۴۔

۱۷۲۔سورہ الطور۔آیت۔ا۔۵۔

۱۷۳۔سورہ النجم۔آیت۔ا۔

۱۷۴۔سورہ قلم۔آیت۔ا۔۲۔

۱۷۵۔سورہ القیامہ۔آیت۔ا۔۲۔

۱۷۶۔سورہ المرسلات۔آیت۔ا۔۵۔

۱۷۷۔سورہ النزعٰت۔آیت۔ا۔۷۔

۱۷۸۔سورہ التکویر۔آیت۔۱۵۔۱۹۔

۱۷۹۔سورہ البروج۔آیت۔ا۔۳۔

۱۸۰۔سورہ الطارق۔آیت۔ا۔۲

۱۸۱۔سورہ الفجر۔آیت۔ا۔۴۔

۱۸۲۔سورہ البلد۔آیت۔ا۔۳۔

۱۸۳۔سورہ الشمس۔آیت۔ا۔۷۔

۱۸۴۔سورہ الیل۔آیت۔ا۔۳۔

۱۸۵۔سورہ الضحیٰ۔آیت۔ا۔۲۔

۱۸۶۔سورہ التین۔آیت۔ا۔۳۔

۱۸۷۔سورہ العدیٰت۔آیت۔ا۔۵۔

۱۸۸۔سورہ العصر۔آیت۔ا۔

۱۸۹۔سورہ الذاریات۔آیت۔۴۹۔
۱۹۰۔الجامع صحیح مسلم۔ابوالحسین مسلم بن حجاج النیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مکتبہ دارالسلام۔الریاض۔
۱۹۱۔سنن درامی۔عبداللہ بن عبدالرحمن تیمی الدارمی (متوفی)۔ج۔۲۔ص۔۳۲۵۔مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔
۱۹۲۔الدرالمنثور۔حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی ایران۔داراحیاء التراث العربی بیروت۔۱۴۲۱ھ۔
۱۹۳۔القرآن۔
۱۹۴۔سورہ الزمر۔آیت۔۲۳۔
۱۹۵۔سورہ الحجر۔آیت۔۸۷۔
۱۹۶۔الجامع البیان۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ) ج۔۱۱۔ص۔۱۰۵۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ۔
۱۹۷۔کشف الخفاء ومزیل الالباس۔علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی (متوفی ۱۱۶۴ھ)۔ج۔۹۔ص۔ ۹۲۔۹۳۔مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق۔۱۴۲۲ء
۱۹۸۔سنن ابن ماجہ۔ابوعبداللہ بن یزید بن ماجہ القزوینی (متوفی ۲۷۳ھ)۔ص۔۱۹۔
۱۹۹۔۔سنن ابی داود۔ابوسلیمان بن اشعث السجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔المکتبہ الرحیمیہ دیوبند۔۱۳۷۵ھ۔
۲۰۰۔محاضرات قرآن۔ڈاکٹر محمود احمد غازی۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۲۰۱۔سورہ العلق۔آیت۔۲۔
۲۰۲۔سورہ القلم۔آیت۔۱۔
۲۰۳۔سورہ البروج۔آیت۔۱۔۷۔
۲۰۴۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۹۲۔۹۴۔
۲۰۵۔سورہ الحج۔آیت۔۶۷۔
۲۰۶۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۷
۲۰۷۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔
۲۰۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۶۔
۲۰۹۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳
۲۱۰۔سورہ ہود۔آیت۔۴۸۔

۲۱۱۔سورہ البقرہ۔آیت۔۶۱۔

۲۱۲۔محاضرات شریعت۔ڈاکٹر محمود احمد غازی۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۱۳۔اسلامی تہذیب کی داستان۔ول ڈیورانٹ۔مترجم۔یاسر جواد۔نگارشات پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۷ئ

۲۱۴۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔سید قاسم محمود۔الفیصل پبلیشرز۔لاہور۔۲۰۰۷ء۔

۲۱۵۔اسلام اور موسیقی۔مولانا شاہ محمد جعفر ندوی پھلواری۔پبلیشر۔

۲۱۶۔احیاء العلوم الدین۔امام محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)۔مطبوعہ دار الخیر بیروت۔۱۴۱۳ھ۔

۲۱۷۔کشف المحجوب۔سید علی ہجویری۔مترجم۔الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری۔ص۔ ۹۳۶۔ناشران الفیصل لاہور۔۱۹۹۹ء۔

۲۱۸۔۔کشف المحجوب۔سید علی ہجویری۔مترجم۔الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری۔ص۔ ۹۳۷۔ناشران الفیصل لاہور۔۱۹۹۹ء۔

۲۱۹۔۔کشف المحجوب۔سید علی ہجویری۔مترجم۔الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری۔ص۔۹۴ ناشران الفیصل لاہور۔۱۹۹۹ء۔

۲۲۰۔اسلامی تہذیب کی داستان۔ول ڈیورانٹ۔مترجم۔یاسر جواد۔ص۔۱۷۶۔نگارشات پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۷ء۔

221.Blunt,Lady A.and sir W.S,The Seven Golden Odes of Pagan 3 Arabia, P .4

۲۲۲۔سورہ النحل۔آیت۔۵۸۔۵۹۔

۲۲۳۔سورہ التکویر۔آیت۔۸۔۹۔

۲۲۴۔سنن ابی داؤد۔امام داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔ج۔۳۔کتاب الطلاق ۔دار الجیل۔بیروت۔

۲۲۵۔سنن ترمذی۔امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔کتاب نکاح۔مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۲۲۶۔احکام القرآن۔الجصاص۔ابو بکر احمد بن علی الرازی (متوفی ۳۷۰ھ) دار الکتاب العربی۔بیروت۔

۲۲۷۔سورہ النساء۔آیت۔۲۲۔

۲۲۸۔تحفت الباری بشرح صحیح بخاری۔علامہ ابو یحیی ازکریا محمد انصاری (متوفی ۹۲۶ھ) کتاب النکاح۔مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۲۵ھ۔

۲۲۹۔لغات القرآن ۔مولانا محمد عبدالرشید نعمانی ۔ص۔ ۴۵۔ج۔۶۔دارالاشاعت کراچی ۔

۲۳۰ ۔المنجد۔مرتب۔لوئیس معلوف ۔ترجمہ۔مولانا عبدلاحفیظ بلیاوی ۔ص۔۸۹۱۔مکتبہ قدوسیہ۔اردو بازار

۲۳۱۔سورہ النمل ۔آیت ۔ ۹۷۔

۲۳۲۔سورہ التوبہ۔آیت ۔ ۷۲۔

۲۳۳۔سورہ الروم ۔آیت ۔۲۱۔

۲۳۴۔سورہ احزاب ۔آیت ۔ ۳۵۔

۲۳۵۔سورہ آل عمران ۔آیت ۔ ۱۹۵۔

۲۳۶۔سورہ النساء۔آیت ۔ ۴۰۔

۲۳۷۔سورہ بنی اسرائیل ۔آیت ۔۷۱۔

۲۳۸۔سورہ الروم ۔آیت ۔۲۱۔

۲۳۹۔سنن ابو داؤد ۔ امام ابو داؤدسلیمان بن اشعث السجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔ج۔ ۲۔ص۔ ۳۴۳۔
مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۔۱۴۱۴ھ۔

۲۴۰ ۔سنن نسائی ۔امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) ج۔۷۔رقم الحدیث ۔ ۳۹۴۹۔
مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۔۱۴۱۲ھ۔

۲۴۱۔اسلامی تہذیب کی داستان ۔ ول ڈیورانٹ ۔ مترجم ۔ یاسر جواد۔ص۔ ۲۶۹۔۲۷۴۔نگارشات
پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۷ء۔

باب (۲۰):

تہذیبوں کا تصادم

Clash of Civilization

دنیا میں کئی تہذیبوں نے جنم لیا پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں سے کئی تہذیبیں مٹ گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں اگرچہ ہر تہذیب نے اپنی بقاء کی جنگ ڈٹ کر لڑی تا کہ وہ اقوام عالم پر چھا جائے اور دنیا پر اپنی دھاک بیٹھا دے لیکن ایسا نہ ہوسکا تہذیبیں بنتی اور مٹتی رہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا تاہم عصر حاضر میں بھی دنیا میں موجود دیگر تہذیبوں کے مابین شدید تصادم نظر آتا ہے ایک جانب مغربی تہذیب یہ چاہتی ہے کے وہ اقوام عالم پر حکمرانی کرتے ہوئے پوری دنیا پر اپنی اجارہ داری اور مرضی کو قائم کرے اور دنیا کے کل وسائل اور دولت کی مالک ومختار بن جائے جس کے لئے کئی سازشیں اور جنگیں بھی لڑی جارہی ہیں جبکہ کئی مغربی ممالک نے اپنی انا کی تسکین کے لئے سامراجی نظام کو بھی دنیا پر مسلط کیا۔

دوسری جانب چائنا کی بھی یہ خواہش ہے کے وہ اپنے اکنامک کوریڈور یعنی (Belt and Road Initiatve) کے ذریعے دنیا کے باقی ممالک کے ساتھ بحری اور بری راستوں کے ذریعے تجارت کرتے ہوئے اپنے اس اکنامک کاریڈورز کے ذریعے دنیا بھر میں اپنے قدم مضبوطی سے جما سکے تاہم وہ اپنی اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب نظر آتا ہے اگرچہ امریکہ اور یورپی ممالک چائنا کے اس اقدام سے سخت نالاں ہیں لیکن چائنا بدستور اپنی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرتے ہوئے دور دراز ممالک پر بھی اپنی دھاک بتدریج

بیٹھا تا جا رہا ہے۔

ایک طرف انڈیا اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھ رہا ہے اور اپنی سرحدوں سے ملتے ہوئے تمام ممالک کو اپنے آپ میں ضم کرنے کی نا صرف کوشش کر رہا ہے بلکہ نہایت اوچھے ہتھکنڈوں اور سازشوں کے ذریعے اپنے اس خواب کو شرمندہ تعبیر بھی کرنا چاہ رہا ہے۔

اسرائیل بھی اس دوڑ میں پیچھے نہیں کیونکہ وہ بھی گریٹر اسرائیل کا نا صرف خواب دیکھ رہا ہے بلکہ عرصہ دراز سے اپنے مذموم عزائم اور ناپاک سازشوں میں بہت حد تک کامیاب بھی نظر آتا ہے اس کی ان سازشوں اور عزائم میں امریکہ، برطانیہ، بھارت اور کئی یورپی ممالک اس کا بھرپور ساتھ دے رہے ہیں مسلمانوں کے دل میں بھی ان کا گزشتہ پرشکوہ ماضی امید کی کرن جگاتے ہوئے انھیں یہ خواب دکھاتا ہے کے شاید ہم پھر سے اس قابل ہوجائیں اور ہمارے درمیان دوبارہ کوئی فاروق ثانی اور صلاح الدین ایوبی جیسے بہادر اور جری افراد پیدا ہوجائیں تاکہ ساری دنیا کو فتح کرتے ہوئے اس پر اسلامی پرچم لہرادیا جائے اور امت مسلمہ پوری دنیا میں منہاج سیرت النبوۃ کے قیام میں کامیاب ہوسکیں۔

الغرض ہر جانب تہذیبوں کا تصادم نہ صرف جاری وساری ہے بلکہ اس کے لئے ہر اقدام، سازش، جنگ اور حد تک جانے کے لئے دنیا کی ہر حکومت اپنے تئیں کوشاں بھی نظر آتی ہے۔

ماہرین آثاریات کے مطابق کم ازکم بارہ تہذیبیں ایسی ہیں کے جنھیں انفرادیت کے ساتھ ایک علیحدہ تشخص حاصل تھا۔

ماہر تاریخ دان میلکو نے مختلف تہذیبوں کے تاریخی ادب کے مطالعے سے تہذیبوں کی شناخت کی، اس کا اور دیگر کئی مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کے دنیا میں اب

تک کم از کم بارہ بڑی تہذیبیں اہمیت کی حامل ہیں جن میں سے سات تہذیبیں (میسوپوٹیمین ،مصری ، کریٹین ، کلاسک (قدیم یونانی اور رومن) بازنطینی ، وسطی امریکن ، اور انڈین) وقت کی ریت میں دفن اور فنا ہوچکی جبکہ پانچ تہذیبیں اس وقت قائم ہیں جن میں شامل چینی ، جاپانی ، ہندی ، اسلامی اور مغربی تہذیبیں ہیں ۔ا ۔

آج کی دنیا میں اکثر تہذیبیں دو یا دو سے زیادہ ریاستوں پر مشتمل ہیں ماہرین عمرانیات وآثاریات وبشریات تہذیبوں کے تشخص کے حوالے سے آپس میں اتفاق رائے رکھتے ہیں لیکن ان کی تعداد کے بارے میں ان میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسے کے کیگلے کہتا ہے تاریخی اعتبار سے اب تک دنیا میں سولہ تہذیبیں دستیاب ہیں جبکہ ٹائن بی کے مطابق تہذیبوں کی مجموعی تعداد اکیس ہے، اسپنگلر کے خیال میں دنیا میں آٹھ بڑی تہذیبیں اور ان کے حوالے موجود ہیں بیگی اور براڈل نو تہذیبوں کے حامی ہیں جبکہ روسٹووانی سات ہم عصر تہذیبوں کا ذکر کرتا ہے ۔۲ ۔

تہذیبوں کے حوالے سے ماہرین کی اکثریت کی اگر یہ بات مان بھی لی جائے تو ان بارہ تہذیبوں میں سے اب تک سات بڑی تہذیبیں مٹ چکی ہیں جبکہ پانچ ابھی باقی ہیں میں ہندی ، جاپانی ،چینی ،مغربی اوراسلامی تہذیبیں شامل ہیں ۔

ا۔ہندی تہذیب رقبے اورآبادی کے اعتبار سے وسعت رکھتی ہے لیکن معاشی عدم استحکام کا شکار ہے ۔

۲۔جاپانی تہذیب معاشی اور سیاسی ترقی کے اعتبار سے مغربی تہذیب کی ہم پلہ ہے ۔

۳۔چینی تہذیب ایک مستحکم اور مضبوط اکائی کے طور پر جانی اور مانی جاتی ہے یہ وسیع رقبے پر پھیلی ہے جس میں کروڑوں نفوس سانس لے رہے ہیں۔

۴۔مغربی تہذیب کا دائرہ بہت وسیع ہے یہ یورپ سے شروع ہوکر بحر اوقیانوس کو پار کر کے شمالی امریکا کی وسعتوں کا گھیراؤ کرنے کے بعد بحر الکاہل کوعبور کرتے ہوئے جنوب مشرقی بحر الکاہل میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ تک پہنچ چکی اس کا مرکز شمالی امریکا کی ریاست یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکا ہے اس تہذیب کا شمار دنیا کی ترقی یافتہ تہذیبوں میں کیا جاتا ہے۔

۶۔اسلامی تہذیب کا اپنا ایک عظیم الشان تشخص ہے ماضی میں عرصہ دراز تک اس تہذیب کی طاقت،قوت،نظم وضبط،علم وفضل،تحقیق اورعدل وانصاف کا دنیا میں ڈنکا بجتا رہا لیکن مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کے مابین دیرینہ دشمنی ہے۔

ذیل میں دنیا میں باقی بچ جانے والی ان پانچ تہذیبوں اوران کے مابین تصادم کا اختصار سے جائزہ پیش کیا جارہا ہے کیونکہ بقاء کی جنگ میں ہر تہذیب شریک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت سے قبل کچھ اہم واقعات کی پیشن گوئی فرمائی جن میں شدید جنگوں کا ہونا،عربوں اور مسلمانوں کا شدید استحصال،امام مہدی کی آمد،دجال کا خروج اور اس کی فتنہ انگیزیاں،حضرت عیسیٰ ابن مریم کا ظہور،دجال کا خاتمہ،دنیا میں امن وامان کا قیام اور منہاج سیرت النبوۃ اور اسلام کا قیام وغیرہ شامل ہیں۔

اسی تناظر میں اہم واقعات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے بھی پیش کئے جارہے ہیں۔

ا۔ہندی تہذیب: Hindi Civilization:

ہندوستان کی تہذیب کا شمار دنیا کی نہایت قدیم تہذیب میں جاتا ہے اس کی طویل تاریخ 170۔2500 ق م میں وادی سندھ کی تہذیب سے مل جاتی ہے سینکڑوں برس تک ہندوستان پر عظیم حکمرانوں اور شہنشاہوں کی حکومتیں قائم رہیں چونکہ یہاں کے لوگوں کو 450

سال پرانی تہذیب ورثے میں ملی جس نے کئی سو سال کے دوران بہت سی اقوام اور ثقافتوں کو اپنے اندر جذب کیا چنانچہ یہاں دنیا کے سب ہی مذاہب کے پیروکار پائے جاتے ہیں۔

ذیل میں ہندوستان کے شہنشاہوں، سلاطین اور حکمرانوں کی حکمرانی کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

غوری سلطنت کی ابتداء 1193ء سے 1290ء پر ہوئی اور اس دور میں تقریباً 13 حکمرانوں نے ہندوستان پر 97 برسوں تک حکومت کی اس سلطنت کا پہلا حکمران محمد غوری اور آخری شمس الدین تھا، خلجی سلطنت کی حکومت کا آغاز 1290ء میں جلال الدین فیروز خلجی سے شروع ہوا اور 1320ء میں ناصر الدین خسرو شاہ پر ختم ہوا خلجی سلطنت کا دورانیہ 30 برسوں پر محیط تھا۔

تغلق سلطنت کی ابتداء 1329ء میں غیاث الدین تغلق (اول) سے شروع ہوئی اور 1399ء میں ناصر الدین محمد شاہ (دوم) پر ختم ہوئی اس سلطنت کا دورانیہ تقریباً ۹۴ سال ہے گیارہ حکمرانوں نے اس دور میں ہندوستان پر حکومت کی۔

سعید سلطنت کا دورانیہ 37 برسوں پر محیط ہے اس کا پہلا حکمران کھجر خان نے 1441ء میں اقتدار حاصل کیا اور 1445ء میں الہ الدین عالم شاہ پر اس حکومت کا خاتمہ ہوا۔

لودھی سلطنت نے ہندوستان پر 75 برسوں تک حکمرانی کی جس کا پہلا حکمران بہلول لودھی نے 1451ء میں اقتدار سنبھالا اور 1517ء میں ابراہیم لودھی پر اس کا خاتمہ ہوا

مغلیہ سلطنت کا آغاز 1526ء میں ظہیر الدین بابر کے ہاتھوں ہوا اور 1530ء میں ہمایوں کے ہاتھوں یعنی صرف چار برسوں تک رہا۔

ہندوستان میں سوری سلطنت کا آغاز 1539ء میں شیر شاہ سوری کے ہاتھوں ہوا

اور اس کا اختتام 16 برسوں کے بعد الیگزنڈر سوری کے ہاتھوں 1555ء میں ہوا۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا سورج دوبارہ سن 1555ء میں ہمایوں کے ہاتھوں طلوع ہوا اور تقریباً 315 برسوں تک مسلمان حکمران ہندوستان میں دین اسلام کا پرچم لہراتے رہے۔ 315 برسوں کے بعد مغلیہ سلطنت کے ۱۷ ویں بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے ہاتھوں مغلیہ سلطنت کا اختتام ہوا۔

1858ء میں لارڈ کیننگ کے ہاتھوں برطانوی راج قائم ہوا جو ان کے بیسویں لارڈ ماونٹ بیٹن کے ہاتھوں انجام کو پہنچا یعنی تقریباً 90 برسوں تک انگریز ہندوستان کے سیاہ وسفید کا مالک بنا رہا اور اس دوران تقریباً 20 لارڈز نے حکمرانی کے فرائض انجام دئے۔

ہندوستان میں برطانوی سامراج کے اختتام پر اب تک بھارت کے تقریباً 19 ہندو حکمرانوں نے ہندوستان پر حکومت کی جن میں 1947ء میں جواہر لعل نہرو سے لے کر نریندر مودی (دوبار منتخب ہوئے)2019ء تک یعنی ابھی ہندوؤں کو ہندوستان میں برسر اقتدار آئے مشکل سے 72 سال نہیں گزرے اور یہ اکھنڈ بھارت کی بات کرتے نہیں تھکتے دوسری جانب مسلمان حکمرانوں نے یہاں تقریباً 764 برسوں تک اسلام کا پرچم لہرایا لیکن پھر بھی زبردستی نا کسی ہندو کو مسلمان کیا اور نہ ہی اکھنڈ مسلمان ریاست کی بات کی گئی بلکہ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت تمام مسلمان حکمرانوں نے ایک سے بڑھ کر کی۔

اکھنڈ بھارت: (Greater India Undivided India):

عرصہ دراز سے ہندوستان میں 'اکھنڈ بھارت' یعنی 'غیر منقسم' ہندوستان کی اصطلاح کا بڑا غلغلہ ہے جس کا نظریہ، یہ ہے کے جنوبی، مشرقی اور وسطی ایشیاء کی وہ قومیں یا خطے جو کبھی ہندوستانی سلطنت کا حصہ تھے یا ہندومت اور بدھ مت کے پھیلاؤ سے متاثر ہوئے تھے

انھیں مستحکم کرتے ہوئے بھارت کا حصہ بنادیا جائے ہندوستان میں موریہ سلطنت، اشوک سلطنت، مغلیہ سلطنت اور برطانوی راج ایک عرصہ دراز تک قائم رہا جبکہ ہندوستان کی آزادی کے وقت کنہیالال ملیک لال منشی نے اکھنڈ بھارت کی نا صرف تجویز دی بلکہ اس کی حمایت بھی کی بعدازاں ہندومہاسبھا کے رہنما ویناک ساورکر نے اسلامی اور یورپی دونوں قومیت کے جواب میں اکھنڈ بھارت کے ساتھ ساتھ ایک ہندوراشٹر یعنی (ہندوقومیت) کے تصور کی بھی پیش کش کی جس میں ثقافتی، سماجی، مذہبی اور سیاسی اتحاد کے امکان کی بات کی گئی ہندومہا سبھا، کاکیسوندی انقلابی فورم (KRF)، راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (RSS)، وشواہندو پریشد، شیو سینا، ہندوسینا، جیسے قوم پرست تنظیموں نے بھی اس تحریک کو ہوا دی اکھنڈ بھارت کے تصور میں راشٹریہ سویم سیوک سنگھ کے ٹریڈ یونین ونگ کی 1993ء کی ایک ڈائری میں پاکستان، نیپال، بھوٹان، بنگلہ دیش، میانمار، سری لنکا، تھائی لینڈ، کمبوڈیا اور چین کے کچھ حصے پر بھارت اپنا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ یہ علاقے ان کے سرکاری نقشے پر موجود ہیں۔

ہندوقوم ہندوستان کو ہندوتوا یعنی (ہندونسلیت) کے تصور جس میں اتحاد (سنگھٹن اور پاکیز گی (شودھی) شامل ہے کے نظریات سے وابستہ کرتے ہوئے ہندوستانی سیاست کو برصغیر کے مستقبل کے تہذیبی ورثہ کی اکائی پر مرکوز کرنے کی بھی ایک کوشش کرتی ہے تاہم کئی ہندورہنما، اہل علم اور فلاسفہ کی نظر میں اکھنڈ بھارت ہی ہندوستان کے لوگوں کو حقیقی آزادی دلا سکتا ہے۔

ہندوستان کے موجودہ وزیراعظم نریندر مودی نے 2015ء میں دئے گئے اپنے ایک انٹرویو میں یہ کہا ہے کے آرایس ایس اب بھی اس بات پر یقین رکھتی ہے کے ایک دن ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش جو 60 برس قبل تاریخی وجوہات کی بناء پر الگ ہوئے تھے

ایک بار پھر اکھٹے ہو جائیں گے اور اکھنڈ بھارت کی تشکیل عمل میں آجائے گی۔

23 مارچ کو آر ایس ایس کے ایک رہنما اندریش کمار نے یہ دعویٰ بھی کیا کے پاکستان سن 2025ء میں ہندوستان کے ساتھ اتحاد کر لے گا اکھنڈ بھارت کے نظرے کے تحت پاکستان کو یکے بعد دیگرے کئی سازشوں اور خانہ جنگیوں میں الجھاتے ہوئے یہاں عدم استحکام کو فروغ دیا گیا، پچھلی حکومتیں ان کے ایجنڈے پر کام کرتی رہیں ان کے جاسوس اور دہشت گرد پاکستان میں اپنے مذموم عزائم میں کامیاب ہوتے رہے، معاشی طور پر پاکستان کا دیوالیہ نکالا گیا، سرحد کے پار سے مسلسل آبادیوں کو نشانہ بنایا گیا، کراچی اور بلوچستان میں خوکش حملے کروائے گئے اور مقامی دہشت گردوں کی ہندوستان میں تربیت کی گئی تاکہ پاکستان کو اندرونی طور پر اتنا کمزور کر دیا جائے کے وہ بقاء اور سلامتی کے قابل بھی نہ رہے الغرض پاکستان کی ہر طرح سے جڑیں کاٹی گئیں۔

۲۔جاپانی تہذیب: Japenese Civilization:

محققین کے خیال میں چینی اور جاپانی تہذیبیں مشرق بعید کی ایک ہی تہذیب ہے لیکن کچھ کی نظر میں جاپان اور چین کی تہذیبیں الگ شناخت رکھتی ہیں لیکن وہ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کے جاپانی تہذیب دراصل چینی تہذیب کی ہی پیداوار ہے جو کے 100ء سے لے کر 400ء کے درمیانی عرصے میں وجود میں آئی محققین عام طور پر جاپان کی تاریخ کو دارالحکومت کی مطابقت میں مختلف ادوار میں بانٹتے ہیں جیسے ہیان عہد

(1185۔1603ء)، مورو ماچی عہد (1603ء۔1333ء)، اور ٹوکوگاوا عہد (1868ء۔1603ء) وغیرہ ساتویں صدی عیسوی سے ایک شہنشاہ جاپان پر حکمرانی کر رہا تھا جبکہ فوجی حکمران شوگن بارہویں صدی میں سامنے آئے جو تقریباً 600 سال تک شہنشاہوں

کے ساتھ اقتدار میں شریک رہے۔

سترہویں صدی میں ایک طاقت ور فوجی حکومت نے ملک کی سرحدیں تمام غیر ملکیوں کے لئے بند کردیں جاپان ایک خوشحال معیشت اور مستحکم مرکزی حکومت کے ساتھ انیسویں صدی میں داخل ہوا لیکن یہ بقیہ دنیا سے الگ تھلگ اور ٹیکنالوجی اور فوجی طاقت میں مغربی اقوام سے بہت پیچھے تھے۔

انیسویں صدی کے وسط میں جب جاپان کے ساتھ تجارت کے خواہش مند مغربی ممالک نے اپنی سرحدیں جاپان کے لئے کھولیں تو ایک سازش کے تحت جاپان کے شوگن کو معزول قرار دے کر شہنشاہ کو بحال کردیا گیا لہٰذا میجی شہنشاہ (1912ء۔1868ء) کے دور حکومت میں جاپان نے جدیدیت اور صنعت کاری کا ایک ہنگامی پروگرام مرتب کیا اور کوریا چین اور ایشیاء کے دیگر علاقوں میں بھی نوآبادیاتی توسیع اختیار کی بیسویں صدی کے اوائل میں جاپان نے دنیا کی عظیم طاقتوں میں ایک نمایاں حیثیت حاصل کی جاپان نے دوسری جنگ عظیم میں ایکسز قوتوں کا ساتھ دیا پھر جاپان کی شکست پر جنگ ختم ہونے تک ملک کی زیادہ تر صنعتی سہولیات اور مواصلات کے نام اور شہری سہولیات تباہ ہوچکی تھیں جبکہ جاپان اپنی نوآبادیاتی بھی کھو چکا تھا۔1945ء سے 1952ء تک امریکہ اور اس کے حلیفوں نے جاپان پر عسکری قبضہ قائم رکھا اور اس کی حکومت کا نظام چلایا جبکہ نظر ثانی شدہ آئین کے تحت شہنشاہ نے ملک کی جاپانی بادشاہت میں بطور ریاستی سربراہ ایک علامتی کردار اختیار کیا دوسری جنگ عظیم کے بعد جاپان نے اپنی تباہ حال معیشت کو ازسرنو بحال کیا 1970ء کی دہائی کے وسط میں ملک نے امریکہ اور متعدد دیگر ممالک کے ساتھ نہایت منافع بخش تجارت قائم کی یہی وجہ ہے کے آج جاپان کا شمار دنیا کی اعلیٰ ترین مضبوط معیشتوں میں کیا جاتا ہے۔

جاپان مشرقی ایشیاء کا ایک ایسا ملک ہے جو جزائر پر مشتمل ہے اس کے قابل ذکر چار جزائر جن میں۔ا۔ہونشو۔۲۔ہوکائیدو۔۳۔کیوشو۔۴۔اورشی کوکو شامل ہیں اہل جاپان اپنی سرزمین کو 'نپون' یا چڑھتے سورج کی سرزمین بھی کہتے ہیں جاپان کی زمینی سرحد کسی بھی ملک سے نہیں ملتی لیکن جاپان سے قریب مشرق بعید کا روس، جنوبی اور شمالی کوریا، چین اور تائیوان واقع ہیں جبکہ ٹوکیو جاپان کا دارلخلافہ اور ایک بڑا شہر ہے۔

حالیہ تحقیق کے مطابق جاپان کے شہر ٹوکیو کا شمار دنیا کے ایماندار ترین شہروں میں کیا جاتا ہے اس وقت جاپان اور جاپانی قوم دنیا کی صف اول کی ایماندار ترین قوم شمار کی جاتی ہے جس کی کئی وجوہات میں اہم ترین وجہ یہ ہے کے جاپانی قوم اپنے بچوں کی اسکول کی اولین جماعتوں سے ہی کردار سازی اور شخصیت سازی کا اہم ترین اور کٹھن ترین فریضہ انجام دیتے ہیں بچوں کو ابتدائی جماعتوں سے اخلاقیات، لوگوں سے برتاؤ، اپنے کام کاج کرنے کی تربیت، دوسروں کی مدد کا جذبہ، اپنے گھر، شہر اور اسکول کو صاف رکھنے کی تعلیم، جسمانی صفائی بالخصوص دانتوں اور لباس کی صفائی، صحت بخش غذا کا حصول اور وقت کی پابندی کے ایسے اصول اور قواعد انھیں ابتدائی عمر میں سیکھا دئے جاتے ہیں جن کی پابندی وہ ساری عمر کرتے ہیں دنیا کے 100 امیر ترین افراد کی فہرست میں کوئی جاپانی دور تک نظر نہیں آتا ان کے یہاں وقت کی پابندی اور بہت زیادہ قدر کی جاتی ہے چنانچہ سال بھر میں سات سیکنڈ سے زیادہ گاڑیوں کی تاخیر ریکارڈ پر نہیں جاپانی ایک مہذب قوم ہیں اور تہذیب اور تمیز سے صحت مند معاشرے جنم لیتے ہیں۔

۳۰۔چینی تہذیب: Chinese Civilization:

چین اپنی تاریخ وتہذیب کے اعتبار سے خاصا قدیم اور متنوع مانا جاتا ہے ماہرین

آثاریات کو یہاں سے ایسے انسانی ڈھانچے دستیاب ہوئے جو دس لاکھ سال سے بھی زیادہ قدیم ہیں ایک حالیہ تحقیق کے مطابق چین میں عنبر کے پتھروں کی کھدائی کے دوران 99 ملین سال قدیم ڈائنوسار کی دم کی باقیات بھی دستیاب ہوئیں 1978ء میں چین کے ایک صوبے 'شانژی' سے ملنے والی ایک انسانی کھوپڑی کے ڈی این اے کے بعد ماہرین اس نتیجے پر پہنچے کے یہ کھوپڑی اندازاً دولاکھ بیس ہزار سال قدیم ہے، چین سے ڈھائی لاکھ سال قبل پائی جانے والی یہ انسانی کھوپڑی اپنی مکمل حالت میں موجود ہے 1979ء میں ماہرین نے یہ رائے پیش کی کے ممکنہ طور پر یہ کھوپڑی جدید دور کے انسان (ہوموسیپیئنز) کے بجائے قدیم دور کے انسان (ہوموارکٹس) کی ہوسکتی ہے۔ ۳؎

اس تحقیق کے بعد محققین نے یہ رائے قائم کی کے کرہ ارض کے ابتدائی عہد کے انسان چین میں ہی آباد تھے، شمالی چین کے میدانوں میں دریائے زرد کی وادی قدیم انسانی تہذیب کا گہوارہ مانی جاتی ہے جس کے تہذیبی اثرات خاصے منفرد، انوکھے اور عالیشان ہیں ولادت مسیح سے 3000 سال قبل چین دنیا کا متمدن اور مہذب ترین ملک سمجھا جاتا تھا تحقیق سے یہ بھی ثابت ہے کے چین کے قدیم قبائل یاجوج، ماجوج کی ذریت میں سے ہیں ،سطور بالا میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث بن نوح کے حوالے سے بتایا گیا تھا کے وہ اوران کی آل اولاد چین، جنوبی ایشیاء، روس، افغانستان، ایران اور ہندوستان میں بسے جہاں ان کی نسل پھلی پھولی بعدازاں سائبریا میں موجود چنگیز خان نے جب آدھی دنیا کو فتح کیا تو چین بھی اس کی دہشت اور فتح سے نہ بچ سکا پھر بعد میں چنگیز خان کے بیٹے تولائی خان کو چین کی حکمرانی سونپی گئی چنگیز خان کا سلسلہ نسب بھی یافث بن نوح سے ملتا ہے۔

روایت میں آتا ہے کے حضرت نوح علیہ السلام نے یافث بن نوح کی اولاد کو

شہنشاہیت اور بادشاہت کی بشارت دی چنانچہ چین، جاپان، روس، افغانستان، ہندوستان، ایران اور جنوبی ایشیاء میں بادشاہت اور شہنشاہیت کا دور دورہ رہا کچھ عرصہ قبل چین ایک پسماندہ اور غریب ملک تھا جہاں آبادی کی کثیر تھا یہ ایک پسماندہ ملک کمیونسٹ ملک تھا جس کے بارے میں یہ خدشہ ظاہر کیا جاتا تھا کے کمیونزم کے زوال کے بعد چین کا حشر بھی سوویت یونین جیسا نہ ہوجائے لیکن چین کی دور اندیش قیادت کمال مہارت سے اپنی معیشت کو اوپن مارکیٹ میں لے گئی دوسری جانب انھوں نے اپنی سیاست کو کمیونزم سے کنٹرولڈ جمہوریت کی جانب موڑا اور نہایت مہارت اور بروقت درست فیصلے کے باعث انھوں نے اپنے آپ کو عالمی اور علاقائی تنازعات میں بھی براہ راست فریق نہ بننے دیا اور اپنی ساری توجہ معیشت کی بحالی اور مضبوطی پر قائم رکھی دنیا کے کئی ممالک آپس کی خانہ جنگیوں میں مصروف تھے لیکن چین ہر گزرتے دن اپنی معیشت اور عسکری صلاحیتوں میں اضافہ کرر ہا تھا لہٰذا بہت جلد وہ اقتصادی اور فوجی طاقت بن گیا۔

1980ء میں چین کا جی ڈی پی 300 بلین ڈالر سے کم تھا لیکن آج اس کا جی ڈی پی 13,000 بلین ڈالر سے زائد ہے 1980ء میں اس کا تجارتی حجم 40 بلین ڈالر سے کم تھا لیکن آج صرف اس کی برآمدات کا حجم ۲ ٹریلین ڈالر سے زیادہ ہے چین کی معیشت دنیا کی تیز ترین اور ترقی یافتہ معیشتوں میں سے ایک ہے۔ 2017ء میں چین کی معیشت کا سائز بڑھا اور اس کا شمار دنیا کی بڑی معیشتوں میں ہونے لگا 2010ء میں اس نے دنیا کے بڑے برآمد کنندہ ہونے کا اعزاز حاصل کیا 2013ء میں اس نے دنیا کی سب سے بڑی تجارت کرنے والے ملک کا تمغہ اپنے سینے پر سجایا آبادی کے اعتبار سے چین کی موجودہ آبادی اندازاً ایک ارب چالیس کروڑ نفوس پر مشتمل ہے چین ایک عظیم الشان فوجی طاقت ہے

جس کا دفاعی بجٹ دنیا کا دوسرا بڑا دفاعی بجٹ ہے تاہم اس کے فعال فوجیوں کی تعداد 22 لاکھ ہے 14 لاکھ ریزرو فورس اس کے علاوہ ہے چین نے اپنی معیشت پر بہت زیادہ توجہ دیتے ہوئے ایک معاشی منصوبہ بیلٹ اینڈ روڈ

(Belt and Road Initiative.BRI) کے نام سے شروع کیا اس معاشی منصوبے کے ذریعے چین ایشیاء کو بحری اور بری راستوں کے ذریعے عرب، افریقہ اور یورپ سے منسلک کر رہا ہے چینی قیادت عرصہ دراز سے اس منصوبے پر خاموشی سے عمل کر رہی تھی لیکن پہلی بار 2013ء میں چینی صدر ژ یجن نے (Belt and Road Initiative) کے نام سے باقاعدہ شروع کیا اس منصوبے کا بنیادی خاکہ سلک روٹ سے لیا گیا ماضی کے اس تجارتی روٹ کو نئے انداز سے بحال اور فعال کیا گیا اس کے ساتھ ہی بحری گزرگاہوں سے منسلک دیگر ممالک میں بھی سرمایہ کاری کے کئی اقدامات کئے گئے بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کے تحت چین دنیا بھر میں سات اکنامک کاریڈورز بنانے جارہا ہے جس میں سے ایک (سی پیک) یعنی چائنا پاکستان اکنامک کاریڈور بھی ہے۔

چین کے دیگر سات اکنامک کاریڈورز درج ذیل ہیں۔

۱۔ نیو ایرواشین لینڈ برج (یہ مغربی چین سے روس تک جاتا ہے)۔

۲۔ چائنا منگولیا رشیاء کاریڈور (یہ منگولیا کے راستے مشرقی روس تک جاتا ہے)۔

۳۔ چائنا سینٹرل ایشیاء کاریڈور (یہ سینٹرل ایشیاء سے ترکی تک جاتا ہے)۔

۴۔ انڈو چائنا پنسلویلا کاریڈور (یہ جنوبی چائنا سے انڈونیشیاء کے راستے سنگاپور تک جاتا ہے)۔

۵۔ چائنا پاکستان اکنامک کاریڈور (یہ مغربی چائنا سے گوادر تک جاتا ہے)۔

۶۔ بنگلہ دیش چائنا انڈیا میانمار کاریڈور (یہ جنوبی چائنا سے انڈیا اور بنگلہ دیش کے راستے برما تک جاتا ہے)

۷۔ میری ٹائم سلک روٹ (ساحلی چین کو سنگاپور اور ملائشیاء کے راستے بحر ہند اور بحیرہ عرب تک جاتا ہے) بیلٹ اینڈ روڈ منصوبہ اب تک کے دنیا اور تاریخ انسانی کے بڑے اور ترقیاتی منصوبوں میں سب سے بڑا اور فعال منصوبہ ہے جس میں 68 ممالک شامل ہیں اس منصوبے کی نگرانی کے لئے چین کا ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی کا قیام بھی عمل میں آیا ہے جس کے سربراہ چین کے نائب وزیراعظم شانگ زو ہیں جو براہ راست اس منصوبے کی نگرانی کر رہے ہیں اور اس کی رپورٹ باقاعدگی سے براہ راست اسٹیٹ کونسل آف دی پیپلز ری پبلک کو دیتے ہیں اس منصوبہ پر اخراجات کا تخمینہ آٹھ ٹریلین ڈالرز لگایا گیا ہے، چین اس عظیم معاشی منصوبے کے ذریعے دنیا بھر میں سرمایہ کاری کے مواقع کو نا صرف بڑھا رہا ہے بلکہ تجارت کی نئی راہیں بھی تلاش کی جا رہی ہیں اس کے ساتھ ہی چین کچھ ممالک کے ساتھ ریلوے، سمندری اور پائپ لائن کے راستے بھی جڑ رہا ہے تاہم پاکستان کے ساتھ اس کا زمینی رابطہ ایک عظیم شاہراہ کے تحت عمل میں آیا لیکن چین سڑک کے راستے پاکستان میں گوادر تک جڑا ہے لیکن اس کا اگلا ہدف بحری راستے کے ذریعے افریقہ، مڈل ایسٹ اور یورپ ہے دوسری جانب چین میانمار سے ہوتا ہوا انڈیا اور ملائشیاء کے ساتھ بھی منسلک ہونے جا رہا ہے۔

بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے میں امریکہ، فرانس، جرمنی اور برطانیہ ابھی شامل نہیں ہوئے امریکہ اس منصوبے کا سخت مخالف ہے وہ یہ سمجھتا ہے کے اس منصوبے کے ذریعے چین کے توسیع پسندانہ عزائم دنیا کے سامنے آ رہے ہیں لیکن روس، وسط ایشیائی ریاستیں اس منصوبے کا مکمل حصہ ہیں۔[۴]

۴۔مغربی تہذیب: Western Civilization:

مغربی تہذیب 700ء یا 800ء کے لگ بھگ وجود میں آئی۔

ماہرین کے مطابق! اس کے درج ذیل تین اجزاء ہیں۔

۱۔ یورپ۔ ۲۔شمالی امریکہ۔ ۳۔ لاطینی امریکہ۔

تاریخ گواہ ہے کے ہر تہذیب کسی نا کسی مذہب کی بنیاد پر استوار ہوئی جیسے کے کنفیوشس، شنٹو، ہندومت، اسلامی اور مغربی تہذیبیں وغیرہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے افکار ونظریات بدلتے گئے جس کے نتیجے میں ان سے منسلک معاشرتی اقدار اور اداروں کی تنظیم اور قانون میں بھی بتدریج تبدیلی آئی اس تبدیل کا آغاز سب سے پہلے عیسائیت کی تہذیب میں ہوا صنعتی انقلاب، انقلابی ایجادات، نئے براعظموں جزیروں اور راستوں کی دریافت نے اس تہذیب کے نئے افق ترتیب دئے ٹیکنالوجی کی قابلیت نے نئے وسائل کی پہچان میں مدد دی جبکہ نئی قوتوں کے سہاروں اور علم کی وسعت نے عیسائی تہذیب کو یورپ سے بحراوقیانوس کے پار نئے براعظموں تک پہنچادیا اس وسعت نے اس کے نظام اور نام دونوں کو ہی بدل کر رکھ دیا اس کے نظام میں جمہوریت، معاشرتی تکثیر (Social Pluralism) سیاسی اداروں کی نئی ترتیب پیدا کی ان تبدیلیوں نے ایک جانب فکری جدیدیت کو پیدا کیا تو دوسری جانب اس نے دنیا کے تجارتی وسائل اور سامان حرب کی پیداوار میں سبقت حاصل کی اس ارتقاء نے دنیا میں سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کو پختہ کیا جس کا نام مغربی تہذیب بن گیا۔شمالی اور جنوبی امریکہ کی وسعتوں کو شامل کرکے یہ تہذیب بحرالکاہل کے مغربی کناروں تک پہنچ گئی جبکہ جنوبی نصف کرہ ارض میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اس کے دائرہ افکار میں آ گئے مغربی تہذیب پوری دنیا پر اپنی حکمرانی کے خواب کو

عملی جامہ پہنانے میں بہت سنجیدگی سے عمل پیرا ہے دوسری جانب یہ ہر طرح کی بحری و بری اور فضائی قوتوں کی مالک بھی ہے جس کی وجہ سے ان عالمی قوتوں کی یہ خواہش ہے کے وہ بہت جلد کمزور اور پسماندہ ممالک کے تمام وسائل پر قابض ہوتے ہوئے ان کی سیاست، معاش و اقتصاد پر بھی مکمل کنٹرول حاصل کرلیں جس کے حصول کے لیے یہ قوتیں مسلسل جدوجہد میں مصروف ہیں اگر چہ امریکا اور روس کے پاس معدنی تیل کی فراوانی ہے، لیکن دولت کی بہتات وسطی اور جنوب مغربی ایشیاء میں ہے لہذا ان قوتوں کی تمام تر منصوبہ بندی ایسی ہے کہ وہ ان وسائل پر مکمل دسترس حاصل کرتے ہوئے اس کو خرچ کرنے میں بھی خود مختار ہو جائیں بالخصوص تیل کی دولت پر مغربی ممالک کی اجارہ داری قائم ہو جائے جہاں تک مشرقی وسطی کا تعلق ہے تو اس کے کئی ممالک جن میں سعودی عرب، ایران، عراق، کویت اور قطر شامل ہیں ان میں تیل بے اندازہ موجود ہے دنیا بھر میں سپلائی کیے جانے والا معدنی تیل کا ۷۰ فیصد حصہ ان ہی مسلمان ممالک سے حاصل کیا جاتا ہے، لہذا مغرب اور عالمی طاقتیں مسلسل ان ممالک کی سیاست اور اقتصادیات پر کڑی نظر رکھتی ہیں دوسری جانب تیل کی گزرگاہوں پر ان کے نگران موجود ہوتے ہیں ان تمام ممالک سے تیل نکالنے، اس کی ترسیل اور اس کی قیمتوں کے تعین میں بھی یہی عالمی طاقتیں مکمل طور پر اثر انداز ہیں قصہ مختصر یہ کہ مشرق وسطی '(جس میں تمام اسلامی ممال شامل ہیں) کی بیسویں صدی کی کل معیشت اور سیاست پر مغرب کا مکمل کنٹرول ہے دوسری جانب تمام ہی مغربی طاقتوں نے امریکا کو سپر پاور کی حیثیت سے تسلیم کرلیا اور بحیثیت سپر پاور کے امریکا نے اس عزم کا اعادہ بھی کیا کے وہ بحیرہ کیپسین سے متصل وسطی'ایشیائی ریاستوں سے نا صرف تیل اور گیس نکالے گا بلکہ اسے پائپ لائنوں کے ذریعے سمندر کے کنارے تک لے جاتے ہوئے مغرب کے ترقی یافتہ ممالک تک پہنچائے گا

۔اس اعتبار سے ترکمانستان میں موجود تیل کے ذخائر ایسے ہیں جنھیں جلد استعمال میں لایا جاسکتا ہے لہٰذا اس ذخیرے کو پائپ لائنوں کے ذریعے لازماً افغانستان سے گزرنا پڑے گا کیونکہ افغانستان کے سوا اور کوئی متبادل اور مناسب راستہ موجود نہیں لیکن افغانستان کے پاس ساحلی پٹی نہ ہونے کے سبب اس پائپ لائن کو پاکستان کے جنوبی مغربی صوبہ بلوچستان سے گزرنا ہوگا اس جغرافیائی تناظر میں اگر امریکی عزم کے اعادے کا تجزیہ کیا جائے تو امریکا ہر حال میں یہ چاہے گا کے اس کا تسلط وسطی ایشیاء، افغانستان، پاکستان اور بحیرہ عرب پر قائم رہے تا کہ اسے تیل پیدا کرنے والے ممالک کی معیشت اور سیاست پر مناسب اختیارات حاصل ہوجائیں پھر اتفاق سے وسطی ایشیاء کے یہ ممالک بھی مسلم ہیں جبکہ خلیج فارس اور بحیرہ عرب میں پہلے سے ہی امریکا کے بحری بیڑے موجود ہیں اور 9/11 کے بعد تو امریکا کی اس خواہش میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا ہے کے وہ ان علاقوں پر اپنا مکمل تسلط قائم کرلے لہٰذا زمینی حقائق بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے نظر آتے ہیں مغربی تہذیب کو جاپان اور ہندی تہذیب سے کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان کی طرف سے خطے میں کی جانے والی اکثر جارحیت کو بڑے صبر وسکون سے برداشت کرتا ہے۔دوسری جانب اسرائیل کے بعد ہندوستان بھی امریکا کا منظور نظر ہے تاہم ہندوستان کی جانب سے کی جانے والی فوج کشی اور جنگوں کا ریکارڈ دیکھا جائے تو آزادی کے بعد ہندوستان نے اب تک 36 دفعہ مختلف مواقعوں پر فوج کشی کی جبکہ وہ پانچ بین الاقوامی جنگوں میں بھی ملوث رہا اب رہ گئیں وہ دو تہذیبیں کے جن سے مغرب کو خطرات لاحق ہیں یا مستقبل میں ان سے تصادم کی امید ہے ان میں چینی تہذیب اور اسلامی تہذیبیں شامل ہیں پہلے جس تصور کو اصطلاح میں مغربی عیسائیت کے ذریعے پیش کیا جاتا تھا اب اسی تصور کی اصطلاح کو 'مغرب' کہہ کر ظاہر کیا جاتا ہے جبکہ مغرب

ایک ایسی وحدت اور تہذیب ہے جس کو کسی خاص مذہب ، جغرافیائی علاقے یا لوگوں کے نام کے بجائے 'قطب نما کی سمت' کے ذریعے پہچانا جاتا ہے یہ پہچان اس تہذیب کو تاریخی ، جغرافیائی اور ثقافتی زاویوں سے ماوراء کرتی ہے تاریخی اعتبار سے مغربی تہذیب دراصل یورپی تہذیب ہے جبکہ جدید عہد میں مغربی تہذیب یورپی امریکی یا شمالی اٹلانٹک تہذیب ہے یورپ ، امریکہ اور شمالی اٹلانٹک کو تو نقشے پر دیکھا جاسکتا ہے لیکن مغرب کو نہیں دیکھا جاسکتا مغرب کے نام نے مغربیت کے تصور کو عام کیا دوسری جانب مغربیت اور جدیدیت کی گمراہ کردینے والی کشمکش کو بھی پیدا کیا جاپان کے بارے میں یہ سوچنا دشوار ہوگا کے وہ پوری امریکیت کو اختیار کررہا ہے جب کے یہ تصور کرنا آسان ہے کے وہ مغربیت کو اختیار کررہا ہے لیکن یہ الگ بات ہے کے یورپی امریکی تہذیب کو آفاقی طور پر مغربی تہذیب کی حیثیت میں ہر کوئی جانتا اور مانتا ہے۔

۵۔اسلامی تہذیب: Islamic Civilization:

تاریخی اعتبار سے مسلم تہذیب کا عروج اس زمانے میں ہوا جب یورپ میں عیسائیت اور پاپائیت نے مل کر لوگوں کی تخلیقی قوت کو محبوس کررکھا تھا بادشاہت اور پاپائیت میں مخاصمت اپنے عروج پر تھی بادشاہ لوگوں کی جسمانی قوت کا مالک ہوتا جبکہ پادری فرد کی روحانی زندگی کو اپنے اثر میں قید رکھتا اس دوئی میں منقسم افراد جہالت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے مغربی تہذیب کی تاریخ میں اس زمانے جاہلیت کو (Dark Age) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسلامی تہذیب کا شمار دنیا کی قدیم تہذیبوں میں ہوتا ہے اس کی علاقائی وسعت کے دائرے میں وسطی ایشیاء، مشرق وسطی اور شمالی افریقہ شامل ہیں تاہم آبادی کے اعتبار سے یہ ہندی اور چینی تہذیبوں کے برابر افرادی قوت کی مالک ہے یعنی تقریباً ایک ارب

سے زائد افراد اس میں شامل ہیں لیکن سیاسی اعتبار سے یہ منتشر ہے اس تہذیب میں 57 اسلامی ممالک شامل ہیں یہ تہذیب قدرتی اور معدنی وسائل سے مالا مال ہے جس میں تیل کی وافر مقدار موجود ہے لیکن اتنے بے شمار وسائل کے باوجود یہ تہذیب معاشی اور اقتصادی ترقی کے اعتبار سے بہت پیچھے ہے کیونکہ اس کے بے شمار وسائل پر عالمی طاقتیں قابض ہیں اور ان میں موجود ممالک کو آئے دن کئی بین الاقوامی پابندیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے تہذیب اسلامی پر بات کرنے سے قبل امت مسلمہ کے عروج وزوال کے خاکے کے ضمن میں دو باتیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

۱۔امت مسلمہ اپنی ہیئت تشکیلی کی اعتبار سے دو حصوں میں منقسم ہے۔

(۱)۔امیین یعنی (قوم بنی اسماعیل) جس کو امت میں مرکزی اور قلب کی حیثیت حاصل ہے۔

(۲)۔آخرین (دیگر اقوام) ان میں کرد، ترک، افغان، مغل، اہل حبشہ، بربر، شرق بعید، ملایا، انڈونیشیاء، مغرب بعید یعنی مراکو اور موریطانیہ وغیرہ شامل ہیں۔

۲۔دوسری اہم بات یہ ہے کے عالم اسلام کو اگر جغرافیائی اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے بالکل اسی طرح سے جیسے کے میدان جنگ میں ۔۱۔قلب۔۲۔میمنہ ۳۔میسرہ۔

دنیا کے نقشے کو سامنے رکھتے ہوئے اگر عالم اسلام پر نظر دوڑائی جائے تو صورت حال کسی عظیم عقاب کی مانند نظر آئے گی جس کے دو بازو پھیلے ہوئے ہیں۔

اس کی تصویر کشی درج ذیل ہے:

جزیرہ نما عرب، عراق، فلسطین، شام اور ایشیاء کوچک کو عالم اسلام میں قلب کی

حیثیت حاصل ہے۔ایشیاء کو چک کو اس عقاب کے سر اور چونچ سے مشابہت دی جاسکتی ہے اور جزیرہ نماء عرب کے جنوبی حصے کو اس کی دم کے پھیلے ہوئے پروں سے تشبیہ دی جاتی ہے اس عقاب کا دایاں بازو یعنی (میمنہ) میں ایران ترکستان ، افغانستان ، برصغیر پاک وہند ، ملایا ، اور انڈونیشیاء شامل ہیں اس عقاب کا بایاں بازو (یعنی میسرہ) میں پورا شمالی افریقہ اور اسپین شامل ہے، مسلم تہذیب یا اسلامی تہذیب جزیرہ نما عرب میں نمودار ہوئی اور بہت ہی تھوڑے عرصے میں اس کی حدود مغرب میں بازنطینی اور یونانی تہذیبوں سے جاملیں مشرق میں مسلم تہذیب کا ایرانی اور ہندی تہذیب سے تقابل ہوا، مسلم تہذیب ایک ایسے نظام کا نام ہے جس نے خدا اور کائنات کے ساتھ انسان کے رابطوں کے اصول بیان کئے جو فکر وعمل کے تمام طریقوں کا احاطہ کرتے ہیں اور یہ اصول جامد نہیں ، متحرک ہیں ان اصولوں کا منبع ومرجع قرآن وسنت ﷺ اور عوام کی قوت تخلیق ہیں ۔ ۵ ۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے !

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ ۔ ٦ ۔

ترجمہ۔وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔

امی (امیین) رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا قیام عمل میں آیا جو تقریباً 30 سال تک قائم رہا تاہم حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت تک مسلمان حکمران اور سپہ سالار اپنے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر جزیرہ نمائے عرب سے نکلے اور تقریباً ربع صدی سے بھی کم میں انھوں نے ایران ، عراق ، شام ، فلسطین ، مصر اور شمالی

افریقہ پر پرچم اسلامی لہرادیا۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ الکریم کے دور خلافت میں یہ سلسلہ کچھ وقت کے لئے تھما اس کے بعد حضرت امام حسنؓ پانچویں خلیفہ راشد کے طور پر سامنے آئے لیکن صرف چھ ماہ بعد وہ امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہوگئے بعدازاں خلافت ملوکیت میں بدل گئی لیکن جب خلافت بنوامیہ کا قیام عمل میں آیا تو ایک بار پھر فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھا اور بہت کم عرصے میں ایک جانب مشرق میں ترکستان، افغانستان اور سندھ تک اور دوسری جانب مغرب میں پورے شمالی افریقہ کے علاوہ اسپین سمیت مغربی یورپ کا وسیع تر علاقہ 'امیپئن' کی عملداری میں آ گیا اور عالم اسلام کی سرحدیں تین براعظموں تک پھیل گئیں تاریخی اعتبار سے یہی وہ دور تھا جب عرب افواج اندلس سے پیش قدمی کرتے ہوئے فرانس کے عین قلب میں داخل ہوئیں بنوامیہ کے کئی نامور حکمرانوں نے حکمرانی کی جن کے دور میں کئی اچھے کام بھی ہوئے یہ دور تقریباً ایک صدی پر محیط تھا آٹھویں، نویں اور دسویں صدی عیسوی کا زمانہ عربوں کے عروج کا دور تھا جس کے دوران اسلام کی علمبرداری اور عالم اسلام کی سیادت دونوں 'امیپئن' کی دو اہم شاخوں یعنی بنوامیہ اور بنوعباس کے پاس رہیں جس کے نتیجے میں کرہ ارض کے ایک بڑے حصے پر اسلام کا نظام عدل وانصاف قائم ہوا اسلامی تہذیب وتمدن علوم وفنون، قوانین، اور نظام شریعت کا سکہ ہر طرف جاری تھا لیکن دسویں صدی عیسوی میں اس نظام میں کمزوریاں واقع ہونا شروع ہوئیں جبکہ گیارہویں صدی عیسوی میں امیپئن کا دور انحطاط شروع ہوا جس کی وجہ سے عالم اسلام کے قلب میں قوت کا ایک خلاء پیدا ہوگیا دوسری جانب عین اسی وقت خوش قسمتی سے عالم اسلام کے شمال مشرقی سرحدوں سے جو قبائل قلب اسلام کی جانب کھنچ کر آئے وہ پہلے سے ہی مسلمان ہو چکے تھے یعنی کرد اور ترکان سلجوقی جنھوں نے گیارہویں صدی

عیسوی کے دوران شام، فلسطین اور مصر میں مضبوطی سے اپنے قدم جمائے اور اس طرح سے عالم اسلام کے قلب کی حفاظت اور مدافعت کے لئے تازہ دم قوت فراہم ہوئی، بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی کے دوران امت مسلمہ پر عذاب الٰہی کے 'وعدہ اولیٰ' کا ظہور ہوا اور بالکل اسی طرح سے جیسے قوم بنی اسرائیل پر جس کا ذکر قرآن کریم میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵ میں کیا گیا جس میں قوم بنی اسرائیل پر پہلے دور کا عذاب اور زوال آیا تھا بالکل اسی طرح سے مسلمان بھی صلیبی جنگوں سے پامال ہوئے چنانچہ پہلے شمال سے صلیبی طوفان ایک بڑے ریلے کی طرح آنا شروع ہوا اور 1099ء میں نہ صرف یہ کے مسجد اقصیٰ بلکہ بیت المقدس میں بھی مسلمانوں کا قتل عام ہوا یہ ایک ایسی خونریزی تھی جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اہل مغرب بھی کپکپاتے ہیں اس خونریزی کے باعث پورے 88 برس تک بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ رہا دوسری جانب خلافت عباسیہ مکمل طور پر عیش پرستی میں غرق تھی جبکہ امیین میں اب اس فتنے سے لڑنے کا دم خم باقی نہ تھا لیکن 'آخرین' (دیگر مسلمان اقوام) کے گرم خون سے یعنی صلاح الدین ایوبی کی سرکردگی میں کرد مسلمانوں نے 1187ء میں بیت المقدس کو صلیبیوں سے نجات دلوائی اور وہاں ایک بار پھر پرچم اسلامی لہرایا مشرق کی جانب سے آتا ہوا فتنہ تاتار کا طوفان عظیم جس نے پہلے افغانستان اور ایران کو پامال کیا اور اس کے بعد بلا آخر 1258ء میں بغداد میں خون کی ہولی کھیلی گئی اور ہلاکو خان (جو چنگیز خان کا پوتا تھا) نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی جس کے نتیجے میں مستعصم باللہ کی خلافت کا چراغ گل ہوا بنوعباس کی حکمرانی قائم ہوئی جو اندازاً ساڑھے پانچ سو سالوں تک مسند خلافت پر براجمان رہے اور اس دور میں بغداد کو مرکزی حیثیت حاصل رہی یہ شہر علم وہنر کی ترویج واشاعت کا منبع تصور کیا جاتا تھا لیکن آٹھویں عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے بعد خلافت عباسیہ بتدریج زوال کا شکار

ہوئی اور بالا آخر ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کو خاک وخون میں نہلا دیا گیا اور اس طرح علم وآگہی کا شہر تاتاریوں کے ہاتھوں تاراج ہوا یہاں امت مسلمہ پر عذاب الٰہی کے پہلے دور کا ختتام ہوا تاہم دوسری جانب اسپین کی حد تک تو قرآن کریم کی وہ وعید بھی پوری ہوئی جس کا ذکر سورہ محمد کی آیت 38 میں کیا گیا یعنی اگر تم اپنی پیٹھ موڑ لو گے تو (اللہ) تمھاری جگہ کسی دوسری قوم کو کھڑا کردے گا۔

عالم اسلام میں مسلمان سیادت اور قیادت سے محروم کردئے گئے اگرچہ دو سال کے بعد یعنی 1260ء میں اس طوفان کا رخ بھی آخرین کے ہاتھوں پھرا جس کے سبب کم از کم اسلام کا مغربی بازو اس سے محفوظ و مامون رہا۔

بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی کے دوران عالم اسلام کے قلب میں ایک حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوئی یعنی تاتار جنھوں نے عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجائی اب وہی دین اسلام میں داخل ہو گئے۔

بقول اقبال!

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے　　پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

دنیا میں رونما ہونے والا کوئی واقعہ بھی حیران کن نہیں۔ایک وقت وہ تھا جب یہی اجڈ اور گنوار قوم چن چن کر مسلمانوں کو قتل کرتے تھے اور ان کے خون سے ہولی اور سر کے مینار تعمیر کئے جاتے تھے لیکن وقت نے ایک ایسی کروٹ لی کے اہل جہاں انگشت بدنداں رہ گئے کے انھی وحشی قبائل کے دو قبیلے۔

ا۔ترکان تیموری۔ ۲۔ترکان عثمانی، حلقہ بگوش اسلام ہوئے ترکان تیموری نے ہندوستان میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی اور اسلام کی ترویج واشاعت میں حصہ لیا

دوسری جانب ترکانِ عثمانی نے ایشیاءِ کوچک میں اپنے قدم مضبوطی سے جمائے اور پھر رفتہ رفتہ وہ بھی ایک عظیم الشان مملکت کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوئے بعدازاں انھوں نے پورے مشرقی یورپ پر اپنی بالادستی کو قائم کرتے ہوئے اٹلی سمیت شمالی افریقہ پر مکمل عملداری اور سیادت کی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے عالم اسلام کے قلب کی حفاظت کی لیکن اس بار قلب اسلام کی عظمت اور سطوت عربوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ ترکوں کے ہاتھوں ہوئی۔

سیموئل ہنٹنگٹن اسلامی تہذیب کے حوالے سے مغرب کی فکر کا تجزیہ اپنی کتاب The Clash of Civilizations میں اس طرح سے پیش کرتے ہیں اسلامی تہذیب وہ واحد تہذیب ہے جس نے مغربی تہذیب کی بقاء کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور یہ عمل مسلمانوں سے دومرتبہ سرزد ہوا۔ ے

Islam is the only Civilization which has put the survival of the West in doubt, and it has done that at least twice.

ایک بار اسپین کو فتح کر کے اور دوسری مرتبہ سلطنت عثمانیہ نے ویانا تک اپنی فتوحات کو قائم کر کے جو دہشت مغرب پر قائم کی اس رعب و دہشت کو مغرب آج تک نہ بھلا سکا۔

سلطنت عثمانیہ جس کو Ottoman Empire بھی کہتے ہیں 627 سال تک پوری آب وتاب سے برقرار رہی۔

دوسری جانب اسی راکھ سے خلافت عثمانیہ نے جنم لیا جب تاتاری چن چن کر مسلمانوں کا قتل عام کر رہے تھے عین اسی وقت عثمان طغرال نامی ایک بچے نے جنم لیا جس کے والدین نے اس کی بہت اچھی تربیت کی آگے چل کر یہی عثمان طغرال (عثمان اول اور

غازی عثمان) کے نام سے مشہور ہوا تاریخ میں اسے خاندان عثمانیہ کا بانی بھی کہا جاتا ہے عثمان اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنے قبیلے کا سردار بنا بعد ازاں وہ اپنے ارد گرد کے علاقوں کو فتح کرتا رہا 1299ء میں عثمان طغرال نے سلطنت عثمانیہ کی بنیاد ڈالی یہ ایک مسلم سلطنت تھی جس کا مرکز ترکی میں تھا اس کی بنیاد تیرہویں صدی میں رکھی گئی جبکہ اس کا خاتمہ بیسویں صدی کے اوائل میں ہوا سلطنت عثمانیہ کے ایک خلیفہ سلیمان اول کے دور کو عثمانیوں کے عروج کا دور کہا جاتا ہے جن کے دور حکومت میں عدل وانصاف قائم ہوا مورخین سلطنت عثمانیہ کو دنیا کی عظیم الشان سلطنت میں شمار کرتے ہیں کیونکہ عثمانی خلفاء نے دنیا کے تین براعظموں کو زیرنگیں کرتے ہوئے اپنی سلطنت کی حدود کو یورپ کے بڑے حصے، بلقان ،عراق ،قسطنطنیہ، شام، مصر، ہنگری ، الجیریا جس میں عظیم دریائے یعنی دجلہ ،فرات ، نیل اور دریائے ڈینوب تک دوسری جانب بلند وبالا پہاڑوں میں کوہ طور ،کوہ بلقان ،کوہ قاف اور کوہ اطلس تک وسعت دی سلطنت عثمانیہ بڑے طمطراق کے ساتھ تقریباً 627 برسوں تک دنیائے اسلام پر اسلامی پرچم لہراتی رہی لیکن مصطفی کمال اتاترک کے ہاتھوں سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا 1922ء اور پھر 1924ء میں مسلمانوں کی خلافت کا مکمل خاتمہ ہوا اور آخری عثمانی خلیفہ عبدالماجد کو معزول کر دیا گیا۔

سلطنت عثمانیہ کو ختم کرنے کے نتیجے میں 40 آزاد ممالک دنیا کے نقشے پر وجود میں آئے جن میں سے آج کی دنیا کے کئی اسلامی ممالک بھی شامل ہیں پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر فاتح قوتوں یعنی انگلینڈ ،فرانس ، روس ، آئرلینڈ اور اٹلی نے جنگ کے اختتام پر سلطنت عثمانیہ کے خلاف 24 جولائی 1923ء کو ایک ’معاہدہ لوزان‘ جسے Lausanne Treaty کہتے ہیں کو لاگو کیا جس کی نہایت سخت شرائط تھیں اس کے نتیجے میں سلطنت عثمانیہ کو کئی حصوں

میں تقسیم کیا گیا خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ترکی کو اگلے سو سالوں تک سخت پابندیوں میں جکڑ دیا گیا اس معاہدے کی رو سے ترکی پر معاشی، سیاسی اور کئی مذہبی پابندیاں عائد کی گئیں اور طاغوتی قوتوں نے عالم اسلام اور مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیا اس معاہدے کی مدت سو سال طے کی گئی یعنی 2023ء میں ترکی اس معاہدے سے نکل جائے گا تاہم اس معاہدے کی چند شرائط درج ذیل ہیں۔

۱۔ ترکی عالم اسلام کا مرکز تصور کیا جاتا تھا چنانچہ اس کو ایک سیکولر اسٹیٹ کا درجہ دے دیا گیا

۲۔فاتح قوتیں ترکی کے بڑے حصے پر قابض ہو گئیں۔

۳۔سلطان کے تین براعظموں میں پھیلے اثاثوں اور اختیارات کو ضبط کر لیا گیا۔

۴۔خلیفہ کو جلاوطن کر دیا گیا اور ان کے خاندان کے دیگر افراد کو قتل یا قید کر دیا گیا۔

۵۔ترکی پر آئیندہ سو سالوں تک نفاذ اسلام اور خلافت پر پابندی عائد کر دی گئی۔

۶۔غیر ترک حصوں کو ترکی سے علیحدہ کر دیا گیا۔

۷۔مختلف پابندیوں کے ذریعے ترکی کی معیشت کو تباہی کے دہانے پر لایا گیا یعنی یہ شرط رکھی گئی کہ ترکی اپنی معدنیات اور تیل کو اگلے سو سالوں تک استعمال نہیں کر سکتا۔

۸۔ترکی میں تیل وافر مقدار میں موجود تھا لیکن یہ پابندی بھی لگائی گئی کے وہ اگلے سو سالوں تک مزید تیل کے کنویں نہیں کھودے گا۔

۹۔ترکی کی بندرگاہ باسفورس پر سے ترکی کی ملکیت کو ختم کرتے ہوئے اس بندرگاہ کو عالمی تصرف میں دے دیا گیا یعنی باسفورس کو بین الاقوامی راستہ بنا دیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کی گئی کے ترکی اس بندرگاہ سے کسی قسم کا ٹیکس لینے کا بھی مجاز نہیں باسفورس اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایک عالمی بندرگاہ تصور کیا جاتا ہے جس کی تجارتی اہمیت سے انکار ناممکن

ہے اور عالمی تجارت میں اس گزرگاہ کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے جبکہ اس سمندری راستے کو نہر سویز کے ہم پلہ بھی قرار دیا جاتا ہے۔

معاہدہ لوزان میں دیگر فاتح ممالک کے ساتھ ساتھ برطانیہ نے ایک کلیدی کردار ادا کیا۔جس کے نتیجے میں گزشتہ ایک صدی ترک قوم اور تمام عالم اسلام نے نہایت کرب اور اضطراب کے ساتھ گزاری ہے یہ ایک خون رنگ داستان ہے جس کو لکھنے کے لئے بھی شیر کا کلیجہ چاہئے لیکن یہ عہد پر آشوب اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اب اپنی آخری سانسیں گن رہا ہے 2023ء میں ترکی اس معاہدے سے آزاد ہوجائے گا دوسری جانب اسلام دشمن قوتوں کی راتوں کی نیندیں حرام ہوگئیں کے کہیں دوبارہ مسلمان یکجا نہ ہوجائیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے! جسے حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں عنقریب دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں اس پر کسی نے پوچھا کے کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نہیں بلکہ تم اس وقت بہت ہو گے لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی مانند ہو گے اللہ تمھارے دشمنوں کے سینوں سے تمھارا رعب ودبدبہ کو نکال دے گا اور اللہ تمھارے دلوں میں 'وہن' ڈال دے گا

(وہن کا مطلب دنیا کی محبت اور موت کا خوف ہے)۔۸۔

مسلمانوں کی یہ فتوحات ماضی کا حصہ بن چکیں لیکن اس کے باوجود مغرب اسلامی تہذیب سے خوفزدہ ہے یہ درست ہے کے مسلمانوں کے تشخص اور ان کے امیج کو وقتاً فوقتاً نقصان پہنچا ہے لیکن مسلمانوں نے کبھی اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی کے وہ اس کی بہتری کے لیے موثر اقدامات کریں لہٰذا دنیا بھر میں مسلمان دشمن قوتوں نے ایک منظم سازش کے تحت اسلام اور مسلمانوں کے لیے کچھ تضحیک آمیز الفاظ کا استعمال شروع کیا جس سے

مسلمانوں کے تشخص کو شدید نقصان پہنچا اور اب تو یہ الفاظ زبان زد عام ہو چکے ہیں جیسے کے Islamist and Fundamentalist وغیرہ اب مسلمانوں کی عذر خواہی یہ ہے کے وہ یہ چاہتے ہیں کے انھیں مسلمان تو بے شک کہا جائے لیکن انھیں اسلامسٹ ہرگز نہ کہا جائے ،اسی طرح سے انھیں بنیاد پرست یاFundamentalis کہلوانا بھی پسند نہیں ایک جانب مسلمانوں نے اجتہاد سے دور رہ کر اپنے آپ اور معاشرے کو دوسرا شدید نقصان پہنچایا کیونکہ اجتہاد سے دور رہ کر نہ وہ زمانے سے ہم قدم رہ سکے اور نہ ہی کسی جدید فکر کی ابتدا کر سکے لہٰذا دنیا بھر میں انھیں انتہا پسند، جابر، دہشت گرد ،اسلامسٹ اور بنیاد پرست کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا ہے اگر وہ کسی مغربی ملک کے سفر پر ہوں اور انھوں نے داڑھی یا ٹوپی لگا رکھی ہو تو لوگ ان سے بلاوجہ خوفزدہ ہوجاتے ہیں اور ان سے اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہیں یہی نہیں بلکہ انھیں سخت اور تضحیک آمیز چیکنگ کے مراحل سے بھی گزرنا پڑتا ہے یہ مغرب کی اسلامی تہذیب کے حوالے سے ایک انتہائی کامیاب چال ہے کے جس کا درست ادراک مسلمان ابھی تک نہ کر سکے تاہم یہ شیطانی عمل اور تہذیبوں اور حکومتوں کے درمیان مخاصمت جاری ہے موجودہ صورت حال یہ ہے کے پاکستان سے لے کر مصر تک کے مسلمان ایک بلاواسطہ اور جدید تہذیبی جنگ کے شکنجے میں جکڑے جا چکے ہیں اگرچہ قیام پاکستان کے بعد کی مکمل تاریخ امریکا کی فریب کاریوں سے پر ہے اور تازہ ترین معاملہ یہ ہے کے امریکا یہ فیصلہ کر چکا ہے کے وہ ایشیائی ریاستوں ،مشرق وسطی اور دیگر اسلامی ریاستوں سے جن کے پاس قدرتی تیل کی فراوانی ہے ان پر اپنا مکمل تسلط قائم کر کے رہے گا جبکہ مخاصمت اور سیاسی ہتھکنڈے گزشتہ ایک صدی سے جاری ہیں مسلمانوں کے آپس کے نسلی تعصّبات نے جمعیت اسلامی کا بڑی دھوم سے جنازہ نکالا ہے کیونکہ قرآن کریم کی سورہ انعام کی آیت نمبر ۶۵ میں اللہ نے خبردار کیا تھا!

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ـ

ترجمہ۔ کہہ دو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف فرقے کر کے ٹکرا دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، دیکھو ہم کس طرح مختلف طریقوں سے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔

اس صدی کے آغاز میں عربوں کے ہاتھوں ترکوں کا خون بہا ۱۹۷۱ء میں بنگالی مسلمانوں کے ہاتھوں غیر بنگالی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اگرچہ آج بھی مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی شدید کمی ہے پاکستان نے افغانستان پر احسان کرتے ہوئے ان کے مہاجرین کو پناہ دی جس کے نتیجے میں پاکستان میں دہشت گردی، منشیات اور دیگر جرائم میں ریکارڈ اضافہ دیکھنے میں آیا نا صرف یہ بلکہ افغانستان بھی پاکستان کے دشمنوں کے ساتھ مل کر پاکستان کے خلاف سازشوں میں کسی سے پیچھے نہیں۔

افغانستان میں ملا عمر نے اسلامی شریعت کے نفاذ کی کوشش کرتے ہوئے جولائی سن 2000ء میں افیون کی کاشت پر مکمل پابندی عائد کر دی جس کے نتیجے میں پہلی بار دنیا میں افیون اور ہیروئین کی شدید قلت ہوگئی لیکن نفاذ شریعت کی کوشش اور افیون کی کاشت پر پابندی افغان طالبان کا ایک جرم بنی جس کی بھاری قیمت افغانستان کو ایک شدید جنگ کی صورت میں چکانی پڑی لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کے امریکی حکام نے 18 سال سے جاری افغان جنگ کے بارے میں عوام سے حقائق چھپائے رکھے اسی حوالے سے امریکی

اخبار' واشنگٹن پوسٹ' نے چند خفیہ دستاویزات شائع کی ہیں جن میں امریکی فوجی افسروں اور اہلکاروں کے انٹرویوز شامل کئے گئے ہیں جن میں تمام لوگوں نے لگ بھگ ایک ہی بات کی ہے کے جنگ کے بارے میں وہ ہمیشہ سچ کو چھپا کر یہ اعلانات کرتے رہے کے وہ جنگ جیت رہے ہیں دو ہزار صفحات پر مشتمل اس خفیہ دستاویزات میں یہ کہا گیا کے امریکہ نے اس جنگ پر ایک ٹریلین امریکی ڈالرز خرچ کئے ،خواتین سمیت 2300 فوجی ہلاک 20,000 سے زائد زخمی ہوئے ہیں ۔

امریکی جنگی ماہرین کا یہ کہنا ہے کے سپر پاور (امریکہ) نے اپنے طاقت کے گھمنڈ میں افغان سیاست ،حکومت ،سماج ،معیشت ،قبائلی زندگی اور نظام زندگی کو بری طرح سے تتر بتر کر دیا انھوں نے سیاست میں کرپشن کے ناسور کو داخل کیا یہی نہیں بلکہ انکل سام نے اپنی غلط پالیسیوں اور ہولناک غارت گری سے افغانستان کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ان دستاویزات سے یہ ثابت ہوا کے امریکہ کی یہ جنگ گردی نری حماقت ،جعل سازی ،جھوٹ اور مکر و فریب پر مبنی تھی ۔

رپورٹ میں بتایا گیا کے یہ معلومات ویتنام جنگ کے بارے میں پینٹا گون کی دستاویزات سے ملتی جلتی ہیں ۔

2013ء میں امریکی فوج کے کرنل اور انسداد دہشت گردی کے ماہر افسر' باب کراؤلی' کا کہنا ہے کے وہ اپنی حکومت کو جنگ کی بہترین تصویر دکھانے کے لئے ہر چیز کا ڈیٹا تبدیل کر دیا کرتے جبکہ ہمارے سروے مکمل غلط حقائق پر مبنی تھے ۔

بش اور اوباما دور کے سینئر ملٹری ایڈوائزر لیفٹنٹ جنرل ڈگلس لیوٹ نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کے ہم (امریکن ز) افغانستان کے بارے میں بنیادی سوجھ بوجھ سے عاری

تھے اسی سلسلے میں ایک افسر کا یہ کہنا تھا کے افغانستان میں امریکی فوج اپنے اصل دشمن اور ہدف سے اور ہم افغانستان کے تاریخی پس منظر سے مکمل ناواقف اور بے خبر تھے کیونکہ

ہمارے کمانڈوز کو یہی نہیں بتایا گیا تھا کے ہمارے اصل دشمن داعش، القاعدہ، غیر ملکی جنگجو، سی آئی اے کے پیرول پر کام کرنے والے جنگجو سردار کون ہیں؟

لیکن آج تک یہ معلوم نہ ہوسکا کے اچھے یا برے طالبان کون ہیں اور وہ کہاں رہتے ہیں؟ اور پاکستان ہمارا دوست ہے یا دشمن؟

امریکی تھینک ٹینک کے مطابق امریکہ نے افغانستان کے سماجی نظام کو تبدیل کرنے کے لئے تقریباً 138 ارب ڈالرز خرچ کئے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا جبکہ اتنی ہی رقم سے جنگ عظیم کے بعد آدھے یورپ کی معیشت کو بحال کیا گیا تھا۔

واشنگٹن پوسٹ نے یہ دستاویزات تین سال کی طویل قانونی جنگ کے بعد حاصل کی ہیں۔ امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ یہ چاہتے ہیں کے جب تک افغانستان میں امن بحال نہیں ہوگا اس وقت امریکن فورسز وہیں رہیں گی لیکن انوکھی بات یہ ہے کے رمزفیلڈ کو بھی اس جنگ کے دشمن کے بارے میں کچھ پتا نہیں امریکی امداد بھی بغیر سوچے سمجھے دی اور خرچ کی جاتی اسی حوالے سے یو ایس ایڈ کے ایک عہدیدار کا یہ کہنا ہے کے وہ جو رقم بھی امداد کی مد میں خرچ کرتے ان میں سے 90 فیصد رقم بے مقصد ہوتی 2011ء میں امریکی فوج کے مشیر جان گرافانو کا یہ کہنا تھا کے وہ نہیں جانتے کے افغانستان میں جتنے اسکول بنائے جارہے ہیں آخر ان کا مقصد کیا ہے؟ ایک ٹھیکیدار کا یہ کہنا ہے کے اسے صرف ہلمند کے ایک ضلع کے لئے ماہانہ 30 لاکھ ڈالرز دئے جاتے جسے خرچ کرنے کا حکم تھا تاہم اس قسم کے پیسوں کی وجہ سے افغانستان میں کرپشن اپنی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گئی امریکی حکام کے مطابق کرپشن کی وجہ

سے طالبان کو دوبارہ ابھرنے کا موقع ملا۔

امریکی اسپیشل فورسز کے ایک کمانڈر کا یہ کہنا ہے کے وہ افغانستان کے لئے جو فوج تیار کررہے ہیں اس میں سے ہر تیسرا نشے کا عادی ہے جس کا تعلق لازماً طالبان سے ہوتا (اخبار نے یہ معلومات جنگی اخراجات اور نااہلی کا محاسبہ کرنے والے سرکاری ادارے 'اسپیشل انسپکٹر جنرل فار افغانستان ری کنسٹرکشن' سے لی ہے)۔۸؎ یہ انکشافات نہایت ہوش ربا ہیں جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کے افغان جنگ کے تناظر میں امریکن ز کے یہ اعترافات دراصل ان کی شکست، استثنائیت، رعونت اور دنیا بھر میں شدید ہزیمت کا اعتراف ہے۔

عسکری ماہرین کی یہ رائے ہے کے افغانستان کا محل وقوع، موسم، پر پیچ پہاڑی راستے اور جغرافیائی حالات نے یہاں کبھی بھی اغیار کو نہ تو ٹکنے دیا اور نہ ہی بیرونی قوتیں افغانستان کی فتح کا خواب شرمندہ تعبیر کرسکیں۔

ایک تحقیقی مقالے کے مندرجات کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ بڑا کاروبار تیل کا ہے اور جو لوگ تیل کو کنٹرول کرتے ہیں وہ دنیا کی معیشت کو بھی کنٹرول کرتے ہیں۔

دنیا کا دوسرا سب سے بڑا کاروبار اسلحے کا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کے دنیا کی سب سے بڑی معیشت امریکہ کی کل آمدن کا پچاس فیصد اسلحے کی فروخت سے حاصل ہوتا ہے اس لئے کیونکہ یہ بات اس کے مفاد میں ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کے دنیا میں مسلسل جنگیں ہوتی رہیں تا کہ اس کا اسلحہ بکتا رہے کیونکہ امن کی صورت میں تو اسلحے کی ضرورت نہیں لہٰذا وہ دنیا میں ایسے حالات اور صورت حال پیدا کرتا رہتا ہے تا کہ لوگ اور ممالک اس سے زیادہ سے زیادہ اسلحہ خریدتے رہیں لیکن بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کے دنیا

میں تیسرا سب سے بڑا کاروبار ڈرگز (Drugs) کا ہے لوگ اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے کیونکہ یہ کاروبار غیر قانونی طور پر کیا جاتا ہے اور اس کی ڈاکیومینٹیشن نہیں کی جاتی

امریکن CIA دنیا کی سب سے بڑی خفیہ ایجنسی ہے جس کے آپریشنز دنیا بھر میں جاری رہتے ہیں اور ان آپریشنز پر بے تحاشا اخراجات آتے ہیں جو ان کے بجٹ سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں یہ ایک حیران کن حقیقت ہے کے امریکی CIA اپنے 90 فیصد اخراجات ڈرگز کے کاروبار سے پوری کرتی ہے دنیا میں دو خطے ایسے ہیں جہاں سب سے زیادہ ڈرگز پیدا ہوتی ہیں۔

۱۔ چین کے قریب میانمار اور اور تھائی لینڈ کا علاقہ جس کو گولڈن ٹرائی اینگل کہا جاتا ہے ایک دور میں اس خطے میں سب سے زیادہ افیون پیدا کی جاتی تھی۔

۲۔ دنیا کا دوسرا بڑا خطہ افغانستان ہے جس کو گولڈن کریسنٹ کہا جاتا ہے یہاں دنیا کی ۹۰ فیصد سے زائد افیون اور ہیروئین پیدا کی جاتی ہے جبکہ ان میں سے اکثریت ان علاقوں کی ہے جہاں امریکن آرمی کا کنٹرول ہے جبکہ امریکن آرمی کھلے عام یہ بھی کہتے ہیں کے وہ افیون کی اس کاشت کو محفوظ بنانے کے لئے آئے ہیں کیونکہ ملا عمر جولائی 2000ء میں افیون کی کاشت پر پابندی لگا چکے تھے۔

افغانستان پر امریکی حملے کے بعد افیون کی کاشت میں ریکارڈ اضافہ دیکھا گیا اور اس عرصے میں CIA نے بے تحاشا ڈالرز کمائے کیونکہ جب امریکی بینک دیوالیہ ہونے لگے تو CIA نے ڈرگز کے ذریعے کمائے گئے پیسوں سے ان بینکوں کو سہارا دیا یہ بات بھی بہت کم لوگ جانتے ہیں کے نیٹو کے کنٹینرز میں منوں اور ٹنوں کے حساب سے 'ایسیٹک این ہائیڈرائیڈ' نامی کیمیکل افغانستان لایا جاتا ہے لیکن آج تک اس سوال کی جراءت کسی کو نہ ہوئی کے کوئی یہ

پوچھتا کے بھلا افغانستان میں اس کیمیکل کی اتنی بھاری مقداری کیا ضرورت ہے؟

کیونکہ'ایسیٹک این ہائیڈ رائڈ' وہ کیمیکل ہے جو افیون کو ہیروئین بنانے کے کام آتا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کے CIA نے اس کام کے لئے اپنے کچھ فرنٹ مین مقرر کرر کھے ہیں جو مقامی لوگ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ اہم حامد کرزائی کا بھائی ولی کرزائی ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کے اگر غیر قانونی دولت کی کوئی رینکنگ ہوتو شاید ولی کرزائی کا شمار دنیا کے امیر ترین لوگوں میں کیا جائے۔

ماہرین کہتے ہیں کے امریکہ کے افغانستان پر حملے کی کئ وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ ہیروئین کے اس کاروبار کو کنٹرول کرنا تھا جس کی بے بہا دولت پر CIA چلتی ہے حیران کن امر یہ بھی ہے کے ہیروئین کی سب سے زیادہ کھپت یورپ اور امریکہ میں ہے کیونکہ CIA کو کنٹرول کرنے والے امریکن عیسائی نہیں بلکہ یہودی ہیں جنھوں نے پوری دنیا میں تہلکہ مچا رکھا ہے لہٰذا انھیں اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کے اس ہیروئین سے مرنے والے عیسائی ہیں یا مسلمان۔(ماخوذ)

معدنی تیل اور وسائل کے بعد امریکا کی یہ خواہش کے تمام تر جوہری ہتھیار اور اس کی ٹیکنالوجی پر بھی ان کا قبضہ ہوجائے کوئی مسلمان ملک اس ٹیکنالوجی کو نہ تو حاصل کر سکے اور نہ ہی اس میدان میں کوئی پیش رفت کر سکے لیکن 1998ء میں پاکستان نے کامیاب ایٹمی تجربہ کر کے دنیا میں اپنی اس طاقت کا مظاہرہ کیا دوسرا مسلمان ملک ایران ہے جو اس ایٹمی قوت کو حاصل کرنے کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے لہٰذا پاکستان کے خلاف دنیا بھر میں ایک سازش کے تحت یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کے پاکستان کے ایٹمی اثاثے غیر محفوظ ہیں اس حوالے سے ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر یہ کہتے ہیں' پاکستان نے ایٹمی اسلحہ کی حفاظت کے لیے

ایک فول پروف نظام بنایا ہے حتمی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کے موجودہ نظام فعال ہے اور عہدے دار اہل اور قابل ہیں کسی بھی دہشت گرد گروپ یا چند لوگوں کا ایٹمی ہتھیاروں پر قبضہ کرنا بالکل ناممکن ہے ایک ایٹم بم کی تیاری میں جو پرزہ جات، سامان اور مہارت چاہیے وہ کسی ایسے گروپ کی دسترس سے قطعی باہر ہے اگر آپ افزودہ یورینیئم بھی لے جائیں یا چند نقشہ جات لے جائیں تو ماہرین اور تجربہ کار سائنسدانوں کی مدد کے بغیر یہ نمک کے ڈلے کے برابر ہیں مختصر یہ کے قیامت تک پاکستانی ایٹمی اثاثوں کو کوئی خطرہ نہیں یہ درست ہے کے 1979ء سے پاکستان کا ایٹمی پروگرام امریکی اور دوسرے مغربی سیاست دانوں اور صحافیوں کے لئے تختہ مشق بنا رہا۔۹؎

امریکا کبھی یہ نہیں چاہے گا کے پاکستان ایٹمی طاقت بنا رہے اس کے لیے وہ مواقع کی تلاش میں ہے کے کب کوئی ایسی بات ہو اور وہ پاکستان کے جوہری قوت کو ختم کرے ایسا لگتا ہے جیسے تہذیبی تصادم ناگزیر ہو گیا ہے خاص طور پر مغربی تہذیب کی اسلامی تہذیب کے ساتھ تصادم کی اصل وجہ مغرب کی مسلمانوں سے دیرینہ نفرت اور مخاصمت ہے لہٰذا مسلمانوں کے لیے یہ سوال نہایت اہم ہے کے آخر وہ اس مشکل سے نکلنے کے لیے کونسی تدبیر اختیار کریں گے تاکہ وہ دنیا میں سرخرو ہو سکیں۔ ہر تہذیب میں ایک سے زائد ریاستیں شامل ہوتی ہیں اکثر اوقات ان ریاستوں کے مابین رقابت اور مخاصمت جاری رہتی ہے آٹھویں صدی سے بارہویں صدی تک یہ مخاصمت بازنطینی عیسائی تہذیب اور اسلامی تہذیب کے درمیان تھی اس دور میں اسلامی ریاستیں عیسائی ریاستوں کے مقابلے میں کامیاب رہیں اسی دور میں صلیبی جنگیں لڑی گئیں جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اس فتح کی چوٹ کو آج تک عیسائی تہذیب نہ بھلا سکی سولہویں صدی سے انیسویں صدی کے اختتام تک مغربی تہذیب نے دونوں

امریکہ، افریقہ (ترکی کو چھوڑ کر) مشرقِ وسطی، برصغیر ہندو پاک، انڈونیشیاء، جنوب مشرقی ایشیاء کے وسیع وعریض علاقوں پر نو آبادیاتی نظام قائم رکھا اس یورپی استحصالی نظام نے نو آبادیات کے قدرتی وسائل سے اس طرح استفادہ حاصل کیا کے امیر شمال اور غریب جنوب کی شناخت وجود میں آئی، بیسویں صدی میں بہت سی نو آبادیات آزاد ہوئیں دونوں امریکہ تو مغربی تہذیب کے دائرے میں آگئے بلکہ شمالی امریکہ کی ایک ریاست یو۔ایس۔اے دوسری جنگ کے بعد مغربی تہذیب نے ٹیکنالوجی میں سبقت قائم رکھنے کی وجہ سے دنیا پر اپنا دبدبہ اور تسلط کچھ اس طرح قائم کر رکھا ہے کے دوسری تہذیبیں اور ریاستیں مغربی تہذیب کی عسکری قوت سے خوفزدہ ہیں اس مقام پر اب یہ دیکھنا ہے کے مسلم تہذیب کیا ہے؟ وہ کن اقدار اور اصولوں پر استوار ہوئی تھی؟ اور اب اس کا کیا مقام ہے؟

عظیم اسرائیل: Greater Israel:

یروشلم (مقدس شہر): Jerusalem:

یروشلم دنیا کا وہ واحد شہر ہے جسے یہودی، مسیحی اور مسلمان تینوں ہی مقدس جانتے ہیں یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کے اللہ تعالی نے انھیں یہ مقدس سرزمین براہ راست دی ہے جسے وہ ارض موعود یا Promisedn Land بھی کہتے ہیں یہودیوں کا یہ بھی ماننا ہے کے یہی وہ جگہ ہے جہاں کائنات کی تخلیق ہوئی اور یہیں پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق کی قربانی فرمائی اور اسی شہر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے یروشلم میں مقدس ہیکل تعمیر کروایا جہاں تابوت سکینہ، تورات کے اصل نسائخ، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے متبرکات اور عصا بھی موجود تھے۔

گزشتہ ابواب میں قوم بنی اسرائیل کے عروج وزوال پر روشنی ڈالی گئی ہے لیکن

یہاں مختصراً ان تین ادوار کا عادہ کرتے چلیں جس سے قوم بنی اسرائیل ماضی میں گزری۔

۱۔قوم بن اسرائیل کے پہلے دور عروج کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اول حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں فلسطین کی فتح سے ہوا جس کے نتیجے میں تقریباً تین سو سالوں تک قوم بنی اسرائیل مختلف نشیب وفراز سے گزرتی رہی تاہم حضرت داؤد علیہ السلام اور بعد ازاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں قوم بنی اسرائیل کو دوبارہ عروج حاصل ہوا چنانچہ تاریخ دان اس عہد کو بنی اسرائیل کا عہد زرین بھی کہتے ہیں۔

۲۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے ساتھ ہی قوم بنی اسرائیل زوال کا شکار ہوئی تاہم اسی دور میں سلطنت دو حصوں میں منقسم ہوگئی لیکن دامے درمے قدمے سخنے یہ تین سو سال بھی کسی نہ کسی طرح گزر گئے مورخین اس عہد کو قوم بنی اسرائیل کے انتہائی زوال کا دور لکھتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے شمال کی جانب سے آشوریوں نے شمالی سلطنت اسرائیل کو تاراج کیا ۵۸۷ ق م میں مشرق (عراق) سے آنے والے بخت نصر (Nebukednezar) کے حملے نے نہ صرف جنوبی سلطنت یہودیہ کی اینٹ سے اینٹ بجائی بلکہ یروشلم کو بھی تہ زمین کرتے ہوئے اس کو بری طرح سے مسمار کیا یہاں تک کے ہیکل کی بنیادیں تک کھود ڈالیں تمام تبرکات اور تورات کے نسخوں کو نذر آتش کردیا جبکہ لاکھوں افراد کو ناصرف قتل کیا بلکہ انھیں قید کرکے بابل لے گئے جہاں قوم بنی اسرائیل سو برسوں تک شدید ذلت ورسوائی میں مبتلا رہی۔مورخین لکھتے ہیں کے اندازاً اس حملے میں چھ لاکھ یہودی قتل کئے گئے۔

۳۔قوم بنی اسرائیل کے دوسرے دور عروج کا آغاز بابل کی اسیری سے شہنشاہ

فارس سائرس (کیخورس یا ذوالقرنین) کے ہاتھوں نجات کے بعد حضرت عیسیٰ ابن مریم سے تقریباً ساڑھے چار سو سال قبل حضرت عزیر علیہ السلام کی تجدید سے ہوا چنانچہ قوم بنی اسرائیل کا یہ دوسرا دور عروج بھی تقریباً تین سو سالوں پر محیط ہے تاہم اس عظیم دور میں مکابی سلطنت جو تقریباً 170 ق م سے 67 ق م تک نہایت شان سے قائم رہی مورخین اس دور کو قوم بنی اسرائیل کا دوسرا عہد زرین گردانتے ہیں۔

۴۔قوم بنی اسرائیل کے دوسرے دور زوال کا آغاز 63 ق م میں رومی فاتح پومپئی کے ہاتھوں یروشلم کی فتح سے ہوا جو تا حال جاری ہے اگرچہ اس دوران قوم بنی اسرائیل پر سخت عذاب الٰہی کے کوڑے بھی برسے چنانچہ 70ء میں رومی جرنیل ٹائیٹس نے دوبارہ یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو تاراج کرتے ہوئے اس کو مسمار کر دیا اور ایک دن میں 33 ہزار یہودیوں کا قتل عام کیا اور تقریباً 67 ہزار یہودیوں کو بدترین غلامی میں جکڑ دیا تاہم تاریخی حقائق تو یہ ہیں کے اس شدید جھٹکے سے قوم بنی اسرائیل دوبارہ سنبھل نہ سکی اور دنیا اور بالخصوص فلسطین میں اپنا پہلے جیسا اثر ورسوخ قائم نہ کر سکی رومی جرنیل ٹائٹس کے اس حملے کے بعد یہودی تقریباً انیس سو برس تک دوبارہ اپنا سر نہ اٹھا سکے جبکہ چھ سو برسوں تک تو اس سرزمین میں ان کا داخلہ بھی بند تھا دوسری جانب ان کا مقدس ہیکل آج تک دوبارہ تعمیر نہ ہوسکا اگرچہ رومی شہنشاہ ہیڈریان نے یروشلم شہر کو دوبارہ تعمیر کیا لیکن اس نے بھی اس شہر کا نام یروشلم کے بجائے 'ایلیا' رکھا۔

۱۰۔یروشلم کے حوالے سے مسیحی یہ سمجھتے ہیں کے اس مقدس سرزمین میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش ہوئی جبکہ آپ کو مصلوب بھی یہیں کیا گیا جبکہ اسی مقدس شہر میں ان کا سب سے زیادہ مقدس کلیسا بھی ہے۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کے پیغمبر اسلام ﷺ نے معراج پر جانے سے قبل اسی

شہر میں واقع مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی تاہم مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول بھی تھا اور ایک عرصہ دراز تک بذات خود رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان بھی اسی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے رہے روایت میں آتا ہے کے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد تک یہی قبلہ تھا بعد ازاں خانہ کعبہ کو قبلہ بنادیا گیا یہی وجہ ہے کے مسلمانوں اور مسیحی ایک ہزار برس تک اس شہر پر قبضے کے لئے آپس میں برسر پیکار رہے ہیں یہودیوں کی یہ پوری کوشش ہے کے وہ یہاں سے مسلمانوں کو نکال کر اس پر مکمل طور پر قابض ہوجائیں اگر چہ حالات بھی یہ بتا رہے ہیں کے عظیم اسرائیل کے قیام کا یہودی خواب پورا ہونے کو ہے اور یہودیوں کے بنائے ہوئے نقشے کے مطابق عراق، شام، سعودی عرب کا کچھ حصہ، ترکی کا جنوبی حصہ، مصر کا صحرائے سینا اور نیل کا ڈیلٹا یہ سب علاقے یہودیوں کے قبضے میں چلے جائیں گے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی تہذیب نے ریاستی مخاصمت کی بنیاد بھی رکھی اور مشرق وسطی میں اسرائیل کو تحفظ فراہم کر کے مسلمانوں کی ریاست کو بے وقعت بھی بنادیا' اعلان بالفور' جو برطانوی سیکریٹری خارجہ آرتھر بالفور کا کارنامہ ہے جس کو ایک سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے تاہم یہ پوری ایک صدی فلسطینیوں نے جس کرب واذیت سے گزاری ہے وہ بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں حکومت برطانیہ کا یہ سیاہ کارنامہ جس نے دنیا بھر میں برطانوی اور امریکی سامراج کی نا صرف قلعی کھولی بلکہ ان کے اصل چہرے سے نقاب بھی اٹھا دی کے حقوق انسانی اور جمہوریت کے دعویٰ داروں کے اصل عزائم کس قدر خطرناک ہیں۔

آج دنیا میں صرف دو ہی طبقات اور طاقتوں کے درمیان جنگ جاری ہے جبکہ تمام تر عالمی قوتیں بشمول امریکہ اور برطانیہ اسرائیل اور ان کے مغربی اتحادی ہیں کے جنھوں نے فلسطینیوں سے ساتھ پے در پے خیانت کے منصوبے بنائے برطانوی استعمار دنیا کے سامنے

اپنا کتنا ہی مہذب چہرہ پیش کرے لیکن فلسطین کے ساتھ کی جانے والی ناانصافی ہمیشہ برطانیہ کے سیاسی، عدالتی اور قانونی نظام پر ایک سیاہ دھبہ بنی رہے گی کیونکہ گزشتہ ایک صدی سے زیادہ فلسطینی عوام پر ڈھائے جانے والے انسانیت سوز مظالم کی بنیاد برطانوی سامراج کا بالفور اعلامیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فلسطین میں ہونے والے صہیونیوں کے تمام مظالم چاہے وہ پہلی جنگ عظیم کے بعد شروع ہوئے ہوں یا دوسری جنگ عظیم کے بعد فلسطین پر ناجائز ریاست اسرائیل کو قائم کرنے کے بعد ہوئے ہوں ان سب میں امریکہ اور برطانیہ برابر کے شریک اور مجرم ہیں آج خود برطانیہ سمیت دنیا بھر میں یہ آوازیں اٹھنا شروع ہو چکی ہیں کے آخر کس برطانوی دستور کے تحت فلسطین پر اسرائیل جیسی نسل پرست ریاست کو زبردستی قائم کروایا گیا ہے؟

مغربی طاقتیں بالخصوص امریکا نے اسرائیل کی ہر موقع پر پشت پناہی کی ہے مشرق وسطیٰ کے عین قلب میں 1948ء میں قائم ہونے والی اسرائیلی ریاست کی مثال کسی زہر سے بجھے خنجر سے کم نہ تھی یہ ناجائز صیہونی ریاست دراصل گریٹر اسرائیل کی جانب ایک قدم ہے اگرچہ اس ریاست کے قیام نے مصر، شام اور اردن کے کئی اضافی علاقے ہتھیا لئے ہیں اور اس کی سرپرستی میں امریکہ ہمیشہ سے آگے آگے رہا جبکہ اس ناجائز ریاست کے قیام کے لئے امریکہ نے اپنی تمام حدیں پار کر لیں جبکہ یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کے امریکہ کی قدامت پرست نیوکون کی حکومت ہو یا جدت پسند ڈیموکریٹس دونوں نے ہی اسرائیل کی ناجائز ریاست کی ناصرف حمایت کی ہے بلکہ فلسطین پر یہودیوں کے اس غاصبانہ قبضے کی کھل کر حمایت بھی کی بدقسمتی سے فلسطین اور اسرائیل کے مابین مصالحت کی ذمہ داری بھی امریکہ کو سونپی گئی اس مصالحت کی آڑ میں وہ یہودیوں کو مکمل اور ناجائز فائدہ پہنچا رہا ہے

اور اس غیر قانونی اور ناجائز قبضے کو قانونی حیثیت بھی دیتا جا رہا ہے یہی نہیں بلکہ اسرائیلیوں کی نہتے فلسطینیوں پر بمباری اور توپوں سے فائرنگ پر خاموش ہے یہ لمحہ فکریہ ہے جس پر اقوام عالم خاموش تماشائی بنا ہے۔

دوسری جانب مسلم ریاستیں اسرائیل کے خلاف متحدہ محاذ بنانے میں آج بھی قاصر ہیں اسرائیل کی سیاسی چالوں نے عرب ریاستوں کو بالکل مجبور و بے بس کر دیا ہے فلسطین میں غزہ کی پٹی پر دو ملین فلسطینی باشندے اسرائیلی قبضے اور محاصرے کے باعث کھلے آسمان کے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق یہ پٹی نہایت آلودہ ہے یہ علاقہ انسانوں کے رہنے کے لائق نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کے اس علاقے کی آلودگی میں اسرائیل کا بہت عمل دخل ہے یہاں کا 85 فیصد پانی اب بھی نا قابل استعمال ہے اسرائیل غزہ کی زمین اور زراعت کو تباہ کر چکا ہے کیونکہ اسرئیلی فوج باڑ سے متصل فلسطینیوں کو غزہ کی قابل کاشت زمین کے 20 فیصد استعمال سے روکتی ہے دوسری جانب اسرائیلی فوج خطرناک جڑی بوٹیوں کے ذریعے مستقل غزہ کے کھیتوں کو نشانہ بنا رہی ہے غیر سرکاری تنظیموں کی مشترکہ تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق غزہ پر اسرائیل کی 2014ء کی جنگ جس کے دوران اسرائیل نے غزہ کی پٹی پر 21000 ٹن دھماکہ خیز مواد گرایا تھا اس دھماکہ خیز مواد کے نتیجے میں ممکنہ طور پر اس زمین کو وسیع پیمانے پر نقصان پہنچا تاہم مقبوضہ مغربی کنارے میں اسرائیل منظم طور پر فلسطین کے پانی کو آلودہ اور زمینی کاشت کی صلاحیت کو تباہ کر رہا ہے مقبوضہ مغربی کنارے کی 60 فیصد زمین پر اسرائیل کا قبضہ ہے جہاں چھ لاکھ چالیس ہزار اسرائیلی غیر قانونی بستیوں میں رہتے ہیں دوسری جانب اسرائیل 1967ء سے اب تک زیتون کے آٹھ لاکھ درخت کو بھی اکھاڑ چکا ہے۔[۱۱]

اسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جسے حضرت معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں بیت المقدس کی آبادی مدینے کی ویرانی ہوگی اور مدینے کی ویرانی لڑائیوں اور فتنوں کے ظہور کا سبب ہوگی فتنوں کا ظہور قسطنطنیہ کی فتح سے ہوگا اور قسطنطنیہ کی فتح کے بعد دجال کا ظہور ہوگا پھر آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا! یہ ایسے ہی یقینی ہے جیسے تمھاری یہاں موجودگی ۔ ۱۲؎

اسرائیل دنیا بھر میں 'گرین' کے نام سے اپنا ایک تاثر دے رہا ہے لیکن درحقیقت اس کے پیچھے اس کے نہایت مذموم عزائم کارفرما ہیں اسرائیل فلسطینیوں کے وسائل کا مسلسل استحصال کررہا ہے اور وہ یہاں کے قدرتی وسائل کے ذریعے بجلی اور حیاتیاتی ایندھن بناتا ہے ایک اندازے کے مطابق! اس کی مقدار تقریباً 97.7 فیصد ہے لیکن اسرائیل فلسطین سے حاصل شدہ بجلی اور قدرتی گیس کو یورپ میں برآمد کرنے کی مذموم سازشوں میں بھی ملوث ہے ۔ ۱۳؎

ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق رواں برس قابض صیہونیوں نے ہزاروں فلسطینیوں کو بے گھر کیا جبکہ بیت المقدس میں فلسطینیوں کے تقریباً 165 مکانات مسمار کئے گئے ۔ ۱۴؎

یہودی قوم پوری دنیا پر حکمرانی کے سنہرے خواب دیکھ رہی ہے جس میں امریکہ اور دیگر یورپی ممالک اس کی ہر قسم کی مدد، اعانت اور معاونت کررہے ہیں ۔

دیوارگریہ: Wailing Wall:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۱۰۰۰ ق م میں یروشلم میں ہیکل سلیمانی بنوایا جسے ایران کے بادشاہ نبوکدنے مسمار کرکے آگ لگادی تاہم یہودیوں نے دوبارہ اس کی تعمیر

کی لیکن ہیکل سلیمانی دیگر فرمانراؤں کے حملے کی زد میں رہا، مقدس ہیکل کو یوں تو مختلف شہنشاہوں نے تاراج کیا لیکن قوم بنی اسرائیل نے اپنے دیگر نبیوں اور پیغمبروں کے ساتھ مل کر اس کی مختلف اوقات میں تعمیر کی اگرچہ اس مقدس ہیکل کی تعمیر تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں کی گئی جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے لیکن اب بھی اس ہیکل کی کچھ باقیات موجود ہیں بالخصوص اس کی مغربی دیوار جس کو یہودی 'دیوار گریہ' کہتے ہیں دیوار گریہ اس مقدس ہیکل کی باقی ماندہ ایک شکستہ دیوار ہے جہاں یہودی اپنا ایک Third Temple بنائیں گے اور مسجد اقصیٰ اور گنبد صخریٰ کو مسمار کر کے اس میں لگے سونے سے اس کی تعمیر کی جائے گی بعد ازاں یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کا وہ مقدس پتھر نصب کیا جائے گا جس پر بیٹھ کر ان کی اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تاج پوشی کی گئی تھی 70ء میں ٹائٹس نے جب ہیکل پر حملہ کیا اور اسے مسمار کیا تو وہ یہ مقدس پتھر اپنے ساتھ روم لے گیا پھر وہاں سے یہ مقدس پتھر آئرلینڈ پہنچا بعد ازاں اسکاٹ لینڈ سے ہوتا ہوا 14ویں صدی میں یہ مقدس پتھر انگلینڈ کے ویسٹ مینسٹر ایبے کی ایک شاہی کرسی میں نصب کر دیا گیا جس پر انگلستان کے تمام بادشاہوں کی تاج پوشی کی جاتی ہے یہودی اسی مقدس پتھر کو اپنے Third Temple میں نصب کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں پھر ان کے سب سے بڑے نجات دہندہ اور مسیحا یعنی 'مسیح دجال' کی آمد کے بعد پوری دنیا پر ان کی حکمرانی قائم ہو جائے گی، گریٹر اسرائیل کے قیام میں شک نہیں لیکن پھر وہی گریٹر اسرائیل یہودیوں کا Greater Graveyard یعنی (یہودیوں کا عظیم قبرستان) بھی بنے گا۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ - ۱۵؎

ترجمہ۔ ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۔۱۶؎

ترجمہ۔اور (یاد کر) جب تیرے رب نے خبر دی تھی کہ ان (یہود) پر قیامت کے دن تک ایسے شخص کو ضرور بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب دیتا رہے، بے شک تیرا رب جلدی عذاب دینے والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت جب تک قائم نہ ہوگی یہاں تک مسلمان، یہود سے لڑیں، پس مسلمان ان کو قتل کریں گے یہاں تک کے یہودی کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپے گا تو وہ پتھر یا درخت بولے گا اے مسلمان اے اللہ کے بندے یہ میرے پیچھے ایک یہودی ہے ادھر آؤ اور اس کو قتل کرو مگر غرقد کا درخت نہ بولے گا (غرقد کا درخت ایک کانٹے دار درخت ہے جو بیت المقدس کے اطراف میں کثرت سے پایا جاتا ہے) کیونکہ وہ یہود کا درخت ہے۔۱۷؎

آج یہود اپنی سرزمین پر کثرت سے غرقد کے درخت اگا رہے ہیں تا کہ وہ اس درخت کی آڑ میں چھپ اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ سکیں تاہم مسلمانوں سے زیادہ اہل یہود و ہنود و نصاریٰ قرآن کریم اور احادیث ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں اگرچہ وہ اس حقیقت سے بہ خوبی واقف ہیں اور پیش بندی کے طور پر اپنے تئیں کئی اقدامات بھی اٹھا رہے ہیں تاہم یہ حقائق پر مبنی ایک تلخ داستان ہے کے یہودیوں کے عقائد و نظریات کے مطابق ان کے 'مسیح دجال' کی آمد کے بعد ان کا دنیا پر مکمل اختیار قائم ہو جائے گا۔

بقول کسی شاعر!

بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

اہل یہود (قوم بنی اسرائیل) کی سوچ بس یہیں تک ہے لیکن بات ابھی نامکمل ہے اس کے بعد بھی بہت کچھ ہونا ہے جس کا تذکرہ اگلی سطور میں قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں کیا جائے گا۔

قیامت سے قبل عظیم جنگیں اور غزوہ ہند

Great Battles Before Qeyammah

and Ghazwa e Hind

رسول اللہ ﷺ کی کئی احادیث نبوی ﷺ میں قیامت سے قبل عظیم جنگوں کی جانب واضح اشارہ موجود ہے جس کے لئے 'الملحمۃ العظمیٰ' یا 'ملاحم کبریٰ' اور ملاحم عظمیٰ' جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں یعنی قیامت سے قبل دنیا ایک عظیم جنگ کی لپیٹ میں آجائے گی جس کی وجہ سے عرب بہت نقصان اٹھائیں گے حتیٰ کے ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک شخص کے اگر سو(100) بیٹے ہوں گے تو ۹۹ اس جنگ میں کام آجائیں گے۔۱۸؎

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، میں غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتو آپ ﷺ نے فرمایا! قیامت سے قبل چھ چیزیں ہوں گی۔

۱۔ میری وفات۔

۲۔ بیت المقدس کی فتح۔

۳۔ بھیڑ بکریوں کی طرح تم لوگوں میں موت کا پھیلنا۔

۴۔ پھر مال کی کثرت ے اگر تم میں سے کسی کو سو اشرفیاں بھی دی جائیں گی تو وہ اسے حقیر سمجھتے ہوئے ناخوش رہے گا۔

۵۔ پھر ایک ایسا فتنہ جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہوجائے گا۔

٦۔ اہل روم اور تمھارے درمیان صلح کا ہوجانا لیکن وہ تم کو دغا دیں گے اور اسی (80) جھنڈے لے کر تم سے لڑنے آئیں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار آدمی (فوج) ہوں گے۔۱۹؎

عربوں کا ان جنگوں میں شدید جانی اور مالی نقصان ہوگا اگر چہ اس حدیث کی رو سے عربوں کے شدید نقصانات اٹھانے کی جانب واضح اشارے تو ابھی سے ملنا شروع ہو گئے ہیں کیونکہ جب اقوام علم، تحقیق اور جستجو سے اپنا رشتہ توڑتی اور دنیاوی عیش وعشرت اور مال ومتاع میں ڈوب جاتی ہے تو عیار دشمن اسی وقت کی تاک میں رہتے ہوئے حملہ آور ہوتے ہیں اگر جنگوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ نکتہ بخوبی سمجھ میں آجائے گا کے جب بھی اقوام رزم (میدان جنگ) کے بجائے بزم (عیش وعشرت) کے شوق میں مبتلا ہوئی تو دشمن نے انھیں تاراج کرتے ہوئے مقام عبرت بنادیا یہ حقیقت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کے عرب عیش پرستی کے دلدادہ اور دنیاوی مال ومتاع کے حرص وطمع میں بری طرح سے گرفتار ہیں جبکہ پوری امت مسلمہ بالخصوص عرب اللہ کی نظر میں سب سے بڑے مجرم ہیں کیونکہ جزیرہ عرب میں آخری رسول ہاشمی ﷺ مبعوث کئے گئے وہ اپنی قوم کے درمیان 63 برسوں تک رہے اور اسلام کی ترویج واشاعت میں کئی صعوبتیں نہایت صبر وتحمل سے برداشت کیں جبکہ بنی نوع انسانیت کی فلاح کا منشور قرآن کریم بھی انھی کی عربی زبان میں نازل ہوا جس کی تعلیمات کو پڑھنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں کیونکہ یہ سارے الہی

پیغامات خود انھی کی زبان میں دئے گئے دوسری جانب پوری دنیا میں قائم 57 اسلامی ممالک میں سے کسی ایک ملک کی سرزمین کے ایک انچ کے ٹکڑے پر بھی مکمل اسلامی نظام عدالت، سیاست، تجارت، زراعت اور نظام معاشرت قائم نہ ہوسکا یہودیوں اور عیسائیوں کے قائم کردہ سودی (دجالی نظام) میں اقوام عالم بری طرح سے جکڑ چکی ہے یہاں تک کے ہر ملک، شہر، ان میں رہنے والے افراد، اس ملک کا تمام نظام بری طرح سے سودی نظام کی جکڑ بندیوں میں اس حد تک جکڑا جا چکا ہے کے سانس لینا بھی محال ہے یعنی ہر ایک دانہ گندم یا ہر ایک گلاس صاف پانی بھی سود کی زد میں ہے پیدا ہونے والے بچے کو اگر پہلے دن شہد کی گھٹی دی جاتی ہے تو وہ بھی کہیں نہ کہیں کسی اعتبار سے سود کی زد میں ہے امت مسلمہ کی اسی بے حسی اور سنگین غلطی کی جانب قرآن کریم کی سورہ انفال کی آیت نمبر 25 میں واضح اشارہ موجود ہے

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

ترجمہ۔ ڈرو اس وبال سے جو تم میں سے صرف ظالموں ہی کو لاحق نہ ہوگا اور جان رکھو اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

دوسرے نمبر پر مسلمانان پاکستان بھی اللہ کے مجرم ہیں کیونکہ پاکستان تو حاصل ہی اللہ کے نام پر ہوا تھا قائداعظم نے زمین کا ایک ٹکڑا انگریزوں سے یہ کہہ کر حاصل کیا تھا کے اس زمین پر اللہ کا نظام اور شریعت اسلامیہ قائم کی جائے گی لیکن آج 79 سالوں کے بعد بھی بدقسمتی سے نظام مصطفی قائم نہ کیا جا سکا جبکہ وسائل، ذرائع اور مواقع بھی میسر تھے اس کے ذمہ دار افراد بھی یقیناً اللہ کے یہاں جواب دہ ہوں گے۔

تیسرے نمبر پر عالم اسلام کے دیگر مسلمان بھی اللہ کے مجرم ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے

ملک کے ایک انچ کے ٹکڑے پر اسلام کے مکمل نفاذ میں ناکام رہے جبکہ وہ اس ضمن میں اپنی کوشش تو کر سکتے تھے امت مسلمہ کی اسی بے راہ روی کی جانب اقبال اشارہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں!

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف

اس غیر ذمہ داری اور شدید مجرمانہ رویے کی سزا تو اللہ کے یہاں طے شدہ ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰٓ اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔۲۰؎

ترجمہ۔ اۓ لوگو تمھاری سرکشی تمھارے لئے وبال جان ہونے والی ہے یہ دنیا کی زندگی کا (ظاہری) ساز وسامان ہے پھر تم لوٹ کر ہماری ہی طرف آؤ گے۔ تو ہم تم کو تمھارا کیا ہوا سب جتا دیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔۲۱؎

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس بات کو جو ہم نے روشن دلیلوں اور ہدایت کی قسم سے اتاری ہے اس کے بعد ہم اس کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكَافِرِيْنَ۔۲۲؎

ترجمہ۔ تم کافروں کے مددگار نہ بنو۔

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۔ ۲۳ ؎

ترجمہ۔ کہہ دو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۔ ۲۴ ؎

ترجمہ۔ مسلمانو اگر تم نے ان کی اطاعت کی جنھوں نے کفر کیا تو وہ تم کو تمھاری ایڑیوں پر کفر کی طرف لوٹا دیں گے پھر تم گھاٹے میں جا پڑو گے۔

اسی حوالے سے ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں!

امام ترمذی اپنی سنن میں لکھتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میری امت پر بھی لازماً وہ تمام حالات وارد ہو کر رہیں گے جو (قوم) بنی اسرائیل پر واقع ہوئے ہو بہو بالکل ایسے جیسے (ایک جوڑے کی) ایک جوتی دوسری جوتی سے مشابہہ ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! خرابی اور بربادی ہے عربوں کے لئے جو اس شہر سے قریب آ چکا ہے اور اسی میں وہی شخص فتح یاب ہوگا جو اپنا ہاتھ روکے گا۔ ۲۵ ؎

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! قریب ہے کے مسلمان مدینے میں ہی محصور ہو کر رہ جائیں یہاں تک کے ان کی عملداری صرف مقام سلاح تک رہ جائے گی (سلاح خیبر کے پاس ایک جگہ ہے)۔ ۲۶ ؎

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! عنقریب ایک ایسا فتنہ اٹھے گا جو پورے عرب کو گھیر لے گا جو اس میں مارے

جائیں گے وہ جہنم میں جائیں گے اور اس میں زبان کا چلانا تلوار کے چلانے سے زیادہ سخت ہوگا۔ ۲۷؎

رسول اللہ نے فرمایا! حبشہ کے کافروں کو اس وقت تک چھوڑے رہو جب تک وہ تم سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں اور ترکوں کو بھی چھوڑے رہو جب تک کے وہ تم سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ ۲۸؎

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اہل حبشہ کو چھوڑے رہو جب تک کے وہ تمھیں چھوڑے ہوئے ہیں کیونکہ کعبہ کے خزآنے کو سوائے ایک باریک پنڈلیوں والے حبشی کے کوئی اور نہیں نکالے گا۔ ۲۹؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مسلمان ترکوں سے نہ لڑیں جو ایک ایسی قوم ہوگی جن کے چہرے تہہ بہ تہہ جمی ہوئی ڈھالوں کی مانند ہوں گے اور وہ بالوں کے لباس پہنے ہوں گے۔ ۳۰؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی چوٹیاں بالوں کی ہوں گی اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور ناک چپٹی ہو۔ اور ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے تہہ بہ تہہ ڈھال۔ ۳۱؎

رسول اللہ ﷺ نے اسی تناظر میں قیامت سے قبل ملاحم کبریٰ کی پیشن گوئی فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب ملاحم کا دور شروع ہوگا تو اللہ ایک لشکر اٹھائے گا موالی (غیر عربوں) میں سے جو امام مہدی کی حکومت کو قائم کریں گے۔ ۳۲؎

حضرت عبداللہ بن حارثؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!
مشرق سے لشکر آئیں گے اور وہ امام مہدی کی حکومت کو قائم کریں گے۔ ۳۳۔
حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے آتے دیکھو تو ان کا استقبال کرو کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ مہدی بھی ہوگا۔ ۳۴۔
رسول اللہ ﷺ کی غزوہ ہند کے حوالے سے احادیث نبوی ہیں! میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو اللہ نے آگ سے آزاد فرما دیا ہے۔
۱۔ جو غزوہ ہند میں شریک ہوں گے۔
۲۔ جو گروہ عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ شامل ہوں گے۔ ۳۵۔

امام مہدی: Imam Mehdi:

نسب حضرت امام مہدی: Family tree of Imam Mehdi:

قصی کے ایک بیٹے عبد مناف ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے جد امجد ہیں قصی کے دوسرے بیٹے عزہ تھے جن کے صاحبزادے اسد کے بیٹے خولید کی صاحبزادی

حضرت خدیجہؓ بن خولید تھیں، جو رسول اللہ ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں جن کے بطن سے حضرت فاطمہ الزہراؓ پیدا ہوئیں اور ان کا عقد حضرت علیؓ بن ابی طالب سے منعقد ہوا ان سے آپ کے دو صاحبزادے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ پیدا ہوئے

یمن کے سردار امراء القیس کلاب کی نسل میں سے ہیں اور ان کی دو صاحبزادیاں ایک حضرت ام فروہ اور دوسری حضرت ام رباب تھیں، حضرت ام فروہ کا عقد حضرت امام حسنؓ سے اور حضرت ام رباب کا عقد حضرت امام حسینؓ سے منعقد ہوا پھر امام حسنؓ کی صاحبزادی ام الحسن فاطمہ بنت حسنؓ کی شادی حضرت امام زین العابدینؓ سے ہوئی جن سے

حضرت امام محمد باقرؑ پیدا ہوئے تاہم امام محمد باقر کو یہ شرف بھی حاصل ہے کے ان کے والد بھی امام اور دادا پردادا بھی امام ہیں یعنی یہ امامت حسنی اور حسینی دونوں ہے۔

گزشتہ سطور میں یہ بیان کیا گیا کے حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے

۱۔سام ۔ ۲۔حام۔ ۳۔ یافث تھے سام سب سے بڑے تھے چنانچہ حکومت، سرداری اور نبوت سام کی نسل میں آئی اور ایران کے بادشاہ جنھیں کسریٰ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے وہ سب سامی النسل تھے دوسری جانب عرب کے بنی ہاشم بھی سامی النسل تھے پھر کسریٰ کے بادشاہوں میں نوشیرواں عادل جو اپنے عدل وانصاف کے باعث بہت مشہور تھا اس کا بیٹا ہرمزاور ہرمز کا بیٹا شہریار اور شہریار کا بیٹا یزدگرد اور یزدگرد کی بیٹی

حضرت امام حسینؑ کے عقد میں آئیں جن سے حضرت امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے تاہم اسی نسبت سے آپ سلطان عرب وعجم بھی کہلاتے ہیں۔سام کے دو بیٹوں کی اولاد کی نسلوں کو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں یکجا کیا گیا حضرت امام زین العابدینؑ کی شادی حضرت امام حسنؑ کی صاحبزادی حضرت ام الحسن فاطمہؑ سے ہوئی جن سے امام محمد باقرؑ پیدا ہوئے شہر بانو کی دوسری بہن گیہان بانو کی شادی محمد بن ابی بکرؓ سے ہوئی جن کو حضرت علیؑ نے پالا تھا ان کے ایک بیٹے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ یعنی قاسم کی دختر ام فروہ تھیں جن کا عقد امام محمد باقرؑ سے ہوا اور ان کے یہاں امام جعفر صادقؑ پیدا ہوئے،امام جعفر صادقؑ کی شادی اسپین کی شہزادی حمیدہ خاتون سے ہوئی جن سے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ پیدا ہوئے، امام موسیٰ کاظمؑ کی شادی خراسان کے رئیس کی دختر ام البنین نجمہ خاتون

(تکتم ،خیزراں) سے ہوئی تو امام علی رضاؑ کی ولادت ہوئی،حضرت امام علی رضاؑ کی شادی مصر کی شہزادی سبیکہ خاتون سے ہوئی تو حضرت امام محمد تقیؑ پیدا ہوئے،امام محمد تقیؑ

کی شادی سمائنہ خاتون مغربیہ سے ہوئی تو امام علی نقی پیدا ہوئے، امام علی نقیؑ کی شادی روم کے شاہی خاندان کی سلیل خاتون سے ہوئی تو امام حسن عسکریؑ پیدا ہوئے، امام حسن عسکریؑ کی شادی قیصر روم کی پوتی نرجس خاتون سے ہوئی تو حضرت امام مہدیؑ کی ولادت ہوئی،

امام مہدیؑ کی والدہ نرجس خاتون کا شجرہ نسب کچھ اس طرح سے ہے کے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے جبکہ

حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو فرزند تھے بڑے بیٹے عیسو اور دوسرے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا چنانچہ ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی حضرت اسحاق علیہ السلام کے بڑے بیٹے عیسو کی شادی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دختر باسمہ سے ہوئی جن کی اگلی نسل میں روم کے ایک نامور فرزند پیدا ہوئے جن کی تیرہویں پشت میں یشوعا تھے یشوعا کی صاحبزادی نرجس خاتون تھیں جو ننھیال کی طرف سے بنی اسماعیل جبکہ ددھیال کی جانب سے بنی اسرائیل سے تھیں۔

امام مہدیؑ کی والدہ جناب 'نرجس' جن کا ایک نام ملیکہ بھی تھا اور نرجس خاتون یشوعا کی بیٹی تھیں جو قیصر روم کے فرزند تھے جبکہ ان کا سلسلہ نسب حضرت عیسیٰ ابن مریم سے ہوتا ہوا شمعون تک جا پہنچتا ہے تاہم امام مہدی کا شجرہ نسب درج ذیل ہے۔۳۶

محمد (امام مہدیؑ) بن حسنؑ (امام حسن عسکریؑ) بن علیؑ (امام علی نقیؑ) بن محمدؑ (امام علی تقیؑ) بن علیؑ (امام علی رضاؑ) بن موسیٰؑ (امام موسیٰ کاظمؑ) بن جعفرؑ (امام جعفر صادقؑ) بن محمدؑ (امام باقرؑ) بن علیؑ (امام زین العابدینؑ) بن حسینؑ (امام حسینؑ) بن علیؑ (امام علیؑ بن طالب) ہے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام بارہویں امام ہیں آپ کا اصل نام 'محمدؐ' ہے اور لقب 'مہدی' ہے۔ آپ کے والد کا نام حضرت امام حسن عسکریؑ ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت بتاریخ 15 شعبان بروز جمعہ سن 255ھ کو بوقت صبح صادق سامرہ میں ہوئی جو بغداد سے 20 فرسخ کے فاصلے پر تھا جب آپ ابھی صرف پانچ برس کے تھے تو 8 ربیع الاول 260ھ کو عباسی خلیفہ معتمد بن متوکل کے حکم پر آپ کے والد کو طویل عرصہ قید خانے میں رکھ کر زہر دے کر شہید کر دیا گیا شہادت کے وقت حضرت امام حسن عسکری کی عمر 8 برس تھی پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا اور عباسی خلیفہ معتمد بن متوکل آپ کی بھی جان کا دشمن ہوا چنانچہ اسی دوران امام مہدیؑ نے پردہ غیبت فرمایا۔ ۳۷؎

امام مہدی علیہ السلام کی آمد: Arrival of Imam Mehdi:

امام مہدیؑ کو امام غائب یا امام منتظر (جس کا انتظار کیا جارہا ہو) بھی کہا جاتا ہے آپ کی آمد پر اہل سنت اور اہل تشیع علماء کرام کا باہم اتفاق ہے کیونکہ یہ بات عقل سے ماوراء نہیں کہ آپ کی پیدائش عمل میں آچکی ہے اور آپ پردہ غیب میں ہیں کیونکہ اصحاب کہف بھی تین سو برس تک پہاڑ کے ایک غار میں محو استراحت رہے تاہم دوسری جانب حضرت عیسیٰ ابن مریم اپنی حیات ارضی کے ساتھ 2500 سال سے آسمان پر موجود ہیں چنانچہ حضرت امام مہدیؑ کا پردہ غیب میں رہنا اور اللہ کے حکم سے ایک خاص وقت پر ظاہر ہونا حیران کن نہیں امام مہدیؑ کی آمد سے متعلق احادیث نبوی ﷺ حدیث متواتر ہیں اور تقریباً آٹھ صحابہ کرام ان احادیث نبوی ﷺ کے راوی ہیں جن میں۔

ا۔ حضرت علیؓ ابن طالب۔ ۲۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ ۳۔ حضرت عبداللہ بن

مسعودؓ ۔ ۴۔حضرت ابو ہریرہؓ ۔ ۵۔حضرت جابر بن عبداللہؓ ۔۶۔حضرت سعید خدریؓ ۔ ۷۔حضرت ثوبانؓ ۔۸۔حضرت ام سلمٰیؓ شامل ہیں۔

آمد امام مہدیؓ سے متعلق کچھ احادیث نبوی ﷺ درج ذیل ہیں ۔

حضرت علیؓ ابن طالب روایت کرتے ہیں ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

مہدی میرے اہل بیت میں سے ہوں گے ۔ ۳۸ ۔

حضرت ام سلمٰی روایت کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مہدی میرے اہل بیت میں سے اور فاطمہ کی اولاد میں ہوں گے ۔۳۹ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک عربوں کا حاکم میرے اہل بیت میں سے نہ بن جائے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا وہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح سے وہ ظلم وزیادتی سے بھر چکی ہوگی ۔ ۴۰ ۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مہدی مجھ میں سے ہوں گے وہ روشن پیشانی والے اور کھڑی ناک والے ہوں گے وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح سے وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی یعنی زمین مصائب وآلام اور ابتلاء سے بھر چکی ہوگی اور کسی شخص کو سر چھپانے کی کوئی جگہ نہ ملے گی کے وہ اپنے آپ کو اس ظلم سے بچائے پھر اللہ تعالی میرے ہی اہل بیت سے ایک شخص کو اٹھائے گا اور وہ سات برسوں تک حکومت کریں گے یعنی عرب میں خلافت نبوۃ کا نظام قائم ہوجائے گا اور سات برسوں تک ہر جانب عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا اس (امام مہدی) سے زمین اور آسمان

کے رہنے والے سب لوگ راضی ہوجائیں گے پھر آسمان اپنا ایک قطرہ بھی نہیں روکے گا یعنی زمین خیر و برکت اور بارش سے سیراب ہوجائے گی اور اپنی پیداوار میں سے کچھ بھی نہیں روکے گی۔ ۴۱ ؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ اس امت کے لئے ہر صدی کی ابتداء میں ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے اس دین کی تجدید کرے گا۔ ۴۲ ؎

حضرت علیؓ ابن طالب روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مہدی ہم میں سے اور ہمارے اہل بیت میں سے ہوں گے اور اللہ ایک ہی رات میں ان کی اصلاح فرمادے گا یعنی (ایک رات میں ہی ان کی سیرت میں انقلاب عظیم بپا ہوجائے گا) ہم عبدالمطلب کی جو اولاد ہیں ہم ہی جنت کے سردار ہیں میں یعنی۔

۱۔علیؓ ابن ابی طالب۔ ۲۔حمزہؓ بن عبدالمطلب۔ ۳۔جعفر طیارؓ بن ابی طالب۔
۴۔حسنؓ ابن علی۔ ۵۔حسینؓ ابن علی۔اور آخر میں۔ ۶۔امام مہدیؓ یعنی محمد بن عبداللہ۔

حضرت ام سلمیؓ روایت کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (مفہوم) ایک خلیفہ (بادشاہ) کی موت پر اختلاف واقع ہوجائے گا اور خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوجائے گی پھر مدینے کا ایک شخص مکہ میں پناہ لے گا اور وہ چھپ جائے گا پھر اس کے پاس اہل مکہ آئیں گے تا کہ اس کی بیعت کی جاسکے لیکن وہ شخص اس بیعت کو نا پسند کرے گا تاہم کچھ لوگوں کے اصرار پر اس کی بیعت (رکن اور مقام ابراہیم کے مقام کے درمیان ہوگی) پھر شام سے ایک لشکر اس شخص اور ان لوگوں کے خلاف بھیجا جائے گا تا کہ انھیں قتل کردیا جائے لیکن اللہ تعالی اس لشکر کو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع وادی بیضاء میں زمین میں دھنسا دے گا پھر جب لوگ اس بڑی

نشانی کو دیکھ لیں گے تو شام اور عراق سے جوق در جوق مسلمان اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کے لئے آئیں گے پھر وہ شخص لوگوں کے مابین میری سنت کے مطابق عمل اور فیصلے کرے گا اور اسلام اپنی گردن زمین پر ٹکا دے گا پھر وہ سات برسوں تک حکمرانی کرے گا پھر اس کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان اس کی نماز (جنازہ) پڑھیں گے۔ ۴۳؎

حضرت امام جعفر صادقؓ کا ارشاد ہے امام زمانہ حضرت امام مہدیؓ کا ظہور بوقت عصر ہوگا۔ ۴۴؎ روایت میں آتا ہے کہ ظہور کے وقت آپ کی عمر ۴۰ برس ہوگی اور آپ کے جھنڈے پر 'البیعۃ اللہ' لکھا ہوگا ظہور کے بعد حضرت امام مہدیؓ بیت اللہ سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوں گے اور ابر کا سایہ آپ کے سر مبارک پر ہوگا۔

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جب تم خراسان کی جانب سے کالے جھنڈے آتے دیکھو تو ان کا استقبال کرو کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ مہدی بھی ہوگا۔ ۴۵؎

اس حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انقلاب عظیم عربوں کی طرف سے نہیں بلکہ عجم کے اطرف سے اٹھے گا کیونکہ خراسان سے مراد (ایران، افغانستان، روس اور پاکستان) کے کچھ حصے ہیں امام مہدیؓ سات برسوں تک زمین پر عدل وانصاف قائم کریں گے اور منہاج سیرت النبوۃ کا قیام عمل میں آجائے گا۔

دجال کا خروج، اس کی نشانیاں اور اس کی تباہی

Arrival and Singns of the Appearance of Dajjal and His Destruction

دجالی نظام کی جکڑ بندیوں میں تو عالم اسلام سمیت کئی ممالک اور اقوام عرصہ دراز

سے مقید ہیں ۔ اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے !

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک اس میں 30 دجال (جھوٹے) ظاہر نہ ہوجائیں اور وہ سب یہی کہیں گے کے میں اللہ کا رسول ہوں ۔

دوسری روایت میں ہے وہ سب اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھیں گے۔

۴۶ ۔

دجال اکبر کے خروج سے متعلق بھی کئی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتب احادیث میں موجود ہیں جن کے مطابق آخری زمانے میں دجال اکبر کا خروج ہوگا ۔

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہیں !

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا گیا جس نے اپنی امت کو کانے اور چھوٹے (پستہ قد) دجال سے نہ ڈرایا ہو لیکن خوب سن لو کے کے وہ (دجال) کانا ہوگا لیکن تمھارا رب کانا نہیں اور اس (دجال) کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر 'کافر' لکھا ہوگا جسے ہر مسلمان پڑھ لے گا۔ ۴۷ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ روایت کرتے ہیں ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس (میں نہیں جانتا) چالیس دن، چالیس مہینے یا چالیس سال رہے گا پھر اللہ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا جو اس کو قتل کریں گے ۔ ۴۸ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! نجد سے شیطان کا سینگ برآمد ہوگا۔ ۴۹ ۔

دجال، دجل سے مشتق ہے جس کے معنی فریب، جھوٹ، دھوکا اور جادوگری کے ہیں۔ ۵۰ ۔

اس کا اصل نام 'صائف' ہوگا اس کے باپ کا نام 'صائد' یا 'صیاد' ہے جبکہ ماں کا نام 'کاہنۃ' عرب قطامہ ہوگا دجال کا خاتمہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ہاتھوں ہوگا۔

دجال کے ظہور کے حوالے سے ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں! حضرت عبداللہ بن یسرؓ روایت کرتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! بڑی جنگ اور فتح قسطنطنیہ کے درمیان چھ سال کی مدت ہوگی جبکہ ساتویں سال میں دجال کا ظہور ہوگا۔ ۵۱۔

دجال کا ظہور آخری زمانے میں ہوگا دجال کا خروج اور نزول قیامت کی (نشانیوں میں سے ایک) ہے۔ ۵۲۔

دجال کا ظہور شام اور عراق کے درمیان ہوگا پھر وہ اصفہان کی جانب جائے گا جہاں 70,000 (ستر ہزار) یہودی اس کی پیروی کریں گے۔ ۵۳۔

اس کے ظہور سے قبل شدید قحط سالی ہوگی اور لوگوں کو سختی کا سامنا ہوگا۔ ۵۴۔

اس کا ظاہری حلیہ بھی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کیا گیا ہے کے وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔ اس کے ماتھے پر 'کافر' لکھا ہوگا وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ۵۵۔

اس کی ایک آنکھ سبز رنگ کے شیشے کی مانند محسوس ہوگی جو نہ مٹی ہوگی اور نہ ہی ابھری ہوگی یعنی انگور کی مانند ہوگی اس کے سر کے بال حبشیوں کی طرح گھنگھریالے ہوں گے چہرے کی رنگت سرخی مائل ہوگی جبکہ جسم بھدا ہوگا اس کے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ ہوگا پھر اگر تم کو اس کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو اچھی طرح سے یہ جان لو کہ! تمھارا رب کانا نہیں۔ ۵۶۔

دجال کے پاس ایک باغ ہوگا جس کو وہ جنت کہے گا اور اس کے پاس ایک آگ ہوگی جس کو وہ جہنم کہے گا اس کے ہاتھ سے کچھ خرق عادات سرزد ہوں گی جیسے آسمان سے بارش کا برسنا، درختوں کو پھل لگنا، لوگوں کے مردہ ماں باپ کو زمین

سے نکالنا، نہایت تیزی سے نقل وحمل کرنا جیسے ہوا کی مانند نہایت سرعت سے آنا جانا۔ ۵۷۔

دجال پوری دنیا کو فتح کرلے گا لیکن مکہ اور مدینہ پر اس کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔

حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے!

جو دجال سے متعلق یہ سنے کے وہ ظاہر ہوگیا ہے تو اس سے دور رہے کیونکہ قسم اللہ کی جو شخص بھی اس کے پاس جائے گا تو وہ یہی سمجھے گا کے وہ مومن ہے اور وہ اس کا ان مشتبہ چیزوں کی وجہ سے جن کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے تابع ہوجائے گا۔ ۵۸۔

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرلیں تو وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا ۔۵۹۔

دجال زمین پر چالیس دن، مہینے یا سال رہے گا اور اس کا خاتمہ عیسیٰ ابن مریم کے ہاتھوں 'لد' کے مقام پر ہوجائے گا۔

ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام: Jesus will return:

حضرت عیسیٰ ابن مریم آج سے تقریباً 2500 (یعنی ڈھائی ہزار سال قبل) کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی آمد سے تقریباً 570 برس قبل آسمان پر اٹھالئے گئے۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں، جب عیسیٰ ابن مریم ودبارہ زمین پر نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابقہ نبوت پر باقی ہوں گے لیکن وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے کیونکہ پچھلی شریعت ان کے اور باقی لوگوں کے لئے منسوخ ہوچکی ہے اور اب ان پر کوئی وحی بھی نہ آئے گی اور نہ ہی انھیں احکامات مقرر کرنے کا اختیار ہوگا بلکہ وہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نائب اور ملت محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے۔ ۶۰۔

امام رازی ظہور عیسیٰ ابن مریم کی وضاحت کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں، انبیاء کرام کا دور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک تھا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو گئے تو انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ ختم ہوا جبکہ یہ بات بعید از قیاس نہیں کے حضرت عیسیٰ ابن مریم ظہور کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہوں گے۔ ۶۱۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے قبل ظہور سے متعلق کئی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کی گئیں ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، اللہ تعالی مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا وہ دمشق کے مشرقی حصے میں، سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے، دو فرشتوں کے بازؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کے (ان کے بالوں سے) قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ٹپکتے ہوئے محسوس ہوں گے ان کی سانس کی ہوا اور نظر کی حد جس کافر تک پہنچے گی وہ زندہ نہ بچے گا پھر عیسیٰ ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور لد کے دروازے پر اس کو جا پکڑیں گے اور اس کا قتل کر دیں گے۔ ۶۲۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور یہ کے وہ (عنقریب) اترنے والے ہیں پس جب تم انھیں دیکھو تو پہچان لینا وہ ایک میانہ قد کے انسان ہیں ان کی رنگت سرخی مائل سفید ہے اور وہ دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے جیسے ان میں سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ

ہوں گے وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے، صلیب کو پاش پاش کردیں گے، خنزیر کو قتل کردیں گے، جزیہ ختم کردیں گے جبکہ اللہ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو مٹادے گا اور وہ دجال کو ہلاک کردیں گے۔ وہ زمین میں چالیس برس تک ٹھہریں گے پھر ان کا انتقال ہوجائے گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ ۶۳؎

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عیسیٰ ابن مریم مسلمانوں کے درمیان آئیں گے پھر نماز کھڑی ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کے اے روح اللہ آگے بڑھئے مگر وہ کہیں گے کے نہیں تمھارے امام کو ہی آگے آنا اور نماز پڑھانا چاہئے پھر صبح کی نماز سے فارغ ہوکر مسلمان دجال کے مقابلے پر نکلیں گے جب دجال حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو وہ آپ کو دیکھ کر گھلنے لگے گا جس طرح سے نمک پانی میں گھلتا ہے حضرت عیسیٰ دجال کی طرف بڑھیں گے اور اس کو قتل کردیں گے اور اس وقت حالت یہ ہوگی کے ہر درخت اور پتھر یہ پکار رہا ہوگا کے اے روح اللہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہے جبکہ دجال کے پیروکاروں میں سے کوئی بھی نہ بچے گا یعنی عیسیٰ ابن مریم ان سب کو قتل کردیں گے۔ ۶۴؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تمھارے درمیان عیسیٰ ابن مریم حاکم اور عادل بن کر ضرور اتریں گے پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو ہلاک کردیں گے اور جنگ کا خاتمہ کردیں گے۔ ۶۵؎

صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو ہلاک کردینے کا مطلب یہ ہے کے عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہوجائے گا کیونکہ دین عیسوی کی پوری عمارت ہی اس عقیدے پر قائم ہے کے خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے یعنی (حضرت عیسیٰ) کو صلیب

پر 'لعنت' کی موت دی جس سے وہ تمام انسانوں کے گناہ کا کفارہ بن گئے دیگر انبیاء کی امتوں کے درمیان عیسائیوں کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کے انھوں نے صرف اس عقیدے کی بنیاد پر اللہ کی پوری شریعت، قاعدے قانون اور احکامات کو نا صرف رد کیا بلکہ خنزیر کو بھی اپنے اوپر حلال کرلیا جبکہ خنزیر تمام انبیاء کرام کی شریعت میں حرام ہے اس تناظر میں قیامت سے قبل جب ظہور حضرت عیسیٰ ہوگا تو وہ خود اس بات کا اعلان فرمائیں گے کے نعوذ باللہ میں اللہ کا بیٹا نہیں بلکہ اللہ کا بندہ ، نبی اور رسول ہوں۔ میں نے صلیب پر جان نہیں دی، نہ ہی میں کسی کے گناہ کا کفارہ بنا اور نہ ہی میں نے کبھی خنزیر کو حلال کہا۔

حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ (قصہ دجال) کے حوالے سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں اللہ تعالی عیسیٰ ابن مریم کو بھیجیں گے وہ دمشق کے مشرقی حصے میں سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے زمین پر اتریں گے جب وہ اپنا سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کے (پانی) کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے ہوئے نظر آئیں گے جبکہ ان کی سانس کی ہوا اور نظر کی حد جہاں تک اور جس کافر تک جائے گی وہ زندہ نہ بچے گا پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور 'لد' کے دروازے (لد یا Lydda فلسطین میں ریاست اسرائیل کے دارالسلطنت تل ابیب سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے
جہاں یہودیوں کا بہت بڑا ہوائی اڈہ ہے) پر اس کو قتل کردیں گے یعنی 'وادی افیق' میں وہ (دجال) مارا جائے گا (وادی افیق جیسے آج کل 'فیق' کہتے ہیں شام اور اسرائیل کی سرحد پر موجود ایک ریاست ہے یہ شام کا آخری شہر ہے اس کے آگے مغرب کی جانب چند میل کے فاصلے پر طبریہ نامی ایک جھیل ہے جس سے

دریائے اردن نکلتا ہے اوراس کے جنوب مغرب کی طرف پہاڑوں کے درمیان ایک نشیبی راستہ ہے جوتقریباً ڈیڑھ دو ہزار فٹ تک گہرائی میں اتر کر اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں سے دریائے اردن طبریہ سے نکلتا ہے اسی پہاڑی راستے کو ’عقبہ افیق‘ کی گھاٹی کہتے ہیں)۔۶۶۔

مجمع بن جاریۃ انصاری ؓ روایت کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے،عیسیٰ ابن مریم دجال کو ’لدٗ کے دروازے پر قتل کریں گے۔۶۷۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال میری امت میں نکلے گا اور وہ چالیس (مجھے یادنہیں چالیس دن، چالیس مہینے یا چالیس سال کہا) رہے گا پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا (عیسیٰ ابن مریم کا حلیہ عروہ بن مسعود ؓ ایک صحابی سے مشابہہ ہوگا) وہ دجال کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کردیں گے پھر سات برسوں تک لوگ اس حال میں ہوں گے کے دو انسانوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہوگی۔۶۸۔

حضرت ابوامامہ باہلی ؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عیسیٰ ابن مریم عین اس وقت ظاہر ہوں گے جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے گا پھر امام پیچھے پلٹے گا تاکہ عیسیٰ ابن مریم آگے بڑھیں لیکن عیسیٰ ابن مریم اس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر یہ کہیں گے کے نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ کیونکہ یہ (جماعت) تمھارے لئے کھڑی ہوئی ہے چنانچہ وہی (مسلمانوں کا امام) نماز پڑھائے گا پھر سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ ابن مریم یہ کہیں گے کے دروازہ کھولو چنانچہ دروازہ کھول دیا جائے گا باہر دجال 70,000 مسلح فوج کے ساتھ موجود ہوگا پھر جیسے ہی اس کی نظر حضرت عیسیٰ ابن مریم پر پڑے گی وہ اس طرح سے گھلنے لگے گا جس طرح سے پانی میں نمک گھلتا ہے پھر وہ بھاگ نکلے گا

حضرت عیسیٰ اس سے یہ کہیں گے کے میرے پاس تیرے لئے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو نہیں بچ سکتا پھر وہ اسے 'لد' کے مشرقی دروازے پر جا لیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہرا دے گا اور زمین مسلمانوں سے اس طرح سے بھر جائے گی جیسے برتن میں پانی بھرتا ہے تمام دنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور دنیا میں صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے گی۔ ۶۹؎

حضرت عائشہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عیسیٰ ابن مریم زمین پر اتریں گیا اور وہ دجال کو قتل کر دیں گے اس کے بعد عیسیٰ ابن مریم چالیس برس تک زمین پر ایک امام، عادل، حاکم اور منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔ ۷۰؎

حضرت حذیفہ بن اسید الغفاریؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک ہرگز قائم نہیں ہوگی جب تک اس سے قبل دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں پھر آپ ﷺ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا۔

۱۔ دھواں۔ ۲۔ دجال۔ ۳۔ دابۃ الارض۔ ۴۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ ۵۔ عیسیٰ ابن مریم کا ظہور۔ ۶۔ یاجوج اور ماجوج۔ ۷۔ تین بڑے خسف یعنی (زمین کا تین مقامات پر دھنس جانا۔ ۱۔ پہلا مشرق میں)۔ ۸۔ دوسرا مغرب میں زمین کا دھنس جانا۔ ۹۔ تیسرا جزیرہ العرب میں زمین کا دھنس جانا ۱۰ اور سب سے آخر میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہنکاتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔ ۷۱؎

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن پر اللہ نے دوزخ کی آگ کو حرام کیا ہے۔

۱۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ ۲۔ دوسرا وہ لشکر جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوگا۔ ۷۲؎

عمران بن حصین سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جوحق پر قائم اور مخالفین پر بھاری ہوگا یہاں تک کے اللہ تعالی کا فیصلہ آجائے اور عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوجائے۔ ۷۳؎

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت جب تک قائم نہ ہوگی یہاں تک مسلمان، یہود سے لڑیں، پس مسلمان ان کو قتل کریں گے یہاں تک کے یہودی کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپے گا تو وہ پتھر یا درخت بولے گا ائے مسلمان ائے اللہ کے بندے یہ میرے پیچھے ایک یہودی ہے ادھر آؤ اور اس کو قتل کرو مگر غرقد کا درخت نہ بولے گا (غرقد کا درخت ایک کانٹے دار درخت ہے جو بیت المقدس کے اطراف میں کثرت سے پایا جاتا ہے) کیونکہ وہ یہود کا درخت ہے۔ ۷۴؎

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب بڑی بڑی لڑائیاں ہوں گی تو اللہ تعالی موالی میں سے یعنی (عرب کے سوا دوسرے مسلمان جن کو عربوں نے آزاد کیا ہوگا مثلاً اہل فارس، یا ترک وغیرہ) ایک لشکر اٹھائے گا وہ سارے عرب سے زیادہ اچھی گھڑ سواری کرتے ہوں گے اور ان سے بہتر ہتھیار رکھتے ہوں گے اللہ تعالی ان کے ذریعے دین کی مدد کرے گا۔ ۷۵؎

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے جنھیں کوئی نہ روک سکے گا یہاں تک کے وہ ایلیاء (بیت المقدس) میں نصب کردئے جائیں گے۔ ۷۶؎

پوری دنیا میں اشاعت اسلام

Spread of Islam in the whole World

زمین پر اشاعت دین اسلام کا سلسلہ تو حضرت آدم علیہ السلام کی آمد کے بعد سے

اب تک جاری ہے تاہم دنیا کے ایک بڑے حصے پر اکثر مسلمان فاتحین نے اسلام کا جھنڈا لہرایا لیکن اب تک پوری دنیا مکمل طور پر دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوسکی لیکن ایک وقت آئے گا جب پوری دنیا کے ہر بڑے چھوٹے شہر دیہات، گاؤں یہاں تک کے کچے گھروں میں بھی اسلام داخل ہوجائے گا تمام دنیا اللہ کے نور سے بھر جائے گی اور سب کے سب اللہ کے دین میں داخل ہوجائیں گے اگرچہ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں تمام انبیاء کرام نے اپنی تمام کوششیں سرف کیں لیکن دنیا کے کچھ حصوں میں دین اسلام کا غلبہ رہا ایک جانب طاغوتی قوتوں کی سازشوں کی وجہ سے اسلام اور مسلمان ہر دور میں نشانہ عتاب بنے رہے لیکن قیامت سے قبل اللہ کا دین پورے کرہ ارض پر نافذ ہوکر رہے گا۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں !

وَمَآ اُمِرُوۡٓا اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا‌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ
يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّطۡفِئُوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَيَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ يُّتِمَّ نُوۡرَهٗ
وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ
لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۔۷۷؎

ترجمہ۔ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ کرتے ہیں یہ لوگ چاہتے ہیں کے اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کئے بغیر ماننے والا نہیں خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گزرے وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کردے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ؕ

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۔۷۸؎

ترجمہ۔ وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کردے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔۷۹؎

ترجمہ۔ یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں جبکہ اللہ کا فیصلہ یہ ہے کے وہ اپنے نور کو پورا کا پورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کردے۔خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی قیامت سے قبل دین اسلام کے ایک ایک گھر میں داخل ہونے کی جانب آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے!

حضرت مقداد بن اسودؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک ہر کچے گھر میں اسلام داخل نہ ہوجائے۔۸۰؎

ایک جگہ آپ ﷺ نے قیامت سے قبل کچھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک دجال کا خروج اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ہاتھوں اس کا قتل بھی ہے پھر زمین پر حضرت عیسیٰ ابن مریم چالیس برسوں تک حکمرانی کریں گے اور مسلمانوں کی پورے کرہ ارض پر ایک ایسی اسلامی حکومت قائم ہوجائے گی جو منہاج سیرت النبوۃ کے قائم مقام ہوگی۔

حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر قائم اور مخالفین پر بھاری ہوگا یہاں تک کے عیسیٰ ابن مریم نازل ہوجائیں۔ ۸۱۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا ہے!

۱۔ نبوت تمھارے مابین قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ اسے اٹھالے گا جب وہ چاہے گا۔

۲۔ پھر خلافت کا ایک دور ہوگا جو بالکل جوں کا توں ہوگا جو نظام میں نے قائم کیا یعنی اس میں بال برابر بھی فرق نہ ہوگا پھر اللہ جب تک چاہے گا وہ دور رہے گا پھر جب اللہ چاہے گا تو اس کو بھی اٹھالے گا۔

۳۔ اس کے بعد کاٹ کھانے والی ملوکیت کا دور آئے گا پھر وہ دور بھی رہے گا جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ جب چاہے گا اس کو بھی اٹھالے گا۔

۴۔ پھر ایک مجبوری اور غلامی والی ملوکیت کا دور آئے گا یعنی پورا عالم اسلام غلامی اور ملوکیت کی زنجیر میں جکڑ جائے گا پھر یہ دور بھی رہے گا جب تک اللہ چاہے گا اور یہ دور بھی ختم ہوجائے گا جب اللہ چاہے گا۔

۵۔ پھر ایک دور خلافت منہاج النبوۃ کا آئے گا یہ دور تاریخ انسانی کا آخری دور ہوگا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ یہ کہہ کر خاموش ہوگئے۔ ۸۲۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے بعد مزید چار ادوار کا ذکر فرمایا جس کی ترتیب کچھ یوں ہے!

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت کا دور جو 23 برسوں پر محیط تھا اور آپ ﷺ نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور فروغ اسلام کی خاطر کئی غزوات لڑے اور کفار کو دعوت دین

دی جو ایک انتہائی کٹھن دور تھا۔

۲۔ دوسرا دور خلافت راشدہ کا دور تھا جس کا آغاز رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ہوا اور امام حسن بن علی پر ختم ہوا یہ دور تیس برسوں پر محیط تھا اس دور میں خلفاء راشدین نے رسول اللہ ﷺ کی طرز پر حکمرانی کی جس میں بال برابر بھی فرق نہ تھا تاہم خلفاء راشدین کی یہ اولین ترجیح تھی کے وہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے دین پر عمل کریں اور کروائیں اس دور میں آدھی سے زائد دنیا پر پرچم اسلام لہرایا گیا۔

۳۔ تیسرا دور کاٹ کھانے والی ملوکیت کا دور تھا جس کی ابتداء امیر معاویہ سے شروع ہوکر عباسی خلفاء اور سلطنت عثمانیہ پر ختم ہوئی یہ ملوکیت والی حکومت دراصل بادشاہت تھی جس میں کئی رحمدل اور سنگدل بادشاہوں نے حکمرانی کی اگرچہ ان کے عہد میں اچھے کام بھی ہوئے لیکن ہماری تاریخ کا ایک سیاہ باب یہ بھی ہے کے بنو امیہ کے دور خلافت میں واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ ہوا جہاں مدینے میں لوٹ مار کی گئی اور گھروں کو جلایا گیا لوگوں کو بے دریغ قتل کیا گیا، حجاج بن یوسف نے چن چن کر سینکڑوں تابعین کو تہہ تیغ کیا۔

اس دور میں مسلمانوں نے کئی علمی کارنامے انجام دئے اور کئی فتوحات کے علاوہ تحقیقی کام بھی کئے تاہم خلافت عثمانیہ تک مسلمانوں نے تین براعظموں پر پرچم اسلامی لہرایا اور بہت بڑے رقبے پر عدل وانصاف قائم کیا لیکن یہ خلافت مصطفی کمال اتاترک کے ہاتھوں 1922ء میں ختم ہوئی۔

۴۔ پھر چوتھے دور میں جبر واستبداد اور غلامی کے دور کی شروعات ہوئیں جس کو مورخین عرف عام میں Western Colonialism یا European Colonialism کہتے ہیں جہاں دنیا کے بڑے حصوں اور ممالک پر انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، اطالوی، ولندیزی

اور پرتگیزیوں کی حکومت قائم ہوئی اور پورے عالم اسلام سمیت دنیا کے کئی ممالک بدترین غلامی والی ملوکیت میں بری طرح سے جکڑ گئے جن کا دور دور تک کوئی پرسان حال نہ تھا خود ہندوستان میں انگریزوں نے مسلمانوں کو عرصہ دراز تک اپنا غلام بنائے رکھا تاہم یہ غلامانہ دور جو جبر واستبداد سے بھر پور ہے ابھی تک جاری ہے تاہم ملٹی نیشنل کمپنیز نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔ملٹی نیشنل کمپنیز ایسی بزنس آرگنائزیشن ہوتی ہیں جو دو یا دو سے زائد ممالک میں کسی بھی شے کو تیار،فروخت یا اپنی خدمات کو پیش کرتی ہیں اس کے علاوہ یہ ترقی پذیر ممالک میں منافع بخش منڈی کے عوض ٹیکنالوجی، مالیاتی سرمایہ اور مارکیٹنگ کی مہارتیں مہیا کرتی ہیں اس کے ساتھ ہی بڑے بڑے ممالک بھی ملٹی نیشنل کمپنیز کی سرمایہ کاری لیتے ہیں اسی طرح غیر ملکی حکومتوں کے خلاف جو طاقت ملٹی نیشنل کمپنیز استعمال کرتی ہیں وہ قابل مذمت ہے لیکن بیشتر ممالک نے ان کے لیے قوانین وضع کیے ہوئے ہیں جس سے ان ممالک کو منافع سے حصہ،نوکریاں اور منڈیاں میسر آتی ہیں۔

دنیا بھر میں ترقی پذیر ممالک کا زیادہ انحصار چونکہ ان کی زرعی پیداوار پر ہے لہٰذا چند سرمایہ دار اور سامراجی طاقتیں اور ان کی حلیف ملٹی نیشنل کمپنیز ان غریب اور پسماندہ ممالک سے سستا خام مال خریدتے ہیں اور تیار مصنوعات کو مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں ان سامراجی طاقتوں نے تیسری دنیا کے ممالک کو ایسے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے کے جس سے ان کا باآسانی آزاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے خام مال کی بڑی منڈیاں یورپ،امریکہ اور جاپان تصور کی جاتی ہیں جن پر چند ملٹی نیشنل کمپنیز کا تسلط ہے اب خام مال کو بیچنے والے غریب ممالک زیادہ ہیں جبکہ انھیں خریدنے والے بہت کم پھر خریدار اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس خام مال کی قیمتوں کو انتہائی کم کر دیتے ہیں جس کے نتیجے

میں غریب ممالک اس خسارے کو قرض لے کر پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں پھر موسمی تغیرات جس میں شامل بارشیں، سیلاب اور دیگر قدرتی آفات ہیں وہ بھی غریب ملکوں کی پیداوار اور اس کی قیمتوں کو متاثر کرتی ہیں اسی طرح سے

WTO (World Trade Organization) بھی کہتے ہیں ایک طرح کا معاہدہ ہے جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کے ترقی یافتہ ممالک کی تجارت کو تحفظ فراہم کیا جائے اس کے لیے وہ غریب اور پسماندہ ممالک سے ان کے وہ تمام حقوق اور اختیارات کو چھین لیتا ہے کے جس کی بناء پر وہ مستقبل میں مستحکم اور بااختیار ہو سکتے بالفاظ دیگر یہ معاہدہ تیسری دنیا کے لیے موت کا پیغام اور لمحہ فکریہ ہے اس معاہدے کو سمجھنے سے پہلے ضروری ہے کے ہم ٹریڈ اور ٹیرف کو سمجھیں ٹریڈ سے مراد تجارت ہے جبکہ ٹیرف اس مصنوعی روکاوٹ کو کہتے ہیں جو کے تجارت کے راستے میں نفع کمانے کے غرض سے لگائی جاتی ہے ان مصنوعی روکاوٹوں کی تاریخ بہت قدیم ہے خود عرب اپنی گزرگاہوں سے گزرنے والے تجارتی قافلوں سے ٹیرف وصول کیا کرتے دراصل اس طریقے سے سرمایہ اکھٹا کیا جاتا اسی طرح سے دوسری جنگ عظیم کے بعد GATT (General Agreement for trade and tarrif) کی بنیاد رکھی گئی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کے وہ عالمی معیشت کو سہارا دیں گی لیکن درحقیقت یہ سرمایہ دارانہ نظام کو دوام اور مستحکم کرنا چاہتی تھیں WTO بھی دراصل GATT معاہدے کا ہی ایک تسلسل ہے اس کے بعد بین الاقوامی مہاجن جس میں شامل IMF جس کو International Monetary Fund بھی کہتے ہیں اور جس کا اصل مقصد یہ ہے کے ایسے ممالک کو قرضے جاری کیے جائیں جن کی ادائیگیوں کا توازن بگڑ چکا ہے یہ ادارے قرضہ دینے کے ساتھ ساتھ اتنی کڑی شرائط عائد کرتے ہیں کے اس چنگل سے غریب اور پسماندہ

ممالک کا بچ نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے خود پاکستان کی معیشت بھی ان احکامات اور کڑی شرائط کی زد میں ہے پھر ورلڈ بینک جسے International Bank for reconstruction and development بھی کہتے ہیں یہ ادارہ عالمی سطح پر تجارت کو فروغ اور غریب ممالک کو سخت شرائط پر قرضے دیتا ہے پاکستان نے گزشتہ برسوں کے دوران جس انداز سے قرضے لیے ہیں وہ غیر معمولی ہیں جس کے نتیجے میں معیشت، بجٹ اور ادائیگیوں کا توازن بری طرح سے متاثر ہوا کیونکہ پچھلے سالوں میں پاکستان کی قرضہ واپس کرنے کی صلاحیت میں کمی واقع ہوئی اب دنیا بھر میں سرمایہ دارانہ نظام واحد معاشی نظام کی شکل میں ابھر کر سامنے آیا عام طور پر سرمایہ کی کمی، بے روزگار، مہنگائی، افراط زر، تعلیم وصحت کے مسائل پر بحث کی جاتی ہے اور حکمران وقت بھی انھی مسائل کو حل کرنے کی کوششیں کرتے نظر آتے ہیں لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود ان کی تمام منصوبہ بندی دھری کی دھری رہ جاتی ہے کیونکہ وہ اصل مسئلے کی جانب متوجہ نہیں ہوتے چونکہ سرمایہ دارانہ ریاستیں سرمایہ داروں کو ہر ممکن تحفظ فراہم کرتی ہیں تاکہ ان کا سرمایہ ہر حال میں محفوظ رہے یہی نہیں بلکہ سرمایہ دار بھی اپنے سرمایہ کو لگانے اور وقت ضرورت اسے نکالنے میں بالکل آزاد ہوتا ہے اگرچہ معاہدے کی مدت ابھی پوری نہ بھی ہو، اور سرمایہ دار کوئی خطرہ محسوس کر رہا ہے تو وہ بلا ہچکچاہٹ اپنے سرمایے کو نکالنے میں خود مختار ہے پھر وہ کب، کہاں، کتنا، کتنی مدت اور کس شرح سود پر اپنا سرمایہ لگانا چاہ رہا ہے اس ضمن میں وہ

بالکل آزاد ہے جس کے سبب غریب ممالک میں معاشی بدحالی پیدا ہوتی ہے اور بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ بدحالی ان ممالک میں کرپشن کو تقویت دیتی ہے کرپشن بغیر طاقت کے استعمال کے معاشرے میں پنپ نہیں سکتی لہٰذا یہ کرپشن اونچے طبقات سے نچلے طبقات میں سرائیت کر جاتی ہے کرپشن کو بڑھاوا دینے کے پانچ بنیادی ماخذ ہیں۔

۱۔ریاست کی طاقت۔

۲۔سیاست کی طاقت۔

۳۔دولت کی طاقت۔

۴۔اثر ورسوخ یا رتبے کی طاقت۔

۵۔اور بدامنی پھیلانے والے عناصر کی طاقت۔

گلوبلائزیشن کے عمل کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے میں ملٹی نیشنل کمپنیز کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ گلوبلائزیشن میں ان کمپنیز کی حیثیت آلہ کار کی ہے خام مال کی منڈیاں امریکا، یورپ اور جاپان ہے جس پر چند ملٹی نیشنل کمپنیز نے اپنا تسلط قائم کیا ہے 1990ء کے پہلے عشرے میں اقوام متحدہ کی جانب سے کیے گئے ایک سروے کے مطابق 37000 ملٹی نیشنل کمپنیز پوری دنیا میں کام کر رہی ہیں یہی نہیں بلکہ 90 فیصد ملٹی نیشنل کمپنیز کے ہیڈ کوارٹرز ترقی یافتہ ممالک میں ہیں 1992ء میں

Foreign direct investment کا اسٹاک 2 ٹریلین امریکی ڈالر تھا جبکہ ملٹی نیشنل کمپنیز کا سیل کا اسٹاک 5.5 امریکی ڈالر تھا یہ 1992ء میں دنیا ۴ ٹریلین امریکی ڈالر کی تجارت سے بھی زیادہ ہے امریکہ کی ۸۰ فیصد تجارت ملٹی نیشنل کمپنیز کے ہاتھوں میں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کے ملٹی نیشنل کمپنیز کی کی وسعت اور ترقی کی وجہ سے اقتصادی عالمگیریت کو قدم جمانے کا بہترین موقع ملا پھر World trade organization جس کے بڑے بڑے ممبران میں یورپ، امریکہ، کینیڈا، جاپان اور چین شامل ہیں یہ وہ ممالک ہیں جن کی برآمدات کو دنیا میں جانا اور مانا جاتا ہے ان کی سالانہ آمدنی کا گراف اگرچہ ہمیشہ نفع ہی ظاہر کرتا ہے دوسری جانب پسماندہ ممالک اگر اپنی مصنوعات کو بیچنا چاہیں تو ان کے لیے یہ

پابندی ہے کے وہ اپنی کرنسی کی قیمت کو گرائیں، ویسے تو اس پابندی کی زد میں کئی ممالک ہیں جبکہ غریب ممالک کی اشیائے تجارت پر کوٹہ بھی مقرر کیا جاتا ہے یعنی وہ اس کوٹے سے زائد مقدار میں اپنی اشیائے تجارت کو بین الاقوامی منڈیوں میں فروخت نہیں کر سکتے ،گلوبلائزیشن کی زد میں صرف اقتصادی معاملات نہیں بلکہ دنیا بھر کے سیاسی معاملات بھی ہیں جبکہ عالمگیریت کے ہی ذریعے یہودی لابی پوری دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہی ہے بلکہ اس کے لیے نہایت سنجیدگی سے اقدامات بھی کیے جا رہے ہیں اور عالمی طاقتیں عالمگیریت کے حوالے سے اپنے بیانات میں 'عالمی حکومت' کے قیام کی طرف مسلسل اشارے کرتی ہیں۔

اقوام متحدہ کے سابق جنرل سیکریٹری ڈاکٹر بطرس غالی اپنی کتاب 'عالمی حکومت' میں لکھتے ہیں اقوام متحدہ کا ادارہ، ایک طرح سے عالمی نظام حکومت کے قیام میں خشت اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۸۳؎

جارج بش اپنی ایک تقریر میں کہتے ہیں!

ہمارے سامنے اس وقت ایک نئے عالمی نظام کی تشکیل کا قیمتی موقع ہے ہمارے لیے بھی اور ہماری آئندہ نسلوں کے لیے بھی، ہمیں واقعتاً یہ موقع مل گیا ہے کے نئے عالمی نظام کی عملی تشکیل کر لیں ایسا نظام جس میں انجمن اقوام متحدہ بہت زیادہ طاقت کی مالک ہوگی۔ ۸۴؎

پنسلوینیا بینک کے چیئرمین جون بوٹنگ اپنے ایک بیان میں کہتے ہیں!

گلوبلائزیشن میں ہم ہی یہ طے کریں گے کے کس کو زندہ رہنے کا حق ہے اور کون مرنے کا زیادہ لائق ہے۔ ۸۵؎

سیاسی، معاشی اور پھر عسکری عالمگیریت بھی وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھ رہی ہے بسا اوقات تو جان بوجھ کر ایسے موزوں حالات پیدا کیے جاتے ہیں تا کہ اس میں تخریبی

کاروائیاں پروان چڑھ سکیں جس کی ایک مثال 9/11 ہے اسے دہشت گردی کی بدترین مثال کے طور پر مانا جاتا ہے لیکن اس واقعے کے سب سے برے اثرات مسلم ممالک پر پڑے جس کی لپیٹ میں پاکستان بھی آ گیا اگر چہ دہشت گردی باقاعدہ منصوبے کے تحت کیے جانے والے تشدد کے عمل کا نام ہے جو کسی بھی سیاسی، سماجی، لسانی یا پھر مذہب کی بنیاد پر خوف وہراس کو پھیلانے کے لیے کی جاتی ہے دہشت گردی میں عام طور پر بڑی طاقتیں ملوث ہوتی ہیں جن کا اصل مقصد کمزوروں پر خوف، دہشت اور اپنے تسلط کو قائم کرنا ہے یہ ریاستی دہشت گردی تشدد کے اعتبار سے اعلانیہ جنگ کے مقابلے میں کم ،لیکن ظلم وتشدد میں زیادہ اثر پذیر ہوتی ہے جس میں طاقت اور جدید اسلحے کا بے دریغ استعمال کرتے ہوئے اس کا تمام ملبہ اور الزام کمزور اقوام یا عوام کے سر پر لادا جاتا ہے،لیکن طاقت ور عالمی قوتیں ایسا اس لیے کرتی ہیں کے اگر وہ اعلانیہ جنگ کریں گی تو اس جنگ کے بھی کچھ اخلاقی تقاضے ہوں گے جس کی انھیں پابندی کرنی پڑے گی اسی طرح سے اعلانیہ جنگ پر بے شمار سرمایہ خرچ کرنا پڑتا ہے جبکہ دہشت گردی کی واردات میں کسی قسم کی پابندی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، جتنے چاہیں قتل کردیں، املاک کو نذر آتش کردیں، لوٹ مار، چوری ڈکیتی، ظلم و جبر، تشدد، زنا، جلاؤ گھیراؤ اور جدید اسلحے کا بکثرت استعمال دہشت گرد کی اپنے صوابدید پر منحصر ہے کے وہ کیا چاہتا ہے لہٰذا ضروری ہے کے عالم اسلام اور دنیا بھر کی کمزور اقوام نہایت سنجیدگی سے گلوبلائزیشن سے نجات کے طریقوں پر غور کریں اور منظم انداز سے اس کا متحد ہو کر مقابلہ کریں کیونکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کے گلوبلائزیشن کا مکمل نفاذ ابھی تک عمل میں نہیں آیا لیکن عالمی طاقتوں کے نزدیک یہ ایک اہم اور قابل غور مسئلہ ہے جس کے لیے وہ اپنی تمام تر کوششیں صرف کرر ہے ہیں۔ یورپ میں اس کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں لیکن بحیثیت

مسلمان اور ترقی پذیر قوم کے ہمیں بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچویں دور کی بشارت دی جس میں کرہ ارض کے ہر حصے تک اسلام پہنچ اور پھیل جائے گا یہاں تک کے کوئی کچا گھر باقی نہ بچے گا جس میں اسلام کی روشنی نہ پہنچ جائے اور اللہ کا فرمان پورا ہوکر رہے گا یعنی!

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۔۸۶؎

ترجمہ۔ اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا، چاہے کفار کو یہ برا کیوں نا لگے۔

اسی حوالے سے حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

اللہ تعالی نے میرے لئے ساری زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کا مشاہدہ کرلیا اور سنو! میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہوکر رہے گی جو مجھ کو لپیٹ کر دکھائے گئے۔۸۷؎

حضرت مقداد بن اسودؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اس زمین پر کوئی کچا گھر نہ بچے گا اور نہ ہی کوئی خیمہ بچے گا جہاں دین اسلام داخل نہ ہوجائے۔

اس پر حضرت مقداد بن اسودؓ نے کہا یہ سننے کے بعد میرے ذہن میں سورہ انفال کی یہ آیت آ گئی!

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔۸۸؎

ترجمہ۔ تم ان سے اس حد تک لڑو کہ شرک کا غلبہ نہ رہنے پائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہوجائے، پھر اگر یہ باز آجائیں تو اللہ ان کے اعمال دیکھنے والا ہے۔

Completion of Religion: تکمیل دین:

رسول اللہ ﷺ پر اللہ نے دین کو مکمل کر دیا چنانچہ قیامت تک اب کوئی دوسرا نبی یا رسول نہیں آئے گا کیونکہ جتنا دین دنیا اور آخرت کو سنوارنے کے لئے بتانا تھا وہ تمام تعلیمات رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں مکمل کر دی گئیں تاہم دیگر انبیاء کرام کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے کے گزشتہ انبیاء اور پیغمبر مخصوص قوم اور خطے پر بھیجے گئے لیکن رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پوری بنی نوع انسانیت کے لئے ہے رسول اللہ کی دو بعثتیں ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔۸۹

ترجمہ۔وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی تک ان پہلوں سے نہیں ملے ہیں اور وہ بہت غالب اور بے انتہا حکمت والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پہلی بعثت تو عرب امیوں کی طرف تھی جبکہ آپ ﷺ کی دوسری بعثت ان لوگوں کی طرف ہے جو کے ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان دونوں بعثتوں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ایک براہ راست بعثت جس کی سعادت عربوں اور صحابہ کرام کو

حاصل ہوئی جبکہ دوسری بعثت کا تعلق قیامت تک آنے والی بنی نوع انسانیت سے ہے، یہ بات طے شدہ ہے کے رسول اللہ ﷺ کی بعثت، نبوت اور رسالت تمام انسانیت کے لئے قیامت تک کے لئے ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ۹۰؎

ترجمہ۔ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

قُلْ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ِالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔۹۱؎

ترجمہ۔ کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول اُمّی نبی پر جو کہ اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ۔ ۹۲؎

ترجمہ۔ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو تمام جہان والوں پر رحمت بنا کر بھیجا ہے

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ ۹۳؎

ترجمہ۔ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا ہے تا کہ

وہ جہان والوں کے لئے متنبہ کرنے والا ہو۔

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات ہیں!

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! میں کالے اور گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ۹۴۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں حالانکہ مجھ سے پہلے جتنے نبی بھی آئے وہ اپنی (مخصوص) قوم کی جانب بھیجے جاتے تھے۔ ۹۵۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! پہلے ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا لیکن میں تمام انسانوں کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ ۹۶۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! میری بعثت اور قیامت اس طرح سے ہے پھر یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو (جوڑ کر) اٹھایا۔ ۹۷۔

اب نہایت اہم سوال یہ ہے کے جب تک پوری انسانیت پر دین اسلام کا غلبہ طاری نہ ہو جائے تو اس وقت تک نا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد اور بعثت کا مقصد پورا ہوگا اور نہ ہی اس سے قبل دنیا کا خاتمہ ممکن ہے۔

اسی حوالے سے اقبال کہتے ہیں!

ہم تو جیتے ہیں کے دنیا میں تیرا نام رہے　　　کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے!

یہ بات درست ہے کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات ظاہری میں جزیرہ نمائے عرب میں اسلام پھیلا اور خلفاء راشدین کے دور میں بھی دین اسلام کی ترویج و اشاعت دور دراز مقامات تک ہوئی جبکہ دیگر مسلمان خلفاء کے ادوار میں آدھی سے زائد دنیا جبکہ تین

براعظموں تک پرچم اسلامی لہرادیا گیالیکن دین ابھی پورا کا پورا کامل نہ ہوا لہٰذا تکمیل دین کا مشن اس وقت مکمل ہوگا جب پوری دنیا نورنبوت اور رسالت ﷺ سے منور نہ ہوجائے یعنی ایک عالمگیر اسلامی انقلاب ابھی باقی ہے۔

بقول اقبال!

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اقبال اس نکتے کو بخوبی سمجھتے تھے کے اسلام دشمنوں کو نہ تو جمہوریت سے کوئی خوف ہے اور نہ ہی اشتراکیت سے لیکن اگر کسی چیز نے ان کی راتوں کی نینداڑائی ہے تو وہ مسلمانوں کے اندر دبی ہوئی خلافت اور منہاج نبوت کے قیام کی وہ خطرناک چنگاری ہے جو بظاہر تو راکھ میں کہیں دبی ہوئی ہے لیکن وہ خطرناک چنگاری کسی وقت بھی شعلے کی شکل اختیار کرسکتی ہے اگرچہ مسلمانوں کو مغربی تہذیب وتمدن نے بھی کہیں کا نہ چھوڑا اور نہ ہی ان میں اب وہ پہلے جیسی دین اسلام کی سوجھ بوجھ اور عزم وحوصلہ باقی ہے۔

دوسری جانب مسلمان بحیثیت قوم آپس کی خانہ جنگیوں میں اس قدر الجھ چکے ہیں کے انھوں نے اپنی جمعیت کو خود اپنے ہی ہاتھوں پارہ پارہ کردیا جبکہ عام مسلمان بالخصوص نوجوانوں کو یہ شعور وادراک بھی نہیں کے وہ دنیا میں کیا کرنے آئے ہیں؟

رہی سہی کسر انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے پوری کردی لہٰذا آج کے مسلمان نوجوان کے پاس تحقیق وجستجو کا قطعاً وقت نہیں؟

اقبال نے اپنی ایک طویل نظم 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' میں اس جانب بڑی وضاحت سے نشاندھی کی تھی یعنی ابلیس اپنی مجلس شوریٰ میں دیگر شیاطین سے اظہار خیال کرتے ہوئے یہ کہہ رہا ہے! ہے اگر مجھے خطر کوئی تو اس امت سے ہے۔

جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ

کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو

جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے

مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے۔ ۹۸۔

قیامت کا قیام اور اس کی نشانیاں: Signs of Dooms day:

قیامت کا خوفناک زلزلہ تو قائم ہو کر رہے گا کیونکہ دنیا ایک عارضی ٹھکانہ ہے جہاں انسان کچھ دنوں کے لئے بھیجا گیا ہے پھر اس کو واپس اللہ کے پاس لوٹنا ہے لیکن قیامت سے قبل کچھ نشانیاں کے وقوع ہونے کی جانب بھی واضح اشارے موجود ہیں۔

حضرت حذیفہ بن اسید الغفاریؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک ہرگز قائم نہیں ہوگی جب تک اس سے قبل دس نشانیاں ظاہر نہ ہوجائیں پھر آپ ﷺ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا!

۱۔ دھواں۔ ۲۔ دجال۔ ۳۔ دابۃ الارض۔ ۴۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

۵۔ عیسیٰ ابن مریم کا ظہور۔ ۶۔ یاجوج اور ماجوج۔ ۷۔ تین بڑے خسف (یعنی زمین کا تین مقامات پر دھنس جانا۔ ۱۔ پہلا مشرق میں)۔

۸۔ دوسرا مغرب میں زمین کا دھنس جانا۔

۹۔ تیسرا جزیرہ العرب میں زمین کا دھنس جانا اور سب سے آخر میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہنکاتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔ ۹۹۔

انھی نشانیوں کے حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

پہلی نشانی (دھواں):

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ
اَلِيْمٌ رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ۔ ۱۰۰؎

ترجمہ۔اس دن کا انتظار کیجیے کہ آسمان دھواں ظاہر لائے، جو لوگوں کو ڈھانپ لے، یہی دردناک عذاب ہے، اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور کر دے بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔

دوسری نشانی (دجال):

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ روایت کرتے ہیں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! دجال میری امت میں نکلے گا پھر اللہ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا جو اس کو قتل کریں گے۔ ۱۰۱؎

تیسری نشانی (دابۃ الارض):

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ
اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۔ ۱۰۲؎

ترجمہ۔ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے وہ ان سے یہ کہے گا کے لوگ ہماری (اللہ) کی آیات پر یقین نہیں لاتے تھے۔

چوتھی نشانی (سورج کا مغرب سے طلوع ہونا):

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ ۱۰۳؎

ترجمہ۔جب سورج لپیٹا جائے گا۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ ۱۰۴؎

ترجمہ۔قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

۵۔عیسیٰ ابن مریم کا ظہور:

وَاِنَّہٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِہَا وَاتَّبِعُوۡنِ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ۔۱۰۵؎

ترجمہ۔البتہ عیسیٰ قیامت کی ایک نشانی ہے پس تم اس میں شبہ نہ کرو اور میری تابعداری کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

چھٹی نشانی (یاجوج اور ماجوج):

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَہُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ ۔۱۰۶؎

ترجمہ۔جب یاجوج اور ماجوج کھول دئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے پل پڑیں۔

ساتویں، آٹھویں اور نویں نشانی (تین بڑے خسف):

اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ۔۱۰۷؎

ترجمہ۔جب زمین خوب زور سے ہلائی جائے گی۔

دسویں نشانی (یمن کی آگ):

ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہنکاتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔۱۰۸؎

اِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡہَا وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۔۱۰۹؎

ترجمہ۔بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ یقین نہیں کرتے۔

اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ کَانَ مِیۡقَاتًا۔ ۱۱۰؎

ترجمہ۔ بے شک فیصلے کا دن مقرر ہے۔

وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ ھُوَ اَقۡرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر ۔۱۱۱؎

ترجمہ۔ قیامت کا معاملہ تو ایسا ہے جیسا آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی قریب تر، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ۚلَا تَاۡتِیۡکُمۡ اِلَّا بَغۡتَةً یَسۡـَٔلُوۡنَكَ کَاَنَّكَ حَفِیٌّ ۔۱۱۲؎

ترجمہ۔ وہ (قیامت) تم پر اچانک ہی آئے گی۔

اِنۡ کَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا ھُمۡ جَمِیۡعٌ لَّدَیۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ۔ ۱۱۳؎

ترجمہ۔ قیامت تو صرف ایک چنگھاڑ ہے جس کے ہوتے ہی سب ہمارے پاس حاضر ہو جائیں گے۔

فَاِنَّمَا ھِیَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا ھُمۡ بِالسَّاھِرَةِ۔ ۱۱۴؎

ترجمہ۔ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہے جس کے ہوتے ہی وہ کھلے میدان میں موجود ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ھَادُوۡا وَالصَّابِئِیۡنَ وَالنَّصَارٰی وَالۡمَجُوۡسَ وَالَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡۤا ۖ اِنَّ اللّٰہَ یَفۡصِلُ بَیۡنَھُمۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَھِیۡد۔ ۱۱۵؎

ترجمہ۔ کچھ شک نہیں کے جو لوگ ایمان لائے اور وہ یہودی ہیں، بے دین، نصاریٰ اور آتش پرست ہیں اور جنھوں نے شرک کیا قیامت کے دن اللہ ضرور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے جتنے نیک بندے ہوں گے وہ اٹھا لئے جائیں گے

قیامت کا زلزلہ اور سختی صرف بدترین اشرار پر قائم ہوگی۔

اسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ہیں!

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے یمن سے ریشم سے بھی زیادہ نرم ہوا چلائے گا پس اس ہوا سے ہر وہ شخص ختم ہو جائے گا جس کے دل میں رتی بھر بھی ایمان ہوگا۔۱۱۶۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

قیامت صرف اشرار پر قائم ہوگی۔۱۱۷۔

یعنی قیامت سے قبل ہر وہ شخص وفات پا جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان تھا جبکہ قیامت کا ہولناک زلزلہ صرف اور صرف اشرار اور بدترین لوگوں پر قائم ہوگا۔

حوالہ کتب:

۱۔تہذیبوں کا تصادم۔سیموئل پی ہنٹنگٹن ۔ترجمہ عبدالمجید طاہر۔نگارشات پبلشرز۔لاہور،۲۰۰۸ء۔

۲۔تہذیبوں کا تصادم۔سیموئل پی ہنٹنگٹن ۔ترجمہ عبدالمجید طاہر۔نگارشات پبلشرز۔لاہور،۲۰۰۸ء۔

۳۔روزنامہ جنگ۔اشاعت ۲۰ نومبر۔۲۰۱۷ء۔

۴۔سی پیک ایک نیا سیاسی، معاشی اور تزویراتی کھیل۔سلیم صافی۔ص۔۱۷۔ساگر پبلیشرز۔لاہور۔

۵۔اقبال اور عصری مسائل۔ڈاکٹر کنیز فاطمہ یوسف۔ص۔۱۱۱۱۔سنگ میل پبلیکیشنز لاہور۔۲۰۰۵ء۔

۶۔سورہ الجمعہ۔آیت۔۲۔

,7.The Clash of Civilization,Simon and Schuster, Samuel

-p.HuntingtonNewyork,1966,p.210.

۸۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۹۔دی اکنامسٹ۔ص۔۴۹۔اشاعت سن۔۲۰۱۰ء۔

۱۰۔مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل۔ڈاکٹر اسرار احمد۔ص۔۳ لیکچر ۲۶، اپریل۔۱۹۹۳ء۔مکتبہ خدام القرآن۔لاہور۔۱۹۹۳ء۔

۱۱۔بہ شکریہ الجزیرہ۔ترجمہ۔احمد اعجاز۔
۱۲۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۳۔روزنامہ ایکسپریس کراچی۔ایڈیٹوریل۔بروز بدھ۔بتاریخ۔۱۱۔دسمبر۔۲۰۱۹ء
۱۴۔۹۲نیوز کراچی۔اشاعت۔۷۔دسمبر۲۰۱۹ء۔
۱۵۔سورہ البقرہ۔آیت۔۶۱۔
۱۷۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۶۷۔
۱۸۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔
۱۹۔حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
۲۰۔سورہ یونس۔آیت۔۲۳۔
۲۱۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۵۹۔
۲۲۔سورہ القصص۔آیت۔۸۶
۲۳۔سورہ انعام۔آیت۔۱۵
۲۴۔سورہ آل عمران۔آیت ۱۴۹۔
۲۵۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔
۲۶۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔
۲۷۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔
۲۸۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔
۲۹۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔
۳۰۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔
۳۱۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔
۳۲۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۳۳۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۳۴۔المستدرک۔امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)۔مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ۔
۳۵۔سنن النسائی۔امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔
۳۶۔ظہور امام مہدی۔علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی۔ص۔۴۸۔مرکز علوم اسلامیہ کراچی۔۲۰۰۷ء۔

۳۷۔چودہ ستارے۔مولف۔مولانا سید نجم الحسن قبلہ کراروی۔ص۔۵۵۵۔امامیہ کتب خانہ۔مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور۔۱۳۹۳ھ۔

۳۸۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ(متوفی ۲۷۳ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

۳۹۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ(متوفی ۲۷۳ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

۴۰۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی(متوفی ۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ۔

۴۱۔المسند۔امام احمد بن حنبل(متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔

۴۲۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۴۳۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۴۴۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۴۵۔المستدرک۔امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری(متوفی ۴۰۵ھ)۔مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ۔

۴۶۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۴۷۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۴۸۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری(متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔

۴۹۔حدیث نبوی۔

۵۰۔لسان العرب۔علامہ جمال الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ(متوفی ۶۲۰ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

۵۱۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۵۲۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔

۵۳۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری(متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔

۵۴۔المسند۔امام احمد بن حنبل(متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔

۵۵۔الکامل فی التاریخ۔عزالدین ابوالحسن علی بن محمد الجزری ابن اثیر(متوفی۔۶۳۰ھ)دارالکتاب العربی۔

۵۶۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۵۷۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری(متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔

۵۸۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۵۹۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۶۰۔روح المعانی۔علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی(متوفی ۱۲۷۰ھ)۔مطبوعہ داراحیاء التراث العربی۔

۶۱۔التفسیر الکبیر۔علامہ تقی الدین ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۹ھ۔
۶۲۔مسلم۔ذکر دجال۔ابو داؤد۔کتاب ملاحم۔باب خروج الدجال۔ترمذی۔ابواب الفتن۔
۶۳۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ
۶۴۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ
۶۵۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔باب نزول عیسیٰ ابن مریم۔مطبوعہ
۶۶۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔
۶۷۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔
۶۸۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۶۹۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔
۷۰۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۷۱۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔
۷۲۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔باب فتن۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز۔
۷۳۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔
۷۴۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔
۷۵۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۷۶۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔باب الفتن۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۷۷۔سورہ توبہ۔آیت۔۳۱۔۳۳۔
۷۸۔سورہ فتح۔آیت۔۲۸۔
۷۹۔سورہ الصف۔آیت۔۸۔۹۔
۸۰۔حدیث نبوی۔
۸۱۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔
۸۲۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔
۸۳۔گلوبلائزیشن اور اسلام۔مولانا یاسر ندیم۔ص۔۱۰۴۔دارالاشاعت کراچی۔۲۰۰۴ء۔
۸۴۔گلوبلائزیشن اور اسلام۔مولانا یاسر ندیم۔ص۔۱۰۵۔دارالاشاعت کراچی۔۲۰۰۴ء۔
۸۵۔گلوبلائزیشن اور اسلام۔مولانا یاسر ندیم۔ص۔۵ دارالاشاعت کراچی۔۲۰۰۴ء۔

۸۶۔سورہ الصّف۔آیت۔۸۔
۸۷۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔
۸۸۔سورہ انفال۔آیت۔۳۹۔
۸۹۔سورہ الجمعہ۔آیت۔۲۔۳۔
۹۰۔سورہ سبا۔آیت۔۲۸۔
۹۱۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۵۸۔
۹۲۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۱۰۷۔
۹۳۔سورہ الفرقان۔آیت۔۱۔
۹۴۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔
۹۵۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔
۹۶۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔
۹۷۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔
۹۸۔کلیات اقبال۔نظم (ابلیس کی مجلس شوریٰ)۔علامہ محمد اقبال۔ص۔۶۶۹۔خزینہ علم وادب لاہور۔
۹۹۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ
۱۰۰۔سورہ الدخان۔آیت۔۱۰۔۱۲۔
۱۰۱۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔
۱۰۲۔سورہ النمل۔آیت۔۸۲۔
۱۰۳۔سورہ التکویر۔آیت۔۱۔
۱۰۴۔سورہ القمر۔آیت۔۱۔
۱۰۵۔سورہ الزخرف۔آیت۔۶۱۔
۱۰۶۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۹۶۔
۱۰۷۔سورہ الواقعہ۔آیت۔۴۔
۱۰۸۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ۔
۱۰۹۔سورہ المومن۔آیت۔۵۹۔
۱۱۰۔سورہ النباء۔آیت۔۱۷۔

۱۱۱۔سورہ النحل۔آیت۔۷۷۔
۱۱۲۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۸۷۔
۱۱۳۔سورہ یٰسین۔آیت۔ ۵۳۔
۱۱۴۔سورہ النزعٰت۔آیت۔ ۱۴۔ ۱۳۔
۱۱۵۔سورہ الحج۔آیت۔۱۷۔
۱۱۶۔۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔کتاب الایمان۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی
۱۱۷۔۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔کتاب الفتن۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی

کتابیات:

۱۔القرآن۔

۲۔تورات۔

۳۔انجیل۔

۴۔اپنشد۔

۵۔البدایہ والنہایہ۔حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی (متوفی ۷۷۴ھ) مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۶۔التاریخ الکبیر۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۷۔التفسیر الکبیر۔علامہ تقی الدین ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۹ھ۔

۸۔الجامع الکبیر۔ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔دار الغرب الاسلامی۔بیروت۔۱۹۹۸ء۔

۹۔الجامع الصغیر۔حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ۔

۱۰۔الجامع الاحکام القرآن۔علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی (متوفی ۶۶۸ھ) مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۱۱۔احکام القرآن۔امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

۱۲۔احکام القرآن۔علامہ عماد الدین طبری الکیاالہراسی (متوفی ۵۰۴ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۱۳۔احکام القرآن۔علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی (متوفی ۵۴۳ھ) مطبوعہ دار المعرفہ

۱۴۔احکام القرآن۔الجصاص۔ابوبکر احمد بن علی الرازی (متوفی ۳۷۰ھ) دار الکتاب العربی۔بیروت۔

۱۵۔احیاء العلوم الدین۔امام محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) مطبوعہ دار الخیر بیروت۔۱۴۱۳ھ۔

۱۶۔اخبار الطوال۔ابوحنیفہ دینوری۔

۱۷۔الدرالمنثور۔حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی ایران۔داراحیاء التراث العربی بیروت۔۱۴۲۱ھ۔

۱۸۔اسلامی تہذیب کی داستان۔ول ڈیورانٹ۔مترجم۔یاسر جواد۔نگارشات پبلیشرز لاہور۔۲۰۰۷ئ

۱۹۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔سید قاسم محمود۔الفیصل پبلیشرز۔لاہور۔۲۰۰۷ء۔

۲۰۔اسلام اور موسیقی۔مولانا شاہ محمد جعفر ندوی پھلواری۔بپلیشر۔

۲۱۔اقبال اور عصری مسائل۔ڈاکٹر کنیز فاطمہ یوسف۔سنگ میل پبلیکیشنز لاہور۔۲۰۰۵ء۔

۲۲۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دار الکتب العلمیہ۔

۲۳۔المعجم الکبیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) مطبوعہ داراحیاء التراث العربی۔
۲۴۔المعجم الاوسط۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) مطبوعہ مکتبۃ المعارف۔
۲۵۔المعجم الصغیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) مطبوعہ سلفیہ مدینہ منورہ۔
۲۶۔المفردات۔علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔
۲۷۔الکامل فی التاریخ۔علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر (متوفی ۶۳۰ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
۲۸۔النکت والعیون۔علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی (متوفی ۴۵۰ھ) مطبوعہ دارالکتب
۲۹۔المنجد۔لوئیس معلوف الیسوعی (متوفی ۱۸۶۷ء) مطبوعہ المطبعہ الغاثولیکہ بیروت۔۱۹۲۷ء۔
۳۰۔الکشاف۔علامہ محمد بن عمر زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت۔
۳۱۔السیرۃ النبوۃ۔امام عبدالمالک بن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۵ھ۔
۳۲۔الطبقات الکبری۔امام محمد بن سعد بن منیع الواقدی (متوفی ۲۳۰ھ) مطبوعہ دارصادر بیروت۔
۳۳۔المبسوط۔شمس الائمہ محمد بن سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔۱۳۹۸ھ۔
۳۴۔المستدرک۔امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ) مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ۔
۳۵۔المغنی۔علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ) مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۳۶۔اہرام مصر اور فرعونوں کے عجائب۔اقبال احمد راجپوت۔ص۔۸۲۔سائنس ڈائجسٹ پبلی کیشنز کراچی۔
۳۷۔بھگوت گیتا۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم۔سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔
۳۸۔تاریخ۔(سندھ نمبر)۔ڈاکٹر مبارک علی۔فکشن ہاؤس لاہور۔۲۰۰۳ء۔
۳۹۔تاریخ اسلام۔معین الدین ندوی۔دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔سن ندارد۔
۴۰۔تاریخ الارض القرآن۔سید سلیمان ندوی۔معارف پریس اعظم گڑھ۔۱۹۵۵ء۔
۴۱۔تاریخ ابن خلدون۔علامہ عبدالرحمن بن محمد بن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) مطبوعہ داراحیاء التراث العربی
۴۲۔تاریخ الامم والملوک۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) مطبوعہ دارالقلم بیروت۔
۴۳۔تاریخ بغداد۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) مطبوعہ ادارالکتب العلمیہ بیروت۔
۴۴۔تاریخ دمشق الکبیر۔امام ابوالقاسم علی ابن الحسن ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) مطبوعہ داراحیاء التراث۔
۴۵۔تدبر قرآن۔شیخ امین احسن اصلاحی۔مطبوعی فاران فاونڈیشن لاہور۔
۴۶۔تجلیات حکمت۔مولف۔آیت اللہ اصغر ناظم زادہ قمی۔مترجم۔سید قمر عباس۔مطبع۔دفتر تبلیغات اسلامی

۴۷۔تحفت الباری بشرح صحیح بخاری۔علامہ ابویحییٰ زکریا محمد انصاری (متوفی ۹۲۶ھ)۔مطبوعہ دار الکتب۔
۴۸۔تہذیب وتاریخ دمشق۔امام ابوالقاسم علی ابن الحسن ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) مطبوعہ دار احیاء التراث
۴۹۔تفسیر القرآن۔امام منصور بن محمد السمعانی الشافعی (متوفی ۴۸۹ھ) مطبوعہ دار الوطن ریاض۔۱۴۱۸ھ۔
۵۰۔تفسیر امام ابی حاتم۔رقم الحدیث۔۱۸۹۱۹۔مکتبہ نزار مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ۔
۵۱۔تفسیر کبیر۔امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی (متوفی ۶۰۶) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی.
۵۲۔تفسیر القرآن۔حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی (متوفی ۷۷۴ھ) مطبوعہ ادارہ اندلس۔
۵۳۔تفسیر القران العزیز۔امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی (متوفی ۳۲۷ھ) مطبوعہ مکتبہ
۵۴۔تفسیر نمونہ۔آیت اللہ مکارم شیرازی۔مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران۔۱۳۶۹ھ۔
۵۵۔تفہیم القرآن۔مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔ترجمان القرآن لاہور۔۲۰۰۷ء۔
۵۶۔تہذیبوں کا تصادم۔سیموئل پی ہنٹنگٹن۔ترجمہ عبدالمجید طاہر۔نگارشات پبلشرز۔لاہور۔۲۰۰۸ء۔
۵۷۔جامع البیان۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ) مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔۱۴۰۹ھ۔
۵۸۔چودہ ستارے۔مولف۔مولانا سید نجم الحسن قبلہ کراروی۔ص۔۵۵۵۔امامیہ کتب خانہ۔مغل حویلی۔
۵۹۔چنگیز خان۔مرتب۔صبا ٹوانہ۔
۶۰۔حاشیہ القونوی علی البیضاوی۔ج۔۹۔ص۔۱۴۷۔دار الکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۲۲ھ۔
۶۱۔خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام۔ڈاکٹر اسرار احمد۔مکتبہ خدام القرآن لاہور۔۱۹۹۶ء۔
۶۲۔رحمت اللعالمین۔محمد سلیمان سلمان منصور پوری (متوفی ۱۹۳۰ء)۔حنیف بک ڈپو دہلی۔سن ندارد۔
۶۳۔رحیق المختوم۔مولانا صفی مبارک پوری۔ص۔۵۵۷۔المکتبہ السّلفیہ لاہور۔۱۹۹۵ء۔
۶۴۔رگ وید۔مرتب۔ستیہ پرکاش سرسوتی۔
۶۵۔روح المعانی۔علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ) مطبوعہ دار احیاء التراج العربی.
۶۶۔روح القرآن۔خورشید عالم وگہر قلم۔پبلشرز الفیصل لاہور۔۲۰۰۳ء۔
۶۷۔زاد المسیر۔علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی (متوفی ۵۹۷ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی
۶۸۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ) مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
۶۹۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔
۷۰۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دار الفکر بیروت۔۱۴۱۴ھ۔
۷۱۔سنن درامی۔عبداللہ بن عبدالرحمن تیمی الدارمی (متوفی)۔ج۔۲۔ص۔۳۲۵۔مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔

۷۲۔سنن دارقطنی ۔امام علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) مطبوعہ نشر السنہ ملتان ۔دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۷۳۔سنن النسائی ۔امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔
۷۴۔سنن کبریٰ ۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔
۷۵۔سیرۃ النبویۃ ۔ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ) ۔مکتبہ المصطفی البابی مصر۔
۷۶۔سی پیک ایک نیا سیاسی، معاشی اور تزویراتی کھیل ۔سلیم صافی ۔ساگر پبلیشرز ۔لاہور۔۲۰۱۹ء۔
۷۷۔شاہکار رسالت عمر فاروق ۔غلام احمد پرویز ۔مکتبہ طلوع اسلام ۔لاہور۔۱۹۹۸ء۔
۷۸۔شرح السنہ ۔امام حسین بن مسعود بغوی (متوفی ۵۱۶ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۔۱۴۱۲ھ۔
۷۹۔شعب الایمان ۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ) مطبوعہ داعالکتب العلمیہ بیروت ۔۱۴۰۱ھ۔
۸۰۔صحیح بخاری ۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) ۔مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔
۸۱۔صحیح مسلم ۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ) ۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔
۸۲۔ضرب کلیم ۔کلیات اقبال ۔ص۔۷۰۶ ۔مرتب خزینہ علم وادب لاہور۔۲۰۰۶ء۔
۸۳۔ضیاء القرآن ۔جسٹس پیر کرم شاہ الازہری ۔مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
۸۴۔ظہور امام مہدی ۔علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی ۔مرکز علوم اسلامیہ کراچی ۔۲۰۰۷ء۔
۸۵۔عالمی انسائیکلو پیڈیا ۔مرتب ۔یاسر جواد ۔ناشران الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۸۶۔عہد قدیم مشرق ومغرب ۔سید سراج الاسلام ۔انٹرنیشنل پریس کراچی ۔۱۹۵۹ء۔
۸۷۔عہد نامہ قدیم ۔مرتب ۔بائبل سوسائٹی ۔لاہور ۔سن ۔ندارد۔
۸۸۔فتح الباری ۔احمد بن علی بن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) ۔مطبوعہ دارلنشر الکتب الاسلامیہ ۔لاہور۔
۸۹۔قرآنی آیات اور سائنسی حقائق ۔ڈاکٹر نور ہلوک باقی (ترکی) مترجم ۔سید محمد فیروز شاہ ۔انڈس پبلشنگ
۹۰۔قلب جزیرہ عرب ۔فواد حمزہ ۔المطبعۃ السّلفیہ مصر ۔۱۳۵۲ھ۔
۹۱۔کتاب سلاطین۔
۹۲۔کتاب العین ۔امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی (متوفی ۱۷۵ھ) مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران ۔۱۴۱۴ھ۔
۹۳۔کلیات اقبال ۔علامہ محمد اقبال ۔خزینہ علم وادب لاہور ۔۲۰۰۶ء۔
۹۴۔کلیات ساحر ۔ساحر لدھیانوی ۔مرتب ۔خزینہ علم وادب ۔لاہور ۔۲۰۰۱ء۔
۹۵۔کنز العمال ۔علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری (متوفی ۹۷۵ھ) مطبوعہ موسسۃ الرسالہ
۹۶۔کنوز الحقائق ۔امام عبدالرؤف بن علی المنادی (متوفی ۱۰۳۱ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۹۷۔کشف الخفاء ومزیل الالباس ۔علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی (متوفی ۱۱۶۴ھ) مطبوعہ مکتبہ الغزالی ۔
۹۸۔کشف المحجوب ۔سید علی ہجویری ۔مترجم ۔الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری ۔ناشران الفیصل ۔
۹۹۔کشف الغمہ ۔علامہ عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ) مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ مصر ۔ ۱۳۰۳ھ ۔
۱۰۰۔گلوبلائزیشن اور اسلام ۔مولانا یاسر ندیم ۔دارالاشاعت کراچی ۔ ۲۰۰۴ء ۔
۱۰۱۔لسان العرب ۔علامہ جمال الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ) مطبوعہ دارالفکر بیروت ۔
۱۰۲۔لسان العرب ۔علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی (متوفی ۷۱۱ھ) مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ
۱۰۳۔لغات القرآن ۔غلام احمد پرویز ۔طلوع اسلام ٹرسٹ ۔لاہور ۔ ۱۹۹۸ء ۔
۱۰۴۔لغات القرآن ۔مولانا محمد عبدالرشید نعمانی ۔دارالاشاعت کراچی ۔
۱۰۵۔محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ۔الشیخ محمد الخضری بک ۔المکتبہ التجارت الکبریٰ مصر ۔ ۱۳۸۲ھ ۔
۱۰۶۔محاضرات سیرت ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی ۔ناشران الفیصل پبلیشرز ۔لاہور ۔ ۲۰۰۸ء ۔
۱۰۷۔محاضرات شریعت ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی ۔ناشران الفیصل پبلیشرز ۔لاہور ۔ ۲۰۰۸ء ۔
۱۰۸۔محاضرات فقہ ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی ۔ناشران الفیصل پبلیشرز ۔لاہور ۔ ۲۰۰۸ء ۔
۱۰۹۔محاضرات قرآنی ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی ۔ناشران الفیصل پبلیشرز ۔لاہور ۔ ۲۰۰۸ء ۔
۱۱۰۔مختصر سیرہ الرسول ۔الشیخ السلام محمد بن عبدالوہاب نجدی (متوفی ۱۲۰۶ھ) ۔مطبعۃ السنۃ المحمدیہ ۔
۱۱۱۔مسلمان امتوں کا ماضی ، حال اور مستقبل ۔ڈاکٹر اسرار احمد ۔مکتبہ خدام القرآن لاہور ۔ ۱۹۹۳ء ۔
۱۱۲۔موطا امام مالک ۔امام مالک بن انس اصبحی (متوفی ۱۷۹ھ) ۔مطبوعہ دارالفکر ۔بیروت ۔ ۱۴۰۹ھ ۔
۱۱۳۔معالم التنزیل ۔امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (متوفی ۵۱۶ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ۔
۱۱۴۔محمد رسول اللہ ﷺ ۔ج ۔اول ۔شمس الدین عظیمی ۔پبلشر ۔الکتاب پبلی کیشنز کراچی ۔ ۲۰۰۳ء ۔
۱۱۵۔محمد رسول اللہ ﷺ ۔ج ۔دوم ۔شمس الدین عظیمی ۔پبلشر ۔الکتاب پبلی کیشنز کراچی ۔ ۲۰۰۳ء ۔
۱۱۶۔محمد رسول اللہ ﷺ ۔ج ۔سوم ۔شمس الدین عظیمی ۔پبلشر ۔الکتاب پبلی کیشنز کراچی ۔ ۲۰۰۳ء ۔
۱۱۷۔مشکوۃ ۔امام ولی الدین تبریزی (متوفی ۷۴۲ھ) مطبوعہ اصح المطابع دہلی دار ارقم بیروت ۔
۱۱۸۔نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) مطبوعہ ایران و مطبوعہ کراچی ۔
۱۱۹۔ہندو دھرم ہزار ہا برس پہلے ۔ ۔ناشر نگارشات ۔
۱۲۰۔یورپ کا عروج ۔ڈاکٹر مبارک علی ۔فکشن ہاؤس لاہور ۔ ۲۰۰۰ء ۔

اخبارات اور رسائل:

۱۲۱۔روزنامہ جنگ کراچی۔

۱۲۲۔روزنامہ ایکسپریس کراچی۔

۱۲۳۔روزنامہ نوائے وقت کراچی۔

۱۲۴۔روزنامہ ۹۲ نیوز کراچی۔

۱۲۵۔الجزیرہ۔ترجمہ۔احمد اعجاز۔

۱۲۶۔دی اکنامسٹ۔

۱۲۷۔روحانی ڈائجسٹ۔چیف ایڈیٹر۔شمس الدین عظیمی۔کراچی۔

۱۲۸۔بی بی سی اردو اشاعت۔

۱۲۹۔رسالہ المجتمع۔۱۹۹۵ء

۱۳۰۔ماہنامہ میثاق لاہور۔

131. ,The Seven Golden Odes of Pagan Arabia,,Blunt,Lady A.and sir W.S

132.The Clash of Civilization,Simon and Schuster,Samuel p.Huntington, Newyork,1990

133. Social Struggles in Antiquity,Max Beer, (London 1922)

134"The Age of Renaissance,Will DurantNew York 1985.

135:A History of Europe from the Earliest times to 1713.London, .Fisher,H.A.L 1936

136:Global Economy in the Asiaan Age,.Frank,A.G.:Reorient University of California press 1998.